انسائیکلوپیڈیا

امام حسین علیہ السلام

جلد چہارم

موسوعۃ الامام الحسینؑ فی الکتاب والسنۃ والتاریخ کا اردو ترجمہ



تالیف

رئیس المحققین علامہ محمد الری شہری

مترجم

حجۃ الاسلام علامہ الطاف حسین کلاچی

مصحح

حجۃ الاسلام علامہ ریاض حسین جعفری

ریسرچ سکالر اسلامک یونیورسٹی ٥ قم ٥ ایران

انسائیکلوپیڈیا

امام حسین علیہ السلام

جلد چہارم

موسوعۃ الامام الحسین علیہ السلام فی الکتاب والسنۃ والتاریخ کا اردو ترجمہ

تالیف

رئیس المحققین علامہ محمد الری شہری

مترجم

حجۃ الاسلام علامہ الطاف حسین کلاچی

مصحح

حجۃ الاسلام علامہ ریاض حسین جعفری مدظلہ

ریسرچ سکالر اسلامک یونیورسٹی قم ایران

ناشر: ادارہ منہاج الصالحین

الحمد مارکیٹ فسٹ فلور دکان نمبر 20- غزنی سٹریٹ- اردو بازار- لاہور

فون: 042-37225252 ، 0301-4575120

نام کتاب	:	انسائیکلوپیڈیا امامِ حسینؑ (جلد چہارم)
مؤلف	:	رئیس المحققین علامہ محمد الری شہری
مترجم	:	حجۃ الاسلام علامہ الطاف حسین کلاچی
مصحح	:	حجۃ الاسلام علامہ ریاض حسین جعفری
پیش کش	:	حجۃ الاسلام علامہ سید قلب عباس چیئرمین النور اکیڈمی
پروف ریڈر	:	اسد علی ڈار
معاونت	:	محمد عمران چودھری ، کاشف علی جٹ
بائنڈنگ	:	فیاض حسین حیدری
ہدیہ	:	-/700 روپے

ملنے کا پتہ

اِدارہ مِنہاجُ الصّالِحین۔ لاہور

الحمد مارکیٹ فرسٹ فلور دکان نمبر 20۔ غزنی سٹریٹ۔ اُردو بازار۔ لاہور

فون : 042-37225252 ، 0301-4575120

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انسائیکلوپیڈیا امام حسین علیہ السلام

مَوسُوعَةُ الإمَامِ الحُسَينِ فِي الكِتَابِ
وَالسُّنَّةِ والتَّارِيخ کا اُردو ترجمہ

ترتیب

فصل دوم

فصل سوم

چوتھی فصل

پانچویں فصل

چھٹی فصل

ساتویں فصل

آٹھویں فصل

نویں فصل

عرضِ ناشر

تاریخ کربلا ہمیں حق و باطل کے ایک عظیم معرکہ کی یاد دلاتی ہے اور معرکۂ کرب وبلا ہمارے فکر و احساس کو محیر مثال عزم وہمت اور قوت وطاقت عطا کرتا ہے۔ یہ ایسا معرکۂ حق و باطل ہے جو رہتی دُنیا تک جان بازی اور وفا شعاری کی زندۂ جاوید روایت قائم کر گیا اور جہادِ مقدس کی پاکیزہ منزلوں کا پتا بتا گیا۔ یہ معرکہ کربلا کی تپتی ریت پر ایک ایسی خوں چکاں داستان رقم کر گیا، جسے زمانے کی تیز آندھیاں کبھی مٹا نہ سکیں گی۔ سچ تو یہ ہے کہ یہ ایک ایسا معرکہ تھا جس نے فتح وشکست کا مفہوم ہی بدل کر رکھ دیا۔

حضرت امام حسین علیہ السلام ایک ایسا سحابِ رحمت تھے جو کربلا کی تپتی ریت پر ٹوٹ کر برسے اور ریگ زاروں کو چمن زار بنا گیا۔ اس فیضانِ رحمت سے ویرانوں میں لالہ زار کھل اُٹھے۔ خونِ مقدس سے اس ریگ زار میں وہ آبیاری ہوئی کہ گلشنِ دین لہلہا اُٹھا۔

بہ قولِ اقبال ؏

موجِ خونِ اُو چمن ایجاد کرد

حسینؑ کون؟ جنھوں نے آغوشِ رسالت میں پرورش پائی، جو لسانِ نبوت چوس چوس کر پروان چڑھے، جو عصمتِ بتولؑ کی حقیقتوں کا حامل تھے، جن کی ضرب باطل شکن ذوالفقارِ حیدری کی جلالت تھی، جو امامت کے نورانی تخت کی زینت تھے اور جو محمدؐ کا نواسہ اور علیؑ وبتولؑ کے لختِ جگر تھے، راہِ خدا میں حق وصداقت کی سربلندی کے لیے خاک وخون میں اس طرح ڈوبے کہ خود کو فنا کر کے اسلام کی بقا کا سامان پیدا کر گئے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام آزادی اور حریت کا مظہرِ اَتم تھے، آپؑ مولائے اَبرارِ زماں اور قوتِ بازوے اَحرارِ جہاں تھے۔ آپؑ نے حق کی حقیقتوں کو آشکار کرتے ہوئے، سیلابِ ظلم کے آگے بند باندھنے کے لیے اپنی شانِ امامت کا مظاہرہ کیا اور انبیاءؑ ومرسلینؑ کے

مقصدِ بعثت کو واضح کیا اور خدا کے مقدس دین کی پاس داری کی خاطر اپنے اور اپنے باوفا ساتھیوں کے مقدس لہو سے کربلا سجائی۔

کربلا انسانوں کو حریت اور آزادی کا پیغام دیتی ہے۔ کربلا ظالموں اور طاغوتی طاقتوں سے ٹکرا جانے کا حوصلہ دیتی ہے۔ کربلا مکتبِ حریت ہے۔ حسین علَم بردارِ آزادی وحریت ہیں۔ کربلا عزت کا راستہ ہے، عظمت کا جادہ اور دوامیت کی منزل ہے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام معلمِ عزت وغیرت ہیں۔ آپؑ نے انسانیت کو عزت وغیرت کا درس دیا ہے۔ آپؑ نے آزاد فکر لوگوں کو سبق دیا ہے کہ اگر بارگاہِ الٰہی میں جان دینے کی باری آئے تو بہ سرِ وچشم جان کا نذرانہ پیش کرنا چاہیے اور اگر عزت کی قربانی کی نوبت آجائے تو وہ بھی خدا کی بارگاہ میں پیش کر دینی چاہیے۔ اس لیے کہ وہ منبعِ عزت ہے اور حقیقی عزت واحترام عطا کرنے والا ہے۔ معرکۂ کربلا ایک یادگار معرکہ اور حق وصداقت کا علَم بلند کرنے کے لیے لڑی جانے والی ایک عظیم الشان جنگ ہے۔

درسِ کربلا کیا ہے ؟ درسِ کربلا ایک اہم ترین پیغام ہے اور وہ پیغام یہ ہے کہ سنتِ الٰہی اور رسولِ اعظمؐ کی سنت پر چلا جائے اور معاشرے میں ان کے احیا کے لیے کوشاں رہا جائے۔ کربلا کا اَبدی طریق یہ ہے کہ دین پر ہر چیز قربان کردی جائے لیکن دین کو کسی شے پر قربان نہ کیا جائے۔ دینِ مبین کی سربلندی کے لیے ہر قسم کی قربانی دینے کے لیے تیار رہنا روحِ روانِ کربلا ہے۔

کربلا ایک عظیم دانش گاہ ہے جو ہمیں حفظِ ناموس کا درس دیتی ہے۔ حماسۂ کربلا پر صدیوں سے مؤرخین ومحققین لکھ رہے ہیں، اور یہ روز بہ روز واضح وآشکار ہو رہا ہے۔ ہماری پیش کش انسائیکلوپیڈیا امام حسینؑ چودہ صدیوں کو محیط ہے، جسے ہم نے وسعتِ مواد اور ارتقائے رُوداد کے پیشِ نظر ۹ جلدوں میں پایۂ تکمیل تک پہنچایا ہے۔ یہ عظیم کتاب سوگ سمندر، بحرِ مصائب، قلزمِ گریہ، جہانِ ماتم اور دنیائے غم ہے۔

یہ عظیم کتاب پہلی صدی ہجری سے لے کر چودھویں ہجری تک کی تمام شیعہ اور سُنّی کتبِ فریقین کی تحقیق انیق حجۃ الاسلام والمسلمین حضرت علامہ محمد ری شہری مدظلہ العالی کی سرپرستی میں کی گئی ہے۔ ساٹھ مشاہیر محققین، علما، اُدبا اور دانش ور حضرات نے کئی سال کی

محنتِ شاقہ سے اِسے پایہ تکمیل تک پہنچایا ہے۔ مقتل کی ایک ایک کتاب کی ورق گردانی کی گئی ہے۔ احادیث، تواریخ، عقائد کی کتب کا گہرائی سے مطالعہ کیا گیا ہے۔ ایک ایک روایت، حدیث اور واقعہ کا زیر کی وگیرائی سے جائزہ لیا گیا ہے۔ اگر کوئی حدیث ضعیف پائی گئی تو اس پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ اس انسائیکلوپیڈیا سے پہلے مقتل نگاری کی کتب میں واقعات کو نقل کیا جاتا تھا، اس کے عقلی ونقلی حُسن وقبح پر غور نہیں کیا جاتا تھا۔

مقتل نگاروں کی سیرت یہ رہی ہے کہ وہ حضرت امام حسین علیہ السلام پر لکھتے وقت فقط دو چار فضائل ومناقب اور معجزات وکرامات لکھ دیتے اور پھر فوراً محو "مقتل" ہوجاتے۔ جس سے امام عالی مقامؑ کی زندگانی وسیرت کی ترجمانی اُدھوری رہ جاتی۔ یہی وجہ ہے کہ بالعموم جب کوئی ذاکر یا خطیب مجلس عزا سے خطاب کرتا ہے تو وہ فضائل مولا علی علیہ السلام کے بیان کرتا ہے اور مصائب حضرت امام حسین علیہ السلام کے پڑھتا ہے، اس لیے کہ امام حسین علیہ السلام کے فضائل کتب میں نہیں ملتے ہیں۔ مذکورہ محققین کی جماعت نے فریقین کی کتب سے فضائل ومناقب کو روایات کے حوالہ جات کے ساتھ نقل کیا ہے، جب کوئی قاری ان فضائلِ اہل بیتؑ کو پڑھے گا تو عش عش کر اُٹھے گا۔

اُمید واثق ہے کہ اس کتاب کے منصہ شہود پر آجانے کے بعد منبرِ حسینیؑ کا انداز ہی بدل جائے گا۔ محققین نے واقعات کی تصحیح اور درستگی پر جان فشانی سے کام کیا ہے۔ ایسے واقعات واَحوال جو تحریر وتقریر میں صدیوں سے بیان ہورہے ہیں، لیکن اُن کی وثاقت وصداقت پر کسی نے غور وخوض نہیں کیا، اس جماعتِ محققین نے ایک ایک نکتہ پر جرح وبحث کی ہے اور اس کا ایک طائرانہ تنقیدی جائزہ بھی لیا ہے۔ جناب علامہ رَی شہری نے اپنے مقدمہ میں مفصّل جائزہ لیا ہے جس کی تکرار کی یہاں ضرورت نہیں ہے۔

ہم مشکور وممنون ہیں اپنے دیرینہ دوست حجۃ الاسلام علامہ الطاف حسین کلاچی صاحب کے جنھوں نے نہایت دل جمعی کے ساتھ اس "موسوعہ امام حسینؑ" کا ترجمہ کیا ہے۔ چوں کہ یہ کتاب عربی زبان میں ہے، عربی ایک فصیح وبلیغ زبان ہے، لہٰذا اس کو اُردو قالب میں ڈھالنا ایک مشکل کام تھا۔ لیکن علامہ کلاچی کربلا والوں سے شدید وارفتگی اور عقیدت رکھتے ہیں، آپ کے دل میں یہ خواہش ہمیشہ مچلتی رہتی ہے کہ پوری آب وتاب اور قدرت وندرت سے

کربلا کے تشنہ لبوں کو خراج عقیدت پیش کرتے رہیں۔ آپ کے ساتھ ہمارا دیرینہ واسطہ ہے۔ آپ کے جذبوں، ولولوں سے ہم اچھی طرح واقف ہیں۔ آپ ہر وقت اہل بیتؑ کی محبت ومودّت میں مچلتے رہتے ہیں۔

ہم شکر گزار ہیں حجۃ الاسلام علامہ سید قلب عباس کاظمی مدظلہ العالی کے، جن کے دست تعاون سے انسائیکلو پیڈیا امام حسین علیہ السلام کی چوتھی جلد زیورِ طباعت سے آراستہ ہوکر آپ قارئین کے ہاتھوں میں ہے۔ سید بزرگوار وہ عظیم ہستی ہیں جو شبانہ روز مکتب اہل بیتؑ کی تبلیغ و ترویج میں معروف بہ عمل ہیں۔ آپ کا زندگی کا زیادہ عرصہ انگلینڈ میں گزرا لیکن آپ دیارِ غیر میں رہ کر بھی اپنے وطن کو نہ بھولے۔ کئی ایک مدارسِ دینیہ تاسیس کروائے، مساجد وحسینیہ کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیتے رہتے ہیں۔ مومنین کرام کی خدمت کرنا آپ کا محبوب مشغلہ ہے۔ آپ غریبوں، یتیموں اور بے آسرا لوگوں کا سہارا ہیں۔ سادات کرام کی خدمت کرنا اپنا اوّلین فریضہ سمجھتے ہیں۔ سیدزادہ کا گاؤں گاہی سیداں آلِ محمدؐ کی تہذیب وتمدن کا گہوارہ نظر آتا ہے۔ وطن عزیز کے طول وعرض سے آنے والے مومنین کرام کا تانتا بندھا رہتا ہے۔ سید بزرگوار نے گاہی سیداں میں ایک ''النور اکیڈمی'' قائم کر رکھی ہے جس کے اندر کئی ایک ادارے کام کر رہے ہیں۔ ہماری دُعا ہے کہ پروردگار ان کو محمدؐ و آلِ محمدؐ کے صدقے میں طولِ عمر عطا فرمائے، اور بلیاتِ ارضی وسماوی سے محفوظ و مامون رکھے۔

مومنین کرام سے گزارش ہے کہ اس حسینیؑ مشن میں ہمارا ساتھ دیں، سیدہ زہرا سلام اللہ علیہا آپ سب حضرات کو دونوں جہاں میں اجرِ جزیل عطا فرمائیں گی۔ نیز اللہ رب العزت محمدؐ و آلِ محمدؐ اور سیدہ بتولؑ کے صدقہ میں میرے والدین مرحومین کو آلِ محمدؐ کا قُرب نصیب فرمائے اور اُن کے کبیرہ وصغیرہ گناہ معاف فرمائے، آمین!

والسلام مع الاکرام

طالبِ دُعا!

ریاض حسین جعفری، فاضل قُم

سربراہ ادارہ منہاج الصالحین، لاہور

حسینؑ، وارثِ آدمؑ ہے!

الحمدللہ! انسائیکلوپیڈیا امام حسین علیہ السلام کی چوتھی جلد حاضر خدمت ہے۔ اس جلد میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے وُرُود کربلا سے آپؑ کی شہادت تک کے حالات و واقعات تفصیلاً موجود ہیں۔ انسائیکلوپیڈیا امام حسین علیہ السلام کے اس حصّہ کو"مقتلِ سیدالشہداءؑ" بھی کہا جاسکتا ہے کیونکہ اس حصّہ میں فرزند رسولؐ حضرت امام حسین علیہ السلام اور آپؑ کے رفقاء کی شہادتوں کا ذکر ہے۔ ہر مقتلِ کربلا اپنی جگہ پر ایک کامل مکمل مقتل ہے لیکن یہ مقتل باقی تمام مقاتل سے منفرد اور ممتاز ہے، اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

اس جلد میں کربلا میں شہید ہونے والے تمام شہداء کے حالاتِ زندگی پوری تحقیق کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں۔ ہر شہید کے احوال کو تجزیہ وتحلیل کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ دوسرے مقاتل میں ضعیف اور موضوعہ روایات موجود ہیں لیکن اس مقتل میں یہ ضروری بحث بھی موجود ہے کہ کون سی روایت کس لحاظ سے صحیح اور کس لحاظ سے ضعیف ہے۔ اس جلد سے پہلے تین جلدیں منصہء شہود پر جلوہ گر ہوچکی ہیں۔ یہ کتاب نو (9) جلدوں پر مشتمل ہے۔ باقی پانچ جلدوں پر کام ہورہا ہے وہ بھی ان شاء اللہ جلد حاضر خدمت کردی جائیں گیں۔

کورونا وائرس اور لاک ڈاؤن کی وجہ سے جہاں پوری دنیا متاثر ہے وہاں ہمارا پیارا ملک پاکستان بھی بہت زیادہ متاثر ہے۔ جہاں مارکیٹیں، فیکٹریاں، دفاتر بند ہیں وہاں کتابوں کی اشاعت کا کام بھی شدید ترین مشکلات کا شکار ہے۔ چونکہ یہ کام ایک ملکوتی، روحانی، عبادی کام ہے۔ اس لیے مشکلات کے باوجود کام جاری ہے۔ اللہ ربّ العزت نے اپنے مخلص بندوں سے وعدہ کررکھا ہے کہ تم نے میرے ذکر کو زندہ رکھ کر اپنی جانیں قربان کردیں تو میں بھی تمہارے ذکر کو کبھی مرنے نہ دوں گا۔

پچھلے دنوں جب لاہور علامہ ریاض حسین جعفری، سربراہ ادارہ منہاج الصالحین کے مکان پر النور اکیڈمی گاہی سیداں راولپنڈی کے چیئرمین حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ سیّد قلب عباس قبلہ نزیل لندن سے ملاقات ہوئی تو انسائیکلوپیڈیا امام حسین علیہ السلام کی بقیہ جلدوں کی اشاعت کا ذکر بھی چھڑا تو قبلہ موصوف نے اشاعت کا یہ کام اپنے ذمہ لے لیا۔ یہ جلد اُن کی اکیڈمی کی پیش کش ہے۔ خداوند متعال اُن کے والدین مرحومین کے درجات بلند کرے۔ اللہ رب العزت کی بارگاہِ اقدس میں ہم سب دست بدعا ہیں کہ اُن کا سایہ ہمارے سروں پر قائم و دائم رکھے اور اُن کے بیٹوں اور بیٹیوں اور اہل وعیال کی زندگیاں محفوظ و مامون رکھے اور اُن کی محافظت فرمائے۔

انسائیکلوپیڈیا امام حسین علیہ السلام ایک عظیم کامل اور مکمل کتاب ہے۔ اس کا مطالعہ ازحد ضروری ہے۔ آخر میں مَیں ملّتِ اسلامیہ کی خدمت میں التماس کرتا ہوں خدارا سوچیے! یہ زندگی فانی، ناپائیدار اور عارضی ہے۔ اصل اُخروی زندگی ہے، اس دنیا کی کامیابی کے ساتھ ساتھ اُخروی دُنیا کی کامیابی کا سوچیں۔ افصح العرب بابِ مدینۃ العلم امیر المومنین حضرت امام علی بن ابی طالب علیہ السلام نے ہمارے بارے میں کیا خوب فرمایا ہے:

مِسْكِينٌ اِبْنُ آدَمَ . مَكْتُومُ الْأَجَلِ. مَكْنُونُ الْعِلَلِ. مَحْفُوظُ الْعَمَلِ. تُؤْلِمُهُ الْبَقَّةُ. وَتَقْتُلُهُ الشَّرْقَةُ. وَتُنْتِنُهُ الْعَرْقَةُ

”بے چارہ آدمی کتنا بے بس ہے، موت اُس سے نہاں، بیماریاں اُس سے پوشیدہ و پنہاں اور اُس کے افعال و اعمال محفوظ ہیں۔ مچھر کے کاٹنے سے چیخ اُٹھتا ہے، اُچھو لگنے سے مرجاتا ہے اور پسینہ اُس میں بدبو پیدا کردیتا ہے“۔ (کلماتِ قصار، ۴۱۹، نہج البلاغہ)

آدمی کی حقیقت یہی ہے جس سے انکار ہے اور نہ فرار۔

پروردگارِ عالم کی خوشنودی کے لیے زندگی بسر کرنی چاہیے، مرکز ایمان سے متصل ہوکر آدمی وہ مومن بنتا ہے کہ جس کی تعریف وتوصیف مومنوں کے امیر نے کی ہے:

''مومن کے چہرہ پر بشاشت اور دل میں غم واندوہ ہوتا ہے۔ ہمت اُس کی بلند ہے اور اپنے دل میں وہ اپنے کو ذلیل وخوار سمجھتا ہے۔ سربلندی کو بُرا سمجھتا ہے اور شہرت سے نفرت کرتا ہے۔ اس کا غم بے پایاں اور ہمت بلند ہوتی ہے۔ بہت خاموش، ہمہ وقت مشغول، شاکر، صابر، فکر میں غرق، دستِ طلب دراز کرنے میں بخیل، خوش خلق اور نرم طبیعت ہوتا ہے۔ اُس کا نفس پتھر سے زیادہ سخت اور وہ خود غلام سے زیادہ متواضع ہوتا ہے''۔ (کلماتِ قصار، ۳۳۳، نہج البلاغہ)

خدایا! ہمیں بھی ایسا مومن بنا جیسا یہ بیان مندرجہ بالا سطور میں موجود ہے۔

ان شاء اللہ اب خواجہ نصیر الدین طوسیؒ کی کتاب ''اخلاقِ محتشمی'' اور آیت اللہ باقر شریف قرشیؒ کی کتاب ''حضرت امام حسنؑ: ولادت سے شہادت تک'' (جلد اول) آنے والی ہیں۔ ان دونوں کتابوں پر اس بندۂ حقیر وفقیر نے کام کیا ہے۔

وَمَا تَوْفِيْقِيْ إِلَّا بِاللّٰهِ

الطاف حسین کلاچی

مدرسہ باب العلم، تونسہ شریف

فصل اوّل:

امامؑ دشمنوں کے حصار میں

فصل دوم:

میدانِ کربلا پر ایک نظر

فصل سوم:

مقتلِ اصحابِ حسینؑ

فصل چہارم:

مقتلِ اولادِ حسینؑ

فصل پنجم

مقتلِ اولادِ امیرالمومنینؑ

فصل ششم

مقتلِ اولادِ امام حسنؑ

فصل ہفتم

مقتلِ اولاد عبداللہ بن جعفرؑ

فصل ہشتم

مقتلِ اولادِ عقیلؑ

فصل نہم

مقتلِ سیّدالشہداء

فصل اوّل

امامؑ دشمنوں کے حصار میں

امام علیہ السلام کا کربلا میں وُرُود

ارشاد میں روایت ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام جمعرات کے دن دو محرم ۶۱ ہجری کو کربلا میں وارد ہوئے تھے۔ ①

المناقب لابن شهر آشوب: فَسَاقُوا [الحُسَينَ عليه السلام [وَعَسكَرَهُ] إِلَىٰ كَرْبَلَاءَ يَوْمَ الْخَمِيسِ. الثَّانِيَ مِنَ الْمُحَرَّمِ، سَنَةَ احدىٰ وَسِتِّينَ. ثُمَّ نَزَلَ وَقَالَ: هٰذَا مَوضِعُ الكَربِ وَالبَلَاءِ. هٰذَا مُنَاخُ رِكَابِنَا، وَمَحَطُّ رِحَالِنَا، وَمَقتَلُ رِجَالِنَا، وَسَفكُ دِمَائِنَا

مناقب ابن شہرآشوب میں روایت ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام اور آپؑ کا لشکر جمعرات کے دن دو محرم ۶۱ ہجری کو کربلا میں پہنچا۔ جب آپؑ میدانِ کربلا میں وارد ہوئے تو آپؑ نے فرمایا: "یہ کرب و بلا کا مقام ہے۔ یہی ہماری سواریوں کے بیٹھنے کی جگہ ہے اور ہمارے سازوسامان کے اُترنے کا مقام ہے۔ اسی سرزمین پر ہمارے جوان شہید ہوں گے اور اسی مقام پر ہمارا خون بہایا جائے گا"۔ ②

تاريخ الطبري عن عمار الدهني عن ابي جعفر [الباقر] عليه السلام: فَسَارَ [الحُسَينُ عليه السلام]، فَلَقِيَتهُ أَوَائِلُ خَيلِ عُبَيدِ اللهِ، فَلَمَّا رَأىٰ

---

① ارشاد: ج ۲، ص ۸۴؛ الملہوف: ص ۱۳۹؛ مثیر الاحزان: ۳۹؛ روضۃ الواعظین: ص ۱۹۹؛ اعلام الوریٰ: ج ۱، ص ۴۵۱؛ انساب الاشراف: ج ۳، ص ۳۸۵؛ تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۰۹؛ الکامل فی التاریخ: ج ۲، ص ۵۵۵؛ الفتوح: ج ۵، ص ۸۳؛ مقتل الحسین خوارزمی: ج ۱، ص ۲۳۷؛ الفصول المہمہ: ص ۱۸۸

② مناقب ابن شہرآشوب: ج ۴، ص ۹۷؛ کشف الغمہ: ج ۲، ص ۲۵۹؛ مطالب السؤول: ص ۷۵

ذٰلِكَ عَدَلَ إِلَى كَرْبَلَاءَ، فَأَسْنَدَ ظَهْرَهُ إِلَى قَصْبَاءَ وَخَلًا، كَيْلَا يُقَاتِلَ إِلَّا مِنْ وَجْهٍ وَاحِدٍ. فَنَزَلَ وَضَرَبَ أَبْنِيَتَهُ. وَكَانَ أَصْحَابُهُ خَمْسَةً وَأَرْبَعِينَ فَارِسًا وَمِئَةَ رَاجِلٍ

تاریخ طبری میں عمار دہنی سے روایت ہے اُس نے کہا کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے فرمایا: جب حضرت امام حسین علیہ السلام کوفہ کی طرف رواں دواں تھے تو آپؑ نے راستے میں ابن زیاد کی فوج کے ہراول دستے کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا تو آپؑ نے راستہ تبدیل کرلیا اور کربلا کی طرف رُخ کیا اور آپؑ نے اس جگہ کو اختیار کیا کہ جس کی ایک طرف دشمن کے حملے سے محفوظ تھی۔ آپؑ نے اُسے اپنی پشت کی طرف رکھا تا کہ دشمن کا مقابلہ ایک طرف سے کیا جائے، مختلف اطراف سے نہ کیا جائے۔ اُس وقت آپؑ کے ساتھ ۴۵ سوار اور ایک سو پیدل افراد تھے۔ (۱)

الحن: ایک گھڑسوار لشکر نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو درندوں کی وادی میں گھیر لیا اور اُنھوں نے آپؑ سے کہا: اے فرزند دُختر رسولؐ! ہمارے ساتھ چلیں۔ وہ لوگ آپؑ کے ساتھ چلے یہاں تک کہ اُنھوں نے آپؑ کو کربلا میں اُترنے پر مجبور کردیا۔ آپؑ وہیں اُتر پڑے۔ (۲)

امامؑ کا کربلا میں وُرود اور یومِ عاشورا

تمام تاریخی مصادر اور تقاویم سے یہ ثابت ہے کہ حادثہ عاشوراء ۱۰ محرم ۶۱ ہجری کو واقعہ ہوا۔ شمسی اعتبار سے ۲۰ کاتک ۵۹ ش (۳) اور میلادی حساب سے ۱۲ راکتوبر ۶۸۰ء (۴) کا دن بنتا ہے۔ اسی روز حضرت امام حسین علیہ السلام کربلا میں وارد ہوئے البتہ اختلاف اس بات میں ہے

---

(۱) مناقب ابن شہر آشوب: ج ۳، ص ۹۷؛ کشف الغمہ: ج ۲، ص ۲۵۹؛ مطالب السؤول: ص ۷۵

(۲) الحن: ص ۱۳۶؛ امامت والسیاست: ج ۲، ص ۱۱

(۳) ہیئت نجوم اسلامی (فارسی) ج ۲، ص ۲۲۶؛ گاہ نامہ تطبیقی سہ ہزار سالہ (فارسی)، ص ۸۵؛ یوم عاشورا: ۲۱ کاتک کو ہوا تھا۔

(۴) ہیئت نجوم اسلامی (فارسی) ج ۲، ص ۲۲۶۔ بعض نے کہا ہے کہ اکتوبر کی ۹ یا ۱۰ تاریخ تھی۔ (رجوع فرمائیں: تواریخ ہجریہ: ص ۹۳؛ تقویم تطبیقی ہزار و یا نصد ہجری قمری و میلادی (فارسی)، ص ۱۳؛ گاہ نامہ تطبیقی سہ ہزار سالہ (فارسی)، ص ۸۵، برنامج نجوم اسلامی

کہ عاشورا کس دن واقع ہوا۔ اکثر مصادر کے اعتبار سے امام علیہ السلام اور آپؑ کے اصحاب ماہِ محرم کی دوسری جمعرات ۶۱ھ (۱) کو کربلا میں داخل ہوئے۔ علاوہ ازیں وہ روایات بھی موجود ہیں کہ جن میں ورُودِ کربلا بدھ کا دن مذکور ہے کہ امام علیہ السلام ماہِ محرم کے پہلے بدھ کربلا میں وارد ہوئے تھے۔

وہ روایات کہ یومِ عاشورا جمعہ کے دن واقع ہوا تھا۔ (۲) یہ محرم کا مہینہ اور ۶۱ ہجری کا سال تھا۔ کچھ روایات میں ہے کہ عاشور سوموار کا روز تھا۔ (۳) بعض مصادر میں ہے کہ ہفتہ (۴) اور بدھ (۵) کا روز تھا۔

لیکن باوثوق تاریخی روایات سے ثابت ہے کہ جمعہ کا دن ہی یومِ عاشورا ہے۔

جہاں تک سوموار اور ہفتے (۶) کے دن کی بات ہے یہ کسی صورت صحیح نہیں ہے۔ ہاں تقویمی حسابات سے منگل یا بدھ کا دن سامنے آتا ہے اس کی وجہ فلکی حسابات کا اختلاف ہے

---

(۱) تجارب الامم: ج۲، ص۶۸؛ مقاتل الطالبیین: ص۱۸۵؛ روضۃ الواعظین: ص۱۹۹؛ بحارالانوار: ج۴۴، ص۳۸۱

(۲) ارشاد: ج۲، ص۹۵، مجموعہ نفیسہ: ۱۷۶؛ تاریخ موالید الائمہ ووفیاتھم؛ تہذیب الاحکام: ج۶، ص۴۲؛ المناقب ابن شہرآشوب: ج۴، ص۷۷؛ اعلام الوریٰ: ج۱، ص۴۲۵؛ کشف الغمہ: ج۲، ص۲۵۲؛ المستدرک علی الصحیحین: ج۳، ص۱۹۳؛ المعجم الکبیر: ج۳، ص۱۱۲؛ تہذیب الکمال: ج۶، ص۴۲۵؛ تاریخ طبری: ج۵، ص۴۲۲؛ طبقات الکبریٰ: ج۱، ص۴۷۳؛ اسد الغابہ: ج۲، ص۲۷؛ مقاتل الطالبیین: ص۸۴؛ تاریخ دمشق: ج۱۴، ص۱۱۶؛ العقد الفرید: ج۳، ص۳۶۶؛ التنبیہ والاشراف: ص۲۶۳؛ تذکرۃ الخواص، ص۲۵۱؛ مقتل الحسین خوارزمی: ج۲، ص۴۷، ۴؛ مطالب السؤول: ص۷۶؛ البدایۃ والنہایۃ: ج۸، ص۱۹۸

(۳) الکافی: ج۱، ص۴۶۳؛ تہذیب الکمال: ج۶، ص۴۴۲؛ دلائل الامامت: ص۱۷۷؛ مجموعہ نفیسہ: ص۱۰۶؛ مناقب ابن شہرآشوب: ج۴، ص۷۷؛ اعلام الوریٰ: ج۱، ص۴۲۰؛ کشف الغمہ: ج۲، ص۲۵۲؛ تہذیب الکمال: ج۶، ص۴۳۶؛ التنبیہ الاشراف: ص۲۶۳؛

ارشاد: ج۲، ص۱۳۳؛ تہذیب الاحکام: ج۶، ص۴۳۶؛ ثقات ابن حبان: ج۲، ص۳۵۹؛ مقاتل الطالبیین: ص۸۴؛ اسد الغابہ: ج۲، ص۲۷؛ تذکرۃ الخواص: ص۲۵۱؛ مقتل الحسین خوارزمی: ج۲، ص۴۷

(۵) تاریخ خلیفہ خیاط: ص۱۷۸؛ ثقات ابن حبان: ج۲، ص۳۰۹

(۶) تواریخ بحریہ: ص۹۳؛ تقویم تطبیقی ہزار و پانصد سالہ ہجری قمری و میلادی (فارسی) ص۱۳؛ گاہ نامہ تطبیقی، سہ ہزار سالہ، (فارسی)، ص۸۵

جس کی بنیاد رویت ہلال ہے۔ (1)

سرزمینِ کرب وبلا

المعجم الکبیر عن المطلب بن حنطب: لَمَّا أُحيطَ بِالْحُسَيْنِ بنِ عَلِيٍّ علیہ السلام قَالَ: مَا اسمُ هٰذِهِ الأَرْضِ؟ قِيلَ: كَرْبَلَاءُ فَقَالَ: صَدَقَ النَّبِيُّ إِنَّهَا أَرْضُ كَرْبٍ وَبَلَاءٍ

المعجم الکبیر میں مطلب بن عبداللہ بن حنطب سے روایت ہے جس وقت ابن زیاد کے لشکر نے امام حسین علیہ السلام کو گھیر لیا تو آپؑ نے پوچھا: اس جگہ کا نام کیا ہے؟ آپؑ سے کہا گیا: اس کا نام کربلا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچ فرمایا تھا واقعا یہ زمین کربلا ہے۔ (2)

المعجم الکبیر عن أم سلمة: كَانَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جَالِسًا ذَاتَ يَوْمٍ فِي بَيْتِي. فَقَالَ: لَا يَدْخُلْ عَلَيَّ أَحَدٌ. فَانْتَظَرْتُ. فَدَخَلَ الْحُسَيْنُ. فَسَمِعْتُ نَشِيجَ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يَبْكِي. فَاطَّلَعْتُ. فَإِذَا حُسَيْنٌ فِي حِجْرِهِ. وَالنَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يَمْسَحُ جَبِينَهُ. وَهُوَ يَبْكِي. فَقُلْتُ: وَاللهِ مَا عَلِمْتُ حِينَ دَخَلَ

فَقَالَ: إِنَّ جِبْرِيلَ علیہ السلام كَانَ مَعَنَا فِي الْبَيْتِ. فَقَالَ: تُحِبُّهُ؟ قُلْتُ: أَمَّا مِنَ الدُّنْيَا فَنَعَمْ

قَالَ: إِنَّ أُمَّتَكَ سَتَقْتُلُ هٰذَا بِأَرْضٍ يُقَالُ لَهَا: كَرْبَلَاءُ. فَتَنَاوَلَ جِبْرِيلُ علیہ السلام مِنْ تُرْبَتِهَا. فَأَرَاهَا النَّبِيَّ علیہ السلام

فَلَمَّا أُحِيطَ بِحُسَيْنٍ حِينَ قُتِلَ: مَا اسمُ هٰذِهِ الأَرْضِ؟ قَالُوا: كَرْبَلَاءُ. قَالَ: صَدَقَ اللهُ وَرَسُولُهُ. أَرْضُ كَرْبٍ وَبَلَاءٍ

---

(1) دمع السجوم: ص ۲۰۲؛ ہیئت نجوم اسلامی (فارسی): ج ۲، ص ۲۲۵-۲۲۶

(2) معجم الکبیر: ج ۳، ص ۱۰۹ و ص ۱۳۳؛ ذخائر العقبیٰ: ص ۲۵۵؛ العقد الفرید: ج ۳، ص ۳۶۵؛ تاریخ دمشق: ج ۱۳، ص ۲۲۰؛ کنز العمال: ج ۱۳، ص ۶۷۱

المعجم الکبیر میں حضرت اُم سلمہؓ سے روایت ہے کہ ایک دن رسولِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے گھر تشریف فرما تھے۔ آپؐ نے مجھ سے فرمایا: میرے پاس کسی کو نہ آنے دینا۔ میں دروازے پر بیٹھ رہی تا کہ اندر کوئی نہ آنے پائے۔ اچانک حسینؑ داخل ہوئے۔ میں نے رسولؐ اللہ کے رونے کی آواز سنی۔ میں نے اندر نگاہ کی تو میں نے حسینؑ کو آپؐ کی گود میں دیکھا۔ اُس وقت آپؐ اُن کی پیشانی پر اپنا دستِ مبارک پھیر رہے تھے اور رو رہے تھے۔ میں نے آپؐ کے حضور عرض کیا: واللہ مجھے معلوم نہیں ہے کہ حسینؑ آپؐ کے پاس کس وقت آئے؟

آپؐ نے فرمایا: جی ہاں! حضرت جبرئیلؑ ہمارے پاس تھے اُنھوں نے مجھ سے کہا: کیا آپؐ اپنے اس شہزادے سے بہت زیادہ محبت کرتے ہیں؟

میں نے کہا: جی ہاں! یہ میری محبت کا مرکز ہیں۔

جناب جبرئیلؑ نے کہا: آپؐ کی اُمت اس بچے کو ایک دن کربلا نامی زمین میں شہید کرے گی۔ اُس وقت جبرئیلؑ نے مجھے کربلا کی مٹی دی اور وہ مٹی یہ ہے۔

جب امام حسین علیہ السلام کو دشمنوں نے گھیر لیا تو آپؑ نے پوچھا: اس زمین کا نام کیا ہے؟

لوگوں نے کہا: اس کا نام کربلا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: اللہ اور اُس کے رسولؐ نے سچ فرمایا ہے۔ یہ زمین کرب و بلا ہے۔ (۱)

تذکرۃ الخواص میں ہشام سے روایت ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: اس زمین کا نام کیا ہے؟ کہا گیا: اسے کربلا کہا جاتا ہے، اسے نینوٰی (۲) بھی کہتے ہیں، اس کا نام قریہ بھی ہے۔

یہ سن کر آپؑ رونے لگے اور فرمایا: کرب و بلا۔ حضرت اُم سلمہؓ نے مجھے بتایا تھا کہ حضرت جبرئیلؑ رسولِ خدا کے پاس تھے اور تم میرے پاس تھے کہ آپؐ نے رونا شروع کر دیا تھا۔ رسولِ خدا نے مجھے حکم دیا کہ میرے بیٹے کو میرے پاس آنے دو۔ میں نے آپؑ کو چھوڑ دیا

---

(۱) معجم الکبیر: ج ۳، ص ۱۰۸، ۲۸۹؛ کنز العمال: ج ۱۳، ص ۶۵۶،۳۲۵

(۲) نینوٰی: کوفہ کے قریب مضافات میں واقع ہے۔ اسی سرزمین میں حضرت امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے تھے۔ (معجم البلدان: ج ۵، ص ۳۳۹)

تھا تو رسولِ خدا نے آپ کو اُٹھا کر اپنی آغوش میں بٹھایا۔

حضرت جبرئیلؑ نے پوچھا: یارسول اللہ! آپ کو اس بچے سے پیار ہے؟

آپؐ نے فرمایا: جی ہاں! مجھے ان سے بہت زیادہ پیار ہے۔

حضرت جبرئیلؑ نے کہا: آپؐ کی اُمت انھیں قتل کردے گی۔ اگر آپؐ چاہیں تو میں آپؐ کو وہ زمین دکھا سکتا ہوں کہ جہاں اُس نے شہید ہونا ہے؟

آپؐ نے فرمایا: ہاں دکھایئے۔

حضرت اُمِ سلمہؓ کا بیان ہے کہ حضرت جبرئیلؑ نے اپنا ایک پَر کربلا کی طرف پھیلایا اور ارضِ کربلا دکھادی۔

راوی کا بیان ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام سے کہا گیا کہ اس جگہ کا نام کربلا ہے تو آپؑ نے کربلا کی مٹی اُٹھائی اور اُسے سونگھا اور فرمایا: واللہ! جبرئیلؑ نے اسی زمین کے بارے میں رسولِ خدا کو بتایا تھا۔ اسی زمین پر میں نے قتل ہونا ہے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ آپؑ نے اس زمین سے مٹی کی مٹھی بھری پھر اُسے سونگھا۔ (1)

الامالی للصدوق عن عبداللہ بن منصور عن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین عن أبیه عن جدّه [زین العابدین علیہ السلام]:

سَارَ [الحُسَینُ علیہ السلام] حَتّٰی نَزَلَ کَربَلَاءَ. فَقَالَ: أَیُّ مَوضِعٍ هٰذَا؟

فَقِیلَ: هٰذَا کَربَلَاءُ یَابنَ رَسُولِ اللهِ

فَقَالَ: هٰذَا وَاللهِ یَومُ کَربٍ وَبَلَاءٍ، وَهٰذَا المَوضِعُ الَّذِی یُهرَاقُ فِیهِ دِمَاؤُنَا. وَیُبَاحُ فِیهِ حَرِیمُنَا

امالی صدوق میں عبداللہ بن منصور سے روایت ہے، اُس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے فرمایا: جب حضرت امام حسین علیہ السلام کربلا میں وارد ہوئے تو آپؑ نے پوچھا: یہ کون سی جگہ ہے؟

---

(1) تذکرۃ الخواص: ص ۲۵۰

آپؑ سے کہا گیا: اے فرزند رسولؐ! اس زمین کا نام کربلا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: واللہ! بس اب کرب و بلا کے ایام آگئے ہیں۔ یہ وہ جگہ ہے کہ جس میں ہمارے خون بہائے جائیں گے۔ اسی سرزمین میں ہمارے جسم حریم مباح سمجھے جائیں گے۔ (۱)

طبقات الکبریٰ میں ہے، جب حضرت امام حسین علیہ السلام سرزمین کربلا میں وارد ہوئے تو آپؑ وہاں پر مضطرب ہوئے تو آپؑ نے پوچھا: یہ کون سی سرزمین ہے؟

لوگوں نے عرض کیا: یہ زمین کربلا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: کرب و بلا کا زمانہ آگیا ہے۔ (۲)

ملہوف میں روایت ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کا قافلہ جب روانہ ہوا تو راستے میں ابن زیاد کے لشکر نے رکاوٹیں پیدا کیں۔ آپؑ جب چلتے تو وہ آپؑ کے راستے میں کھڑے ہوجاتے۔ آپؑ دوسری طرف کا رُخ کرتے۔ اس طرح چلتے چلتے آپؑ دو محرم کو میدانِ کربلا میں پہنچے۔ آپؑ نے اس جگہ کے بارے میں پوچھا تو کہا گیا: اس زمین کا نام کربلا ہے۔

آپؑ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا: یہاں ڈیرے ڈال دو۔ واللہ! یہی زمین ہماری سواریوں کے بیٹھنے کی جگہ ہے۔ اسی مقام پر ہمارے خون گرائے جائیں گے۔ واللہ! ہم نے یہیں دفن ہونا ہے۔ واللہ! اسی مقام پر ہماری خواتین اور بچوں نے قید ہونا ہے۔ میرے نانا نے مجھے اس سرزمین کے بارے میں بتایا تھا۔ (۳)

الفتوح: بَعدَ ذِكرِ وُصولِ أمرِ عُبَيدِ اللهِ بِالتَّضييقِ فِي وَرَاءِ عُذَيبِ الهِجَانَاتِ: خَرَجَ الحُسَينُ علیہ السلام وَوُلدُهُ وَإِخوَتُهُ وَأَهلُ بَيتِهِ -رَحمَةُ اللهِ عَلَيهِم- بَينَ يَدَيهِ. فَنَظَرَ إِلَيهِم سَاعَةً وَبَكى،

---

(۱) امالی صدوق: ص ۲۱۹؛ بحارالانوار: ج ۴۴، ص ۳۱۵

(۲) طبقات الکبریٰ: ج ۱، ص ۴۶۳؛ سیر اعلام النبلاء: ج ۳، ص ۳۱۱؛ تاریخ دمشق: ج ۱۴، ص ۲۲۰؛ تاریخ اسلام ذہبی: ج ۵، ص ۱۳؛ بغیۃ الطلب فی تاریخ حلب: ج ۶، ص ۲۶۱۶

(۳) الملہوف: ص ۱۳۹؛ مثیر الاحزان: ص ۴۹؛ بحارالانوار: ج ۴۴، ص ۳۸۱؛ حدائق الوردیہ: ج ۱، ص ۱۱۳

وَقَالَ: اللّٰهُمَّ إِنَّا عِتْرَةُ نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم . وَقَدْ أُخْرِجْنَا وَطُرِدْنَا عَنْ حَرَمِ جَدِّنَا وَتَعَدَّتْ بَنُو أُمَيَّةَ عَلَيْنَا . فَخُذْ بِحَقِّنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْكَافِرِيْنَ . قَالَ: ثُمَّ صَاحَ الْحُسَيْنُ علیہ السلام فِي عَشِيْرَتِهِ . وَرَحَلَ مِنْ مَوْضِعِهِ ذٰلِكَ . حَتّٰى نَزَلَ كَرْبَلَاءَ فِي يَوْمِ الْأَرْبِعَاءِ . أَوْ يَوْمِ الْخَمِيْسِ . وَذٰلِكَ فِي الثَّانِي مِنَ الْمُحَرَّمِ . سَنَةَ إِحْدٰى وَسِتِّيْنَ . ثُمَّ أَقْبَلَ إِلٰى أَصْحَابِهِ . فَقَالَ لَهُمْ : أَهٰذِهِ كَرْبَلَاءُ ، فَقَالُوْا: نَعَمْ . فَقَالَ الْحُسَيْنُ علیہ السلام لِأَصْحَابِهِ : اِنْزِلُوْا هٰذَا مَوْضِعُ كَرْبٍ وَبَلَاءٍ هَاهُنَا مُنَاخُ رِكَابِنَا وَمَحَطُّ رِحَالِنَا وَسَفْكُ دِمَائِنَا . قَالَ: فَنَزَلَ الْقَوْمُ . وَحَطُّوا الْأَثْقَالَ نَاحِيَةً مِنَ الْفُرَاتِ وَضُرِبَتْ خَيْمَةُ الْحُسَيْنِ علیہ السلام لِأَهْلِهِ وَبَنِيْهِ وَضَرَبَ عَشِيْرَتُهُ خِيَامَهُمْ مِنْ حَوْلِ خَيْمَتِهِ

الفتوح میں روایت ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام کے کاروانِ نور نے عذیب الھجانات کو عبور کیا تو اس راستے میں ابن زیاد کی فوج نے آپ کا راستہ روک دیا۔ آپؑ نے اُن کی طرف دیکھا اور بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا: خدایا! ہم تیرے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عترت وذُریت ہیں۔ ہمیں اپنے نانا بزرگوار کے حرم سے نکال دیا گیا ہے۔ بنواُمیہ نے ہم پر زیادتیاں کی ہیں، ہمارے حقوق پر ڈاکہ ڈالا ہے۔ کافرلوگوں کے مقابلے میں ہماری مدد فرما۔

راوی کہتا ہے: اس وقت امام علیہ السلام نے آواز بلند کی تو آپؑ کا قافلہ اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہو گیا، یہاں تک کہ کربلا نامی زمین پر اُترا۔ بدھ یا خمیس کا دن تھا اور محرم کی دوسری تاریخ تھی۔ ہجرت کا ۶۱ واں سال تھا۔ آپؑ نے اپنے اصحاب سے پوچھا: کیا یہی زمین کربلا ہے؟

اُنھوں نے جواب دیا: جی ہاں یہی زمین کربلا ہے۔

آپؑ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا: یہاں ڈیرے ڈال دو یہ جگہ کرب و بلا ہے۔ اسی زمین پر ہماری سواریاں بیٹھیں گی۔ یہیں ہمارا سامان اُترے گا، یہیں ہمارے خون گرائے جائیں گے۔

راوی کہتا ہے: ایک قوم آئی اُنھوں نے دریائے فرات کے کنارے اپنا سامان اُتارا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے خیمے لگائے، آپؑ کے ساتھیوں نے آپؑ کے خیمہ کے اردگرد اپنے خیمے نصب کر دیے۔ (1)

اخبار الطوال میں روایت ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام جب قصر بنی مقاتل سے روانہ ہوئے تو اُس وقت حُرؓ کا لشکر آپؑ کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ راستے میں آپؑ نے ایک دیہات کا رُخ کیا تو حُرؓ نے آپؑ کو اُدھر جانے سے روک دیا یہاں تک کہ آپؑ اُس جگہ پر رُکے جسے کربلا کہا جاتا ہے۔ پھر وہیں سے آپؑ دائیں طرف مڑے اور نینوٰی میں آ ٹھہرے تو وہیں ایک اُونٹ سوار آدمی سامنے سے ظاہر ہوا۔ دونوں لشکر اس کا انتظار کرنے لگے۔ جب وہ قریب آیا تو اُس نے حُرؓ کو سلام کیا اور حضرت امام حسین علیہ السلام کو سلام نہ کیا۔ اُس آدمی نے حُرؓ کو ابنِ زیاد کا خط دیا۔ حُرؓ نے اُس خط کو پڑھا جس میں لکھا ہوا تھا: "جب تجھے میرا خط ملے تو وہیں حسینؑ ابن علیؑ اور اُن کے لشکر کو روک دے اور اُن سے سختی و شدت کا سلوک کر، اُنھیں اُس جگہ اُترنے پر مجبور کر دے جہاں پانی ہو اور نہ سبزہ و ہریالی۔ میں نے اپنے قاصد کو حکم دیا ہے کہ وہ تیری نگرانی کرے اور حالات سے مطلع کرے"۔ والسلام!

حُرؓ نے خط پڑھ کر وہی خط حضرت امام حسین علیہ السلام کے حوالے کیا اور کہا: اب مَیں مجبور ہوں کیونکہ میں نے اپنے امیر کے حکم کی اطاعت کرنی ہے۔ اب اسی جگہ پر اُتر آئیں، اس کے سوا کوئی اور چارۂ کار نہیں ہے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: ہمیں اس جگہ سے آگے تھوڑے سے فاصلے پر جانے دے وہ مقام غاضریہ ہے۔ یا وہ دوسری جگہ جس کا نام سُقیہ ہے۔ ان دو جگہوں میں سے کسی ایک جگہ پر ہمیں اُتار دے۔

حُرؓ نے کہا: مجھے ابن زیاد نے لکھا ہے کہ میں آپؑ کو اُس جگہ پر اُتاروں جو بے آب گیاہ ہو۔ میں نے ہر صورت اپنے امیر کی اطاعت کرنی ہے۔

اس دوران حضرت زُہیر بن قینؓ نے امام علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا:

---

(1) الفتوح: ج ۵، ص ۸۳؛ مقتل الحسین خوارزمی: ج ۱، ص ۲۳۶؛ بحار الانوار: ج ۴۴، ص ۳۸۲

اے فرزند رسولؐ! میرا باپ اور میری ماں آپؐ پر قربان ہو جائیں ہمیں ان لوگوں سے لڑ لینا بہ نسبت اُن لوگوں کے جو اُن کے بعد جنگ کرنے کے لیے آئیں گے زیادہ تر آسان ہے۔ واللہ! کہ ان کے بعد آپؑ خیال فرمائیں اتنے لوگ ہم سے لڑنے کے لیے آئیں گے کہ جن کا ہم مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔

امام علیہ السلام نے جواب دیا: میں جنگ میں ابتداء نہیں کروں گا۔

جناب زُہیرؓ نے عرض کیا: اچھا تو پھر اُس گاؤں کی طرف چلتے ہیں وہیں جا کر اُتر پڑیں وہ مقام محفوظ بھی ہے اور وہ دریائے فرات کے کنارے پر واقع ہے۔ اگر یہ لوگ وہاں ہمارے لیے مشکلات پیدا کریں گے تو ہم اُن سے جنگ کریں گے۔ اُن سے لڑ لینا بہ نسبت اُن لوگوں کے جو اُن کے بعد آنے والے ہیں ہمارے لیے زیادہ آسان ہے۔

امام علیہ السلام نے پوچھا: یہ کون سا قریہ ہے؟

کہا گیا: اس کا نام عقر ہے۔

آپؑ نے فرمایا: خدایا مجھے عقر سے بچانا۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے حُر سے کہا: تھوڑے سے فاصلے کے لیے تو ہمارے ساتھ چل، پھر ہم وہیں اُتر پڑتے ہیں۔

حُرؓ کا لشکر آپؑ کے ساتھ چلا، یہاں تک کہ سرزمین کربلا آ گئی تو یہاں حُرؓ کے لشکر نے امام علیہ السلام کو روک دیا اور مزید آگے جانے سے منع کر دیا۔ اُنھوں نے آپؑ سے کہا: یہیں اُتر جائیں دریائے فرات آپؑ کے قریب ہے۔

امام علیہ السلام نے پوچھا: اس جگہ کا نام کیا ہے؟

لوگوں نے عرض کیا: یہ کربلا ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: یہ جگہ کرب و بلا والی جگہ ہے۔ جب میرے والد بزرگوارؑ صفین کی طرف جا رہے تھے تو آپؑ اسی جگہ سے گزرے تھے۔ اُس زمانے میں مَیں اُن کے ہمراہ تھا۔ آپؑ نے یہیں توقف کیا تھا اور اس جگہ کے بارے میں پوچھا تھا۔ آپؑ کو اس کا نام بتایا گیا تو آپؑ نے فرمایا: یہیں ہماری سواریاں بیٹھیں گی۔ اسی مقام پر ہمارا خون گرایا جائے گا۔ جب

لوگوں نے وضاحت چاہی تو آپؑ نے فرمایا تھا: اسی مقام پر اہلِ بیت محمدؐ پر مصائب نازل ہوں گے وہ اسی مقام پر اُتریں گے اور مصائب سے دوچار ہوں گے۔

امام علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ وہ اسی مقام پر اپنا سامان اُتار دیں۔ یہ محرم ۶۱ ہجری کی دوسری تاریخ اور جمعرات کا دن تھا۔ ①

المطالب العالیہ میں ابویحییٰ سے روایت ہے کہ اُس نے بنی ضبہ کے قبیلہ کے کسی فرد سے سنا تھا۔ اُس نے کہا: جس زمانے میں حضرت امام علی علیہ السلام کا کربلا سے گزر ہوا تھا میں اُن کے ہمراہ تھا۔ آپؑ نے کربلا میں منزل کی تھی۔ آپؑ نے اس زمین کے ایک حصّے کی طرف ہاتھ کے ساتھ اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: اس کے آگے ہماری سواریاں بیٹھیں گی اور اس کے دائیں طرف سامان اُتارے جائیں گے۔

آپؑ نے زمین پر ہاتھ مارا اور اپنی مٹھی میں مٹی لی، اُسے سونگھا اور فرمایا: وہ خون کس قدر عالی اور متعالی ہیں جو اس جگہ بہائے جائیں گے۔

جب حضرت امام حسین علیہ السلام اسی مقام پر تشریف لائے تو اِسی خاندان ضبی کے فرد نے کہا: میں اُن دنوں ابن زیاد کے لشکر میں تھا۔ میں نے امام حسین علیہ السلام کو اُسی مقام پر دیکھا جس مقام کی طرف حضرت امام علی علیہ السلام نے اشارہ کیا تھا کہ اسی جگہ پر ہماری سواریاں بیٹھیں گی اور اسی مقام پر ہمارے سامان اُتریں گے۔

اس منظر کو دیکھ کر میں حیران ہو کر رہ گیا۔ میں نے اپنے گھوڑے کو امام حسین علیہ السلام کے خیام کی طرف موڑا اور آپؑ کے پاس پہنچا، سلام کیا اور عرض کیا:

اے امامؑ! آپؑ کے والد گرامی اَعلم النّاس تھے۔ میں اس بات پر گواہ ہوں کہ اُنھوں نے اس جگہ کے بارے میں یہ یہ فرمایا تھا۔ واللہ! آپؑ بہت جلد شہید کر دیے جائیں گے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے شخص! اب تیرا کیا ارادہ ہے؟ کیا ہمارا ساتھ دے گا یا اپنے اہل و عیال کی طرف جانا چاہتا ہے؟

---

① اخبار الطوال: ص ۲۵۱؛ بغیۃ الطلب فی تاریخ حلب: ج ۶، ص ۲۶۲۳

میں نے عرض کیا: واللہ! میں مقروض ہوں۔ میرے اہل وعیال ہیں، میں اپنے اہل وعیال کے پاس جانا پسند کروں گا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: یہ مال تمھارے سامنے ہے جس قدر تیری ضرورت ہے اس سے اٹھا لے اور یہاں سے چلا جا۔ واللہ! جس کسی نے ہمارا استغاثہ سنا اور ہماری مدد نہ کی وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک زبان کے مطابق ملعون ہے۔

اس مردِ ضبی نے عرض کیا: واللہ! میں آج کے دن دو چیزوں کو ایک جگہ پر جمع نہیں کروں گا۔ میں آپؑ سے مال بھی لوں اور آپؑ کی مخالفت بھی کروں۔ ضبی کا بیان ہے کہ اس کے بعد میں نے مال اٹھایا اور یزیدی فوج کو چھوڑ کر اپنے گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔ (1)

نامہ امام بنام بنی ہاشم

كامل الزيارات عن ميسر بن عبدالعزيز عن ابی جعفر الباقر علیه السلام: كَتَبَ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ علیه السلام إِلَى مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ [أي ابنِ الْحَنَفِيَّةِ] مِنْ كَرْبَلَاءَ:

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مِنَ الْحُسَيْنِ بنِ عَلِيٍّ إِلَى مُحَمَّدِ بنِ عَلِيٍّ وَمَن قِبَلَهُ مِن بَنِي هَاشِمٍ أَمَّا بَعْدُ! فَكَأَنَّ الدُّنْيَا لَمْ تَكُنْ، وَكَأَنَّ الْآخِرَةَ لَمْ تَزَل، وَالسَّلَامُ!

کامل الزیارات میں میسر بن عبدالعزیز سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے فرمایا: حضرت امام حسین علیہ السلام نے ارضِ کربلا سے حضرت محمد بن حنفیہؒ کی طرف خط لکھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ خط حسینؑ بن علیؑ نے حضرت محمد بن حنفیہؒ اور تمام بنی ہاشم کی طرف بھیجا ہے۔ اما بعد! اس دنیا کی کوئی حیثیت نہیں ہے، یہ فانی ہے اور آخرت باقی

---

(1) المطالب العالیہ: ج ۴، ص ۳۲۶

ہے، اسے زوال نہیں ہے"۔ والسلام! ①

امام علیہ السلام کے خلاف عمر بن سعد کا جنگ کے لیے خروج کرنا

حضرت امام علی علیہ السلام کی پیشن گوئی

تهذيب الكمال عن محمد بن سيرين عن بعض أصحابه : قَالَ عَلِيٌّ علیہ السلام لِعُمَرَ بنِ سَعدٍ: كَيفَ أنتَ إذا قُمتَ مَقامًا تُخَيَّرُ فِيهِ بَينَ الجَنَّةِ وَالنّارِ ،فَتَختارُ النّارَ؟

تہذیب الکمال میں محمد بن سیرین سے روایت ہے کہ میں نے اپنے کسی دوست سے سنا کہ حضرت امام علی علیہ السلام نے عمر بن سعد سے فرمایا تھا: اے عمر بن سعد! اس وقت تیرا کیا حال ہوگا جب تجھے جنت وجہنم میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے کے لیے کہا جائے گا تو کس چیز کو اختیار کرے گا؟ تو جہنم کو اختیار کرے گا؟ ②

جہنم کا اختیار کرنا

تاريخ الطبري عن عمار الدهني عن ابي جعفر [الباقر] علیہ السلام: كَانَ عُمَرُ بنُ سَعدِ بنِ أبي وَقّاصٍ قَد وَلّاهُ عُبَيدُ بنُ زِيادٍ الرَّيَّ، وَعَهِدَ إلَيهِ عَهدَهُ. فَقالَ: اِكفِني هٰذَا الرَّجُلَ [أي الحُسَينَ علیہ السلام] قالَ: أعفِني ،فَأَبى أن يُعفِيَهُ. قالَ: فَأَنظِرنِي اللَّيلَةَ ،فَأَخَّرَهُ. فَنَظَرَ في أمرِهِ فَلَمّا أصبَحَ غَدا عَلَيهِ راضِيًا بِما اُمِرَ بِهِ فَتَوَجَّهَ إلَيهِ عُمَرُ بنُ سَعدٍ

تاریخ طبری میں عمار وہنی سے مروی ہے کہ میں نے حضرت امام باقرؑ بن امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا کہ آپؑ نے فرمایا: عبیداللہ ابن زیاد نے عمر بن سعد کو ریاست رَے کا والی

---

① کامل الزیارات: ص ۱۸۵؛ بحارالانوار: ج ۴۵، ص ۸۷

② تہذیب الکمال: ج ۲۱، ص ۳۵۹؛ الکامل فی التاریخ: ج ۲، ص ۶۸۳؛ تاریخ دمشق: ج ۴۵، ص ۴۹؛ تذکرۃ الخواص: ص ۲۴۷؛ کنزالعمال: ج ۱۳، ص ۶۷۴؛ مثیر الاحزان: ص ۵۰

بنایا اور اُسے کہا: تم نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے جنگ کرنی ہے۔ اُس نے جواب دیا: مجھے اس امر پر مجبور نہ کیا جائے، یہ ذمہ داری سخت ہے جو مجھے قبول نہیں ہے۔ ابن زیاد نے کہا: تمھیں ہر صورت یہ کام کرنا ہوگا۔ ابن سعد نے کہا: تو پھر مجھے ایک رات کی مہلت دی جائے تاکہ میں سوچ لوں۔ ابن زیاد نے اُسے مہلت دی۔ جب رات ہوئی تو یہ سوچتا رہا جب صبح ہوئی تو اُس نے دربار ابن زیاد میں آکر اپنی رضامندی کا اظہار کیا۔ ابن زیاد نے اسے لشکر دے کر حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے بھیج دیا اور وہ کربلا کی طرف روانہ ہوگیا۔ [1]

تاریخ طبری میں عقبہ بن سمعان سے روایت ہے کہ عبید اللہ ابن زیاد نے کوفہ سے چار ہزار کا لشکر ارضِ دستبی کی بازیابی کے لیے بھیجا، کیونکہ دیلمیوں نے اُس علاقے پر قبضہ کرلیا تھا۔ ابن زیاد نے عمر بن سعد سے ولایت رَے کا وعدہ کیا تھا۔ ابن سعد ابن زیاد کے حکم کی تعمیل کے لیے لشکر کے ساتھ نکلا۔ انھی ایام میں اُن کے سامنے حضرت امام حسین علیہ السلام کا معاملہ سامنے آگیا۔ کیونکہ اُس وقت آپؑ کوفہ کی طرف آرہے تھے۔ ابن زیاد نے عمر بن سعد کو حکم دیا کہ وہ پہلے امام حسین علیہ السلام کے ساتھ جنگ کرے، جب اس مہم سے فارغ ہوجائے تو پھر دیلمیوں سے نمٹ لے۔

عمر بن سعد نے ابن زیاد سے کہا: مجھے اس ذمہ داری سے دُور رکھو۔ یہ کام کسی اور کے حوالے کرو۔

ابن زیاد نے کہا: ٹھیک ہے ریاست کا پروانہ واپس کردو۔

عمر بن سعد پر یہ بات گراں گزری کیونکہ وہ ولایت رَے کو ہاتھ سے گنوانا نہیں چاہتا تھا۔ اُس نے ابن زیاد سے ایک رات کی مہلت مانگی کہ وہ کل جواب دے گا۔

راوی کہتا ہے: عمر بن سعد وہاں سے چلا گیا۔ وہ اپنے گھر آیا اور اپنے دوستوں اور بزرگوں سے مشاورت کی۔ اس کے تمام دوستوں، گھر والوں اور بزرگوں نے اُسے منع کیا کہ وہ

---

[1] تاریخ طبری: ج۵، ص ۳۸۹؛ تہذیب الکمال: ج۶، ص ۳۲۷؛ مقاتل الطالبین: ص ۱۱۲؛ امالی شجری: ج۱، ص ۱۹۲؛ الحدائق الوردیہ: ج۱، ص ۱۱۶

امام حسین علیہ السلام سے جنگ نہ کرے۔

راوی کا بیان ہے: اس دوران عمر بن سعد کے پاس اس کا بھانجا (حمزہ بن مغیرہ بن شعبہ) آیا اور اس نے اُس سے کہا: ماموں جان! آپ کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں اگر آپ نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے جنگ کی تو آپ اپنے ربّ کی نافرمانی کرو گے، قطع رحمی کے مجرم ٹھہرو گے۔ اگر آپ کے پاس اس دنیا کی تمام سلطنت آجائے، اس دنیا کے تمام املاک آجائیں وہ تم سے جاتے رہیں اس سے بہتر ہے کہ آپ امام حسین علیہ السلام سے جنگ کرو۔ امامؑ کے خون میں ہاتھ رنگین نہ کرو۔ اس میں تمھارے دین و دنیا کی بربادی ہے۔

عمر بن سعد نے کہا: ان شاء اللہ میں ایسا کروں گا۔ میں اس ذمہ داری سے بچ کر رہوں گا۔

ہشام کا کہنا ہے کہ میں نے عوانہ بن حکم سے سنا، اُس نے عمار بن عبداللہ بن یسار جُہنی سے سنا اور اُس نے اپنے باپ سے سنا، اُس نے کہا: میں عمر بن سعد کے پاس اس وقت گیا جب اُسے حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ جنگ کرنے کا حکم مل چکا تھا۔ اس نے مجھ سے کہا: امیر نے مجھے امامؑ سے جنگ کرنے کا حکم دیا ہے لیکن میں نے انکار کر دیا ہے۔ میں نے اُس سے کہا: تم نے ٹھیک کیا ہے، اللہ تمھیں اس کا اجر دے گا۔ اللہ تجھے رُشد و ہدایت عطا کرے گا اس کام سے بچ کر رہ، اپنے دامن کو فرزند رسولؐ کے خون سے بچا کر رکھ۔

اس شخص کا بیان ہے: میں یہ کہہ کر اپنے مقام پر واپس چلا آیا۔ تھوڑی دیر بعد مجھے خبر ملی کہ عمر بن سعد نے امام حسین علیہ السلام سے جنگ کرنے کی تیاری کر لی ہے اور وہ لوگوں کو جمع کر رہا ہے۔ یہ سن کر میں فوراً اُس کے پاس پہنچا۔ جب اُس نے مجھے دیکھا تو اس نے اپنا منہ دوسری طرف کر لیا۔ میں نے بھانپ لیا کہ اُس نے امامؑ سے لڑنے کا عزم کر لیا ہے تو میں وہاں سے واپس چلا آیا۔

راوی کا بیان ہے: عمر بن سعد ابن زیاد کے پاس گیا اور اُس سے کہا: اللہ آپ کا بھلا کرے تو نے مجھے یہ سخت ذمہ داری سونپی ہے اس امر کے لیے عہد و پیمان بھی لکھ دیا ہے۔ یہ بات عام ہو چکی ہے، اسے ہر آدمی سن چکا ہے۔ اب اگر تم یہ چاہتے ہو کہ میں اس کام کو کر گزروں تو میرے ساتھ کوفہ کے اَشراف بھیج، اُن کی شرکت اس جنگ میں اشد ضروری ہے۔

عمر بن سعد نے ان لوگوں کے نام لیے کہ فلاں فلاں امیر کا ہونا ضروری ہے۔

ابن زیاد نے کہا: میرے سامنے اشرافِ کوفہ کی بات مت کر اور نہ میرے سامنے اُن کے نام لے۔ میں نے جو فیصلہ کر دیا ہے وہ کر دیا ہے۔ اُس کے بارے میں مجھے تیرے مشوروں کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے جو حکم جاری کر دیا ہے اُس کی تعمیل کر، بصورتِ دیگر پروانہ واپس کر۔

عمر بن سعد نے جب ابن زیاد کی ہٹ دھرمی دیکھی تو اُس نے کہا: میں کربلا کی طرف جا رہا ہوں۔

راوی کہتا ہے کہ عمر بن سعد چار ہزار کے لشکر کے ساتھ کربلا پہنچا۔ جس دن حسینؑ کربلا میں وارد ہوئے یہ دوسرے دن کی صبح کربلا میں وارد ہوا۔ (1)

الفتوح میں ہے: عبیداللہ ابن زیاد نے اپنے اصحاب کو جمع کیا اور اُن سے کہا: تم میں سے کون ہے جو حسینؑ بن علیؑ سے جنگ کرے تو اُس کے عوض جس علاقے کی ولایت چاہے میں اُسے عطا کروں گا؟

حاضرین میں سے اُسے کسی نے جواب نہ دیا۔

راوی کا بیان ہے کہ ابن زیاد عمر بن سعد کی طرف متوجہ ہوا کیونکہ کچھ دن پہلے ان کے درمیان ولایت رَے اور دستبی کا معاہدہ طے پا چکا تھا کیونکہ اہلِ دیلم نے دستبی ریاست پر قبضہ کر لیا تھا۔ وہ اُسے حکم دے چکا تھا کہ اُن سے جنگ کر کے وہاں سے اُنھیں بے دخل کر دے، لیکن جب حضرت امام حسین علیہ السلام کا معاملہ سامنے آ گیا تو اُس نے حکم دیا کہ وہ پہلے اس مہم کو سر کرے پھر اہلِ دیلم کی طرف جائے۔ ان کا معاملہ بعد میں نمٹا لیا جائے گا۔

عمر بن سعد نے کہا: اے امیر! مجھے اس امر سے معافی دیجیے میں یہ کام نہیں کر سکوں گا۔ امام حسین علیہ السلام سے جنگ کرنا میرے لیے محال ہے۔

---

(1) تاریخ طبری: ج ۵، ص ۳۵۹؛ تاریخ دمشق: ج ۴۵، ص ۴۹؛ الکامل فی التاریخ: ج ۲، ص ۵۵۵؛ انساب الاشراف: ج ۳، ص ۳۸۵؛ المنتظم: ج ۵، ص ۳۳۶؛ تذکرۃ الخواص: ص ۲۴۷؛ اخبار الطوال: ص ۲۵۳؛ بغیۃ الطلب فی تاریخ حلب: ج ۶، ص ۲۶۲۵۔

ابن زیاد نے کہا: ٹھیک ہے یہ ذمہ داری میں تجھ پر نہیں ڈالتا لیکن ریاست رَے والے حکم نامہ واپس کر دو۔ تم اپنے گھر بیٹھ رہو اس کام کے لیے میں کسی اور کو روانہ کرتا ہوں۔

یہ سن کر عمر بن سعد نے کہا: مجھے ایک دن کی مہلت دے دو تا کہ میں سوچ بچار کے بعد جواب دوں۔

ابن زیاد نے کہا: مہلت ہے، اچھی طرح سے سوچ لو اور فوراً جواب دو۔

عمر بن سعد اپنے گھر آیا اور اپنے گھر والوں اور دوستوں سے مشاورت کی۔ اُن سب نے اُسے منع کیا۔ سب نے کہا: اللہ کا خوف کھا، فرزند رسولؐ کے قتل میں ہاتھ رنگین نہ کر۔

حمزہ بن مغیرہ بن شعبہ جو اس کا بھانجا تھا وہ اس کے پاس آیا۔ اُس نے کہا: ماموں جان! تجھے اللہ کا واسطہ حسینؑ ابن علیؑ کے خلاف لشکر کشی نہ کر۔ اگر آپ نے ایسا کیا تو اپنے ربّ کے نافرمان ٹھہرو گے اور قطع رحمی کے مرتکب ہو گے۔ تم زمین کے سلطان کو کیوں ناراض کرنا چاہتے ہو۔ اللہ ربّ العزت کا خوف کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ کل تم اللہ کی بارگاہ میں پیش ہو اور حسینؑ ابن فاطمہؑ کے خون سے تمھارا دامن رنگین ہو۔

راوی کہتا ہے: یہ سب کچھ سن کر عمر خاموش رہا اور اُس نے کوئی بات نہ کی، لیکن اُس کے دل میں ولایت رَے کی محبت گھر کر چکی تھی۔

جب صبح ہوئی تو وہ عبید اللہ ابن زیاد کے پاس پہنچا تو ابن زیاد نے اُس سے پوچھا: اے عمر! کیا خبر ہے؟

اُس نے کہا: اے امیر! تم نے اپنے لشکر کی امارت میرے لیے تجویز کر دی ہے۔ یہ آرڈر لکھ بھی دیا ہے۔ لوگوں میں یہ بات عام ہو چکی ہے۔ کوفہ میں دوسرے عیون و اشراف بھی موجود ہیں (ابن سعد نے اُن کے نام لیے کہ فلاں فلاں ہیں)۔

یہ سن کر ابن زیاد نے کہا: میں ان امراء و اشراف کو تم سے بہتر جانتا ہوں۔ اُن سے تو کیا چاہتا ہے اپنے دل کی بات بیان کر؟ میں نے تجھے ایک ذمہ داری سونپی ہے تو اُس کے بارے میں بات کر۔ اگر تجھے قبول ہے تو ٹھیک بصورتِ دیگر ریاست رَے کا پروانہ واپس کر اور اپنے گھر کی راہ لے۔ تمھارے اس فیصلے پر مجھے کوئی اعتراض بھی نہیں ہوگا۔

راوی کا بیان ہے کہ ابنِ زیاد کی بات سن کر عمر بن سعد خاموش رہا اور کوئی بات نہ کی۔

اس دوران ابنِ زیاد نے ابنِ سعد سے کہا: اے ابنِ سعد! یہ یاد رکھ اگر تو حسینؑ سے جنگ کرنے کے لیے نہیں نکلے گا تو میں تجھے قتل کر دوں گا اور تیرا سب کچھ لوٹ لوں گا۔

ابنِ سعد نے کہا: کل میں ان شاء اللہ اس مہم پر روانہ ہو جاؤں گا۔

ابنِ زیاد نے ابنِ سعد کو سرکاری عطیات سے نوازا اور چار ہزار سواروں کے لشکر کے ساتھ اُسے حسینؑ بن علیؑ کے خلاف جنگ کرنے کے لیے روانہ کر دیا۔ [1]

طبقات الکبریٰ میں ہے: عبید اللہ ابنِ زیاد نے عمر بن سعد کو چار ہزار کے لشکر کے ساتھ حضرت امام حسین علیہ السلام سے جنگ کرنے کے لیے بھیجا۔ اس سے پہلے وہ اُسے رَے اور ھمدان کی ریاست کا عامل بنا چکا تھا۔ اس دوران اُسے حضرت امام حسین علیہ السلام کا معاملہ درپیش ہوا تو اُس نے ابنِ سعد کو حکم دیا کہ وہ پہلے اس مہم کو سر کرے۔ ابنِ سعد نے اس اَمر کو ناپسند کیا اور معذرت کی۔

ابنِ زیاد نے اُسے کہا: میں نے بھی قسم کھا رکھی ہے کہ اگر تم نے میرے اس حکم کی تعمیل نہ کی تو میں تجھے تمھارے عہدہ سے ہٹا دوں گا۔ تمھارا گھر گرا دوں گا اور تجھے قتل کر دوں گا۔

ابنِ سعد نے کہا: میں حکم کی تعمیل کے لیے حاضر ہوں۔

بنو زُہرہ ابنِ سعد کے پاس آئے اور اُنھوں نے اُسے اللہ کے واسطے دیے کہ تم حسینؑ بن علیؑ کے خلاف جنگ کرنے کے لیے نہ جاؤ، ورنہ ہمارے اور بنی ہاشم کے درمیان عداوت پیدا ہو جائے گی۔ عمر بن سعد عبید اللہ کے پاس آیا اور استعفیٰ پیش کیا لیکن ابنِ زیاد نے اُس کا استعفیٰ قبول نہ کیا۔ اس کے بعد ابنِ سعد حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف چلا۔ اُس وقت امامؑ کے پاس جو جنگ جو نفوس تھے اُن کی تعداد بچاس تھی۔ آپؑ کے ہمراہ جو مدینہ سے آئے تھے وہ اُنیس افراد تھے۔

جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے عمر بن سعد کو میدانِ کربلا میں اُس کے لشکر کے ساتھ

---

[1] الفتوح: ج۵، ص ۸۵؛ مقتل الحسینؑ خوارزمی، ج۱، ص ۲۳۹؛ مطالب السؤول: ص ۷۵، کشف الغمہ: ج۲، ص ۲۵۹

دیکھا اور اُس کے ارادے کو بھانپ لیا وہ جنگ کرنے کے لیے آیا ہے تو آپؑ نے ابن سعد اور اُس کے لشکر سے کہا: اے لوگو! اللہ تم پر رحم کرے، میری بات سنو! ہمارے اور تمھارے درمیان کون سی عداوت ہے؟ تم کس لیے مجھ سے جنگ کرنے کے لیے آئے ہو؟

عمر بن سعد کے لشکر نے کہا: ہم اس لیے آپؑ سے جنگ کرنے کے لیے نکلے ہیں کہ کہیں حکومتی عطیات ہم پر بند نہ کر دیے جائیں۔

آپؑ نے فرمایا: تمھارے لیے الٰہی عطیات اِن حکومتی عطیات سے بہتر ہیں۔ ①

الفتوح: أَرسَلَ إِلَيهِ [أي إلى عُمَرَ بنِ سَعدٍ] الحُسَينُ علیہ السلام بُرَيراً.

فَقالَ بُرَيرٌ: يا عُمَرَ بنَ سَعدٍ، أَتَترُكُ أَهلَ بَيتِ النُّبُوَّةِ يَموتونَ عَطَشاً، وحُلتَ بَينَهُم وبَينَ الفُراتِ أَن يَشرَبوهُ وتَزعُمُ أَنَّكَ تَعرِفُ اللهَ ورَسولَهُ؟!

قالَ: فَأَطرَقَ عُمَرُ بنُ سَعدٍ ساعَةً إِلَى الأَرضِ، ثُمَّ رَفَعَ رَأسَهُ وقالَ: إِنّي - واللهِ - أَعلَمُهُ يا بُرَيرُ عِلماً يَقيناً، أَنَّ كُلَّ مَن قاتَلَهُم وغَصَبَهُم عَلى حُقوقِهِم فِي النّارِ لا مَحالَةَ، ولكِن وَيحَكَ يا بُرَيرُ! أَتُشيرُ عَلَيَّ أَن أَترُكَ وِلايَةَ الرَّيِّ فَتَصيرُ لِغَيري؟ ما أَجِدُ نَفسي تُجيبُني إِلى ذلِكَ أَبَداً. ثُمَّ أَنشَأَ يَقولُ:

دَعاني عُبَيدُ اللهِ مِن دونِ قَومِهِ ... إِلى خِطَّةٍ فيها خَرَجتُ لِحَيني

فَوَاللهِ لا أَدري وإِنّي لَواقِفٌ ... عَلى خَطَرٍ بِعَظيمٍ عَلَيَّ وَسَيني

أَأَترُكُ مُلكَ الرَّيِّ والرَّيُّ رَغبَةٌ ... أَم ارجِعُ مَذموماً بِثارِ حُسَينِ

وفي قَتلِهِ النّارُ الَّتي لَيسَ دونَها ... حِجابٌ ومُلكُ الرَّيِّ قُرَّةُ عَيني

قالَ: فَرَجَعَ بُرَيرُ بنُ حُضَيرٍ إِلَى الحُسَينِ، فَقالَ: يَابنَ بِنتِ رَسولِ اللهِ، إِنَّ عُمَرَ بنَ سَعدٍ قَد رَضِيَ أَن يَقتُلَكَ بِمُلكِ الرَّيِّ!

---

① طبقات الکبریٰ: ج ۱، ص ۴۶۳؛ سیر اعلام النبلاء: ج ۳، ص ۳۰۰؛ تاریخ اسلام ذہبی: ج ۵، ص ۱۳؛ تاریخ دمشق: ج ۴۵، ص ۵۵

الفتوح میں روایت ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے جناب بریرؓ کو عمر بن سعد کی طرف بھیجا۔ جناب بریرؓ عمر بن سعد کے پاس آئے اور کہا: اے ابن سعد! تیری یہی کوشش ہے کہ نبی کا گھرانہ پیاس سے موت کا شکار ہوجائے۔ تُو نے اُن پر پانی بھی بند کر رکھا ہے حالانکہ تو یہ بھی جانتا ہے کہ یہ کائنات اللہ کی ہے اور اُس نے رسول بھیجا ہے یہ سب اُن کی اولاد ہیں۔

راوی کہتا ہے: لمحہ بھر کے لیے عمر بن سعد نے اپنا سر نیچے جھکایا اور پھر سر کو بلند کر کے کہا: اے بریرؓ! مجھے یقین ہے اور یہ میرا ایمان ہے جس نے ان سے جنگ کی اور ان کے حقوق کو غصب کیا تو اُس کے لیے کوئی نجات نہیں ہے۔ اُس نے ہر صورت جہنم جانا ہے۔ لیکن اے بریرؓ! تم یہ بات تو کر رہے ہو تمھارا خیال اِدھر نہیں ہے کہ اگر میں نے حسینؑ ابن علیؑ سے جنگ نہ کی تو پھر ولایت رَے کوئی اور لے جائے گا۔ میں اُس سے محروم رہوں گا۔ مجھے ولایت رَے سے بہت محبت ہے اور وہ میری دلی خواہش ہے۔ پھر اُس نے کچھ اشعار پڑھے جن کا مفہوم یہ ہے:

> "عبید اللہ ابن زیاد نے کربلا کی جنگ کے لیے صرف مجھے تجویز کیا حالانکہ کوفہ میں دوسرے عیون و اشراف موجود تھے۔ واللہ! میں اس کے سوا کچھ نہیں جانتا کہ جس کام کے لیے مجھے بھیجا جا رہا ہے یہ کام کوئی معمولی نہیں ہے۔ میں حیران و سرگردان ہوں کہ کیا کروں اور کیا نہ کروں۔ ملک رَے کو ہاتھ سے جانے دوں حالانکہ ملک رَے میری دیرینہ آرزو ہے۔ لیکن اس کی قیمت بہت بھاری ہے کیونکہ مجھے حسینؑ سے جنگ کرنا ہے۔ حسینؑ سے جنگ کرنا جرمِ عظیم ہے جس کا انجام دوزخ اَبدی ہے۔ لیکن ملک رَے کا حصول میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے"۔

راوی کا بیان ہے اس کے بعد جناب بریرؓ واپس آئے اور امامؑ کی خدمت میں عرض کیا: اے رسول اللہ کی دُختر کے فرزند! عمر بن سعد ولایتِ رَے کے عوض آپؑ کو ہر صورت قتل کر کے رہے گا۔ [1]

مطالب السؤول: كَتَبَ عُبَيْدُ اللهِ كِتَابًا إِلَى عُمَرَ بْنِ سَعْدٍ يَحُثُّهُ

[1] الفتوح: جلد ۵، ص ۹۲؛ مقتل الحسین خوارزمی: ج ۱، ص ۲۴۸

عَلٰى مُنَاجَزَةِ الْحُسَيْنِ عليه السلام فَعِنْدَهَا ضَيَّقَ الْأَمْرَ عَلَيْهِمْ، وَاشْتَدَّ بِهِمُ الْعَطَشُ، فَقَالَ إِنْسَانٌ مِنْ أَصْحَابِ الْحُسَيْنِ عليه السلام يُقَالُ لَهُ يَزِيدُ بْنُ حُصَيْنٍ الْهَمْدَانِيُّ - وَكَانَ زَاهِدًا - لِلْحُسَيْنِ عليه السلام: اِيْذَنْ لِيْ يَابْنَ رَسُولِ اللهِ لِآتِيَ ابْنَ سَعْدٍ فَأُكَلِّمَهُ فِي أَمْرِ الْمَاءِ عَسَاهُ يَرْتَدِعُ. فَقَالَ لَهُ: ذٰلِكَ إِلَيْكَ۔

فَجَاءَ الْهَمْدَانِيُّ إِلٰى عُمَرَ بْنِ سَعْدٍ، فَدَخَلَ عَلَيْهِ وَلَمْ يُسَلِّمْ، قَالَ: يَا أَخَا هَمْدَانَ، مَا مَنَعَكَ مِنَ السَّلَامِ عَلَيَّ؟ أَلَسْتُ مُسْلِمًا أَعْرِفُ اللهَ وَرَسُولَهُ؟

فَقَالَ لَهُ الْهَمْدَانِيُّ: لَوْ كُنْتَ مُسْلِمًا كَمَا تَقُولُ لَمَا خَرَجْتَ إِلٰى عِتْرَةِ رَسُولِ اللهِ تُرِيدُ قَتْلَهُمْ! وَبَعْدُ، فَهٰذَا مَاءُ الْفُرَاتِ يَشْرَبُ مِنْهُ كِلَابُ السَّوَادِ وَخَنَازِيرُهَا، وَهٰذَا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عليه السلام وَإِخْوَتُهُ وَنِسَاؤُهُ وَأَهْلُ بَيْتِهِ يَمُوتُونَ عَطَشًا، قَدْ حُلْتَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَاءِ الْفُرَاتِ أَنْ يَشْرَبُوهُ وَتَزْعُمُ أَنَّكَ تَعْرِفُ اللهَ وَرَسُولَهُ؟! فَأَطْرَقَ عُمَرُ بْنُ سَعْدٍ، ثُمَّ قَالَ: وَاللهِ يَا أَخَا هَمْدَانَ، إِنِّي لَأَعْلَمُ حُرْمَةَ أَذَاهُمْ وَلٰكِنْ:

دَعَانِي عُبَيْدُ اللهِ مِنْ دُونِ قَوْمِهِ ... إِلٰى خِطَّةٍ فِيهَا خَرَجْتُ لِحِينِي

فَوَاللهِ مَا أَدْرِي وَإِنِّي لَوَاقِفٌ ... عَلٰى خَطَرٍ لَا أَرْتَضِيهِ وَمَيْنِي

أَأَتْرُكُ مُلْكَ الرَّيِّ وَالرَّيُّ رَغْبَةٌ ... أَمْ ارْجِعُ مَطْلُوبًا بِقَتْلِ حُسَيْنٍ

وَفِي قَتْلِهِ النَّارُ الَّتِي لَيْسَ دُونَهَا ... حِجَابٌ وَمُلْكُ الرَّيِّ قُرَّةُ عَيْنِي

يَا أَخَا هَمْدَانَ، مَا أَجِدُ نَفْسِي تُجِيبُنِي إِلٰى تَرْكِ الرَّيِّ لِغَيْرِي

فَرَجَعَ يَزِيدُ بْنُ حُصَيْنٍ الْهَمْدَانِيُّ، فَقَالَ: لِلْحُسَيْنِ عليه السلام: يَابْنَ رَسُولِ اللهِ إِنَّ عُمَرَ بْنَ سَعْدٍ قَدْ رَضِيَ أَنْ يَقْتُلَكَ بِوِلَايَةِ الرَّيِّ!

المطالب السؤول میں روایت ہے، عبیداللہ ابن زیاد نے عمر بن سعد کی طرف خط لکھا

کہ جس طرح بھی ممکن ہو حسینؑ سے سختی کے ساتھ پیش آؤ۔ اس معاملے میں کوئی کسر نہ اُٹھا رکھو۔ عمر بن سعد نے امام علیہ السلام پر پانی بند کر دیا۔ امام علیہ السلام کے اصحاب میں سے ایک صحابی زید بن حصین ہمدانیؒ نے امام علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: اگر اجازت ہو تو میں ابن سعد کے پاس جاؤں اور اُس سے پانی کی بندش کے خاتمے کی بات کروں۔ شاید وہ بات تسلیم کر لے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: اگر تمھارے نزدیک یہ مناسب ہے تو جاؤ۔

ہمدانی عمر بن سعد کے پاس آئے اور اُسے سلام نہ کیا۔

عمر بن سعد نے کہا: اے برادرِ ہمدانی! آپ نے مجھے سلام نہیں کیا اس کی کیا وجہ ہے؟ کیا میں مسلمان نہیں ہوں؟ کیا میں اللہ اور اُس کے رسولؐ کو نہیں مانتا؟

ہمدانی نے کہا: اگر تم مسلمان ہوتے تو تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عترت کے خلاف جنگ کرنے کے لیے نہ نکلتے۔ تم انھیں قتل کرنا چاہتے ہو۔ اس کے علاوہ یہ سامنے دریائے فرات بہہ رہا ہے جس کا پانی جنگل کے جانور، کتے اور سور بھی پی رہے ہیں، اِدھر یہ دیکھیے حسینؑ بن علیؑ اور آپؑ کی بہنیں، بیٹیاں اور دوسری خواتین ہیں۔ اُن کے خیام میں چھوٹے چھوٹے بچے موجود ہیں وہ پیاس کی وجہ سے جان بہ لب ہیں۔ تم نے دریا پر فوجیں کھڑی کر رکھی ہیں کہ امام تک پانی نہ جانے پائے۔ اس کے باوجود تم اللہ اور اُس کے رسولؐ پر ایمان رکھتے ہو۔

یہ سن کر عمر بن سعد نے چند ساعت کے لیے اپنا سر جھکایا اور پھر سر اُٹھا کر کہا: واللہ! اے برادرِ ہمدان! میں اہلِ بیتِ رسولؐ کی حرمت کو خوب جانتا ہوں لیکن کیا کروں۔ پھر اُس نے چند اشعار پڑھے جن کا معنی و مفہوم مندرجہ بالا سطور میں موجود ہے۔

اے برادرِ ہمدان! میری مجبوری ولایت رَے ہے اس کی ولایت پر کسی دوسرے کو نہیں دیکھنا چاہتا۔

یہ سن کر یزید بن حصین الہمدانی واپس لوٹے اور بارگاہِ امامت میں پہنچے اور عرض کیا: اے فرزندِ رسولؐ! عمر بن سعد ولایت رَے کے حصول کی خوشی میں آپؑ کو قتل کرنا چاہتا ہے۔[1]

---

[1] مطالب السئول: ص ۷۵؛ الفصول المہمہ: ص ۱۸۹؛ کشف الغمہ: ج ۲، ص ۲۵۹؛ مناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۹۸

ابن زیاد کی کربلا کی طرف لشکر کشی کی کوشش

الفتوح: جَمَعَ عُبَيْدُ اللهِ بنُ زِيَادٍ إِلى مَسجِدِ الكوفَةِ. ثُمَّ خَرَجَ فَصَعِدَ المِنبَرَ . فَحَمِدَ اللهَ وَأثنى عَلَيْهِ. ثُمَّ قَالَ: أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّكُمْ قَدْ بَلَوتُم آلَ سُفيَانَ فَوَجَدتُمُوهُم عَلى مَا تُحِبُّونَ، وَهٰذَا يَزِيدُ قَدْ عَرَفتُمُوهُ أَنَّهُ حَسَنُ السِّيرَةِ، مَحمُودُ الطَّرِيقَةِ، مُحسِنٌ إِلَى الرَّعِيَّةِ، مُتَعَاهِدُ الثُّغورِ، يُعطِي العَطَاءَ فِي حَقِّهِ، حَتّى أَنَّهُ كَانَ أَبُوهُ كَذٰلِكَ، وَقَدْ زَادَ أَمِيرُ المُؤمِنِينَ فِي إِكرَامِكُمْ، وَكَتَبَ إِلَيَّ يَزِيدُ بنُ مُعَاوِيَةَ بِأَربَعَةِ آلَافِ دِينَارٍ وَمِئَتَي أَلفِ دِرهَمٍ، أُفَرِّقُهَا عَلَيكُم وَأُخرِجُكُمْ إِلى حَربِ عَدُوِّهِ الحُسَيْنِ بنِ عَلِيٍّ. فَاسمَعُوا لَهُ وَأَطِيعُوا. وَالسَّلَامُ

قَالَ: ثُمَّ نَزَلَ عَنِ المِنبَرِ ، وَوَضَعَ لِأَهلِ الشَّامِ العَطَاءَ فَأَعطَاهُمْ وَنَادَى فِيهِمْ بِالخُروجِ إِلى عُمَرَ بنِ سَعدٍ! لِيَكُونُوا أَعوانًا لَهُ عَلى قِتَالِ الحُسَيْنِ علیہ السلام

قَالَ: فَأَوَّلُ مَن خَرَجَ إِلى عُمَرَ بنِ سَعدٍ الشِّمرُ بنُ ذِي الجَوشَنِ السَّلولِيُّ، لَعَنَهُ اللهُ ، فِي أَربَعَةِ آلافِ فَارِسٍ، فَصَارَ عُمَرُ بنُ سَعدٍ فِي تِسعَةِ آلافٍ. ثُمَّ أَتبَعَهُ زَيدُ بنُ رَكَابٍ الكَلبِيُّ فِي أَلفَينِ ، وَالحُصَينُ بنُ نُمَيرٍ السَّكُونِيُّ فِي أَربَعَةِ آلافٍ، وَالمَصَابُ المَارِي فِي ثَلاثَةِ آلافٍ، وَنَصرُ بنُ حَربَةَ فِي أَلفَينِ، فَتَمَّ لَهُ عِشرونَ أَلفاً. ثُمَّ بَعَثَ ابنُ زِيَادٍ إِلى شَبَثِ بنِ رِبعِيٍّ الرِّيَاحِيِّ رَجُلًا ، وَسَأَلَ أَن يُوَجِّهَ إِلى عُمَرَ بنِ سَعدٍ، فَاعتَلَّ بِمَرَضٍ. فَقَالَ لَهُ ابنُ زِيَادٍ: أَتَتَمَارَضُ؟ إِن كُنتَ فِي طَاعَتِنَا فَاخرُج إِلى قِتَالِ عَدُوِّنَا فَخَرَجَ إِلى عُمَرَ بنِ سَعدٍ فِي أَلفِ فَارِسٍ بَعدَ أَن أَكرَمَهُ ابنُ زِيَادٍ وَأَعطَاهُ وَحَبَاهُ وَأَتبَعَهُ

بِحَجَّارِ بنِ أبجَرَ فِي ألفِ فَارِسٍ. فَصَارَ عُمَرُ بنُ سَعدٍ فِي اثْنَيْنِ وَعِشرِينَ ألفًا مَا بَينَ فَارِسٍ وَرَاجِلٍ

ثُمَّ كَتَبَ ابنُ زِيَادٍ إلى عُمَرَ بنِ سَعدٍ: إنِّي لَم أجعَل لَكَ عِلَّةً فِي قِتَالِ الحُسَينِ مِن كَثرَةِ الخَيلِ وَالرِّجَالِ. فَانظُر أن لَا تَبدَأَ أمراً حَتّى تُشَاوِرَنِي غُدُوًّا وَعَشِيًّا مَعَ كُلِّ غَادٍ وَرَائِحٍ. وَالسَّلَامُ

قَالَ: وَكَانَ عُبَيدُ اللهِ بنُ زِيَادٍ فِي كُلِّ وَقتٍ يَبعَثُ إلى عُمَرَ بنِ سَعدٍ وَيَستَعجِلُهُ فِي قِتَالِ الحُسَينِ

قَالَ: وَالتَأمَتِ العَسَاكِرُ إلى عُمَرَ بنِ سَعدٍ لِسِتٍّ مَضَينَ مِنَ المُحَرَّمِ

الفتوح میں روایت ہے کہ عبیداللہ ابن زیاد نے لوگوں کو مسجد کوفہ میں جمع کیا۔ پھر منبر پر بلند ہوا۔ حمد وثناء کے بعد لوگوں سے خطاب کیا:

"اے لوگو! تم لوگوں نے آلِ ابوسفیان کو ہمیشہ آزمایا ہے۔ جو کچھ تم نے اُن سے چاہا اُنھوں نے تمھیں عطا کیا۔ یہ یزید ہے۔ اسے تم لوگ اچھی طرح سے جانتے ہو جو صاحبِ حُسنِ سیرت اور محمود الطریقت ہے۔ اپنی رعایا پر احسان کرنے والا ہے عطایا وعطیات دینے میں۔ وہ اپنے باپ کی طرح ہے۔ اُس نے مجھے لکھا ہے کہ تم میں سے ہر ایک آدمی کو چار ہزار دینار اور دو ہزار درہم عطا کروں اور پھر تمھیں اُس کے دشمن حسین بن علیؑ کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے روانہ کروں۔ تم لوگ یزید کی بات سنو اور اُس کی اطاعت کرو۔ والسلام!"

راوی کا بیان ہے: اس کے بعد وہ منبر سے اُترا اور لوگوں میں مال تقسیم کیا اور انھیں حکم دیا کہ وہ کربلا میں عمر بن سعد کے پاس پہنچیں اور امام حسین علیہ السلام کے خلاف جنگ میں اس کی معاونت کریں۔ سب سے پہلے جو شخص چار ہزار کے لشکر کے ساتھ کوفہ سے کربلا کی طرف روانہ

ہوا وہ شمر بن ذی الجوشن سلولی لعنتی تھا۔ جب یہ میدانِ کربلا میں پہنچا تو عمر بن سعد کے پاس لشکر کی تعداد نو ہزار ہوگئی تھی۔ اس کے بعد زید بن رکاب کلبی دو ہزار کے لشکر کے ساتھ کربلا پہنچا۔ اس کے بعد حصین بن نمیر سکونی چار ہزار کے لشکر کے ساتھ پہنچا۔ اس طرح بغیر کسی امیر کی قیادت کے تین ہزار آدمی مزید پہنچے۔ نصر بن حربہ دو ہزار کے لشکر کے ساتھ کربلا پہنچا۔ اس اعتبار سے عمر بن سعد کے لشکر میں بیس ہزار نفوس جمع ہو گئے۔

راوی کہتا ہے: ابنِ زیاد نے شبث بن ربعی کی طرف آدمی بھیجا کہ وہ عمر بن سعد کی طرف جائے۔ اُس نے کہا: وہ اس وقت مریض ہے اُدھر نہیں جا سکتا۔

ابنِ زیاد نے کہا: تو بہانے بنا رہا ہے حالانکہ تو مریض نہیں ہے؟ اگر تو ہماری اطاعت میں ہے تو فوراً ہمارے دشمن کے خلاف جنگ کرنے کے لیے نکل۔ ابنِ زیاد نے اُسے بہت سارا مال دیا اس کے بعد وہ ایک ہزار کے لشکر کے ساتھ کوفہ سے کربلا کی طرف روانہ ہوا۔ اس کے پیچھے حجار بن ابجر ایک ہزار کے لشکر کے ساتھ نکلا۔ مذکورہ اعداد کو جب جمع کیا جائے تو بائیس ہزار افراد بنتے ہیں اس لشکر میں سوار بھی تھے اور پیدل بھی۔

ابنِ زیاد نے عمر بن سعد کی طرف خط لکھا:

"میں نے تیری طرف ایک بہت بڑا لشکر جمع کر دیا ہے۔ اب تیرے پاس حسینؑ کے ساتھ جنگ نہ کرنے کا کوئی بہانہ نہیں رہا۔ تیرے پاس پیدل فوج بھی ہے اور سوار بھی ہے۔ کسی چیز کی کمی نہیں ہے۔ ہر کام کرنے سے قبل مجھ سے صبح و شام مشورہ ضرور کرنا۔ کوئی کام میری مشاورت کے بغیر نہ ہونے پائے۔ والسلام!"

راوی کا بیان ہے کہ ابنِ زیاد صبح و شام اپنے آدمی عمر بن سعد کی طرف بھیجتا تھا اور اُس سے مطالبہ کرتا تھا کہ وہ فوراً امام حسین علیہ السلام سے جنگ کرے۔

چھٹے محرم تک تمام لشکر کربلا میں پہنچ چکے تھے۔ (1)

اخبار الطوال میں روایت ہے کہ ابنِ زیاد نے حصین بن نمیر، حجار بن ابجر، شبث بن

---

(1) الفتوح: ج ۵، ص ۸۹؛ مقتل الحسین خوارزمی: ج ۱، ص ۲۴۲؛ بحار الانوار: ج ۴۴، ص ۳۸۵

ربعی، شمر بن ذی الجوشن سے کہا: وہ کربلا جا کر عمر بن سعد کی معاونت کریں۔ شمر فوراً روانہ ہو گیا اور شبث بن ربعی نے بیماری کا بہانہ بنایا۔ ابن زیاد نے اُس سے کہا: تم بیمار نہیں ہو بلکہ بیماری کا بہانہ کر رہے ہو؟ اگر تو ہماری اطاعت میں ہے تو فوراً ہمارے دشمن کے خلاف جنگ کرنے کے لیے نکل۔ اس کے بعد شبث بن ربعی فوراً کربلا کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس کے بعد ابن زیاد نے حارث بن یزید بن رویم کو کربلا کی طرف بھیجا۔

لوگوں کا کہنا ہے: ابن زیاد نے کوفہ کے اکثر لوگوں کو کربلا کی طرف روانہ کر دیا تھا۔ بہت کم لوگ کوفہ میں باقی رہ گئے تھے۔ وہ لوگ حضرت امام حسین علیہ السلام سے جنگ نہیں کرنا چاہتے تھے۔ ابن زیاد نے سوید بن عبدالرحمٰن المنقری سے کہا کہ وہ گھوڑے پر سوار ہو کر کوفہ کی گلیوں کا چکر لگائے۔ اُسے جو لوگ ملیں اُنھیں کربلا کی طرف روانہ کرے اور ان میں سے جو انکار کرے اُسے وہ میرے پاس لے آئے۔ جس وقت وہ کوفہ کی گلیوں کا چکر لگا رہا تھا تو اس نے ایک شامی کو پایا جو شام سے کوفہ اپنی میراث کے معاملے کے لیے آیا ہوا تھا۔ اس نے اُسے پکڑ کر ابن زیاد کی طرف بھیج دیا۔ ابن زیاد نے اُسے قتل کروا دیا۔ جب یہ بات کوفہ میں عام ہوئی تو لوگ اس کے خوف سے نکل کر کربلا کی طرف روانہ ہو گئے۔ [1]

انساب الاشراف میں روایت ہے کہ جب ابن زیاد نے حمام اعین سے عمر بن سعد کو کربلا کی طرف روانہ کیا تو لوگوں کو حکم دیا وہ مقامِ نخیلہ پر لشکر میں جمع ہوں اور یہ بھی کہا کہ کوئی اس کے حکم کی خلاف ورزی نہ کرے۔ وہ منبر پر بلند ہوا اور اُس نے لوگوں سے خطاب کیا۔ حاکم شام اور اُس کے احسانات کا ذکر کیا۔ اس کے بعد کہا: یزید اُس کا بیٹا ہے وہ اپنے باپ کی مثال ہے۔ اُس نے تمھارے عطیات میں سو فی صد اضافہ کر دیا ہے۔ میرا یہ حکم ہے کہ عرفاء، مناکب، تجار اور اس شہر کے باسیوں میں سے کوئی آدمی اس شہر میں باقی نہ رہے۔ سبھی میدانِ جنگ کی طرف چلیں۔ اگر کسی نے میرے حکم سے اِعراض کیا تو وہ جان کی اَمان نہیں پائے گا۔

اس کے بعد ابن زیاد وہاں سے نکلا۔ اُس نے لشکر جمع کیا اور اُس لشکر کو حصین بن نمیر کی طرف بھیجا جو اُس وقت قادسیہ میں چار ہزار کے لشکر کے ساتھ موجود تھا۔ پھر یہ تمام لوگ نخیلہ کی

---

[1] اخبار الطوال: ص ۲۵۳؛ بغیۃ الطلب فی تاریخ حلب: ج ۶، ص ۲۶۲۶

طرف بڑھے۔ اس کے بعد ابنِ زیاد نے کثیر بن شہاب حارثی، محمد بن اشعث بن قیس، قعقاع بن سوید بن عبدالرحمٰن بن منقری، اسماء بن خارجہ الفزاری کو اپنے پاس بلایا اور ان سب سے کہا کہ وہ لوگوں میں چکر لگائیں اور انھیں اطاعت اور استقامت پر مجبور کریں۔ اُنھیں عواقب اُمور سے ڈرائیں اور اُنھیں لشکر کا حصّہ بننے کی رغبت دلائیں اور اُن سے کہیں کہ وہ حسینؑ کو چھوڑیں اور حکومت کا ساتھ دیں۔

اسی طرح ابنِ زیاد نے حُصین بن تمیم کو چار ہزار کے لشکر کے ساتھ کربلا کی طرف بھیجا۔ اُس کے بعد حجار بن ابجر عجلی کو ایک ہزار کے لشکر کے ساتھ روانہ کیا۔ شبث بن ربعی نے بیماری کا اظہار کیا۔ ابنِ زیاد نے اُس کی طرف اپنا آدمی بھیجا کہ وہ ہر صورت جنگ کے لیے نکلے تو وہ ایک ہزار کے لشکر کے ساتھ کربلا کی طرف روانہ ہوا۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ جب میدانِ کربلا کی طرف ایک ہزار کا لشکر بھیجا جاتا تو وہاں کربلا میں تین سو یا چار سو یا اس سے کم لوگ کربلا پہنچتے کیونکہ لوگ حضرت امام حسین علیہ السلام سے جنگ نہیں کرنا چاہتے تھے۔ ابنِ زیاد نے یزید بن حارث بن یزید بن رُویم کو ایک ہزار یا اُس سے کم افراد کے لشکر کے ساتھ روانہ کیا۔ ابنِ زیاد نے عمرو بن حُریث کو کوفہ میں اپنا نائب مقرر کیا۔ قعقاع بن سوید بن عبدالرحمٰن بن بجیر منقری کو کوفہ کی حفاظت پر مامور کیا کہ وہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ کوفہ کے اطراف میں چکر لگا کر دشمن کو ناکام کرے۔ قعقاع نے اپنی ڈیوٹی کے دوران ہمدان کے ایک آدمی کو دیکھا جو کوفہ میں اپنی میراث کے معاملے میں آیا ہوا تھا۔ اُس نے اُسے گرفتار کر کے ابنِ زیاد کے حوالے کیا۔ ابنِ زیاد نے اُسے قتل کرا دیا۔ اس حادثہ کے بعد کوفہ میں کوئی جوان باقی نہ رہا۔ سب کربلا کی طرف نکلے۔ اس کے بعد ابنِ زیاد صبح، دوپہر، شام بیس، تیس، پچاس اور سو سو افراد کے دستے مقامِ نُخیلہ سے کربلا کی طرف بھیجتا رہا۔ اِدھر عمر بن سعد نہیں چاہتا تھا کہ وہ حضرت امام حسین علیہ السلام کو قتل کرے، بلکہ اُس وقت اُس کے نزدیک کائنات کی محبوب ترین چیز اگر تھی تو وہ امام علیہ السلام سے صلح تھی۔

ابنِ زیاد نے کوفہ پر اپنی طرف سے نگہبان مقرر کیے کہ وہ ہر طرف سے کوفہ کو سنبھال کر رکھیں کہ کہیں کوئی حسینؑ کی مدد کے لیے اُن کی طرف نہ چلا جائے۔ اُس نے کوفہ کے اردگرد

خاص لوگوں کو تعینات کیا تاکہ وہ کوفہ سے نکلنے والے لوگوں کو کنٹرول کریں۔ اُس نے کوفہ کی حفاظت کی کمان زحر بن قیس جعفی کے حوالے کی۔ اُس نے اپنے اور عمر بن سعد کے لشکر کے درمیان چاک و چوبند اور تیز رفتار گھڑسواروں کو مقرر کیا، تاکہ لحہ لحہ کی خبریں مرکز اور لشکر تک پہنچاتے رہیں۔ ①

مناقب ابن شہر آشوب میں روایت ہے کہ ابن زیاد نے ۳۵ ہزار افراد کا لشکر تیار کیا۔ اُس نے حُر کو ایک ہزار کے لشکر کے ساتھ قادسیہ سے حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف بھیجا۔ کعب بن طلحہ کو تین ہزار کا لشکر دیا۔ عمر بن سعد کو چار ہزار کے لشکر کے ساتھ روانہ کیا۔ شمر بن ذی الجوشن سلولی کی قیادت میں چار ہزار کا لشکر روانہ ہوا۔ مُضایر بن رَہینہ مازنی کی کمان میں تین ہزار افراد روانہ کیے۔ نصر بن حرشتہ کو دو ہزار سپاہی دیے۔ شبث بن ربعی ریاحی کے ساتھ ایک ہزار کا لشکر بھیجا۔ حجار بن ابجر کو بھی ایک ہزار سپاہی دیے۔ اِدھر فرزند رسولؐ حضرت امام حسین علیہ السلام کے پاس صرف ۸۲ افراد تھے ان میں سے صرف ۳۲ جوانوں کے پاس گھوڑے تھے باقی سب پیدل تھے۔ ان کے پاس صرف تلواریں اور نیزے تھے۔ کوئی دوسرا اسلحہ نہیں تھا۔ ②

الامالی للصدوق عن عبداللہ بن منصور عن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین عن أبیه عن جده [زین العابدین] علیہ السلام:

أَقبَلَ عُبَیدُ اللهِ بنُ زِیَادٍ بِعَسکَرِهِ حَتّىٰ عَسکَرَ بِالنُّخَیلَةِ، وَبَعثَ إِلَى الحُسَینِ علیہ السلام رَجُلًا یُقَالُ لَهُ عُمَرُ بنُ سَعدٍ قَائِدُهُ فِي أَربَعَةِ آلَافِ فَارِسٍ، وَأَقبَلَ عَبدُاللهِ بنُ الحُصَینِ التَّمِیمِيُّ فِي أَلفِ فَارِسٍ، یَتبَعُهُ شَبَثُ بنُ رِبعِيٍّ فِي أَلفِ فَارِسٍ وَمُحَمَّدُ بنُ الأَشعَثِ بنِ قَیسٍ الکِندِيُّ أَیضاً فِي أَلفِ فَارِسٍ، وَکَتَبَ لِعُمَرَ بنِ سَعدٍ عَلَى النَّاسِ، وَأَمَرَهُم أَن یَسمَعُوا لَهُ وَیُطِیعُوهُ

---

① انساب الاشراف: ج ۳، ص ۳۸۶؛ طبقات الکبریٰ: ج ۱، ص ۴۶۶

② المناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۹۸

الامالی الصدوق میں عبداللہ بن منصور سے روایت ہے، اُس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اور آپ نے اپنے والد گرامی سے سنا، اُن کے والد حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا: عبیداللہ ابنِ زیاد نے اپنا لشکر تیار کیا جسے اُس نے مقامِ نُخیلہ میں جمع کیا تھا۔ اُس نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف عمر بن سعد کو چار ہزار کے لشکر کے ساتھ بھیجا۔ اُس نے عبداللہ بن حصین تمیمی کو ایک ہزار، شبث بن ربعی اور محمد بن اشعث بن قیس کندی کو بھی ایک ایک ہزار کے لشکر کے ساتھ بھیجا۔ تمام لشکر کی امارت عمر بن سعد کے حوالے کی اور لشکر کے باقی اُمراء سے کہا کہ وہ عمر بن سعد کی اطاعت میں رہیں۔ (۱)

اثبات الوصیة: تَوَجَّهَ عُبَيْدُ اللهِ بنُ زِيَادٍ. لَعَنَهُ اللهُ بِالْجُيُوشِ مِن قِبَلِ يَزِيدَ فِي ثَمَانِيَةٍ وَعِشرِينَ أَلفًا

اثبات الوصیۃ میں روایت ہے کہ عبیداللہ ابنِ زیاد لعنۃ اللہ نے یزید کی طرف سے حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے ۲۸ ہزار کا لشکر تیار کیا تھا۔ (۲)

عمر بن سعد کا میدانِ کربلا میں وُرود

تاریخ الطبری عن عمار بن عبدالله بن یسار الهجنی: أَقبَلَ عُمَرُ بنُ سَعدٍ إِلى أَربَعَةِ آلافٍ حَتّى نَزَلَ بِالحُسَينِ مِنَ الغَدِ مِن يَومَ نَزَلَ الحُسَينُ عليه السلام نِينَوى

قَالَ: فَبَعَثَ عُمَرُ بنُ سَعدٍ إِلَى الحُسَينِ عليه السلام عَزرَةَ بن قَيسٍ الأَحمَسِيَّ. فَقَالَ: إِيتِهِ فَسَلهُ مَا الَّذِي جَاءَ بِهِ؟ وَمَاذَا يُرِيدُ؟ وَكَانَ عَزرَةُ مِمَّن كَتَبَ إِلَى الحُسَينِ عليه السلام. فَاستَحيَى مِنهُ أَن يَأتِيَهُ، قَالَ: فَعَرَضَ ذٰلِكَ عَلَى الرُّؤَسَاءِ الَّذِينَ كَاتَبُوهُ. فَكُلُّهُم أَبَى وَكَرِهَهُ

---

(۱) امالی الصدوق: ص ۲۱۹؛ بحارالانوار: ج ۴۴، ص ۳۱۵

(۲) اثبات الوصیۃ: ص ۱۷۶

قَالَ: وَقَامَ إِلَيْهِ كَثِيرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الشَّعْبِيُّ - وَكَانَ فَارِسًا شُجَاعًا لَيْسَ يَرُدُّ وَجْهَهُ شَيْءٌ - فَقَالَ: أَنَا أَذْهَبُ إِلَيْهِ، وَاللهِ لَئِنْ شِئْتَ لَأَفْتِكَنَّ بِهِ. فَقَالَ لَهُ عُمَرُ بْنُ سَعْدٍ: مَا أُرِيدُ أَنْ يُفْتَكَ بِهِ، وَلٰكِنِ ائْتِهِ، وَلٰكِنِ ائْتِهِ فَسَلْهُ مَا الَّذِي جَاءَ بِهِ؟

قَالَ: فَأَقْبَلَ إِلَيْهِ. فَلَمَّا رَآهُ أَبُو ثُمَامَةَ الصَّائِدِيُّ، قَالَ لِلْحُسَيْنِ علیہ السلام: أَصْلَحَكَ اللهُ أَبَا عَبْدِ اللهِ! قَدْ جَاءَكَ شَرُّ أَهْلِ الْأَرْضِ وَأَجْرَؤُهُ عَلَى دَمٍ وَأَفْتَكُهُ. فَقَامَ إِلَيْهِ. فَقَالَ: ضَعْ سَيْفَكَ. قَالَ: لَا وَاللهِ وَلَا كَرَامَةَ، إِنَّمَا أَنَا رَسُولٌ، فَإِنْ سَمِعْتُمْ مِنِّي أَبْلَغْتُكُمْ مَا أُرْسِلْتُ بِهِ إِلَيْكُمْ، وَإِنْ أَبَيْتُمْ انْصَرَفْتُ عَنْكُمْ. فَقَالَ لَهُ: فَإِنِّي آخِذٌ بِقَائِمِ سَيْفِكَ، ثُمَّ تَكَلَّمْ بِحَاجَتِكَ. قَالَ: لَا وَاللهِ، لَا تَمَسُّهُ. فَقَالَ لَهُ: أَخْبِرْنِي مَا جِئْتَ بِهِ وَأَنَا أُبْلِغُهُ عَنْكَ، وَلَا أَدَعُكَ تَدْنُو مِنْهُ فَإِنَّكَ فَاجِرٌ. قَالَ: فَاسْتَبَّا

ثُمَّ انْصَرَفَ إِلَى عُمَرَ بْنِ سَعْدٍ فَأَخْبَرَهُ الْخَبَرَ. قَالَ: فَدَعَا عُمَرُ قُرَّةَ بْنَ قَيْسٍ الْحَنْظَلِيَّ، فَقَالَ لَهُ: وَيْحَكَ يَا قُرَّةُ! الْقَ حُسَيْنًا فَسَلْهُ مَا جَاءَ بِهِ؟ وَمَاذَا يُرِيدُ؟

قَالَ: فَأَتَاهُ قُرَّةُ بْنُ قَيْسٍ. فَلَمَّا رَآهُ الْحُسَيْنُ علیہ السلام مُقْبِلًا قَالَ: أَتَعْرِفُونَ هٰذَا؟ فَقَالَ حَبِيبُ بْنُ مُظَاهِرٍ: نَعَمْ، هٰذَا رَجُلٌ مِنْ حَنْظَلَةَ تَمِيمِيٌّ، وَهُوَ ابْنُ أُخْتِنَا، وَلَقَدْ كُنْتُ أَعْرِفُهُ بِحُسْنِ الرَّأْيِ، وَمَا كُنْتُ أَرَاهُ يَشْهَدُ هٰذَا الْمَشْهَدَ. فَجَاءَ حَتَّى سَلَّمَ عَلَى الْحُسَيْنِ علیہ السلام، وَأَبْلَغَهُ رِسَالَةَ عُمَرَ بْنِ سَعْدٍ إِلَيْهِ لَهُ

فَقَالَ الْحُسَيْنُ علیہ السلام: كَتَبَ إِلَيَّ أَهْلُ مِصْرِكُمْ هٰذَا أَنْ أَقْدَمَ، فَأَمَّا إِذْ كَرِهُونِي فَأَنَا أَنْصَرِفُ عَنْهُمْ. قَالَ: ثُمَّ قَالَ لَهُ حَبِيبُ

بنُ مُظَاهِرٍ : وَيحَكَ يَا قُرَّةَ بنَ قَيسٍ! أَنّىٰ تَرجِعُ إلَى القَومِ الظَّالِمِينَ ! أُنصُر هٰذَا الرَّجُلَ الَّذِي . بِآبَائِهِ أَيَّدَكَ اللهُ بِالكَرَامَةِ وَ إِيَّانَا مَعَكَ . فَقَالَ لَهُ قُرَّةُ: أَرجِعُ إِلَى صَاحِبِي بِجَوَابِ رِسَالَتِهِ ,وَأَرىٰ رَأيِي

قَالَ: فَانصَرَفَ إِلَى عُمَرَ بنِ سَعدٍ, فَأَخبَرَهُ الخَبَرَ .فَقَالَ لَهُ عُمَرُ بنُ سَعدٍ :إِنِّي لَأَرجُو أَن يُعَافِيَنِي اللهُ مِن حَربِهِ وَقِتَالِهِ

تاریخ طبری میں عمار بن عبداللہ بن یسار جُہنی سے روایت ہے کہ عمر بن سعد چار ہزار کے لشکر کے ساتھ نکلا۔ جس دن کربلا میں حضرت امام حسین علیہ السلام کربلا میں اُترے تھے اُس کے دوسرے دن صبح کو وہ آپؑ کے مقابلے میں اُترا۔

راوی کہتا ہے: عمر بن سعد نے عزرہ بن قیس احمسی کو حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف بھیجا کہ وہ اُن کے پاس جائے اور پوچھے کہ وہ اس طرف کس لیے آئے ہیں؟ یہی وہ عزرہ ہے کہ اس نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف خط بھیجا تھا کہ آپؑ کوفہ تشریف لائیں۔ اُس نے انکار کر دیا کہ اب وہ کیسے اُن کے پاس جائے۔

راوی کا کہنا ہے: عمر بن سعد نے باقی تمام امراء سے کہا کہ وہ امامؑ کے پاس جائیں لیکن سبھی نے انکار کر دیا۔

راوی کہتا ہے: اس دوران کثیر بن عبداللہ شعبی کھڑا ہوا جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ ایک شیطان صفت شرارتی انسان تھا۔ حیا نام کی کوئی چیز اس میں نہ تھی۔ اُس نے عمر بن سعد سے کہا: میں جاتا ہوں۔ اگر تو چاہے تو اُنھیں اچانک قتل کر کے آجاؤں۔

عمر بن سعد نے کہا کہ میں اُن کا قتل نہیں چاہتا تو اُن سے صرف یہ پوچھ کر آ کہ وہ اس طرف کیوں آئے ہیں؟

یہ شخص حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف روانہ ہوا۔ جناب ابوثمامہ صائدیؓ کی اس پر نظر پڑی اُنھوں نے امام علیہ السلام کی خدمت میں کہا: یا اباعبداللہؑ! اللہ آپؑ پر اپنی رحمت نازل کرے آپؑ کی طرف اس دنیا بھر کا ایک شریر ترین وسفاک، ستم پیشہ، دھوکے باز فرد آرہا

ہے۔ یہ کہہ کر جناب ابوثمامہؓ اُس کی طرف بڑھے اور اُسے کہا: اپنی تلوار یہاں رکھ دے پھر امامؑ کی طرف جا۔ اُس نے کہا: واللہ! میں ایسا نہیں کروں گا۔ اس میں میری بے عزتی ہے میں حکومتی قاصد ہوں۔ اگر تم میری بات سننا چاہتے ہو تو سنو اگر نہیں سننا چاہتے تو میں واپس جاتا ہوں۔

جناب ابوثمامہؓ نے کہا: میں تیری تلوار کے قبضہ پر ہاتھ رکھے رہوں اسی صورت میں تو اپنی حاجت بیان کر۔

اُس نے کہا: نہیں، ایسا نہیں ہوسکتا۔ میری تلوار کے قبضہ پر ہاتھ نہ لگانا۔

جناب ابوثمامہؓ نے پوچھا: آخر تو یہ بتا تو اِدھر کیوں آیا ہے؟

اُس ظالم نے کہا: نہیں مجھے اپنے امامؑ کے پاس جانے دو پھر میں بتاؤں گا۔

ابوثمامہؓ نے کہا: نہیں، تو ایک فاسق و فاجر شخص ہے تو اُدھر نہیں جاسکتا۔ دونوں کے درمیان گالم گلوچ تک نوبت آئی۔ پھر یہ واپس ابن سعد کی طرف چلا گیا اور اپنا حال بیان کیا۔

راوی کہتا ہے: ابن سعد نے قُرہ بن قیس حنظلی کو اپنے پاس بلایا اور اُسے کہا: اے قرہ! تم حسینؑ کے پاس جاؤ اور اُن سے اِدھر آنے کا سبب دریافت کرو۔

قُرہ بن قیس امام علیہ السلام کی طرف روانہ ہوا۔ جب یہ قریب آیا تو امامؑ نے اپنے اصحاب سے پوچھا: یہ آنے والا کون ہے؟ اِسے تم لوگ جانتے ہو؟

جناب حبیب بن مظاہرؓ نے عرض کیا: جی ہاں میں اسے جانتا ہوں یہ حنظلہ تمیمی قبیلے کا فرد ہے اور یہ ہمارا بھانجا ہے۔ یہ ایک اچھا انسان ہے۔

جب یہ قریب آیا تو اس نے امامؑ کو سلام کیا اور عمر بن سعد کا پیغام پہنچایا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: تمھارے شہر والوں نے میری طرف خطوط بھیجے ہیں اس لیے میں اِدھر آیا ہوں۔ اگر اِدھر میرا آنا تمھیں پسند نہیں ہے تو میں واپس چلا جاتا ہوں۔

اس دوران جناب حبیب بن مظاہرؓ نے اُس سے کہا: اے قُرہ بن قیس! تجھ پر افسوس ہے کیا تم ظالموں کے ساتھی بنے رہو گے۔ اس عظیم انسان کی نصرت کرو کہ جن کے آباء کی بدولت خدا نے تجھے اور ہمیں کرامت عطا فرمائی ہے۔

قرہ نے کہا: اس وقت میں جس کے ساتھ ہوں اس کے پیام کا جواب اُسے پہنچانے کو واپس جاؤں گا اور پھر جیسی میری رائے ہوگی وہی کروں گا۔ یہ کہہ کر وہ ابن سعد کے پاس گیا اور سب حال بیان کیا۔

عمر بن سعد نے کہا: مجھے خدا پر اُمید ہے کہ وہ مجھے ان سے لڑنے اور ان سے کشت و خون کرنے سے محفوظ رکھے گا۔ (۱)

تاریخ یعقوبی میں روایت ہے جب عبیداللہ ابن زیاد کو حضرت امام حسین علیہ السلام کے بارے میں معلوم ہوا کہ امام علیہ السلام کوفہ کے قریب پہنچ گئے ہیں تو اُس نے حُر کو اُن کی طرف بھیجا کہ ان کی نگرانی کرے اور واپس نہ جانے دے۔ اس کے بعد اُس نے عمر بن سعد کو لشکر دے کر امام علیہ السلام کی طرف بھیجا۔ وہ امامؑ سے دریائے فرات کے کنارے کربلا نامی جگہ پر ملا۔ اُس وقت امام علیہ السلام کا لشکر ۶۲ یا ۷۲ افراد پر مشتمل تھا جس میں آپؑ کے اہلِ بیتؑ کے جوان اور آپؑ کے اصحاب موجود تھے۔ اِدھر عمر بن سعد کے پاس چار ہزار کا لشکر تھا۔ ان لوگوں نے دریائے فرات پر قبضہ کرلیا اور امامؑ پر پانی بند کر دیا۔ ابن سعد کا لشکر امامؑ اور دریائے فرات کے درمیان حائل ہوگیا، تاکہ امامؑ کے خیام تک پانی نہ پہنچنے پائے۔ اس لشکر نے کہا: وہ امامؑ سے جنگ کرے گا یا پھر امامؑ اپنے آپ کو اُس کے حوالے کردیں۔ وہ انھیں ابن زیاد کے پاس لے جائیں گے کہ وہ جس طرح فیصلہ کرے یا پھر وہ یزید کے حکم کے مطابق عمل کرے۔ (۲)

اعلام الوریٰ میں روایت ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام جمعرات دو محرم ۶۱ ہجری کو کربلا میں وارد ہوئے۔ دوسرے دن کی صبح کو عمر بن سعد چار ہزار کے لشکر کے ساتھ وہیں آگیا۔ اُس نے امام علیہ السلام کی طرف عُروہ بن قیس اَحمسی کو بھیجا کہ وہ اُس طرف کیوں آئے ہیں۔ یہ وہی عُروہ ہے کہ جس نے کوفہ سے امامؑ کی طرف خط بھیجا اُس نے معذرت کی کہ اُسے امامؑ کے سامنے جاتے حیا آتی ہے۔ پھر عمر بن سعد نے دوسرے اُمراء سے بات کی تو اُنھوں نے بھی یہی کہا کہ

---

(۱) تاریخ طبری: ج۵، ص ۴۱۰؛ الفتوح: ج۵، ص ۸۶؛ مقتل الحسینؑ خوارزمی: ج۱، ص ۲۴۵؛ ارشاد: ج۲، ص ۸۴؛ روضۃ الواعظین: ص۱۹۹؛ بحارالانوار: ج ۴۴، ص ۳۸۴؛ انساب الاشراف: ج۳، ص ۳۸۶

(۲) تاریخ یعقوبی: ج۲، ص ۲۴۳

وہ بھی امامؑ کو خط بھیج چکے ہیں۔ پھر عمر بن سعد نے قرہ بن قیس حنظلی کو بھیجا۔ جب وہ امامؑ کے پاس آیا تو اُس نے امامؑ کو سلام کیا اور ابن سعد کا پیغام پہنچایا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: تمھارے شہر کے لوگوں نے میری طرف خطوط بھیجے اس لیے میں اِدھر آیا ہوں۔ اگر اِدھر میرا آنا تمھیں پسند نہیں ہے تو میں واپس چلا جاتا ہوں۔ (۱)

الملهوف: قَالَ الراوي: وَنَدَبَ عُبَيدُ اللهِ بنُ زِيَادٍ أَصحَابَهُ إِلَى قِتَالِ الحُسَينِ علیہ السلام فَاتَّبَعُوهُ. وَاستَخَفَّ قَومَهُ فَأَطَاعُوهُ، وَاشتَرَىٰ مِنْ عُمَرَ بنِ سَعدٍ آخِرَتَهُ بِدُنيَاهُ. وَدَعَاهُ إِلَى وِلَايَةِ الحَربِ فَلَبَّاهُ. وَخَرَجَ لِقِتَالِ الحُسَينِ علیہ السلام فِي أَربَعَةِ آلَافِ فَارِسٍ. وَأَتبَعَهُ ابنُ زِيَادٍ بِالعَسَاكِرِ. حَتَّى تَكَامَلَت عِندَهُ إِلَى سِتِّ لَيَالٍ خَلَونَ مِنَ المُحَرَّمِ عِشرونَ أَلفًا. فَضَيَّقَ عَلَى الحُسَينِ علیہ السلام حَتَّى نَالَ مِنهُ العَطَشُ وَمِن أَصحَابِهِ

الملہوف میں روایت ہے کہ عبیداللہ بن زیاد نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ وہ حسینؑ سے جنگ کے لیے لوگوں کو تیار کریں۔ ان لوگوں نے ابن زیاد کی اطاعت کی۔ عمر بن سعد نے اپنی آخرت کو دنیا کے عوض بیچ دیا۔ ابن زیاد نے اُسے امامؑ سے جنگ کرنے کے لیے کہا تو اُس نے لبیک کہا: وہ حضرت امام حسین علیہ السلام سے جنگ کرنے کے لیے چار ہزار کے لشکر کے ساتھ نکلا۔ ابن زیاد مسلسل کوفہ سے لشکر بھیجتا رہا۔ چھے محرم تک اس کا بیس ہزار کا لشکر کربلا میں جمع ہو گیا۔ ان لوگوں نے امام حسین علیہ السلام پر پانی بند کر دیا جس کی وجہ سے امامؑ کے اہل بیتؑ اور اصحاب پر پیاس کا غلبہ ہو گیا۔ (۲)

ابن زیاد کا فرزندِ رسولؐ کے نام خط اور امامؑ کا جواب دینے سے انکار

الفتوح: أَقبَلَ الحُرُّ بنُ يَزِيدَ حَتَّى نَزَلَ حِذَاءَ الحُسَينِ علیہ السلام فِي أَلفِ فَارِسٍ. ثُمَّ كَتَبَ إِلَى عُبَيدِ اللهِ زِيَادٍ يُخبِرُهُ. أَنَّ الحُسَينَ

---

(۱) اعلام الوریٰ: ج ۱، ص ۴۵۱

(۲) الملہوف: ص ۱۳۵؛ کشف الغمہ: ج ۲، ص ۲۵۹؛ مطالب السؤول: ص ۷۲، ص ۷۵

نَزَلَ بِأَرضِ كَربَلَاءَ. قَالَ: فَكَتَبَ عُبَيدُ اللهِ بنُ زِيَادٍ إِلَى الحُسَينِ علیہ السلام: أَمَّا بَعدُ يَاحُسَينُ، فَقَد بَلَغَنِي نُزُولُكَ بِكَربَلَاءَ وَقَد كَتَبَ إِلَيَّ أَمِيرُ المُؤمِنِينَ يَزِيدُ مُعَاوِيَةَ اَن لَا أَتَوَسَّدَ الوَثِيرَ. وَلَا أَشبَعَ مِنَ الخُبزِ أَو أُلحِقَكَ بَاللَّطِيفِ الخَبِيرِ. أَو تَرجِعَ إِلَى حُكمِي وَحُكمِ يَزِيدَ بنِ مُعَاوِيَةَ. وَالسَّلَامُ!

فَلَمَّا وَرَدَ الكِتَابُ قَرَأَهُ الحُسَينُ علیہ السلام. ثُمَّ رَمَى بِهِ. ثُمَّ قَالَ: لَا أَفلَحَ قَومٌ آثَرُوا مَرضَاةَ أَنفُسِهِم عَلَى مَرضَاةِ الخَالِقِ. فَقَالَ لَهُ الرَّسُولُ: أَبَا عَبدِ اللهِ، جَوَابُ الكِتَابِ؟'

قَالَ: مَا لَهُ عِندِي جَوَابٌ: لِأَنَّهُ قَد حَقَّت عَلَيهِ كَلِمَةُ العَذَابِ. فَقَالَ الرَّسُولُ لِابنِ زِيَادٍ ذٰلِكَ. فَغَضِبَ مِن ذٰلِكَ أَشَدَّ الغَضَبِ

الفتوح میں روایت ہے کہ حُر اور اس کا ایک ہزار کا لشکر میدانِ کربلا میں آ کر حضرت امام حسین علیہ السلام کے بالمقابل اُترا۔ حُر نے ابنِ زیاد کی طرف خط لکھا کہ امام علیہ السلام میدانِ کربلا میں قیام پذیر ہیں۔ اس اطلاع کے بعد ابنِ زیاد نے امام علیہ السلام کی طرف خط لکھا۔ خط کا ترجمہ یہ ہے:

"اما بعد! اے حسینؑ! مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپؑ کربلا میں وارد ہو چکے ہیں۔ مجھے یزید نے لکھا ہے کہ میں اُس وقت تک نرم بستر پر نہ سوؤں، سیر ہو کر کھانا نہ کھاؤں جب تک تمھیں قتل نہ کر دوں یا پھر تم میرے اور یزید کے حکم کے دائرۂ اطاعت میں آ جاؤ۔ والسلام!"

جب یہ خط فرزندِ رسولؐ نے پڑھا تو پھینک دیا اور فرمایا: وہ قوم کبھی فلاح نہیں پا سکتی جب وہ اپنے خالق کی رضا پر اپنی خواہشات کو ترجیح دے۔

ابنِ زیاد کے قاصد نے کہا: اے ابوعبداللہ! خط کا جواب دیں۔

آپؑ نے فرمایا: میرے پاس اس خط کا جواب نہیں ہے کیونکہ اس آدمی پر اللہ کا عذاب واجب ہو چکا ہے۔ جب ابنِ زیاد کا قاصد اُس کے پاس پہنچا اور حال بیان کیا تو وہ بہت زیادہ

ٹپٹایا اور غصے سے آگ بگولا ہو گیا۔[1]

دونوں لشکروں کے درمیانؑ اور ابن سعد کی ملاقات

تاریخ طبری میں ابومخنف سے روایت ہے، اُس نے کہا کہ مجھے ابوخباب نے بتایا، اُس نے ہانی بن ثبیت الحضرمی سے سنا (یہ آدمی حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے وقت وہاں موجود تھا) اس کا بیان ہے کہ امام علیہ السلام نے عمر بن سعد اور عمرو بن قرظہ بن کعب انصاری کی طرف اپنا آدمی بھیجا کہ وہ رات کے وقت میرے اور اپنے لشکر کے درمیان ملاقات کریں۔

راوی کا بیان ہے کہ عمر بن سعد اپنے لشکر سے بیس سواروں کے ساتھ نکلا اور اِدھر امام علیہ السلام بھی بیس سواروں کے ساتھ تشریف لائے۔ جب آپ عمر بن سعد کے قریب ہوئے تو آپؑ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ وہ ایک طرف ہو جائیں۔ اِدھر عمر بن سعد نے بھی اپنے ساتھیوں کو ایک طرف کر دیا۔

راوی کا بیان ہے کہ ہم اُن دونوں سے اس قدر دُور تھے کہ ان دونوں کی آواز سنتے تھے اور نہ کلام۔ ان دونوں نے طویل گفتگو کی کہ رات کا ایک حصّہ گزر گیا۔ پھر وہ دونوں اپنے ساتھیوں کے ہمراہ اپنے اپنے لشکر میں واپس آ گئے۔

لوگوں نے اپنے ظن کی بنا پر یہ کہا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے عمر بن سعد سے کہا تھا کہ تم یزید کے خلاف میرا ساتھ دو اور ہم مل کر دونوں لشکروں کو اس امر کی دعوت دیں۔

عمر بن سعد نے کہا: اگر میں نے ایسا کیا تو میرا گھر گرا دیا جائے گا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اگر تمھارا گھر گرا دیا گیا تو میں تمھیں گھر بنوا دوں گا۔

اُس نے کہا: میری املاک پر قبضہ کر لیا جائے گا۔

آپؑ نے فرمایا: حجاز میں میرے املاک موجود ہیں میں اُن سے تمھیں بہت کچھ دے دوں گا۔

راوی کا کہنا ہے کہ عمر بن سعد نے امام علیہ السلام کی ان باتوں کو قبول نہ کیا۔

---

[1] الفتوح: ج ۵، ص ۸۲؛ مقتل الحسینؑ خوارزمی: ج ۱، ص ۲۳۹؛ مطالب السؤول: ص ۷۵؛ مناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۹۸؛ کشف الغمہ: ج ۲، ص ۲۵۹؛ بحار الانوار: ج ۴۴، ص ۳۸۳

راوی کہتا ہے: یہ مذکورہ باتیں لوگوں نے اپنی طرف سے عام کر دیں حالانکہ اُن دونوں کے درمیان جو مذاکرات ہوئے وہ کسی نے نہیں سنے تھے اور نہ کسی کو اُن کا علم تھا۔

ابومخنف نے روایت کی ہے کہ مجالد بن سعید اور صقعب بن زُہیر اَزدی اور ان کے علاوہ کچھ دوسرے محدثین نے بتایا وہ کچھ اور ہے جو دوسرے محدثین نے بتایا ہے وہ کچھ اور ہے۔

دوسرے محدثین کا کہنا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے عمر بن سعد کے سامنے تین باتیں رکھی تھیں کہ تو ان میں سے کوئی ایک قبول کر لے۔

① مجھے اس مقام کی طرف واپس جانے دے جہاں سے مَیں آیا ہوں۔

② مجھے یزید کے پاس جانے دے کہ میں اُس کے پاس جاتا ہوں پھر دیکھا جائے گا کہ معاملہ کیا بنتا ہے۔

③ میں مملکتِ اسلامیہ کے کسی سرحدی علاقے کی طرف چلا جاتا ہوں اور اُن کا ایک فرد ہو کر رہ جاتا ہوں۔ میرے لیے وہی کچھ ہوگا جو اُن کے لیے ہوگا۔ مجھ پر وہی ذمہ داری ہوگی جو اُن پر ہے۔

ابومخنف نے بیان کیا ہے کہ عبدالرحمٰن بن جندب نے مجھ سے کہا کہ اُسے عقبہ بن سمعان نے بتایا کہ میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ رہا۔ جب آپؑ مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ آئے۔ پھر وہاں سے عراق آئے۔ میں آپؑ کی شہادت کے وقت تک آپؑ کے ساتھ رہا تھا۔ مدینہ سے کربلا کے سفر تک آپؑ کے ساتھ جس کسی نے کوئی بات کی یا آپؑ نے کسی سے بات کی تو میں اُسے اپنے کانوں کے ساتھ سنا تھا۔ واللہ! آپ نے کبھی بھی یہ نہیں فرمایا کہ میں یزید کی بیعت کرنا چاہتا ہوں اور نہ آپؑ نے یہ فرمایا کہ مجھے جانے دو کہ میں مملکتِ اسلامیہ کے کسی سرحدی علاقے کی طرف چلا جاتا ہوں۔ ہاں! البتہ آپؑ نے یہ فرمایا تھا کہ مجھے یہاں سے جانے دیں کہ میں اس وسیع و عریض زمین کی طرف چلا جاتا ہوں تا کہ اس امر کا انتظار کروں کہ لوگوں کے ساتھ کیا ہوتا ہے۔ ①

---

① تاریخ طبری: ج۵،ص ۴۱۳؛ الکامل فی التاریخ: ج۲،ص ۵۵۶؛ طبقات الکبریٰ: ج۱،ص ۴۶۵؛ سیر اعلام النبلاء: ج۳،ص۳۱۱؛ تاریخ دمشق: ج۱۴،ص ۲۲۰

مقتل الحسین للخوارزمی: أرسَلَ الحُسَينُ علیہ السلام إلى ابنِ سَعدٍ:

إنّي اُريدُ أن اُكَلِّمَكَ فَالقَني اللَّيلَةَ بَينَ عَسكَري وعَسكَرِكَ.

فَخَرَجَ إلَيهِ عُمَرُ بنُ سَعدٍ في عِشرينَ فارِسًا وَالحُسَينُ علیہ السلام في

مِثلِ ذٰلِكَ. وَلَمّا التَقَيا أمَرَ الحُسَينُ علیہ السلام أصحابَهُ فَتَنَحَّوا عَنهُ.

وَبَقِيَ مَعَهُ أخوهُ العَبّاسُ علیہ السلام وَابنُهُ عَلِيٌّ الأَكبَرُ. وَأمَرَ ابنُ

سَعدٍ أصحابَهُ فَتَنَحَّوا عَنهُ. وَبَقِيَ مَعَهُ ابنُهُ حَفصٌ، وَغُلامٌ لَهُ

يُقالُ لَهُ لاحِقٌ

فَقالَ الحُسَينُ علیہ السلام لِابنِ سَعدٍ. وَيحَكَ! أما تَتَّقِي اللهَ الَّذي إلَيهِ

مَعادُكَ، أتُقاتِلُني وَأنَا ابنُ مَن عَلِمتَ يا هٰذا، ذَر هٰؤُلاءِ

القَومَ وَكُن مَعي. فَإِنَّهُ أقرَبُ لَكَ مِنَ اللهِ. فَقالَ لَهُ عُمَرُ:

أخافُ أن تُهدَمَ داري! فَقالَ الحُسَينُ علیہ السلام: أنَا أبنيها لَكَ

مقتل الحسین خوارزمی میں روایت ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے عمر بن سعد کی طرف اپنا قاصد بھیجا کہ میں چاہتا ہوں تم سے کچھ باتیں کروں۔ میں اور تم ان دونوں لشکروں کے درمیان میں آجاتے ہیں اور مذاکرات کرتے ہیں۔ عمر بن سعد بیس سواروں کے ساتھ آیا اور اِدھر امام علیہ السلام بھی بیس سواروں کے ساتھ تشریف لائے۔ جب دونوں ایک مقام پر اکٹھے ہوئے تو امامؑ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ وہ ایک طرف ہو جائیں۔ اِدھر عمر بن سعد نے بھی اپنے ساتھیوں کو اپنے سے دُور کر دیا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ صرف آپؑ کے برادر حضرت عباس علیہ السلام اور آپؑ کے فرزند حضرت علی اکبر علیہ السلام رہ گئے تھے اور عمر بن سعد کے پاس صرف اس کا بیٹا حفص اور ایک غلام رہ گیا تھا کہ جس کا نام لاحق مشہور ہے۔

امام علیہ السلام نے عمر بن سعد سے کہا: اے عمر بن سعد! تجھ پر افسوس ہے کیا تجھے خدا کا خوف نہیں ہے کہ جس کی بارگاہ میں تم نے لوٹنا ہے؟ کیا تم مجھ سے جنگ کرو گے یہ تو تم خوب جانتے ہو کہ میں کس کا فرزند ہوں؟ ان لوگوں کو چھوڑ کر میرا ساتھ دو۔ یہی بات قربِ خداوندی کا ذریعہ ہے۔

عمر بن سعد نے کہا: مجھے خوف ہے کہ حکومت میرا گھر گرا دے گی۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: میں تمھیں گھر بنوا دوں گا۔

عمر بن سعد نے کہا: میرے املاک پر قبضہ کر لیا جائے گا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: حجاز میں مَیں تجھے اس سے بہتر املاک دوں گا۔

اس نے کہا: میں اپنے عیال کے بارے میں خوف زدہ ہوں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اس کی بھی مَیں ضمانت دیتا ہوں کہ انھیں کوئی ضرر نہیں پہنچے گا۔

راوی کا بیان ہے: اس کے بعد عمر بن سعد خاموش ہو گیا۔ اور اُس نے مزید کوئی بات نہ کی۔

امام علیہ السلام وہاں سے اُٹھے اور فرمایا: بہت جلد اللہ ربّ العزت تجھے تیرے بستر پر قتل کرے گا۔ قیامت کے دن تجھے وہ نہیں بخشے گا۔ واللہ! مجھے اللہ سے یہی اُمید ہے کہ تجھے عراق کی گندم سے جو حصّہ ملے گا وہ بہت کم ہو گا۔

عمر بن سعد نے کہا: اے ابا عبداللہ! اگر گندم نہ ملے گی تو جو پر گزارا کر لوں گا۔

اس کے بعد عمر بن سعد اپنے لشکر کی طرف واپس چلا گیا۔ [1]

انساب الاشراف: تَوَاقَفَ الْحُسَيْنُ علیہ السلام وَعُمَرُ بْنُ سَعْدٍ خِلْوَيْنِ. فَقَالَ الْحُسَيْنُ علیہ السلام: إِخْتَارُوا مِنِّي الرُّجُوعَ إِلَى الْمَكَانِ الَّذِي أَقْبَلْتُ مِنْهُ. أَوْ أَنْ أَضَعَ يَدِي فِي يَدِ يَزِيدَ. فَهُوَ ابْنُ عَمِّي لِيَرَى رَأْيَهُ فِيَّ. وَإِمَّا أَنْ تُسَيِّرُونِي إِلَى ثَغْرٍ مِنْ ثُغُورِ الْمُسْلِمِينَ. فَأَكُونَ رَجُلًا مِنْ أَهْلِهِ لِي مَا لَهُ، وَعَلَيَّ مَا عَلَيْهِ

وَيُقَالُ: إِنَّهُ يَسْلَهُ إِلَّا أَنْ يَشْخَصَ إِلَى الْمَدِينَةِ فَقَطْ

انساب الاشراف میں روایت ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام اور عمر بن سعد دونوں خلوت میں اکٹھے ہوئے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: مجھے اس طرف واپس جانے دو جہاں سے مَیں آیا ہوں۔ یا پھر مجھے یزید کی طرف جانے دو۔ یا پھر میرے راستے سے ہٹ جاؤ تاکہ میں کسی اسلامی سرحدی علاقے کی طرف چلا جاؤں اور وہیں کا ہو کر رہوں۔ میری وہی ذمہ داری

---

[1] مقتل الحسین خوارزمی: ج۱، ص ۲۴۵؛ الفتوح: ج۵، ص ۹۲؛ بحار الانوار: ج ۳، ص ۳۹۰

ہو جو اُن لوگوں کی ہو۔ میرا نفع و نقصان ان کے نفع و نقصان کے ضمن میں ہوگا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ آپؑ نے عمر بن سعد سے صرف یہ کہا تھا کہ مجھے واپس مدینہ منورہ کی طرف جانے دیں، تا کہ میں واپس چلا جاؤں۔ (۱)

تذکرۃ الخواص میں روایت ہے کہ بعض نسخوں میں موجود ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے عمر بن سعد سے کہا تھا کہ میرے راستے سے ہٹ جاؤ، تا کہ میں مدینہ کی طرف واپس چلا جاؤں یا پھر یزید کی طرف جاؤں، لیکن عقبہ بن سمعان کا کہنا ہے کہ میں مدینہ سے عراق تک حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ رہا ہوں، حتیٰ کہ آپؑ کی شہادت تک آپؑ کے ہمراہ رہا۔ واللہ! آپؑ نے کسی مقام پر یہ نہیں فرمایا کہ مجھے یہاں سے جانے دو تا کہ میں یزید کی بیعت کرلوں۔ (۲)

المناقب ابن شہر آشوب میں روایت ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے عمر بن سعد سے کہا تھا: تم میرے بعد عراق کی گندم کھاؤ گے مگر تھوڑی سی۔ عمر بن سعد نے استہزاءً جواب دیا تھا: اے اباعبداللہؑ! پھر میں جو پر گزارا کرلوں گا۔

راوی کہتا ہے کہ بالکل اسی طرح ہوا جیسا کہ امام علیہ السلام نے فرمایا تھا۔ عمر بن سعد کو ولایت رَے نصیب نہیں ہوئی تھی کیونکہ مختار ثقفیؒ نے اُسے قتل کر دیا تھا۔ (۳)

ابن سعد کا خط بنام ابن زیاد اور جواب

تاریخ الطبری عن حسان بن فائد بن بکیر العبسی: أَشْهَدُ أَنَّ كِتَابَ عُمَرَ بْنِ سَعْدٍ جَاءَ إِلَى عُبَيْدِ اللهِ بْنِ زِيَادٍ وَأَنَا عِنْدَهُ، فَإِذَا فِيهِ: بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ. أَمَّا بَعْدُ. فَإِنِّي حَيْثُ نَزَلْتُ بِالْحُسَيْنِ بَعَثْتُ إِلَيْهِ رَسُوْلِي فَسَأَلْتُهُ عَمَّا أَقْدَمَهُ، وَمَاذَا

انساب الاشراف: ج ۳، ص ۳۹۰

تذکرۃ الخواص: ص ۲۴۸

المناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۵۵؛ بحار الانوار: ج ۴۵، ص ۳۰۰

يَطْلُبُ وَيَسْأَلُ فَقَالَ: كَتَبَ إِلَيَّ أَهْلُ هٰذِهِ الْبِلَادِ وَأَتَتْنِي رُسُلُهُمْ. فَسَأَلُونِي الْقُدُومَ فَفَعَلْتُ: فَأَمَّا إِذْ كَرِهُونِي. فَبَدَا لَهُمْ غَيْرُ مَا أَتَتْنِي بِهِ رُسُلُهُمْ فَأَنَا مُنْصَرِفٌ عَنْهُمْ. فَلَمَّا قُرِئَ الْكِتَابُ عَلَى ابْنِ زِيَادٍ قَالَ:

الْآنَ إِذْ عَلِقَتْ مَخَالِبُنَا بِهِ
يَرْجُو النَّجَاةَ وَلَاتَ حِينَ مَنَاصِ

قَالَ: وَكَتَبَ إِلَى عُمَرَ بْنِ سَعْدٍ:

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ. أَمَّا بَعْدُ. فَقَدْ بَلَغَنِي كِتَابُكَ. وَفَهِمْتُ مَا ذَكَرْتَ. فَاعْرِضْ عَلَى الْحُسَيْنِ أَنْ يُبَايِعَ لِيَزِيدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ هُوَ وَجَمِيعُ أَصْحَابِهِ. فَإِذَا فَعَلَ ذٰلِكَ رَأَيْنَا رَأْيَنَا. وَالسَّلَامُ

قَالَ: فَلَمَّا أَتَى عُمَرَ بْنَ سَعْدٍ الْكِتَابُ. قَالَ: قَدْ حَسِبْتُ أَلَّا يَقْبَلَ ابْنُ زِيَادٍ الْعَافِيَةَ

تاریخ طبری میں حسان بن فائد بن بکیر العبسی سے روایت ہے کہ میں اس بات کا شاہد ہوں کہ جب ابنِ سعد کا خط ابن زیاد کے پاس آیا تو میں اُس وقت اُس کے پاس تھا اور خط یہ تھا:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم! جب میں نے امام حسین علیہ السلام کے قریب پڑاؤ ڈالا تو میں نے اُن کی طرف اپنا قاصد بھیجا۔ میں نے اُن سے پوچھا کہ وہ اس طرف کیوں آئے ہیں؟ انھوں نے مجھے جواب دیا کہ اہلِ کوفہ نے اُن کی طرف خطوط لکھے کہ وہ اُن کے پاس چلے آئیں، اس لیے میں اِدھر آیا ہوں اگر اِدھر میرا آنا تمھیں پسند نہیں ہے تو پھر میں واپس چلا جاتا ہوں"۔

جب یہ خط ابن زیاد کے سامنے پڑھا گیا تو اُس نے کہا: جب وہ ہمارے پنجوں میں آگئے ہیں تو نجات چاہنے لگے ہیں اب نجات و مفر ممکن نہیں ہے۔

راوی کہتا ہے: ابن زیاد نے ابن سعد کی طرف یہ خط لکھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم!

اما بعد! مجھے تمھارا خط موصول ہوا۔ جس چیز کا تُو نے ذکر کیا ہے وہ مَیں نے سمجھ لی ہے۔ تم حسینؑ ابنِ علیؑ اور اُن کے تمام ساتھیوں سے کہو کہ وہ سب یزید کی بیعت کرلیں۔ جب وہ بیعت کرلیں تو پھر ہم دیکھیں گے کہ ان کے ساتھ کیا سلوک کرنا ہے۔ والسلام!"

جب یہ خط عمر بن سعد کو ملا تو اُس نے کہا: اب میں نے سمجھ لیا ہے کہ ابنِ زیاد ہر صورت جنگ کرنا چاہتا ہے اور امن و عافیت اُسے گوارا نہیں ہے۔ [1]

تاریخ طبری میں مجالد بن سعید ہمدانی اور صقعب بن زُہیر سے روایت ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام اور عمر بن سعد تین یا چار مرتبہ آپس میں ملے۔ اس دوران عمر بن سعد نے ابنِ زیاد کی طرف خط لکھا اس خط کا ترجمہ یہ ہے:

اما بعد! خدا نے بھڑکتی ہوئی آگ کے شعلوں کو بجھا دیا ہے۔ اختلاف و انتشار کو دفع کر دیا ہے۔ اُس نے ملت کی بھلائی اور بہتری پسند فرمائی۔ حسینؑ اس بات پر راضی ہیں کہ جہاں سے آئے ہیں وہاں چلے جائیں یا ملکِ اسلام کی سرحدوں میں سے جس سرحد پر ہم چاہیں انھیں بھیج دیں وہاں ایک مسلم کی حیثیت سے وہ رہیں گے۔ نفع و ضرر میں سب کا ساتھ دیں گے۔ یا یزید کے پاس جا کر اُس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیں گے۔ اپنے اور اُن کے درمیان جو فیصلہ چاہے وہ کرے۔ اس میں تمھاری بھی خوشنودی ہے اور اُمت کی بھی بہتری ہے"۔

راوی کا بیان ہے: ابنِ زیاد نے خط پڑھ کر کہا: ایسے شخص کا یہ خط ہے جو اپنے امیر کا خیر خواہ اور اپنی قوم کا شفیق ہے۔ اچھا میں نے قبول کیا۔

---

[1] تاریخ طبری: ج ۵،ص ۴۱۱؛ مقتل الحسینؑ خوارزمی: ج ۱،ص ۲۳۶؛ ارشاد: ج ۲،ص ۸۶؛ روضۃ الواعظین: ص ۲۰۰؛ اعلام الوریٰ: ج ۱،ص ۴۵۱؛ بحارالانوار: ج ۴۴،ص ۳۸۵؛ انساب الاشراف: ج ۳،ص ۳۸۶؛ الفتوح: ج ۵،ص ۸۷

شمر بن ذی الجوشن کی فتنہ انگیزی

ابن زیاد کی بات سن کر شمر کھڑا ہوگیا اور اُس نے ابن زیاد سے کہا: کیا تم اُن کی بات کو قبول کرتے ہو۔ ارے وہ تو تمھاری زمین پر اُترے ہوئے ہیں اور تمھارے پہلو میں موجود ہیں۔ واللہ! تمھاری اطاعت کیے بغیر اگر وہ تمھارے علاقے سے چلے گئے تو قوت وغلبہ اُنھیں حاصل ہوجائے گا۔ عاجزی اور کمزوری تمھارا مقصد ٹھہرے گی۔ یہ موقع اُنھیں نہیں دینا چاہیے۔ اس میں تمھارے لیے ذلت ہے۔ ہونا یہ چاہیے کہ وہ اور اُن کے انصار سب تمھارے حکم پر سر جھکا دیں۔ اگر تم سزا دو تو تمھیں حق حاصل ہے۔ اگر معاف کردو تو پھر بھی تمھیں اختیار ہے۔ واللہ! میں تو یہ سنتا ہوں حسینؑ اور ابن سعد دونوں لشکروں کے درمیان رات بیٹھے ہوئے باتیں کرتے رہتے ہیں۔

ابن زیاد نے کہا: اچھی رائے تو تو نے دی ہے اگر کوئی رائے ہے تو بس یہی ہے۔[1]

المناقب لابن شهر آشوب: أَقبَلَ عُمَرُ بنُ سَعدٍ فِي أَربَعَةِ آلافٍ حَتّى نَزَلَ بِالحُسَينِ علیہ السلام، وَبَعَثَ مِن غَدِهِ قُرَّةَ بنَ قَيسٍ الحَنظَلِيَّ يَسأَلُهُ مَا الَّذي جاءَ بِهِ؛ فَلَمّا بَلَّغَ رِسالَتَهُ قالَ الحُسَينُ علیہ السلام: كَتَبَ إِلَيَّ أَهلُ مِصرِكُم أَن أَقدَمَ. فَأَمّا إِذا كَرِهتُموني فَأَنَا أَنصَرِفُ عَنكُم

فَلَمّا سَمِعَ عُمَرُ جَوابَهُ كَتَبَ إِلَى ابنِ زِيادٍ بِذٰلِكَ. فَلَمّا رَأَى ابنُ زِيادٍ كِتابَهُ قالَ:

الآنَ إِذ عَلِقَت مَخالِبُنا بِهِ
يَرجُو النَّجاةَ وَلاتَ حِينَ مَناصِ

وَكَتَبَ إِلى عُمَرَ: إِعرِض عَلَى الحُسَينِ أَن يُبايِعَ يَزيدَ وَجَميعُ أَصحابِهِ. فَإِذا فَعَلَ ذٰلِكَ رَأَينا رَأيَنا. وَإِن أَبى فَائتِني بِهِ

---

[1] الکامل فی التاریخ: ج ۲، ص ۵۵۶؛ طبقات الکبریٰ: ج ۱، ص ۴۶۵؛ سیر اعلام النبلاء: ج ۳، ص ۳۱۱؛ تاریخ دمشق: ج ۱۴، ص ۲۲۰

المناقب بن شہر آشوب میں روایت ہے کہ عمر بن سعد چار ہزار کے لشکر کے ساتھ کربلا میں اُترا جہاں حضرت امام حسین علیہ السلام ڈیرے ڈال چکے تھے۔ اُس نے اگلی صبح قرہ بن قیس حنظلی کو امام علیہ السلام کی طرف بھیجا کہ آپؑ اِدھر کس لیے آئے ہیں؟ جب قاصد نے آپؑ سے سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا: تمھارے شہر والوں نے میری طرف خطوط بھیجے ہیں کہ میں اُن کے پاس آجاؤں، اِس لیے میں اِدھر آیا ہوں۔ اگر تم لوگوں کو اِدھر میرا آنا پسند نہیں ہے تو میں واپس چلا جاتا ہوں۔

قاصد ابنِ سعد کے پاس آیا اور اُس نے حضرت امام حسین علیہ السلام کا پیغام دیا تو ابن سعد نے ابنِ زیاد کی طرف خط بھیجا۔ جب یہ خط ابنِ زیاد کو ملا اور اس خط کو دیکھا تو کہا: ابھی تو وہ ہمارے پنجوں میں گرفتار ہوئے ہیں اور اب ان سے اپنی جان چھڑانا چاہتے ہیں۔ جی ہاں اب نہ مفر ہے اور نہ راہِ نجات۔

اس کے بعد اُس نے عمر بن سعد کی طرف خط لکھا کہ تم حسینؑ اور اُن کے اصحاب سے کہو کہ وہ یزید کی بیعت کریں۔ جب وہ بیعت کرلیں تو پھر ہم دیکھیں گے کہ اُن کے بارے میں کیا فیصلہ کرنا ہے۔ اگر وہ بیعت سے انکار کردیں تو انھیں گرفتار کرکے میرے پاس لے آؤ۔ (1)

ارشاد میں حمید بن مسلم سے مروی ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے نینویٰ میں عمر بن سعد کے ساتھ لشکر دیکھے کہ اُن کا ارادہ جنگ کرنے کا ہے تو آپؑ نے عمر بن سعد کی طرف قاصد بھیجا کہ میں تم سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ جب رات ہوئی تو دونوں ایک مقام پر اکٹھے ہوئے اور خلوت میں طویل وقت تک ایک دوسرے سے محوِ گفتگو رہے۔ اس کے بعد عمر بن سعد اپنی جگہ پر واپس آگیا۔ اُس نے ابنِ زیاد کی طرف خط لکھا:

> "امابعد! اللہ ربّ العزت نے آگ کے شعلوں کو بجھا دیا ہے۔ اُس نے قوم کو ایک جگہ پر جمع کررکھا ہے۔ انتشار و اِفتراق کو دُور کردیا ہے۔ حسینؑ میرے پاس آئے اور مجھ سے کہا کہ مجھے واپس اُس جگہ کی طرف جانے

(1) المناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۵۵؛ بحار الانوار: ج ۴۵، ص ۳۰

دیں جہاں سے مَیں آیا ہوں۔ یا مجھے مملکت اسلامیہ کے کسی سرحدی علاقے کی طرف بھیج دیا جائے، تاکہ وہ اُنھی کا ایک فرد بن کر نفع و نقصان میں ان کے برابر کے شریک رہیں یا یزید کے پاس جائیں اور اُس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیں۔ اپنے اور اُن کے درمیان جو فیصلہ چاہے وہ کرے اس میں آپ کی بھی خوشنودی ہے اور اُمت کی بھی بہتری ہے"۔

جب یہ خط ابن زیاد نے پڑھا تو اُس نے کہا: یہ خط اُس شخص کا ہے جو اپنے امیر کے ساتھ مخلص ہے اور اپنی قوم پر بھی شفیق ہے۔

شمر اُس وقت ابن زیاد کے پاس موجود تھا۔ اُس نے کہا: کیا تم ان شرائط کو قبول کر رہے ہو۔ اب تو وہ تمھاری سرزمین اور ریاست میں موجود ہے، تمھارے قریب ہے۔ واللہ! اگر وہ تیری اس ریاست سے چلے گئے اور اپنا ہاتھ تیرے ہاتھ میں نہ دیا تو وہ قوت و طاقت حاصل کرلیں گے اور تم کمزور اور عاجز ہو جاؤ گے۔ اُسے یہاں سے جانے کا موقع نہ دو۔ اس میں تمھاری کمزوری ہے۔ ہاں! وہ اور اُن کے اصحاب تمھارے حکم کو تسلیم کرلیں تو پھر بہتری ہے۔ آپ حاکم ہیں، سزا دینے کا حق رکھتے ہیں۔ اگر معاف کر دیں تو اختیارات تمھارے پاس ہیں۔

ابن زیاد نے اُس سے کہا: تیری رائے بہترین رائے ہے۔ میرا یہ خط ابن سعد کے پاس لے جاؤ۔ وہ حسینؑ اور اُن کے اصحاب سے اطاعت کرنے کی بات کرے۔ اگر وہ قبول کرلیں تو پھر اُنھیں میری طرف بھیج دو اور اگر انکار کریں تو اُن سے جنگ کرو۔ اگر عمر بن سعد میری اس بات کی اطاعت کرے اور اُسے نافذ کرے تو (اے شمر) تم بھی اُس کی اطاعت کرنا۔ اگر وہ انکار کردے تو پھر میری جگہ پر امیر لشکر تم ہو گے۔ عمر بن سعد کو قتل کر دینا اور اُس کا سر میری طرف بھیج دینا۔

شمر یہ خط لے کر ابن سعد کے پاس پہنچا۔ جب اُس نے خط پڑھا تو شمر سے کہا: اے شمر! تجھ پر افسوس ہے۔ اللہ تجھے اپنا گھر نصیب نہ کرے۔ جو کچھ تو میرے پاس لایا ہے اللہ تجھے اس کے عوض میں ذلّت و خواری عطا کرے۔ مَیں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ تُو نے ہی میرے منصوبوں پر پانی پھیرا ہے۔ ابن زیاد کو تُو نے ہی میرے فیصلوں سے روکا ہے۔ تُو نے

ہمارے تمام اُمور کو فاسد کر دیا ہے۔ ①

چھٹے محرم کو حبیب بن مظاہرؓ کی نصرتِ امامؑ کے لیے کاوش

الفتوح میں روایت ہے کہ چھٹے محرم کو عمر بن سعد کے پاس ہر طرف سے لشکر آ گئے تھے اور اُس کی عسکری منصوبہ بندی مکمل ہو چکی تھی۔ حضرت حبیب مظاہر اسدیؓ حضرت امام حسین علیہ السلام کے پاس آئے اور عرض کیا: اس قریب کے علاقے میں بنی اسد کا ایک قبیلہ رہتا ہے مجھے آپؑ اجازت دیں تو میں اُن کے پاس جاؤں اور انھیں آپؑ کی نصرت و معاونت کی دعوت دوں شاید کہ اللہ ربّ العزت آپؑ کی اس مصیبت کو دُور فرمائے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے حبیبؓ! آپ کو اجازت ہے۔ آپ جائیں اور اُن تک پیغام پہنچائیں۔

راوی کہتا ہے کہ حضرت حبیبؓ آدھی رات کے وقت بچ بچا کر مذکورہ قبیلہ تک پہنچے۔ آپ نے انھیں جمع کیا اور دُعا و سلام کے بعد اپنا تعارف کرایا کہ وہ بنی اسد قبیلہ کے فرد ہیں۔ اُنھوں نے بھی آپ کو پہچان لیا تو پوچھا: اس وقت اِدھر آنے کا مقصد کیا ہے؟

آپ نے کہا: میں تمھارے پاس ایک بہترین خبر لایا ہوں۔ تمھارے قرب میں فرزندِ رسولؐ، آپؑ کے اہلِ بیتؑ اور اصحاب تشریف فرما ہیں۔ آپؑ کے اصحاب کا ہر فرد ایک ہزار افراد سے بہتر و برتر ہے۔ اُن کا ہر فرد پیکرِ وفا اور اپنی روح و جان نچھاور کرنے والا ہے۔ اُن کی وفاؤں پر شک نہیں کیا جا سکتا۔ وہ امامؑ کو اکیلا چھوڑ جانے والے ہیں اور نہ دشمن کے حوالے کرنے والے ہیں۔ آپؑ ان سب کا مرکز و محور ہیں۔ فرزندِ رسولؐ کے مقابلے میں عمر بن سعد ہے جس کے پاس بائیس ہزار کا لشکر موجود ہے۔ آپ میری قوم اور قبیلہ کے لوگ ہیں۔ میں تم لوگوں کے حضور خالص، مخلص ناصح کی صورت میں موجود ہوں۔ میری اس درخواست کو نہ ٹھکرائیں۔ آج نصرت کے لیے نکلیں کل قیامت کے دن تم ایک ابدی کامیابی پاؤ گے۔ میں

---

① ارشاد: ج ۲، ص ۸۷؛ روضۃ الواعظین: ص ۲۰۱؛ اعلام الوریٰ: ج ۱، ص ۴۵۲؛ بحارالانوار: ج ۴۴، ص ۳۸۹؛ مثیر الاحزان: ص ۵۰

اللہ رب العزت کی قسم کھا کر کہتا ہوں تم میں سے جو آدمی بھی رسولؐ اللہ کی دختر کے فرزندؑ کے قدموں میں شہید ہوگا اُس کا ٹھکانہ اور مقام اعلیٰ علیین میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہوگا۔

راوی کا بیان ہے کہ بنی اسد کا ایک نوجوان جس کا نام بشر بن عبید اللہ تھا سب سے پہلے اُٹھا اور اُس نے کہا: واللہ! میں وہ پہلا فرد ہوں۔ میں اس دعوت پر لبیک کہتا ہوں۔ پھر اُس نے چند اشعار پڑھے جن کا مفہوم یہ ہے:

> ''میری قوم مجھے اچھی طرح سے جانتی ہے کہ جب جنگ کا بازار گرم ہوتا ہے اور شہسوار میدان میں اُترتے ہیں تو میں شجاعت و بہادری کے جوہر دکھاتا ہوں۔ میری شجاعت کا سکہ دُنیا مانتی ہے۔ میری جواں مردی و پامردی کو زمانہ جانتا ہے۔ جب دشمن پر حملہ آور ہوتا ہوں تو ایسے معلوم ہوتا ہے کہ میں شیر بیشۂ شجاعت ہوں''۔

راوی کہتا ہے کہ بنی اسد قبیلہ کے بہت سے نوجوان مسلح ہو کر حضرت حبیب بن مظاہرؓ کے ساتھ چلے۔ اسی قبیلہ کا ایک آدمی اسی وقت اپنے گھر سے نکلا اور اُس نے عمر بن سعد کو اس واقعہ کی اطلاع دی۔ عمر بن سعد نے فوراً اَزرق بن حرب صیداوی کو چار ہزار کے لشکر کے ساتھ بھیجا۔ اِدھر جناب حبیبؓ اپنے قبیلہ کے جوانوں کو لے کر جا رہے تھے کہ اُن کے سامنے ابن سعد کی فوج آ گئی۔ دونوں لشکروں کے درمیان تلواریں چلنے لگیں۔ شدید ترین جنگ ہوئی۔ جب حضرت حبیبؓ کی اَزرق پر نظر پڑی تو آپ نے چیخ چیخ کر کہا: اے ازرق! ہمارے اور تیرے درمیان کوئی عداوت نہیں ہے کہ تو ہمارا راستہ روک کر کھڑا ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ طرفین میں سخت جنگ ہوئی۔ جب بنی اسد کے جوانوں نے دشمن کو بھاری پایا تو وہ میدان چھوڑ کر اپنے گھروں کی طرف واپس چلے آئے۔ حضرت حبیب بن مظاہرؓ بارگاہِ امامت میں واپس آئے اور واقعہ کی اطلاع دی تو امام علیہ السلام نے لاحول ولا قوۃ...... کا ورد کیا۔ (1)

---

(1) الفتوح: ج۵، ص۹۰؛ مقتل الحسین خوارزمی: ج۱، ص۲۴۳؛ بحارالانوار: ج۴۴، ص۳۸۶

انساب الاشراف: قَالَ: حَبِيبُ بْنُ مُظَهِّرٍ لِلحُسَينِ علیہ السلام: إِنَّ هَاهُنَا حَيًّا مِن بَنِي أَسَدٍ أَعرَابًا يَنزِلُونَ النَّهرَينِ، وَلَيسَ بَينَنَا وَبَينَهُم إِلَّا رَوحَةٌ. أَفَتَأذَنُ لِي فِي إِتيَانِهِم وَدُعَائِهِم. لَعَلَّ اللهَ أَن يَجُرَّهُم إِلَيكَ نَفعًا أَو يَدفَعَ عَنكَ مَكرُوهًا، فَأَذِنَ لَهُ فِي ذٰلِكَ فَأَتَاهُم. فَقَالَ لَهُم:

إِنِّي أَدعُوكُم إِلَى شَرَفِ الآخِرَةِ وَفَضلِهَا وَجَسِيمِ ثَوَابِهَا. أَنَا أَدعُوكُم إِلَى نَصرِ ابنِ بِنتِ نَبِيِّكُم. فَقَد أَصبَحَ مَظلُومًا. دَعَاهُ أَهلُ الكُوفَةِ لِيَنصُرُوهُ. فَلَمَّا أَتَاهُم خَذَلُوهُ. وَعَدَوا عَلَيهِ لِيَقتُلُوهُ. فَخَرَجَ مَعَهُم مِنهُم سَبعُونَ.

وَأَتَى عُمَرَ بنَ سَعدٍ رَجُلٌ مِمَّن هُنَاكَ يُقَالُ لَهُ: جَبَلَةُ بنُ عَمرٍو، فَأَخبَرَهُ خَبَرَهُم فَوَجَّهَ أَزرَقَ بنَ الحَارِثِ الصَّيدَاوِيَّ فِي خَيلٍ، فَحَالُوا بَينَهُم وَبَينَ الحُسَينِ، وَرَجَعَ ابنُ مُظَهِّرٍ إِلَى الحُسَينِ، فَأَخبَرَهُ الخَبَرَ. فَقَالَ: الحَمدُ لِلّٰهِ كَثِيرًا

انساب الاشراف میں روایت ہے کہ حبیب بن مظاہرؓ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت اقدس میں عرض کیا: یہاں قریب بنی اسد کا ایک قبیلہ ہے جو دریا کے کنارے پر آباد ہے۔ ہمارا آپس میں ایک خاندانی تعلق ہے۔ اگر آپؑ اجازت دیں تو میں انھیں دعوت دیتا ہوں شاید اللہ ربّ العزت اُن کے ذریعے آپؑ کی مشکلات کو آسان فرمادے۔

امام علیہ السلام نے اُنھیں اجازت دی تو وہ قبیلہ اسد کے لوگوں کے پاس آئے اور اُن سے کہا: میں تمھیں اُخروی شرافت وفضیلت کے حصول کی دعوت دینے آیا ہوں۔ یہ وہ دعوت ہے کہ اس کے اجر وثواب کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔ میں آپ لوگوں کو تمھارے نبیؐ کی دُختر کے فرزند کی نصرت کی دعوت دیتا ہوں۔ آپؑ اس وقت مظلوم ہیں۔ آپؑ کو اہلِ کوفہ نے اپنی نصرت کا یقین دلایا تھا لیکن جب آپؑ ان کے پاس آئے تو انھوں نے نصرت کرنے سے انکار کردیا اور امامؑ کے قتل کرنے پر اکتفا کرلیا ہے۔

ابن مظاہرؓ کی اس دعوت پر ستر افراد نے لبیک کہی۔ وہ سب کے سب آپ کے ہمراہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف چلے۔ اسی قبیلے کا ایک فرد خفیہ طور پر وہاں سے نکلا اور اُس نے عمر بن سعد کو اس واقعہ کی اطلاع دی جس کا نام جبلہ بن عمر بتایا گیا ہے۔ عمر بن سعد نے اَزرق بن حارث صیداوی کو فوج کے ایک دستے کے ساتھ روانہ کیا۔ اُس نے اُن لوگوں اور امامؑ کے درمیان رکاوٹ کھڑی کر دی تو یہ لوگ واپس چلے گئے اور حبیب بن مظاہرؓ امام علیہ السلام کی خدمت میں واپس آئے اور آپ کو صورتِ حال کی اطلاع دی تو امامؑ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ ①

سات محرم اور پانی کی بندش

تاریخ الطبری عن حمید بن مسلم الازدی: جَاءَ مِن عُبَيدِ اللهِ بنِ زِيَادٍ كِتَابٌ إِلَى عُمَرَ بنِ سَعدٍ:

أَمَّا بَعدُ، فَحُل بَينَ الحُسَينِ وَأَصحَابِهِ وَبَينَ المَاءِ، وَلَا يَذُوقُوا مِنهُ قَطرَةً، كَمَا صُنِعَ بِالتَّقِيِّ الزَّكِيِّ المَظلُومِ أَمِيرِ المُؤمِنِينَ عُثمَانَ بنِ عَفَّانَ.

قَالَ: فَبَعَثَ عُمَرُ بنُ سَعدٍ عَمرَو بنَ الحَجَّاجِ عَلَى خَمسِمِئَةِ فَارِسٍ، فَنَزَلُوا عَلَى الشَّرِيعَةِ، وَحَالُوا بَينَ حُسَينٍ علیہ السلام وَأَصحَابِهِ وَبَينَ المَاءِ أَن يُسقَوا مِنهُ قَطرَةً وَذٰلِكَ قَبلَ قَتلِ الحُسَينِ علیہ السلام بِثَلَاثٍ

قَالَ: وَنَازَلَهُ عَبدُ اللهِ بنُ أَبِي حُصَينٍ الأَزدِيُّ - وَعِدَادُهُ فِي بَجِيلَةَ - فَقَالَ: يَا حُسَينُ، أَلَا تَنظُرُ إِلَى المَاءِ كَأَنَّهُ كَبِدُ السَّمَاءِ! وَاللهِ لَا تَذُوقُ مِنهُ قَطرَةً حَتَّى تَمُوتَ عَطَشًا!

فَقَالَ حُسَينٌ علیہ السلام: اللّٰهُمَّ اقتُلهُ عَطَشًا وَلَا تَغفِر لَهُ أَبَدًا

قَالَ حُمَيدُ بنُ مُسلِمٍ: وَاللهِ لَعُدتُهُ بَعدَ ذٰلِكَ فِي مَرَضِهِ، فَوَاللهِ

---

① انساب الاشراف: ج ۳، ص ۳۸۸

الَّذِی لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ. لَقَدْ رَأَیْتُهُ یَشْرَبُ حَتّٰی بَغِرَ. ثُمَّ یَقِیءُ. ثُمَّ یَعودُ فَیَشْرَبُ حَتّٰی یَبْغَرَ فَمَا یَروٰی. فَمَا زَالَ ذٰلِكَ دَأْبَهُ حَتّٰی لَفَظَ عَصَبَهُ. یَعْنِی نَفْسَهُ

تاریخ طبری میں حمید بن مسلم ازدی سے روایت ہے کہ ابن زیاد کی طرف سے عمر بن سعد کی طرف خط آیا جس کا مفہوم یہ ہے:

"امابعد! حسینؑ اور آپؑ کے اصحاب پر پانی بند کردے، اُن تک قطرہ برابر پانی نہ پہنچنے پائے۔ جس طرح حضرت عثمانؓ کے ساتھ سلوک ہوا تھا اِن کے ساتھ بھی سلوک کرو"۔

راوی کا بیان ہے کہ عمر بن سعد نے عمرو بن حجاج کو پانچ سو سواروں کے ساتھ دریا پر بھیجا۔ وہ دریا کے گھاٹ پر آیا اور اُس نے دریا پر قبضہ کرلیا اور خیامِ حسینؑ کی طرف پانی نہ جانے دیا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت سے تین دن پہلے آپؑ پر پانی بند کر دیا گیا تھا۔

عبداللہ بن ابی حصین کو امامؑ کی بددُعا

عمر بن سعد کی فوج کا ایک بدبخت فوجی جس کا نام عبداللہ بن ابی حصین مذکور ہے، جس کا تعلق بنی بجیلہ سے تھا، نے آپؑ کے سامنے بلند آواز سے کہا:

اے حسینؑ! ذرا اس بہتے ہوئے دریا کی طرف دیکھو کیسا خوبصورت آسمانی رنگ ہے۔ واللہ! تم پیاسے اس دنیا سے جاؤ گے ایک قطرہ بھی نہ ملے گا۔

امام علیہ السلام نے یہ سن کر کہا: خدایا! اس شخص پر پیاس مسلط فرما۔ اسے پیاس کی اذیت سے قتل کر اور اس کی مغفرت کبھی نہ ہونے پائے۔

حمید بن مسلم کا بیان ہے کہ اس پر پیاس مسلط ہوگئی اور یہ آدمی بیمار ہوگیا۔ میں اس کی عیادت کے لیے گیا۔ مجھے قسم اس خدائے وحدہٗ لاشریک کی ہے میں نے اُسے دیکھا کہ وہ سیر ہوکر پانی پیتا ہے پھر بھی پیاس پیاس کی صدائیں بلند کررہا ہے۔ پھر وہ قے کردیتا ہے۔ پھر پانی پیتا ہے، پھر پیاسا ہوجاتا ہے۔ اس کی پیاس نہیں بجھتی تھی۔ آخر اسی حالت میں واصلِ جہنم

ہوا۔ [1]

اخبار الطوال میں ہے، عبیداللہ بن زیاد نے عمر بن سعد کی طرف خط بھیجا کہ حسینؑ اور آپؑ کے اصحاب پر پانی بند کردے۔ وہ ایک ایک گھونٹ پانی کو ترسیں۔

جب یہ خط عمر بن سعد کے پاس پہنچا تو اُس نے عمرو بن حجاج کو حکم دیا کہ وہ پانچ سو سواروں کے ساتھ فوج کھڑی کردے، تاکہ وہ پانی تک نہ پہنچ سکیں۔ یہ آپؑ کی شہادت سے تین دن پہلے کا واقعہ ہے۔ خیامِ حسینؑ میں پانی کا ذخیرہ ختم ہوگیا اور پیاس نے انھیں بے حال کردیا۔ [2]

مقتل الحسینؑ خوارزمی میں روایت ہے، کہ عمر بن سعد کی فوج کا وہ دستہ جو قبیلہ بنی اسد کے لوگوں سے لڑنے کے لیے گیا تھا وہ جب واپس آیا تو ابنِ سعد کے حکم پر اُنھیں دریا پر تعینات کردیا گیا۔ وہ دریا پر اُترے اور اُس نے دریا کو اپنے قبضہ میں لے لیا اور اصحابِ حسینؑ پر پانی بند کردیا۔

خیامِ حسینؑ میں پیاس کا غلبہ ہوگیا۔ آپؑ کا ہر ساتھی پیاس کی شدت کا شکار تھا۔ امام علیہ السلام نے اپنے ہاتھ میں کدال لیا۔ آپؑ خواتین کے خیام کے پیچھے آئے وہاں سے قبلہ کی جانب انیس قدموں کے فاصلے پر اُسی کدال کو زمین پر مارا اور تھوڑی سی مٹی نکالی کہ وہاں سے میٹھے پانی کا چشمہ برآمد ہوا۔ خود آپؑ نے وہی پانی نوش فرمایا باقی تمام لوگوں نے بھی پانی پیا۔ اسی پانی سے تمام برتن بھر لیے گئے۔ پھر وہ چشمہ آنکھوں کے سامنے سے غائب ہوگیا کہ اُس کے آثار بھی نہ رہے۔

جب اس بات کی خبر ابنِ زیاد کو پہنچی تو اُس نے ابنِ سعد کی طرف خط لکھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ حسینؑ کنوئیں کھود رہے ہیں۔ اُنھی کنوؤں کا پانی وہ اور اُن کے اصحاب پی رہے ہیں۔

---

[1] تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۱۲؛ انساب الاشراف: ج ۳، ص ۳۸۹؛ ارشاد: ج ۲، ص ۸۶؛ روضۃ الواعظین: ص ۲۰۱؛ اعلام الوریٰ: ج ۱، ص ۴۵۲؛ بحار الانوار: ج ۴۴، ص ۳۸۹؛ تذکرۃ الخواص: ص ۲۴۸؛ تاریخ یعقوبی: ج ۲، ص ۲۴۴

[2] اخبار الطوال: ص ۲۵۵، بغیۃ الطلب فی تاریخ حلب: ج ۶، ص ۲۶۲۷

خیال رکھ جب تیرے پاس میرا یہ خط پہنچے تو اُنھیں کنوئیں کھودنے سے روک دے اور اُن پر زندگی تنگ کر دے۔ ان تک قطرہ برابر پانی نہ پہنچے دے۔

اس خط کے بعد ابنِ سعد نے مزید رکاوٹیں کھڑی کردیں۔ ①

الفتوح: فی ذِکرِ الامام علیہ السلام حِینَ مُنِعَ مِن الوُصولِ إِلَی المَاءِ۔

فَاشتَدَّ العَطَشُ مِنَ الحُسَینِ علیہ السلام وَأَصحَابِهِ، وَكَادُوا أَن يَمُوتُوا عَطَشًا

الفتوح میں روایت ہے، جب حضرت امام حسین علیہ السلام پر پانی بند کر دیا گیا تو آپؑ اور آپؑ کے اصحاب پر پیاس کا اس قدر غلبہ ہوا تھا کہ وہ جان بلب ہو گئے تھے۔ ②

بستان الواعظین: رَأَیتُ فِي كِتَابِ التَّعَازِي وَالعَزَاءِ مِن وَضعِ أَبِي مُحَمَّدٍ عَبدِاللهِ بنِ مُحَمَّدٍ البللورِيّ: إِنَّ الحُسَينَ علیہ السلام استَسقَىٰ مَاءً حِينَ قُتِلَ، فَمُنِعَ مِنهُ، وَقُتِلَ وَهُوَ عَطشَانُ وَأَتَى اللهَ حَتَّى سَقَاهُ مِن شَرَابِ الجَنَّةِ

بستان الواعظین میں صاحب بستان الواعظین نے کہا ہے کہ میں نے ابو محمد عبداللہ بن محمد البللوری کی کتاب التعازی والعزاء میں دیکھا ہے کہ جس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام کو شہید کیا جا رہا تھا تو اُس وقت آپؑ نے پانی طلب کیا لیکن ظالموں نے انھیں پانی نہ دیا تھا۔ آپؑ پیاسے شہید کر دیے گئے تھے۔ آپؑ جب اللہ ربّ العزت کی بارگاہ میں پہنچے تو اللہ نے آپؑ کے لیے جنّت کے مشروب کا انتظام کیا۔ ③

حضرت عباس علمدارؑ کا دریا کے گھاٹ پر حملہ ہو

الاخبار الطوال: وَلَمَّا اشتَدَّ بِالحُسَينِ علیہ السلام وَأَصحَابِهِ العَطَشُ أَمَرَ أَخَاهُ العَبَّاسَ بنَ عَلِيٍّ علیہ السلام وَكَانَت أُمُّهُ مِن بَنِي عَامِرِ بنِ

① مقتل الحسین خوارزمی: ج ۱، ص ۲۴۴؛ الفتوح: ج ۵، ص ۹۱

② الفتوح: ج ۵، ص ۹۲

③ بستان الواعظین: ص ۲۶۳

صَعصَعَةَ - أَن يَمضِيَ فِي ثَلَاثِينَ فَارِسًا وَعِشرِينَ رَاجِلًا ، مَعَ كُلِّ رَجُلٍ قِربَةٌ حَتَّى يَأتُوا المَاءَ ، فَيُحَارِبُوا ، مَن حَالَ بَينَهُم وَبَينَهُ . فَمَضَى العَبَّاسُ علیہ السلام نَحوَ المَاءِ ، وَامَامَهُم نَافِعُ بنُ هِلَالٍ حَتَّى دَنَوا مِنَ الشَّرِيعَةِ ، فَمَنَعَهُم عَمرُو بنُ الحَجَّاجِ ، فَجَالَدَهُمُ العَبَّاسُ علیہ السلام عَلَى الشَّرِيعَةِ بِمَن مَعَهُ حَتَّى أَزَالُوهُم عَنهَا وَاقتَحَمَ رَجَالَةُ الحُسَينِ علیہ السلام المَاءَ ، فَمَلَئُوا قِرَبَهُم ، وَوَقَفَ العَبَّاسُ علیہ السلام فِي أَصحَابِهِ يَذُبُّونَ عَنهُم حَتَّى أَوصَلُوا المَاءَ إِلَى عَسكَرِ الحُسَينِ علیہ السلام

اخبار الطوال میں روایت ہے، جب خیامِ حسینیؑ میں پانی ختم ہوگیا اور شدتِ عطش کا غلبہ ہوا تو آپؑ نے حضرت عباس علمدار کو حکم دیا کہ آپؑ کی والدہ ماجدہ کا تعلق بنی عامر بن صعصعہ سے تھا کہ وہ تیس سوار اور بیس پیادوں کے ساتھ جائیں اور دریا سے پانی لے آئیں۔ ان تمام لوگوں میں سے ہر ایک کے پاس پانی کا مشکیزہ تھا۔ حسینیؑ جانبازوں نے خوب جنگ کی جو سامنے آیا وہ بچ نہ سکا۔ آخرکار حضرت عباسؑ پانی کی طرف روانہ ہوئے۔ اُن سب کے آگے جناب نافع بن ہلالؓ تھے۔ یہ لوگ گھاٹ کے قریب پہنچے۔ عمرو بن حجاج نے منع کیا کہ وہ دریا سے پانی نہ لیں۔ حضرت عباسؑ نے گھاٹ کے پہرہ داروں کو مار بھگایا۔ آخر وہ سب بھاگ نکلے۔ دریا پر حسینیؑ جانبازوں کا قبضہ ہوگیا۔ حسینیؑ اصحاب نے پانی مشکیزوں میں بھرنا شروع کیا اور اِدھر اصحابِ حسینیؑ اُن کی حفاظت پر کھڑے ہوگئے۔ جو اُدھر آتا آپؑ اُسے بھگا دیتے۔ اس طریقے سے پانی خیامِ حسینیؑ میں پہنچا۔[1]

تاریخ الطبری عن حمید بن مسلم: لَمَّا اشتَدَّ عَلَى الحُسَينِ وَأَصحَابِهِ العَطَشُ ، دَعَا العَبَّاسَ بنَ عَلِيِّ بنِ أَبِي طَالِبٍ علیہ السلام أَخَاهُ ، فَبَعَثَهُ فِي ثَلَاثِينَ فَارِسًا ، وَعِشرِينَ رَاجِلًا ، وَبَعَثَ

[1] اخبار الطوال: ص ۲۵۵؛ بغیۃ الطلب فی تاریخ حلب: ج ۶، ص ۲۶۲۷؛ منتظم کی طرف رجوع کریں: ج ۵، ص ۳۳۶

مَعَهُمْ بِعِشْرِينَ قِرْبَةً. فَجَاؤُوا حَتّٰى دَنَوا مِنَ الْمَاءِ لَيلًا، وَاستَقدَمَ أَمَامَهُمْ بِاللِّوَاءِ نَافِعُ بنُ هِلَالٍ الجَمَلِيُّ

فَقَالَ عَمرُوا بنُ الحَجَاجِ الزُّبَيدِيُّ: مَنِ الرَّجُلُ؟ فَجِئ، فَقَالَ: مَا جَاءَ بِكَ؟ قَالَ: جِئنَا نَشرَبُ مِن هٰذَا الْمَاءِ الَّذِي حَلَّأتُمُونَا عَنهُ. قَالَ: فَاشرَب هَنِيئًا. قَالَ: لَا وَاللهِ، لَا أَشرَبُ مِنهُ قَطرَةً وَحُسَينٌ علیہ السلام عَطشَانُ وَمَن تَرىٰ مِن أَصحَابِهِ! فَطَلَعوا عَلَيهِ. فَقَالَ: لَا سَبِيلَ إِلىٰ سَقيِ هٰؤُلَاءِ، إِنَّمَا وُضِعنَا بِهٰذَا المَكَانِ لِنَمنَعَهُمُ المَاءَ

فَلَمَّا دَنَا مِنهُ أَصحَابُهُ قَالَ لِرِجَالِهِ: إِملَؤُوا قِرَبَكُم. فَشَدَّ الرِّجَالَةُ فَمَلَؤُوا قِرَبَهُمْ وَثَارَ إِلَيهِمْ عَمرُو بنُ الحَجَّاجِ وَأَصحَابُهُ، فَحَمَلَ عَلَيهِمُ العَبَّاسُ بنُ عَلِيٍّ علیہ السلام وَنَافِعُ بنُ هِلَالٍ فَكَفُّوهُمْ، ثُمَّ انصَرَفُوا إِلىٰ رِحَالِهِم. فَقَالُوا: إِمضُوا. وَوَقَفُوا دُونَهُمْ، فَعَطَفَ عَلَيهِمْ عَمرُو بنُ الحَجَّاجِ. طَعَنَهُ نَافِعُ بنُ هِلَالٍ، فَظَنَّ أَنَّهَا لَيسَت بِشَيءٍ، ثُمَّ إِنَّهَا انتَقَضَت بَعدَ ذٰلِكَ فَمَاتَ مِنهَا، وَجَاءَ أَصحَابُ حُسَينٍ علیہ السلام بِالقِرَبِ، فَأَدخَلُوهَا عَلَيهِ

تاریخ طبری میں حمید بن مسلم سے روایت ہے، جب حضرت امام حسین علیہ السلام اور آپؑ کے اصحاب پر پیاس کا غلبہ ہوا تو آپؑ نے حضرت عباسؑ کو اپنے پاس بلایا اور اُن کے ساتھ تیس سوار اور بیس پیادے جوان روانہ کیے۔ ان لوگوں کو بیس مشکیزے بھی دیے۔ یہ سب لوگ رات کے وقت دریا پر پہنچے۔ نافع بن ہلالؓ کے ہاتھ میں علم تھا وہ سب سے آگے تھے۔

عمرو بن حجاج زبیدی نے کہا: کون ہو تم؟ کس لیے آئے ہو؟

حضرت نافعؓ نے کہا: تم لوگوں نے ہم پر پانی بند کر رکھا ہے پانی لینے آئے ہیں۔

عمرو نے کہا: بسم اللہ پانی حاضر ہے پیو۔

جنابِ نافعؓ نے کہا: نہیں واللہ! ہمارے آقا حسینؑ پیاسے ہوں اور ہم پانی پئیں، ایسا

نہیں ہوسکتا۔ اتنے میں وہ سب لوگ بھی اُس کے سامنے آئے۔ ابن حجاج نے کہا: ان لوگوں کو پانی پلانا ممکن نہیں ہے۔ ہم نے ان پر پانی بند کر رکھا ہے۔ یہاں ہماری ڈیوٹی یہی لگائی گئی ہے کہ ان لوگوں کو پانی نہ لینے دیں۔

جب جناب نافعؓ کے ساتھی اُن کے قریب آئے تو اُنھوں نے پیادوں سے کہا کہ وہ اپنی اپنی مشکیں بھر لیں۔ پیادے دریا کی طرف دوڑ پڑے سب نے مشکیں بھر لیں۔ ابن حجاج نے اپنی فوج کے ساتھ اُن پر حملہ کر دیا۔ یہ دیکھ کر حضرت عباسؑ اور حضرت نافعؓ نے بھی اُن کے حملے کا بھر پور جواب دیا کہ عمر بن سعد کی فوج بھاگنے پر مجبور ہوگئی۔ حضرت عباسؑ اور آپؑ کے ساتھیوں نے خیام کا رُخ کیا۔ اُنھوں نے پیادوں سے کہا تم یہاں سے اپنی منزل کی طرف روانہ ہو جاؤ اور خود دشمن کو روکنے کے لیے وہیں ٹھہرے رہے۔ عمرو بن حجاج اپنے سپاہیوں کے ساتھ پھر ان لوگوں پر پلٹ پڑا اور انھیں ہٹا دیا۔

اس دوران حضرت نافعؓ نے عمرو بن حجاج کے ایک سپاہی پر نیزے سے وار کیا۔ یہ سمجھے شاید معمولی زخم آیا ہے مگر کچھ دیر بعد اس کا زخم پھٹ گیا اور وہ موت کا شکار ہوگیا۔ حسینؑ انصار مشکیں لیے ہوئے آئے اور آپؑ کی خدمت میں پہنچا دیں۔ [1]

امامت والسیاست میں روایت ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام اور آپؑ کے اصحاب کربلا میں وارد ہوئے جہاں آپؑ نے اپنے خیمے لگائے تھے وہاں سے دریا کے درمیان ٹیلہ تھا۔ امام علیہ السلام اور آپؑ کے اصحاب نے دریا سے پانی لینے کی کوشش کی تو عمر بن سعد کی فوج نے راستہ روک دیا کہ تم لوگ پانی نہیں لے سکتے۔ شہر بن حوشب نے کہا: تم لوگ یہ پانی نہیں پی سکتے کیونکہ تم لوگوں نے جہنّم کا پانی پینا ہے۔

حضرت عباس علیہ السلام نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: یا ابا عبداللہؑ! ہم حق پر ہیں، ہم ان لوگوں سے جنگ کر کے اپنا مقصد حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں ضرور ان سے جنگ کریں۔

---

[1] تاریخ طبری: ج۵، ص ۴۱۲؛ انساب الاشراف: ج۳، ص ۳۸۹؛ تجارب الامم: ج۲، ص ۷۰؛ مقاتل الطالبیین: ص ۱۱۷؛ تذکرۃ الخواص: ص ۲۴۸

حضرت عباس علیہ السلام اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے اور کچھ سواروں کو اپنے ساتھ لیا اور دشمن کی فوج پر حملہ کر دیا۔ جب دشمن کی فوج بھاگ نکلی تو ان لوگوں نے پانی پیا اور اپنے مشکیزے پانی سے بھر لیے۔ ①

مقتل الحسین للخوارزمی: فِي قَضِيَّةِ مَنعِ الإمَامِ مِنَ المَاءِ:
وَدَعَا [ابنُ سَعدٍ] بِرَجُلٍ يُقَالُ لَهُ: عَمرُو بنُ الحَجَّاجِ الزُّبَيدِيُّ، فَضَمَّ إِلَيهِ خَيلًا كَثِيرَةً. وَأَمَرَهُ أن يَنزِلَ عَلَى الشَّرِيعَةِ الَّتِي هِيَ حِذَاءُ مُعَسكَرِ الحُسَينِ علیہ السلام. فَنَزَلَتِ الخَيلُ عَلَى شَرِيعَةِ المَاءِ فَلَمَّا اشتَدَّ العَطَشُ بِالحُسَينِ علیہ السلام وَأصحَابِهِ دَعَا أخَاهُ العَبَّاسَ علیہ السلام وَضَمَّ إِلَيهِ ثَلَاثِينَ فَارِسًا وَعِشرِينَ رَاجِلًا، وَبَعَثَ مَعَهُم عِشرِينَ قِربَةً فِي جَوفِ اللَّيلِ حَتَّى دَنَوا مِنَ الفُرَاتِ. فَقَالَ عَمرُو بنُ الحَجَّاجِ: مَن هٰذَا؟ فَقَالَ لَهُ هِلَالُ بنُ نَافِعٍ الجَمَلِيُّ: أنَا ابنُ عَمٍّ لَكَ مِن أصحَابِ الحُسَينِ علیہ السلام. جِئتُ حَتَّى أشرَبَ مِن هٰذَا المَاءِ الَّذِي مَنَعتُمُونَا عَنهُ. فَقَالَ لَهُ عَمرُو: اِشرَب هَنِيئًا مَرِيئًا
فَقَالَ نَافِعٌ: وَيحَكَ كَيفَ تَأمُرُنِي أن أشرَبَ مِنَ المَاءِ وَالحُسَينُ علیہ السلام وَمَن مَعَهُ يَمُوتُونَ عَطَشًا؟ فَقَالَ: صَدَقتَ قَد عَرَفتُ هٰذَا، وَلٰكِن أُمِرنَا بِأَمرٍ وَلَا بُدَّ لَنَا أن نَنتَهِيَ إِلَى مَا أُمِرنَا بِهِ
فَصَاحَ هِلَالُ بِأَصحَابِهِ وَدَخَلُوا الفُرَاتَ. وَصَاحَ عَمرُو بِأَصحَابِهِ لِيَمنَعُوا. فَاقتَتَلَ القَومُ عَلَى المَاءِ قِتَالًا شَدِيدًا. فَكَانَ قَومٌ يُقَاتِلُونَ وَقَومٌ يَملَؤُونَ القِرَبَ حَتَّى مَلَؤُوهَا وَقُتِلَ مِن أصحَابِ عَمرِو بنِ الحَجَّاجِ جَمَاعَةٌ، وَلَم يُقتَل مِن أصحَابِ

① امامت والسیاست: ج۲، ص۱۱؛ الفتن: ص۱۳۶؛ المحاسن والمساوی: ص۶۱

الْحُسَيْنِ أَحَدٌ. ثُمَّ رَجَعَ الْقَوْمُ إِلَى مُعَسْكَرِهِمْ بِالْمَاءِ. فَشَرِبَ الْحُسَيْنُ، وَمَنْ كَانَ مَعَهُ. وَلُقِّبَ الْعَبَّاسُ علیہ السلام يَوْمَئِذٍ السَّقَّاءَ

مقتل الحسین خوارزمی میں روایت ہے کہ ابن سعد نے ایک آدمی کو اپنے پاس بلایا کہ جس کا نام عمرو بن حجاج زبیدی تھا تو اُس کے ہمراہ سواروں کی فوج روانہ کی کہ وہ دریا کے گھاٹ پر جائیں اور انصارانِ حسینؑ کو پانی نہ بھرنے دیں۔ ابن سعد کی فوج نے گھاٹ پر قبضہ کرلیا۔ اِدھر حسینی خیام میں پانی ختم ہوگیا تھا۔ ہر آدمی پیاس کی شدت سے جان بہ لب تھا۔ امامؑ نے اپنے بھائی حضرت عباس علمدارؑ کو بلایا اور اُن کے ساتھ تیس سوار اور بیس پیادے روانہ کیے۔ ان پیادوں میں سے ہر ایک کے پاس ایک مشک تھی۔ آدھی رات کا وقت تھا۔ یہ لوگ جب دریا کے قریب پہنچے تو عمرو بن حجاج نے کہا: تم لوگ کون ہو؟

جناب نافع بن ہلالؓ نے کہا: میں تیرے چچا کا بیٹا اور حضرت امام حسین علیہ السلام کا صحابی ہوں میں یہاں پانی کے لیے آیا ہوں، کیونکہ تم لوگوں نے ہم پر پانی بند کردیا ہے۔

عمرو نے کہا: آئیں اور پانی پئیں۔

جنابِ نافعؓ نے کہا: تجھ پر افسوس ہے تم مجھے تو پانی پینے کی دعوت دے رہے ہو اور فرزندِ رسولؐ اور آپؐ کی آل پر پانی بند کر رکھا ہے۔

عمرو بن حجاج نے کہا: ہاں تم سچ کہہ رہے ہو۔ ہم اس امر پر مامور ہیں ہم اُن کی طرف پانی نہیں جانے دیں گے۔

جنابِ نافعؓ نے اپنے ساتھیوں کو آواز دی۔ وہ دریائے فرات پر آگئے۔ اِدھر عمرو نے اپنے ساتھیوں کو آواز دی کہ وہ پانی نہ بھرنے دیں۔ دونوں لشکروں کے درمیان بھرپور جنگ ہوئی لیکن ادھر امامؑ کی پیادہ فوج کے لوگوں نے اپنی اپنی مشکیں بھر لیں۔ عمرو کی فوج کے بہت سے آدمی مارے گئے، لیکن اِدھر حسینیؑ جوانوں کا کوئی جانی نقصان نہ ہوا۔ یہ لوگ صحیح و سلامت خیام میں لوٹے اور اہلِ خیام نے پانی نوش کیا۔ اسی دن سے حضرت عباس علمدارؑ کو "سقا" کا لقب ودیعت ہوا۔ (1)

---

(1) مقتل الحسین خوارزمی: ج ۱، ص ۲۴۴؛ الفتوح: ج ۵، ص ۹۱

ابن زیاد کا ابن سعد کے نام خط

الامالی للصدوق عن عبداللہ بن منصور عن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین عن ابیہ عن جدہ [زین العابدین] علیہ السلام: بَلَغَ عُبَیدَ اللہِ بنَ زِیَادٍ اَنَّ عُمَرَ بنَ سَعدٍ یُسَامِرُ الحُسَینَ علیہ السلام وَیُحَدِّثُہُ وَیَکرَہُ قِتَالَہُ. فَوَجَّہَ اِلَیہِ شِمرَ بنَ ذِی الجَوشَنِ فِی اَربَعَۃِ آلافِ فَارِسٍ، وَکَتَبَ اِلٰی عُمَرَ بنِ سَعدٍ: اِذَا اَتَاکَ کِتَابِی ھٰذَا فَلَا تُمھِلَنَّ الحُسَینَ بنَ عَلِیٍّ، وَخُذ بِکَظَمِہِ، وَحُل بَینَ المَاءِ وَبَینَہُ، کَمَا حِیلَ عُثمَانَ وَبَینَ المَاءِ یَومَ الدَّارِ

امالی صدوق میں عبداللہ بن منصور سے روایت ہے کہ اُس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اور آپؑ نے اپنے والد بزرگوار حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا: عمر بن سعد! حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ راتوں کو باتیں کرتا رہتا ہے اور اُن سے جنگ نہیں کرنا چاہتا تو اُس نے شمر بن ذی الجوشن کو چار ہزار کے لشکر کے ساتھ عمر بن سعد کی طرف بھیجا اور اُس کی طرف خط لکھا کہ جب میرے پاس میرا خط پہنچے تو امام حسینؑ سے جنگ شروع کر دے اور اُنھیں مزید مہلت نہ دے اور اُن پر پانی بند کر دے۔ (۱)

الملھوف: وَرَدَ کِتَابُ عُبَیدِ اللہِ عَلٰی عمر بنِ سَعدٍ، یَحُثُّہُ عَلَی القِتَالِ وَتَعجِیلِ النِّزَالِ وَیُحَذِّرُہُ مِنَ التَّاخِیرِ وَالاِمھَالِ

ملہوف میں روایت ہے کہ ابن زیاد کی طرف سے عمر بن سعد کی طرف خط آیا کہ وہ فوراً جنگ کرے، مزید تاخیر نہ کرے۔ (۲)

الاخبار الطوال: اِنَّ ابنَ زِیَادٍ کَتَبَ اِلٰی عُمَرَ بنِ سَعدٍ. اَمَّا بَعدُ. فَاِنِّی لَم اَبعَثکَ اِلَی الحُسَینِ لِتُطَاوِلَہُ الاَیَّامَ، وَلَا لِتُمَنِّیَہُ السَّلَامَۃَ وَالبَقَاءَ، وَلَا لِتَکُونَ شَفِیعَہُ اِلَیَّ. فَاعرِض

---

(۱) امالی صدوق: ص ۲۳۰؛ بحار الانوار: ج ۴۴، ص ۳۱۵

(۲) الملہوف: ص ۱۳۸

عَلَيْهِ وَعَلَى أَصْحَابِهِ النُّزُولَ عَلَى حُكْمِي. فَإِنْ أَجَابُوكَ فَابْعَثْ بِهِ وَبِأَصْحَابِهِ إِلَيَّ. وَإِنْ أَبَوْا فَازْحَفْ إِلَيْهِ. فَإِنَّهُ عَاقٌّ شَاقٌّ!! فَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَاعْتَزِلْ جُنْدَنَا. وَخَلِّ بَيْنَ شِمْرِ بْنِ ذِي الْجَوْشَنِ وَبَيْنَ الْعَسْكَرِ. فَإِنَّا أَمَرْنَاكَ بِأَمْرِنَا. فَنَادَى عُمَرُ بْنُ سَعْدٍ فِي أَصْحَابِهِ أَنِ انْهَدُوا إِلَى الْقَوْمِ

③ اخبار الطوال میں روایت ہے کہ ابن زیاد نے عمر بن سعد کی طرف خط لکھا کہ جس کا مفہوم یہ ہے:

"اما بعد! میں نے تمھیں حسینؑ کی طرف اس لیے نہیں بھیجا تھا کہ تم وقت گزاری کرتے رہو اور تمھیں اس لیے روانہ نہیں کیا تھا کہ تم ان کی سلامتی کی اُمیدیں لیے رکھو۔ حسینؑ اور اُن کے اصحاب سے بات کرو۔ اگر وہ ہمارا حکم تسلیم کرتے ہیں تو پھر انھیں میری طرف بھیج دو۔ اگر انکاری ہیں تو اُن کی طرف پیش قدمی کرو، کیونکہ وہ حکم عدولی کرنے والے ہیں۔ اگر تمھیں میری یہ بات پسند نہیں ہے تو میرے لشکر کی امارت شمر کے حوالے کر دو اور تم ایک طرف ہو جاؤ۔ ہمارا حکم یہی ہے"۔

اس کے بعد عمر بن سعد چلا چلا کر اپنے اصحاب سے کہنے لگا: فوراً جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔ ①

تاریخ الطبری عن سعد بن عبیدہ: إِنَّا لَمُسْتَنْقِعُونَ فِي الْمَاءِ مَعَ عُمَرَ بْنِ سَعْدٍ، إِذْ أَتَاهُ رَجُلٌ. فَسَارَّهُ وَقَالَ لَهُ: قَدْ بَعَثَ إِلَيْكَ ابْنُ زِيَادٍ جُوَيْرِيَةَ بْنَ بَدْرٍ التَّمِيمِيَّ. وَأَمَرَهُ إِنْ لَمْ تُقَاتِلِ الْقَوْمَ أَنْ يَضْرِبَ عُنُقَكَ

قَالَ: فَوَثَبَ إِلَى فَرَسِهِ فَرَكِبَهُ. ثُمَّ دَعَا بِسِلَاحِهِ فَلَبِسَهُ. وَإِنَّهُ عَلَى فَرَسِهِ. فَنَهَضَ بِالنَّاسِ إِلَيْهِمْ. فَقَاتَلُوهُمْ

① اخبار الطوال: ص ۲۵۵؛ بغیۃ الطلب فی تاریخ حلب: ج۶، ص ۲۶۲۷؛ المنتظم: ج۵، ص ۳۳۶

تاریخ طبری میں سعد بن عُبیدہ سے روایت ہے، ہم لوگ عمر بن سعد کے ساتھ پانی میں تھے اور اپنے جسموں کو گرمی کی شدت سے بچانے کے لیے ٹھنڈک کا سامان کر رہے تھے کہ وہیں اچانک ایک آدمی آیا، اُس نے ابنِ سعد سے کہا: ابنِ زیاد نے تیری طرف جویریہ بن بدر تمیمی کو بھیجا ہے۔ اُس کے پاس پروانہ ہے کہ اگر تم قوم سے جنگ نہیں کرو گے تو تمھیں قتل کر دیا جائے گا۔

راوی کہتا ہے کہ وہ فوراً پانی سے نکلا اور اپنے گھوڑے کی طرف بھاگا۔ اُس پر سوار ہوا۔ اپنا عسکری لباس منگوایا، اُسے پہنا اور اپنی فوج کے ساتھ خیامِ حسینؑ کی طرف پیش قدمی کی۔ (1)

تاریخ طبری میں ابو مخنف سے روایت ہے اُس نے سلیمان بن راشد سے سنا، اُس نے حمید بن مسلم سے سنا، اُس نے کہا کہ عبید اللہ ابنِ زیاد نے شمر بن ذی الجوشن کو اپنے پاس بلایا اور کہا: یہ خط لے کر عمر بن سعد کی طرف روانہ ہو جاؤ۔ وہ حسینؑ اور آپؑ کے اصحاب سے کہے کہ وہ میرے حکم کی تعمیل کریں۔ اگر وہ تعمیل حکم کر لیں تو اُنھیں صحیح وسلامت میری طرف بھیج دے۔ اگر وہ انکار کریں تو اُن سے جنگ کرو۔ اگر عمر بن سعد میرے اس فرمان پر عمل کرے تو تم بھی اس کی اطاعت کرنا، اگر وہ انکار کرے تو پھر تم اُن کے ساتھ جنگ کرنا۔ اُس وقت لشکر کی امارت تمھارے پاس ہوگی۔ ابنِ سعد کو قتل کر دینا اور اُس کا سر میری طرف بھیج دینا۔

ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھے ابو جناب کلبی نے بتایا کہ ابنِ زیاد نے عمر بن سعد کی طرف یہ خط لکھا تھا:

> "اما بعد! میں نے تجھے حسینؑ کی طرف اس لیے نہیں بھیجا تھا کہ تو اُن سے جنگ روک لے اور اس کو طویل کرے اور نہ میں نے اس لیے بھیجا تھا کہ تم ان کی سلامتی چاہو اور نہ اُن کی میرے ہاں سفارش کرو۔
>
> یاد رکھو! اگر حسینؑ اور اُن کے اصحاب میرے حکم کو تسلیم کر لیں تو انھیں صحیح سلامت میرے پاس بھیج دو۔ اگر وہ انکار کریں تو پیش قدمی کرو اور انھیں

(1) تاریخ طبری: ج ۵، ص ۳۹۳؛ انساب الاشراف: ج ۳، ص ۲۲۴؛ تاریخ دمشق: ج ۴۵، ص ۵۳؛ البدایۃ والنہایۃ: ج ۸، ص ۱۷۱

قتل کر دو اور اُن کا مثلہ کرو کیونکہ وہ اس اَمر کے مستحق ہیں۔ جب حسینؑ کو قتل کر دیا جائے تو اُن کے لاشے پر گھوڑے دوڑا دو، کیونکہ وہ نافرمان ہے۔ مجھے یہ معلوم ہے کہ جب کوئی مر جاتا ہے تو مرنے کے بعد اُسے مزید کوئی تکلیف واذیت نہیں ہوتی، لیکن میں نے قسم اُٹھا رکھی ہے کہ اگر میں نے انھیں قتل کر دیا تو ضرور اُن کے لاشے کے ساتھ یہ سلوک کروں گا۔

اگر تم نے ہمارے اس حکم کی تعمیل کی تو تجھے اس کا انعام ملے گا۔ اگر تم نے انکار کیا تو پھر لشکر کی قیادت و امارت شمر کے حوالے کر دو۔ میں نے اُسے حکم دے دیا ہے وہ میرے حکم کی تعمیل کرے گا"۔ والسلام [1]

مقتل الحسین للخوارزمی: رَجَعَ عُمَرُ [ابنُ سَعدٍ] إلىٰ مُعَسكَرِهِ، ثُمَّ إنَّهُ وَرَدَ عَلَيهِ كِتَابٌ مِن ابنِ زِيَادٍ يُؤَنِّبُهُ وَيُضَعِّفُهُ وَيَقُولُ: مَا هٰذِهِ المُطَاوَلَةُ، أُنظُر إن بَايَعَ الحُسَينُ وَأَصحَابُهُ وَنَزَلُوا عِندَ حُكمِي فَابعَث بِهِم إلَيَّ سِلمًا. وَإن أَبَوا ذٰلِكَ فَازحَف إلَيهِم حَتّىٰ تَقتُلَهُم وَتُمَثِّلَ بِهِم. فَإنَّهُم لِذٰلِكَ مُستَحِقُّونَ. فَإذَا قَتَلتَ الحُسَينَ فَأَوطِئِ الخَيلَ ظَهرَهُ وَبَطنَهُ، فَإنَّهُ عَاقٌّ شَاقٌّ قَاطِعٌ ظَلُومٌ!! فَإذَا فَعَلتَ ذٰلِكَ جَزَينَاكَ جَزَاءَ السَّامِعِ المُطِيعِ وَإن أَبَيتَ ذٰلِكَ فَاعتَزِل خَيلَنَا وَجُندَنَا. وَسَلِّمِ الجُندَ وَالعَسكَرَ إلىٰ شِمرِ بنِ ذِي الجَوشَنِ، فَإنَّهُ أَشَدُّ مِنكَ حَزمًا. وَأَمضىٰ مِنكَ عَزمًا

وَقَالَ غَيرُهُ: إنَّ عُبَيدَ اللهِ بنَ زِيَادٍ دَعَا حُوَيرَةَ بنَ يَزِيدَ

---

[1] تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۱۳؛ انساب الاشراف: ج ۳، ص ۳۹۰؛ تاریخ دمشق: ج ۵۳، ص ۵۱؛ ارشاد: ج ۲، ص ۸۸؛ مناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۹۷؛ روضۃ الواعظین: ص ۲۵۱؛ اعلام الوریٰ: ج ۱، ص ۴۵۳؛ بحار الانوار: ج ۴۴، ص ۳۹۱؛ طبقات الکبریٰ: ج ۱، ص ۴۶۶؛ سیر اعلام النبلاء: ج ۳، ص ۳۰۰؛ تاریخ دمشق: ج ۱۴، ص ۲۳۰

التَّمِیمِیَّ . وَقَالَ: إِذَا وَصَلتَ بِکِتَابِی إِلَی عُمَرَ بنِ سَعدٍ. فَإِن قَامَ مِن سَاعَتِهِ لِمُحَارَبَةِ الحُسَینِ فَذَاكَ. وَإِن لَم یَقُم فَخُذهُ وَقَیِّدهُ. وَاندُب شَهرَ بنَ حَوشَبٍ لِیَکُونَ أَمِیرًا عَلَی النَّاسِ فَوَصَلَ الکِتَابُ وَکَانَ فِی الکِتَابِ: إِنِّی لَم أَبعَثكَ. یَابنَ سَعدٍ لِمُنَادَمَةِ الحُسَینِ. فَإِذَا أَتَاكَ کِتَابِی فَخَیِّرِ الحُسَینَ بَینَ أَن یَأتِیَ إِلَیَّ وَبَینَ أَن تُقَاتِلَهُ. فَقَامَ عُمَرُ بنُ سَعدٍ مِن سَاعَتِهِ وَأَخبَرَ الحُسَینَ علیہ السلام بِذٰلِكَ. فَقَالَ لَهُ الحُسَینُ علیہ السلام: أَخِّرنِی إِلَی غَدٍ

مقتل الحسین خوارزمی میں روایت ہے، عمر بن سعد اپنے لشکر کی طرف لوٹا۔ اُس وقت اس کے پاس ابن زیاد کا خط آ چکا تھا اور اس خط کا مضمون یہ ہے:

"تو نے حسینؑ سے جنگ کرنے میں اتنی دیر کیوں کر دی ہے؟ یہ طوالت و مطاولت کس لیے ہے؟ اگر حسینؑ اور اُن کے اصحاب بیعت کرتے ہیں اور میرے حکم کی تعمیل کرتے ہیں تو اُنھیں صحیح و سلامت میرے پاس بھیج دے۔ اگر وہ انکار کرتے ہیں تو پیش قدمی کرو اور اُن کا مُثلہ کر دو کیونکہ وہ اس امر کے مستحق ہیں۔ جب حسینؑ کو قتل کر دینا تو اُن کے لاشے پر گھوڑے دوڑا دینا، کیونکہ وہ نافرمان قطع رحم کرنے والا ہے۔ اگر تو نے اس طرح کر دیا جس طرح میں نے کہا ہے تو تجھے اطاعت گزار جیسا انعام دیا جائے گا۔ اگر انکار کیا تو پھر میرے لشکر کی امارت سے ایک طرف ہو جا اور شمر کے حوالے کر دے۔ وہ تجھ سے زیادہ عقل مند اور پُرعزم ہے"۔

ایک اور راوی کی روایت ہے: عبیداللہ ابن زیاد نے حویرہ بن یزید تمیمی کو اپنے پاس بلایا اور کہا: تو میرا یہ خط عمر بن سعد کے پاس لے جا۔ اگر وہ اُسی وقت حسینؑ سے جنگ کرنے کے لیے کھڑا ہو جائے تو ٹھیک، اگر وہ تیار نہ ہو تو اُسے گرفتار کر لینا۔ شہر بن حوشب کو بلا لینا، تاکہ لشکر کی امارت اپنے ذمہ لے لے۔

یہی خط ابن سعد کے پاس پہنچا۔ اُس خط کا مضمون یہ تھا:

''اے ابن سعد! میں نے تمھیں اس لیے نہیں بھیجا تھا کہ تم حسینؑ سے ہم نشینی رکھو۔ جب میرا خط تجھے ملے تو تم حسینؑ کو میرے پاس لے آؤ یا پھر تم اُس سے جنگ کرو''۔

جب عمر بن سعد نے خط پڑھا تو اُسی وقت جنگ کے لیے کھڑا ہو گیا۔ اِدھر حضرت امام حسین علیہ السلام کو جنگ کرنے کی خبر دے دی گئی تو آپؑ نے ان لوگوں سے ایک رات کی مہلت طلب کی۔ (۱)

حضرت امام حسین علیہ السلام اور آپؑ کے اصحاب کی محصوریت

الکافی میں عبدالملک سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ماہِ محرم کی نو اور دس تاریخ کے روزہ رکھنے کے بارے میں سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا: نو محرم کا وہ دن ہے کہ جس دن حضرت امام حسین علیہ السلام اور آپؑ کے اصحاب رضوان اللہ کو میدانِ کربلا میں گھیر لیا گیا تھا۔ شامی حکومت کی فوجوں نے آپؑ کا محاصرہ کر لیا تھا۔ اس سے ابنِ مرجانہ اور عمر بن سعد کو بہت زیادہ خوشی ہوئی تھی کہ اُنھوں نے کثرت کے ساتھ لوگوں کو امامؑ کے خلاف جمع کر لیا ہے اور آپؑ کو اور آپؑ کے اصحاب کو مستضعف کر دیا ہے۔ انھیں یقین ہو گیا تھا کہ اب عراق سے آپؑ کی معاونت و نصرت کے لیے کوئی نہیں آئے گا۔ ہاں میں اپنے مستضعف اور مسافر بابا پر قربان ہو جاؤں۔ اس دن روزہ رکھنا جائز ہے۔

اس کے بعد آپؑ نے فرمایا: جہاں تک یومِ عاشورا کی بات ہے تو وہ یہ دن ہے کہ جس دن حضرت امام حسین علیہ السلام کے تمام اصحاب اور جوانوں کو شہید کر دیا گیا تھا۔ آخر میں ان ظالموں نے آپؑ کو بے دردی کے ساتھ شہید کر دیا تھا۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے یہاں سوال کیا کہ میں دس محرم کو روزہ رکھ سکتا ہوں؟

آپؑ نے فرمایا: نہیں، ربِ کعبہ کی قسم! اس دن روزہ رکھنا حرام ہے۔ (۲)

---

(۱) مقتل الحسین خوارزمی: ج ۱، ص ۲۴۵؛ الفتوح: ج ۵، ص ۹۳

(۲) الکافی: ج ۴، ص ۱۴۷؛ بحارالانوار: ج ۴۵، ص ۹۵

شمر کی عیاری اور مکاری

تاریخ طبری میں عبداللہ بن شریک عامری سے روایت ہے کہ جب شمر بن ذی الجوشن نے ابن زیاد سے خط لیا تو وہیں عبداللہ بن ابی المحل بھی موجود تھے۔ حضرت اُم البنین بنت حزام اُس کی پھوپھی تھیں۔ اُن کا عقد حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ ہوا تھا۔ اُن سے چار فرزند پیدا ہوئے جن کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

① حضرت عباسؑ ② حضرت عبداللہؑ ③ حضرت جعفرؑ ④ حضرت عثمانؑ

عبداللہ بن محل اُبی محل بن حزام بن خالد بن ربیعہ بن الوحید بن کعب بن عامر بن کلاب نے ابن زیاد سے کہا: اللہ امیر کا بھلا کرے، ہماری بہن کے بیٹے حضرت امام حسین علیہ السلام کے ہمراہ ہیں۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو اُن کے نام امان نامہ لکھ دیں۔

ابن زیاد نے کہا: ہاں میں لکھ دیتا ہوں۔

اُس نے اپنے کاتب سے کہا کہ وہ امان نامہ تحریر کرے۔ کاتب نے امان نامہ تحریر کرکے عبداللہ بن ابی محل کے سپرد کر دیا۔ اُنھوں نے اپنے کرمان نامی غلام کے حوالے کیا کہ وہ کربلا جائے اور یہ امان نامہ اُن کے بھانجوں کے حوالے کر دے۔ اُس کا غلام کربلا آیا اور اُس نے حضرت عباسؑ اور آپؑ کے برادران کو بلایا اور کہا: آپؑ کے ماموں نے آپؑ کے لیے امان نامہ دیا ہے اور امان نامہ یہ ہے۔ ان مقدس جوانوں نے اُسے کہا: ہمارے ماموں کو سلام کہنا اور مزید یہ کہنا:

> ''ہمیں آپ لوگوں کی امان کی ضرورت نہیں ہے۔ ہمارے لیے اللہ رب العزت کی امان ابن سمیہ کی امان سے بہتر ہے''۔

راوی کہتا ہے کہ جب شمر بن ذی الجوشن ابن زیاد کا خط عمر بن سعد کے پاس لایا اور اس خط کو عمر بن سعد نے پڑھا تو عمر بن سعد نے شمر سے کہا: اے شمر! نہایت افسوس کی بات ہے خدا تجھے ذلیل وخوار کرے اللہ تیری ہمسائیگی نصیب نہ کرے، تیرے اِس اقدام پر اللہ تجھے غارت کرے۔ واللہ! مجھے گمان ہے کہ جو خط میں نے ابن زیاد کی طرف بھیجا ہے تو نے اُس کی مخالفت کی ہے اور اُسے میرے خلاف بھڑکایا ہے۔ تم نے ہمارے تمام معاملات کو بگاڑ کر رکھ

دیا ہے۔ ہمیں صلح کی اُمید تھی، لیکن تم نے ہماری کاوشوں کو ناکام کر دیا ہے۔ واللہ! حسینؑ گردن جھکانے والی ہستی نہیں ہیں۔ ان کے پہلو میں وہ دل ہے جو ان باتوں کو برداشت نہیں کر سکتا۔

شمر نے کہا: تم اپنا پروگرام بتاؤ کہ اپنے امیر کے حکم کی تعمیل کرو گے؟ اور اُس کے دشمن کے ساتھ جنگ کرو گے یا نہیں۔ اگر تمھارا جنگ کرنے کا ارادہ نہیں ہے تو پھر میرے اور لشکر کے درمیان سے ایک طرف ہو جاؤ اور لشکر کی امارت میرے حوالے کر دو۔

عمر بن سعد نے کہا: نہیں، خدا تجھے رُسوا کرے میں یہ کام خود کروں گا۔

راوی کا بیان ہے کہ عمر بن سعد نے اپنی فوج کو جنگ کرنے کا حکم دیا۔ یہ جمعرات نو محرم کے دن کی شام تھی۔ اسی دن کی شام کو شمر اصحابِ حسینؑ کے خیام کے سامنے آ کر کھڑا ہوا اور کہا: ہماری بہن کے بیٹے کہاں ہیں؟

اس وقت حضرت عباسؑ، حضرت جعفرؑ اور حضرت عثمانؑ باہر آئے۔ اُنھوں نے شمر سے پوچھا: ہمارے ساتھ تیرا کیا کام ہے؟

اُس نے کہا: تم ہمارے بھانجے ہو، تمھیں امان دی جاتی ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ ان نوجوانوں نے کہا: اللہ ربّ العزت تجھ پر اور تیری امان پر لعنت بھیجے۔ اگر تو ہمارا ماموں ہے ہمیں امان دیتا ہے اور فرزندِ رسولؐ کے لیے امان نہیں ہے۔ (1)

انساب الاشراف: وَقَفَ شِمرٌ فَقَالَ: أَينَ بَنُو أُختِنَا، يَعنِي: العَبَّاسَ وَعَبدَ اللهِ وَجَعفَراً وَعُثمَانَ بَنِي عَلِيِّ بنِ أَبِي طَالِبٍ، وَأُمُّهُم أُمُّ البَنِينَ بِنتُ حِزَامِ بنِ رَبِيعَةَ الكِلَابِيِّ الشَّاعِرِ، فَخَرَجُوا إِلَيهِ، فَقَالَ: لَكُمُ الأَمَانُ. فَقَالُوا: لَعَنَكَ اللهُ وَلَعَنَ أَمَانَكَ؛ أَتُؤمِنُنَا وَابنُ بِنتِ رَسُولِ اللهِ لَا أَمَانَ لَهُ؟!

انساب الاشراف میں روایت ہے کہ شمر نے کہا: ہمارے بھانجے کہاں ہیں؟ یعنی حضرت عباسؑ، حضرت عبداللہؑ، حضرت جعفرؑ اور حضرت عثمانؑ۔ ان سب کی والدہ حضرت اُم

---

(1) تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۱۵؛ الکامل فی التاریخ: ج ۲، ص ۵۵۸؛ البدایۃ والنہایۃ: ج ۸، ص ۱۷۵؛ ارشاد: ج ۲، ص ۸۹؛ اعلام الوریٰ: ج ۱، ص ۴۵۳؛ بحارالانوار: ج ۴۴، ص ۳۹۰

البنین بنت حزام بن ربیعہ کلابی تھیں۔ یہ تمام حضرات شمر کے سامنے آئے تو شمر نے کہا: تمھارے لیے امان ہے۔ ان سب نے کہا: اللہ تجھ پر اور تیری امان پر لعنت کرے ہمارے لیے تو امان ہے اور فرزند رسولؐ کے لیے امان نہیں ہے۔ ①

الفتوح: أَقبَلَ شِمرُ بنُ ذِي الجَوشَنِ حَتّٰى وَقَفَ عَلٰى مُعَسكَرِ الحُسَينِ علیہ السلام فَنَادىٰ بِأَعلىٰ صَوتِهِ: أَينَ بَنُو اُختِنَا عَبدُ اللهِ وَجَعفَرٌ وَالعَبَّاسُ بَنُو عَلِيِّ بنِ أَبِي طَالِبٍ! فَقَالَ الحُسَينُ لِإِخوَتِهِ: أَجِيبُوهُ وَإِن كَانَ فَاسِقًا، فَإِنَّهُ مِن أَخوَالِكُم! فَنَادَوهُ فَقَالُوا: مَا شَأنُكَ وَمَا تُرِيدُ؟ فَقَالَ: يَا بَنِي أُختِي، أَنتُم آمِنُونَ، فَلَا تَقتُلُوا أَنفُسَكُم مَعَ أَخِيكُم الحُسَينِ، وَالزَمُوا طَاعَةَ أَمِيرِ المُؤمِنِينَ يَزِيدَ بنِ مُعَاوِيَةَ!
فَقَالَ لَهُ العَبَّاسُ بنُ عَلِيٍّ علیہ السلام: تَبًّا لَكَ يَا شِمرُ، وَلَعَنَكَ اللهُ، وَلَعَنَ مَا جِئتَ بِهِ مِن أَمَانِكَ هٰذَا يَا عَدُوَّ اللهِ! أَتَأمُرُنَا أَن نَدخُلَ فِي طَاعَةِ العِنَادِ وَنَترُكَ نُصرَةَ أَخِينَا الحُسَينِ

الفتوح میں روایت ہے کہ شمر حضرت امام حسین علیہ السلام کے خیام کے قریب آیا اور بلند آواز کے ساتھ کہا: ہمارے بھانجے عبداللہؓ، جعفرؓ، عباسؓ کہاں ہیں؟

امام علیہ السلام نے اپنے برادران سے فرمایا: اگرچہ وہ فاسق ہے اس کا جواب دو، کیونکہ وہ تمھارا ماموں ہے۔

ان حضراتؓ نے شمر سے کہا: ہم سے تیرا کیا کام ہے؟

شمر نے کہا: ارے ہمارے بھانجو! تمھارے لیے امان ہے۔ اپنے بھائی کے ہمراہ قتل ہونے سے بچو، اپنے آپ کو قتل ہونے سے بچاؤ، یزید کی بیعت کرلو۔

حضرت عباس علمدارؑ نے فرمایا: اے شمر! تیرے لیے ویرانی و تباہی ہو۔ اللہ تجھ پر لعنت کرے اور اُس پر لعنت کرے جس نے ہمارے لیے امان نامہ جاری کیا۔ تو ہمیں حکم دیتا

① انساب الاشراف: ج ۳، ص ۳۹۱؛ المنتظم: ج ۵، ص ۳۳۷؛ تذکرۃ الخواص: ص ۲۴۹

ہے کہ ہم ظالم کی اطاعت کریں اور اپنے برادر امام حسین علیہ السلام کو چھوڑ دیں۔ ①

الملهوف: أَقْبَلَ شِمرُ بنُ ذِي الجَوشَنِ ـ لَعَنَهُ اللهُ ـ فَنَادَى: أَينَ بَنُو أُختِي عَبدُ اللهِ وَجَعفَرٌ وَالعَبَّاسُ وَعُثمَانُ؟ فَقَالَ الحُسَينُ علیہ السلام: أَجِيبُوهُ وَإِن كَانَ فَاسِقًا، فَإِنَّهُ بَعضُ أَخوَالِكُم فَقَالُوا لَهُ: مَا شَأنُكَ؟

فَقَالَ: يَا بَنِي أُختِي، أَنتُم آمِنُونَ، فَلَا تَقتُلُوا أَنفُسَكُم مَعَ أَخِيكُمُ الحُسَينِ، وَالزَمُوا طَاعَةَ أَمِيرِ المُؤمِنِينَ يَزِيدَ بنِ مُعَاوِيَةَ! فَنَادَاهُ العَبَّاسُ بنُ عَلِيٍّ علیہ السلام: تَبَّت يَدَاكَ وَلُعِنَ مَا جِئتَ بِهِ مِن أَمَانِكَ يَا عَدُوَّ اللهِ! أَتَأمُرُنَا أَن نَترُكَ أَخَانَا وَسَيِّدَنَا الحُسَينَ بنَ فَاطِمَةَ وَنَدخُلَ فِي طَاعَةِ اللُّعَنَاءِ أَولَادِ اللُّعَنَاءِ؟! فَرَجَعَ الشِّمرُ إِلَى عَسكَرِهِ مُغضَبًا!

الملہوف میں روایت ہے، شمر لعنتی نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے خیام کے قریب آ کر بلند آواز سے کہا: کہاں ہیں میری بہن کے بیٹے عبداللہؑ، جعفرؑ، عباسؑ اور عثمانؑ؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اگرچہ وہ فاسق ہے اُس کا جواب دو کیونکہ وہ تمھارا ماموں ہے۔

ان حضرات نے شمر سے کہا: تیرا ہم سے کیا کام ہے؟

شمر نے کہا: اے میرے بھانجو! تمھیں امان دی جاتی ہے اپنے بھائی حسینؑ کے ساتھ اپنے آپ کو قتل ہونے سے بچاؤ اور یزید کی بیعت کرلو۔

حضرت عباس علیہ السلام گرج دار آواز کے ساتھ اس سے مخاطب ہوئے: اے شمر! تیرے ہاتھ ٹوٹ پڑیں، اے اللہ کے دشمن! تجھ پر اور امان دہندہ دونوں پر لعنت ہو۔ کیا ہم اپنے برادر بزرگوار اور سید و سردار حسینؑ بن فاطمہؑ کا ساتھ چھوڑ دیں اور لعنتی لوگوں کی لعنتی اولاد کی اطاعت میں داخل ہو جائیں۔

---

① الفتوح: ج ۵، ص ۹۳؛ مقتل الحسین خوارزمی: ج ۱، ص ۲۴۶

یہ سن کر شمر غیظ و غضب کی آگ میں جلتا ہوا اپنے لشکر میں واپس چلا گیا۔ ①

الامالی للشجری عن الحسن بن خضر عن ابیه عن ابن الکلبی:
صَاحَ شِمرُ بنُ ذِی الجوشَنِ یَومَ واقَعُوا الحُسَینَ علیہ السلام فَأَذِنَ لَهُ، فَقَالَ لَهُ: مَا لَكَ؟ قَالَ: هٰذَا أَمَانٌ لَكَ، وَلِإِخوَتِكَ مِن أُمِّكَ أَخَذتُهُ لَكَ مِنَ الأَمِيرِ -یَعنِی ابنَ زِیَادٍ- لِمَكَانِكُم مِنِّی، لِأَنِّی أَحَدُ أَخوَالِكُم، فَاخرُجوا آمِنِینَ. فَقَالَ لَهُ العَبَّاسُ: لَعَنَكَ اللهُ وَلَعَنَ أَمَانَكَ! وَاللهِ، إِنَّكَ تَطلُبُ لَنَا الأَمَانَ أَن کُنَّا بَنِی أُختِكَ، وَلَا یَأمَنُ ابنُ رَسُولِ اللهِ؟!
فَأَرَادَ العَبَّاسُ أَن یَنزِلَ فَقَالَ لَهُ الحُسَینُ: قَدِّم أَخَوَیكَ بَینَ یَدَیكَ، وَهُمَا عَبدُ اللهِ وَجَعفَرٌ، فَإِنَّهُمَا لَیسَ لَهُمَا وَلَدٌ وَلَكَ وَلَدٌ حَتّٰی تَرِبَهُمَا وَتَحتَسِبَهُمَا. فَأَمَرَ أَخَوَیهِ فَنَزَلَا فَقَاتَلَا حَتّٰی قُتِلَا، ثُمَّ نَزَلَ فَقَاتَلَ حَتّٰی قُتِلَ
قَالَ الحَسَنُ: قَالَ أَبِی: وَهٰؤُلَاءِ الثَّلَاثَةُ بَنُو أُمِّ جَعفَرٍ وَهِیَ الكِلَابِیَّةُ وَهِیَ أُمُّ البَنِینَ

امالی الشجری میں حسن بن خضر سے روایت ہے، اس نے اپنے باپ سے سنا اور اس نے ابن کلبی سے سنا کہ شمر بن ذی الجوشن خیام حسینؑ کے قریب گیا۔ حضرت عباسؑ کے نام کی آواز بلند کی کہ تم باہر آ کر میری بات سنو۔

حضرت عباس علیہ السلام نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے اجازت لی۔ امامؑ نے اجازت دی۔ حضرت عباس علیہ السلام نے باہر آ کر اس سے پوچھا: بتا تیرا کیا کام ہے؟

اس نے کہا: تمہارے لیے اور تمہارے بھائیوں کے لیے یہ امان نامہ ہے جو میں نے اپنے امیر سے لیا ہے۔ تم لوگ میرے قریبی رشتہ دار ہو اور میں تمہارا ماموں ہوں۔ امن و امان کے ساتھ یہاں سے ایک طرف ہو جاؤ۔

① الملہوف: ص ۱۳۸؛ مثیر الاحزان: ص ۵۵

حضرت عباس علیہ السلام بولے: تجھ پر اور تیری اس امان پر اللہ کی لعنت ہو۔ واللہ! تو ہمارے لیے امان نامہ اس لیے لایا ہے کہ ہم تیری بہن کے بیٹے ہیں اور فرزند رسولؐ کے لیے امان نہیں ہے؟

جب دس محرم کو جنگ کا بازار گرم ہوا تو حضرت عباس علیہ السلام نے میدانِ جنگ میں جانے کا ارادہ کیا تو حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: آپؑ پہلے اپنے بھائیوں حضرت عبداللہ اور حضرت جعفرؓ کو بھیجو، کیونکہ اُن کی اولاد نہیں ہے اور آپؑ کا ایک فرزند ہے، تا کہ وہ اُن کا وارث بنے۔ حضرت عباس علیہ السلام نے اپنے دونوں بھائیوں کو حکم دیا کہ وہ میدانِ جنگ میں جائیں۔ ان دونوں شہزادوں نے جنگ کی اور شہادت کا جام نوش کیا۔ ان کے بعد خود حضرت عباس علیہ السلام میدانِ جنگ میں اُترے، جنگ کی اور شہادت کی اَبدی سعادت حاصل کی۔

راوی حسن بن خضر نے کہا: مجھے میرے والد نے بتایا: یہ تینوں ہستیاں اُمِ جعفر کے فرزند تھے۔ اس مخدومہ کا تعلق خاندانِ کلابیہ سے تھا۔ ان کا نام حضرت اُم البنینؑ تھا۔ ①

امام کا عبادتِ خداوندی کے لیے ایک رات کی مہلت مانگنا

تاریخ الطبری عن أبي مخنف عن الحارث بن حصيرة عن عبدالله بن شريك حَدَّثَ فِي عَصرِ يَومِ التَّاسُوعاءِ: إنَّ عُمَرَ بنَ سَعدٍ نادىٰ: يَاخيل وَأبشِري! فَرَكِبَ فِي النّاسِ، ثُمَّ زَحَفَ نَحوَهُم بَعدَ صَلاةِ العَصرِ، وَحُسَينٌ علیہ السلام جالِسٌ اِمامَ بَيتِهِ، مُحتَبِيًا بِسَيفِهِ، اِذ خَفَقَ بِرأسِهِ عَلىٰ رُكبَتَيهِ، وَسَمِعَت أختُهُ زَينَبُ علیہا السلام الصَّيحَةَ، فَدَنَت مِن أخِيهَا، فَقالَت: يَا أخي، أمَا تَسمَعُ الأَصواتَ قَدِ اقتَرَبَت؟!

قَالَ: فَرَفَعَ الحُسَينُ علیہ السلام رَأسَهُ، فَقالَ: إنّي رَأيتُ رَسُولَ اللهِ فِي المَنامِ، فَقالَ لِي: إنَّكَ تَروحُ إلَينا، قالَ: فَلَطَمَت أختُهُ

---

① امالی الشجری: ج ۱، ص ۱۷۵

وَجهَهَا ، وَقَالَت: يَاوَيلَتَا! فَقَالَ: لَيسَ لَكِ الوَيلُ يَا أُخَيَّةُ ، اسكُنِي رَحِمَكِ الرَّحمٰنُ!

وَقَالَ العَبَّاسُ بنُ عَلِيٍّ علیہ السلام: يَا أَخِي! أَتَاكَ القَومُ. قَالَ: فَنَهَضَ، ثُمَّ قَالَ: يَا عَبَّاسُ اركَب بِنَفسِي أَنتَ يَا أَخِي حَتَّى تَلقَاهُم، فَتَقُولَ لَهُم: مَا لَكُم، وَمَا بَدَا لَكُم؛ وَتَسأَلَهُم عَمَّا جَاءَ بِهِم؟ فَأَتَاهُمُ العَبَّاسُ علیہ السلام. فَاستَقبَلَهُم فِي نَحوٍ مِن عِشرِينَ فَارِسًا، فِيهِم زُهَيرُ بنُ القَينِ وَحَبِيبُ بنُ مُظَاهِرٍ . فَقَالَ لَهُمُ العَبَّاسُ: مَا بَدَا لَكُم وَمَا تُرِيدُونَ؟ قَالُوا: جَاءَ أَمرُ الأَمِيرِ بِأَن نَعرِضَ عَلَيكُم أَن تَنزِلُوا عَلَى حُكمِهِ، أَو نُنَازِلَكُم!

قَالَ: فَلَا تَعجَلُوا حَتَّى أَرجِعَ إِلَى أَبِي عَبدِ اللهِ، فَأَعرِضَ عَلَيهِ مَا ذَكَرتُم . قَالَ: فَوَقَفُوا . ثُمَّ قَالُوا : اِلقَهُ فَأَعلِمهُ ذٰلِكَ . ثُمَّ القَنَا بِمَا يَقُولُ

قَالَ: فَانصَرَفَ العَبَّاسُ علیہ السلام رَاجِعًا يَركُضُ إِلَى الحُسَينِ علیہ السلام يُخبِرُهُ بِالخَبَرِ ، وَوَقَفَ أَصحَابُهُ يُخَاطِبُونَ القَومَ . فَقَالَ حَبِيبُ بنُ مُظَاهِرٍ لِزُهَيرِ بنِ القَينِ : كَلِّمِ القَومَ إِن شِئتَ وَإِن شِئتَ كَلَّمتُهُم

فَقَالَ لَهُ زُهَيرٌ: أَنتَ بَدَأتَ بِهٰذَا ، فَكُن أَنتَ تُكَلِّمُهُم . فَقَالَ لَهُم حَبِيبُ بنُ مُظَاهِرٍ : أَمَا وَاللهِ ، لَبِئسَ القَومُ عِندَ اللهِ غَدًا قَومٌ يَقدَمُونَ عَلَيهِ قَد قَتَلُوا ذُرِّيَّةَ نَبِيِّهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وَعِترَتَهُ وَأَهلَ بَيتِهِ علیہم السلام وَعُبَّادَ أَهلِ هٰذَا المِصرِ المُجتَهِدِينَ بِالأَسحَارِ ، وَالذَّاكِرِينَ اللهَ كَثِيرًا!

فَقَالَ لَهُ عَزرَةُ بنُ قَيسٍ: إِنَّكَ لَتُزَكِّي نَفسَكَ مَا استَطَعتَ!

فَقَالَ لَهُ زُهَيرٌ: يَا عَزرَةُ! إِنَّ اللهَ قَد زَكَّاهَا وَهَدَاهَا ، فَاتَّقِ اللهَ

يَا عَزْرَةُ ، فَإِنِّي لَكَ مِنَ النَّاصِحِينَ ، أَنْشُدُكَ اللهَ يَا عَزْرَةُ أَن تَكُونَ مِمَّن يُعِينُ الضَّلَالَ عَلَى قَتْلِ النُّفُوسِ الزَّكِيَّةِ!

قَالَ: يَا زُهَيْرُ! مَا كُنتَ عِندَنَا مِنْ شِيعَةِ أَهلِ البَيتِ ، إِنَّمَا كُنتَ عُثمَانِيًّا ! قَالَ: أَفَلَستَ تَستَدِلُّ بِمَوقِفِي هٰذَا أَنِّي مِنهُم! أَمَا وَاللهِ، مَا كَتَبتُ إِلَيهِ كِتَابًا قَطُّ، وَلَا أَرسَلتُ إِلَيهِ رَسُولًا قَطُّ، وَلَا وَعَدتُهُ نُصرَتِي قَطُّ، وَلٰكِنَّ الطَّرِيقَ جَمَعَ بَينِي وَبَينَهُ، فَلَمَّا رَأَيتُهُ ذَكَرتُ بِهِ رَسُولَ اللهِ وَمَكَانَهُ مِنهُ ، وَعَرَفتُ مَا يُقدَمُ عَلَيهِ مِن عَدُوِّهِ وَحِزبِكُم ، فَرَأَيتُ أَن أَنصُرَهُ، وَأَن أَكُونَ فِي حِزبِهِ، وَأَن أَجعَلَ نَفسِي دُونَ نَفسِهِ حِفظًا لِمَا ضَيَّعتُم مِن حَقِّ اللهِ وَحَقِّ رَسُولِهِ

قَالَ : وَأَقبَلَ العَبَّاسُ بنُ عَلِيٍّ يَركُضُ حَتّٰى انتَهٰى إِلَيهِم ، فَقَالَ: يَا هٰؤُلَاءِ إِنَّ أَبَا عَبدِ اللهِ يَسأَلُكُم أَن تَنصَرِفُوا هٰذِهِ العَشِيَّةَ حَتّٰى يَنظُرَ فِي هٰذَا الأَمرِ...... وَكَانَ العَبَّاسُ بنُ عَلِيٍّ حِينَ أَتٰى حُسَينًا بِمَا عَرَضَ عَلَيهِ عُمَرُ بنُ سَعدٍ قَالَ: إِرجِع إِلَيهِم ، فَإِنِ استَطَعتَ أَن تُؤَخِّرَهُم إِلٰى غُدوَةٍ وَتَدفَعَهُم عِندَ العَشِيَّةِ، لَعَلَّنَا نُصَلِّي لِرَبِّنَا اللَّيلَةَ وَندعُوهُ وَنَستَغفِرُهُ، فَهُوَ يَعلَمُ أَنِّي قَد كُنتُ أُحِبُّ الصَّلَاةَ لَهُ، وَتِلَاوَةَ كِتَابِهِ ، وَكَثرَةَ الدُّعَاءِ وَالإِستِغفَارِ!

قَالَ أَبُو مِخنَفٍ: حَدَّثَنِي الحَارِثُ بنُ حَصِيرَةَ ، عَن عَبدِ اللهِ بنِ شَرِيكٍ العَامِرِيِّ ، عَن عَلِيِّ بنِ الحُسَينِ علیہ السلام قَالَ: أَتَانَا رَسُولٌ مِن قِبَلِ عُمَرَ بنِ سَعدٍ ، فَقَامَ مِثلَ حَيثُ يُسمَعُ الصَّوتُ، فَقَالَ: إِنَّا قَد أَجَّلنَاكُم إِلٰى غَدٍ، فَإِنِ استَسلَمتُم سَرَّحنَا بِكُم إِلٰى أَمِيرِنَا عُبَيدِ اللهِ بنِ زِيَادٍ، وَإِن أَبَيتُم فَلَسنَا تَارِكِيكُم

تاریخ طبری میں ابومخنف سے روایت ہے، اُس نے حارث بن حصیرہ سے سنا اور اُس نے عبداللہ بن شریک عامری سے سنا، اُس نے کہا: نو محرم کی عصر کو عمر بن سعد نے اپنے لشکر کو آواز دی: اے اللہ کے لشکر! جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ، تمھارے لیے فتح کی خوشخبری ہے۔

اُس نے اپنا گھوڑا طلب کیا، اُس پر سوار ہوا اور نمازِ عصر کے بعد فرزندِ رسولؐ سے جنگ کرنے کے لیے آپؑ کی طرف روانہ ہوا۔ اُس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے خیمہ کے سامنے اس طرح تشریف فرما تھے کہ آپؑ کے دونوں گھٹنے بلند تھے اور تلوار پر ٹیکے ہوئے تھے۔ آپؑ نے گھٹنوں پر سر رکھا ہوا تھا۔ اِدھر آپؑ کی بہن حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے شور کی آواز سنی تو بی بیؑ اپنے بھائی کے پاس آئیں اور کہا: بھائی جان! آپؑ نے سنا کہ لوگوں کی آوازیں قریب سے آرہی ہیں۔

امام علیہ السلام نے زانو سے سر بلند کیا اور فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے کہ آپؐ مجھ سے فرماتے ہیں: تم جلد ہمارے پاس آنے والے ہو۔

جب بہن نے یہ سنا تو اپنا منہ پیٹ لیا اور کہا: ہائے افسوس!

آپؑ نے فرمایا: بہن! آپؑ لوگوں کے لیے کوئی ویل و افسوس کا اَمر نہیں ہے۔ بہن! اللہ ربّ العزت آپؑ پر رحم کرے، خاموش رہو۔

حضرت عباسؑ کا امامؑ کے پاس آنا

حضرت عباس علیہ السلام نے امام علیہ السلام سے عرض کیا: اے برادر! اُن لوگوں نے پیش قدمی کر دی ہے۔

یہ سن کر امام علیہ السلام کھڑے ہوئے اور فرمایا: میں تم پر قربان جاؤں، گھوڑے پر سوار ہو جاؤ اور اِن سے پوچھو تم کیا چاہتے ہو؟ تمھارا ارادہ کیا ہے؟ اور اِدھر آنے کا سبب کیا ہے؟

حضرت عباس علیہ السلام بیس سواروں کو ساتھ لے کر کہ جن میں جناب زُہیر بن قینؓ، جناب ...ب بن مظاہرؓ بھی تھے۔ ان لوگوں نے کہا: امیر کا یہ حکم آیا ہے کہ تم لوگوں سے کہہ دیں کہ اُس کے حکم پر تم جھک جاؤ اور ہمیں تسلیم کر لو۔ نہیں تو پھر ہم تم سے جنگ کریں گے۔

حضرت عباس علیہ السلام نے فرمایا: ٹھہرو میں ابی عبداللہ الحسینؑ کے پاس جا کر تمھارا پیغام پہنچاتا ہوں۔ یہ لوگ ٹھہر گئے اور کہنے لگے: جاؤ انھیں خبردار کرو اور پھر ہمیں بیان کرو کہ وہ کیا کہتے ہیں؟

حضرت عباس علیہ السلام اپنا گھوڑا دوڑا کر امام علیہ السلام کی خدمت اقدس میں یہ خبر لے کر چلے۔ باقی تمام انصار ان لوگوں سے گفتگو کرنے کے لیے ٹھہرے رہے۔ اس دوران حضرت حبیب بن مظاہرؓ نے حضرت زُہیر بن قینؓ سے کہا: تم ان لوگوں سے گفتگو کرو یا کہو تو میں کچھ کہوں۔

جناب زُہیر نے کہا: ابتداء تم نے کی ہے تم ان سے گفتگو کرو۔ جناب حبیبؓ نے ان لوگوں سے خطاب کیا۔

حضرت حبیب بن مظاہرؓ کا خطاب

> ”سنو! کل تمام لوگ اللہ ربّ العزت کے حضور آئیں گے۔ واللہ! بہت برے وہی لوگ ٹھہریں گے جنھوں نے اُس کے نبیؐ کی ذُرّیت کو، آپؐ کی عترت کو، آپؐ کے اہلِ بیتؑ کو اور اس شہر کے عابدوں کو قتل کیا ہوگا، جن کی صبح عبادت میں گزرتی ہے، جن کی زبان پر ذکر خدا جاری رہتا ہے“۔

یہ سن کر عزرہ بن قیس بولا: تم سے جہاں تک ہو سکے اپنے نفس کو پاک رکھو۔

حضرت زُہیرؓ اور عزرہ کی گفتگو

جناب زُہیرؓ نے اُس سے کہا: اے عزرہ! خدا نے ان کے نفس کو پاک کیا ہے، انھیں ہدایت عطا کی ہے۔ اے عزرہ! خدا سے ڈرو۔ میں تیری خیر خواہی کا کلمہ کہتا ہوں۔ اے عزرہ! خدا کے واسطے ان نفوسِ ذکیہ کے قتل میں ان لوگوں کے ساتھ تو شریک نہ ہو، جو اس ضلالت کے بانی ہیں۔

عزرہ نے کہا: اے زہیرؓ! ہم تو تمھیں اہلِ بیتؑ کے شیعوں میں سے نہیں جانتے تھے۔ تم تو ان کے مخالف تھے۔

زُہیرؓ نے کہا: مجھے اس مقام پر دیکھ کر بھی کیا تو نہیں سمجھتا کہ میں ان لوگوں میں سے

ہوں؟ سن بخدا! میں نے کبھی کوئی خط انھیں نہیں لکھا، نہ کبھی کوئی قاصد اُن کی طرف بھیجا۔ نہ کبھی ان سے نصرت کا وعدہ میں نے کیا۔ ہوا یہ کہ راستے میں ان سے میری ملاقات ہوئی۔ انھیں دیکھ کر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یاد آگئے اور ان کے مرتبہ جو ان کے رشتہ سے ہے اُس کا خیال آیا اور میں سمجھ گیا کہ یہ کن دشمنوں اور تمھارے ٹولے کے لوگوں میں جا رہے ہیں۔ بس میں نے یہ فیصلہ کیا کہ اُن کی نصرت کروں اور ان کی جماعت میں شریک ہوجاؤں اور اپنی جان ان کی مقدس جان پر فدا کروں تاکہ جس حقِ خدا اور حقِ رسولؐ کو تم لوگوں نے ضائع کردیا ہے اس کی حفاظت کروں۔ اتنے میں حضرت عباسؑ بن علیؑ گھوڑے کو ایڑ لگاتے ہوئے ان لوگوں تک پہنچے اور فرمایا:

اے لوگو! ابوعبداللہ بن حسینؑ تم سے اس بات کا سوال کرتے ہیں کہ اس وقت تم سب واپس چلے جاؤ تاکہ ہم اس باب میں غوروفکر کرلیں۔ یہ ایسی بات ہے کہ ابھی تک تمھارے اور امامؑ کے درمیان اس اُمر میں بات چیت نہیں ہوئی تھی۔ کل صبح کو ان شاء اللہ پھر ہم لوگ ملیں گے۔

حضرت عباس علیہ السلام نے عمر بن سعد سے فرمایا: ہمارے آقاؑ نے فرمایا ہے کہ ہم اس رات اپنے معبود کی عبادت کرلیں اور دُعائیں مانگ لیں۔ وہ لوگ جانتے ہیں کہ مجھے نماز، تلاوتِ قرآن، کثرتِ دُعا و استغفار سے کتنی محبت ہے۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت ہے: ابن سعد کا ایک قاصد ہمارے پاس آیا اور ایسے مقام پر کھڑا ہوگیا جہاں سے آواز سنائی دیتی تھی۔ کہا: ہم نے تم لوگوں کو صبح تک کی مہلت دے دی ہے۔ اگر تم اطاعت کرلو گے تو تمھیں اپنے امیر ابن زیاد کے پاس لے جائیں گے۔ اگر انکار کرو گے تو پھر تمھیں نہیں چھوڑیں گے۔ [1]

الفتوح میں روایت ہے کہ عمر بن سعد نے اپنے لشکر کو آواز دی: اے اللہ کے لشکر! اپنے

---

[1] تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۱۶؛ انساب الاشراف: ج ۳، ص ۳۹۱؛ المنتظم: ج ۵، ص ۳۳۷؛ الکامل فی التاریخ: ج ۲، ص ۵۵۸؛ البدایۃ والنہایۃ: ج ۸، ص ۱۷۶؛ ارشاد: ج ۲، ص ۸۹؛ اعلام الوریٰ: ج ۱، ص ۴۵۳؛ بحارالانوار: جلد ۴۴، ص ۳۹۱؛ تجارب الامم: ج ۲، ص ۷۳؛ روضۃ الواعظین: ص ۲۰۲؛ المناقب ابن شہرآشوب: ج ۴، ص ۹۸۔

گھوڑوں پر سوار ہو جاؤ۔ راوی کا کہنا ہے کہ لشکر تیار ہو کر حضرت امام حسین علیہ السلام کے خیام کی طرف بڑھا۔ اُس وقت امام علیہ السلام اس صورت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپؑ کے دونوں گھٹنے بلند تھے اور تلوار پر ٹکے ہوئے تھے۔ آپؑ نے گھٹنوں پر سر رکھا ہوا تھا۔ آپؑ کی ہمشیرہ زینب عالیہؑ نے شور کی آواز سنی تو فوراً اپنے بھائی کے پاس آئیں اور آپؑ کے جسم کو حرکت دی اور عرض کیا: بھائی جان! کیا آپؑ یہ آوازیں نہیں سن رہے جو بالکل قریب ہیں؟

امام علیہ السلام نے اپنا سر بلند کیا اور فرمایا: اے بہن! میں نے ابھی اپنے نانا، بابا، والدہ حضرت فاطمہؑ اور اپنے بھائی امام حسنؑ کو خواب میں دیکھا ہے۔ انھوں نے فرمایا: اے حسینؑ! آپؑ بہت جلد ہمارے پاس آنے والے ہو۔ اے بہن! واقعی یہی کچھ ہونے والا ہے، اس میں کوئی شک نہیں ہے۔

جب یہ گفتار حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے سنی تو اُنھوں نے اپنے چہرے پر طمانچے مارنے شروع کر دیے اور بلند آواز کے ساتھ کہا: ہائے ہماری قسمت۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: بہن! رُک جاؤ اور خاموش ہو جاؤ، واویلا نہ کرو۔ اس سے ہمارا دشمن خوش ہوگا۔

اس وقت حضرت عباس علم دار علیہ السلام امام علیہ السلام کی بارگاہ میں آئے اور عرض کیا: دشمن نے پیش قدمی کر دی ہے، اب آپ کا کیا حکم ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: گھوڑے پر سوار ہو جاؤ اور اُن لوگوں کے پاس جاؤ اور اُن سے پوچھو وہ کیا چاہتے ہیں؟ جو کچھ وہ کہیں وہ مجھے آکر بتاؤ۔

حضرت عباس علیہ السلام اپنے بھائیوں اور دس سواروں کے ساتھ اُن لوگوں کے پاس گئے۔

جب اُن کے قریب ہوئے تو پوچھا: تمھارا کیا کام ہے اور اس وقت تم کیا چاہتے ہو؟

مخالف لشکر نے کہا: ہمیں ہمارے امیر نے حکم دیا ہے کہ حسینؑ اور آپؑ کے اصحاب بیعت کریں یا پھر جنگ کے لیے تیار ہو جائیں۔

حضرت عباس علیہ السلام نے فرمایا: جلدی نہ کرو۔ میں ابھی اپنے سردار کا پیغام لاتا ہوں۔

یہ تمام لوگ وہیں کھڑے ہو گئے۔ حضرت عباس علیہ السلام امام علیہ السلام کی خدمت میں پہنچے اور

آپ کو دشمن کے ارادہ کی خبر دی۔ کچھ لمحات کے لیے امام علیہ السلام نے اپنا سر جھکایا۔ حضرت عباسؑ آپؑ کے سامنے کھڑے رہے اور حسینؑ انصار ان عمر بن سعد کی فوج سے خطاب کرتے رہے۔

حضرت حبیب بن مظاہرؓ نے اپنے خطاب میں کہا:

"سنو! کل تمام لوگ اللہ ربّ العزت کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے۔ واللہ! بدترین وہ لوگ ٹھہریں گے جنھوں نے اُس کے نبیؐ کی ذرّیت اور آپؐ کی اس اہلِ بیت کو قتل کیا جو تہجد گزار ہیں، شبانہ روز کثرت کے ساتھ اللہ کا ذکر کرنے والے ہیں اور اُن کے اُن اصحاب کو قتل کیا جو متقی اور اَبرار ہیں"۔

اس دوران عمر بن سعد کا ایک ساتھی جس کا نام عزرہ بن قیس بتایا گیا ہے، وہ بول پڑا: اے ابنِ مظاہر! تم جس قدر ممکن ہو اپنی پاک دامنی اور تزکیہ بیان کرتے رہو۔

حضرت زُہیرؓ نے اُسے جواب دیتے ہوئے فرمایا: اے ابنِ قیس! اللہ سے ڈرو، تم ان لوگوں میں سے نہ بنو جو گمراہ لوگوں کی اعانت کرتے ہیں اور سیّد الانبیاءؐ کی عترتِ طاہرہ کو قتل کرتے ہیں۔

عزرہ بن قیس نے کہا: اے زُہیرؓ! ہم آپ کو اہلِ بیتِ رسولؐ کا طرف دار نہیں سمجھتے تھے۔ تم تو اِن کے مخالف تھے؟

اِدھر یہ حضرت عمر بن سعد کی فوج کو خطاب کر رہے تھے اور حضرت امام حسین علیہ السلام جنگ کے بارے میں سوچ بچار کر رہے تھے اور حضرت عباسؑ آپؑ کے سامنے کھڑے تھے۔

امام علیہ السلام کا پیغام لے کر حضرت عباس علیہ السلام عمر بن سعد کے لشکر کی طرف آئے اور اُن سے فرمایا: ابوعبداللہ تم لوگوں سے یہ سوال کرتے ہیں کہ تم لوگ اس وقت واپس چلے جاؤ، تاکہ اس اَمر میں مزید غور و فکر کرلیں، ان شاء اللہ کل صبح تم سے ملاقات ہوگی۔

فوجیوں نے عمر بن سعد کو مطلع کیا۔ اُس نے شمر سے پوچھا: اب کیا کیا جائے؟

اُس نے کہا: جو فیصلہ امیرِ لشکر کا ہے، وہی میرا ہے۔

عمر بن سعد نے اپنی فوج کے دوسرے لوگوں سے پوچھا: تم کیا چاہتے ہو؟

اس کی فوج کا ایک آدمی جس کا نام عمرو بن حجاج زبیدی تھا اُس نے کہا: سبحان اللہ

العظیم اگر یہ ترک و دیلم کے لوگ ہوں اور ہم سے یہی سوال کریں تو ہم پر واجب ہے کہ انھیں ایک رات کی مہلت دیں۔ یہ تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیتؑ ہیں۔

عمر بن سعد نے کہا: ہم تم لوگوں کو کل صبح تک کی مہلت دیتے ہیں۔ اگر تم ہمیں تسلیم کر لو گے تو ٹھیک ورنہ تم سے جنگ کریں گے۔

اس کے بعد دونوں فریقین اپنے اپنے مقامات پر چلے گئے۔ (1)

الملهوف: لَمَّا رَأَى الْحُسَيْنُ عليه السلام حِرْصَ الْقَوْمِ عَلَى تَعْجِيلِ الْقِتَالِ وَقِلَّةَ انْتِفَاعِهِمْ بِالْوَعْظِ وَالْمَقَالِ، قَالَ لِأَخِيهِ الْعَبَّاسِ عليه السلام: إِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَصْرِفَهُمْ عَنَّا فِي هٰذَا الْيَوْمِ فَافْعَلْ: لَعَلَّنَا نُصَلِّي لِرَبِّنَا فِي هٰذِهِ اللَّيْلَةِ . فَإِنَّهُ يَعْلَمُ أَنِّي أُحِبُّ الصَّلٰوةَ لَهُ وَتِلَاوَةَ كِتَابِهِ

قَالَ الرَّاوِي: فَسَأَلَهُمُ الْعَبَّاسُ عليه السلام ذٰلِكَ. فَتَوَقَّفَ عُمَرُ بْنُ سَعْدٍ. فَقَالَ لَهُ عَمْرُو بْنُ الْحَجَّاجِ الزُّبَيْدِيُّ: وَاللهِ. لَوْ أَنَّهُمْ مِنَ التُّرْكِ وَالدَّيْلَمِ وَسَأَلُوا ذٰلِكَ لَأَجَبْنَاهُمْ . فَكَيْفَ وَهُمْ آلُ مُحَمَّدٍ؟! فَأَجَابُوهُمْ إِلَى ذٰلِكَ

قَالَ الرَّاوِي: وَجَلَسَ الْحُسَيْنُ عليه السلام فَرَقَدَ. ثُمَّ اسْتَيْقَظَ وَقَالَ: يَا أُخْتَاهُ إِنِّي رَأَيْتُ السَّاعَةَ جَدِّي مُحَمَّداً عليه السلام وَأَبِي عَلِيًّا وَأُمِّي فَاطِمَةَ وَأَخِي الْحَسَنَ عليه السلام وَهُمْ يَقُولُونَ: يَا حُسَيْنُ. إِنَّكَ رَائِحٌ إِلَيْنَا عَنْ قَرِيبٍ، وَفِي بَعْضِ الرِّوَايَاتِ: غَدًا

قَالَ الرَّاوِي: فَلَطَمَتْ زَيْنَبُ عليها السلام وَجْهَهَا . وَصَاحَتْ: فَقَالَ لَهَا: الْحُسَيْنُ: مَهْلًا ! لَا تُشْمِتِي الْقَوْمَ بِنَا

الملهوف میں روایت ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے دشمن کی جنگ کرنے میں تعجیل دیکھی اور اپنے انصار کی گفتگو کو غیر موثر پایا کہ دشمن کسی صورت میں نصیحت کو قبول کرنے

---

(1) الفتوح: ج ۵، ص ۹۷؛ مقتل الحسین خوارزمی: ج ۱، ص ۲۴۹

والا نہیں ہے۔ تو آپؑ نے اپنے برادر حضرت عباسؑ سے فرمایا: ان لوگوں کے پاس جاؤ اور ان سے ایک رات کی مہلت طلب کرو تا کہ ہم اس رات اللہ ربّ العزت کی عبادت و بندگی کر سکیں۔ یہ لوگ خوب جانتے ہیں کہ مجھے نماز اور تلاوتِ قرآن سے کتنی محبت ہے۔

حضرت عباس علیہ السلام عمر بن سعد کی فوج کے پاس آئے اور اُن سے کہا: امامؑ ایک رات کی مہلت چاہتے ہیں۔ یہ سن کر عمر بن سعد سوچ میں پڑ گیا۔

عمرو بن حجاج زبیدی نے کہا: واللہ! اگر یہ ترک و دیلم ہوتے اور ہم سے یہ سوال کرتے تو ہم ان کا سوال پورا کرتے، یہ تو آلِ محمدؐ ہیں۔

عمر بن سعد کی فوج نے ایک رات کا مطالبہ منظور کر لیا۔

راوی کا بیان ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام بیٹھے تھے کہ آپ کو اُونگھ آ گئی۔ جب آپؑ بیدار ہوئے تو اپنی بہن حضرت زینبؑ سے فرمایا: اے بہن! ابھی میں نے خواب میں اپنے نانا رسولؐ اللہ، والد امام علیؑ بن ابی طالبؑ، والدہ حضرت فاطمہؑ اور برادر امام حسنؑ کو دیکھا ہے۔ اُنھوں نے فرمایا ہے: اے حسینؑ! آپؑ بہت جلد ہمارے پاس آنے والے ہیں۔ بعض روایات میں ہے کہ کل صبح کو آنے والے ہیں۔

حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے اپنے چہرے پر طمانچے مارنا شروع کر دیے اور آہ و فغان بلند کرنے لگیں۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: بہن! خاموش ہو جاؤ، اس سے دشمن خوش ہوگا۔ ①

مثیر الاحزان: فَلَمَّا كَانَ التَّاسِعُ مِنَ الْمُحَرَّمِ دَعَاهُمْ عُمَرُ بْنُ سَعْدٍ إِلَى الْمُحَارَبَةِ. فَأَرْسَلَ الْحُسَيْنُ علیہ السلام الْعَبَّاسَ علیہ السلام يَلْتَمِسُ مِنْهُمْ تَأْخِيرَ تِلْكَ اللَّيْلَةِ. فَقَالَ عُمَرُ لِشِمْرٍ: مَا تَقُولُ؟ قَالَ: أَمَّا أَنَا لَوْ كُنْتُ الْأَمِيرَ لَمْ أُنْظِرْهُ. فَقَالَ عَمْرُو بْنُ الْحَجَّاجِ بْنِ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ يَغُوثَ الزُّبَيْدِيُّ: سُبْحَانَ اللهِ! وَاللهِ، لَوْ كَانَ مِنَ التُّرْكِ وَالدَّيْلَمِ وَسَأَلُوكَ عَنْ هٰذَا مَا كَانَ لَكَ أَنْ

① اللہوف: ص ۱۵۰؛ بحار الانوار: ج ۴۴، ص ۳۹۱

تمنعهم حينئذٍ أمهلهم
فَكَانَ لَهُمْ فِي تِلْكَ اللَّيْلَةِ دَوِيٌّ كَالنَّحلِ مِنَ الصَّلَاةِ وَالتِّلَاوَةِ
فَجَاءَ إِلَيْهِمْ جَمَاعَةٌ مِن أَصْحَابِ عُمَرَ بنِ سَعدٍ

مثیر الاحزان میں روایت ہے کہ نو محرم کا دن تھا، عمر بن سعد نے اپنی فوج کو جنگ کرنے کا حکم دیا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے حضرت عباس علیہ السلام کو ان کی طرف بھیجا کہ وہ ایک رات تک جنگ مؤخر کردیں۔

عمر نے شمر سے کہا: تم بتاؤ کیا کیا جائے؟

اس نے کہا: امیر تم ہو، میں امیر ہوتا تو بات کرتا۔

عمر بن سعد نے عمرو بن حجاج زبیدی سے پوچھا تو اس نے کہا: سبحان اللہ! واللہ! اگر یہ ترک و دیلم کے لوگ ہوتے اور تم سے یہی سوال کرتے تو انھیں مہلت دی جاتی۔ تم انھیں ایک رات کی مہلت دے دو۔

اسی شب خیامِ حسینی سے نماز و تلاوتِ قرآن کی اس طرح آوازیں بلند تھیں جس طرح شہد کے چھتے سے آوازیں سنی جاسکتی ہیں۔ اسی رات عمر بن سعد کے کچھ فوجی ادھر خیامِ حسینی کے قریب آئے تو انھوں نے یہ روایت کی تھی۔ ①

الطبقات الطبری (الطبقة الخامسة من الصحابة): قَدِمَ شِمرُ بنُ ذِي الجَوشَنِ الضِّبَابِيُّ عَلَى عُمَرَ بنِ سَعدٍ بِمَا أَمَرَهُ بِهِ عُبَيدُ اللهِ عَشِيَّةَ الخَمِيسِ، لِتِسعٍ خَلَونَ مِنَ المُحَرَّمِ، سَنَةَ إِحدَى وَسِتِّينَ بَعدَ العَصرِ، فَنُودِيَ فِي العَسكَرِ فَرَكِبُوا، وَحُسَينٌ جَالِسٌ، أَمَامَ بَيتِهِ مُحتَبِيًا، فَنَظَرَ إِلَيهِم قَد أَقبَلُوا فَقَالَ لِلعَبَّاسِ بنِ عَلِيِّ بنِ أَبِي طَالِبٍ: اِلقَهُم فَاسأَلهُم مَا بَدَا لَهُم، فَسَأَلَهُم فَقَالُوا: أَتَانَا كِتَابُ الأَمِيرِ يَأمُرُنَا أَن نَعرِضَ عَلَيكَ أَن تَنزِلَ عَلَى حُكمِهِ، أَو نُنَاجِزَكَ!

---

① مثیر الاحزان: ص ۵۲

فَقَالَ: إِنصَرِفُوا عَنَّا العَشِيَّةَ حَتَّى نَنظُرَ لَيلَتَنَا هٰذِهِ فِيمَا عَرَضتُم فَانصَرَفَ عُمَرُ

طبقات الکبریٰ میں روایت ہے کہ شمر بن ذی الجوشن ضبابی عمر بن سعد کے پاس آیا۔ یہ جمعرات کی عصر کا وقت تھا۔ محرم کی نو تاریخ تھی۔ ہجرت کا ۶۱ واں سال تھا۔ لشکر کو آواز دی گئی کہ وہ جنگ کے لیے تیار ہو جائے۔ اُس وقت امام حسین علیہ السلام اپنے خیمہ کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ آپؑ کی نگاہ لشکر پر پڑی جو آپؑ کی طرف آ رہا تھا۔ آپؑ نے حضرت عباسؑ سے فرمایا: ان لوگوں سے پوچھو وہ کیا چاہتے ہیں؟

جب حضرت عباس علیہ السلام اُن کے پاس گئے اور پیش قدمی کی وجہ پوچھی تو اُنھوں نے کہا: ہمارے پاس ہمارے امیر کا خط آیا ہے کہ ہم آپ لوگوں کے سامنے اپنے امیر کا حکم رکھیں، تا کہ تم اس کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر لو۔ اگر حکم تسلیم نہیں کرو گے تو ہم تم سے جنگ کریں گے۔

عمر بن سعد نے اپنے لشکر سے کہا: اب واپس چلو۔ رات گزر جانے دو، صبح کو دیکھیں گے۔ اس کے بعد عمر بن سعد واپس چلا گیا۔[1]

اخبار الطوال میں روایت ہے کہ عمر بن سعد نے خمیس کی شام اور جمعہ کی رات نو محرم کے دن حضرت امام حسین علیہ السلام کے لشکر کی طرف پیش قدمی کی۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اُن سے ایک رات کی مہلت کا مطالبہ کیا۔ اُنھوں نے ایک رات کی مہلت دے دی۔[2]

حضرت امام حسین علیہ السلام کی اپنے اہل بیتؑ اور اصحاب سے گفتگو

تاریخ الطبری عن أبي مخنف عن الحارث بن حصيرة عن عبدالله بن شريك العامري عن علي بن الحسين علیہ السلام: جَمَعَ الحُسَينُ علیہ السلام أَصحَابَهُ بَعدَمَا رَجَعَ عُمَرُ بنُ سَعدٍ، وَذٰلِكَ عِندَ قُربِ المَسَاءِ. قَالَ عَلِيُّ بنُ الحُسَينِ علیہ السلام: فَدَنَوتُ مِنهُ لِأَسمَعَ

---

① طبقات الکبریٰ: ج ۱، ص ۴۶۶؛ سیر اعلام النبلاء: ج ۳، ص ۳۰۱؛

② اخبار الطوال: ص ۲۵۶؛ بغیۃ الطلب فی تاریخ حلب: ج ۶، ص ۲۶۲۷

وَأَنَا مَرِيضٌ، فَسَمِعْتُ أَبِي وَهُوَ يَقُولُ لِأَصْحَابِهِ:
أُثْنِي عَلَى اللهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى أَحْسَنَ الثَّنَاءِ، وَأَحْمَدُهُ عَلَى السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ، اللّٰهُمَّ إِنِّي أَحْمَدُكَ عَلَى أَنْ أَكْرَمْتَنَا بِالنُّبُوَّةِ وَعَلَّمْتَنَا الْقُرْآنَ، وَفَقَّهْتَنَا فِي الدِّينِ، وَجَعَلْتَ لَنَا أَسْمَاعًا وَأَبْصَارًا، وَأَفْئِدَةً، وَلَمْ تَجْعَلْنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ
أَمَّا بَعْدُ، فَإِنِّي لَا أَعْلَمُ أَصْحَابًا أَوْلَى وَلَا خَيْرًا مِنْ أَصْحَابِي، وَلَا أَهْلَ بَيْتٍ أَبَرَّ وَلَا أَوْصَلَ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي، فَجَزَاكُمُ اللهُ عَنِّي جَمِيعًا خَيْرًا، أَلَا وَإِنِّي أَظُنُّ يَوْمَنَا مِنْ هٰؤُلَاءِ الْأَعْدَاءِ غَدًا، أَلَا، وَإِنِّي قَدْ رَأَيْتُ لَكُمْ، فَانْطَلِقُوا جَمِيعًا فِي حِلٍّ، لَيْسَ عَلَيْكُمْ مِنِّي ذِمَامٌ، هٰذَا اللَّيْلُ قَدْ غَشِيَكُمْ فَاتَّخِذُوهُ جَمَلًا

تاریخ طبری میں ابومخنف سے روایت ہے، اُس نے حارث بن حصیرہ سے سنا، اس نے عبداللہ بن شریک عامری سے سنا، اُس نے حضرت امام علی بن حسین علیہ السلام سے سنا۔ جب عمر بن سعد اپنے لشکر سمیت واپس چلا گیا تو حضرت امام حسین علیہ السلام نے شام کے وقت اپنے اصحاب کو جمع کیا۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں: میں اس وقت مریض تھا۔ میں اُن کے قریب چلا گیا تا کہ بات سن سکوں۔ میرے والد نے اپنے اصحاب سے جو خطاب فرمایا وہ یہ ہے:

"میں خدائے تبارک وتعالیٰ کی بہترین حمد وثنا بجا لاتا ہوں، راحت و مصیبت میں اُس کا شکر ادا کرتا ہوں۔ خدایا! میں تیرا شکر بجا لاتا ہوں کہ تُو نے ہم لوگوں کو نبوت کی کرامت دی، تُو نے ہمیں قرآن کا علم دیا، تُو نے ہمیں اپنے دین کا فہم وعلم عطا کیا۔ تُو نے ہمیں سماعت و بصارت و دل دیا، تُو نے ہمیں شرک اور مشرکین سے دُور رکھا۔ اس کے بعد مجھے تم سے یہ کہنا ہے کہ اپنے اصحاب و انصار سے افضل و بہتر انصار اور اپنے اہلِ بیتؑ سے زیادہ وفادار، فرمانبردار اہلِ بیتؑ میں نے نہیں دیکھے۔

سنو! میں سمجھ چکا ہوں کہ ان دشمنوں کے ہاتھوں صبح کو ہم لوگوں کی قضا ہے۔ سنو! تم سب کے بارے میں میری رائے ہے۔ میری اجازت سے تم سب چلے جاؤ۔ میری طرف سے تمہیں کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ دیکھو رات کی تاریکی چھائی ہوئی ہے۔ اسے غنیمت جانو"۔ ①

اہل بیتؑ اور اصحاب امامؑ کا جواب

تاریخ الطبری عن الضحاك بن عبدالله المشرقی: قَدِمتُ وَمالِكُ بنُ النَّضرِ الأرحَبِيُّ عَلَى الحُسَينِ عليه السلام، فَسَلَّمنا عَلَيهِ، ثُمَّ جَلَسنا إلَيهِ، فَرَدَّ عَلَينا، وَرَحَّبَ بِنا، وَسَألَنا عَمّا جِئنا لَهُ، فَقُلنا: جِئنا لِنُسَلِّمَ عَلَيكَ، وَنَدعُوَ اللهَ لَكَ بِالعافِيَةِ، ونُحدِثَ بِكَ عَهداً، ونُخبِرَكَ خَبَرَ النّاسِ، وَإنّا نُحَدِّثُكَ أنَّهُم قَد جَمَعوا عَلى حَربِكَ فَرَ رَأيَكَ

فَقالَ الحُسَينُ عليه السلام: حَسبِيَ اللهُ وَنِعمَ الوَكيلُ! قالَ: فَتَذَمَّمنا وَسَلَّمنا عَلَيهِ، وَدَعَونا اللهَ لَهُ

قالَ: فَما يَمنَعُكُما مِن نُصرَتي؟ فَقالَ مالِكُ بنُ النَّضرِ: عَلَيَّ دَينٌ، وَلي عِيالٌ. فَقُلتُ لَهُ: إنَّ عَلَيَّ دَيناً، وَإنَّ لي لَعِيالاً، وَلكِنَّكَ إن جَعَلتَني في حِلٍّ مِنَ الانصِرافِ إذا لَم أجِد مُقاتِلاً قاتَلتُ عَنكَ ما كانَ لَكَ نافِعاً، وَعَنكَ دافِعاً!

قالَ: قالَ: فَأنتَ في حِلٍّ، فَأقَمتُ مَعَهُ. فَلَمّا كانَ اللَّيلُ قالَ: هذَا اللَّيلُ قَد غَشِيَكُم، فَاتَّخِذوهُ جَمَلاً، ثُمَّ لِيَأخُذ كُلُّ رَجُلٍ مِنكُم بِيَدِ رَجُلٍ مِن أهلِ بَيتي، تَفَرَّقوا في سَوادِكُم

---

① تاریخ طبری: ج ۵، ص ۳۱۸؛ الکامل فی التاریخ: ج ۲، ص ۵۵۹؛ ارشاد: ج ۲، ص ۹۱؛ اعلام الوریٰ: ج ۱، ص ۴۵۵؛ روضۃ الواعظین ص ۲۵۳؛ بحار الانوار: ج ۴۴، ص ۳۹۲؛ تجارب الامم: ج ۲، ص ۷۳؛ البدایۃ والنہایۃ: ج ۸، ص ۱۷۶

وَمَدائِنِكُمْ حَتّى يُفَرِّجَ اللهُ .فَإنَّ القَوْمَ إنَّما يَطْلُبُونِي، وَلَوْ قَدْ أَصَابُونِي لَهَوا عَنْ طَلَبِ غَيْرِي

فَقَالَ لَهُ إخْوَتُهُ وَأَبْنَاؤُهُ وَبَنُو أَخِيهِ وَ ابْنَا عَبْدِ اللهِ بْنِ جَعْفَرٍ: لِمَ نَفْعَلُ ؛ لِنَبْقَى بَعْدَكَ؛ لَا أَرَانَا اللهُ ذَلِكَ أَبَدًا .

بَدَأَهُمْ بِهٰذَا القَوْلِ العَبَّاسُ بْنُ عَلِيٍّ علیہ السلام ثُمَّ إنَّهُمْ تَكَلَّمُوا بِهٰذَا وَنَحْوِهِ

فَقَالَ الحُسَيْنُ علیہ السلام: يَا بَنِي عَقِيلٍ! حَسْبُكُمْ مِنَ القَتْلِ بِمُسْلِمٍ، اذْهَبُوا قَدْ أَذِنْتُ لَكُمْ قَالُوا: فَمَا يَقُولُ النَّاسُ؟! يَقُولُونَ إنَّا تَرَكْنَا شَيْخَنَا وَسَيِّدَنَا وَبَنِي عُمُومَتِنَا خَيْرَ الأَعْمَامِ ، وَلَمْ نَرْمِ مَعَهُمْ بِسَهْمٍ ، وَلَمْ نَطْعَنْ مَعَهُمْ بِرُمْحٍ ، وَلَمْ ، وَلَمْ نَضْرِبْ مَعَهُمْ بِسَيْفٍ وَلَا نَدْرِي مَا صَنَعُوا! لَا وَاللهِ، لَا نَفْعَلُ، وَلٰكِنْ نَفْدِيكَ أَنْفُسَنَا وَأَمْوَالَنَا وَأَهْلُونَا ، وَنُقَاتِلُ مَعَكَ حَتّى نَرِدَ مَوْرِدَكَ .فَقَبَّحَ اللهُ العَيْشَ بَعْدَكَ......

قَالَ : فَقَامَ إلَيْهِ مُسْلِمُ بْنُ عَوْسَجَةَ الأَسَدِيُّ، فَقَالَ: أَنَحْنُ نُخَلِّي عَنْكَ وَلَمَّا نُعْذِرْ إلَى اللهِ فِي أَدَاءِ حَقِّكَ؟! أَمَا وَاللهِ، حَتّى أَكْسِرَ فِي صُدُورِهِمْ رُمْحِي، وَأَضْرِبَهُمْ بِسَيْفِي مَا ثَبَتَ قَائِمُهُ فِي يَدِي ، وَلَا أُفَارِقُكَ، وَلَوْ لَمْ يَكُنْ مَعِي سِلَاحٌ أُقَاتِلُهُمْ بِهِ لَقَذَفْتُهُمْ بِالحِجَارَةِ دُونَكَ حَتّى أَمُوتَ مَعَكَ

قَالَ: وَقَالَ سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الحَنَفِيُّ : وَاللهِ، لَا نُخَلِّيكَ حَتّى يَعْلَمَ اللهُ أَنَّا حَفِظْنَا غَيْبَةَ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فِيكَ ، وَاللهِ، لَوْ عَلِمْتُ أَنِّي أُقْتَلُ، ثُمَّ أُحْيَا ، ثُمَّ أُحْرَقُ حَيًّا ، ثُمَّ أُذَرُّ ، يُفْعَلُ ذَلِكَ بِي سَبْعِينَ مَرَّةً مَا فَارَقْتُكَ حَتّى أَلْقَى حِمَامِي دُونَكَ فَكَيْفَ لَا أَفْعَلُ ذَلِكَ ! وَإنَّمَا هِيَ قَتْلَةٌ وَاحِدَةٌ ، ثُمَّ هِيَ

الكَرَامَةُ الَّتِي لَا انْقِضَاءَ لَهَا أَبَدًا!؛

قَالَ: وَقَالَ زُهَيْرُ بْنُ الْقَيْنِ: وَاللهِ، لَوَدِدْتُ أَنِّي قُتِلْتُ، ثُمَّ نُشِرْتُ، ثُمَّ قُتِلْتُ حَتَّى أُقْتَلَ كَذَا أَلْفَ، وَأَنَّ اللهَ يَدْفَعُ بِذٰلِكَ الْقَتْلَ عَنْ نَفْسِكَ وَعَنْ أَنْفُسِ هٰؤُلَاءِ الْفِتْيَةِ مِنْ أَهْلِ بَيْتِكَ

قَالَ: وَتَكَلَّمَ جَمَاعَةُ أَصْحَابِهِ بِكَلَامٍ يُشْبِهُ بَعْضُهُ بَعْضًا فِي وَجْهٍ وَاحِدٍ، فَقَالُوا وَاللهِ، لَا نُفَارِقُكَ، وَلٰكِنَّ أَنْفُسَنَا لَكَ الْفِدَاءُ، نَقِيكَ بِنُحُورِنَا وَجِبَاهِنَا وَأَيْدِينَا، فَإِذَا نَحْنُ قُتِلْنَا كُنَّا وَفَّيْنَا وَقَضَيْنَا مَا عَلَيْنَا

تاریخ طبری میں ضحاک بن عبداللہ مشرقی سے روایت ہے کہ میں اور مالک بن نضر ارحبی حضرت امام حسین علیہ السلام کے پاس گئے۔ آپؑ کو سلام کر کے بیٹھ گئے۔ آپؑ نے جواب سلام سے خیر مقدم کیا اور آنے کا سبب پوچھا۔ ہم نے کہا: ہم آپؑ کے پاس اس لیے آئے ہیں کہ آپؑ کو سلام کریں۔ آپؑ کی سلامتی کی دعا خدا سے مانگیں، آپؑ سے ملاقات کریں، لوگوں کی حالت آپؑ سے بیان کریں۔

سنیے! ہم آپؑ سے صاف صاف کہہ دیتے ہیں کہ یہ تمام لوگ آپؑ کے خلاف جنگ کرنے پر جمع ہو گئے ہیں، آپؑ اپنی فکر کریں۔

یہ سن کر حضرت امام حسین علیہ السلام نے کہا: حَسْبِيَ اللهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ۔

ان کا بیان ہے کہ یہ سن کر ہم دونوں شرمندہ ہوئے اور اللہ سے آپؑ کے لیے دعا مانگنے لگے۔

آپؑ نے فرمایا: میری نصرت کرنے کو تمھیں کیا امر مانع ہے؟

مالک نے کہا: میں قرض دار ہوں، صاحب عیال ہوں۔

میں نے بھی یہی کچھ کہا: مقروض ہوں اور عیال دار ہوں لیکن جب کوئی لڑنے والا نہ رہے تو مجھے واپس جانے کی اجازت دے دیجیے گا۔ پھر میں آپؑ کی طرف سے قتال بھی کروں گا۔ اگر دیکھوں گا کہ میرا نصرت کرنا آپؑ کے لیے نافع ہے اور آپؑ کی مصیبت کو میں دفع کر سکتا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: تمھیں اجازت ہے۔ یہ سن کر ضحاک کہتا ہے کہ میں وہیں ٹھہر رہا۔

آلِ عقیلؑ کا جذبۂ ایثار و جہاد

جب رات چھا گئی تو آپؑ نے فرمایا: دیکھو رات کی تاریکی چھا چکی ہے، اسے غنیمت سمجھو، تم میں سے ایک ایک شخص میرے اہلِ بیتؑ میں سے ایک ایک شخص کا ہاتھ پکڑے۔ پھر جب تک خدا اطمینان دے تم سب اپنے اپنے قصبوں اور شہروں میں نکل جاؤ۔ ان لوگوں کا مطلوب صرف میں ہوں، مجھے قتل کر لیں گے تو پھر کسی اور کا خیال بھی نہ کریں گے۔

یہ سن کر آپؑ کے بھائی، بیٹے، بھتیجے، بھانجے، سب یک بارگی پکار اُٹھے۔ ہم سے ایسا نہیں ہوگا کہ آپؑ کے بعد ہم زندہ ہیں۔ خدا وہ دن ہی ہمیں نہ دکھائے۔ سب سے پہلے حضرت عباسؑ نے یہ کلمہ ادا کیا۔ پھر سب نے اسی طرح گفتگو کی۔

امام علیہ السلام نے پکار کر کہا: اے اولادِ عقیلؑ! مسلم کا قتل ہونا تمھارے لیے کافی ہے۔ تم چلے جاؤ۔ میں اجازت دیتا ہوں۔ اُنھوں نے کہا: لوگ کیا کہیں گے؟ ہاں یہی کچھ کہیں گے کہ ہم اپنے سید و سردار، آقا و مولا اور اُن کے ساتھ بنی عم کو جو بہترین عم تھے، چھوڑ کر چلے آئے۔ نہ ان کے ساتھ شریک ہو کر ایک تیر لگایا نہ برچھی کا وار کیا نہ کوئی تلوار کا ہاتھ مارا۔ یہ بھی معلوم نہ ہوا کہ ان پر کیا گزری۔ ہرگز نہیں، واللہ! ہم میں سے یہ نہیں ہو سکے گا۔ ہم اپنی جانیں، اپنا مال، اپنے اہل و عیال کو آپؑ پر فدا کریں گے۔ آپؑ کے ساتھ شریک ہو کر قتال کریں گے۔ جو آپؑ پر گزرے وہی ہم پر، خدا وہ زندگی نہ دے جو آپؑ کے بعد ہو۔

مسلم بن عوسجہؓ کا استقلال

جناب مسلم بن عوسجہؓ اسدی کھڑے ہوئے اور اُنھوں نے کہا: ہم آپؑ کو چھوڑ کر چلے جائیں اور ابھی خدا کے حضور آپؑ کے حق سے ہماری ذمہ داری ختم نہیں ہوئی؟ ہاں! واللہ جب تک میری برچھی ان لوگوں کے سینوں میں پیوست نہ ہو جائے جب تک تلوار کے قبضہ پر میرا ہاتھ ہے اور اپنی تلوار سے اُن پر وار نہ کرلوں میں آپؑ سے جدا نہیں ہوں گا۔ اگر ان سے لڑنے کے لیے میرے پاس ہتھیار نہ ہوتے تو میں آپؑ کی نصرت میں اُنھیں پتھر مار مار کر آپؑ ہی کے ساتھ قتل ہو جاتا۔

سعد بن عبداللہ کا جذبۂ ایثار

جناب سعد بن عبداللہ نے کہا: واللہ! ہم آپ کو چھوڑ کر نہیں جائیں گے۔ خداوند تعالیٰ یہ تو دیکھ لے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غیبت میں ہم نے آپ کو کس طرح اور کیسی حفاظت کی۔ واللہ! اگر میں جانتا کہ میں قتل ہو جاؤں گا، پھر زندہ کیا جاؤں گا، پھر جیتا جلا دیا جاؤں گا، پھر میری خاکستر اڑا دی جائے گی۔ ستر مرتبہ یہی حالت مجھ پر گزرے گی تو جب بھی آپ کی نصرت میں جب تک مجھے موت نہ آجاتی آپ سے جدا نہ ہوتا۔ اب تو صرف ایک دفعہ قتل ہونا ہے اور اس میں وہ شرف و کرامت ہے جسے تا ابد زوال نہیں ہے۔ پھر میں اُسے کیوں نہ حاصل کروں؟

زُہیر بن قین کی استقامت

جناب زُہیر بن قین نے کہا: واللہ! میں تو یہ چاہتا ہوں کہ قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں۔ اس طرح ہزار بار قتل ہوں کہ خدا آپ کو اور آپ کے اہل بیت میں ان جوانوں کو بچا لے۔

اس طرح کی گفتگو امام کے انصار کے بہت سے افراد نے کی۔ وہ سب کہنے لگے کہ خدا کی قسم! ہم آپ کو چھوڑ کر نہیں جا سکتے، بلکہ اپنی جانیں آپ پر قربان کریں گے۔ ہم اپنے ہاتھوں سے، اپنی گردنوں سے، اپنی پیشانیوں سے آپ کو بچائیں گے۔ ہم قتل ہو جائیں تو وہ حق جو ہم پر ہے وہ ادا اور وفا ہو جائے۔ [1]

الامالی للصدوق عن عبداللہ بن منصور عن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین عن أبیہ عن جدہ [زین العابدین علیہم السلام]: لَمَّا وَصَلَ الْكِتَابُ [من عُبَيدِ اللهِ بنِ زِيادٍ] إلىٰ عُمَرَ بنِ سَعدٍ، أَمَرَ مُنَادِيَهُ، فَنَادىٰ: إنَّا قَد أَجَّلنا حُسَيناً وَأَصحابَهُ يَومَهُم

---

[1] تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۱۸؛ الکامل فی التاریخ: ج ۲، ص ۵۵۹؛ البدایۃ والنہایۃ: ج ۸، ص ۱۷۶؛ ارشاد: ج ۲، ص ۹۱؛ الملہوف: ص ۱۵۱؛ مثیر الاحزان: ص ۵۳؛ روضۃ الواعظین: ص ۲۰۲؛ مقتل الحسین خوارزمی: ج ۱، ص ۲۴۶؛ المنتظم: ج ۵، ص ۳۷۷؛ مناقب ابن شہر آشوب: ج ۵، ص ۹۹

وَلَيلَتَهُمْ، فَشَقَّ ذٰلِكَ عَلَى الحُسَينِ علیہ السلام وَعَلَى أَصحَابِهِ. فَقَامَ الحُسَينُ علیہ السلام فِي أَصحَابِهِ خَطِيبًا، فَقَالَ:

اَللّٰهُمَّ إِنِّي لَا أَعرِفُ أَهلَ بَيتٍ أَبَرَّ وَلَا أَزكَى وَلَا أَطهَرَ مِن أَهلِ بَيتِي، وَلَا أَصحَابًا هُم خَيرٌ مِن أَصحَابِي، وَقَد نَزَلَ بِي مَا قَد تَرَونَ، وَأَنتُم فِي حِلٍّ مِن بَيعَتِي، لَيسَت لِي فِي أَعنَاقِكُم بَيعَةٌ وَلَا لِي عَلَيكُم ذِمَّةٌ، وَهٰذَا اللَّيلُ قَد غَشِيَكُم، فَاتَّخِذُوهُ جَمَلًا وَتَفَرَّقُوا فِي سَوَادِهِ، فَإِنَّ القَومَ إِنَّمَا يَطلُبُونَنِي، وَلَو ظَفِرُوا بِي لَذَهَلُوا عَن طَلَبِ غَيرِي

فَقَامَ إِلَيهِ عَبدُ اللّٰهِ بنُ مُسلِمِ بنِ عَقِيلِ بنِ أَبِي طَالِبٍ، فَقَالَ: يَابنَ رَسُولِ اللّٰهِ، مَاذَا يَقُولُ لَنَا النَّاسُ إِن نَحنُ خَذَلنَا شَيخَنَا وَكَبِيرَنَا وَسَيِّدَنَا، وَابنَ سَيِّدِ الأَعمَامِ، وَابنَ نَبِيِّنَا سَيِّدِ الأَنبِيَاءِ، لَم نَضرِب مَعَهُ بِسَيفٍ، وَلَم نُقَاتِل مَعَهُ بِرُمحٍ؛ لَا، وَاللّٰهِ أَو نَرِدَ مَورِدَكَ وَنَجعَلَ أَنفُسَنَا دُونَ نَفسِكَ، وَدِمَاءَنَا دُونَ دَمِكَ، فَإِذَا نَحنُ فَعَلنَا ذٰلِكَ فَقَد قَضَينَا مَا عَلَينَا وَخَرَجنَا مِمَّا لَزِمَنَا

وَقَامَ إِلَيهِ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ زُهَيرُ بنُ القَينِ البَجَلِيُّ، فَقَالَ: يَابنَ رَسُولِ اللّٰهِ، وَدِدتُ أَنِّي قُتِلتُ، ثُمَّ نُشِرتُ، ثُمَّ قُتِلتُ، ثُمَّ نُشِرتُ، ثُمَّ قُتِلتُ، ثُمَّ نُشِرتُ فِيكَ وَفِي الَّذِينَ مَعَكَ مِئَةَ قَتلَةٍ، إِنَّ اللّٰهَ دَفَعَ بِي عَنكُم أَهلَ البَيتِ فَقَالَ لَهُ وَلِأَصحَابِهِ: جُزِيتُم خَيرًا

امالی صدوق میں عبداللہ بن منصور سے روایت ہے اُس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے سنا، آپؑ نے اپنے والد بزرگوار حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے اور آپؑ نے اپنے والد گرامی حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے سنا کہ آپؑ نے فرمایا: جب ابن زیاد کا خط عمر بن سعد

کو ملا تو اس نے آواز بلند کی کہ ہم نے حسینؑ اور آپؑ کے اصحاب کو ایک رات کی مہلت دی ہے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے اصحاب کو جمع کیا اور اُن سے فرمایا:

''اپنے انصار سے افضل و بہتر انصار اور اپنے اہل بیتؑ سے زیادہ وفادار اور فرمانبردار اہل بیتؑ میں نے نہیں دیکھے۔ ہم جس حال سے گزر رہے ہیں وہ آپ لوگوں کے سامنے ہے۔ میں اپنی بیعت تم لوگوں سے اُٹھائے دیتا ہوں۔ اب تمھاری کوئی ذمہ داری باقی نہیں ہے۔ دیکھو! رات کی تاریکی چھائی ہوئی ہے اسے غنیمت سمجھو۔ ان لوگوں کا مطلوب صرف میں ہوں۔ جب یہ مجھ پر فتح حاصل کرلیں گے انھیں کسی دوسرے کی پرواہ نہیں ہوگی''۔

حضرت عبداللہ بن مسلمؑ بن عقیلؑ بن ابی طالبؑ کھڑے ہوئے اور عرض کیا:

اے فرزندِ رسولؐ! لوگ ہمیں کیا کہیں گے کہ ہم نے اپنے سیّد وسردار، آقا و مولا، جو سب کے سردار تھے اور اپنے نبیؐ کے فرزند کو جو سیدالانبیاءؐ تھے، کو چھوڑ آئے۔ اُن کے ساتھ نہ کوئی تلوار کا وار کیا اور نہ برچھی کا وار کیا۔ نہیں، خدا کی قسم! ہم سے ایسا نہیں ہوگا، بلکہ ہم اپنی جانیں آپؑ کی جان پر اور اپنا خون آپؑ کے خون پر قربان کردیں گے۔ جب ہم اس طرح کرلیں گے تو ہم اس حق کو پورا کردیں گے جو ہم پر واجب ہے اور اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہوجائیں گے۔

اُن کے بعد ایک اور شخص کھڑا ہوا کہ جن کا نام جناب زُہیر بن قینؒ تھا۔ اُنھوں نے کہا:

اے فرزندِ رسولؐ! میں چاہتا ہوں کہ میں قتل کردیا جاؤں، پھر اُٹھایا جاؤں، پھر قتل کردیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کردیا جاؤں۔ اس طرح ہزار بار میرے ساتھ کیا جائے تاکہ آپؑ اور آپؑ کے جوان قتل ہونے سے بچ جائیں۔ اللہ آپؑ اور آپؑ کے اہل بیتؑ کی اس مصیبت کو ختم کردے۔ ①

---

① امالی صدوق: ص ۲۳۰؛ بحارالانوار: ج ۴۴، ص ۳۱۵؛ تاریخ یعقوبی: ج ۲، ص ۲۴۴

مقاتل الطالبیین عن عتبة بن سمعان الکلبی: قَامَ الْحُسَيْنُ فِي أَصْحَابِهِ خَطِيبًا فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ إِنَّكَ تَعْلَمُ أَنِّي لَا أَعْلَمُ أَصْحَابًا خَيْرًا مِنْ أَصْحَابِي وَلَا أَهْلَ بَيْتٍ خَيْرًا مِنْ أَهْلِ بَيْتِي، فَجَزَاكُمُ اللهُ خَيْرًا. فَقَدْ آزَرْتُمْ وَعَاوَنْتُمْ. وَالْقَوْمُ لَا يُرِيدُونَ غَيْرِي، وَلَوْ قَتَلُونِي لَمْ يَبْتَغُوا غَيْرِي أَحَدًا. فَإِذَا جَنَّكُمُ اللَّيْلُ فَتَفَرَّقُوا فِي سَوَادِهِ، وَانجوا بِأَنْفُسِكُمْ

فَقَامَ إِلَيْهِ الْعَبَّاسُ بْنُ عَلِيٍّ أَخُوهُ وَعَلِيٌّ ابْنُهُ وَبَنُو عَقِيلٍ علیہم السلام فَقَالُوا لَهُ: مَعَاذَ اللهِ وَالشَّهْرِ الْحَرَامِ، فَمَاذَا نَقُولُ لِلنَّاسِ إِذَا رَجَعْنَا إِلَيْهِمْ. إِنَّا تَرَكْنَا سَيِّدَنَا وَابْنَ سَيِّدِنَا وَعِمَادَنَا وَتَرَكْنَاهُ غَرَضًا لِلنَّبْلِ. وَدَرِيئَةً لِلرِّمَاحِ. وَجَزَرًا لِلسِّبَاعِ. وَفَرَرْنَا عَنْهُ رَغْبَةً فِي الْحَيَاةِ؛ مَعَاذَ اللهِ. بَلْ نَحْيَا بِحَيَاتِكَ. وَنَمُوتُ مَعَكَ. فَبَكَى وَبَكَوْا عَلَيْهِ وَجَزَاهُم خَيْرًا. ثُمَّ نَزَلَ صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِ

مقاتل الطالبیین میں عتبہ بن سمعان سے روایت ہے، حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے خطاب کیا۔ آپؑ نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا:

''خدایا! تُو خوب جانتا ہے کہ اپنے اصحاب و انصار سے بہتر اور برتر انصار اور اپنے اہلِ بیتؑ سے وفادار و فرمانبردار اہلِ بیت نہیں دیکھے۔ اللہ ربّ العزت میری طرف سے تم سب کو افضل و احسن جزا عطا کرے۔ میری بات غور سے سنو۔ میں تم سب کو اجازت دیتا ہوں۔ چلے جاؤ۔ اب تمھاری ذمہ داری ختم ہے۔ رات کی تاریکی چھا چکی ہے اس سے فائدہ اُٹھاؤ۔ ان لوگوں کا مطلوب صرف میری ذات ہے۔ رات کا وقت ہے اس سے فائدہ اُٹھاؤ۔ اس کی تاریکی میں منتشر ہو جاؤ اور اپنے آپ کو بچا لو''۔

اس وقت آپؑ کے بھائی حضرت عباسؑ، آپؑ کے فرزند حضرت علی اکبرؑ اور آلِ عقیلؑ

[illegible]

[illegible] روایت ہے حضرت [illegible]

[illegible] آپ نے [illegible]

[illegible]

[illegible] حضرت

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] آپ کے بعد حضرت [illegible] آپ کے فرزند حضرت [illegible]

کھڑے ہو گئے اور انھوں نے کہا: اللہ اور اس محترم مہینہ کی قسم! لوگ ہمارے بارے میں کیا کہیں گے کہ ہم نے اپنے سیّد و سردار اور سیّد و سردار کے فرزند اور اپنے مرکز و محور کو چھوڑ دیا تھا۔ ہم نے اس لیے آپ کو تیروں، نیزوں اور تلواروں کے خوف سے چھوڑا تا کہ اپنی زندگیاں بچالیں۔ اللہ کی پناہ! ہمارا مرنا جینا آپؑ کے ساتھ ہے۔

یہ سن کر امام علیہ السلام رونے لگے اور یہ سب بھی رونے لگے۔ امام علیہ السلام نے ان کے حق میں دُعا کی کہ اللہ تمہیں جزائے خیر عطا کرے۔ اس کے بعد امام علیہ السلام نے اپنا خطاب ختم کیا۔[1]

انساب الاشراف: عَرَضَ الْحُسَيْنُ علیہ السلام عَلَى أَهْلِهِ وَمَنْ مَعَهُ أَنْ يَتَفَرَّقُوا وَيَجْعَلُوا اللَّيْلَ جَمَلًا ...... فَقَالُوا: قَبَّحَ اللهُ الْعَيْشَ بَعْدَكَ وَقَالَ مُسْلِمُ بْنُ عَوْسَجَةَ الْأَسَدِيُّ: أَنُخَلِّيكَ، وَلِمْ نُعْذِرْ إِلَى اللهِ فِيكَ فِي أَدَاءِ حَقِّكَ؟! لَا وَاللهِ حَتَّى أَكْسِرَ رُمْحِي فِي صُدُورِهِمْ وَأَضْرِبَهُمْ بِسَيْفِي مَا ثَبَتَ قَائِمُهُ فِي يَدِي وَلَوْ لَمْ يَكُنْ سِلَاحِي مَعِي لَقَذَفْتُهُمْ بِالْحِجَارَةِ دُونَكَ

وَقَالَ لَهُ سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْحَنَفِيُّ نَحْوَ ذٰلِكَ. فَتَكَلَّمَ أَصْحَابُهُ بِشَبِيهٍ بِهٰذَا الْكَلَامِ

انساب الاشراف میں روایت ہے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے اہل بیتؑ اور اصحاب سے فرمایا: یہاں سے چلے جائیں اور رات کی تاریکی سے استفادہ کرتے ہوئے اپنے آپ کو موت سے بچالیں۔

سب حاضرین یکبارگی پکار اُٹھے: اُس زندگی پر لعنت جو آپؑ کے بعد ہے۔

حضرت مسلم بن عوسجہ اسدیؓ نے کہا: اگر آج ہم آپ کو اکیلا چھوڑ کر چلے جائیں تو آپؑ کے حق کی ادائگی میں اللہ ربّ العزت کو کیا جواب دیں گے۔ نہیں، واللہ! میں ان لوگوں کے سینوں میں اپنی برچھی توڑوں گا اور ان سے تلوار کے ساتھ اُس وقت تک جنگ کروں گا جب تک وہ میرے ہاتھ میں رہے گی۔ جب میرے پاس اسلحہ نہ رہے گا تو میں ان پر پتھر پھینکوں گا۔

---

[1] مقاتل الطالبیین: ص ۱۱۲

ان کے بعد سعید بن عبداللہ حنفیؒ نے بھی اسی طرح کلام کیا۔ پھر بعد میں اسی طرز کی گفتگو باقی تمام حاضرین نے کی۔ ①

الطبقات الكبرىٰ (الطبقة الخامسة من الصحابة): جَمَعَ حُسَيْنٌ علیہ السلام أَصْحَابَهُ فِي لَيْلَةِ عَاشُورَاءَ لَيْلَةِ الْجُمُعَةِ، فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، وَذَكَرَ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَمَا أَكْرَمَهُ اللهُ بِهِ مِنَ النُّبُوَّةِ، وَمَا أَنْعَمَ بِهِ عَلَى أُمَّتِهِ وَقَالَ:

إِنِّي لَا أَحْسَبُ الْقَوْمَ إِلَّا مُقَاتِلُوكُمْ غَدًا، وَقَدْ أَذِنْتُ لَكُمْ جَمِيعًا، فَأَنْتُمْ فِي حِلٍّ مِنِّي، وَهٰذَا اللَّيْلُ قَدْ غَشِيَكُمْ، فَمَنْ كَانَتْ لَهُ مِنْكُمْ قُوَّةٌ فَلْيَضُمَّ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ بَيْتِي إِلَيْهِ، وَتَفَرَّقُوا فِي سَوَادِكُمْ حَتَّى يَأْتِيَ اللهُ بِالْفَتْحِ أَوْ أَمْرٍ مِنْ عِنْدِهِ فَيُصْبِحُوا عَلَى مَا أَسَرُّوا فِي أَنْفُسِهِمْ نَادِمِينَ، فَإِنَّ الْقَوْمَ إِنَّمَا يَطْلُبُونَنِي، فَإِذَا رَأَوْنِي لَهَوْا عَنْ طَلَبِكُمْ

فَقَالَ أَهْلُ بَيْتِهِ: لَا أَبْقَانَا اللهُ بَعْدَكَ، لَا وَاللهِ، لَا نُفَارِقُكَ حَتَّى يُصِيبَنَا مَا أَصَابَكَ وَقَالَ ذٰلِكَ أَصْحَابُهُ جَمِيعًا، فَقَالَ: أَثَابَكُمُ اللهُ عَلَى مَا تَنْوُونَ الْجَنَّةَ

طبقات الکبریٰ میں روایت ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے شب عاشورا و جمعہ کو اپنے اصحاب کو اپنے پاس جمع کیا۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی۔ اُس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر فرمایا کہ اللہ نے آپ کو نبوت کے انعام سے سرفراز کیا۔ پھر فرمایا: کل ان لوگوں نے تم سے جنگ کرنی ہے میں تم سب کو اجازت دیتا ہوں کہ تم میں سے ہر ایک فرد میرے اہل بیت علیہم السلام میں سے ایک فرد کا ہاتھ پکڑے اور رات کی تاریکی میں یہاں سے چلے جاؤ یہاں تک کہ اللہ ہمیں فتح سے سرفراز کرے یا ایسا امر نازل کرے کہ یہ لوگ جو کچھ اپنے دلوں میں رکھتے ہیں یا جو کچھ اپنے لیے سوچ رکھا ہے اُس میں ناکام و نامراد ہو جائیں۔ ان

---

① انساب الاشراف: ج ۳، ص ۳۹۳

لوگوں کو صرف میری ضرورت ہے۔ جب یہ لوگ مجھے قتل کر دیں گے تو انھیں کسی اور کی ضرورت نہ رہے گی۔

آپؑ کے اہلِ بیتؑ نے کہا: اللہ ہمیں آپؑ کے بعد زندہ نہ رکھے۔ ہم آپؑ سے جدا نہیں ہوں گے۔ جو سلوک آپؑ سے ہوگا وہی ہم سے ہوگا۔ آپؑ کے اصحاب نے بھی یہی کچھ عرض کیا۔ آخر میں آپؑ نے ان سب سے فرمایا: اب جنت تمھارا ٹھکانہ ہے۔[1]

الطبقات الکبریٰ (الطبقة الخامسة من الصحابة) عن الاسود بن قیس العبدی: قِيلَ لِمُحَمَّدِ بنِ بَشِيرٍ الحَضرَمِيّ: قَد أُسِرَ ابنُكَ بِثَغرِ الرَّيّ

قَالَ: عِندَ اللهِ أحتَسِبُهُ وَنَفسِي، مَا كُنتُ أُحِبُّ أَن يُؤسَرَ، وَلَا أَن أَبقَى بَعدَهُ

فَسَمِعَ قَولَهُ الحُسَينُ علیہ السلام فَقَالَ لَهُ: رَحِمَكَ اللهُ، أَنتَ فِي حِلٍّ مِن بَيعَتِي، فَاعمَل فِي فِكَاكِ ابنِكَ. قَالَ: أَكَلَتنِي السِّبَاعُ حَيًّا إن فَارَقتُكَ

قَالَ: فَأَعطِ ابنَكَ هٰذِهِ الأَثوَابَ وَالبُرُودَ يَستَعِينُ بِهَا فِي فِكَاكِ أَخِيهِ فَأَعطَاهُ خَمسَةَ أَثوَابٍ قِيمَتُهَا أَلفُ دِينَارٍ

طبقات الکبریٰ میں اسود بن قیس عبدی سے روایت ہے کہ محمد بن بشر حضرمی سے کہا گیا: تمھارا بیٹا رَے کی سرحد پر گرفتار ہو چکا ہے تو اس نے کہا: میں اپنے آپ کو اور اُسے اللہ کے حوالے کرتا ہوں مجھے بھی یہ بات پسند ہے کہ وہ قید میں رہے اور میں اس کے بعد زندہ نہ رہوں۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے اس کی بات سن لی تو فرمایا: تم پر اللہ رحم کرے میں تم سے اپنی بیعت اُٹھا لیتا ہوں۔ تم جاؤ اور اپنے بیٹے کو اسیری سے نجات دلاؤ۔

اُس نے کہا: اگر میں نے آپ کو چھوڑ دیا تو جنگل کے درندے مجھے پھاڑ کھائیں۔

---

[1] طبقات الکبریٰ: ج۱، ص۳۶۶؛ سیر أعلام النبلاء: ج۳، ص۳۰۱؛ تذکرۃ الخواص: ص۲۴۹

آپؑ نے فرمایا: یہ کپڑے اور چادریں اپنے بیٹے کے حوالے کرو تا کہ وہ جا کر اپنے بھائی کو چھڑا لے۔

آپؑ نے اُسے پانچ سولباس اور ایک ہزار دینار عطا کیے۔ ①

مقاتل الطالبيين عن حميد بن مسلم: جَاءَ رَجُلٌ حَتّٰى دَخَلَ عَسكَرَ الحُسَينِ عليه السلام: فَجَاءَ إِلٰى رَجُلٍ مِن أَصحَابِهِ. فَقَالَ لَهُ: إِنَّ خَبَرَ ابنِكَ فُلَانٍ وَافٰى أَنَّ الدَّيلَمَ أَسِيرُوهُ. فَتَنصَرِفُ مَعِي حَتّٰى نَسعٰى فِي فِدَائِهِ. فَقَالَ: حَتّٰى أَصنَعَ مَاذَا؟ عِندَ اللهِ أَحتَسِبُهُ وَنَفسِي

فَقَالَ لَهُ الحُسَينُ عليه السلام: إِنصَرِف وَأَنتَ فِي حِلٍّ مِن بَيعَتِي. وَأَنَا أُعطِيكَ فِدَاءَ ابنِكَ

فَقَالَ: هَيهَاتَ أَن أُفَارِقَكَ. ثُمَّ أَسأَلَ الرُّكبَانَ عَن خَبَرِكَ! لَا يَكُونُ. وَاللهِ هٰذَا أَبَدًا. وَلَا أُفَارِقُكَ. ثُمَّ حَمَلَ عَلَى القَومِ فَقَاتَلَ حَتّٰى قُتِلَ رَحمَةُ اللهِ عَلَيهِ وَرِضوَانُهُ

مقاتل الطالبیین میں حمید بن مسلم سے روایت ہے، حضرت امام حسین علیہ السلام کے لشکر میں ایک آدمی آیا اور اُس نے بشر حضرمی سے کہا کہ کسی نے کہا ہے کہ تمھارا بیٹا اس وقت دیلم کے لوگوں نے گرفتار کرلیا ہے۔ تم ہمارے ساتھ چلو تا کہ فدیہ دے کر اُسے چھڑا لیا جائے۔

بشر حضرمی نے کہا: میں کیا کرسکتا ہوں اللہ ہی اُس کا اور میرا محافظ ہے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: تم جاؤ اس وقت میں اپنی بیعت تم سے اُٹھا لیتا ہوں، میں تیری مالی معاونت کرتا ہوں، تا کہ اُس کے ذریعہ اپنی مشکل کو حل کروں۔

اُس نے کہا: نہیں، واللہ! میں آپؑ سے جدا نہیں ہوں گا کہ کل آپؑ کے بارے میں قافلوں سے پوچھتا پھروں کہ امامؑ کے ساتھ اُمت نے کیا سلوک کیا تھا؟ نہیں، واللہ! ایسا نہیں

---

① طبقات الکبریٰ: ج ۱، ص ۳۶۸؛ سیر اعلام النبلاء: ج ۳، ص ۳۰۱؛ تذکرۃ الخواص: ص ۲۳۹؛ تہذیب الکمال: ج ۶، ص ۴۰۷؛ تاریخ دمشق: ج ۱۴، ص ۱۸۲

ہو سکتا، میں یہاں رہوں گا۔

دسویں کے دن بشر حضرمی میدانِ جنگ میں گئے، دشمن سے جنگ کی اور شہادت کی سعادت حاصل کی، اللہ اُس پر اپنی رحمت نازل کرے۔ ①

شرح الاخبار میں روایت ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے فرمایا: ان لوگوں نے صرف مجھے قتل کرنا ہے۔ میں کسی صورت میں ان کی بیعت نہیں کر سکتا۔ یہ اور بات ہے کہ یہ مجھے قتل کردیں۔ جو چاہتا ہے وہ یہاں سے چلا جائے، میری طرف سے اعلانِ عام ہے۔

حاضرین نے کہا: ہم فرزند رسولؐ کو چھوڑ کر کیسے جا سکتے ہیں۔ ہم اُن کے دشمنوں سے جنگ کریں گے اور منزلِ شہادت پر پہنچیں گے اور اسی صورت میں اللہ سے ملاقات کریں گے۔ ②

امامؑ کا اپنے اصحاب کو جنت میں گھر دکھانا

علل الشرائع عن محمد بن عمارة عن ابی عبدالله [الصادق] علیہ السلام:

قُلتُ لَهُ: أَخبِرنِي عَن أَصحَابِ الحُسَينِ علیہ السلام وَ إِقدَامِهِم عَلَى المَوتِ

فَقَالَ: إِنَّهُم كُشِفَ لَهُمُ الغِطَاءُ حَتَّى رَأَوا مَنَازِلَهُم مِنَ الجَنَّةِ، فَكَانَ الرَّجُلُ مِنهُم يُقدِمُ عَلَى القَتلِ لِيُبَادِرَ إِلَى حَورَاءَ يُعَانِقُهَا ,وَإِلَى مَكَانِهِ مِنَ الجَنَّةِ

علل الشرائع میں محمد بن عمارہ سے روایت ہے اُس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا: میں نے آپؑ سے سوال کیا کہ مجھے یہ بتائیں کہ انصارانِ حسینؑ نے کس وجہ سے موت پر کمریں کس لی تھیں؟

---

① مقاتل الطالبیین: ص ۱۱۹

② شرح الاخبار: ج ۳، ص ۱۵۲

امام علیہ السلام نے فرمایا: حضرت امام حسین علیہ السلام نے اُن کے اور جنت کے درمیان کے حجابات اُٹھا دیے تھے۔ اُنھوں نے جنت میں اپنے محلات دیکھ لیے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ اُن کا ہر آدمی جنگ کرنے کے لیے اپنے آپ کو پیش کرتا تھا، تا کہ وہ شہادت کے بعد جنت میں پہنچ اور حوروں سے معانقہ کرے اور اپنے گھر میں داخل ہو۔ [1]

الخرائج والجرائح عن أبي حمزه الثمالي: قَالَ عَلِيُّ بنُ الحُسَينِ: كُنتُ مَعَ أَبِي اللَّيلَةَ الَّتِي قُتِلَ صَبِيحَتَها. فَقَالَ لِأَصحَابِهِ: هٰذَا اللَّيلُ فَاتَّخِذُوهُ جَمَلًا: فَإِنَّ القَومَ إِنَّمَا يُرِيدُونَنِي وَلَو قَتَلُونِي لَم يَلتَفِتُوا إِلَيكُم، وَأَنتُم فِي حِلٍّ وَسَعَةٍ. فَقَالُوا: لَا، وَاللهِ لَا يَكُونُ هٰذَا أَبَدًا

قَالَ: إِنَّكُم تُقتَلُونَ غَدًا كَذٰلِكَ، لَا يُفلِتُ مِنكُم رَجُلٌ.

قَالُوا: الحَمدُ لِلّٰهِ الَّذِي شَرَّفَنَا بِالقَتلِ مَعَكَ

ثُمَّ دَعَا، وقَالَ لَهُم: إِرفَعُوا رُؤُوسَكُم وَانظُرُوا، فَجَعَلُوا يَنظُرُونَ إِلَى مَوَاضِعِهِم وَمَنَازِلِهِم مِنَ الجَنَّةِ، وَهُوَ يَقُولُ لَهُم: هٰذَا مَنزِلُكَ يَا فُلَانُ، وَهٰذَا قَصرُكَ يَا فُلَانُ، وَهٰذِهِ دَرَجَتُكَ يَا فُلَانُ. فَكَانَ الرَّجُلُ يَستَقبِلُ الرِّمَاحَ وَالسُّيُوفَ بِصَدرِهِ، وَوَجهِهِ لِيَصِلَ إِلَى مَنزِلِهِ مِنَ الجَنَّةِ

الخرائج والجرائح میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت ہے، جس دن کی صبح کو حضرت امام حسین علیہ السلام نے شہادت پائی تھی اسی دن کی شب آپ اپنے اصحاب کے درمیان کھڑے ہوئے اور اپنے اصحاب سے فرمایا: یہ لوگ صرف مجھے قتل کرنا چاہتے ہیں۔ جب یہ مجھے قتل کر دیں گے تو تمھاری طرف توجہ نہیں کریں گے۔ اس لیے اپنے آپ کو بچا لو اور یہاں سے چلے جاؤ۔ تم آزاد ہو، جو آدمی میرے ساتھ رہے گا وہ ضرور قتل کر دیا جائے گا اور تم میں سے کوئی زندہ نہیں رہے گا۔

---

[1] علل الشرائع: ص ۲۲۹؛ بحار الانوار: ج ۴۴، ص ۲۹۷

یہ سن کر آپؑ کے اصحاب نے کہا: اُس اللہ کے لیے حمد و ثنا ہے کہ جس نے ہمیں آپ کے ساتھ قتل ہونے کا شرف بخشا۔ پھر آپؑ نے سب کو بلایا اور فرمایا: اپنے سروں کو اُوپر کی طرف اُٹھاؤ اور دیکھو تو ان سب نے جنت میں اپنے محلات دیکھے۔ آپؑ اُن سے فرما رہے تھے اے فلاں! اِدھر دیکھ! یہ محل تیرا ہے، اے فلاں! یہ قصر تمہارا ہے، اے فلاں! تم نے جنت کے اس درجہ پر فائز ہونا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ انصارانِ حسینؑ کا ہر فرد یہ کہتا تھا کہ وہ پہلے جائے گا اور دشمن سے نبرد آزما ہوگا اور اُن کے تیر، تلواریں اور نیزے اپنے سینے اور منہ پر کھائے گا۔ اس طریقے سے اصحابِ حسینؑ اپنے جنت کے گھروں میں پہنچے۔ ①

شبِ دُعا و استغفار

انساب الاشراف: لَمَّا جَنَّ اللَّيْلُ عَلَى الْحُسَيْنِ عليه السلام وَأَصْحَابِهِ قَامُوا اللَّيْلَ كُلَّهُ يُصَلُّونَ وَيُسَبِّحُونَ وَيَسْتَغْفِرُونَ وَيَدْعُونَ وَيَتَضَرَّعُونَ

انساب الاشراف میں روایت ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام اور آپؑ کے اصحاب پر رات کی تاریکی چھا گئی تو سب اللہ ربّ العزت کی بندگی و عبادت، تسبیح و استغفار اور دُعاؤں میں مصروف ہوگئے۔ وہ عبادت بھی کرتے تھے اور بارگاہِ خداوندی میں تضرع و زاری بھی کرتے تھے۔ ②

مقتل الحسين عليه السلام للخوارزمي: جَاءَ اللَّيْلُ، فَبَاتَ الْحُسَيْنُ عليه السلام تِلْكَ اللَّيْلَةَ [لَيْلَةَ عَاشُورَاءَ] رَاكِعًا سَاجِدًا بَاكِيًا مُسْتَغْفِرًا مُتَضَرِّعًا، وَبَاتَ أَصْحَابُهُ وَلَهُمْ دَوِيٌّ كَدَوِيِّ النَّحْلِ

مقتل الحسینؑ خوارزمی میں روایت ہے کہ جب رات کا وقت ہوا تو حضرت امام حسین علیہ السلام نے وہ رات قیام، رکوع، سجود اور تضرع و زاری میں بسر کی۔ آپؑ کے اصحاب نے بھی اللہ کی بندگی و عبادت میں رات گزاری۔ خیامِ حسینؑ سے یہ ملکوتی آوازیں اس طرح بلند

---

① الخرائج والجرائح: ج ۱، ص ۲۵۴، بحار الانوار: ج ۴۵، ص ۸۹

② انساب الاشراف: ج ۳، ص ۳۹۳؛ المنتظم: ج ۵، ص ۳۳۸؛ الکامل فی التاریخ: ج ۲، ص ۵۶۰

ہو رہی تھیں جس طرح شہد کے چھتے سے آوازیں بلند ہوتی ہیں۔ ①

اللہوف میں روایت ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام اور آپؑ کے اصحابؓ نے اللہ ربّ العزت کی بندگی و عبادت میں یہ رات گزاری۔ آپؑ کے خیام سے قرآنِ مجید کی تلاوت اور دعاؤں کی آوازیں شہد کے چھتے کی آواز سے مشابہہ تھیں۔ کبھی رکوع، کبھی سجدہ، کبھی قیام، کبھی قعود کی صورتیں تھیں۔ ہر آدمی محوِ عبادت تھا۔ ان کی اس ملکوتی عبادت کو دیکھ کر عمر بن سعد کے لشکر سے بتیس افراد اسی شب فرزندِ رسولؐ کے لشکر کا حصّہ بنے تھے۔ اس رات کی عبادت کوئی انوکھی عبادت نہیں تھی۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کی حیاتِ طیبہ کا یہ معمول تھا۔ آپؑ کی ہر شب عبادت و بندگیِ خدا سے معمور رہی تھی۔ ②

البدایہ والنہایۃ میں حارث بن کعب اور ابوضحاک سے روایت ہے کہ ہم نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے فرمایا: حضرت امام حسین علیہ السلام اور آپؑ کے اصحاب نے یہ رات نماز، استغفار اور تضرع وزاری میں گزاری۔ دشمن کا لشکر عزرہ بن قیس احمسی کی کمان میں خیامِ حسینیؑ کے اردگرد چکر لگاتا رہا۔ اس دوران امامؑ نے سورۂ آلِ عمران کی آیت نمبر ۱۷۸، ۱۷۹ کی تلاوت کی جس کا ترجمہ یہ ہے:

> ”ہاں جو لوگ کافر ہو گئے ہیں وہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم جو انھیں ڈھیل دے رہے ہیں اس میں اُن کے لیے بہتری ہے۔ ہم تو اس لیے انھیں ڈھیل دے رہے ہیں کہ وہ مزید گناہوں میں مبتلا ہو جائیں۔ ان کے لیے تو ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔ خدا یہ نہیں کرے گا کہ تم لوگ جس حال میں ہو اُسی حالت میں مومنین کو رہنے دے وہ پاک و ناپاک دونوں کو جدا کر کے رہے گا“۔ ③

---

① مقتل الحسین خوارزمی: ج ۱، ص ۲۵۱؛ الفتوح: ج ۱، ص ۹۹

② لہوف: ص ۵۷؛ بحار الانوار: ج ۴۴، ص ۳۹۴؛ مثیر الاحزان: ص ۵۲؛ المناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۹۹

③ البدایہ والنہایہ: ج ۸، ص ۱۷۷

شب عاشورا کے واقعات

تاریخ الطبری عن الضحاك بن عبدالله المشرقی: لَمّا أمسی حُسَینٌ علیہ السلام: وَأَصحابُهُ قاموا اللَّيلَ كُلَّهُ يُصَلّونَ وَيَستَغفِرونَ وَيَدعونَ وَيَتَضَرَّعونَ. قالَ: فَتَمُرُّ بِنا خَيلٌ لَهُم تَحرُسُنا. وَإِنَّ حُسَينًا لَيَقرَأُ: وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ خَيْرٌ لِأَنفُسِهِمْ ۚ إِنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ لِيَزْدَادُوا إِثْمًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ۝ مَّا كَانَ اللَّهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَىٰ مَا أَنتُمْ عَلَيْهِ حَتَّىٰ يَمِيزَ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ ۗ

فَسَمِعَها رَجُلٌ مِن تِلكَ الخَيلِ الَّتي كانَت تَحرُسُنا، فَقالَ: نَحنُ وَرَبِّ الكَعبَةِ الطَّيِّبونَ، مُيِّزنا مِنكُم. قالَ: فَعَرَفتُهُ، فَقُلتُ لِبُرَيرِ بنِ حُضَيرٍ: تَدري مَن هٰذا؟ قالَ: لا، قُلتُ: هٰذا أبو حَربٍ السَّبيعِيُّ عَبدُاللهِ بنُ شَهرٍ، وَكانَ مِضحاكًا بَطّالًا، وَكانَ شَريفًا شُجاعًا فاتِكًا، وَكانَ سَعيدُ بنُ قَيسٍ رُبَّما حَبَسَهُ في جِنايَةٍ

فَقالَ لَهُ بُرَيرُ بنُ حُضَيرٍ: يا فاسِقُ! أنتَ يَجعَلُكَ اللهُ فِي الطَّيِّبينَ! فَقالَ لَهُ: مَن أنتَ؟ قالَ: أنا بُرَيرُ بنُ حُضَيرٍ، قالَ: إنّا لِلّٰهِ! عَزَّ عَلَيَّ! هَلَكتَ وَاللهِ، هَلَكتَ وَاللهِ يا بُرَيرُ!

قالَ: يا أبا حَربٍ، هَل لَكَ أن تَتوبَ إلَى اللهِ مِن ذُنوبِكَ العِظامِ! فَوَاللهِ، إنّا لَنَحنُ الطَّيِّبونَ، وَلٰكِنَّكُم لَأَنتُمُ الخَبيثونَ، قالَ: وَأَنا عَلىٰ ذٰلِكَ مِنَ الشّاهِدينَ

قُلتُ: وَيحَكَ، أفَلا يَنفَعُكَ مَعرِفَتُكَ؟ قالَ: جُعِلتُ فِداكَ! فَمَن يُنادِمُ يَزيدَ بنَ عَذرَةَ العَنَزِيَّ مِن عَنَزِ بنِ وائِلٍ! قالَ: ها هُوَ ذا مَعي، قالَ: قَبَّحَ اللهُ رَأيَكَ عَلىٰ كُلِّ حالٍ! أنتَ سَفيهٌ

قَالَ: ثُمَّ انصَرَفَ عَنَّا. وَكَانَ الَّذِي يَحرُسُنَا بِاللَّيلِ فِي الخَيلِ
عَزرَةُ بنُ قَيسٍ الأَحمَسِيُّ، وَكَانَ عَلَى الخَيلِ!

تاریخ طبری میں ضحاک بن عبداللہ مشرقی سے روایت ہے کہ شبِ عاشورا حضرت امام حسین علیہ السلام اور آپؑ کے انصار نے شبِ عاشورا نماز، تلاوتِ قرآنِ مجید، دُعاؤں اور استغفار میں بسر کی۔ راوی کا بیان ہے کہ عمر بن سعد نے اپنی فوج کے کچھ سپاہیوں کو ہماری نگرانی پر مقرر کر رکھا تھا۔ جب اُن کا گزر ہمارے خیام سے ہوا تو فرزندِ رسولؐ حضرت امام حسین علیہ السلام سورۂ آلِ عمران کی آیات کی تلاوت کر رہے تھے کہ جن کا ترجمہ یہ ہے:

"ہاں وہ لوگ جو کافر ہو گئے ہیں وہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم جو انھیں ڈھیل دے رہے ہیں اس میں ان کے لیے بہتری ہے۔ ہم تو اس لیے انھیں ڈھیل دے رہے ہیں کہ وہ مزید گناہوں میں مبتلا ہو جائیں، ان کے لیے تو ذلیل و رُسوا کرنے والا عذاب ہے۔ خدا یہ نہیں کرے گا کہ جس حال میں ہو اس حالت میں اہلِ ایمان کو رہنے دے۔ وہ پاک و ناپاک دونوں کو جدا کر کے رہے گا"۔

ابوحرب کی گستاخی

دشمن کے ایک سپاہی نے مذکورہ آیات سنیں تو کہنے لگا: ربِ کعبہ کی قسم! ہم لوگ پاک ہیں اور تم لوگوں سے ہم جدا کر لیے گئے ہیں۔ ایک شخص نے اُسے پہچان کر جناب بریرؓ سے پوچھا: جانتے ہو یہ شخص کون ہے؟ کہا: میں نہیں جانتا۔ اس نے کہا: یہ ابوحرب سبیعی ہے۔ یہ شخص بے ہودہ مزاج و استہزا میں رہنے والا ہے، دلیر و سفاک بھی ہے۔ ایک دفعہ اس سے جرم ہوا تھا تو سعید بن قیس نے اسے قید میں ڈال دیا تھا۔ جناب بریرؓ نے اس کا نام لے کر اُسے پکارا: اے فاسق! خدا نے تم لوگوں کو پاک لوگوں میں شمار کیا ہے؟

اس نے کہا: تم کون ہو؟

جناب بریرؓ بولے: اے ابوحرب! خدا کے سامنے اپنے گناہانِ کبیرہ سے توبہ کر لینے کا

بھی تو موقع ہے۔ عن، واللہ! ہم سب پاک و پاکیزہ لوگوں میں سے ہیں اور تم سب ناپاک ہو۔
وہ اَزراہِ تمسخر کہنے لگا: ہاں ہاں، میں بھی گواہوں میں سے ہوں۔
ایک شخص نے کہا: وائے ہو تجھ پر تو ایک بات کو جانتے ہوئے بھی نہ جاننے کی کوشش کررہا ہے۔
ضحاک کا کہنا ہے: اس کے بعد یہ تمام لوگ چلے گئے کیونکہ یہ لوگ عزرہ بن قیس احمسی کی امارت میں انصارانِ حسینؑ کی نگرانی پر مامور تھے۔ (1)

الارشاد: رَجَعَ [الحُسَينُ] إلىٰ مَكانِهِ ،فَقامَ اللَّيلَ كُلَّهُ يُصَلّي وَيَستَغفِرُ ، ويَدعو وَيَتَضَرَّعُ ، وَقامَ أصحابُهُ كَذٰلِكَ يُصَلّونَ ويَدعونَ وَيَستَغفِرونَ

قالَ الضَّحّاكُ بنُ عَبدِاللهِ: وَمَرَّ بِنا خَيلٌ لِابنِ سَعدٍ يَحرُسُنا، وَإنَّ حُسَيناً علیہ السلام لَيَقرَأُ: وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ خَيْرٌ لِأَنْفُسِهِمْ ۚ إِنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ لِيَزْدَادُوا إِثْمًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ ۝ مَا كَانَ اللَّهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَىٰ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتَّىٰ يَمِيزَ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ ۗ فَسَمِعَها مِن تِلكَ الخَيلِ رَجُلٌ يُقالُ لَهُ عَبدُاللهِ بنُ سُمَيرٍ ، وَكانَ مِضحاكاً ، وَكانَ شُجاعاً بَطَلاً فارِساً فاتِكاً شَريفاً ، فَقالَ: نَحنُ وَرَبِّ الكَعبَةِ - الطَّيِّبونَ ، مُيِّزنا مِنكُم ، فَقالَ لَهُ بُرَيرُ بنُ خُضَيرٍ : يا فاسِقُ! أنتَ يَجعَلُكَ اللهُ مِنَ الطَّيِّبينَ! فَقالَ لَهُ: مَن أنتَ وَيلَكَ؟ قالَ: أنا بُرَيرُ بنُ خُضَيرٍ ، فَتَسابّا

ارشاد میں روایت ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام اپنی جگہ پر تشریف لائے اور تمام شبِ عاشورا نماز، تلاوتِ قرآن، دُعا اور تضرع میں مشغول رہے۔ آپؑ کے اصحاب بھی آپؑ کی طرح اللہ ربّ العزت کی بندگی و عبادت میں معروف رہے۔

---

(1) تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۲۱؛ البدایۃ والنہایۃ: ج ۸، ص ۱۷۷

ضحاک بن عبداللہ کی روایت ہے کہ ابن سعد کی فوج کا رسالہ جو ہماری نگرانی پر مقرر تھا وہ ہمارے خیام کے قریب سے گزرا۔ اُس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام سورۂ آل عمران کی آیات کی تلاوت کر رہے تھے:

"ہاں وہ لوگ جو کافر ہو گئے ہیں وہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم جو انھیں ڈھیل دے رہے ہیں اس میں ان کے لیے بہتری ہے۔ ہم تو اس لیے انھیں ڈھیل دے رہے ہیں کہ وہ مزید گناہوں میں مبتلا ہو جائیں، ان کے لیے تو ذلیل و رُسوا کرنے والا عذاب ہے۔ خدا یہ نہیں کرے گا کہ جس حال میں ہو اس حالت میں اہلِ ایمان کو رہنے دے۔ وہ پاک و ناپاک دونوں کو جدا کر کے رہے گا"۔

ابنِ سعد کے ایک سوار جس کا نام عبداللہ بن سُمیر تھا، جو مزاح و استہزاء کرنے والا شریر و سفاک فرد تھا، کہا: ربِ کعبہ کی قسم! ہم لوگ پاک و پاکیزہ ہیں۔ ہم میں سے کسی آدمی نے اُسے پہچان لیا تو جنابِ بُریر بن خُضیر نے کہا: اے فاسق! کیا اللہ تعالیٰ نے تجھ جیسے آدمی کو پاک لوگوں میں سے بنایا ہے؟

عبداللہ بن سُمیر نے کہا: تم کون ہو؟

جنابِ بُریر نے کہا: میں بُریر بن خُضیر ہوں۔

ان دونوں کے درمیان گالی گلوچ کا تبادلہ ہوا۔ پھر وہ واپس چلے گئے۔ [1]

جنابِ بُریر اور شمر کے درمیان مکالمہ

الفتوح میں روایت ہے کہ آدھی رات کا وقت تھا، شمر اپنے کچھ ساتھیوں کو لے کر حسینیؑ لشکر کے قریب آیا۔ اُس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام بلند آواز کے ساتھ ان آیات کی تلاوت کر رہے تھے:

"ہاں وہ لوگ جو کافر ہو گئے ہیں وہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم جو انھیں ڈھیل دے رہے ہیں......الخ"۔

---

[1] ارشاد: ج ۲، ص ۹۳؛ اعلام الوریٰ: ج ۱، ص ۴۵۷؛ روضۃ الواعظین: ص ۲۰۳؛ بحار الانوار: ج ۴۵، ص ۳

راوی کہتا ہے کہ شمر کے ایک ساتھی نے چیخ چیخ کر کہا: ربِ کعبہ کی قسم! ہم ہی پاک و پاکیزہ لوگ ہیں اور تم لوگ ناپاک ہو۔

حضرت بریرؓ نے اپنی نماز منقطع کر کے آواز دی: اے فاسق! اے فاجر! اے اللہ کے دشمن! تجھ جیسا آدمی پاکیزہ لوگوں میں سے ہوسکتا ہے؟ تو کون ہے؟ تُو تو چوپایہ معلوم ہوتا ہے جسے کوئی عقل و شعور نہیں ہوتا۔ تجھے قیامت کے دن کے عذابِ الیم اور جہنم کی بشارت ہو۔

یہ سن کر شمر چیخ چیخ کر کہنے لگا: اے متکلم! اللہ تجھے اور تیرے صاحب کو جلد قتل کرنے والا ہے۔

حضرت بریرؓ نے کہا: اے دشمنانِ خدا! تو مجھے موت سے ڈراتا ہے، تمھاری مصاحبت سے مجھے موت محبوب ہے؟ واللہ! قیامت کے دن اُس قوم کو حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت نصیب نہ ہوگی کہ جس نے آپؐ کی ذریت کا خون بہایا۔

خیامِ حسینیؑ سے ایک آدمی حضرت بریرؓ کے پاس آیا اور اُن سے کہا: اے بریرؓ! اللہ آپ پر رحم کرے۔ حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام فرما رہے ہیں کہ آپ واپس آجائیں۔ ان لوگوں سے کوئی بات نہ کریں۔ مجھے اپنی زندگی کی قسم! مومن آلِ فرعون نے بھی اپنی قوم کو نصیحت کی تھی کہ دعوت و ارشاد کا خوب حق ادا کیا تھا لیکن تم نے بھی ان لوگوں کو خوب نصیحت کی ہے اور پورا حق ادا کیا ہے۔ (1)

شبِ عاشورا حضرت زینب علیہا السلام کی حالت

تاریخ الطبری عن الحارث بن کعب وأبی الضحاك عن علی بن الحسین بن علی [زین العابدین] علیہ السلام: إِنِّي جَالِسٌ فِي تِلْكَ الْعَشِيَّةِ الَّتِي قُتِلَ أَبِي صَبِيحَتَهَا ، وَعَمَّتِي زَيْنَبُ عِنْدِي تُمَرِّضُنِي: إِذِ اعْتَزَلَ أَبِي بِأَصْحَابِهِ فِي خِبَاءٍ لَهُ: وَعِنْدَهُ حُوَيٌّ مَوْلَى أَبِي ذَرٍّ الْغِفَارِيِّ، وَهُوَ يُعَالِجُ سَيْفَهُ وَيُصْلِحُهُ وَأَبِي يَقُولُ:

(1) الفتوح: ج ۵، ص ۹۹؛ مقتل الحسین خوارزمی: ج ۱، ص ۲۵۱

يَادَهرُ أُفٍّ لَكَ مِن خَلِيلٍ ... كَم لَكَ بِالإِشرَاقِ وَالأَصِيلِ

مِن صَاحِبٍ أَو طَالِبٍ قَتِيلٍ ... وَالدَّهرُ لَا يَقنَعُ بِالبَدِيلِ

وَ إِنَّمَا الأَمرُ إِلَى الجَلِيلِ ... وَكُلُّ حَيٍّ سَالِكُ السَّبِيلِ

قَالَ: فَأَعَادَهَا مَرَّتَينِ أَو ثَلَاثًا حَتَّى فَهِمتُهَا، فَعَرَفتُ مَا أَرَادَ، فَخَنَقَتنِي عَبرَتِي سَمِعتُ فَرَدَدتُ دَمعِي وَلَزِمتُ السُّكُونَ، فَعَلِمتُ اَنَّ البَلَاءَ قَد نَزَلَ. فَأَمَّا عَمَّتِي فَإِنَّهَا سَمِعَت مَا سَمِعتُ، وَهِيَ امرَأَةٌ، وَفِي النِّسَاءِ الرِّقَّةُ والجَزَعُ. فَلَم تَملِكْ نَفسَهَا أَن وَثَبَت تَجُرُّ ثَوبَهَا. وَإِنَّهَا لَحَاسِرَةٌ حَتَّى انتَهَت إِلَيهِ. فَقَالَت وَاثُكلَاه! لَيتَ المَوتَ أَعدَمَنِي الحَيَاةَ! اليَومَ مَاتَت فَاطِمَةُ أُمِّي وَعَلِيٌّ أَبِي وَحَسَنٌ أَخِي! يَاخَلِيفَةَ المَاضِي وَثِمَالَ البَاقِي. قَالَ: فَنَظَرَ إِلَيهَا الحُسَينُ علیہ السلام فَقَالَ: يَا أُخَيَّةُ لَا يُذهِبَنَّ حِلمَكِ الشَّيطَانُ. قَالَت: بِأَبِي أَنتَ وَأُمِّي يَا أَبَا عَبدِ اللهِ استَقتَلتَ نَفسِي فِدَاكَ! فَرَدَّ غُصَّتَهُ، وَتَرَقرَقَت عَينَاهُ، وَقَالَ: لَو تُرِكَ القَطَا لَيلًا لَنَامَ. قَالَت: يَاوَيلَتِي. أَفَتُغصَبُ نَفسُكَ اغتِصَابًا. فَذٰلِكَ أَقرَحُ لِقَلبِي، وَأَشَدُّ عَلَى نَفسِي! وَلَطَمَت وَجهَهَا. وَأَهوَت إِلَى جَيبِهَا وَشَقَّتهُ وَخَرَّت مَغشِيًّا عَلَيهَا

فَقَامَ إِلَيهَا الحُسَينُ علیہ السلام فَصَبَّ عَلَى وَجهِهَا المَاءَ، وَقَالَ لَهَا: يَا أُخَيَّةُ. اتَّقِي اللهَ وَتَعَزَّي بِعَزَاءِ اللهِ. وَاعلَمِي أَنَّ أَهلَ الأَرضِ يَمُوتُونَ، وَأَنَّ أَهلَ السَّمَاءِ لَا يَبقُونَ، وَأَنَّ كُلَّ شَيءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجهَ اللهِ الَّذِي خَلَقَ الأَرضَ بِقُدرَتِهِ. وَيَبعَثُ الخَلقَ فَيَعُودُونَ وَهُوَ فَردٌ وَحدَهُ. أَبِي خَيرٌ مِنِّي وَأُمِّي خَيرٌ مِنِّي. وَأَخِي خَيرٌ مِنِّي. وَلِي وَلَهُم وَلِكُلِّ مُسلِمٍ بِرَسُولِ اللهِ أُسوَةٌ

قَالَ: فَعَزَّاهَا بِهٰذَا وَنَحوِهِ. وَقَالَ لَهَا: يَا أُخَيَّةُ. إِنِّي أُقسِمُ عَلَيكِ

فَأَبِرِّي قَسَمِي لَا تَشُقِّي عَلَيَّ جَيْبًا، وَلَا تَخْمُشِي عَلَيَّ وَجْهًا، وَلَا تَدْعِي عَلَيَّ بِالْوَيْلِ وَالثُّبُورِ إِذَا أَنَا هَلَكْتُ

قَالَ: ثُمَّ جَاءَ بِهَا حَتَّى أَجْلَسَهَا عِنْدِي، وَخَرَجَ إِلَى أَصْحَابِهِ، فَأَمَرَهُمْ أَنْ يُقَرِّبُوا بَعْضَ بُيُوتِهِمْ مِنْ بَعْضٍ، وَأَنْ يُدْخِلُوا الْأَطْنَابَ بَعْضَهَا فِي بَعْضٍ، وَأَنْ يَكُونُوا هُمْ بَيْنَ الْبُيُوتِ إِلَّا الْوَجْهَ الَّذِي يَأْتِيهِمْ مِنْهُ عَدُوُّهُمْ

تاریخ طبری میں حارث بن کعب اور ابوضحاک سے روایت ہے کہ ہم نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے فرمایا:

"محرم کی دسویں کی رات تھی، میں علیل تھا۔ میری پھوپھی (حضرت زینب علیہا السلام) میری تیمارداری میں مصروف تھیں۔ اس رات کے اگلے دن میرے والد بزرگوار شہید ہوئے تھے۔ میرے والد بزرگوار اپنے اصحاب کی مجلس سے اپنے خیمہ میں تشریف لائے۔ حضرت ابوذر غفاریؓ کے آزاد کردہ غلام جناب حوی آپؑ کے پاس بیٹھے تلوار کو درست کر رہے تھے۔ اور آپؑ اس مضمون کے اشعار پڑھ رہے تھے۔

اے دہر ناپائیدار! تجھ پر وائے ہو، تُو کتنا برا دوست ہے؟
کہ ہر صبح یا شام کسی دوست یا دشمن کو موت کی نیند سُلا دیتا ہے؟
تو کسی کا عوض قبول نہیں کرتا جسے چاہتا ہے موت سے ہم کنار کر دیتا ہے۔
ہاں! یہ سب حکمِ خدا سے ہوتا ہے، ہر زندہ اسی راہ کا راہی ہے۔

آپؑ نے ان اشعار کو دو تین دفعہ پڑھا۔ میں سمجھا اور جان گیا کہ ان اشعار سے آپؑ کی مراد کیا ہے۔ مجھے بااختیار رونا آیا، لیکن میں نے آنسوؤں کو ضبط کر لیا، خاموش رہا لیکن میں سمجھ گیا کہ مصیبت ٹوٹ پڑی ہے۔

عقیلہ قریش حضرت زینب علیہا السلام کی آہ وزاری

میری پھوپھی حضرت زینب علیہا السلام بھی امام علیہ السلام کی گفتار کو سن رہی تھیں۔ خواتین کا دل

نرم ہوتا ہے۔ ان کی فطرت میں رقت قلبی رچی بسی ہوتی ہے۔ آپؑ خود کو سنبھال نہ سکیں۔ بی بی پاکؑ سر برہنہ دوڑیں، چادر کھینچتی ہوئی آپؑ کے پاس پہنچی۔ روتے ہوئے کہنے لگیں:

وا مصیبتاہ! ارے! آج میں موت سے ہم کنار ہو گئی ہوتی۔ اے بزرگوں کے خلیفہ و جانشین! اے درماندوں کے رفیق و شفیق! ایسے معلوم ہوتا ہے جیسے آج ہی میری ماں (حضرت فاطمہ علیہا السلام) کا جنازہ اُٹھا ہے۔ میرے والد بزرگوارؑ اور بھائی (حسنؑ) نے آج ہی رحلت کی ہے۔

امام علیہ السلام نے اُن کی طرف دیکھا اور فرمایا: پیاری بہن! اپنے حلم کو سنبھال کر اپنے مقام اور اپنی عظمت کو سامنے رکھیں۔

میری پھوپھی کہنے لگیں: یاابا عبداللہ! میرے ماں باپ آپؑ پر فدا ہوں، میری جان آپؑ پر فدا و قربان، کیا آپؑ نے قتل ہونا گوارا کر لیا ہے؟

حضرت امام حسین علیہ السلام کا اپنی بہن کو دلاسہ دینا

فرزند رسولؐ نے اپنی ہمشیرہ کو اس حال میں دیکھ کر اپنے آپؑ کو سنبھالا، لیکن امام علیہ السلام کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہو گئیں اور آپؑ نے فرمایا: اگر قطا پرندے کو چھوڑ دیا جاتا تو وہ سکون سے زندگی بسر کرتا، یعنی اُسے موت نے چین سے نہ بیٹھنے دیا۔

یہ سن کر میری پھوپھی حال سے بے حال ہو کر رہ گئیں۔

کہا: ہائے بھائی! کیا آپؑ کو یہ لوگ قتل کر دیں گے؟ ہائے میرا دل پھٹا جاتا ہے۔ کلیجہ ٹکڑے ٹکڑے ہوا چاہتا ہے۔ میرے دل کی دُنیا میں غم کے طوفان برپا ہیں۔ یہ کہہ کر اپنے منہ پر طمانچے مارنے شروع کیے اور غش کھا کر زمین پر گر گئیں۔

بھائی نے جب بہن کی یہ غم زدہ و افسردہ حالت دیکھی تو آپؑ جلدی سے کھڑے ہوئے اور ان کے چہرہ پر پانی کا چھڑکاؤ کیا اور فرمایا: پیاری بہن! تقویٰ کے دامن سے وابستہ رہیے۔ خدا کے لیے صبر کریں، اس حقیقت کو سامنے رکھیں کہ روئے زمین پر کسی کے لیے موت سے مفر نہیں ہے۔ ہر آدمی نے جامِ موت نوش کرنا ہے۔ اہلِ آسمان کو بھی بقا حاصل نہیں ہے۔ صرف اللہ رب العزت کو بقا حاصل ہے کہ جس نے زمین کو پیدا کیا ہے اور پھر وہ اپنی مخلوق کو زندگی

عَلَيْهِ وَعَلَى أَصْحَابِهِ النُّزُولَ عَلَى حُكْمِي، فَإِنْ أَجَابُوكَ فَابْعَثْ بِهِ وَبِأَصْحَابِهِ إِلَيَّ، وَإِنْ أَبَوا فَازْحَفْ إِلَيْهِ، فَإِنَّهُ عَاقٌّ شَاقٌّ!! فَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَاعْتَزِلْ جُنْدَنَا، وَخَلِّ بَيْنَ شِمْرِ بْنِ ذِي الْجَوْشَنِ وَبَيْنَ الْعَسْكَرِ، فَإِنَّا أَمَرْنَاكَ بِأَمْرِنَا، فَنَادَى عُمَرُ بْنُ سَعْدٍ فِي أَصْحَابِهِ أَنِ انْهَدُوا إِلَى الْقَوْمِ

③ اخبار الطوال میں روایت ہے کہ ابن زیاد نے عمر بن سعد کی طرف خط لکھا کہ جس کا مفہوم یہ ہے:

''اما بعد! میں نے تمھیں حسینؑ کی طرف اس لیے نہیں بھیجا تھا کہ تم وقت گزاری کرتے رہو اور تمھیں اس لیے روانہ نہیں کیا تھا کہ تم ان کی سلامتی کی اُمیدیں لیے رکھو۔ حسینؑ اور اُن کے اصحاب سے بات کرو۔ اگر وہ ہمارا حکم تسلیم کرتے ہیں تو پھر انھیں میری طرف بھیج دو۔ اگر انکاری ہیں تو اُن کی طرف پیش قدمی کرو، کیونکہ وہ حکم عدولی کرنے والے ہیں۔ اگر تمھیں میری یہ بات پسند نہیں ہے تو میرے لشکر کی امارت شمر کے حوالے کردو اور تم ایک طرف ہو جاؤ۔ ہمارا حکم یہی ہے''۔

اس کے بعد عمر بن سعد چلا چلا کر اپنے اصحاب سے کہنے لگا: فوراً جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔ ①

تاريخ الطبري عن سعد بن عبيدة: إِنَّا لَمُسْتَنْقِعُونَ فِي الْمَاءِ مَعَ عُمَرَ بْنِ سَعْدٍ، إِذْ أَتَاهُ رَجُلٌ، فَسَارَّهُ وَقَالَ لَهُ: قَدْ بَعَثَ إِلَيْكَ ابْنُ زِيَادٍ جُوَيْرِيَةَ بْنَ بَدْرٍ التَّمِيمِيَّ، وَأَمَرَهُ إِنْ لَمْ تُقَاتِلِ الْقَوْمَ أَنْ يَضْرِبَ عُنُقَكَ

قَالَ: فَوَثَبَ إِلَى فَرَسِهِ فَرَكِبَهُ، ثُمَّ دَعَا بِسِلَاحِهِ فَلَبِسَهُ، وَإِنَّهُ عَلَى فَرَسِهِ فَنَهَضَ بِالنَّاسِ إِلَيْهِمْ، فَقَاتَلُوهُمْ

① اخبار الطوال: ص ۲۵۵؛ بغیۃ الطلب فی تاریخ حلب: ج ۶، ص ۲۶۲۷؛ المنتظم: ج ۵، ص ۳۳۶

تاریخ طبری [illegible] تمام [illegible] نے

تھے فورا [illegible] کرے گا اور

وہاں [illegible] ابن زیاد نے تیری طرف جویریہ بن

بدر تمیمی کو بھیجا ہے [illegible] کہ

دیا جائے [illegible] پتھر مارو، میں اپنے اور تمہارے پروردگار سے پناہ مانگتا ہوں ہر ایسے ظالم سے جو

روز [illegible] سے نکلا اور اپنے گھوڑے کی طرف بھاگا۔ اس پر سوار ہوا۔

اپنا عسکری لباس [illegible] (1) [illegible] سے

عبادت [illegible] جنے

حمید بن مسلم [illegible] اللہ

اور [illegible] کرتا

وہ [illegible] نہیں

اگر وہ [illegible] اللہ تعالیٰ [illegible] کرے تو تم بھی

اس کی اطاعت [illegible] امام حسن [illegible] اس وقت لشکر کی

امارت تمہارا [illegible] قانون جاری ہو چکا

ہے [illegible]

یہ خط لکھا [illegible] فرزند حضرت یوسف اور ان کے بھائی سے ملنے کا شوق و اشتیاق تھا۔ مجھے اپنے نانا،

والد، [illegible] ہے۔ میری شہادت

ہر صورت [illegible] اس کو طویل کرے اور نہ میں نے اس لیے بھیجا تھا کہ

تم [illegible] الحسین علیہ السلام

یاد [illegible] تسلیم کر لیں [illegible]

سلام [illegible] رسول اللہ۔

---

(1) تاریخ [illegible]

[illegible] ۱۰۰

[illegible] اُن [illegible] امر کے [illegible] حسین کو اَلم

[illegible] فرمایا [illegible] اَهل

ہے [illegible] معلوم [illegible] آبا

کوئی [illegible] ہے کہ اگر میں

نے [illegible] ساتھ یہ سلوک کروں گا۔

اگر تم [illegible] تعمیل نہ کی تو [illegible] اگر تم [illegible] اللہ

[illegible] وَمَا

[illegible] حکم کی تعمیل کرے گا"۔ والسلام (1)

[illegible]

[illegible] امام حسین علیہ السلام

نے [illegible] قرآن مجید لیا اور اُسے

کھولا [illegible] . وَإِنْ أَبَوا ذٰلِك

فَأَ [illegible] نانا

[illegible] میں

[illegible] تک

[illegible] کی

[illegible] اگر

[illegible] جابرؓ، حضرت زید بن ارقمؓ،

[illegible]"

شمر نے بلند آواز سے کہا: اس وقت تم ہاویہ میں وارد ہونے والے ہو۔

(1) تاریخ طبری: ج ۳، ص ۳۱۳؛ انساب الاشراف: ج ۳، ص ۳۹۰؛ تاریخ دمشق: ج ۳۵، ص ۱۵؛ ارشاد، ج ۲، ص ۸۸؛ مناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۹۷؛ روضۃ الواعظین: ص ۲۵۱؛ اعلام الوریٰ: ج ۱،

[illegible] حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: اللہ اکبر! میرے نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم [illegible]

[illegible]

[illegible] شمر! وہ تو ہی ہے۔

الشِّمِرِ، وَقَالَ: إِذَا وَصَلتَ بِكِتَابِي إِلَى عُمَرَ بنِ سَعدٍ، فَإِنْ قَامَ مِن سَاعَتِهِ لِمُحَارَبَةِ الحُسَينِ فَذَاكَ، وَإِنْ لَمْ يَقُم فَخُذْهُ وَقَيِّدهُ، وَانْدُبْ شَهرَ بنَ حَوشَبٍ لِيَكُونَ أَمِيرًا عَلَى النَّاسِ فَوَصَلَ الكِتَابُ وَكَانَ فِي الكِتَابِ: إِنِّي لَمْ أَبعَثكَ، يَابنَ سَعدٍ لِمُنَادَمَةِ الحُسَينِ، فَإِذَا أَتَاكَ كِتَابِي فَخَيِّرِ الحُسَينَ بَينَ أَن يَأتِيَ إِلَيَّ وَبَينَ أَن تُقَاتِلَهُ. فَقَامَ عُمَرُ بنُ سَعدٍ مِن سَاعَتِهِ وَأَخبَرَ الحُسَينَ علیہ السلام بِذَلِكَ. فَقَالَ لَهُ الحُسَينُ علیہ السلام: أَخِّرنِي إِلَى غَدٍ

مقتل الحسین خوارزمی میں روایت ہے، عمر بن سعد اپنے لشکر کی طرف لوٹا۔ اُس وقت اس کے پاس ابن زیاد کا خط آچکا تھا اور اس خط کا مضمون یہ ہے:

''تو نے حسینؑ سے جنگ کرنے میں اتنی دیر کیوں کر دی ہے؟ یہ طوالت و مطاولت کس لیے ہے؟ اگر حسینؑ اور اُن کے اصحاب بیعت کرتے ہیں اور میرے حکم کی تعمیل کرتے ہیں تو اُنھیں صحیح و سلامت میرے پاس بھیج دے۔ اگر وہ انکار کرتے ہیں تو پیش قدمی کرو اور اُن کا مُثلہ کردو کیونکہ وہ اس امر کے مستحق ہیں۔ جب حسینؑ کو قتل کر دینا تو اُن کے لاشے پر گھوڑے دوڑا دینا، کیونکہ وہ نافرمان قطع رحم کرنے والا ہے۔ اگر تو نے اس طرح کردیا جس طرح میں نے کہا ہے تو تجھے اطاعت گزار جیسا انعام دیا جائے گا۔ اگر انکار کیا تو پھر میرے لشکر کی امارت سے ایک طرف ہو جا اور شمر کے حوالے کردے۔ وہ تجھ سے زیادہ عقل مند اور پرعزم ہے''۔

ایک اور راوی کی روایت ہے: عبیداللہ ابن زیاد نے حویرہ بن یزید تمیمی کو اپنے پاس بلایا اور کہا: تو میرا یہ خط عمر بن سعد کے پاس لے جا۔ اگر وہ اسی وقت حسینؑ سے جنگ کرنے کے لیے کھڑا ہو جائے تو ٹھیک، اگر وہ تیار نہ ہو تو اُسے گرفتار کر لینا۔ شہر بن حوشب کو بلا لینا، تا کہ لشکر کی امارت اپنے ذمہ لے لے۔

یہی خط ابن سعد کے پاس پہنچا۔ اس خط کا مضمون یہ تھا:

"اے ابن سعد! میں نے تمھیں اس لیے نہیں بھیجا تھا کہ تم حسینؑ سے ہم نشینی رکھو۔ جب میرا خط تجھے ملے تو تم حسینؑ کو میرے پاس لے آؤ یا پھر تم اس سے جنگ کرو"۔

جب عمر بن سعد نے خط پڑھا تو اسی وقت جنگ کے لیے کھڑا ہو گیا۔ ادھر حضرت امام حسین علیہ السلام کو جنگ کرنے کی خبر دے دی گئی تو آپؑ نے ان لوگوں سے ایک رات کی مہلت طلب کی۔ ①

حضرت امام حسین علیہ السلام اور آپؑ کے اصحاب کی محصوریت

الکافی میں عبدالملک سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ماہ محرم کی نو اور دس تاریخ کے روزہ رکھنے کے بارے میں سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا: نو محرم کا وہ دن ہے کہ جس دن حضرت امام حسین علیہ السلام اور آپؑ کے اصحاب رضوان اللہ کو میدان کربلا میں گھیر لیا گیا تھا۔ شامی حکومت کی فوجوں نے آپؑ کا محاصرہ کر لیا تھا۔ اس سے ابن مرجانہ اور عمر بن سعد کو بہت زیادہ خوشی ہوئی تھی کہ انھوں نے کثرت کے ساتھ لوگوں کو امامؑ کے خلاف جمع کر لیا ہے اور آپؑ کو اور آپؑ کے اصحاب کو مستضعف کر دیا ہے۔ انھیں یقین ہو گیا تھا کہ اب عراق سے آپؑ کی معاونت و نصرت کے لیے کوئی نہیں آئے گا۔ ہاں میں اپنے مستضعف اور مسافر بابا پر قربان ہو جاؤں۔ اس دن روزہ رکھنا جائز ہے۔

اس کے بعد آپؑ نے فرمایا: جہاں تک یوم عاشورا کی بات ہے تو وہ یہ دن ہے کہ جس دن حضرت امام حسین علیہ السلام کے تمام اصحاب اور جوانوں کو شہید کر دیا گیا تھا۔ آخر میں ان ظالموں نے آپؑ کو بے دردی کے ساتھ شہید کر دیا تھا۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے یہاں سوال کیا کہ میں دس محرم کو روزہ رکھ سکتا ہوں؟

آپؑ نے فرمایا: نہیں، رب کعبہ کی قسم! اس دن روزہ رکھنا حرام ہے۔ ②

---

① مقتل الحسین خوارزمی: ج ۱، ص ۲۳۵؛ الفتوح: ج ۵، ص ۹۳

② الکافی: ج ۴، ص ۱۴۷؛ بحار الانوار: ج ۴۵، ص ۹۵

فخر کی [illegible] اور ظاہراً شکست کھا جائیں تب بھی وہ ہماری

[illegible] بن ذی الجوشن

نے [illegible] ام البنین بنت

حزام [illegible] چار فرزند پیدا

ہوئے [illegible] گے۔ ہماری مصیبت پر خوشیاں

منا [illegible] حضرت عثمانؓ

جب [illegible] عامر بن کلاب

نے [illegible] امام حسین علیہ السلام کے

ہمراہ [illegible] یہ گھوڑے پر

سوار [illegible] کی تیز و تیز [illegible]

[illegible] امان نامہ تحریر

[illegible] کے حوالے کیا کہ وہ

[illegible] کے پاس آیا اور

[illegible] آپ کے لیے

امان [illegible] ماموں کو سلام

کہنا [illegible] پروردگار ہے اور [illegible]

[illegible] اللہ

پروردگار [illegible] کی امان سے [illegible]

[illegible] اور اس

میں [illegible] عمر بن سعد نے [illegible] سے کہا: اے [illegible] کی بات ہے خدا

تجھے [illegible] اللہ تجھے غارت

کرے [illegible] اس کی

[illegible] کر رکھ

دیا ہے [illegible] ایک امید تھی، لیکن کام کرنا [illegible] کا حکم کر کے قتل کیا [illegible] حسین گردن [illegible] نہیں کر سکتا۔

اہل [illegible] کے [illegible] اور اس کے دشمن کے ساتھ جنگ [illegible] اور لشکر کے درمیان [illegible] طرف ہمیں

[illegible] (1) نے کہا: نہیں، خدا تجھے رسوا کرے میں یہ کام خود کروں گا۔

تاریخ [illegible] جمعرات نو محرم کے [illegible] کھڑا ہوا اور کہا:

[illegible] وَصَلَّى عَلَى النَّبِيِّ [illegible] ثُمَّ قَالَ:

[illegible] ان لوگوں نے شمر سے

[illegible]

[illegible] امان پر لعنت

[illegible] ہے۔ (1)

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] یعنی

[illegible] والدہ حضرت ام

[illegible]

(1) تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۱۵؛ الکامل فی التاریخ: ج ۳، ص ۱۵۵؛ البدایۃ والنہایۃ: ج ۸، ص ۱۷۵

(1) [illegible]

ام البنین بنت حزام بن ربیعہ کلابی تھیں۔ یہ تمام حضرات شمر کے سامنے آئے تو شمر نے کہا: تمھارے لیے امان ہے۔ ان سب نے کہا: اللہ تجھ پر اور تیری امان پر لعنت کرے ہمارے لیے تو امان ہے اور فرزند رسولؐ کے لیے امان نہیں ہے۔ ①

الفتوح: أقبَلَ شِمرُ بنُ ذِي الجَوشَنِ حَتّىٰ وَقَفَ عَلىٰ مُعَسكَرِ الحُسَينِ عليه السلام فَنادىٰ بِأَعلىٰ صَوتِهِ: أينَ بَنو اُختِنا عَبدُ اللهِ وجَعفَرٌ وَالعَبّاسُ بَنو عَلِيِّ بنِ أبي طالِبٍ! فَقالَ الحُسَينُ لِإِخوَتِهِ: أجيبوهُ وإن كانَ فاسِقًا، فَإِنَّهُ مِن أخوالِكُم! فَنادَوهُ فَقالوا: ما شَأنُكَ وما تُريدُ؟ فَقالَ: يا بَني اُختي، أنتُم آمِنونَ، فَلا تَقتُلوا أنفُسَكُم مَعَ أخيكُمُ الحُسَينِ، وَالزَموا طاعَةَ أميرِ المُؤمِنينَ يَزيدَ بنِ مُعاوِيَةَ!
فَقالَ لَهُ العَبّاسُ بنُ عَلِيٍّ عليه السلام: تَبًّا لَكَ يا شِمرُ، ولَعَنَكَ اللهُ، ولَعَنَ ما جِئتَ بِهِ مِن أمانِكَ هٰذا يا عَدُوَّ اللهِ! أتَأمُرُنا أن نَدخُلَ في طاعَةِ العِنادِ ونَترُكَ نُصرَةَ أخينَا الحُسَينِ

الفتوح میں روایت ہے کہ شمر حضرت امام حسین علیہ السلام کے خیام کے قریب آیا اور بلند آواز کے ساتھ کہا: ہمارے بھانجے عبداللہؑ، جعفرؑ، عباسؑ کہاں ہیں؟

امام علیہ السلام نے اپنے برادران سے فرمایا: اگرچہ وہ فاسق ہے اس کا جواب دو، کیونکہ وہ تمھارا ماموں ہے۔

ان حضراتؑ نے شمر سے کہا: ہم سے تیرا کیا کام ہے؟

شمر نے کہا: اے ہمارے بھانجو! تمھارے لیے امان ہے۔ اپنے بھائی کے ہمراہ قتل ہونے سے بچو، اپنے آپ کو قتل ہونے سے بچاؤ، یزید کی بیعت کرلو۔

حضرت عباس علمدارؑ نے فرمایا: اے شمر! تیرے لیے ویرانی و تباہی ہو۔ اللہ تجھ پر لعنت کرے اور اس پر لعنت کرے جس نے ہمارے لیے امان نامہ جاری کیا۔ تو ہمیں حکم دیتا

---

① انساب الاشراف، ج ۳، ص ۱۸۳، ۱۸۴؛ المنتظم، ج ۵، ص ۳۳۷؛ تذکرۃ الخواص، ص ۲۴۹

ہے کہ ہم ظالم کی اطاعت کریں اور اپنے برادر امام حسین علیہ السلام کو چھوڑ دیں۔ ①

الملهوف: أَقْبَلَ شِمرُ بنُ ذِي الجَوشَنِ، لَعَنَهُ اللهُ، فَنَادَى: أَينَ بَنُو أُختِي عَبدُ اللهِ وَجَعفَرٌ وَالعَبَّاسُ وَعُثمَانُ؛ فَقَالَ الحُسَينُ علیہ السلام: أَجِيبُوهُ وَإِن كَانَ فَاسِقًا، فَإِنَّهُ بَعضُ أَخوَالِكُم فَقَالُوا لَهُ: مَا شَأنُكَ؛

فَقَالَ: يَابَنِي أُختِي، أَنتُم آمِنُونَ، فَلَا تَقتُلُوا أَنفُسَكُم مَعَ أَخِيكُمُ الحُسَينِ، وَالزَمُوا طَاعَةَ أَمِيرِ المُؤمِنِينَ يَزِيدَ بنِ مُعَاوِيَةَ! فَنَادَاهُ العَبَّاسُ بنُ عَلِيٍّ علیہ السلام: تَبَّت يَدَاكَ وَلُعِنَ مَا جِئتَ بِهِ مِن أَمَانِكَ يَا عَدُوَّ اللهِ! أَتَأمُرُنَا أَن نَترُكَ أَخَانَا وَسَيِّدَنَا الحُسَينَ بنَ فَاطِمَةَ وَنَدخُلَ فِي طَاعَةِ اللُّعَنَاءِ أَولَادِ اللُّعَنَاءِ؟! فَرَجَعَ الشِّمرُ إِلَى عَسكَرِهِ مُغضَبًا!

الملہوف میں روایت ہے، شمر لعین نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے خیام کے قریب آ کر بلند آواز سے کہا: کہاں ہیں میری بہن کے بیٹے عبداللہؓ، جعفرؓ، عباسؓ اور عثمانؓ؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اگرچہ وہ فاسق ہے اس کا جواب دو کیونکہ وہ تمھارا ماموں ہے۔

ان حضرات نے شمر سے کہا: تیرا ہم سے کیا کام ہے؟

شمر نے کہا: اے میرے بھانجو! تمھیں امان دی جاتی ہے اپنے بھائی حسینؓ کے ساتھ اپنے آپ کو قتل ہونے سے بچاؤ اور یزید کی بیعت کر لو۔

حضرت عباس علیہ السلام گرج دار آواز کے ساتھ اس سے مخاطب ہوئے: اے شمر! تیرے ہاتھ ٹوٹ پڑیں، اے اللہ کے دشمن! تجھ پر اور امان دہندہ دونوں پر لعنت ہو۔ کیا ہم اپنے برادر بزرگوار اور سید و سردار حسینؓ بن فاطمہ کا ساتھ چھوڑ دیں اور لعنتی لوگوں کی لعنتی اولاد کی اطاعت میں داخل ہو جائیں۔

① الفتوح: ج۵، ص۹۴؛ مقتل الحسین خوارزمی: ج۱، ص۲۴۶۔

[illegible] چلا گیا۔ ①

[illegible] الکلبی:

[illegible] أُوذِنَ لَهُ،

[illegible]

ہاں! [illegible]

[illegible]

[illegible]

خدا، [illegible] وراثت، اعلیٰ دماغ اور

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

اس کے [illegible]

[illegible] نئی بات نہیں ہے ہم تو پہلے بھی

[illegible] سے سنا اور اس

[illegible] کے نام کی

آوازیں [illegible] ہے لیکن ہم اس وقت حوادث کی زد

[illegible] امام حسین علیہ السلام سے اجازت لی۔ امام نے اجازت دی۔

[illegible]

[illegible] ہے وابستہ

[illegible] میں نے

[illegible] امن و امان

کے [illegible] رہتا ہے تم اس طرح حوادث کی گردش

---

① [illegible]

نبی رحمت حضرت [illegible] آپ تمہارا اور تمہاری [illegible] امام [illegible] ہو۔ واللہ! تو

ہمارے [illegible] بچے [illegible] رسولؐ کے لیے

امان [illegible] پہناؤ اور مجھے ذرا برابر مہلت نہ دو۔ میں تو صرف اللہ پر بھروسہ

کر [illegible] جنگ میں جانے

کا ارادہ کیا [illegible] امام حسین علیہ السلام نے [illegible] حضرت عبداللہ اور

حضرت جعفر [illegible] کا وارث

ان [illegible] نے اپنے دونوں بھائیوں کو حکم دیا کہ وہ میدان جنگ میں جائیں۔ ان

دونوں [illegible] حضرت عباس علیہ السلام

میدان جنگ میں [illegible] کیا تھا۔

[illegible] ام جعفر کے

فرزند [illegible] تھا۔ ①

امام [illegible] ایک رات کی مہلت [illegible]

[illegible] عن

[illegible] بن

[illegible]

مقتل الحسین خوارزمی میں عبداللہ بن حسن سے روایت ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام

[illegible] بعد صلاة العصر [illegible]

اپنے اصحاب [illegible] آپؑ نے

انھیں وعظ و نصیحت کی [illegible]

[illegible] أما

[illegible] قبول کیوں نہیں

کرتے۔ [illegible] جس نے

میری اطاعت کی تو اس نے رشد و ہدایت کا اپنے لیے سامان کر لیا اور جس نے میرا انکار کیا تو وہ

ہلاکت و بربادی [illegible] بات کی طرف

[illegible]

---

① [illegible]

وَجهَهَا ، وَقَالَت: يَاوَيلَتَا! فَقَالَ: لَيسَ لَكِ الوَيلُ يَا اُخَيَّةُ ، اسكُتِي رَحِمَكِ الرَّحمٰنُ!

وَقَالَ العَبَّاسُ بنُ عَلِيٍّ عليه السلام: يَا أَخِي! أَتَاكَ القَومُ .قَالَ: فَنَهَضَ، ثُمَّ قَالَ: يَا عَبَّاس اركَب بِنَفسِي أَنتَ يَا أَخِي حَتّٰى تَلقَاهُم ، فَتَقُولَ لَهُم: مَا لَكُم ، وَمَا بَدَا لَكُم ؛ وَتَسأَلَهُم عَمَّا جَاءَ بِهِم؟

فَأَتَاهُمُ العَبَّاسُ عليه السلام ، فَاستَقبَلَهُم فِي نَحوٍ مِن عِشرِينَ فَارِسًا ، فِيهِم زُهَيرُ بنُ القَينِ وَحَبِيبُ بنُ مُظَاهِرٍ ، فَقَالَ لَهُمُ العَبَّاسُ: مَا بَدَا لَكُم وَمَا تُرِيدُونَ؟ قَالُوا: جَاءَ أَمرُ الأَمِيرِ بِأَن نَعرِضَ عَلَيكُم أَن تَنزِلُوا عَلٰى حُكمِهِ ،أَو نُنَازِلَكُم!

قَالَ: فَلَا تَعجَلُوا حَتّٰى أَرجِعَ إِلٰى أَبِي عَبدِاللهِ، فَأَعرِضَ عَلَيهِ مَا ذَكَرتُم . قَالَ: فَوَقَفُوا ، ثُمَّ قَالُوا: اِلقَهُ فَأَعلِمهُ ذٰلِكَ ، ثُمَّ القَنَا بِمَا يَقُولُ

قَالَ: فَانصَرَفَ العَبَّاسُ عليه السلام رَاجِعًا يَركُضُ إِلَى الحُسَينِ عليه السلام يُخبِرُهُ بِالخَبَرِ ، وَوَقَفَ أَصحَابُهُ يُخَاطِبُونَ القَومَ . فَقَالَ حَبِيبُ بنُ مُظَاهِرٍ لِزُهَيرِ بنِ القَينِ: كَلِّمِ القَومَ إِن شِئتَ وَإِن شِئتَ كَلَّمتُهُم

فَقَالَ لَهُ زُهَيرٌ: أَنتَ بَدَأتَ بِهٰذَا ، فَكُن أَنتَ تُكَلِّمُهُم . فَقَالَ لَهُم حَبِيبُ بنُ مُظَاهِرٍ: أَمَا وَاللهِ ،لَبِئسَ القَومُ عِندَ اللهِ غَدًا! قَومٌ يَقدَمُونَ عَلَيهِ قَد قَتَلُوا ذُرِّيَّةَ نَبِيِّهِ عليهم السلام وَعِترَتَهُ وَأَهلَ بَيتِهِ عليهم السلام وَعُبَّادَ أَهلِ هٰذَا المِصرِ المُجتَهِدِينَ بِالأَسحَارِ ، وَالذّٰاكِرِينَ اللهَ كَثِيرًا!

فَقَالَ لَهُ عَزرَةُ بنُ قَيسٍ: إِنَّكَ لَتُزَكِّي نَفسَكَ مَا استَطَعتَ!

فَقَالَ لَهُ زُهَيرٌ: يَا عَزرَةُ! إِنَّ اللهَ قَد زَكَّاهَا وَهَدَاهَا ، فَاتَّقِ اللهَ

يَا عَزرَةُ ، فَإِنِّي لَكَ مِنَ النَّاصِحِينَ ، أنشُدُكَ اللهَ يَا عَزرَةُ أَن تَكُونَ مِمَّن يُعِينُ الضُّلَالَ عَلَى قَتلِ النُّفُوسِ الزَّكِيَّةِ!

قَالَ: يَا زُهَيرُ! مَا كُنتَ عِندَنَا مِن شِيعَةِ أَهلِ البَيتِ، إِنَّمَا كُنتَ عُثمَانِيًّا ! قَالَ: أَفَلَستَ تَستَدِلُّ بِمَوقِفِي هٰذَا أَنِّي مِنهُم! أَمَا وَاللهِ، مَا كَتَبتُ إِلَيهِ كِتَابًا قَطُّ، وَلَا أَرسَلتُ إِلَيهِ رَسُولًا قَطُّ، وَلَا وَعَدتُهُ نُصرَتِي قَطُّ، وَلٰكِنَّ الطَّرِيقَ جَمَعَ بَينِي وَبَينَهُ، فَلَمَّا رَأَيتُهُ ذَكَرتُ بِهِ رَسُولَ اللهِ وَمَكَانَهُ مِنهُ ، وَعَرَفتُ مَا يُقدِمُ عَلَيهِ مِن عَدُوِّهِ وَحِزبِكُم ، فَرَأَيتُ أَن أَنصُرَهُ، وَأَن أَكُونَ فِي حِزبِهِ، وَأَن أَجعَلَ نَفسِي دُونَ نَفسِهِ حِفظًا لِمَا ضَيَّعتُم مِن حَقِّ اللهِ وَحَقِّ رَسُولِهِ

قَالَ : وَأَقبَلَ العَبَّاسُ بنُ عَلِيٍّ يَركُضُ حَتَّى انتَهَى إِلَيهِم ، فَقَالَ: يَا هٰؤُلَاءِ إِنَّ أَبَا عَبدِ اللهِ يَسأَلُكُم أَن تَنصَرِفُوا هٰذِهِ العَشِيَّةَ حَتَّى يَنظُرَ فِي هٰذَا الأَمرِ......وَكَانَ العَبَّاسُ بنُ عَلِيٍّ حِينَ أَتَى حُسَينًا بِمَا عَرَضَ عَلَيهِ عُمَرُ بنُ سَعدٍ قَالَ: إِرجِع إِلَيهِم ، فَإِنِ استَطَعتَ أَن تُؤَخِّرَهُم إِلَى غُدوَةٍ وَتَدفَعَهُم عِندَ العَشِيَّةِ، لَعَلَّنَا نُصَلِّي لِرَبِّنَا اللَّيلَةَ وَنَدعُوهُ وَنَستَغفِرُهُ، فَهُوَ يَعلَمُ أَنِّي قَد كُنتُ أُحِبُّ الصَّلَاةَ لَهُ، وَتِلَاوَةَ كِتَابِهِ ، وَكَثرَةَ الدُّعَاءِ وَالِاستِغفَارِ!

قَالَ أَبُو مِخنَفٍ: حَدَّثَنِي الحَارِثُ بنُ حَصِيرَةَ، عَن عَبدِ اللهِ بنِ شَرِيكٍ العَامِرِيِّ ، عَن عَلِيِّ بنِ الحُسَينِ عليه السلام قَالَ: أَتَانَا رَسُولٌ مِن قِبَلِ عُمَرَ بنِ سَعدٍ ، فَقَامَ مِثلَ حَيثُ يُسمَعُ الصَّوتُ، فَقَالَ: إِنَّا قَد أَجَّلنَاكُم إِلَى غَدٍ، فَإِنِ استَسلَمتُم سَرَّحنَا بِكُم إِلَى أَمِيرِنَا عُبَيدِ اللهِ بنِ زِيَادٍ، وَإِن أَبَيتُم فَلَسنَا تَارِكِيكُم

تاریخ الطبری [illegible] اور اس

نے عبداللہ بن [illegible] لشکر کو

آواز دی: اے [illegible] تیار ہو جاؤ، تمہارے لیے فتح کی خوشخبری ہے۔

اس نے [illegible] سے جنگ

کرنے کے لیے [illegible] امام حسین [illegible] سمجھ کے

سامنے اس طرح تشریف فرما تھے کہ [illegible] ہو گئے تھے۔

آپ نے گھٹنوں پر [illegible] آواز سنی تو

بی بی اپنے بھائی [illegible] قریب

سے آ رہی ہیں [illegible]۔ بے شک میرا پروردگار سیدھے راستے پر ہے"۔

امام [illegible] کو ان

دیکھا [illegible] فرماتے ہیں: تم جلد ہمارے پاس آنے والے ہو۔

جب [illegible] انھیں اس طرح قحط و

آپ [illegible] بہن!

اللہ رب العزت [illegible] کو مسلط کر، جو انھیں ذلت و رسوائی سے

دوچار کر دے۔ ان میں سے کسی کو باقی نہ چھوڑ، یہاں تک کہ قتل کا بدلہ قتل

حضرت عباس [illegible] سے نہ لے لے۔ میرا اور میرے انصار کا

حضرت [illegible] قدی

کر دی ہے۔ ہے، ہماری نصرت و معاونت سے انکار کیا ہے۔ تو ہی ہمارا پروردگار ہے۔

یہ سن [illegible] قربان جاؤں، گھوڑے پر سوار

ہو جاؤ اور [illegible] کے لشکر

سے [illegible] امام

حسین [illegible] امام

[illegible] سے جنگ کریں گے۔

نے [illegible] عباس [illegible] فرمایا [illegible] اگر حسین [illegible] عباس نے
[illegible] خون [illegible] آپ [illegible] کر
[illegible] کر رہ گیا۔ (آپؑ اس تیر سے زخمی نہیں ہوئے تھے)۔ چونکہ کوئی فوج نے آپؑ کی
[illegible] عباس [illegible] امام [illegible] میں یہ خبر لے کر چلے۔
باقی تمام [illegible] لشکر [illegible] میں
بن [illegible] فریاد [illegible] سنی کنانہ
کا [illegible] کہا: ابتداء تم نے کی ہے تم ان سے گفتگو کرو۔ جناب حبیبؓ نے ان
لوگوں سے خطاب [illegible] نے ایک اور آدمی کا ذکر بھی کیا ہے جس کا نام ابنِ عمر بن زیاد لکھا ہے۔ (1)

حضرت امام [illegible] کی [illegible] پر ایک نظر

"[illegible] امام [illegible] بخوبی
جانتے تھے [illegible] آپ [illegible] کے منتظر تھے
کہ [illegible] کریں۔ آپؑ جب
کربلا [illegible] جنگ کا آغاز نہیں ہوگا۔
جب [illegible] آپؑ چاہتے تھے
جہاں تک ممکن ہو دشمن کو [illegible] نصیحت کریں تا کہ ایک طرف تو حق اور فضیلت کی راہ کو باطل سے
جدا اور ممتاز کر کے دکھایا جائے اور دوسری طرف کہیں ایسا نہ ہو کہ دشمن کے لشکر کا کوئی ایک شخص
بے خبری اور نادانی میں امام کے قتل میں شریک ہو۔ حقیقت سے لاعلم رہ کر ابدی ناکامی اور پستی
[illegible]
خدا کے واسطے ان نفوس [illegible] کے قتل میں ان لوگوں کے ساتھ [illegible]
بانی ہیں۔

حضرت زہیرؓ اور عزرہ کی گفتگو

جناب زہیرؓ [illegible] اے عزرہ! خدا نے ان کے [illegible] کو پاک کیا ہے، انھیں
[illegible] اے عزرہ! خدا سے ڈرو۔ میں تیری خیر خواہی کا کلمہ کہتا ہوں۔ اے عز[رہ]
[illegible]
علامہ سبط ابن الجوزی نے اپنی کتاب "تذکرۃ الخواص" میں نقل کیا ہے:
جب فرزند رسول حضرت امام حسین علیہ السلام نے دیکھا کہ اہل کوفہ نے آپ کے قتل کا حتمی
فیصلہ کر لیا ہے تو آپ نے قرآن مجید [illegible] اپنے سر پر رکھا اور دشمن کے لشکر کی صفوں کے
[illegible]
عزرہ نے کہا [illegible] زہیرؓ [illegible] اہل بیتؑ کے
تم تو ان کے مخالف تھے۔

(1) تاریخ طبری: ج۵، ص ۳۹۲؛ البدایۃ والنہایۃ: ج۸، ص ۱۷۱؛ تاریخ دمشق: ج ۳۵، ص ۳۵؛ سیر اعلام النبلاء: ج ۳، ص ۳۱۱
زہیر نے کہا: مجھے اس مقام پر دیکھ کر بھی نہیں [illegible]

ہوں؟ سن بخدا! میں نے کبھی کوئی خط انھیں نہیں لکھا، نہ کبھی کوئی قاصد اُن کی طرف بھیجا۔ نہ کبھی ان سے نصرت کا وعدہ میں نے کیا۔ ہوا یہ کہ راستے میں ان سے میری ملاقات ہوئی۔ انھیں دیکھ کر مجھے رسول اللہ ﷺ یاد آ گئے اور ان کے مرتبہ جو ان کے رشتہ سے ہے اُس کا خیال آیا اور میں سمجھ گیا کہ یہ کن دشمنوں اور تمھارے ٹولے کے لوگوں میں جا رہے ہیں۔ بس میں نے یہ فیصلہ کیا کہ اُن کی نصرت کروں اور ان کی جماعت میں شریک ہو جاؤں اور اپنی جان ان کی مقدس جان پر فدا کروں تا کہ جس حقِ خدا اور حقِ رسولؐ کو تم لوگوں نے ضائع کر دیا ہے اس کی حفاظت کروں۔ اتنے میں حضرت عباسؑ بن علیؑ گھوڑے کو ایڑ لگاتے ہوئے ان لوگوں تک پہنچے اور فرمایا:

اے لوگو! ابو عبداللہ بن حسینؑ تم سے اس بات کا سوال کرتے ہیں کہ اس وقت تم سب واپس چلے جاؤ تا کہ ہم اس باب میں غور و فکر کر لیں۔ یہ ایسی بات ہے کہ ابھی تک تمھارے اور امامؑ کے درمیان اس اُمر میں بات چیت نہیں ہوئی تھی۔ کل صبح کو ان شاء اللہ پھر ہم لوگ ملیں گے۔

حضرت عباس علیہ السلام نے عمر بن سعد سے فرمایا: ہمارے آقاؑ نے فرمایا ہے کہ ہم اس رات اپنے معبود کی عبادت کر لیں اور دُعائیں مانگ لیں۔ وہ لوگ جانتے ہیں کہ مجھے نماز، تلاوتِ قرآن، کثرتِ دُعا و استغفار سے کتنی محبت ہے۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت ہے: ابن سعد کا ایک قاصد ہمارے پاس آیا اور ایسے مقام پر کھڑا ہو گیا جہاں سے آواز سنائی دیتی تھی۔ کہا: ہم نے تم لوگوں کو صبح تک کی مہلت دے دی ہے۔ اگر تم اطاعت کر لو گے تو تمھیں اپنے امیر ابن زیاد کے پاس لے جائیں گے۔ اگر انکار کرو گے تو پھر تمھیں نہیں چھوڑیں گے۔ (1)

الفتوح میں روایت ہے کہ عمر بن سعد نے اپنے لشکر کو آواز دی: اے اللہ کے لشکر! اپنے

---

(1) تاریخ طبری: ج ۵، ص ۳۱۶؛ انساب الاشراف: ج ۳، ص ۳۹۱؛ المنتظم: ج ۵، ص ۳۳۷؛ الکامل فی التاریخ: ج ۲، ص ۵۵۸؛ البدایۃ والنہایۃ: ج ۸، ص ۱۷۶؛ ارشاد: ج ۲، ص ۸۹؛ اعلام الوریٰ: ج ۱، ص ۴۵۴؛ بحار الانوار: جلد ۴۴، ص ۳۹۱؛ تجارب الامم: ج ۲، ص ۷۳؛ روضۃ الواعظین: ص ۲۰۲؛ المناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۹۸

سے گھیر لیتا اور چاروں طرف سے حملہ آور ہو جاتا۔ وہ امامؑ اور آپؑ کے اصحاب کو فوراً قتل کر دیتا۔

جب عاشوراء محرم کی صبح ہوئی، دشمن نے چاروں طرف سے حملہ آور ہونے کا ارادہ کیا تو اُن کے ارادوں پر اُس وقت پانی پھر گیا جب اُنھوں نے تین اطراف سے آگ کے شعلوں اور دھوئیں کے بادلوں کو دیکھا۔ اسی منظر کو ضحاک مشرقی نے اپنے الفاظ میں کچھ اس طرح بیان کیا ہے:

كَمَا اَقْبَلُوْا نَحْوَنَا . فَنَظَرُوا اِلَى النَّارِ تَضْطَرِمُ فِي الْحَطَبِ وَالْقَصَبِ الَّذِيْ كُنَّا اَلْهَبْنَا فِيْهِ النَّارَ مِنْ وَرَائِنَا لِئَلَّا يَاْتُوْنَا مِنْ خَلْفِنَا

"جب صبح عاشوراء دشمن کے لشکر نے ہماری طرف پیش قدمی کی تو اُنھوں نے اُس آگ کے بھڑکتے ہوئے شعلوں کو دیکھا، جو ہم نے خندق میں لکڑیوں کو لگا رکھی تھی، تاکہ وہ ہم پر پسِ پشت حملہ آور نہ ہوں"۔

مزید برآں حضرت امام حسین علیہ السلام کے اصحاب نے اپنی پشت کو آگ اور دھوئیں کے بادلوں کے ذریعے دشمن سے محفوظ کر لیا تھا۔ جب شمر کا گزر ہوا تو اُس نے دیکھا خیامِ حسینؑ کا پشت والا حصہ آگ کے ذریعے محفوظ ہو چکا ہے۔ یہ اُس لشکرِ حسینؑ کی عسکری تنظیم اور حکمت عملی تھی جس کی تعداد بہتر (۷۲) نفوس پر مشتمل تھی اور ان کا مقابلہ ۳۵ ہزار کے لشکر کے ساتھ تھا۔ جس طرح کہ طبری نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے:

وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى اِنْتَصَفَ النَّهَارُ . اَشَدَّ يُقَالٍ خَلَقَهُ اللّٰهُ وَاَخَذُوا لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى اَنْ يَاْتُوْهُمْ اِلَّا مِنْ وَجْهٍ وَاحِدٍ لِاِجْتِمَاعِ اَبْنِيَتِهِمْ وَتَقَارُبِ بَعْضِهَا مِنْ بَعْضٍ

"ایسی شدید جنگ چشمِ فلک نے کبھی نہ دیکھی ہوگی جیسی اُس دن ہوئی۔ دوپہر ہونے کو آئی، کوفیوں کو ایک رُخ کے سوا کسی دوسری طرف سے انصارِ حسینؑ پر حملہ کرنا ممکن نہ ہوا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کے خیام ایک ہی

مقام پر تھے۔ خیمہ سے خیمہ متصل تھا جس نے دشمن کے سامنے بہت بڑی رکاوٹ کھڑی کر دی تھی"۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کے اصحاب نے دشمن کا منہ توڑ جواب دیا۔ حرب و ضرب کا وہ مظاہرہ کیا کہ دشمن کے چھکے چھوٹ گئے۔ اس حالت کو دیکھ کر عمر بن سعد نے پیادوں کو بھیجا کہ وہ داہنی اور بائیں طرف کے خیمے اُکھاڑ پھینکیں تو اس طرح یہ لوگ محاصرہ میں آجائیں گے۔ پھر اِن سے جنگ کرنا آسان ہو جائے گا۔ عمر بن سعد کی پیادہ فوج خیموں کے نزدیک آئی اور اُنھوں نے خیموں کو اُکھاڑنا شروع کر دیا۔ اِدھر اصحابِ حسینؑ میں سے تین یا چار شخص خیمہ اُکھاڑنے والے پر حملہ کر دیتے تھے اور اُسے موت کے گھاٹ اُتار دیتے تھے۔ یا قریب سے اُسے تیر مارتے تھے اور اُسے ہلاک کر دیتے تھے۔

جب ابنِ سعد کی یہ تدبیر ناکام ہوئی تو اُس نے اپنی فوج کو روک دیا اور کہا: خیامِ حسینؑ کو آگ لگا دو۔ آگ لگا دی گئی۔ یہ دیکھ کر انصار سے امامؑ نے فرمایا: ان لوگوں کو خیموں کو آگ لگانے دو جب خیام کو آگ لگ جائے گی تو اُس رُخ سے دشمن حملہ نہ کر سکے گا۔ جیسا کہ آپؑ نے کہا تھا ویسا ہی ہوا۔ ایک رُخ کے سوا دوسری طرف سے وہ لوگ یورش نہ لے سکے۔ یہ اصحابِ حسینؑ کے خیام تھے۔ اصحاب میدانِ جنگ میں مصروف تھے۔ جب یہ خیام جل گئے تو دشمن اور امامؑ کے درمیان ایک اور دیوار حائل ہوگئی، جس نے دشمن کو اپنے ارادوں میں ناکام کر دیا۔ امامؑ کی دفاعی حکمت عملی کامیاب ہوئی اور دشمن اپنی چالوں میں ناکام رہا۔ حسینیؑ اصحاب نے عمر بن سعد کے لشکر کا ڈٹ کر مقابلہ کیا، حالانکہ وہ ایک سیلاب کی مانند تھا۔

مذکورہ بالا روایات سے ہم جو نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں وہ درج ذیل ہے:

① حضرت امام حسین علیہ السلام کی خواتین کے خیمے درمیان میں تھے۔ اُن کے پیچھے اور دائیں بائیں کچھ فاصلے پر اصحاب کے خیمے تھے۔ یہ خیمے قوس کی شکل میں نصب تھے۔ جب جنگ کا آغاز ہوا تو اصحاب کے خیام خالی تھے، کیونکہ اصحاب دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے میدانِ جنگ میں تھے۔ یہی مذکورہ خیام عمر بن سعد کے حکم پر جلا دیئے گئے تھے۔

② خیامِ حسینؑ اور میدانِ جنگ کے درمیان کوئی زیادہ فاصلہ نہ تھا۔ اسی اَمر کی نشان دہی

میدانِ جنگ کے مضمون پر مشتمل روایات سے ہوتی ہے۔ جس طرح حضرت علی اکبر علیہ السلام کی شہادت کی روایت ہے۔ حسینی جوانوں نے (حضرت علی اکبرؑ کے لاشہ کو) میدانِ جنگ سے اُٹھا کر خیامِ حسینیؑ کے سامنے رکھ دیا۔ دشمن کی فوج نے انھیں امامؑ اور آپؑ کے اہلِ بیتؑ کے سامنے شہید کیا تھا۔

۳ میدانِ جنگ امامؑ کے اہلِ بیتؑ کے سامنے تھا۔ اُنھوں نے اپنے جوانوں کی شجاعت کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ ساتھ ہی دشمن کی قساوت اور سنگ دلی کا مظاہرہ بھی دیکھا۔ ان حالات سے ہم جان سکتے ہیں کہ اُس وقت مخدراتِ عصمت وطہارت اور اُن کے بچوں پر کیا گزری ہوگی۔ کیونکہ اُنھوں نے اپنے عزیز کو گھوڑے سے گرتے دیکھا اور پھر اُن کی لاش کو ٹکڑے ٹکڑے ہوتے ہوئے دیکھا۔

امامؑ اور اصحاب کی شہادت کے لیے تیاری

تاریخ الطبری عن غلام لعبد الرحمن بن عبد ربه الانصاری:

كُنتُ مَعَ مَولَايَ. فَلَمَّا حَضَرَ النَّاسُ وَاَقبَلُوا اِلَى الحُسَينِ علیہ السلام، أَمَرَ الحُسَينُ علیہ السلام بِفُسطَاطٍ فَضُرِبَ. ثُمَّ أَمَرَ بِمِسكٍ فَمِيثَ فِي جَفنَةٍ عَظِيمَةٍ أَوْ صَحفَةٍ، قَالَ: ثُمَّ دَخَلَ الحُسَينُ علیہ السلام ذٰلِكَ الفُسطَاطَ. فَتَطَلَّى بِالنُّورَةِ

قَالَ: وَمَوْلَايَ عَبدُ الرَّحمٰنِ بنُ عَبدِ رَبِّهِ وَبُرَيرُ بنُ حُضَيرٍ الهَمدَانِيُّ عَلَى بَابِ الفُسطَاطِ تَحتَكُّ مَنَاكِبُهُمَا. فَازدَحَمَا أَيُّهُمَا يَطَّلِي عَلَى أَثَرِهِ. فَجَعَلَ بُرَيرٌ يُهَازِلُ عَبدَ الرَّحمٰنِ. فَقَالَ لَهُ عَبدُ الرَّحمٰنِ: دَعنَا. فَوَاللهِ مَا هٰذِهِ بِسَاعَةِ بَاطِلٍ

فَقَالَ لَهُ بُرَيرٌ: وَاللهِ. لَقَد عَلِمَ قَومِي أَنِّي مَا أَحبَبتُ البَاطِلَ شَابًّا. وَلَا كَهلًا. وَلٰكِن وَاللهِ اِنِّي لَمُستَبشِرٌ بِمَا نَحنُ لَاقُونَ، وَاللهِ. اِن بَينَنَا وَبَينَ الحُورِ العِينِ اِلَّا اَن يَمِيلَ هٰؤُلَاءِ عَلَينَا

بِأَسْيَافِهِمْ .وَلَوَدِدْتُ أَنَّهُمْ قَدْ مَالُوا عَلَيْنَا بِأَسْيَافِهِمْ

قَالَ: فَلَمَّا فَرَغَ الْحُسَيْنُ عليه السلام دَخَلْنَا فَاطَّلَيْنَا

تاریخ طبری میں عبدالرحمٰن بن عبد ربہ انصاری کے غلام سے روایت ہے کہ میں اپنے آقا کے ساتھ تھا۔ جب عمر بن سعد کی فوج قتال کے لیے حسینؑ لشکر کی طرف بڑھی تو آپؑ نے حکم دیا کہ ایک بڑا خیمہ نصب کیا جائے، خیمہ نصب کر دیا گیا تو آپؑ نے حکم دیا کہ ایک بڑے کاسہ میں مشک حل کیا جائے۔ مشک حل کر دیا گیا تو آپؑ نورہ[1] لگانے کے لیے خیمہ کے اندر داخل ہوئے۔ آپؑ کے انصار بھی نورہ لگانے کے لیے بڑھے۔

راوی کہتا ہے: میرے آقا عبدالرحمٰن عبد ربہ اور جناب بریر بن خضیر ہمدانیؓ خیمہ کے دروازہ پر اکٹھے آئے۔ عبدالرحمٰن بن عبد ربہ چاہتے تھے کہ آپؑ کے بعد سب سے پہلے ہی نورہ لگاؤں اور جنابِ بریرؓ کہتے تھے میں لگاؤں۔ خیمہ کے دروازے پر دونوں کے شانے آپس میں ٹکرائے۔ جنابِ بریرؓ عبدالرحمٰنؓ سے مزاح کرنے لگے۔ عبدالرحمٰنؓ نے کہا: مجھے معاف رکھیے، واللہ! یہ مزاح واستہزاء کا وقت نہیں ہے۔

جناب بریرؓ نے کہا: واللہ، میری قوم کے سب لوگ اس اَمر سے واقف ہیں کہ نہ جوانی میں مجھے بے ہودہ باتوں سے رغبت تھی اور نہ بڑھاپے میں کبھی رغبت ہوئی ہے، لیکن واللہ! جو اَب ملکوتی ساعات ہم لوگوں پر گزرنے والی ہیں اس خیال نے مجھے پُرمسرت کر دیا ہے۔ ابھی ہماری حوروں سے ملاقات ہونے والی ہے۔ واللہ! بس اس ملاقات میں اتنی دیر ہے کہ یہ لشکر والے تلواریں کھینچ کر ہماری طرف آجائیں اور ہم اِن سے قتال کریں اور شہید ہو جائیں۔ میری آرزو یہی ہے کہ وہ ہم سے جنگ کریں۔

راوی کہتا ہے: الغرض جب آپؑ نورہ لگانے سے فارغ ہو کر باہر آئے تو پھر ہم سب اُس خیمہ میں باری باری داخل ہوئے اور نُورہ لگایا۔[2]

---

[1] مذکورہ بالا روایت میں نورہ کا ذکر ہوا ہے جو تاریخ طبری سے لی گئی ہے جو اہل سنت کی کتاب ہے۔ ہمارا اس روایت پر اعتقاد نہیں ہے۔ (ناشر)

[2] تاریخ طبری: ج۵،ص ۴۲۳؛ الکامل فی التاریخ: ج۲،ص ۵۶۱؛ البدایۃ والنہایۃ: ج۸،ص ۱۷۸

انساب الاشراف میں روایت ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے ایک بڑے خیمے کے نصب کرنے کا حکم دیا۔ جب خیمہ لگ گیا تو آپؑ نے نورہ طلب کیا۔ اُس وقت اس خیمہ میں ایک بڑا کاسہ لایا گیا اور اُس میں مشک کو حل کیا گیا۔ آپؑ خیمہ میں داخل ہوئے۔ اُنھوں نے بھی اپنے جسم پر مشک لگائی۔ حضرت امام حسین علیہ السلام اور آپؑ کے تمام انصار نے حنوط کیا۔ اس کے بعد خیام کے اردگرد خندق میں پڑی ہوئی لکڑیوں کو آگ لگا دی۔

شمر بن ذی الجوشن نے کہا: اے حسینؑ! آپؑ نے آگ میں جانے کا کتنی جلدی سامان کرلیا ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے بکریاں چرانے والے کے بیٹے! تو ہم سے ایسی بات کرتا ہے۔ واللہ! جہنم کی آگ تو تیرا ہی مقدر ونصیب ہے۔

جناب مسلم بن عوسجہؓ نے امام علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: فرزند رسولؐ! اگر اجازت ہو تو میں اِسے اپنے تیر کا نشانہ بناؤں۔ اس وقت وہ میرے تیر کی زد میں ہے۔

آپؑ نے فرمایا: نہیں، مجھے جنگ میں پہل کرنا پسند نہیں ہے۔ ①

الملهوف: فَلَمَّا كَانَ الغَدَاةُ أَمَرَ الحُسَيْنُ علیہ السلام بِفُسطَاطِهِ فَضُرِبَ، وَأَمَرَ بِجَفْنَةٍ فِيهَا مِسكٌ كَثِيرٌ وَجُعِلَ فِيهَا نُورَةٌ، ثُمَّ دَخَلَ لِيَطَّلِيَ، فَرُوِيَ أَنَّ بُرَيرَ بنَ حُضَينٍ الهَمدَانِيَّ وَعَبدَ الرَّحمٰنِ بنَ عَبدِ رَبِّهِ الأَنصَارِيَّ وَقَفَا عَلَى بَابِ الفُسطَاطِ لِيَطَّلِيَا بَعدَهُ، فَجَعَلَ بُرَيرٌ يُضَاحِكُ عَبدَ الرَّحمٰنِ، فَقَالَ لَهُ عَبدُ الرَّحمٰنِ: يَا بُرَيرُ، أَتَضحَكُ؟! مَا هٰذِهِ سَاعَةُ ضَحِكٍ وَلَا بَاطِلٍ فَقَالَ بُرَيرٌ: لَقَد عَلِمَ قَومِي أَنِّي مَا أَحبَبتُ البَاطِلَ كَهلًا وَلَا شَابًّا، وَإِنَّمَا أَفعَلُ ذٰلِكَ استِبشَارًا بِمَا نَصِيرُ إِلَيهِ فَوَاللهِ، مَا هُوَ إِلَّا أَن نَلقَى هٰؤُلَاءِ القَومَ بِأَسيَافِنَا، نُعَالِجُهُم بِهَا سَاعَةً، ثُمَّ نُعَانِقُ الحُورَ العِينَ

① انساب الاشراف: ج ۳، ص ۳۹۵

اللہوف میں روایت ہے: جب عاشوراء محرم کی صبح ہوئی تو حضرت امام حسین علیہ السلام نے ایک بڑے خیمہ کے لگانے کا حکم دیا۔ جب خیمہ لگ گیا تو ایک بڑا کاسہ لایا گیا۔ اُس میں بہت زیادہ مشک تھی۔ اس میں نورہ ڈالا گیا۔ اُنھیں آپس میں ملا دیا گیا۔ اس کے بعد آپؑ خیمہ میں داخل ہوئے، تاکہ نُورہ لگائیں۔

روایت کی گئی ہے کہ جنابِ بُریر بن خضیر ہمدانیؓ اور عبدالرحمٰن بن عبدربہؓ انصاری دونوں اس خیمہ کے دروازہ پر کھڑے تھے تاکہ وہ بھی نُورہ لگائیں۔ اس دوران جنابِ بُریرؓ نے عبدالرحمٰنؓ سے مزاح کیا۔ عبدالرحمٰن نے کہا: اے بریرؓ! یہ مزاح کا وقت نہیں ہے۔

جنابِ بریرؓ نے کہا: میری قوم خوب جانتی ہے کہ میں نے جوانی میں کبھی مزاح کیا ہے اور نہ بڑھاپے میں، میں نے اس وقت مزاح اس لیے کیا ہے کہ ان ملکوتی گھڑیوں میں وہ خوشیاں حاصل ہونے والی ہیں جن کا شدت سے انتظار تھا۔ ہماری حورانِ جنّت سے ملاقات کرنے میں بس اتنی دیر ہے کہ یہ لشکر والے اپنی تلواریں کھینچ کر ہماری طرف آجائیں اور اُن کے اور ہمارے درمیان قتال ہو۔ ①

رجال کشی میں روایت ہے کہ حضرت حبیب بن مظاہرؓ نے یزید بن حُصَین ہمدانیؓ سے مزاح کیا۔ انھیں سید القُرّاء کہا جاتا تھا، کہا: اے برادر! یہ وقت مزاح کا نہیں ہے۔

جناب حبیب بن مظاہرؓ نے کہا: جی اس سے بڑھ کر مزاح اور خوشی کا وقت کب آئے گا۔ واللہ! یہ ظالم طاغی اور باغی لشکر ہماری طرف تلواریں کھینچ کر آئے گا، ہمارے اور ان کے درمیان جنگ ہوگی۔ شہادت ہمارا مقدر ٹھہرے گی۔ معانقہ کے لیے حورانِ جنّت حاضر ہوجائیں گی۔ ②

مثیر الاحزان میں روایت ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نورہ③ لگانے کے لیے خیمہ میں داخل ہوئے۔ اُس بڑے خیمہ کے دروازہ پر بریر بن خُضیر ہمدانیؓ اور عبدالرحمٰن بن عبدربہ

---

① اللہوف: ص ۱۵۳؛ بحار الانوار: ج ۴۵، ص ۱

② رجال کشی: ج ۱، ص ۲۹۳؛ بحار الانوار: ج ۴۵، ص ۹۳

③ حضرت امام حسین علیہ السلام اور آپؑ کے اصحاب کے متعلق کتاب "امام حسینؑ اور اصحاب" میں ایک روایت ہے کہ ان بزرگواروں نے نو محرم یا شبِ عاشوراء اپنے جسم پر نورہ اور مشک لگایا تھا۔ اس روایت پر ←

انصاریؓ کھڑے تھے۔ جنابِ بریرؓ نے جناب عبدالرحمٰن سے مزاح کیا۔

اُنھوں نے کہا: اے بریرؓ! یہ مزاح کا وقت نہیں ہے۔

جنابِ بریر نے کہا: واللہ! مجھے مزاح و استہزاء قطعاً پسند نہیں ہے۔ آج ہمیں وہ اَبدی خوشی مل رہی ہے۔ اس خوشی و مسرت کے اظہار کے لیے میں نے آپ سے مزاح کیا ہے۔ ①

← بعض مورخین نے اشکال کیا ہے کہ جب خیام حسینیؑ میں پانی نہیں تھا تو پھر جسم پر نورہ کیسے لگایا گیا تھا۔ کیونکہ یہ چیزیں پانی کے بغیر نہیں لگائی جاتیں۔ اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ نورہ کا کام جسم سے بالوں کا صاف کرنا ہوتا ہے۔ جب اُسے جسم پر لگایا جاتا ہے تو وہ بالوں کو صاف کر دیتا ہے۔ اس کے جسم پر دوسرے اثرات نہیں ہوتے۔ وہ جسم کو جلاتا نہیں ہے۔ اس کے جسم پر لگانے کے لیے پانی کی ضرورت نہیں ہوتی۔ علم صنعت بھی یہی کچھ بیان کرتا ہے۔ جب اسے خشک جسم پر لگایا جاتا ہے تو جسم پر رطوبت پیدا ہو جاتی ہے۔ جس طرح نمک جسم پر کام کرتا ہے۔ یہ بھی جسم پر اس طرح کام کرتا ہے کہ نمک کے لگانے سے جسم تر ہو جاتا ہے۔ مشاہدات میں سے ہے کہ نوشادر سلیمانی جب زمین پر گرتا ہے تو اُسے پگھلا دیتا ہے حالانکہ اُس میں پانی کی آمیزش نہیں ہوتی۔ یہ بھی ممکن ہے کہ نورہ لگانے کے بعد مشک لگانے سے نورہ جسم پر مائع کی شکل اختیار کر لیتا ہو۔

دوسری بات یہ ہے کہ عاشوراء کی رات اگر خیامِ حسینیؑ میں پینے کے لیے پانی نہیں ملتا تھا۔ ممکن ہے کہ کنوئیں کا کڑوا پانی موجود ہو جسے نہانے دھونے کے لیے استعمال کیا جاتا ہو۔ ایک روایت موجود ہے کہ امامؑ نے اپنے فرزند حضرت علی اکبر کو دسویں کی رات پانی کے لیے بھیجا تھا اور وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ پانی خیام میں لے آئے تھے (امام حسینؑ اور اصحاب، ج ا، ص ۲۶۰)

یہاں ہم ایک نکتے کا اضافہ کرتے ہیں کہ موجودہ نصوص اور روایات میں صرف امامؑ اور آپؑ کے ساتھ دو یا تین اصحاب کا ذکر کیا گیا ہے کہ جنھوں نے اپنے جسم پر نورہ لگایا تھا۔ وہاں تین آدمیوں کے لیے زیادہ پانی کی ضرورت نہیں تھی۔

① مثیر الاحزان: ص ۵۴

فصل دوم

میدانِ جنگ کربلا

لشکرِ ہدایت اور لشکرِ ضلالت کا آمنا سامنا

الامالی للصدوق عن عبدالله بن منصور عن جعفر بن محمد بن علي بن الحسين عن أبيه عن جده [زين العابدين علیہ السلام]: قَالَ [الحُسَينُ علیہ السلام] لِأَصحَابِهِ: قُومُوا فَاشرَبُوا مِنَ المَاءِ، يَكُن آخِرَ زَادِكُم. وَتَوَضَّؤوا وَاغتَسِلُوا. وَاغسِلُوا ثِيَابَكُم لِتَكُونَ أَكفَانَكُم. ثُمَّ صَلَّى بِهِمُ الفَجرَ وَعَبَّأَهُم تَعبِئَةَ الحَربِ

امالی صدوق میں عبداللہ بن منصور سے روایت ہے، اُس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے اپنے والدِ بزرگوار سے سنا، اُنھوں نے اپنے والدِ گرامی حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے فرمایا: جب عاشوراء محرم کی صبح ہوئی تو حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے فرمایا: اُٹھیں، پانی پی لیں یہ تمھارا آخری زادِ راہ ہے۔ وضو اور غسل کر لیں۔ اپنے لباس کو دھو لیں، تاکہ تمھارا لباس تمھارا کفن بنے۔ اس کے بعد آپؑ نے اپنے اصحاب کے ساتھ صبح کی نماز ادا کی اور اُنھیں جنگ کی تیاری کا حکم دیا۔[1]

الارشاد: أَصبَحَ الحُسَينُ بنُ عَلِيٍّ علیہ السلام فَعَبَّأَ أَصحَابَهُ بَعدَ صَلَاةِ الغَدَاةِ، وَكَانَ مَعَهُ اثنَانِ وَثَلَاثُونَ فَارِسًا، وَأَربَعُونَ رَاجِلًا، فَجَعَلَ زُهَيرَ بنَ القَينِ فِي مَيمَنَةِ أَصحَابِهِ، وَحَبِيبَ بنَ مُظَاهِرٍ فِي مَيسَرَةِ أَصحَابِهِ، وَأَعطَى رَايَتَهُ العَبَّاسَ أَخَاهُ علیہ السلام......

---

[1] امالی صدوق: ص۲۲۱؛ بحارالانوار: ج ۴۴، ص ۳۱۶

وَأَصبَحَ عُمَرُ بنُ سَعدٍ فِي ذٰلِكَ اليَومِ ، وَهُوَ يَومُ الجُمُعَةِ، وَقِيلَ: يَومُ السَّبتِ، فَعَبَّأَ أَصحَابَهُ وَخَرَجَ فِيمَن مَعَهُ مِنَ النَّاسِ نَحوَ الحُسَينِ علیہ السلام وَكَانَ عَلَى مَيمَنَتِهِ عَمرُو بنُ الحَجَّاجِ، وَعَلَى مَيسَرَتِهِ شِمرُ بنُ ذِي الجَوشَنِ، وَعَلَى الخَيلِ عُروَةُ بنُ قَيسٍ، وَعَلَى الرِّجَالَةِ، شَبَثُ بنُ رِبعِيٍّ ، وَأَعطَى الرَّايَةَ دُرَيدًا مَولَاهُ

ارشاد میں روایت ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے یومِ عاشوراء صبح کی نماز ادا کی تو آپؑ نے اپنے اصحاب کو جنگ کرنے کے لیے تیار کیا۔ آپؑ کے لشکر میں ۳۲ سوار اور چالیس پیادہ تھے۔ آپؑ نے جنابِ زُہیر بن قین کو اپنے لشکر کے میمنہ اور جنابِ حبیب بن مظاہرؓ کو میسرہ پر مقرر کیا۔ اپنی فوج کا علَم حضرت عباس علیہ السلام کو دیا۔ اِدھر جب عمر بن سعد نے صبح کی یہ جمعہ یا ہفتہ کا دن تھا۔ اُس نے اپنے لشکر کو جنگ کے لیے تیار کیا۔ اس کا تمام لشکر امام علیہ السلام سے جنگ کرنے کے لیے نکلا۔ اس کے لشکر کے میمنہ پر عمرو بن حجاج اور میسرہ پر شمر بن ذی الجوشن مقرر تھا۔ سوار فوج کی امارت عُروہ بن قیس کے پاس تھی۔ پیدل فوج کی کمان شبث بن ربعی کے ہاتھ میں تھی۔ ابنِ سعد نے اپنی فوج کا پرچم اپنے غلام دُرید کے حوالے کیا۔ ①

تاریخ طبری میں ابومخنف سے روایت ہے، اُس نے کہا کہ میں نے عبداللہ بن عاصم سے سنا، اُس نے ضحاک بن عبداللہ مشرقی سے سنا، حضرت امام حسین علیہ السلام نے صبح عاشور کو اپنے اصحاب کو جنگ کے لیے تیار کیا۔ آپؑ نے اُن کے ساتھ صبح کی نماز پڑھی۔ آپؑ کے ہمراہ ۳۲ سوار اور چالیس پیادہ تھے۔ آپؑ نے اپنے لشکر کے میمنہ پر حضرت زُہیرؓ بن قین اور میسرہ پر حضرت حبیب بن مظاہرؓ کو مقرر کیا۔ اپنے لشکر کا علَم اپنے بھائی حضرت عباس علیہ السلام کے سپرد کیا۔

---

① ارشاد: ج ۲، ص ۹۵؛ اعلام الوریٰ: ج ۱، ص ۴۵۷؛ روضۃ الواعظین: ص ۲۵۳؛ بحارالانوار: ج ۴۵، ص ۱۳؛ اخبارالطوال: ص ۲۵۶؛ بغیۃ الطلب فی تاریخ الحلب: ج ۶، ص ۲۶۲۸؛ مناقب ابن شہرآشوب: ج ۴، ص ۱۰۵

ابومخنف کا بیان ہے کہ مجھے فضیل بن خدیج کندی نے بتایا، اُس نے محمد بن بشر سے اور اُس نے عمرو حضرمی سے سنا، اُس نے کہا کہ عمر بن سعد اپنے لشکر کے ساتھ نکلا۔ اہلِ شہر کے رُبع پر عبداللہ بن زُہیر بن سُلیم ازدی، ایک ربع مذحج اسد پر عبدالرحمٰن بن ابی حمزہ جعفی، ربیعہ اور کندہ کے رُبع پر قیس بن اشعث بن قیس، تمیم اور ہمدان کے رُبع پر حُر بن یزید ریاحی مقرر تھے۔ سوائے حضرت حُرؑ کے، باقی یہ تمام لوگ حضرت امام حسین علیہ السلام کے قتل میں حاضر تھے۔ جناب حُر حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ آملے تھے اور آپؑ کے ساتھ شہید ہوئے تھے۔

عمر بن سعد نے اپنی فوج کے میمنہ پر عمرو بن حجاج زُبیدی اور میسرہ پر شمر بن ذی الجوشن بن شرحبیل بن اعور بن معاویہ کو مقرر کیا۔ یہی خباب بن کلاب ہے۔ سوار فوج پر عُروہ بن قیس احمسی اور پیادہ فوج پر شبث بن ربعی کو مقرر کیا۔ پرچم اپنے غلام درید کے حوالے کیا۔ (1)

مقتل الحسين عليه السلام للخوارزمي: لَمَّا أَصبَحَ الْحُسَيْنُ عليه السلام يَومَ الْجُمُعَةِ عَاشِرَ مُحَرَّمٍ -وَفِي رِوَايَةٍ: يَومَ السَّبتِ. عَبَّأَ أَصحَابَهُ. وَكَانَ مَعَهُ اثنَانِ وَثَلَاثُونَ فَارِسًا وَأَربَعُونَ رَاجِلًا وَفِي رِوَايَةٍ: اِثنَانِ وَثَمَانُونَ رَاجِلًا. فَجَعَلَ عَلَى مَيمَنَتِهِ: زُهَيرَ بنَ القَينِ وَعَلَى مَيسَرَتِهِ حَبِيبُ بنَ مُظَاهِرٍ. وَدَفَعَ اللِّوَاءَ إِلَى أَخِيهِ العَبَّاسِ بنِ عَلِيٍّ. وَثَبَتَ عليه السلام مَعَ أَهلِ بَيتِهِ فِي القَلبِ وَعَبَّأَ عُمَرُ بنُ سَعدٍ أَصحَابَهُ. فَجَعَلَ عَلَى مَيمَنَتِهِ: عَمرَو بنَ الحَجَّاجِ وَعَلَى مَيسَرَتِهِ. شِمرَ بنَ ذِي الجَوشَنِ. وَثَبَتَ هُوَ فِي القَلبِ. وَكَانَ جُندُهُ اثنَينِ وَعِشرِينَ أَلفًا يَزِيدُ أَو يَنقُصُ!

مقتل الحسین خوارزمی میں روایت ہے: محرم کی دس تاریخ تھی اور جمعہ کا دن تھا۔ ایک روایت کے مطابق ہفتہ کا دن تھا۔ صبح کے وقت حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے اصحاب کو جنگ کے لیے تیار کیا۔ اُس وقت آپؑ کے لشکر میں ۳۲ سوار اور ۴۰ پیادہ افراد تھے۔ ایک اور

(1) تاریخ طبری: ج۵، ص ۴۲۲؛ الکامل فی التاریخ: ج۲، ص ۵۶۰؛ انساب الاشراف: ج۳، ص ۳۹۵؛ مثیر الاحزان: ص ۵۳؛ المنتظم: ج۵، ص ۳۳۸

دوسری روایت میں ۸۲ پیادہ تھے۔ آپؑ نے اپنے لشکر کے میمنہ پر جناب زُہیر بن قین اور میسرہ پر حضرت حبیب بن مظاہرؓ کو مقرر کیا۔ علَمِ فوج اپنے بھائی حضرت عباس علیہ السلام کے سپرد کیا۔ آپؑ خود اپنے جوانوں کے ساتھ قلبِ لشکر میں موجود رہے۔

اِدھر عمر بن سعد نے اپنی فوج کو جنگ کے لیے تیار کیا۔ میمنہ پر عمرو بن حجاج زبیدی اور میسرہ پر شمر بن ذی الجوشن کو مقرر کیا۔ خود قلبِ لشکر میں رہا۔ اس کے لشکر کی تعداد بیس ہزار نفوس پر مشتمل تھی۔ کچھ اس سے زیادہ یا کم تھی۔ ①

مثیر الاحزان: وَعَبَّأَ [الامام الحسین علیہ السلام] أَصحابَهُ لِلقِتَالِ وَكَانُوا خَمسَةً وَأَربَعِينَ فَارِسًا وَمِئَةً رَاجِلٍ

مثیر الاحزان میں روایت ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے اصحاب کو جنگ کی تیاری کا حکم دیا۔ آپؑ کے لشکر میں ۴۵ سوار اور ایک سو پیادہ افراد تھے۔ ②

میدانِ کربلا میں دونوں لشکروں کی تعداد کی حقیقت

لشکرِ ہدایت حضرت امام حسین علیہ السلام اور لشکرِ ضلالت عمر بن سعد کی تعداد کے بارے میں بہت زیادہ اختلاف پایا جاتا ہے۔ یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ دونوں لشکروں کی تعداد کتنی تھی۔ پس محدثین اور مؤرخین نے جو کچھ نقل کیا ہے اُسی پر اکتفاء کرنا پڑتا ہے۔

حضرت امام حسینؑ کے لشکر کی تعداد

مصادرِ معتبرہ نے اپنے ہاں یہ ذکر کیا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے لشکر کی تعداد ۷۲ افراد ③ تھی۔ آیت اللہ شیخ مفیدؒ نے لکھا ہے:

---

① مقتل الحسینؑ خوارزمی: ج ۲، ص ۴

② مثیر الاحزان: ص ۵۴، اللھوف: ص ۱۵۸؛ بحار الانوار: ج ۴۵؛ تذکرۃ الخواص: ۲۵۱۔ اس میں ہے کہ آپؑ کے پاس ستر سوار اور ایک سو پیادے تھے۔ ایک قول ہے کہ آپؑ کے ساتھ تیس سوار تھے۔ مسعودی نے لکھا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ ایک ہزار افراد تھے، لیکن پہلا قول صحیح ہے، یہ غلط ہے۔

③ اخبار الطوال: ص ۲۵۶؛ بغیۃ الطلب فی تاریخ حلب: ج ۶، ص ۲۶۲۸؛ البدایۃ والنہایۃ: ج ۸، ص ۱۷۸؛ موسوعۃ امام حسینؑ: ج ۳، ص ۶۵، ۹۶، ۱۲۳

اَصْبَحَ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ فَعَبَّأَ اَصْحَابَهُ بَعْدَ صَلَاةِ الْغَدَاةِ وَكَانَ مَعَهُ اِثْنَانِ وَثَلَاثُونَ فَارِسًا وَاَرْبَعُونَ رَاجِلًا

"جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے صبح کی تو آپؑ نے اپنے اصحاب کو نمازِ صبح ادا کرنے کے بعد جنگ کرنے کے لیے تیار کیا۔ اُس وقت آپؑ کے لشکر میں تیس سوار اور چالیس پیادے تھے"۔ (1)

بعض دوسرے مصادر نے کچھ اور تعداد بھی بیان کی ہے۔ جب ان تمام مصادر کا دِقت سے مطالعہ کیا جاتا ہے تو حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے کہ میدانِ کربلا میں جو افراد حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ شہید ہوئے وہ ۱۵۳ افراد تھے۔ ان میں سے ۷۲ افراد وہ ہیں جن کا تعلق اہلِ بیت امام حسینؑ، اصحابِ امام علیؑ اور اصحابِ نبیؐ سے ہے۔

علاوہ ازیں جو کچھ مشہور روایات میں آیا ہے احتمال ہے کہ اُنھوں نے بھی اس تعداد کے بارے میں اشارہ کیا ہو۔ یا اُس مجموعہ کی طرف اشارہ کیا ہو کہ ابھی وہ لوگ امامؑ کے لشکر کے ساتھ ملحق نہ ہوئے ہوں جو بعد میں ابنِ سعد کی فوج سے نکل کر امامؑ کی فوج میں شامل ہوئے تھے۔ بعض روایات میں وارد ہے کہ ابنِ سعد کی فوج سے ۲۰ سے ۳۰ افراد تک لوگ وہاں سے نکل کر امامؑ کی فوج میں شامل ہوئے تھے۔ جی ہاں! اس بات کا احتمال ہے کہ تصحیف کے سبب بعض اسماء کا بار بار ذکر کیا گیا ہو۔

صورتِ حال جو بھی ہو حضرت امام حسین علیہ السلام کے لشکر کی تعداد ۷۲ نفوس سے زیادہ تھی۔ میدانِ کربلا کے کچھ ایسے شہداء بھی ہیں کہ جنھیں اس تعداد میں شمار نہیں کیا گیا جس طرح کہ حضرت علی اصغرؑ، حضرت عبداللہ بن حسنؑ، حضرت اُم وہبؓ ہیں۔ وہ مجاہدین جو معرکہ کربلا میں شریک تھے لیکن وہ شہید نہیں ہوئے تھے انھیں بھی شمار میں نہیں لایا جاتا، جیسے حضرت حسن مثنیٰؑ اور جنابِ ضحاک بن عبداللہ مشرقی ہیں۔

---

(1) جی ہاں! جب کربلا کے شہداء اور اُن کے اسماء میں غور و خوض کیا جاتا ہے تو اُن کی تعداد مذکورہ تعداد سے زیادہ نظر آتی ہے۔ بعض مصادر نے تعداد نقل کی ہے وہ یہ ہے: ۸۲ نفر، ۱۱۳ نفر، ۱۳۰ نفر، ۱۷۰ نفر، ۳۰۰ نفر، ۱۰۰۰ نفر۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کے اصحاب اور آپؑ کے اہلِ بیتؑ اور اقارب جو میدانِ کربلا میں شہید ہوئے اُن کی تعداد اور ہے۔ ان کے علاوہ اس معرکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت امام علی علیہ السلام کے صحابہ کی بھی شرکت ہے۔ وہ سب اس معرکہ کے شہید ہیں۔ شہدائے کربلا کے باب میں ان سب کے مفصل اَحوال بیان ہوں گے۔

عمر بن سعد کے لشکر کی تعداد

معتبر روایات میں عمر بن سعد کے لشکر کی تعداد مندرجہ ذیل ہے:

۴۰۰۰ نفر	۴۵۰۰ نفر	۲۰ ہزار نفر	۲۲ ہزار نفر
۲۸ ہزار نفر	۳۰ ہزار نفر	۳۱ ہزار نفر	۳۵ ہزار نفر

جب کوفہ سے کربلا کی طرف فوج بھیجی گئی تھی تو رسالوں کی صورت میں بھیجی گئی تھی۔ دفعتاً نہیں بھیجی گئی تھی۔ یہی اَمر تعداد کے اختلاف کا منشاء و مبداء ہے۔ بعض مؤرخین نے صرف اُس فوج کی تعداد نقل کی ہے جو کوفہ سے پہلی مرتبہ روانہ ہوئی تھی اور بعض نے اُس تعداد کا ذکر کیا ہے جو میدانِ کربلا میں جمع ہوئی تھی۔

اس حقیقت سے بھی انکار نہیں ہے کہ جب کوفہ سے فوج بھیجی جاتی تھی تو راستے میں بہت سے لوگ اِدھر اُدھر فرار کر جاتے تھے۔ اس لحاظ سے بہت کم لوگ میدانِ کربلا میں پہنچے تھے۔ مؤرخ نے اُس تعداد کو دیکھا ہے جو کوفہ سے روانہ ہوئی تھی۔ اُس تعداد کو نہیں دیکھا جو میدانِ کربلا میں پہنچی تھی اس لیے تعداد کا اختلاف ہے۔

وہ روایات جن میں ۳۰ ہزار افراد کا ذکر ہے جو حضرت امام حسین علیہ السلام اور حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی طرف منسوب ہیں، اگرچہ ان روایات کی سند اپنی شرائط پر پوری نہیں اُترتی، لیکن پھر بھی انھیں صحیح قرار دیا جاسکتا ہے، کیونکہ یہ تعداد اُس تعداد کی نصف سے بھی کم ہے جو کوفہ میں ابنِ زیاد کے پاس تھی۔ مؤرخین کے اندازوں کے مطابق وہ تعداد ایک لاکھ نفر پر مشتمل تھی۔ یہی عدد قابلِ قبول ہے۔

ہمارا یہ موقف ہے کہ ابنِ سعد کے پاس اور کربلا میں تیس ہزار کا لشکر تھا اس کی تائید

اُن روایات سے ہوتی ہے جو حضرت مختار ثقفیؒ کے لشکر کے متعلق ہیں کہ جب حضرت مختار ثقفیؒ نے کوفہ سے خروج کیا تھا تو اُن کے ساتھ ۶۰ ہزار کا لشکر① جمع تھا۔ یہ وہ لوگ تھے جو کربلا میں عمر بن سعد کے لشکر میں شامل نہیں تھے۔ جب جنابِ مختارؒ کے پاس ساٹھ ہزار کا لشکر جمع ہوسکتا ہے تو کیا ابن زیاد کربلا میں ۳۰ ہزار کا لشکر جمع نہیں کرسکتا تھا۔

صبح عاشوراء اور امامؑ کی دُعا②

الارشاد عن علی بن الحسین زین العابدین علیہ السلام: لَمَّا صَبَّحَتِ الخَيلُ وَقَالَ: اللَّهُمَّ أَنتَ ثِقَتِي فِي كُلِّ كَرب، وَرَجَائِي فِي كُلِّ شِدَّةٍ، وَأَنتَ لِي فِي كُلِّ أَمرٍ نَزَلَ بِي ثِقَةٌ وَعُدَّةٌ. كَم مِن هَمٍّ يَضعُفُ فِيهِ الفُؤَادُ، وَتَقِلُّ فِيهِ الحِيلَةُ، وَيَخذُلُ فِيهِ الصَّدِيقُ، وَيَشمَتُ فِيهِ العَدُوُّ، أَنزَلتُهُ بِكَ وَشَكَوتُهُ إِلَيكَ رَغبَةً مِنِّي إِلَيكَ عَمَّن سِوَاكَ فَفَرَّجتَهُ وَكَشَفتَهُ، وَأَنتَ وَلِيُّ كُلِّ نِعمَةٍ، وَصَاحِبُ كُلِّ حَسَنَةٍ، وَمُنتَهَى كُلِّ رَغبَةٍ

ارشاد میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت ہے، جب صبح عاشورا عمر بن سعد کے لشکر نے فرزندِ رسولؐ پر چڑھائی کی تو امامؑ نے اپنے ہاتھ بلند کرکے یہ دُعا پڑھی:

''خدایا! ہر کرب و مصیبت میں تو ہی میرا سہارا و آسرا ہے۔ ہر شدت و سختی میں تو ہی ملجا و ماویٰ ہے۔ ہر مشکل گھڑی میں تو ہی مرکز اُمید و آرزو ہے۔

① اخبار الطوال: ص ۳۰۵

② اقوال متداولہ میں سے ایک قول مشہور ہے: کل یوم عاشورا و کل ارض کربلا بلکہ یہ بھی کہا جاتا ہے: کل شھر محرم۔ جب ہم ان اقوال میں غور کرتے ہیں تو ان اقوال کی نسبت اہل بیت کی طرف دی جاتی ہے حالانکہ ایسی کوئی سند نہیں ہے کہ یہ اقوال اہل بیتؑ سے صادر ہوئے ہیں۔ البتہ محمد بن سعید بوصیری کے اشعار میں یہ اقوال ملتے ہیں۔ اُس نے حضرت امام حسین علیہ السلام اور آپؑ کے اصحاب کے بارے میں کہا تھا: کل یوم و کل ارض کربی فبھم کربلا و عاشوراء۔ (اعیان الشیعہ: ج ۱، ص ۶۲۵؛ الدر النضید: ص ۱۸

کتنے ہی ایسے مصائب و آلام کے طوفان آئے جب دل کمزور پڑ گئے۔ چارہ و تدبیر کے راستے بند ہو گئے، دوست ساتھ چھوڑ گئے، دشمنوں نے خوشی و مسرت کی محفلیں برپا کیں۔ لیکن میں نے تیری طرف ہی رجوع کیا، کیونکہ تو ہی میرا مرجع ہے۔ میری فریاد تیری بارگاہ میں ہے۔ تیرے سوا مجھے کسی کی ضرورت نہیں ہے۔ بے نیاز ہو کر تجھ سے ہی لو لگائی ہے۔ مجھ سے تُو نے ہی ہر مصیبت کو دُور کیا اور ہر رنج و اَلم سے مجھے نجات دلائی۔ بے شک تُو ہی ہر نعمت کا مالک اور ہر حاجت روائی کا مرکز و محور ہے"۔ (1)

حضرت زُہیر بن قین ؓ کا کوفی لشکر سے خطاب

تاریخ الطبری عن کثیر بن عبد اللہ الشعبی: لَمَّا زَحفنا قِبلَ الحُسَينِ. خَرَجَ إِلَينَا زُهَيرُ بنُ القَينِ عَلَى فَرَسٍ لَهُ ذَنُوبٍ، شَاكٍ فِي السِّلَاحِ. فَقَالَ: يَا أَهلَ الكُوفَةِ. نَذَارِ لَكُم مِن عَذَابِ اللهِ نَذَارِ! إِنَّ حَقًّا عَلَى المُسلِمِ نَصِيحَةُ أَخِيهِ المُسلِمِ، وَنَحنُ حَتَّى الآنَ إِخوَةٌ. وَعَلَى دِينٍ وَاحِدٍ وَمِلَّةٍ وَاحِدَةٍ. مَا لَم يَقَع بَينَنَا وَبَينَكُمُ السَّيفُ. وَأَنتُم لِلنَّصِيحَةِ مِنَّا أَهلٌ، فَإِذَا وَقَعَ السَّيفُ انقَطَعَتِ العِصمَةُ وَكُنَّا أُمَّةً. إِنَّ اللهَ قَدِ ابتَلَانَا وَإِيَّاكُم بِذُرِّيَّةِ نَبِيِّهِ مُحَمَّدٍ صلى الله عليه وآله لِيَنظُرَ مَا نَحنُ وَأَنتُم عَامِلُونَ. إِنَّا نَدعُوكُم إِلَى نَصرِهِم وَخِذلَانِ الطَّاغِيَةِ عُبَيدِ اللهِ بنِ زِيَادٍ فَإِنَّكُم لَا تُدرِكُونَ مِنهُمَا إِلَّا بِسُوءِ عُمُرِ سُلطَانِهِمَا كُلِّهِ. لَيَسمُلَانِ أَعيُنَكُم وَيَقطَعَانِ أَيدِيَكُم وَأَرجُلَكُم وَيُمَثِّلَانِ بِكُم، وَيَرفَعَانِكُم عَلَى جُذُوعِ النَّخلِ

---

(1) ارشاد: ج ۲، ص ۹۶؛ بحار الانوار: ج ۴۵، ص ۴؛ تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۲۳؛ تاریخ دمشق: ج ۱۴، ص ۲۱۷؛ الکامل فی التاریخ ج ۲، ص ۵۶۱؛ طبقات الکبریٰ: ج ۱، ص ۴۶۸

وَيُقْتَلَانِ أَمَاثِلَكُمْ وَقُرَّاءَكُمْ، أَمْثَالَ حُجْرِ بنِ عَدِيٍّ وَأَصْحَابِهِ وَهَانِئِ بنِ عُرْوَةَ وَأَشْبَاهِهِ

قَالَ: فَسَبُّوهُ وَأَثْنَوا عَلَى عُبَيْدِ اللهِ بنِ زِيَادٍ وَدَعَوا لَهُ، وَقَالُوا: وَاللهِ لَا نَبْرَحُ حَتَّى نَقْتُلَ صَاحِبَكَ وَمَن مَعَهُ، أَو نَبْعَثَ بِهِ وَبِأَصْحَابِهِ إِلَى الأَمِيرِ عُبَيْدِ اللهِ سِلْمًا

فَقَالَ لَهُمْ: عِبَادَ اللهِ! إِنَّ وَلَدَ فَاطِمَةَ رِضْوَانُ اللهِ عَلَيْهَا أَحَقُّ بِالْوُدِّ وَالنَّصْرِ مِنِ ابنِ سُمَيَّةَ، فَإِنْ لَمْ تَنْصُرُوهُمْ فَأُعِيذُكُمْ بِاللهِ أَنْ تَقْتُلُوهُمْ، فَخَلُّوا بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ ابنِ عَمِّهِ يَزِيدَ بنِ مُعَاوِيَةَ، فَلَعَمْرِي إِنَّ يَزِيدَ لَيَرْضَى مِنْ طَاعَتِكُمْ بِدُونِ قَتْلِ الْحُسَيْنِ علیہ السلام

قَالَ: فَرَمَاهُ شِمْرُ بنُ ذِي الْجَوْشَنِ بِسَهْمٍ، وَقَالَ: أُسْكُتْ، أَسْكَتَ اللهُ نَأْمَتَكَ أَبْرَمْتَنَا بِكَثْرَةِ كَلَامِكَ!

فَقَالَ لَهُ زُهَيْرٌ: يَابْنَ الْبَوَّالِ عَلَى عَقِبَيْهِ، مَا إِيَّاكَ أُخَاطِبُ إِنَّمَا أَنْتَ بَهِيمَةٌ، وَاللهِ مَا أَظُنُّكَ تُحْكِمُ مِنْ كِتَابِ اللهِ آيَتَيْنِ! فَأَبْشِرْ بِالْخِزْيِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَالْعَذَابِ الْأَلِيمِ

فَقَالَ لَهُ شِمْرٌ: إِنَّ اللهَ قَاتِلُكَ وَصَاحِبَكَ عَنْ سَاعَةٍ

قَالَ: أَفَبِالْمَوْتِ تُخَوِّفُنِي؛ فَوَاللهِ، لَلْمَوْتُ مَعَهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الْخُلْدِ مَعَكُمْ

قَالَ: ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ رَافِعًا صَوْتَهُ، فَقَالَ: عِبَادَ اللهِ! لَا يَغُرَّنَّكُمْ مِنْ دِينِكُمْ هٰذَا الْجِلْفُ الْجَافِي وَأَشْبَاهُهُ! فَوَاللهِ، لَا تَنَالُ شَفَاعَةُ مُحَمَّدٍ قَوْمًا هَرَاقُوا دِمَاءَ ذُرِّيَّتِهِ وَأَهْلِ بَيْتِهِ، وَقَتَلُوا مَنْ نَصَرَهُمْ وَذَبَّ عَنْ حَرِيمِهِمْ

قَالَ: فَنَادَهُ رَجُلٌ ,فَقَالَ لَهُ: إِنَّ أَبَا عَبْدِ اللهِ يَقُولُ لَكَ: أَقْبِلْ، فَلَعَمْرِي لَئِن كَانَ مُؤْمِنُ آلِ فِرْعَوْنَ نَصَحَ لِقَوْمِهِ وَأَبْلَغَ فِي الدُّعَاءِ , لَقَدْ نَصَحْتَ لِهٰؤُلَاءِ وَأَبْلَغْتَ لَوْ نَفَعَ النُّصْحُ وَالْإِبْلَاغُ

تاریخ طبری میں کثیر بن عبداللہ شعبی سے روایت ہے: جب ہم نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف پیش قدمی کی تو ہماری طرف زُہیر بن قین؄ اسلحہ سے لدے ہوئے تیار گھوڑے پر سوار ہوکر ہمارے سامنے آئے اور کہا:

"اے اہلِ کوفہ! عذابِ خدا سے ڈرو، اُس کا عذاب سخت ہے اُس سے ڈرو۔ سنو! مسلمان کے لیے اپنے مسلمان بھائی کی خیرخواہی کرنا واجب ہے۔ ہمارے اور تمھارے درمیان جب تک تلوار نہیں آئی اس وقت تک ہم ایک دوسرے کے بھائی بھائی ہیں۔ ایک ہی دین اور ایک ہی ملت پر ہیں۔ ہماری خیرخواہی کرنے کے تم لائق ہو۔ ہاں! جب درمیان میں تلوار آجائے گی پھر مروت اور بھائی برادری سب تعلقات منقطع ہوجائیں گے۔ ہمیں اور تمھیں خداوندتعالیٰ نے اپنے نبی محمد ﷺ کی ذُرّیت کے باب میں محلِ امتحان میں ڈالا ہے، تاکہ وہ دیکھ لے کہ ہم کیا کرتے ہیں اورتم کیا کرتے ہو۔ ہم تم لوگوں کو اس اَمر کی دعوت دیتے ہیں کہ زیاد کے بیٹے مردود عبیداللہ کا ساتھ چھوڑ کر ذُریت رسولؐ کی نصرت کرو۔ تم نے اُن باپ بیٹے کی حکومت میں کوئی اچھائی نہ دیکھی ہوگی۔ اب بھی ان کے کُل عہدِ حکومت میں بُرائی کے سوا کچھ نہ دیکھو گے۔ یہ تم لوگوں کی آنکھیں نکلوا لیتے ہیں۔ ہاتھ پاؤں کٹوا ڈالتے ہیں۔ گوش و بینی سر قطع کردیتے ہیں۔ تمھاری لاشوں کو ٹنڈ منڈ کرکے درختوں پر لٹکا دیتے ہیں۔ تمھارے بزرگوں، تمھارے قاریوں کو، حجر بن عدی اور اُن کے اصحاب ہانی بن عروہ اور اُن کے امثال کے سے لوگوں کو یہ قتل کردیتے ہیں"۔

شمر بن ذی الجوشن کی یاوہ گوئی

شمر جناب زُہیر کی تقریر سن کر پاگل سا ہو گیا۔ اُس نے جنابِ زُہیرؓ کی شان میں سخت کلمات ادا کیے اور ابنِ زیاد کی تعریف کرنے لگا اور اُسے دُعائیں دینے لگا۔ اس کے بعد کہنے لگا: ہم لوگ جب تک تمھارے سردار اور اُن کے اصحاب کو قتل نہ کرلیں گے یا جب تک اُنھیں اور اُن کے اصحاب کو گرفتار کر کے عبیداللہ ابنِ زیاد کے پاس نہ بھیج دیں گے اس وقت تک یہاں سے قدم نہ ہٹائیں گے۔

جنابِ زُہیرؓ کا جواب

اے بندگانِ خدا! حضرت فاطمہ علیہا السلام کی اولاد سمیہ کے بیٹے سے زیادہ نصرت و مودّت کا حق رکھتی ہے۔ اگر تم لوگ ان کی نصرت نہیں کرتے تو خدا کے واسطے ان کے قتل سے باز آجاؤ۔ انھیں اُن کے ابنِ عم یزید کی رائے پر چھوڑ دو۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یزید تمھاری طاعت گزاری سے حسینؑ کے قتل کیے بغیر راضی رہے گا۔

یہ سن کر شمر بن ذی الجوشن نے اپنے تیر سے جناب زُہیرؓ کو نشانہ بنایا اور کہا: خاموش! خدا تیری بک بک کو خاموش کرے۔ تُو نے ہم لوگوں کا دماغ پریشان کر دیا ہے۔

جناب زُہیرؓ نے جواب دیا: اے اس باپ کے بیٹے کہ جس کا پیشاب ایڑیوں تک بہہ کر آتا تھا۔ میرا تجھ سے کیا کام، میری تم سے کوئی بات نہیں ہے اور نہ میں تمھیں اپنے خطاب کا اہل سمجھتا ہوں۔ تُو تو چوپایہ ہے، ڈنگر ڈھور ہے۔ واللہ! میں جانتا ہوں تو کتابِ خدا کی دو آیات بھی نہیں سمجھ سکتا۔ لے قیامت تک کی رُسوائی و عذابِ الیم تجھے مبارک ہو۔

شمر نے کہا: خدا تجھے اور تیرے رئیس کو ابھی قتل کرے گا۔

جنابِ زُہیرؓ نے کہا: اے شمر! کیا تو مجھے موت سے ڈراتا ہے؟ واللہ! حسینؑ کے ساتھ مرجانا تم لوگوں کے ساتھ زندگانی جاوید سے میں بہتر سمجھتا ہوں۔ اس کے بعد آپؓ نے بلند آواز سے لوگوں سے کہا: اے بندگانِ خدا! اس احمق اور درندہ صفت آدمی کی باتوں پر اپنے دین سے نہ پھرنا۔ واللہ! نبی رحمت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت ان لوگوں کو نہ پہنچے گی،

جنھوں نے آنحضرتؐ کی ذرّیت واہلِ بیتؑ کا خون بہایا اور اُن کے معاونین و انصار اور اُن کے اہلِ بیتؑ کے محافظین کو قتل کیا۔

زُہیر بن قینؓ کی واپسی کا حکم

اسی اثناء میں ایک شخص نے حضرت زُہیرؓ کو پکار کر کہا: ابوعبدالحسینؑ کا تمھارے لیے پیغام ہے کہ اب تم واپس چلے آؤ۔ اور فرماتے ہیں: قسم ہے اپنی جان کی اگر مومنِ آلِ فرعون نے اپنی قوم کی خیر خواہی کی اور اُنھیں حق کی طرف بلانے میں انتہا کردی تو تم نے بھی ان لوگوں کی خیر خواہی کی اور انتہا کردی ہے۔ کاش! تمھاری خیر خواہی اور انتہا درجہ کی کوشش ان کے لیے نفع بخش ثابت ہوتی۔ (1)

تاریخ الیعقوبی: خَرَجَ زُهَيْرُ بنُ القَيْنِ عَلَى فَرَسٍ لَهُ، فَنَادَى: يَا أَهلَ الكُوفَةِ! نَذَارِ لَكُمْ مِن عَذَابِ اللهِ نَذَارِ! عِبَادَ اللهِ، وَلَدُ فَاطِمَةَ ؑ أَحَقُّ بِالوُدِّ وَالنَّصرِ مِنْ وَلَدِ سُمَيَّةَ، فَإِنْ لَمْ تَنصُرُوهُم فَلَا تُقَاتِلُوهُم

أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّهُ مَا أَصبَحَ عَلَى ظَهرِ الأَرضِ ابنُ بِنتِ نَبِيٍّ إِلَّا الحُسَينُ ؑ فَلَا يُعِينُ أَحَدٌ عَلَى قَتلِهِ وَلَو بِكَلِمَةٍ إِلَّا نَغَّصَهُ اللهُ الدُّنيَا، وَعَذَّبَهُ أَشَدَّ عَذَابِ الآخِرَةِ

تاریخ یعقوبی میں روایت ہے حضرت زُہیر بن قینؓ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر میدان میں آئے اور بلند آواز سے کہا: اے اہلِ کوفہ! اللہ کے عذاب سے ڈرو۔ اے بندگانِ خدا! فرزندِ زہراؑ ابنِ سمیہ سے زیادہ نصرت ومودّت کا حق رکھتا ہے۔ اگر تم لوگ ان کی نصرت نہیں کر سکتے تو اُن سے قتال بھی نہ کرو۔

اے لوگو! اس وقت اللہ کی زمین پر نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دُختر کا فرزند سوائے

---

(1) تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۲۶؛ الکامل فی التاریخ: ج ۲، ص ۵۶۲؛ البدایۃ والنہایۃ: ج ۸، ص ۱۸۰؛ انساب الاشراف: ج ۳، ص ۳۹۷

حضرت امام حسین علیہ السلام کے اور کوئی نہیں ہے۔ خیال رکھنا اُن کے قتل میں کسی کی اعانت نہ کرنا۔ اگر کسی نے اُن کے قتل کرنے کے بارے میں ایک کلمہ ادا کیا تو اللہ تعالیٰ اس پر دُنیا تیرہ و تاریک کردے گا اور آخرت کے شدید ترین عذاب میں معذب کرے گا۔ ①

حضرت بُریر بن خضیرؓ کا لشکرِ کوفہ سے خطاب

الامالی للصدوق عن عبدالله بن منصور عن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین عن أبیه عن جده [زین العابدین] فِي ذِكرِ أحدَاثِ يَومِ عَاشوراء: بَلَغَ العَطَشُ مِنَ الحُسَينِ علیہ السلام وَأصحَابِهِ، فَدَخَلَ عَلَيهِ رَجُلٌ مِن شِيعَتِهِ يُقَالُ لَهُ: بُرَيرُ بنُ خُضَيرٍ الهَمدَانِي. قَالَ: إبرَاهِيمُ بنُ عَبدِ اللهِ رَاوِي الحَدِيثِ: هُوَ خَالُ أَبِي إسحَاقَ الهَمدَانِيِّ. فَقَالَ: يَابنَ رَسُولِ اللهِ، أتَأذَنُ لِي فَأَخرُجَ إلَيهِم، فَأُكَلِّمَهُم؟

فَأَذِنَ لَهُ، فَخَرَجَ إلَيهِم، فَقَالَ: يَامَعشَرَ النَّاسِ! إنَّ اللهَ بَعَثَ مُحَمَّدًا بِالحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَدَاعِيًا إلَى اللهِ بِإذنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا، وَهٰذَا مَاءُ الفُرَاتِ تَقَعُ فِيهِ خَنَازِيرُ السَّوادِ وَكِلَابُهَا وَقَد حِيلَ بَينَهُ وَبَينَ ابنِهِ!

فَقَالُوا: يَا بُرَيرُ، قَد أكثَرتَ الكَلَامَ فَاكفُف، فَوَاللهِ لَيَعطَشُ الحُسَينُ كَمَا عَطِشَ مَن كَانَ قَبلَهُ

فَقَالَ الحُسَينُ علیہ السلام: أُقعُد يَا بُرَيرُ

امالی صدوق میں عبداللہ بن منصور سے روایت ہے، اُس نے کہا: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا اور آپؑ نے اپنے آباؤ اجداد سے روایت کی ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے یومِ عاشوراء کے اَحداث کے ضمن میں فرمایا: خیامِ حسینیؑ میں پانی ختم ہوگیا

---

① تاریخ یعقوبی: ج ۲، ص ۲۴۴

تھا۔ ہر فرد پیاس سے جان بہ لب تھا۔ ایک آدمی امامؑ کی بارگاہ میں حاضر ہوا جس کا نام بُریر بن خُضیر ہمدانی [1] تھا۔ راوی حدیث ابراہیم بن عبداللہ کا کہنا ہے کہ جناب بُریر ابواسحاق ہمدانی کے ماموں تھے۔ جنابِ بُریرؓ نے عرض کیا: فرزندِ رسولؐ! کیا مجھے اجازت ہے کہ میں ابن سعد کے لشکر سے بات کروں۔

آپؑ نے فرمایا: ہاں، اجازت ہے۔

حضرت بریرؓ باہر آئے اور آپ نے ابن سعد کے لشکر سے کہا: اے لوگو! اللہ ربّ العزت نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا نبی بنا کر بھیجا اور آپؐ کو بشیر و نذیر بنا کر ارسال کیا۔ آپؐ اللہ سبحانہ کی طرف سے پوری انسانیت کو دعوت دینے والے اور سراجاً منیراً تھے۔ یہ سامنے دریائے فرات ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔ جنگل کے سؤر اور کتے اس کا پانی پی رہے ہیں۔ تم کیسے لوگ ہو اور کیسے مسلمان ہو کہ تم نے اپنے نبیؐ کے فرزند پر پانی بند کر رکھا ہے؟

ابن سعد کے لشکر کی طرف سے آوازیں آئیں: اے بُریرؓ! بس کر تو نے بہت کچھ کہہ لیا۔ واللہ! حسینؑ اسی طرح پیاسے رہیں گے جس طرح اُن سے پہلے لوگ پیاسے رہے تھے۔

امام علیہ السلام نے جنابِ بُریرؓ کو مزید کلام کرنے سے روک دیا اور اُن سے فرمایا: اے بُریرؓ! بس کرو اور ایک طرف بیٹھ جاؤ۔ [2]

حضرت امام حسین علیہ السلام کا تاریخی خطاب

الامالی للصدوق عن عبداللہ بن منصور عن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین عن أبیه عن جدّه [زین العابدین علیہ السلام]: فِي ذِكرِ وَقَائِعِ يَومِ عَاشوراءَ: وَثَبَ الحُسَينُ علیہ السلام مُتَوَكِّئًا عَلَى سَيفِهِ فَنَادَى بِأَعْلَى صَوتِهِ فَقَالَ: أَنْشُدُكُمُ اللهَ، هَلْ تَعرِفُونِي؟ قَالُوا: نَعَمْ، أَنْتَ ابنُ رَسُولِ اللهِ وَسِبطُهُ

---

[1] بحار الانوار اور روضۃ الواعظین میں یزید بن حصین ہمدانی کا ذکر ہے۔

[2] امالی صدوق: ص ۲۲۲؛ روضۃ الواعظین: ص ۲۰۳؛ بحار الانوار: ج ۴۴، ص ۳۱۸

قَالَ: أَنشُدُكُمُ اللهَ، هَل تَعلَمُونَ أَنَّ جَدِّي رَسُولُ اللهِ؛ قَالُوا: اللّٰهُمَّ نَعَم

قَالَ: أَنشُدُكُمُ اللهَ، هَل تَعلَمُونَ أَنَّ أُمِّي فَاطِمَةُ بِنتُ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم؛ قَالُوا: اللّٰهُمَّ نَعَم

قَالَ: أَنشُدُكُمُ اللهَ، هَل تَعلَمُونَ أَنَّ أَبِي عَلِيُّ بنُ أَبِي طَالِبٍ علیہ السلام؛ قَالُوا: اللّٰهُمَّ نَعَم

قَالَ: أَنشُدُكُمُ اللهَ، هَل تَعلَمُونَ أَنَّ جَدَّتِي خَدِيجَةُ بِنتُ خُوَيلِدٍ أَوَّلُ نِسَاءِ هٰذِهِ الأُمَّةِ إِسلَامًا؛ قَالُوا: اللّٰهُمَّ نَعَم

قَالَ: أَنشُدُكُمُ اللهَ، هَل تَعلَمُونَ أَنَّ سَيِّدَ الشُّهَدَاءِ حَمزَةَ عَمُّ أَبِي؛ قَالُوا: اللّٰهُمَّ نَعَم

قَالَ: أَنشُدُكُمُ اللهَ، هَل تَعلَمُونَ أَنَّ جَعفَرًا الطَّيَّارَ فِي الجَنَّةِ عَمِّي؛ قَالُوا: اللّٰهُمَّ نَعَم

قَالَ: أَنشُدُكُمُ اللهَ، هَل تَعلَمُونَ أَنَّ هٰذَا رَسُولِ اللهِ وَأَنَا مُتَقَلِّدُهُ؛ قَالُوا: اللّٰهُمَّ نَعَم

قَالَ: أَنشُدُكُمُ اللهَ، هَل تَعلَمُونَ أَنَّ هٰذِهِ عِمَامَةُ رَسُولِ اللهِ أَنَا لَابِسُهَا؛ قَالُوا: اللّٰهُمَّ نَعَم

قَالَ: أَنشُدُكُمُ اللهَ، هَل تَعلَمُونَ أَنَّ عَلِيًّا كَانَ أَوَّلَهُم إِسلَامًا، وَأَعلَمَهُم عِلمًا وَأَعظَمَهُم حِلمًا، وَأَنَّهُ وَلِيُّ كُلِّ مُؤمِنٍ وَمُؤمِنَةٍ؛ قَالُوا: اللّٰهُمَّ نَعَم

قَالَ: فَبِمَ تَستَحِلُّونَ دَمِي، وَأَبِي الذَّائِدُ عَنِ الحَوضِ غَدًا يَذُودُ عَنهُ رِجَالًا كَمَا يُذَادُ البَعِيرُ الصَّادِي عَنِ المَاءِ، وَلِوَاءُ الحَمدِ فِي يَدَي جَدِّي يَومَ القِيَامَةِ؛

قَالُوا: قَد عَلِمنَا ذٰلِكَ كُلَّهُ، وَنَحنُ غَيرُ تَارِكِيكَ حَتّٰى تَذُوقَ

الموتَ عَطَشًا

فَأَخَذَ الحُسَینُ علیہ السلام بِطَرَفِ لِحیَتِهِ، وَهُوَ یَومَئِذٍ ابنُ سَبعٍ وَخَمسِینَ سَنَةً. ثُمَّ قَالَ: اِشتَدَّ غَضَبُ اللهِ عَلَی الیَهُودِ حِینَ قَالُوا: عُزَیرٌ ابنُ اللهِ. وَاشتَدَّ غَضَبُ اللهِ عَلَی النَّصٰرٰی حِینَ قَالُوا: المَسِیحُ ابنُ اللهِ. وَاشتَدَّ غَضَبُ اللهِ عَلَی المَجوسِ حِینَ عَبَدُوا النَّارَ مِن دُونِ اللهِ. وَاشتَدَّ غَضَبُ اللهِ عَلٰی قَومٍ قَتَلُوا نَبِیَّهُم. وَاشتَدَّ غَضَبُ اللهِ عَلٰی هٰذِهِ العِصَابَةِ. الَّذِینَ یُرِیدُونَ قَتلَ ابنِ نَبِیِّهِم

امالی صدوق میں عبداللہ بن منصور سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا اور آپؑ نے اپنے آباء سے روایت کی ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا: میرے والد بزرگوار عمر بن سعد کے لشکر کے سامنے آئے۔ آپؑ نے اپنی تلوار کا سہارا دے کر بلند آواز کے ساتھ کوفی لشکر سے خطاب کیا۔

آپؑ نے فرمایا: تمھیں اللہ کی قسم! کیا تم لوگ مجھے جانتے ہو کہ میں کون ہوں؟

کوفی فوج نے کہا: ہاں! ہم جانتے ہیں کہ آپؑ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: تمھیں اللہ کا واسطہ کیا تم جانتے ہو کہ رسولؐ اللہ میرے نانا ہیں؟

اُنھوں نے کہا: ہاں! ہم جانتے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: تمھیں اللہ کی قسم! کیا تمھیں معلوم ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دختر حضرت فاطمہ زہراؑ میری والدہ ہیں؟

اُنھوں نے کہا: ہاں، یہ سچ ہے۔

آپؑ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ حضرت امام علی بن ابی طالب علیہ السلام میرے والد بزرگوار ہیں؟

اُنھوں نے کہا: ہاں، ہم جانتے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: اے اہلِ کوفہ! کیا تم جانتے ہو کہ حضرت خدیجہ بنت خویلدؓ میری نانی

ہیں، جو وہ پہلی خاتون ہیں جنھوں نے عورتوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کیا تھا؟

اُنھوں نے کہا: ہاں ہمیں معلوم ہے۔

آپؑ نے فرمایا: تمھیں اللہ کی قسم! کیا تم جانتے ہو کہ سیّدالشہداء حضرت حمزہؓ میرے والد کے چچا ہیں؟

اُنھوں نے کہا: ہاں۔

آپؑ نے فرمایا: تمھیں اللہ کی قسم! کیا تمھیں یہ معلوم ہے کہ حضرت جعفرؓ جو جنّت میں فرشتوں کے ساتھ محوِ پرواز رہتے ہیں وہ میرے چچا ہیں۔

اُنھوں نے کہا: جی ہاں۔

آپؑ نے فرمایا: تمھیں ربّ کعبہ کی قسم! کیا تمھیں معلوم ہے، یہ تلوار رسولؐ اللہ کی تلوار ہے جو میں نے اپنی گردن میں حمائل کی ہوئی ہے۔

اُنھوں نے کہا: جی ہاں۔

آپؑ نے فرمایا: تمھیں خدا کی قسم! کیا تمھیں معلوم ہے کہ میرے سر پر جو عمامہ ہے وہ رسولؐ اللہ کا ہے؟

اُنھوں نے کہا: جی ہاں۔

آپؑ نے فرمایا: تمھیں اللہ کا واسطہ کیا تمھیں معلوم ہے کہ میرے والد امام علی علیہ السلام سابق الاسلام، ساری اُمت سے اَعلم اور حلم کے لحاظ سے اَعظم ہیں اور آپؑ ہر مومن اور مومنہ کے آقا و مولا ہیں؟

اُنھوں نے کہا: جی ہاں۔

اس کے بعد آپؑ نے فرمایا: اے لوگو! جب تمھیں میرے مقام و مرتبے کا علم ہے تو پھر تمھیں میرے قتل کرنے میں اتنی جلدی کیوں ہے؟ یاد رکھنا! کل قیامت کے دن میرے والد حوضِ کوثر سے بعض لوگوں کو اس طرح دُور بھگائیں گے جس طرح پیاسے اُونٹ کو پانی سے بھگایا جاتا ہے۔ قیامت کے دن لواء الحمد میرے بابا؟ کے ہاتھ میں ہوگا؟

کوفی لشکر نے کہا: ہاں، ہم ان تمام باتوں کو جانتے ہیں لیکن ہم تمھیں ایسے چھوڑنے

والے نہیں ہیں، حتیٰ کہ تم پیاسے اس دنیا سے کوچ کرو گے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنی ریش مبارک پر ہاتھ رکھا۔ اُس وقت آپؑ کی عمر شریف ۵۷ سال تھی۔ اس کے بعد فرمایا:

اللہ ربّ العزت نے قومِ یہود کو اپنے عذاب سے اُس وقت پکڑا جب اُنھوں نے کہا کہ عزیرؑ اللہ کے فرزند ہیں۔ اللہ کا غضب قومِ نصاریٰ پر اس وقت نازل ہوا جب اُنھوں نے کہا: عیسیٰ مسیحؑ اللہ کے بیٹے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قومِ مجوس کو اپنے عذاب میں اُس وقت معذب کیا جب اُنھوں نے اللہ کی عبادت کو چھوڑ کر آگ کی عبادت شروع کی۔ اللہ تعالیٰ نے اُس قوم پر اُس وقت اپنا غضب نازل کیا جب اُنھوں نے اس کے نبیؐ کو قتل کیا تھا۔ اب اس جماعت پر اللہ ربّ العزت کا شدید ترین غضب نازل ہونے والا ہے کہ جو اپنے نبیؐ کے فرزند کو قتل کرنے والے ہیں۔ ①

تاریخ طبری میں ضحاک مشرقی سے روایت ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے پاس ایک گھوڑا تھا جس کا نام 'لاحق' تھا۔ آپؑ نے اُس گھوڑے پر اپنے فرزند (حضرت علی اکبرؑ) کو سوار کیا۔ جب آپؑ کے سامنے دشمن کی فوج آئی تو آپؑ نے اپنا ناقہ طلب کیا۔ آپؑ ناقہ پر سوار ہوئے اور بہت بلند آواز سے پکار کر کہا، جسے سب لوگوں نے سنا:

"اے لوگو! میری بات غور سے سنو، میرے ساتھ قتال میں جلدی نہ کرو۔ میں نے تم سے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں وہ کرنے دو۔ تم لوگوں کے پاس آنے کا عذر مجھے بیان کرنے دو۔ اگر تم میرا عذر قبول کر لو گے اور میری تصدیق کرو گے تو پھر میرے ساتھ انصاف سے کام لو گے تو تم نیکی حاصل کرو گے۔ پھر مجھ پر الزام نہ دھر سکو گے۔ اگر تم لوگوں نے میرا عذر تسلیم نہ کیا اور مجھ سے انصاف نہ کیا پھر جو تمھارا ارادہ ہو اُس پر آمادہ ہو جاؤ۔ اپنے شرکا کو پکارو اور اچھی طرح سے سمجھ لو کہ اب تمھیں کوئی تردد

---

① امالی صدوق: ص ۲۲۲؛ لہوف: ص ۱۳۵؛ روضۃ الواعظین: ص ۲۰۵؛ بحار الانوار: ج ۴۴، ص ۳۱۸

نہیں ہے۔ پھر میرے ساتھ جو سلوک کرنا چاہتے ہو کر گزرو اور مجھے ذرا مہلت نہ دو۔ میرا آقا و مولا اور ملجا و ماویٰ خدا ہے جس نے کتاب نازل کی ہے وہی نیک بندوں کو دوست رکھتا ہے"۔

راوی کہتا ہے: جب آپ کا یہ کلام آپ کی بہنوں نے سنا تو اُنھوں نے آہ و بکا کی، خیام میں کہرام بپا ہوا کیونکہ اُن کے سردار کی بے بسی و بے کسی ان کے سامنے آگئی تھی۔ جب یہ دردناک آوازیں آپؑ نے سنیں تو آپؑ نے اپنے بھائی حضرت عباسؑ اور اپنے فرزند علی اکبرؑ کو اُن کے پاس بھیجا کہ اُنھیں خاموش کراؤ، ابھی تو اُنھیں بہت رونا ہے۔ ان دونوں شہزادوں نے خواتین کو تسلیاں دے کر خاموش کرایا۔ جب خاموشی ہوگئی اور اہلِ حرم کے رونے کی آوازیں ختم ہوگئیں تو آپؑ نے اللہ ربّ العزت کی حمد و ثنا بیان کی، اللہ تعالیٰ کا بہت ذکر کیا، نبی رحمت احمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ملائکہ اور تمام انبیاءؑ پر درود و سلام بھیجا۔

راوی کہتا ہے: میں نے اپنی زندگی میں ایسی فصیح و بلیغ تقریر اس سے پہلے کبھی سنی تھی نہ اس کے بعد کبھی سنی ہے۔ آپؑ نے فرمایا:

"میرے خاندان کا خیال کرو کہ مَیں کون ہوں۔ پھر اپنے اپنے دل سے پوچھو اور غور کرو کہ میرا قتل کرنا، میری ہتک و حرمت کرنا کیا تم لوگوں کے لیے حلال ہے؟ کیا میں تمھارے نبیؐ کا نواسہ نہیں ہوں؟ کیا میں اُن کے وصی و ابنِ عم کا فرزند نہیں ہوں؟

آپؑ نے خدا پر سب سے پہلے اپنے ایمان کا اظہار کیا تھا اور خدا کے رسولؐ جو اُس کی طرف سے احکام لائے تھے اُنھوں نے اُن کی تصدیق کی۔ کیا سید الشہداء حضرت حمزہؑ میرے والد کے چچا نہیں ہیں؟ کیا جعفر طیار شہید میرے چچا نہیں ہیں؟ کیا تم میں سے کسی نے یہ نہیں سنا کہ رسولِ اسلام نے میرے اور میرے بھائی کی نسبت یہ فرمایا ہے: "یہ دونوں جوانانِ بہشت کے سردار ہیں"۔

"جو کچھ میں تم سے کہہ رہا ہوں یہ حق بات ہے۔ اگر تم میری تصدیق کرو

گے تو سن لو واللہ! جب سے مجھے اس بات کا علم ہوا ہے کہ جھوٹے سے خدا بیزار ہوتا ہے، جھوٹے کو اس کے اپنے جھوٹ سے نقصان پہنچتا ہے۔ میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ اگر تم مجھے جھوٹا سمجھتے ہو تو سنو اس وقت بھی ایسے لوگ موجود ہیں اُن سے تم پوچھ لو تو وہ بیان کریں گے۔ جابر بن عبداللہ انصاریؓ، ابوسعید خدریؓ یا سہیل بن ساعد ساعدیؓ یا زید بن ارقمؓ، یا انسؓ بن مالکؓ سے یہ لوگ تم سے بیان کریں گے کہ اُنھوں نے میرے اور میرے بھائی کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہی کہتے سنا ہے۔ کیا یہ اَمر بھی میرا خون بہانے میں تم لوگوں کو مانع نہیں ہے؟"

اس وقت شمر نے کہا: یہ لوگ خدا کی عبادت ایک ہی رُخ سے کرتے ہیں، خدا جانے یہ کیا کہہ رہے ہیں؟

جناب حبیب ابن مظاہرؓ نے جواب دیا: اے اللہ اور رسولؐ کے دشمن! واللہ! میں سمجھتا ہوں کہ تو خدا کی عبادت ستر رُخ سے کرتا ہے۔ بے شک تو اپنی اس بات میں سچا ہے۔ تیری سمجھ میں نہیں آتا کہ امامؑ کیا فرما رہے ہیں۔ خدا نے تیرے دل پر مُہر لگا دی ہے۔

پھر امام علیہ السلام نے لوگوں سے کہا: تمھیں اس بات میں اگر شک ہے تو کیا اس اَمر میں بھی شک ہے کہ میں تمھارے نبیؐ کا نواسہ ہوں۔ واللہ! اس وقت مشرق سے مغرب تک میرے سوا کوئی شخص تم میں سے یا تمھارے سوا کوئی بھی کسی نبیؐ کا نواسہ نہیں ہے۔ میں تمھارے نبیؐ کا ہی نواسہ ہوں۔ یہ تو بتاؤ کیا تم اس لیے میرے درپے ہو کہ میں نے تم میں سے کسی کو قتل کیا ہے؟ یا تمھارے کسی مال کو ڈبویا ہے؟ یا میں نے کسی کو زخمی کیا ہے جو اُس کا قصاص مجھ سے چاہتے ہو؟

راوی کا بیان ہے کہ ہر طرف سناٹا چھا گیا۔ کسی کے پاس جواب نہیں تھا۔ آپؑ نے پکار پکار کر کہا: اے شبث بن ربعی! اے حجار بن ابجر! اے قیس بن اشعث! اے یزید بن حارث! تم لوگوں نے مجھے یہ نہیں لکھا تھا:

"میوے پک گئے ہیں، باغ سرسبز ہو رہے ہیں، ہر طرف ہریالی ہے، تالاب چھلک رہے ہیں۔ آپؑ کی نصرت کے لیے لشکر یہاں آراستہ ہیں۔

جلدی چلے آئیں"۔

ان لوگوں نے جواب دیا: ہم نے نہیں لکھا تھا۔

آپؑ نے فرمایا: واللہ! تم نے لکھا تھا۔ اے لوگو! میرا آنا تمھیں ناگوار ہوا ہو تو دُنیا میں کسی گوشۂ امن کی طرف مجھے جانے دو۔

قیس بن اشعث نے کہا: آپؑ اپنے اقارب کے حکم کے آگے سر کیوں نہیں جھکا دیتے۔ یہ سب آپؑ سے اس طرح پیش آئیں گے جیسا آپؑ چاہتے ہیں۔ ان کی طرف سے کوئی اَمر آپؑ کو ناگوار نہیں گزرے گا۔

آپؑ نے فرمایا: ارے تو محمد بن اشعث کا بھائی ہے؟ اب تو چاہتا ہے کہ جناب مسلمؑ بن عقیلؑ کے خون سے بڑھ کر بنی ہاشم کو تجھ سے مطالبہ ہو۔ واللہ! میں ذلت کے ساتھ ان لوگوں کے ہاتھ میں ہاتھ دینے والا نہیں ہوں اور نہ غلاموں کی طرح اطاعت کا اِقرار کرنے والا ہوں۔

اے بندگانِ خدا! میں اپنے اور تمھارے پروردگار سے پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ تم مجھے پتھر مارو، میں اپنے اور تمھارے پروردگار سے پناہ مانگتا ہوں۔ ہر ایسے ظالم سے جو روزِ حساب پر ایمان نہیں رکھتا۔ یہ کہہ کر آپؑ نے اپنی ناقہ کو بٹھایا۔ عقبہ بن سمعان کو حکم دیا۔ اُس نے ناقہ کو باندھ دیا۔ اب دشمنوں نے آپؑ پر اپنے حملے کا آغاز کر دیا۔ (1)

سیر اعلام النبلاء: لَمَّا أَصبَحوا قَالَ الحُسَينُ عليه السلام: اللّٰهُمَّ أَنتَ ثِقَتِي فِي كُلِّ كَربٍ، وَرَجَائِي فِي كُلِّ شِدَّةٍ، وَأَنتَ فِيمَا نَزَلَ بِي ثِقَةٌ، وَأَنتَ وَلِيُّ كُلِّ نِعمَةٍ، وَصَاحِبُ كُلِّ حَسَنَةٍ

وَقَالَ لِعُمَرَ وَجُندِهِ: لَا تَعجَلُوا، وَاللهِ، مَا أَتَيتُكُم حَتَّى أَتَتنِي كُتُبُ أَمَاثِلِكُم بِأَنَّ السُّنَّةَ قَد أُمِيتَت، وَالنِّفَاقَ قَد نَجَمَ، وَالحُدُودَ قَد عُطِّلَت، فَاقدَم لَعَلَّ اللهَ يُصلِحُ بِكَ الأُمَّةَ،

---

(1) تاریخ طبری: ج۵، ص ۴۲۳؛ الکامل فی التاریخ: ج ۲، ص ۵۶۱؛ البدایہ والنہایہ: ج ۸، ص ۱۷۸؛ ارشاد: ج ۲، ص ۹۷؛ اعلام الوریٰ: ج ۱، ص ۴۵۸؛ بحار الانوار: ج ۴۵، ص ۶؛ انساب الاشراف: ج ۳، ص ۳۹۶؛ المنتظم: ج ۵، ص ۳۳۹؛ تذکرۃ الخواص: ص ۲۵۱

فَأَتَيتُ ، فَاذَ كَرِهتُمُ ذٰلِكَ ، فَأَنَا رَاجِعٌ ، فَارجِعُوا ، إِلىٰ أَنفُسِكُمُ ، هَل يَصلُحُ لَكُمُ قَتلِي أَو يَحِلُّ دَمِي؟

أَلَستُ ابنَ بِنتِ نَبِيِّكُمُ وَابنَ ابنِ عَمِّهِ؟ أَوَلَيسَ حَمزَةُ وَالعَبَّاسُ وَجَعفَرٌ عُمُومَتِي؟

أَلَم يَبلُغكُمُ قَولُ رَسُولِ اللهِ فِيَّ وَفِي أَخِي : هٰذَانِ سَيِّدَا شَبَابِ أَهلِ الجَنَّةِ؟

فَقَالَ شِمرٌ ، هُوَ يَعبُدُ اللهَ عَلىٰ حَرفٍ إِن كَانَ يَدرِي مَا يَقُولُ!

فَقَالَ عُمَرُ : لَو كَانَ أَمرُكَ إِلَيَّ لَأَجَبتُ

وَقَالَ الحُسَينُ علیہ السلام : يَا عُمَرُ! لَيَكُونَنَّ لِمَا تَرىٰ يَومٌ يَسُوؤُكَ ، اللّٰهُمَّ إِنَّ أَهلَ العِرَاقِ غَرُّونِي وَخَدَعُونِي وَصَنَعُوا بِأَخِي مَا صَنَعُوا ، اللّٰهُمَّ شَتِّت عَلَيهِمُ أَمرَهُمُ وَأَحصِهِمُ عَدَدًا

سیر اعلام النبلاء میں روایت ہے کہ جب دسویں محرم کی صبح ہوئی تو حضرت امام حسین علیہ السلام نے بارگاہِ ربّ العزت میں دُعا کے لیے اپنے ہاتھ بلند کیے:

"خدایا! ہر کرب و مصیبت میں تُو ہی میرا سہارا و آسرا ہے۔ ہر شدت و سختی میں تُو ہی میرا ملجا و ماویٰ ہے۔ ہر نعمت و احسان کا تُو ہی مالک ہے۔ بے شک تُو ہی ہر نعمت کا مالک اور ہر حاجت روائی کا مرکز و محور ہے"۔

آپؑ نے عمر بن سعد اور اُس کے لشکر سے کہا: جنگ و جدال کرنے میں اتنی جلدی نہ کرو۔ واللہ! میں اپنی مرضی سے نہیں آیا۔ تم جیسے لوگوں نے میری طرف خطوط بھیجے تھے کہ میں اُن کے پاس آجاؤں، کیونکہ سنتِ نبویؐ کو معطل کر دیا گیا ہے۔ نفاق نے ہر طرف ڈیرے ڈال دیے ہیں، حدود اللہ پر عمل نہیں کیا جا رہا۔ اِدھر آیئے شاید آپؑ کے ذریعے اُمت کی اصلاح ہو جائے۔ اس لیے میں اِدھر آیا ہوں۔ اگر میرا آنا تمھیں ناپسند ہے تو میں واپس چلا جاتا ہوں۔ کیا تم لوگ میرا قتل کرنا جائز سمجھتے ہو؟ کیا میرا خون گرانا تمھارے نزدیک حلال ہے؟

کیا میں تمھارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی کا بیٹا نہیں ہوں؟ کیا میں آپؐ کے ابن عم کا

فرزند نہیں ہوں؟ کیا حضرت حمزہؓ، حضرت عباسؓ، حضرت جعفر طیارؓ میرے بزرگوار نہیں ہیں؟ کیا تم لوگوں تک رسولِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ فرمان جو میرے اور میرے بھائی کے بارے میں ہے، نہیں پہنچا: "یہ دونوں جنّت کے جوانوں کے سردار ہیں"۔

اس دوران شمر نے کہا: یہ لوگ اللہ کی عبادت ایک رُخ سے کرتے ہیں مجھے ان کی باتوں کی سمجھ نہیں آتی کہ یہ کیا کہہ رہے ہیں؟

عمر بن سعد نے کہا: اگر میرے اختیار میں یہ بات ہوتی تو میں ایسا ہی کرتا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: تم لوگوں کا انجام بُرا ہوگا۔ بارِ الٰہا! اہلِ عراق نے مجھ سے دھوکہ کیا ہے، مجھے فریب دیا ہے۔ انھوں نے میرے بھائی کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا تھا۔ اے اللہ! انھیں منتشر کر دے، ان کے معاملات کو بگاڑ دے، انھیں رُسوا کر دے۔ ①

مقتل الحسین للخوارزمی: تَقَدَّمَ الْحُسَيْنُ علیہ السلام حَتّٰى وَقَفَ قُبَالَةَ الْقَوْمِ، وَجَعَلَ يَنْظُرُ إِلٰى صُفُوفِهِمْ كَأَنَّهَا السَّيْلُ، وَنَظَرَ إِلَى ابْنِ سَعْدٍ وَاقِفًا فِي صَنَادِيدِ الْكُوفَةِ، فَقَالَ: الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي خَلَقَ الدُّنْيَا فَجَعَلَهَا دَارَ فَنَاءٍ وَزَوَالٍ، مُتَصَرِّفَةً بِأَهْلِهَا حَالًا بَعْدَ حَالٍ، فَالْمَغْرُورُ مَنْ غَرَّتْهُ، وَالشَّقِيُّ مَنْ فَتَنَتْهُ، فَلَا تَغُرَّنَّكُمْ هٰذِهِ الدُّنْيَا، فَإِنَّهَا تَقْطَعُ رَجَاءَ مَنْ رَكَنَ إِلَيْهَا وَتُخَيِّبُ طَمَعَ مَنْ طَمِعَ فِيهَا، وَأَرَاكُمْ قَدِ اجْتَمَعْتُمْ عَلٰى أَمْرٍ قَدْ أَسْخَطْتُمُ اللّٰهَ فِيهِ عَلَيْكُمْ فَأَعْرَضَ بِوَجْهِهِ الْكَرِيمِ عَنْكُمْ وَأَحَلَّ بِكُمْ نَقِمَتَهُ، وَجَنَّبَكُمْ رَحْمَتَهُ، فَنِعْمَ الرَّبُّ رَبُّنَا، وَبِئْسَ الْعَبِيدُ أَنْتُمْ، أَقْرَرْتُمْ بِالطَّاعَةِ، وَآمَنْتُمْ بِالرَّسُولِ مُحَمَّدٍ، ثُمَّ إِنَّكُمْ زَحَفْتُمْ إِلٰى ذُرِّيَّتِهِ تُرِيدُونَ قَتْلَهُمْ! لَقَدِ اسْتَحْوَذَ عَلَيْكُمُ الشَّيْطَانُ، فَأَنْسَاكُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ الْعَظِيمِ، فَتَبًّا لَكُمْ وَلِمَا تُرِيدُونَ: إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ، هٰؤُلَاءِ

---

① سیر اعلام النبلاء: ج ۳، ص ۳۰۱؛ طبقات الکبریٰ: ج ۱، ص ۳۶۸

قَوْمٌ كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ .فَبُعْداً لِلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ

فَقَالَ عُمَرُ بنُ سَعْدٍ: وَيلَكُمْ كَلِّمُوهُ فَإِنَّهُ ابنُ أَبِيهِ .وَاللهِ ,لَو وَقَفَ فِيكُمْ هٰكَذَا يَوْمًا جَدِيدًا لَمَا قَطَعَ وَلَمَا حَصَرَ فَكَلِّمُوهُ.

فَتَقَدَّمَ إِلَيهِ شِمرُ بنُ ذِي الجَوشَنِ .فَقَالَ: يَا حُسَينُ .مَا هٰذَا الَّذِي تَقُولُ؛ أَفهِمنَا حَتَّى نَفهَمَ؛

فَقَالَ علیہ السلام: أَقُولُ لَكُم :اِتَّقُوا اللهَ رَبَّكُمْ وَلَا تَقتُلونِ .فَإِنَّهُ لَا يَحِلُّ لَكُم قَتلِي وَلَا انتِهَاكُ حُرمَتِي .فَإِنِّي ابنُ بِنتِ نَبِيِّكُمْ ، وَجَدَّتِي خَدِيجَةُ زَوجَةُ نَبِيِّكُمْ .وَلَعَلَّهُ قَدْ بَلَغَكُمْ قَولُ نَبِيِّكُمْ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: الحَسَنُ وَالحُسَينُ سَيِّدَا شَبَابِ أَهلِ الجَنَّةِ مَا خَلَا النَّبِيِّينَ وَالمُرسَلِينَ .فَإِنْ صَدَّقتُمُونِي بِمَا أَقُولُ .وَهُوَ الحَقُّ .فَوَاللهِ مَا تَعَمَّدتُ كَذِبًا مُنذُ عَلِمتُ أَنَّ اللهَ يَمقُتُ عَلَيهِ أَهلَهُ .وَإِن كَذَّبتُمُونِي فَإِنَّ فِيكُم مِنَ الصَّحَابَةِ مِثلَ: جَابِرِ بنِ عَبدِ اللهِ .وَسَهلِ بنِ سَعدٍ .وَزَيدِ بنِ أَرقَمَ .وَأَنَسِ بنِ مَالِكٍ ، فَاسأَلُوهُمْ عَن هٰذَا .فَإِنَّهُمْ يُخبِرُونَكُمْ أَنَّهُم سَمِعُوهُ مِن رَسُولِ اللهِ .فَإِن كُنتُمْ فِي شَكٍّ مِن أَمرِي .أَفَتَشُكُّونَ أَنِّي ابنُ بِنتِ نَبِيِّكُمْ .فَوَاللهِ مَا بَينَ المَشرِقَينِ وَالمَغرِبَينِ ابنُ بِنتِ نَبِيٍّ غَيرِي

وَيلَكُمْ! أَتَطلُبُونِّي بِدَمِ أَحَدٍ مِنكُم قَتَلتُهُ أَو بِمَالٍ استَملَكتُهُ أَو بِقِصَاصٍ مِن جِرَاحَاتٍ استَهلَكتُهُ؛ فَسَكَتُوا عَنهُ لَا يُجِيبُونَهُ

ثُمَّ قَالَ علیہ السلام: وَاللهِ أُعطِيهِم يَدِي إِعطَاءَ الذَّلِيلِ، وَلَا أَفِرُّ فِرَارَ العَبِيدِ

عِبَادَ اللهِ! إِنِّي عُذتُ بِرَبِّي وَرَبِّكُمْ أَن تَرجُمُونِ، وَأَعُوذُ بِرَبِّي

مِن كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَا يُؤمِنُ بِيَومِ الحِسَابِ

فَقَالَ لَهُ شِمرُ بنُ ذِي الجَوشَنِ: يَاحُسَينَ بنَ عَلِيٍّ. أَنَا أَعبُدُ اللهَ عَلَى حَرفٍ إِن كُنتُ أَدرِي مَا تَقُولُ. فَسَكَتَ الحُسَينُ علیہ السلام

فَقَالَ حَبِيبُ بنُ مُظَاهِرٍ لِلشِّمرِ: يَا عَدُوَّ اللهِ وَعَدُوَّ رَسُولِ اللهِ. إِنِّي لَأَظُنُّكَ تَعبُدُ اللهَ عَلَى سَبعِينَ حَرفًا. وَأَنَا أَشهَدُ أَنَّكَ لَا تَدرِي مَا يَقُولُ! فَإِنَّ اللهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى قَد طَبَعَ عَلَى قَلبِكَ

فَقَالَ لَهُ الحُسَينُ علیہ السلام: حَسبُكَ يَا أَخَا بَنِي أَسَدٍ. فَقَد قُضِيَ القَضَاءُ. وَجَفَّ القَلَمُ. وَاللهُ بَالِغٌ أَمرَهُ. وَاللهِ. إِنِّي لَأَشوَقُ إِلَى جَدِّي وَأَبِي وَأُمِّي وَأَخِي وَأَسلَافِي مِن يَعقُوبَ إِلَى يُوسُفَ وَأَخِيهِ. وَلِي مَصرَعٌ أَنَا لَاقِيهِ

مقتل الحسینؑ خوارزمی میں روایت ہے، حضرت امام حسین علیہ السلام آگے بڑھے اور دشمن کے لشکر کے سامنے آکر کھڑے ہو گئے۔ آپؑ نے ان کی صفوں پر نگاہ کی تو وہ ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر دکھائی دے رہا تھا۔ اُس وقت آپؑ نے عمر بن سعد کو کوفہ کے عیون و اشراف کے درمیان کھڑا ہوا دیکھا۔ اُس وقت آپؑ نے فرمایا:

حمد وثناء کی سزاوار وہ ذات ہے کہ جس نے دُنیا کو خلقت وتخلیق کے زیور سے آراستہ و پیراستہ کیا اور اُسے فنا وزوال کی آماج گاہ قرار دیا ہے۔ وہ اپنی مخلوق کو ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منقلب کرتی رہتی ہے۔ پس وہ نفس فریب خوردہ ہے کہ جس نے اُسے دھوکہ دیا ہے اور شقی ہے وہ جسے اُس نے اپنا مفتون بنایا۔

خبردار! تمھیں یہ زندگانی، دھوکے میں نہ ڈالے اور تم اللہ کو دھوکہ نہ دینا۔ کیسا اچھا ہے ہمارا رب اور کتنے بُرے ہو تم اُس کے بندے۔ تم نے خدا اور اُس کے رسولؐ کی اطاعت کا اقرار کیا، رسولؐ پر ایمان لائے، پھر تم پلٹ گئے اور رسولؐ کی اولاد کے قتل کا ارادہ کر لیا۔ تم پر شیطان مسلط ہو چکا ہے اور اُس نے تم سے ذکر خدا کو بھلا دیا ہے۔ وائے ہو تم پر اور تمھارے ارادے پر، ہم اللہ کے لیے ہیں اور ہماری بازگشت اُسی کی طرف ہے۔ ہاں یہی وہ قوم ہے کہ

جس نے ایمان کے بعد کفر اختیار کیا ہے۔

امام علیہ السلام نے اتنا ہی بیان فرمایا تھا کہ عمر بن سعد آگے بڑھا اور اپنے لشکر سے کہنے لگا: تم پر افسوس ہے کہ تم کیوں خاموش ہو؟ اِن سے بات کرو یہ تو اپنے والد کی طرح فصیح و بلیغ ہیں۔ واللہ! اگر یہ اس طرح تمھارے سامنے محوِ گفتگو رہے تو پھر وہ تمھارے ہاتھ میں آنے والے نہیں ہیں۔ ان سے بات کرو۔

شمر بن ذی الجوشن آگے بڑھا، اُس نے کہا: اے حسینؑ! تم یہ کیا کہہ رہے ہو تمھاری بات ہماری سمجھ سے بالاتر ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: میں تم سے یہ کہہ رہا ہوں کہ تم اللہ سے ڈرو، میرے قتل سے باز رہو۔ میرا قتل کرنا تم پر حلال نہیں ہے۔ میری ہتک حرمت نہ کرو۔ میں تمھارے نبیؐ کی دختر کا فرزند ہوں۔ میری نانی حضرت خدیجہ الکبریٰؑ تمھارے نبیؐ کی زوجہ ہیں۔ تم تک تمھارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان پہنچا ہے۔ آپؐ نے فرمایا تھا: ''حسنؑ اور حسینؑ بہشت کے جوانوں کے سردار ہیں''۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اگر تم اس کی تصدیق کرو گے تو یہ حق ہے۔ سنو! واللہ! جب سے مجھے اس بات کا علم ہوا ہے کہ جھوٹے کو خدا پسند نہیں کرتا۔ جھوٹے کو اپنے جھوٹ سے نقصان پہنچتا ہے۔ میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ اگر تم مجھے اپنی ان باتوں میں جھوٹا سمجھتے ہو تو سنو! اس وقت بھی ایسے اصحابِ رسولؐ موجود ہیں اُن سے پوچھ لو تو وہ بیان کریں گے۔ جابر بن عبداللہ انصاریؓ، ابوسعید خدریؓ یا سہل بن ساعد ساعدیؓ یا زید بن ارقمؓ یا انس بن مالکؓ سے پوچھ لو۔ یہ لوگ تم سے بیان کریں گے کہ اُنھوں نے میرے اور میرے بھائی کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے، اگر تم لوگوں کو میرے بارے میں کوئی شک ہے۔ کیا تمھیں اس بات میں بھی شک ہے کہ میں تمھارے نبیؐ کی بیٹی کا بیٹا ہوں؟ واللہ! مشرق سے مغرب تک میرے سوا کوئی دوسرا نبیؐ کی بیٹی کا بیٹا نہیں ہے۔ کیا میں نے تمھارا قتل کیا ہے؟ اس لیے تم میرے قتل کرنے پر جمع ہو گئے ہو؟ کیا میں نے تمھارا مال غصب کیا ہے؟ یا تم میں سے کسی کو زخمی کیا ہے اس لیے مجھ سے اُس کا قصاص لینا چاہتے ہو؟

ابنِ سعد کا تمام لشکر خاموش رہا۔ کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس کے بعد آپؑ نے فرمایا: واللہ! میں ایک کمزور و ناتواں شخص کی طرح اپنا ہاتھ تمھارے ہاتھوں میں نہیں دوں گا اور نہ غلام کی طرح میدان چھوڑ کر راہِ فرار اختیار کروں گا۔

اے بندگانِ خدا! میں اپنے اور تمھارے پروردگار سے اس بات کی پناہ مانگتا ہوں کہ تم مجھے پتھر مارو، میں اپنے اور تمھارے پروردگار سے پناہ مانگتا ہوں ہر ایسے ظالم سے جو روزِ حساب پر ایمان نہیں رکھتا۔

اس دوران شمر ملعون بول پڑا اور کہنے لگا: اے حسینؑ بن علیؑ! میں اللہ کی ایک رُخ سے عبادت کرنے والا ہوں۔ اگر تمھاری کسی بات کی مجھے سمجھ آئی ہو کہ آپؑ کیا کہہ رہے ہیں؟

امام علیہ السلام خاموش رہے۔ اس دوران حضرت حبیب بن مظاہرؓ نے شمر سے کہا: اے اللہ ربّ العزت اور اُس کے رسولؐ کے دشمن! میرا گمان ہے کہ تو ستر رُخ سے اللہ کی عبادت کرتا ہے۔ ہاں! میں اس بات کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ امامؑ نے جو کچھ فرمایا ہے تجھے اس کی سمجھ نہیں آئی ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تیرے دل پر مُہر لگا دی ہے تو حق کو کیسے سمجھے گا؟

حضرت امام حسین علیہ السلام نے حضرت حبیب بن مظاہرؓ سے فرمایا:

اے اسدی بھائی! آپ نے خوب حق ادا کیا ہے۔ قضا و قدر کا قانون جاری ہو چکا ہے۔ قلم خشک ہو چکا ہے۔ اللہ اپنے فیصلے کو نافذ کرنے والا ہے۔ واللہ! جس طرح حضرت یعقوبؑ کو اپنے فرزند حضرت یوسفؑ اور اُن کے بھائی سے ملنے کا شوق و اشتیاق تھا۔ مجھے اپنے نانا، والد، والدہ، بھائی اور اَسلاف سے ملاقات کا اُس سے زیادہ شوق و اشتیاق ہے۔ میری شہادت ہر صورت ہو کر رہے گی۔ ①

تذکرۃ الخواص: قَالَ هِشَامُ بْنُ مُحَمَّدٍ: لَمَّا رَآهُمُ الْحُسَيْنُ علیہ السلام مُصِرِّيْنَ عَلٰى قَتْلِهٖ. أَخَذَ الْمُصْحَفَ وَنَشَرَهُمْ وَجَعَلَهُ عَلٰى رَأْسِهٖ. وَنَادٰى: بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ كِتَابُ اللهِ وَجَدِّيْ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللهِ.

---

① مقتل الحسین خوارزمی: ج ۱، ص ۲۵۲؛ مثیر الاحزان: ص ۵۶؛ کشف الغمہ: ج ۲، ص ۲۲۵؛ مناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۱۰۰

يَا قَوْمِ، بِمَ تَسْتَحِلُّونَ دَمِي؟ أَلَسْتُ ابْنَ بِنْتِ نَبِيِّكُمْ؟ أَلَمْ يَبْلُغْكُمْ قَوْلُ جَدِّي فِيَّ وَفِي أَخِي: هٰذَانِ سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ؟! إِنْ لَمْ تُصَدِّقُونِي فَاسْأَلُوا جَابِراً وَزَيْدَ بْنَ أَرْقَمَ وَأَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ أَلَيْسَ جَعْفَرُ الطَّيَّارُ عَمِّي؟

فَنَادَاهُ شِمْرٌ: السَّاعَةَ تَرِدُ الْهَاوِيَةَ

فَقَالَ الْحُسَيْنُ علیہ السلام: اللهُ أَكْبَرُ! أَخْبَرَنِي جَدِّي رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فَقَالَ: رَأَيْتُ كَأَنَّ كَلْباً وَلَغَ فِي دِمَاءِ أَهْلِ بَيْتِي. وَمَا أَخَالُكَ إِلَّا إِيَّاهُ

فَقَالَ شِمْرٌ: أَنَا أَعْبُدُ اللهَ عَلَى حَرْفٍ إِنْ كُنْتُ أَدْرِي مَا تَقُولُ

تذکرۃ الخواص میں روایت ہے کہ ہشام بن محمد نے کہا کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے دیکھا کہ ابن سعد کے لشکر نے ہرصورت جنگ کرنی ہے تو آپؑ نے قرآن مجید لیا اور اُسے کھولا اور اُسے اپنے سر مبارک پر رکھ لیا اور آواز بلند کی:

"اے لوگو! میرے اور تمہارے درمیان کتاب اللہ ہے۔ میرے نانا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسولؐ ہیں۔ اے قوم! میرے قتل کرنے میں اتنی جلدی نہ کرو۔ کیا میں تمہارے نبیؐ کی بیٹی کا بیٹا نہیں ہوں؟ کیا تم تک میرے نانا کی حدیث نہیں پہنچی جو آپؐ نے میرے اور میرے بھائی کی شان میں فرمائی تھی؟ یہ دونوں جنت کے جوانوں کے سید و سردار ہیں۔ اگر تمہیں میری بات پر یقین نہیں ہے تو حضرت جابرؓ، حضرت زید بن ارقمؓ، ابوسعید خدریؓ سے پوچھ لو۔ کیا حضرت جعفر طیارؑ میرے چچا نہیں ہیں؟"

شمر نے بلند آواز سے کہا: اس وقت تم ہاویہ میں وارد ہونے والے ہو۔

فرزند رسول حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: اللہ اکبر! میرے نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے بتایا تھا گویا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ ایک کتا ہے جو میرے اہل بیتؑ کا خون بے دردی کے ساتھ بہا رہا ہے۔ اے شمر! وہ تو ہی ہے۔

شمر نے کہا: اگر میں نے تمھاری کوئی بات سمجھی ہو تو وہ ایسے ہے کہ میں اللہ کی ایک رُخ سے عبادت کرتا ہوں۔

الملهوف میں روایت ہے، جب عمر بن سعد کی فوج نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے لشکر کی طرف پیش قدمی کی تو آپؑ نے جنابِ بریر بن حصین کو اُن کی طرف بھیجا۔ اُنھوں نے وعظ و نصیحت کی، لیکن اس قومِ اشقیاء پر کوئی اثر نہ ہوا۔

حضرت امام حسین علیہ السلام اپنی ناقہ پر سوار ہوئے۔ ایک روایت کے مطابق گھوڑے پر سوار ہوئے۔ حضرت بریر کو خاموش ہونے کو کہا۔ جب وہ خاموش ہو گئے تو آپؑ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی اس کے بعد نبی رحمت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ملائکہ اور انبیاءؑ پر درود وسلام بھیجا۔ بعد ازیں لشکرِ اعداء سے خطاب کیا:

"اے لوگو! ذلّت وحسرت تمھارا مقدر ہے۔ تم نے مجھے بھرپور جوش وولولہ کے ساتھ بلایا تاکہ میں تمھاری فریاد کو پہنچوں۔ جب میں پہنچا تو تم نے اپنی تلواریں ہمارے ہی خلاف کھینچ لیں اور جس آگ کو ہمارے مشترکہ دشمن نے ہمارے خلاف بھڑکایا تھا اُسے تم نے ہمارے خلاف اور شعلہ ور کر دیا۔ آج تم اپنے دوستوں کے دشمن اور اپنے دشمن کے دست و بازو بن گئے ہو۔ جب کہ دشمنوں نے تمھارے ساتھ انصاف کیا ہے اور نہ اُن سے بھلائی کی کوئی توقع پیدا ہوئی ہے سوائے دُنیا کے اس مالِ حرام کے جو تم نے اُن سے حاصل کیا ہے اور ذلّت وحقارت کی اس زندگی کے جس کی تم اُن سے آس لگائے بیٹھے ہو۔

تم پر وائے ہو، اب تلواریں نیاموں میں اور قلوب آرام وسکون میں اور افکار ناپختگی میں تھے تب تم نے ہمیں کیوں چھوڑا لیکن تم لوگ مکھیوں کی مانند شر وفتنہ کی طرف بھاگے اور پروانوں کی مانند ایک دوسرے پر گر رہے تھے۔ تمھارے لیے ہلاکت وتباہی ہو۔

اے کنیز کے غلامو! اے باقیاتِ جنگِ اُحزاب! کتاب اللہ کو چھوڑ دینے

والو! کتابِ خدا میں تحریف کرنے والو! تم نے کلماتِ قرآن کو اُن کے معانی سے الگ کرلیا۔ اے ہماری سنتوں کو مٹانے والو! امامؑ کی نافرمانی کرنے والو! ان نفوس نے ان کے لیے جو پہلے سے بھیجا ہے وہ کتنا بُرا ہے کہ اللہ ان پر غضب ناک و ناراض ہے اور وہ اللہ کے ابدی عذاب میں رہیں گے۔ تم اُنھی کی اعانت و معاونت کر رہے ہو اور ہمیں تنہا چھوڑ رہے ہو۔
ہاں! خدا کی قسم! بے وفائی و پیمان شکنی تمھاری دیرینہ عادت ہے۔ تمھاری جڑیں غدر و دھوکہ سے متصل ہیں اور تمھاری شاخوں نے اُنھی پر پرورش پائی ہے۔ تم ان کے وہ پلید ترین اور ناقص ترین میوے ہو، جو مالک کے گلے میں اُٹک جانے والے اور غاصب کے لیے خوش ذائقہ ہو۔
آگاہ رہو! اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی لعنت ان عہد شکن ظالموں پر ہے جو زیادہ تاکید کے بعد بھی عہد و پیمان توڑ ڈالتے ہیں، حالانکہ خدا نے تمھیں خود اپنا ضامن اور وکیل قرار دیا ہے۔
اس بے باپ کے بیٹے نے جسے بنی اُمیہ نے اپنے ساتھ ملحق کرلیا اور بے باپ کو اُس کا بیٹا بنا لیا تھا۔ اُس نے مجھے دو چیزوں کے درمیان کھڑا کر دیا ہے۔ تلوار کھینچ لوں یا ذلت برداشت کرلوں۔ اگر ہم ذلت اختیار کریں تو ہمارے لیے حیہات و افسوس ہے کہ ہم ذلت قبول کریں۔ اللہ، اُس کا رسولؐ، پاک و پاکیزہ آغوش، بلند و ستواں ناک، غیور نفس ہمیں اس بات کی اجازت نہیں دیتے کہ ہم عزت کی موت پر کمینوں کی اطاعت کو ترجیح دیں۔ میں اس مختصر جماعت کے ساتھ تمھارے مقابلے میں میدانِ کارزار میں اُتروں گا۔ اگرچہ مددگاروں نے مجھے تنہا چھوڑ دیا ہے۔ اس کے بعد امامؑ نے فروہ بن مسیک المرادی شاعر کے اَبیات پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے:
"اگر ہم دشمن پر کامیاب ہوجائیں تو یہ نئی بات نہیں ہے۔ ہم تو پہلے بھی

کامیاب ہوتے رہے ہیں اور ظاہراً شکست کھا جائیں تب بھی وہ ہماری شکست نہ ہوگی۔ خوف اور بزدلی ہمارا شیوہ نہیں ہے۔ لیکن اس وقت ہم حوادث کی زد پر ہیں۔ بظاہر ہمارا دشمن فائدے میں ہے۔ اگر بادشاہ جاوداں تھے تو ہم بھی جاوداں رہیں گے۔ اگر وہ صاحبِ کرامت رہے ہوں تو ہم بھی صاحبِ کرامت رہیں گے۔ ہماری مصیبت پر خوشیاں منانے والوں سے کہو۔ وہ بھی ایک دن ایسے حالات سے دوچار ہوں گے جب اُن کے غیر ان کی مصیبت میں خوشیاں منائیں گے، کیونکہ موت کا اُونٹ ایک دروازے سے ہٹ کر دوسرے دروازے پر جا بیٹھتا ہے۔

خدا کی قسم! اس کے بعد تم اتنی ہی دیر تک ٹک سکو گے جتنی دیر گھوڑے پر سوار ہونے میں لگتی ہے، یہاں تک کہ حوادث کی تند و تیز چکی تمھیں پیس کر رکھ دے گی اور جس طرح چکی کا مرکز و محور مسلسل گردش میں رہتا ہے اس طرح تم بھی حوادث کے چکر میں رہو گے۔ یہ وہ وعدہ ہے جو میرے والد بزرگوارؑ نے نبی اکرم ﷺ سے سن کر مجھ سے نقل کیا۔ اب تم اور تمھارے تمام شرکاء اکٹھا کرلو اور تم پر کوئی بات مخفی نہ رہے۔ میرے بارے میں اپنے باطل ارادے کو عملی جامہ پہناؤ اور مجھے ذرا مہلت نہ دو۔ میں تو صرف اللہ ہی پر بھروسہ کرتا ہوں جو میرا بھی پروردگار ہے اور تمھارا بھی اور زمین پر جتنے چلنے والے ہیں سب کا مالک ہے۔ بے شک میرا پروردگار سیدھی راہ پر ہے"۔

اس کے بعد امام علیہ السلام نے دُعا کے لیے ہاتھ بلند کیے اور عمر بن سعد کی سپاہ کو ان الفاظ میں بددُعا دی:

"بارِ الٰہا! ان پر آسمان سے ہونے والی بارش روک دے۔ انھیں قحط سے اس طرح دوچار کردے جیسا قحط حضرت یوسفؑ کے زمانے میں آیا تھا۔ ان پر قبیلہ ثقیف کے جوان کو مسلط کردے، جو انھیں ذلت و خواری کا مزہ

چکھا دے۔ اور ان میں سے کسی کو باقی نہ چھوڑ، یہاں تک کہ قتل کا بدلہ قتل سے اور چوٹ کا بدلہ چوٹ سے نہ لے لے۔ میرا اور میرے انصار اور اہل بیتؑ کا انتقام اِن سے لے لے، کیونکہ ان لوگوں نے ہمیں دھوکہ دیا ہے، ہمیں جھٹلایا ہے اور ہماری حمایت و معاونت سے گریز کیا ہے۔ تو ہی ہمارا پروردگار ہے اور ہم نے تجھ پر ہی توکل کیا ہے اور تیری ہی طرف ہمیں پلٹنا ہے"۔ ①

تاریخ دمشق عن أبي بكر بن دريد: لَمَّا استَكَفَّ النَّاسُ بِالحُسَينِ عليه السلام رَكِبَ فَرَسَهُ .ثُمَّ استَنصَتَ النَّاسَ .فَأَنصَتُوا لَهُ. فَحَمِدَ اللهَ وَأَثنى عَلَيهِ .وَصَلّى عَلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وآله ثُمَّ قالَ: تَبًّا لَكُم أَيَّتُهَا الجَماعَةُ وَتَرَحًا! أَحِينَ استَصرَختُمونا وَلِهِينَ فَأَصرَخناكُم موجِفِينَ، شَحَذتُم عَلَينا سَيفًا كانَ في أَيمانِنا، وَحَشَشتُم عَلَينا نارًا قَدَحناها ، عَلى عَدُوِّكُم وَعَدُوِّنا فَأَصبَحتُم إِلبًا عَلى أَولِيائِكُم .وَيَدًا عَلَيهِم لِأَعدائِكُم بِغَيرِ عَدلٍ رَأَيتُموهُ بَثّوهُ فِيكُم .وَلا أَصلٍ أَصبَحَ لَكُم فِيهِم وَمِن غَيرِ حَدَثٍ كانَ مِنّا .وَلا رَأيٍ يُفَيَّلُ فِينا

فَهَلّا لَكُمُ الوَيلاتُ إِذ كَرِهتُموها ، تَرَكتُمونا وَالسَّيفُ مَشيمٌ وَالجَأشُ طامِنٌ وَالرَّأيُ لَم يَستَخِفَّ وَلكِنِ استَصرَعتُم إِلَينا طَيرَةَ الدَّبا، وَتَداعَيتُم إِلَينا كَتَداعِي الفَراشِ قَبحًا وَحَكَّةً وَهَلوعًا .وَ ذِلَّةً لِطَواغيتِ الأُمَّةِ، وَشُذّاذِ الأَحزابِ، وَنَبَذَةِ الكِتابِ، وَعَصَبَةِ الآثامِ وَبَقِيَّةِ الشَّيطانِ وَمُحَرِّفِي الكَلامِ ، وَمُصفِئِي السُّنَنِ، وَمُلحِقِي العَهَرَةِ بِالنَّسَبِ، وَأَسَفِ المُؤمِنِينَ، وَمُزاحِ المُستَهزِئِينَ ، الَّذِينَ

① الملهوف: ص ۱۵۵؛ احتجاج: ج ۲، ص ۹۷؛ مثیر الاحزان: ص ۵۳؛ اثبات الوصیت: ص ۱۷۷

جَعَلُوا الْقُرْءَانَ عِضِينَ. لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ أَنفُسُهُمْ أَنْ سَخِطَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ هُمْ خَلِدُونَ ۝ فَهَؤُلَاءِ تَعضُدونَ وَعَنّا تَتَخاذَلونَ؟

أَجَلْ وَاللهِ، الخَذْلُ فِيكُم مَعروفٌ وَشَجَتْ عَلَيْهِ عُروقُكُمْ، وَاستَأْزَرَتْ عَلَيْهِ أُصولُكُمْ فَأَفرَعَكُمْ. فَكُنتُمْ أَخبَثَ ثَمَرَةٍ لِلنّاسِ، وَأُكلَةٍ لِغاصِبٍ. أَلا فَلَعنَةُ اللهِ عَلَى النّاكِثينَ الَّذينَ يَنقُضونَ الأَيْمانَ بَعدَ تَوكيدِها وَقَد جَعَلُوا اللهَ عَلَيهِم كَفيلًا

أَلا وَإِنَّ البَغِيَّ قَد رَكَنَ بَينَ اثنَتَينِ، بَينَ المَسأَلَةِ وَالذِّلَّةِ، وَهَيهاتَ مِنّا الدَّنِيَّةُ. أَبَى اللهُ ذلِكَ وَرَسولُهُ وَالمُؤمِنونَ، وَحُجورٌ طابَت وَبُطونٌ طَهُرَتْ وَأُنوفٌ حَمِيَّةٌ، وَنُفوسٌ أَبِيَّةٌ أَن تُؤثَرَ مَصارِعُ الكِرامِ عَلى ظِئارِ اللِّئامِ. أَلا وَإِنّي زاحِفٌ بِهذِهِ الأُسرَةِ عَلى قُلِّ العَدَدِ وَكَثرَةِ العَدُوِّ وَخَذلَةِ النّاصِرِ. ثُمَّ تَمَثَّلَ:

فَإِن نَهزِم فَهَزّامونَ قِدمًا ... وَإِن نُهزَم فَغَيرُ مُهَزَّمينا

وَما إِن طِبُّنا جُبنٌ وَلكِن ... مَنايانا وَطُعمَةُ آخَرينا

أَلا ثُمَّ لا يَلبَثوا إِلّا رَيثَ ما يُركَبُ فَرَسٌ، حَتّى تُدارَ بِكُمْ دَورَ الرَّحى، وَيُقلَقَ بِكُمْ قَلَقَ المِحوَرِ، عَهدًا عَهِدَهُ النَّبِيُّ إِلى أَبي: فَأَجْمِعُوا أَمْرَكُمْ وَشُرَكَاءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ أَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوا إِلَيَّ وَلَا تُنظِرُونِ ۝ الآيَةَ، وَالآيَةَ الأُخرى

تاریخ دمشق میں ابوبکر بن درید سے روایت ہے، جب سپاہ عمر بن سعد نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو اپنے محاصرہ میں لے لیا تو آپؑ اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے۔ آپؑ نے لوگوں سے کہا کہ وہ خاموش ہو جائیں۔ جب خاموشی ہوئی تو امامؑ نے اللہ کی حمد وثناء بیان کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجا، پھر فرمایا:

"اے لوگو! ذلت وحسرت تمھارا مقدر ونصیب ہے۔ تم لوگوں نے مجھے بھرپور جذبات اور توان ولولوں کے ساتھ اپنی طرف دعوت دی، تاکہ میں تمھاری فریاد تک پہنچوں۔ جب میں تمھارے پاس پہنچا تو تم نے اپنی تلواریں مجھ پر سونت لیں اور جس آتش کو ہمارے مشترکہ دشمن نے بھڑکایا اُسے تم نے ہمارے خلاف مزید شعلہ وَر کیا۔ آج تم اپنے دوستوں کے دشمن اور دشمن کے دوست اور معاون و ناصر بن گئے ہو، جب کہ ان دشمنوں نے تمھارے ساتھ انصاف کیا ہے اور نہ اُن سے تمھیں کسی بھلائی کی توقع ہے۔ سوائے دُنیا اور مالِ حرام کے جو تم نے اُن سے لیا ہے اور ذلت وحقارت کی اُس حیات کی جس کی تم اُن سے اُمیدیں وابستہ رکھے ہوئے ہو۔ ہلاکت و بربادی تمھارا مقدر ٹھہرے۔ اب تلواریں نیاموں میں، قلوب چین و آرام میں، افکار و آراء ناپختگی میں تھے۔ تب تم نے ہمیں تنہا کیوں چھوڑ دیا؟ لیکن تم مکھیوں کی طرح شر وفتنہ کی طرف بھاگے اور پروانوں کی مانند ایک دوسرے پر گر رہے تھے۔ تمھارے لیے ہلاکت وتباہی ہو۔ اُمت کے ان طاغوتوں، اَحزاب کے باقیات کے اَشرار، کتاب اللہ کے چھوڑ دینے والوں، جرائم پیشہ لوگوں، باقیاتِ شیطان، محرفِ قرآن، سنتِ نبوی کو مٹانے والوں، اپنے نسب کو زنا سے ملحق کرنے والوں، اہلِ ایمان پر مظالم ڈھانے والوں کے لیے بیکران جہالت کے لیے اَبدی ذلت ورُسوائی ہے۔ اُن لوگوں نے قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا۔ انھوں نے جو کچھ اپنے لیے آگے بھیجا ہے وہ نہایت بُرا ہے جس سے اللہ اُن پر ناراض ہو اور وہ ہمیشہ عذاب میں رہیں گے۔ یہ لوگ ایک دوسرے کے دست وبازو بن گئے اور ہمیں بے آسرا وسہارا چھوڑ دیا؟

جی ہاں! واللہ! تم لوگ بے وفائی میں عالمی شہرت کے حامل ہو، تمھاری جڑیں غدر ودھوکہ سے ملی ہوئی ہیں۔ تمھاری شاخوں نے وہیں سے خوراک

حاصل کی ہے تم ان کے وہ پلید ترین اور ناقص ترین ثمر ہو، جو مالک کے گلے میں اٹک جانے والے اور غاصب کے لیے خوش ذائقہ وشیریں ہو۔

خبردار! اللہ رب العزت کی لعنت اُن عہد شکنوں پر جو موکد عہد و پیمان توڑ ڈالتے ہیں، حالانکہ خدا نے تمھیں خود مختار، اپنا ضامن اور وکیل قرار دیا ہے۔

ہاں! اس باغی اور باغی و طاغی کے بیٹے نے مجھے دو چیزوں کے درمیان کھڑا کر دیا ہے کہ میں تلوار کھینچ لوں یا کہ ذلت برداشت کرلوں۔ اگر بیعت کرنے کی ذلت اختیار کریں تو ہمارے لیے ہیہات وافسوس ہے۔

خدا، اُس کا رسولؐ، طیب و طاہر آغوش، خاندانی وراثت، اعلیٰ دماغ اور غیور نفس ہمیں اس بات کی اجازت نہیں دیتے کہ ہم عزت کی موت پر کمینوں اور پست و فرومایہ لوگوں کی اطاعت کو ترجیح دیں۔ میں اپنی مٹھی بھر جماعت کے ساتھ تمھارے مقابلے میں قتال کروں گا۔ اگرچہ مددگاروں نے مجھے تنہا چھوڑ دیا ہے"۔

اس کے بعد آپؑ نے کچھ اشعار پڑھے جن کا مفہوم یہ ہے:

"اگر ہم دشمن پر کامیاب ہو گئے تو یہ نئی بات نہیں ہے۔ ہم تو پہلے بھی کامیاب ہوتے ہیں۔ ہاں! اگر ہم ظاہری صورت میں دشمن کے ہاتھوں مغلوب ہو گئے تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ تب بھی یہ ہماری مغلوبیت نہیں ہوگی۔ خوف اور بزدلی ہمارا شیوہ نہیں ہے، لیکن ہم اس وقت حوادث کی زد میں ہیں۔ بظاہر ہمارا دشمن فائدے میں ہے۔

خدا کی قسم! اس کے بعد تم اتنی ہی دیر تک اس دنیا میں خوشیوں سے وابستہ رہو گے جتنی دیر گھوڑے پر سوار ہونے میں لگتی ہے۔ حوادث کی تند و تیز آندھیاں تم پر چلیں گی۔ تم پر زندگی تیرہ و تاریک ہو کر رہ جائے گی۔ جس طرح چکی کا مرکز ومحور گردش میں رہتا ہے تم اس طرح حوادث کی گردش میں حیران وسرگرداں رہو گے۔ یہ وہ وعدہ ہے جو میرے والد بزرگوارؑ نے

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا تھا۔ اب تم اور تمھارے تمام شرکائے کار ایکا کرلیں اور تم پر کوئی بات مخفی بھی نہ رہے۔ میرے بارے میں اپنے باطل ارادے کو عملی جامہ پہناؤ اور مجھے ذرا برابر مہلت نہ دو۔ میں تو صرف اللہ پر بھروسہ کرتا ہوں جو میرا بھی پروردگار ہے اور تمھارا بھی اور زمین پر جتنے چلنے والے ہر ایک کا مالک ہے۔ بے شک میرا پروردگار سیدھے راستے پر ہے"۔

اس کے بعد امام علیہ السلام نے آسمان کی طرف اپنے ہاتھ بلند کیے اور عمر بن سعد کی سپاہ کو ان الفاظ میں بددُعا دی:

"خدایا! ان پر آسمان سے ہونے والی بارش روک دے، انھیں اس طرح قحط سے دوچار کر جس طرح قحط حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے میں آیا تھا۔ ان پر قبیلہ ثقیف کے جوان کو مسلط کردے جو اُنھیں ذلت وخواری کا مزہ چکھا دے۔ ان میں سے کسی کو باقی نہ چھوڑ، یہاں تک کہ قتل کا بدلہ قتل سے اور چوٹ کا بدلہ چوٹ سے نہ لے لے۔ میرا اور میرے انصار اور اہل بیتؑ کا انتقام ان سے لے لے، کیونکہ ان لوگوں نے ہمیں دھوکہ دیا ہے، ہمیں جھٹلایا ہے، ہماری نصرت واعانت سے انکار کیا ہے۔ تو ہی ہمارا پروردگار ہے۔ ہم نے تجھ پر توکل کیا ہے، اور تیری طرف مراجعت ہے"۔ [1]

مقتل الحسینؑ خوارزمی میں عبداللہ بن حسن سے روایت ہے، حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے اصحاب سے باہر آئے اور ابن سعد کے لشکر کے سامنے آکر کھڑے ہوگئے۔ آپؑ نے اُنھیں وعظ ونصیحت کی، لیکن اُن پر وعظ ونصیحت کا کوئی اثر نہ ہوا۔

امام علیہ السلام نے اُن سے فرمایا: اے لوگو! تم پر افسوس ہے کہ تم نصائح کو قبول کیوں نہیں کرتے۔ تم میری بات غور سے سنو! میں تمھیں صراطِ مستقیم کی دعوت دے رہا ہوں، جس نے میری اطاعت کی تو اُس نے رُشد وہدایت کا اپنے لیے سامان کرلیا اور جس نے میرا انکار کیا تو وہ ہلاکت وبربادی سے دوچار ہوا۔ تم سب میری بات ماننے سے انکاری ہو۔ میری بات کی طرف

---

[1] مقتل الحسینؑ خوارزمی: ج ۲، ص ۶؛ بحار الانوار: ج ۴۵، ص ۸، بحوالہ تاریخ دمشق

تمھیں توجہ ہے ہی نہیں۔ تمھیں مالِ حرام سے نوازا گیا ہے اس لیے تم پر حق بات کا اثر نہیں ہوتا۔ تمھارے بطون مالِ حرام سے بھر چکے ہیں۔

اللہ ربّ العزت نے تمھارے قلوب پر مُہر لگا دی ہے۔ تم پر افسوس صد افسوس ہے کہ تم شور برپا کر رہے ہو اور گفتگو کو سنتے نہیں ہو۔

عمر بن سعد کے لشکر کے لوگوں نے کہا: خاموش ہو کر حسینؑ کی بات سنو کہ وہ کیا فرما رہے ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا:

اے لوگو! تم تباہ و برباد ہو جاؤ، تم نے مجھے بھرپور جوش اور ولولوں کے ساتھ اپنی طرف بلایا، تاکہ میں تمھاری فریاد پر پہنچوں۔ جب میں تمھارے پاس پہنچا تو تم نے اپنی تلواریں ہمارے ہی خلاف کھینچ لیں اور جس آگ کو ہمارے مشترکہ دشمن نے ہمارے خلاف بھڑکایا تھا اُسے تم نے ہمارے خلاف مزید شعلہ ور کر دیا۔ آج تم اپنے دوستوں کے دشمن اور دشمنوں کے دوست بن گئے ہو، جب کہ ان دشمنوں نے تمھارے ساتھ انصاف کیا ہے اور نہ اُن سے بھلائی کی کوئی توقع پیدا ہوئی ہے۔

واہی و تباہی تمھارا مقدر بنے، اب تلواریں نیاموں میں، قلوب آرام و سکون میں اور فکر و افکار ناپختگی میں تھے۔ تب تم نے ہمیں کیوں چھوڑا، لیکن تم مکھیوں کی طرح شر و فتنہ کی طرف بھاگے اور پروانوں کی مانند ایک دوسرے پر گر رہے تھے۔ ہلاکت و تباہی تمھارا مقدر ٹھہرے۔

اے کنیز کے غلامو! اے باقیاتِ جنگِ اَحزاب! اے کتاب اللہ کو چھوڑ دینے والو! کتابِ خدا میں تحریف کرنے والو! تم نے کلماتِ قرآنی کو اُن کے معانی سے الگ کر لیا۔

اے ہماری سنتوں کو مٹانے والو! امام کی نافرمانی کرنے والو! اے انبیاءؑ کی اولاد کو قتل کرنے والو! اے اوصیاءؑ کی عترت کو ہلاک کرنے والو! اے

اپنے نسب کو زنا سے ملحق کرنے والو! اے اہلِ ایمان کو اذیت سے دوچار کرنے والو! اے آئمہ ضلالت کی چیخ و پکار کہ جنھوں نے قرآن کے نظام کو معطل کیا ہے! تم لوگ ابنِ حرب کا ٹولا ہو، اُس کی پیروی کرنے والے ہو اور اُس کا سہارا لینے والے ہو، اور ہمیں چھوڑ دینے والے ہو!

جی ہاں! تم لوگ غدر و فریب میں عالمی شہرت کے حامل و عامل ہو۔ تمھاری جڑیں دھوکہ و فریب کی آلودگی سے خوراک لینے والی ہیں اور اسی آلودگی میں تمھاری نشو و نما ہوئی ہے اور تم اُن کے وہ پلید ترین ثمر اور ناقص ترین ثمر ہو جو مالک کے گلے میں اٹک جانے والا اور غاصب کے لیے خوش ذائقہ اور شیریں ہو۔

خبردار! اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی لعنت ان عہد شکنوں پر جو محکم عہد و پیمان کو توڑنے والے ہیں حالانکہ خداوند تعالیٰ نے خود مختار اپنا ضامن اور وکیل قرار دیا ہے۔

ہاں! اس باغی اور طاغی کے بیٹے نے مجھے دو چیزوں کے درمیان لاکھڑا کیا ہے کہ میں نیام سے تلوار کھینچ کر میدانِ جنگ میں اُتروں یا پھر ذلت برداشت کروں؟ اگر ہم بیعت کرنے والے کی ذلت اختیار کریں تو ہمارے لیے ہیہات وافسوس ہے۔ خدا، اُس کا رسولؐ، طیب و طاہر آغوش، خاندانی میراث، اعلیٰ و ارفع دماغ اور غیور نفس ہمیں اِس بات کی اجازت نہیں دیتے کہ ہم عزت کی موت پر کمینوں اور پست و فرومایہ لوگوں کی اطاعت و پیروی کو ترجیح دیں۔ میں اپنی مٹھی بھر جماعت کے ساتھ تم سے ضرور جنگ لڑوں گا۔ اگرچہ مددگاروں نے مجھے تنہا چھوڑ دیا ہے"۔

اس کے بعد امام علیہ السلام نے اشعار پڑھے (اشعار کا ترجمہ سطور بالا میں موجود ہے):

"خدا کی قسم! اس کے بعد تم اس دنیا کی خوشیوں کے ساتھ اس قدر وابستہ رہو گے کہ جس قدر گھوڑے پر سوار ہونے میں وقت لگتا ہے۔ حوادث و

انقلاب کی تند و تیز آندھیاں تم پر چلیں گی کہ تم پر زندگی تیرہ و تاریک ہو کر رہ جائے گی۔ جس طرح چکی کا محور گردش میں رہتا ہے۔ تم اس طرح حوادث کی گردش میں رہو گے۔

یہ وہ حقیقت ہے کہ جو میرے والد بزرگوارؑ نے احمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی تھی۔ (اب تم اور تمھارے شرکاء ایکا کر لیں)۔ اور تم پر کوئی بات مخفی بھی نہ رہے۔ میرے بارے میں اپنے باطل ارادے کو عملی جامہ پہناؤ اور مجھے ذرا بھر مہلت نہ دو۔ میں تو صرف اللہ پر بھروسہ کرتا ہوں۔ جو میرا بھی پروردگار ہے اور تمھارا بھی اور زمین پر جتنے چلنے والے ہیں سب کا مالک ہے۔ بے شک میرا پروردگار سیدھے راستے پر ہے"۔

اس کے بعد امام علیہ السلام نے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف بلند کیے اور عمر بن سعد کی سپاہ کو ان الفاظ میں بددعا دی:

"خدایا! ان پر بارانِ رحمت کا سلسلہ روک دے، انھیں اس طرح قحط و افلاس سے دوچار کر جس طرح قحط حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے میں آیا تھا۔ ان پر قبیلہ ثقیف کے جوان کو مسلط کر، جو انھیں ذلت و رُسوائی سے دوچار کر دے۔ ان میں سے کسی کو باقی نہ چھوڑ، یہاں تک کہ قتل کا بدلہ قتل سے اور چوٹ کا عوض چوٹ سے نہ لے لے۔ میرا اور میرے انصار کا انتقام تو اِن سے لے کیونکہ ان لوگوں نے ہمیں دھوکہ دیا ہے، ہمیں جھٹلایا ہے، ہماری نصرت و معاونت سے انکار کیا ہے۔ تو ہی ہمارا پروردگار ہے۔ ہم نے تجھ پر توکل کیا ہے اور تیری طرف مراجعت ہے"۔ [1]

تاریخ طبری میں سعد بن عُبیدہ سے روایت ہے کہ امام حسین علیہ السلام عمر بن سعد کے لشکر سے خطاب کرنے کے لیے اُن کی طرف بڑھے۔ سعد بن عُبیدہ کا بیان ہے کہ جس وقت امام حسین علیہ السلام نے گفتگو کی تو اُس وقت میں وہاں موجود تھا۔ آپؑ نے جُبہ پہن رکھا تھا۔ جب امامؑ

---

[1] مقتل الحسین خوارزمی: ج ۲، ص ۶؛ بحار الانوار: ج ۴۵، ص ۸

نے اپنی بات کر لی تو واپس جانا چاہا تو بنی تمیم کے ایک فرد کہ جس کا نام عمر طہوی تھا اُس نے آپؑ کو تیر کا نشانہ بنایا۔ وہ تیر آپؑ کے دونوں کندھوں کے درمیان آپؑ کے جُبہ میں لگا اور جُبہ میں اٹک کر رہ گیا۔ (آپؑ اس تیر سے زخمی نہیں ہوئے تھے)۔ چونکہ کوفی فوج نے آپؑ کی شرائط ماننے سے انکار کر دیا تھا اس لیے امام علیہ السلام واپس لوٹ آئے۔

اسی راوی کا بیان ہے کہ امام حسین علیہ السلام کے لشکر میں ایک سو آدمی تھے۔ ان افراد میں حضرت امام علی علیہ السلام کے پانچ فرزند تھے۔ باقی بنوہاشم کے سولہ افراد تھے۔ بنی سُلیم اور بنی کنانہ کا ایک ایک آدمی تھا۔

مؤرخین نے ایک اور آدمی کا ذکر بھی کیا ہے جس کا نام ابنِ عمر بن زیاد لکھا ہے۔ ①

امام علیہ السلام کے خطبات پر ایک نظر

[اضافۃ من المترجم:] یومِ عاشورا عمر بن سعد کا لشکر امامؑ کے سامنے آیا۔ امام علیہ السلام بخوبی جانتے تھے کہ ان لوگوں نے ہر صورت جنگ کرنی ہے۔ یہ لوگ معمولی اشارے کے منتظر تھے کہ اُن کا امیر انھیں حکم دے اور وہ امامؑ اور آپؑ کے اَعوان و انصار کو قتل کر دیں۔ آپؑ جب کربلا میں پہنچے تھے تو آپؑ نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اُن کی طرف سے جنگ کا آغاز نہیں ہوگا۔ جب دشمن پیش قدمی کرے گا تو اُس کا جواب دیا جائے گا۔ اس کے علاوہ آپؑ چاہتے تھے جہاں تک ممکن ہو دشمن کو وعظ و نصیحت کریں تا کہ ایک طرف تو حق اور فضیلت کی راہ کو باطل سے جدا اور ممتاز کر کے دکھایا جائے اور دوسری طرف کہیں ایسا نہ ہو کہ دشمن کے لشکر کا کوئی ایک شخص بے خبری اور نادانی میں امامؑ کے قتل میں شریک ہو۔ حقیقت سے لاعلم رہ کر ابدی ناکامی اور پستی کے گڑھے میں گر پڑے۔

علامہ سبط ابن الجوزی نے اپنی کتاب ''تذکرۃ الخواص'' میں نقل کیا ہے:

جب فرزندِ رسولؐ حضرت امام حسین علیہ السلام نے دیکھا کہ اہلِ کوفہ نے آپ کے قتل کا حتمی فیصلہ کر لیا ہے تو آپؑ نے قرآن مجید کھول کر اپنے سر پر رکھا اور دشمن کے لشکر کی صفوں کے

---

① تاریخ طبری: ج ۵، ص ۳۹۲؛ البدایۃ والنہایۃ: ج ۸، ص ۱۷۱؛ تاریخ دمشق: ج ۴۵، ص ۴۵؛ سیر اعلام النبلاء: ج ۳، ص ۳۱۱

سامنے آکر انھیں آواز دی کہ یہ اللہ ربّ العزت کی کتاب اور میرے نانا رسولؐ اللہ میرے اور تمھارے درمیان فیصلہ کریں گے۔

آپؑ نے فرمایا: اے لوگو! تم نے کس جرم میں میرا خون بہانا جائز قرار دے دیا ہے؟ کیا میں تمھارے رسولؐ کا نواسہ نہیں ہوں؟ کیا تم نے میرے اور میرے بھائی کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا وہ فرمان نہیں سنا ہے کہ یہ دونوں جوانانِ جنّت کے سردار ہیں۔ اگر تمھیں میری اس بات میں شک ہے تو حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ، حضرت زید بن ارقمؓ اور حضرت ابوسعید خدریؓ سے پوچھ لو وہ حیات ہیں۔ کیا حضرت جعفر طیارؓ میرے چچا نہیں ہیں؟

ابنِ سعد کے لشکر پر سناٹا چھایا رہا کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ البتہ اس دوران شمر ملعون بولا: بس اب جہنّم میں ڈال دیے جاؤ گے (نعوذ باللہ)۔

امام علیہ السلام نے یہ سن کر جواب دیا: اللہ اکبر! میرے نانا رسولؐ اللہ نے مجھے بتایا تھا کہ آپؐ نے خواب میں دیکھا ہے کہ کوئی کتا ان کے اہلِ بیت کا خون چاٹ رہا ہے، میں سمجھتا ہوں کہ وہ کتا تُو ہی ہوگا۔

امام علیہ السلام نے جب دیکھا کہ شمر میرے خون کا پیاسا ہے تو اُسے ان الفاظ کے ساتھ خطاب کیا۔ امام علیہ السلام کو انسانیت سے پیار تھا۔ آپؑ اپنی ذمہ داری و مسئولیت سے آخری حد تک آگاہی رکھتے تھے۔ ان حساس اور خطرناک حالات میں بھی آپؑ ایک لمحے کے لیے اپنی ذمہ داری سے غافل نہیں ہوتے جس طرح کہ سورۂ طٰہٰ کی آیت ۱۳۴ کا پیغام ہے:

> ''اور اگر ہم نے رسولؐ سے پہلے انھیں عذاب کر کے ہلاک کر دیا ہوتا تو یہ کہتے کہ پروردگارا! تُو نے ہماری طرف رسولؐ کیوں نہ بھیجا کہ ہم ذلیل و رُسوا ہونے سے پہلے ہی تیری نشانیوں کی اِتباع کر لیتے''۔

امام علیہ السلام پر مصائب و آلام کی اندھیریاں چل رہی تھیں آپؑ کی خواتین، بچے اور تمام ساتھی شدت کی پیاس کی وجہ سے سب جاں بہ لب تھے۔ سیلاب نما دشمن کا لشکر سامنے تھا۔ پھر بھی آپؑ نے بارہا ان لوگوں کو درسِ ہدایت دیا۔ آپؑ نے مختلف پہلوؤں پر گفتگو کی۔ آپؑ کے خطبے کا ایک حصّہ ہے جس میں آپؑ نے یہ بیان کیا کہ اہلِ کوفہ اور عمر بن سعد کی سپاہ یہ نہ سمجھیں

کہ اس خطاب کے ذریعے امامؑ دشمن کی تجویز سے اتفاق یا اُس کے ساتھ ساز باز کا ارادہ رکھتے ہیں بلکہ آپ کا مقصد اتمامِ حجت اور دشمن کے سامنے کچھ حقائق و واقعات کی تشریح کرنا تھی۔ جس امامت اور رہبری کے ذمہ دار ہونے کے ناطے امامؑ پر لازم ہے کہ حقائق اُن کے سامنے پیش کر دیں۔ انھی تمام پہلوؤں کو مدنظر رکھ کر امامؑ نے خطاب کیا۔

اکثر تاریخی مصادر نے یہی نقل کیا ہے کہ جب امام علیہ السلام کا خطاب اس مقام پر پہنچا کیونکہ خیام میں خواتین اور بچے بھی آپؑ کی تقریر سن رہے تھے تو انھوں نے بلند آواز کے ساتھ رونا شروع کر دیا۔ ان میں ایک کہرام سا بپا ہو گیا۔ امامؑ کو اپنی تقریر روکنا پڑی۔ اپنے برادر حضرت عباسؑ اور اپنے فرزند حضرت علی اکبرؑ سے کہا: جاؤ اور انھیں خاموش رہنے کا کہو کیونکہ انھوں نے مستقبل میں بہت رونا ہے۔

جب خواتین اور بچے خاموش ہو گئے تو امام علیہ السلام نے اپنے خطاب کا آغاز کیا، فرمایا:

اے اللہ کے بندو! خدا کا خوف کرو، اس دنیا کی حقیقت کو دیکھو، اس کی مکاریوں اور چالاکیوں سے ہوشیار رہو۔ اگر یہ دنیا کسی کے لیے ہمیشہ باقی رہنے والی ہوتی اور کوئی اس دنیا میں ہمیشہ باقی رہ سکتا تو انبیاءؑ اس کے زیادہ حق دار تھے اور ان ہی کی رضا کے حصول کے لیے ایسا کرنا بہتر تھا۔ اور یہی حکم نہایت ہی پسندیدہ ہوتا مگر حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو فنا کے لیے تخلیق کیا ہے۔ اس کی ہر نئی چیز پرانی اور جانے والی اور اس کی ہر نعمت زوال پذیر اور برباد ہو جانے والی ہے۔ اس کی خوشیاں اور شادمانیاں، غم واندوہ اور مصائب و آلام میں منقلب ہو جانے والی ہیں۔ یہ پست وحقیر ٹھکانہ اور عارضی مسکن ہے، لہٰذا یہاں سے زادِ آخرت کا انتظام کر لو اور بہترین زادِ آخرت تقویٰ ہے۔ اللہ ربّ العزت سے ڈرو شاید کامیاب و کامران ہو جاؤ۔

اے بندگانِ خدا! اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے دُنیا کو خلق کیا اور اُسے فنا و زوال کا گھر بنایا۔ یہ دنیا اپنے مکینوں کو ایک حال میں نہیں رہنے دیتی بلکہ ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منقلب کرتی رہتی ہے۔ یہ دنیا فریب دہندہ ہے، فریب خوردہ ہے وہ جسے یہ دنیا فریب میں ڈال دے، بدنصیب ہے وہ جسے دنیا اپنے فتنوں میں جکڑ دے۔ پس تم اس کے دھوکوں میں نہ آ جانا۔

کیونکہ جو بھی اس پر بھروسہ کرتا ہے یہ اُس کی اُمیدوں کو یاس و محرومیت کے حوالے کر دیتی ہے۔

تم سب ایک ایسی بات پر جمع ہو چکے ہو جو خدا کے غیظ و غضب کا باعث ہے اور اُس نے اپنا رُخ تمھاری طرف سے پھیر لیا ہے اور تم پر اپنا عذاب مسلط کر دیا ہے۔ کتنا اچھا ہے ہمارا پروردگار اور تم کیسے بدکردار بندے ہو۔ تم لوگوں نے اس کی اطاعت کا اقرار کیا، اُس کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے اور پھر اُسی رسولؐ کی آل و اولاد کو قتل کرنے کے لیے کمربستہ ہو چکے ہو۔ شیطان تم پر غالب آچکا ہے اور تمھیں خدا کی یاد سے غافل کر دیا ہے۔ وائے ہو تم پر اور تمھارے ارادوں پر (ہم اللہ ہی سے ہیں اور اُسی کی طرف واپس جائیں گے) ہاں یہ وہ لوگ ہیں کہ جنھوں نے ایمان کے بعد کفر اختیار کر لیا ہے۔ یہ ظالم اور ستم پیشہ لوگ اللہ کی رحمت سے دُور ہیں"۔

فرزند رسول حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے خطاب کے دوسرے حصے میں زندگی کی بے ثباتی اور اُس کے فانی ہونے کی طرف اشارہ کیا۔ آپؑ نے دنیا اور اس کی زینتوں و آرائشوں کو ناقابلِ اعتبار اور ناپائیدار قرار دیا اور فرمایا اگر دنیا کسی کے لیے ابدی اور لازوال اور سکون و قرار کی منزل ہوتی تو دوسرے کی نسبت انبیاءؑ اور اولیاء اللہ اس کے زیادہ حق دار تھے۔ اس کے علاوہ امامؑ نے اپنی ذمہ داری اور مسئولیت کا حق ادا کیا تاکہ اتمامِ حجت ہو جائے۔

فرزند علیؑ و بتولؑ نے اپنے خطبے کے اس حصے میں اہلِ کوفہ کی گمراہی کے اسباب بیان کیے اور انھیں اس نکتے کی طرف متوجہ فرمایا کہ تم لوگوں نے اس زوال پذیر دُنیا کی لالچ میں اسلام، اللہ اور اُس کے رسولؐ پر ایمان کو ترک کر دیا ہے۔ اپنے امام اور اپنے رہبر کے خلاف جنگ کے لیے اُٹھ کھڑے ہوئے ہو اور اپنے نبیؐ کی اولاد کو قتل کرنے کے لیے لشکر کشی کر چکے ہو۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: دنیا کے لالچ نے تمھیں تباہ و برباد کر دیا ہے۔ آپ کا مقصد یہ تھا کہ ان میں سے جو لوگ قابلِ اصلاح ہیں ان کی اصلاح ہو جائے تاکہ وہ دنیا پر آخرت کو ترجیح کے لیے آمادہ ہو جائیں۔ سبطِ رسولؐ نے اپنے خطبے کو جاری رکھتے ہوئے اُس میں اپنا تعارف پیش کیا، انھیں وعظ و نصیحت بھی کی۔ کیونکہ اہلِ کوفہ کا ایک گروہ اُموی پروپیگنڈے سے متاثر تھا۔ اُن کے اذہان میں یہ بات بھر دی گئی تھی کہ حسینؑ ابن علیؑ کے خلاف ان کی جنگ اپنے شرعی اور

قانونی خلیفہ یزید بن معاویہ کی حمایت کے لیے ہے۔ کیونکہ حسینؑ بن علیؑ نے مسلمانوں کی مصلحت کے برخلاف اور اُن کے خلیفہ کی مخالفت میں قیام کیا ہے۔ لہٰذا ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ اُن کے خلاف جنگ میں حصّہ لے۔ اسی وجہ سے امامؑ نے اپنے خطاب میں اس پروپیگنڈے کے توڑ کے طور پر اپنے خاندان اور اجداد کی بعض خصوصیات اور اپنے ذاتی اوصاف اور اُس مقام و منزلت کی جانب اشارہ کیا جس کی تائید نبی اکرم ﷺ نے کی تھی۔

یہ وہ خصوصیات تھیں جو ہر مسلمان کے سامنے واضح اور ثابت تھیں۔ ہر شخص کو معلوم تھا کہ امام حسین علیہ السلام نبی رحمت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ، حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا اور حضرت علی علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ اس کے علاوہ امامؑ نے اپنی ذاتی خصوصیات بھی بیان کیں۔ ان فضائل اور خصوصیات کی نشان دہی کے ذریعے امامؑ ان گمراہوں کو یہ سمجھانا چاہتے تھے کہ اگر تم ہماری جدوجہد کو اسلام اور مسلمانوں کی مصلحتوں کے خلاف سمجھتے ہو تو جان لو کہ اسلام نے ہمارے گھر میں پرورش پائی ہے۔ ہماری کاوشوں کے نتیجے میں تم تک اسلام پہنچا ہے۔ آج جن کے ساتھ تم کھڑے ہو انھی لوگوں کے آبا پیغمبرؐ کی تحریک کے دشمن تھے۔ میرے بابا اور میرے چچاؤں نے اسلام کی خاطر اپنے آپ کو قربان کر دیا۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ شخص جسے رسول اللہؐ جنت کے جوانوں کے سردار قرار دیں وہ تو اسلام کا مخالف ہو اور وہ لوگ جو کل تک اسلام کے سب سے بڑے دشمن تھے آج وہ اسلام کے وفادار ہوں۔

اسی موقع پر شمر کو خیال آیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ امام علیہ السلام کی ملکوتی گفتگو اس کے لشکر کو متاثر کردے اور وہ جنگ سے اعراض و انکار نہ کریں لہٰذا امامؑ کی گفتگو کا سلسلہ منقطع کرنے کی غرض سے بلند آواز میں بولا: وہ تو زبانی کلامی حد تک اللہ کی بندگی کا اظہار کرتے ہیں اور کچھ نہیں جانتے کہ کیا کہہ رہے ہیں؟

اِدھر امام علیہ السلام کے لشکر سے حضرت حبیب بن مظاہرؓ نے اُسے جواب دیا: اے شمر! خود تو ہے، جو ستر مرتبہ یہ کہے جانے کا مستحق ہے کہ محض زبانی حد تک اللہ کی بندگی کا اظہار کرتا ہے۔

اس کے بعد امام علیہ السلام نے اپنا خاندانی نسب بیان کیا اور انھیں چیلنج کیا کہ تم لوگ مجھے کیوں قتل کرنا چاہتے ہو؟ کیا میں نے تمھارا کوئی نقصان کیا ہے؟ کیا تمھارا قتل کیا ہے جس کے

قصاص میں تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہو؟ یا میں نے تم میں سے کسی کو مالی نقصان پہنچایا ہے؟ یا کسی کو زخمی کیا ہے جس کا بدلہ لینا چاہتے ہو؟

جب فرزندِ رسولؐ یہ گفتگو فرما رہے تھے تو عمر بن سعد کے لشکر پر خاموشی چھائی ہوئی تھی، سناٹے کا یہ عالم تھا کہ ان کی طرف سے کوئی جواب نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس کے بعد آپؑ نے کوفہ کے چند سرداروں کو آواز دی جو لشکر ابنِ سعد میں موجود تھے۔

اے شبث ابنِ ربعی! اے حجار ابنِ ابجر! اے قیس ابنِ اشعث! اے یزد ابنِ حارث! کیا تم ہی لوگوں نے مجھے نہیں لکھا تھا کہ "پھل پکنے کے قریب ہیں، ہر طرف ہریالی ہے، آپؑ کے تیار لشکر حاضر ہیں"۔

ان لوگوں نے انکار کر دیا کیونکہ اُن کے پاس انکار کے سوا کچھ اور نہیں تھا۔

امام علیہ السلام نے اپنے اس خطبہ کے آخر میں فرمایا: اگر تم میری فضیلتوں کا انکار کر دو اور میری ان تمام باتوں کو شکوک و شبہات کی نظر سے دیکھو لیکن ایک ایسی حقیقت جس کا انکار تم کر ہی نہیں سکتے وہ یہ ہے کہ تم بتاؤ کیا میں رسول اللہ کا نواسہ نہیں ہوں؟ کیا روئے زمین پر میرے علاوہ نبیٔ رحمت کا کوئی اور نواسہ موجود ہے؟

ان تمام باتوں کے بعد جب امام علیہ السلام نے اپنے دشمن کو ہر طرف سے نا اُمید اور مایوس کر دیا تو کمالِ شجاعت اور بہادری کے ساتھ فرمایا: نہیں، خدا کی قسم! میں ہرگز پست اور کم ہمت لوگوں کی طرح اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں نہیں دوں گا اور نہ ہی غلاموں کی طرح راہِ فرار کروں گا۔

خوارزمی نے اپنے مقتل میں نقل کیا ہے کہ عاشورا کے دن ارضِ کربلا میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے دوسرے خطاب کی کیفیت یہ تھی: دونوں لشکر ہر لحاظ سے جنگ کرنے کے لیے تیار تھے۔ عمر ابنِ سعد کی سپاہ نے اپنے پرچم لہرا دیئے تھے، ڈھول وطبل کی آوازیں گونج رہی تھیں۔ لشکر اعداء نے فرزند رسولؐ کے خیموں کو ہر طرف سے گھیر لیا تھا۔ اس حالت میں سبطِ رسولؐ اپنے لشکر سے نکل کر دشمن کی صفوں کے سامنے تشریف لائے اور اُن سے فرمایا کہ وہ کچھ دیر کے لیے خاموش ہو کر اُن کی بات سنیں۔ جب وہ خاموش ہو گئے تو آپؑ نے انھیں صراطِ مستقیم دکھایا کہ سیدھا راستہ وہی ہے جس پر میں گامزن ہوں لیکن تم اس طرف اس

لیے نہیں آرہے کیونکہ تم پر مالِ حرام کا تسلط ہے۔ تمھارے شکم میں مالِ حرام ہے۔ جو تم نے اپنے امیر سے مال لیا ہے وہ بھی حرام ہے اس لیے اللہ نے تمھارے قلوب پر مہر ثبت کر دی ہے اس لیے تم حق کی طرف رُخ نہیں کرتے۔

اس کے بعد آپؑ نے دشمن کے انجام کا صاف صاف اعلان کر دیا کہ تم لوگوں کے مقدر میں تباہی و ویرانی ہے کیونکہ تم لوگوں نے اللہ اور اُس کے رسولؐ اور اُس کی کتاب کو چھوڑ دیا ہے اور اُس آدمی کے مددگار ہو جو کتابِ الٰہی کا مذاق اُڑانے والا ہے۔

امام علیہ السلام نے اپنے دوسرے خطبوں میں اہلِ کوفہ کی پُرزور لفظوں کے ساتھ مذمت کی اس میں آپؑ نے اُن کی وعدہ خلافی کا ذکر کیا۔ اُنھیں یاد دلایا کہ تم وہی لوگ ہو کہ کچھ دنوں پہلے تم نے بنی اُمیہ کے مظالم کا تذکرہ کیا اور میرے اردگرد پروانوں کی طرح چکر لگا رہے تھے۔ پھر تم کچھ ایسے بدلے کہ اپنے تمام عہد و پیمان چھوڑ اور توڑ کر اُنھی جرائم پیشہ بنی اُمیہ کی حمایت و نصرت میں مشغول ہو گئے۔ تم نے جو تلواریں اہلِ بیتؑ کی نصرت میں اُٹھائی تھیں اُنھی تلواروں کو خاندانِ نبوت کی مخالفت میں بلند کر لیا۔ امامؑ نے اپنے خطبے کی ابتداء میں اپنی مدد سے کنارہ کش ہو کر اسلام کے دیرینہ دشمن بنی اُمیہ کی اعانت و حمایت پر کمربستہ ہو جانے والے اہلِ کوفہ کی اُس گمراہی کا سبب غذائے حرام کو قرار دیا جس سے لوگوں نے اپنے شکم بھر لیے تھے۔

اس وقت امام علیہ السلام کے سامنے دو راستے تھے: اُن میں سے کسی ایک کو آپؑ نے ہر صورت اختیار کرنا تھا۔ یا تو ذلت آمیز زندگی قبول کر لیں یا پُرافتخار شہادت کو گلے لگائیں۔ اس وقت آپؑ نے ذلت بھری زندگی پر باعزت موت کو ترجیح دیتے ہوئے فرمایا: هَيهَاتَ مِنَّا الذِّلَّة۔

اس کے بعد فرزندِ رسولؐ نے ابنِ سعد اور اُس کے لشکر کو تیرہ و تاریک مستقبل کی خبر دی اور انھیں بددُعا دیتے ہوئے فرمایا: اے خدا! ثقیف کے جوان کو ان پر مسلط کر دے۔ گناہ گناہ ہے چاہے جیسا اور جو بھی ہو۔ ہر گناہ کے انسانی جسم پر اپنے اثرات ہیں لیکن تمام گناہوں میں سے حرام خوری ایک ایسا گناہ ہے جو فکری انحراف اور حق سے دُوری کا موجب ہے۔ اسلام میں رزقِ حلال کی بہت زیادہ تاکید ہے۔ رزقِ حرام سے اجتناب پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے۔ جب فرزندِ علیؑ و بتولؑ نے دیکھا کہ ابنِ سعد کا لشکر جنگ کرنے پر کمربستہ ہو گیا ہے تو آپؑ نے

فرمایا: تمھارے شکم حرام سے بھرے ہوئے ہیں، لہٰذا اللہ نے تمھارے دلوں پر مُہر لگا دی ہے۔ تمھاری آنکھیں حق دیکھنے سے اندھی ہوگئی ہیں اور تمھارے کان حق بات سننے سے بہرے ہو چکے ہیں۔

امام علیہ السلام کے اس خطبہ میں دوسرا قابلِ توجہ اور لائق اہمیت نکتہ یہ ہے کہ آپؑ نے اہلِ کوفہ کو اس حقیقت کی طرف متوجہ کیا کہ آج جس طاقت کے تم مالک ہو یہی طاقت تمھیں اسلام نے دی ہے۔ اسلامی تحریک کی کامیابی میں سب سے بڑا ہاتھ خاندانِ نبوت کا ہے۔ آج تم خاندانِ نبوت کے خلاف تلواریں لے کر نکل پڑے ہو۔ جس اسلام نے تمھیں طاقت دی تھی اُسی اسلام کے خلاف عمل پیرا ہو۔

جی ہاں! یہ وہ آفاقی حقائق ہیں جن کا سامنا حق و باطل کی جدوجہد میں ہمیشہ انسان کرتے آئے ہیں۔ چشمِ فلک نے ایسے مناظر بارہا دیکھے ہیں کہ جب مخلص جانباز اسلام کی عزت اور سربلندی کی خاطر اپنی جان کی بازی لگا رہے ہوتے ہیں تو بعض کم ہمت، مفاد پرست اور خودغرض یا تو خاموشی اختیار کیے رہتے ہیں یا اُسی اسلام کے خلاف سازشوں اور ریشہ دوانیوں میں مشغول ہوجاتے ہیں جس نے اُنھیں عزت اور احترام بخشا ہوتا ہے۔ اکثر یہ وہ افراد ہوتے ہیں جو عام حالات میں اسلام کے سب سے بڑے حامی کے طور پر پیش پیش رہتے ہیں۔ اس نمود و نمائش کے سوا اسلام کے ان نام لیواؤں کی شخصیت کسی بھی صلاحیت اور لیاقت سے عاری ہوتی ہے، لہٰذا جب وقت آزمائش و امتحان آتا ہے تو اسلام کے یہی ظاہری محافظ اسلام دشمنوں کے اصل حامی و ناصر بن کر معاشرے میں تباہی و بربادی کا سبب بنتے ہیں۔ ہاں ان لوگوں کا انجام وہی ہوتا ہے جس کا سامنا امام علیہ السلام کی اس بددعا کے نتیجے میں اہلِ کوفہ کو کرنا پڑا۔ خدایا! ان پر ثقیف کا جوان مسلط کردے جو انھیں زمانے میں ذلیل و رسوا کردے۔

جی ہاں! ہر زمانے کے حالات کے مطابق سزا اور جزا ملتی ہے۔

سبطِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خطبے کے آخر میں اپنے عزمِ راسخ کا اظہار کیا۔ تلواروں اور نیزوں کے سائے میں حتیٰ کہ لاشوں کی پامالی کے باوجود جب بھی موت اور ذلت میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا پڑا تو ہمارا اٹل فیصلہ یہی ہوگا۔ هَيْهَاتَ مِنَّا الذِّلَّةَ۔

امام علیہ السلام کا مقابلہ ایک انتہائی سفاک و خون خوار دشمن سے تھا۔ جو کچھ اُن کے بس میں تھا وہ کر گزرے تھے لیکن اِدھر حیدرِ کرّار کے کرّار و غیر فرار فرزند نے اعلان فرمایا تھا کہ ہم اعوان و انصار کی قلت کے باوجود دشمن کے لشکر کثیر کا ڈٹ کر مقابلہ کریں گے۔ دشمن ہمارے لاشوں کو پامال تو کر سکتا ہے لیکن ہمارے عزمِ راسخ کو متزلزل نہیں کر سکتا۔

امام علیہ السلام کی عمر بن سعد سے گفتگو

مقتل الحسین للخوارزمی عن عبدالله بن الحسن: قال الحُسَینُ علیہ السلام أَینَ عُمَرُ بنُ سَعدٍ؛ أُدعوا لِی عُمَرَ. فَدُعِیَ لَهُ، وَکانَ کارِهًا لا یُحِبُّ أَن یَأتِیَهُ. فَقالَ: یا عُمَرُ أَنتَ تَقتُلُنِی وَتَزعُمُ أَن یُوَلِّیَكَ الدَّعِیُّ ابنُ الدَّعِیِّ بِلادَ الرَّیِّ وَجُرجانَ؛ وَاللهِ لا تَتَهَنَّأ بِذٰلِكَ أَبَدًا، عَهدٌ مَعهودٌ. فَاصنَع ما أَنتَ صانِعٌ: فَإِنَّكَ لا تَفرَحُ بَعدِی بِدُنیا وَلا آخِرَةٍ، وَکَأَنِّی بِرَأسِكَ عَلی قَصَبَةٍ قَد نُصِبَ بِالکوفَةِ. یَتَراماهُ الصِّبیانُ. وَیَتَّخِذونَهُ غَرَضًا بَینَهُم فَغَضِبَ عُمَرُ بنُ سَعدٍ مِن کَلامِهِ. ثُمَّ صَرَفَ وَجهَهُ عَنهُ وَنادی بِأَصحابِهِ ما تَنتَظِرونَ بِهِ؛ اِحمِلوا بِأَجمَعِکُم. إِنَّما هِیَ أَکلَةٌ واحِدَةٌ

مقتل الحسینؑ خوارزمی میں جناب عبداللہ بن حسن سے روایت ہے، حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: عمر بن سعد کہاں ہے؟ اُسے میرے پاس بلاؤ۔ اُسے بلایا گیا تو اُس کا آپؑ کے پاس آنا اُس پر بہت بھاری گزرا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے عمر! تو میرے قتل کرنے پر کمربستہ ہو گیا ہے۔ تو سمجھتا ہے کہ میرے قتل کے بعد دَعی ابنِ دَعی تجھے ریاست رَے اور گرگان کا والی بنا دے گا؟ نہیں، خدا کی قسم! وہ حکومت تمھیں کبھی نصیب نہ ہوگی اور یہ وعدہ یقینی ہے۔ جو کر سکتے ہو کر گزرو۔ میرے قتل کے بعد نہ اس دنیا میں اور نہ آخرت میں کہیں بھی تم چین سے نہ رہ سکو گے۔ وہ وقت زیادہ دُور نہیں ہے جب اسی شہر کوفہ میں، تیرا سر ایک بانس پر ہوگا اور شہر کے بچے اُسے کھلونا بنا کر اُس پر

سنگ باری کریں گے۔

امام علیہ السلام کی یہ بات سن کر عمر بن سعد بغیر کوئی جواب دیے سخت طیش کے عالم میں اپنے لشکر کی طرف واپس چلا گیا اور اپنے لشکر کو آواز دی۔ اب کس چیز کا انتظار ہے۔ سب مل کر حملہ کرو۔ تمھاری ایک ہی ضرب ان پر کافی ہے۔ ①

اثبات الوصیۃ میں ہے، حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے اصحاب کو جنگ کا حکم دیا۔ عمر بن سعد ملعون نے امامؑ سے کہا: اے ابا عبداللہؑ! آپؑ عبیداللہ ابن زیاد کی اطاعت کیوں نہیں کر لیتے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے شقی! میرے قتل کے بعد تجھے عراق کی گندم نصیب نہیں ہوگی ہاں صرف تھوڑی سی۔ تو جو کچھ کرنا چاہتا کر لے۔ ②

جنگ کا آغاز اور امامؑ کی اپنے اصحاب کو صبر وجہاد کی دعوت

ارشاد میں روایت موجود ہے کہ عمر بن سعد نے اپنے غلام کو آواز دی: اے ذُوید! اپنا پرچم قریب لے آ۔ جب وہ قریب لے آیا تو اُس نے تیر، کمان کی زہ میں رکھا اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے لشکر کی طرف پھینکا اور آواز دی: گواہ رہنا، سب سے پہلا تیر مارنے والا شخص میں ہوں۔ اس کے بعد تیر بارانی شروع ہوگئی اور فریقین کے درمیان چھڑ گئی۔ ③

الملھوف میں روایت ہے، عمر بن سعد آگے بڑھا اور اُس نے حسینیؑ لشکر کی طرف تیر پھینکا اور کہا: امیر کے سامنے گواہی دینا کہ پہلا فرد میں ہوں کہ جس نے حسینؑ ابن علیؑ کے لشکر کی طرف تیر پھینکا۔ اس کے بعد ابن سعد کے لشکر کے تیر اندازوں نے اس طرح تیر مارے، ایسا معلوم ہوتا تھا جیسا کہ تیروں کی بارش ہو رہی ہے۔

امام علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے فرمایا: اللہ تم سب پر اپنی رحمت نازل کرے، موت

---

① مقتل الحسین خوارزمی: ج ۲، ص ۸؛ حدائق الوردیہ: ج ۱، ص ۱۱۹؛ بحار الانوار: ج ۴۵، ص ۱۰

② اثبات الوصیۃ: ص ۱۷۷

③ ارشاد: ج ۲، ص ۱۰۱؛ اعلام الوریٰ: ج ۱، ص ۴۶۱؛ انساب الاشراف: ج ۳، ص ۳۹۸؛ تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۲۹؛ الکامل فی التاریخ: ج ۲، ص ۵۶۴

کے لیے تیار ہو جاؤ۔ یہ تیر ان لوگوں نے تمھاری طرف اس لیے بھیجے ہیں۔ تیر بارانی کے بعد ابن سعد کے لشکر نے حملے پر حملے شروع کیے جس کی وجہ سے فرزند رسولؐ کے بہت سے آدمی شہید ہو گئے۔ (۱)

مثیر الاحزان: رَمٰی عُمَرُ بنُ سَعدٍ اِلٰی أَصحَابِ الحُسَینِ علیہ السلام، وَقَالَ: اِشهَدُوا لِي عِندَ الأَمِیرِ أَنِّي أَوَّلُ مَن رَمٰی!

فَقَالَ: قُومُوا اِلَی المَوتِ الَّذِي لَابُدَّ مِنهُ. فَنَهَضُوا جَمِیعًا، وَالتَقَی العَسکَرَانِ، وَامتَازَ الرَّجَّالَةُ مِنَ الفُرسَانِ، وَاشتَدَّ القِرَاعُ، وَخَفِيَ لِإِثَارَةِ العِثیَرِ، الشُّعَاعُ وَالسَّمهَرِیَّةُ تَرعُفُ نَجِیعًا، وَالمَشرِفِیَّةُ یُسمَعُ لَهَا فِی الهَامِ رَقِیعًا

مثیر الاحزان میں روایت ہے کہ عمر بن سعد نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے لشکر کی طرف تیر پھینکا اور کہا: امیر کے ہاں گواہی دینا کہ تیر مارنے والا پہلا فرد میں ہوں۔

جب تیر بارانی شروع ہوئی تو حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے انصار سے فرمایا: موت کے لیے تیار ہو جاؤ۔ اب موت حتمی ہو چکی ہے۔ اِدھر اصحابِ حسینؑ اُٹھے۔ دونوں لشکر آپس میں ٹکرا گئے۔ پیادے سواروں سے ہٹ کر ایک دوسرے پر حملہ آور تھے۔ جنگ کی آگ کے شعلے ہر طرف بھڑکنے لگے۔ اس قدر گرد و غبار کے دبیز بادل اُٹھے کہ سورج چھپ گیا۔ گندم گوں نیزے چلنے، تیز و تند تلواریں ایک دوسرے سے ٹکرانے لگیں۔ جب تلواریں سروں پر پڑتیں تو ان کی آوازیں صاف سنائی دے رہی تھیں۔ (۲)

مقتل الحسینؑ خوارزمی میں روایت ہے کہ عمر بن سعد نے پیش قدمی کی تو اُس نے اپنے غلام دُرید کو آواز دی: اے دُرید! اپنا پرچم اِدھر لے آ۔ پھر اُس نے اپنی کمان میں تیر جوڑا اور لشکر حسینیؑ کو اُس سے نشانہ بنایا اور کہا: امیر کے ہاں گواہ رہنا سب سے پہلا تیر مارنے والا شخص

---

(۱) اللہوف: ص ۱۵۸؛ بحار الانوار: ج ۴۵، ص ۱۲؛ الفتوح: ج ۵، ص ۱۰۰؛ مقتل الحسینؑ خوارزمی: ج ۲، ص ۸-۹؛ کشف الغمہ: ج ۲، ص ۲۶۲؛ مطالب السؤول: ص ۷۶

(۲) مثیر الاحزان: ص ۵۶

میں ہوں۔ اِس کی اتباع میں اُس کے لشکر کے تمام تیر اندازوں نے امامؑ کے لشکر پر تیر بارانی شروع کر دی۔ امامؑ کے اصحاب میں سے کوئی ایسا فرد نہیں تھا کہ جسے تیر نہ لگا ہو۔

اس قدر تیر بارانی ہوئی کہ امام علیہ السلام کے لشکر کے بہت سے جوان شہید ہو گئے۔ صرف وہی باقی بچے جن کا ذکر مبارزہ طلبی میں ہے۔ اس حملے میں آپؑ کے لشکر کے پچاس سے زائد آدمی شہید ہو گئے تھے۔ ①

الفتوح: تَقَدَّمَ عُمَرُ بنُ سَعدٍ حَتّیٰ وَقَفَ قُبالَةَ الحُسَينِ علیہ السلام عَلیٰ فَرَسٍ لَهُ، فَاستَخرَجَ سَهماً فَوَضَعَهُ في كَبِدِ القَوسِ، ثُمَّ قالَ: أيُّهَا النّاسُ! اشهَدوا لي عِندَ الأَميرِ عُبَيدِ اللهِ بنِ زِيادٍ أنّي أوَّلُ مَن رَمیٰ بِسَهمٍ إلیٰ عَسكَرِ الحُسَينِ بنِ عَلِيٍّ قالَ: فَوَقَعَ السَّهمُ بَينَ يَدَيِ الحُسَينِ علیہ السلام فَتَنَحّیٰ عَنهُ راجِعاً إلیٰ وَرائِهِ، وَأَقبَلَتِ السِّهامُ كَأَنَّهَا المَطَرُ

فَقالَ الحُسَينُ علیہ السلام لِأَصحابِهِ: أيُّهَا النّاسُ! هٰذِهِ رُسُلُ القَومِ إلَيكُم، فَقوموا إلَى المَوتِ الَّذي لَابُدَّ مِنهُ

قالَ: فَوَثَبَ أصحابُ الحُسَينِ علیہ السلام فَخَرَجوا مِن بابِ خَندَقِهِم، وَهُم يَومَئِذٍ اثنانِ وَثَلاثونَ فارِساً وَأَربَعونَ راجِلاً، وَالقَومُ اثنانِ وَعِشرونَ أَلفاً، لا يَزيدونَ وَلا يَنقُصونَ، فَحَمَلَ بَعضُهُم عَلیٰ بَعضٍ، فَاقتَتَلوا ساعَةً مِنَ النَّهارِ، حَملَةً واحِدَةً، حَتّیٰ قُتِلَ مِن أصحابِ الحُسَينِ علیہ السلام نَيِّفٌ وَخَمسونَ رَجُلاً، رَحمَةُ اللهِ عَلَيهِم

الفتوح میں روایت ہے، عمر بن سعد گھوڑے پر سوار ہو کر لشکر حسینؑ کے قریب آیا۔ اُس نے اپنے ترکش سے تیر نکالا اُسے کمان میں فٹ کیا اور اُس سے لشکر امامؑ کو نشانہ بنایا اور کہا: امیر ابن زیاد کے ہاں گواہی دینا کہ حسینؑ بن علیؑ کے لشکر کو پہلا تیر مارنے والا فرد میں ہوں۔

① مقتل الحسین خوارزمی: ج ۲، ص ۸؛ بحار الانوار: ج ۴۵، ص ۱۲

حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے فرمایا: یہ تیر تمھاری قوم کی طرف سے جنگ کا پیغام ہے۔ اب موت کی تیاری کرلو جو یقینی ہے۔

راوی کہتا ہے کہ جب انصارِ حسینؑ نے اپنے امیر کا یہ فرمان سنا تو لپک کر میدانِ جنگ میں آئے اور اپنے طاقتور دشمن سے گتھم گتھا ہو گئے۔ یہ ۳۲ سوار اور چالیس پیادے تھے۔ اُدھر ان کا مقابلہ ۳۲ ہزار کے لشکر کثیر کے ساتھ تھا۔ وہ نہ اس تعداد سے زیادہ تھے اور نہ کم۔ دونوں لشکروں نے ایک دوسرے پر تابڑ توڑ حملے کیے۔ دن کے ایک حصے میں یہ جنگ جاری رہی۔ یہ دشمن کی طرف سے یک بارگی حملہ تھا۔ اس حملے میں پچاس سے کچھ زیادہ اصحابِ حسینؑ منزلِ شہادت پر پہنچے۔ اللہ ان پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔ [1]

تاریخ الیعقوبی: لَمَّا كَانَ مِنَ الغَدِ خَرَجَ [الحُسَينُ علیہ السلام] فَكَلَّمَ القَومَ. وَعَظَّمَ عَلَيهِم حَقَّهُ وَذَكَّرَهُمُ اللهَ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُولَهُ، وَسَأَلَهُم أَن يُخَلُّوا بَينَهُ وَبَينَ الرُّجُوعِ. فَأَبَوا إِلَّا قِتَالَهُ أَو أَخذَهُ حَتَّى يَأتُوا بِهِ عُبَيدَ اللهِ بنَ زِيَادٍ. فَجَعَلَ يُكَلِّمُ القَومَ بَعدَ القَومِ وَالرَّجُلَ بَعدَ الرَّجُلِ. فَيَقُولُونَ: مَا نَدرِي مَا تَقُولُ. فَأَقبَلَ عَلَى أَصحَابِهِ. فَقَالَ: إِنَّ القَومَ لَيسُوا يَقصِدُونَ غَيرِي وَقَد قَضَيتُم مَا عَلَيكُم فَانصَرِفُوا. فَأَنتُم فِي حِلٍّ فَقَالُوا: لَا وَاللهِ يَابنَ رَسُولِ اللهِ حَتَّى تَكُونَ أَنفُسُنَا قَبلَ نَفسِكَ. فَجَزَاهُمُ الخَيرَ

تاریخ یعقوبی میں روایت ہے، جب صبح عاشوراء ہوئی تو حضرت امام حسین علیہ السلام ابن سعد کی فوج کے سامنے آئے اور اُن سے گفتگو کی۔ اُن کے سامنے اپنے حقوق پر روشنی ڈالی۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور اُس کے رسولؐ کا ذکر کیا۔ بعدازیں اُن سے واپس مدینہ جانے کا مطالبہ کیا لیکن انھوں نے انکار کر دیا کہ وہ جنگ کریں یا پھر اُسے عبیداللہ ابن زیاد کے پاس لے جائیں

---

[1] الفتوح: ج ۵، ص ۱۰۰؛ مناقب ابن شہرآشوب: ج ۴، ص ۱۰۰؛ کشف الغمہ: ج ۲، ص ۲۶۱؛ مطالب السؤول: ص ۳۶

گے۔ آپؑ نے متعدد مرتبہ بات کی لیکن انھوں نے کہا: ہمیں تمھاری باتوں کی سمجھ نہیں آتی کہ تم کیا کہہ رہے ہو؟

آپؑ اپنے اصحاب کے پاس واپس آئے اور اُن سے کہا: ان لوگوں کا مطلوب و مقصود صرف میں ہوں۔ تمھیں واپس جانے کی اجازت ہے جہاں سے آئے ہو واپس چلے جاؤ تا کہ تمھاری جانیں بچ جائیں۔

اصحاب نے عرض کیا: نہیں، واللہ! فرزند رسولؐ ایسا نہیں ہوسکتا جب تک ہم زندہ ہیں۔ یہ لوگ آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ ہماری جانیں آپؑ پر قربان۔ یہ سن کر آپؑ نے اُن کے حق میں دُعا کی۔ ①

كامل الزيارات عن الحلبي: سَمِعتُ أبَا عَبدِ اللهِ عليه السلام يَقولُ: إنَّ الحُسَينَ عليه السلام صَلّى بِأَصحابِهِ الغَداةَ، ثُمَّ التَفَتَ إلَيهِم، فَقالَ: إنَّ اللهَ قَد أذِنَ في قَتلِكُم، فَعَلَيكُم بِالصَّبرِ

کامل الزیارات میں حلبی سے روایت ہے، میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے فرمایا: حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے اصحاب کے ساتھ نمازِ صبح ادا کی۔ پھر اُن سے فرمایا: تمھاری شہادتیں اللہ ربّ العزت کی طرف سے ماذون ہیں۔ اپنے اُوپر ہونے والے شدائد کا ڈٹ کر مقابلہ کرو۔ ②

كامل الزيارات عن الحسين بن أبي العلاء عن أبي عبد الله عليه السلام: إنَّ الحُسَينَ بنَ عَلِيٍّ قالَ لِأَصحابِهِ يَومَ اُصيبوا: أشهَدُ أنَّهُ قَد اُذِنَ في قَتلِكُم، فَاتَّقُوا اللهَ وَاصبِرُوا

کامل الزیارات میں حسین بن ابوالعلا سے روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: حضرت امام حسین علیہ السلام نے یوم عاشوراء اپنے اصحاب سے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ شہادت تمھارا مقدر بن چکی ہے۔ اللہ سے تقویٰ کی دُعا مانگیں اور مصائب و شدائد کے سامنے

---

① تاریخ یعقوبی: ج ۲، ص ۲۴۴

② کامل الزیارات: ص ۱۵۲؛ بحارالانوار: ج ۴۵، ص ۸۶

سینہ سپر رہیں۔ (۱)

اثبات الوصیۃ میں روایت ہے کہ جب یوم عاشوراء ابن زیاد کا لشکر صف بستہ ہوا اور اِدھر حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے اصحاب کے ساتھ نمازِ صبح ادا کی۔ ایک روایت ہے کہ یہ ۱۰ محرم ۶۱ ہجری کا زمانہ تھا۔ تو آپؑ خطبہ دینے کے لیے اُٹھے۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی اور اپنے اصحاب سے فرمایا: آج اللہ تعالیٰ نے تمھارے اور میرے قتل کا فیصلہ کر دیا ہے۔ اب تم پر صبر و جہاد واجب ہو چکا ہے۔ (۲)

حملہ اولیٰ کے شہداء پر ایک تحقیقی نوٹ

جب ارضِ کربلا میں جنگ کا آغاز ہوا تو حملہ اولیٰ میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے انصار میں سے پچاس سے زیادہ افراد شہید ہوئے تھے۔ معروف و مشہور قول یہی ہے۔ علامہ ابن شہر آشوب نے اپنی کتاب ''المناقب'' میں تقریباً چالیس افراد کا ذکر کیا ہے لیکن جن شہداء کے نام مذکور ہیں وہ صرف ۲۸ ہیں۔

حملہ اولیٰ میں جو اصحابِ حسینؑ شہید ہوئے اُن کے اسماء یہ ہیں:

۱۔ حضرت نعیم بن عجلانؓ
۲۔ حضرت عمران بن کعب بن حارث اُشجعیؓ
۳۔ حضرت حنظلہ بن عمرو شیبانیؓ
۴۔ حضرت قاسط بن زُہیرؓ
۵۔ حضرت کنانہ بن عتیقؓ
۶۔ حضرت عمرو بن شیحۃؓ
۷۔ حضرت ضرغامہ بن مالکؓ
۸۔ حضرت عامر بن مسلمؓ
۹۔ حضرت سیف بن مالک نمیریؓ
۱۰۔ حضرت عبدالرحمٰن الارجبیؓ
۱۱۔ حضرت مجمع العائذیؓ
۱۲۔ حضرت حباب بن حارثؓ
۱۳۔ حضرت عمرو الجندعیؓ
۱۴۔ حضرت حلاس بن عمرو راسبیؓ
۱۵۔ حضرت سوار بن ابی عُمیر فہمیؓ
۱۶۔ حضرت عمار بن ابی سلامہ والانیؓ
۱۷۔ حضرت نعمان بن عمرو راسبیؓ
۱۸۔ ابنِ حمق کے آزاد کردہ غلام زاہر بن عمروؓ

---

(۱) کامل الزیارات: ص ۱۵۲، ۱۵۳؛ بحارالانوار: ج ۴۵ ص ۸۶، ص ۸۷

(۲) اثبات الوصیۃ: ص ۱۷۶

⑲ حضرت جبلہ بن علیؓ	⑳ حضرت مسعود بن حجاجؓ
㉑ حضرت عبداللہ بن عروہ غفاریؓ	㉒ حضرت زہیر بن بشر خثعمیؓ
㉓ حضرت عمار بن حسانؓ	㉔ حضرت عبداللہ بن عُمیرؓ
㉕ حضرت مسلم بن کثیرؓ	㉖ حضرت زہیر بن سُلیمؓ
㉗ حضرت عبداللہ بن زید بصریؓ	㉘ حضرت عُبید اللہ بن زید بصریؓ

حضرت امام حسین علیہ السلام کے دس آزاد کردہ غلام

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے دو آزاد کردہ غلام ①

اوّلین مصدر کے مطابق حملہ اولیٰ میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے لشکر کے پچاس آدمی ابن سعد کے لشکر کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ وہ اوّلین مصدر ابنِ اعثم کوفی کا الفتوح ہے۔ اس نے نقل کیا ہے کہ یومِ عاشوراء ایک ہی حملے میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے پچاس سے کچھ زیادہ اصحاب درجۂ شہادت پر پہنچے۔

لیکن جب ابنِ اعثم کی روایت میں غور کیا جاتا ہے تو اس سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ یومِ عاشوراء جو اصحابِ حسینؑ شہید ہوئے اُن کی یہی مذکورہ تعداد تھی۔ اس نے اپنی روایت میں حملہ اولیٰ کی وضاحت نہیں کی، نہ اُس کی روایت سے حملہ اولیٰ ثابت ہوتا ہے۔

ہاں علامہ خوارزمی نے اس حادثہ کو ایک دوسری شکل میں پیش کیا ہے۔ اس نے نقل کیا ہے کہ جب ابن سعد کے لشکر نے فرزند رسولؐ کے لشکر پر تیر بارانی کی تو اصحابِ حسینؑ میں صرف وہی افراد زندہ باقی رہ گئے کہ جن کے اسماء مبارزہ میں مذکور ہیں۔ اس دوران پچاس سے کچھ زیادہ افراد شہید ہو گئے تھے۔

مندرجہ بالا نقول کے سیاق میں ابنِ شہر آشوب نے ۲۸ شہداء کا ذکر کیا ہے کہ جو حملہ اولیٰ میں شہید ہوئے۔ لیکن درج ذیل توجیہات کے اعتبار سے مذکورہ روایت صحیح نہیں ہے:

① حملہ اولیٰ والی روایات مصادر قدیمہ میں موجود ہی نہیں ہیں اس لیے ابنِ اعثم کا

---

① مناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۱۱۳؛ بحار الانوار: ج ۴۵، ص ۶۴ میں حلاس بن عمرو راسبیؓ اور سوار بن ابی خُمیر فہمیؓ کا ذکر ہے۔

کلام اس مفہوم پر دلالت نہیں کرتا کیونکہ اُس کی روایت میں حملہ اولیٰ کا ذکر ہی نہیں ہے بلکہ اس کی دلالت اُس کے برعکس ہے۔ جس طرح کہ ہم نے اس بات کی طرف ابھی اشارہ کیا ہے۔

② بعض معتبر مصادر جیسے ارشاد اور تاریخ طبری ہے کہ لشکرِ اعداء نے جنگ کے آغاز میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے لشکر پر تیر بارانی کی۔ انھوں نے اسے حملہ اولیٰ کا عنوان دیا ہے۔ انھوں نے اس حملہ میں کسی صحابی کی شہادت نہیں لکھی، بلکہ اس کے سیاق میں اصحابِ حسینؑ کا انفرادی مبارزہ نقل کیا ہے۔ یہی بات دلالت کرتی ہے کہ تیر بارانی کے بعد دونوں لشکروں نے ایک دوسرے پر اجتماعی حملے نہیں کیے بلکہ ایک کے مقابلہ میں ایک ہی آتا تھا اور اُن کے درمیان جنگ ہوتی تھی۔

③ اہم اور مہم مسئلہ یہ ہے کہ بعض روایات یہ ہیں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے لشکر کی تعداد ۷۲ تھی۔ اگر ایسی بات ہے کہ حملہ اولیٰ میں پچاس افراد کی شہادت تسلیم کرلی جائے تو کون سی تعداد باقی رہ جاتی ہے کہ جسے میدانِ قتال میں ایک لشکر کی ترتیب میں رکھا جائے کہ میمنہ پر کون تھا، میسرہ پر کون تھا اور قلب لشکر میں کون تھا؟ پھر یہ ہے کہ یہ قلیل تعداد کس طرح لشکرِ کثیر کے ساتھ عصر کے وقت تک جنگ کرسکتی تھی؟

اگر حملہ اولیٰ والی روایت کہ جس میں پچاس افراد کی شہادت دکھائی گئی ہے اگر اسے تسلیم کرلیا جائے تو جب دشمن ایک حملے میں اپنے مدمقابل کے پچاس آدمی قتل کرسکتا ہے تو پھر مبارزہ کی حاجت بھی باقی نہیں رہتی۔ چند لمحات میں دشمن باقی افراد کو قتل کر دیتا اس کے لیے کوئی پریشانی نہ تھی۔

مذکورہ دلائل کی اساس پر حملہ اولیٰ والی روایت کہ اُس میں پچاس افراد قتل ہوئے تھے اُسے کسی صورت قبول نہیں کیا جاسکتا۔ خصوصاً وہ روایت جو ابن شہر آشوب نے اپنی کتاب مناقب میں نقل کی ہے۔

قابلِ توضیح وتشریح نکتہ

گزشتہ صفحات میں آپؑ نے پڑھا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے عاشورا کی صبح کو

اپنے اصحاب کو صبر و مقاومت کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا:

إِنَّ اللهَ قَدْ أَذِنَ فِي قَتْلِكُمُ الْيَوْمَ وَقَتْلِي

"اللہ ربّ العزت نے آج تمھارا اور میرا قتل لازم قرار دیا ہے"۔

جی ہاں! جب اس قسم کی روایات کا مطالعہ کیا جاتا ہے تو درج ذیل سوالات اذہان میں پیدا ہوتا ہے۔

امام علیہ السلام اور آپؑ کے اصحاب کے قتل کے اذن الٰہی سے کیا مراد ہے۔ یہاں اذنِ الٰہی کا مفہوم کیا ہے اس سوال کا جواب یہ ہے:

اذنِ الٰہی کی دو قسمیں ہیں: اذنِ تشریعی اور اذنِ تکوینی

① اذنِ تشریعی: اس کا معنی و مفہوم یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ بعض حالات میں اپنے نظامِ تشریعی کے تحت انسان کو حکم دیتا ہے کہ وہ یہ کام صرف اُسی وقت میں انجام دے۔ اُس انسان کے لیے دوسرے حالات میں قیام کی اجازت نہیں ہوتی۔ وہ اذن و اجازت ایک خاص حالت اور خاص وقت تک محدود ہوتی ہے۔

اس امر میں کوئی شک نہیں ہے کہ الٰہی تشریعی محرمات کے اعتبار سے امام علیہ السلام اور آپؑ کے اصحاب کا قتل حرام تھا۔ جہاں تک مذکورہ روایات میں لفظ "اذن" کا ذکر ہے یہ اذن قطعاً تشریعی نہیں ہے۔

② اذنِ تکوینی: اذنِ تکوینی سے مراد ہے کہ اس کائنات کا سارا نظام خلاقِ عالم کے اذن کا مرہونِ منت ہے۔ اس موضوع پر روشنی ڈالتے ہوئے ہم یہ کہیں گے کہ نظامِ خلقت میں جو ظواہر ہیں ان کا ایک خاص سبب ہے۔ وہی سبب عامل ہے لیکن اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اسباب کی تاثیر مسببات میں اُس وقت ممکن ہے جب اللہ ربّ العزت کا اذن ہو، اُس کے اذن کے بغیر تمام اسباب بے اثر ہیں۔ آگ کا کام جلانا ہے۔ لیکن آگ اُس وقت جلاتی ہے جب اللہ ربّ العزت چاہتا ہے۔ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نمرود نے آگ میں ڈالا لیکن آگ نے اللہ کے حکم سے آپؑ کو نہیں جلایا۔ چھری کا کام کاٹنا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کے ہاتھ میں چھری تھی اور اِدھر حضرت اسماعیلؑ کی گردن تھی۔ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے فرزند کی

گردن پر چھری چلائی کہ انھیں ذبح کروں لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے چھری کو روک دیا کہ وہ قطع و برید کا کام چھوڑ دے۔ توحید افعالی کا معنی و مفہوم یہی ہے۔

مندرجہ بالا بحث کے مطابق حریتِ انسانی تقاضا کرتی ہے کہ اذنِ تکوینی و نہی تشریعی الٰہی کا اجتماع ممکن ہو، بصورتِ دیگر نہی تشریعی کا مفہوم ختم ہو جاتا ہے اور انسان بے اختیار رہ جاتا ہے۔ پھر اُسے اپنے اعمال کے اعتبار سے سعید و شقی نہیں کہا جا سکتا۔

امام علیہ السلام نے اسی امر کو مدنظر رکھ کر اپنے اصحاب سے فرمایا تھا کہ آج کے دن اللہ نے میرا اور تمھارا قتل لازم قرار دیا ہے کیونکہ آپؑ کے سامنے سورۂ تغابن کی آیت ۱۱ تھی۔

مصائب میں سے کوئی مصیبت اللہ کے اذن کے بغیر نازل نہیں ہوتی اور جو اللہ پر ایمان لاتا ہے اللہ اُس کے دل کو ہدایت دیتا ہے اور اللہ ہر شے کا خوب علم رکھتا ہے۔ اس سے آپؑ کی مراد الٰہی تکوینی اذن تھا۔ اس لیے آپؑ نے اپنے اصحاب سے فرمایا:

تقدیر الٰہی کا تقاضا ہے کہ ہم سب نے اپنی مسئولیت کی ادائیگی میں آج کے دن شہید ہونا ہے۔ ان مصائب و شدائد کے سامنے صبر کرنا واجب ہے۔ اللہ ربّ العزت نے ہمارے حق میں جو فیصلہ کر دیا ہے تو ہم پر واجب ہے کہ اُس کے صابر اور شاکر بندے بن کر اُسے قبول کریں۔

میدانِ جنگ میں حسینؑ اشعار

الكافي عن معاويه بن عمار عن أبي عبدالله [الصادق] عليه السلام:

شِعارُنا : يَا مُحَمَّدُ ، يَا مُحَمَّدُ وَشِعارُنا يَومَ بَدرٍ : يَا نَصرَ اللهِ اِقتَرِبِ اِقتَرِب وَشِعَارُ المُسلِمِينَ يَومَ اُحُدٍ: يَا نَصرَ اللهِ اِقتَرِب...... وَشِعَارُ الحُسَينِ عليه السلام: يَا مُحَمَّدُ وَشِعارُنا يَا مُحَمَّدُ

الکافی میں معاویہ بن عمار سے روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ہمارا شعار یا محمدؐ، یا محمدؐ ہے۔ میدانِ بدر میں ہمارا شعار: يَا نَصرَ اللهِ اِقتَرِبِ اِقتَرِب تھا (اے نصرتِ خداوندی! قریب آ، قریب آ)۔

جنگ اُحد میں اہلِ اسلام کا شعار یَا نَصرَ اللّٰهِ اِقتَرِب تھا۔ میدانِ کربلا میں حضرت امام حسین علیہ السلام کا شعار یَا مُحَمَّدُ تھا، آج ہمارا شعار (نعرہ) یَا مُحَمَّدُ ہے۔ ①

اصحابِ حسینؑ کا جذبہ قربانی

تاریخ طبری میں محمد بن قیس سے روایت ہے، یوم عاشورا جب اصحابِ حسینؑ نے دشمن کے سیلاب نما لشکر کو دیکھا تو اُنھوں نے سمجھ لیا کہ وہ کسی صورت میں نہ اپنے امیر امام حسین علیہ السلام کو دشمن سے بچا سکتے ہیں اور نہ اپنے آپ کو تو اُنھوں نے ایک دوسرے پر سبقت حاصل کرنے کی کوشش کی کہ وہ اپنے سردار کے سامنے دشمن سے قتال کرکے درجۂ شہادت پر پہنچیں۔ ②

الملهوف: جَعَلَ أَصحَابُ الحُسَينِ علیہ السلام يُسارِعُونَ إِلَى القَتلِ بَينَ يَدَيهِ. وَكَانُوا كَمَا قِيلَ فِيهِم:

قَومٌ إِذَا نُودُوا لِدَفعِ مُلِمَّةٍ وَالخَيلُ بَينَ مُدَعَّسٍ وَمُكَردَسِ
لَبِسُوا القُلُوبَ عَلَى الدُّرُوعِ كَأَنَّهُم يَتَهَافَتُونَ إِلَى ذَهَابِ الأَنفُسِ

الملہوف میں روایت ہے کہ یوم عاشورا اصحابِ حسینؑ کی یہ حالت تھی کہ اُن کا ہر فرد یہ چاہتا تھا کہ وہ سب سے پہلے اپنے آقا پر قربان ہو۔ کسی نے اِن لوگوں کے بارے میں کیا خوب کہا ہے:

"وہ ایسی قوم ہیں کہ جب اُنھیں دشمن کے مقابلے کے لیے پکارا جاتا ہے تو وہ اپنے گھوڑوں کو آتشِ جنگ کے بھڑکتے ہوئے شعلوں میں ڈال دیتے ہیں۔ وہ اپنی زرہوں کو اپنے قلوب میں ملبوس کرکے اس طرح میدانِ جنگ میں چھلانگ لگاتے ہیں جیسا کہ اُنھیں موت کا خوف ہی نہیں ہے اور اُنھیں موت کی آغوش سے پیار ہے"۔ ③

---

① الکافی: ج ۵، ص ۴۷؛ بحارالانوار: ج ۱۹، ص ۱۶۳

② تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۳۴؛ الکامل فی التاریخ: ج ۲، ص ۵۶۸؛ انساب الاشراف: ج ۳، ص ۴۰۳؛ البدایۃ والنہایۃ: ج ۸، ص ۱۸۴

③ الملہوف: ص ۶۶؛ عمدۃ الطالب: ص ۳۵۷

مثیر الاحزان: كَانَ أَصْحَابُ الْحُسَيْنِ علیہ السلام يَتَسَابَقُونَ إِلَى الْقِتَالِ بَيْنَ يَدَيْهِ. وَكَانُوا كَمَا قُلْتُ شِعْرِي هٰذَا فِي قُوَّتِهِمْ عَلَى الْمَصَاعِ. وَالذَّبِّ عَنِ السِّبْطِ وَالدِّفَاعِ:

إِذَا اعْتَلَقُوا الرِّمَاحَ وَتَيَمَّمُوا أُسُودُ الشَّرَى فَرَّتْ مِنَ الْخَوْفِ وَالذُّعْرِ

كُمَاةٌ رَحَى الْحَرْبِ الْعَوَانِ وَإِنْ سَطَوْا فَأَقْرَانُهُمْ يَوْمَ الْكَرِيهَةِ فِي خُسْرِ

إِذَا اثْبَتُوا فِي مَأْزِقِ الْحَرْبِ أَرْجُلًا فَمَوْعِدُهُمْ مِنْهُ إِلَى مُلْتَقَى الْحَشْرِ

قُلُوبُهُمْ فَوْقَ الدُّرُوعِ وَهَمُّهُمْ ذَهَابُ النُّفُوسِ السَّائِلَاتِ عَلَى الْبَشْرِ

مثیر الاحزان میں روایت ہے کہ یومِ عاشورا انصارِ حسینؑ امام علیہ السلام کے سامنے میدانِ جنگ کی طرف جانے میں ایک دوسرے پر سبقت رکھتے تھے۔ اُن کا ہر فرد کہتا تھا: پہلے مجھے جانے دو، تاکہ میں اپنے سردار کا فدیہ بنوں۔ وہ اس طرح تھے کہ جس طرح میں نے اپنے اشعار میں کہا ہے۔ وہ دشمن پر بڑھ چڑھ کر حملے کر رہے تھے۔ یا اُن کی حالت اُس شیر کی طرح تھی جس کے بچے پر حملہ کیا جا رہا ہو اور وہ اپنے بچے کی فکر میں جان کی بازی لگائے ہوئے ہو۔

"وہ شیر بیشۂ شجاعت ہیں جب جنگ کا بازار گرم ہوتا ہے اور نیزے نیزوں سے، تلواریں تلواروں سے ٹکرانے لگتی ہیں تو وہ بے خوف ہو کر دشمن پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ جب جنگ کی زوردار اور تند و تیز چکی چلنے لگتی ہے تو وہ جاں نثاری اور جانبازی کے جوہر دکھاتے ہیں۔ اُن کا دشمن خسارے میں رہتا ہے۔ جہاں دشمنوں کا ہجوم ہوتا ہے یہ وہاں حملہ آور ہوتے ہیں۔ انھیں اپنی جان کی فکر نہیں ہوتی۔ وہ محشر پر عقیدہ رکھتے ہیں کہ پھر اُس دن ہم سب جمع ہوں گے اور ایک دوسرے سے ملیں گے۔ اُن کے قلوب جنگی لباس زرہ کے اُوپر رہتے ہیں۔ یعنی وہ موت سے نہیں ڈرتے، اس لیے وہ زرہ پوش نہیں ہیں۔ وہ جان بکف رہتے ہیں۔ جو جسم و جان بچاتا ہے تو وہ زرہ اور خود پہنتا ہے۔ یہ تو میدانِ جنگ میں اُترے ہی موت کے لیے ہیں کہ انھوں نے ہر صورت موت سے ہم آغوش ہونا ہے"۔ ①

---

① مثیر الاحزان: ص ٦٧

اصحابِ حسینؑ میدانِ جنگ میں

البدایۃ والنہایۃ میں ابوجناب سے روایت ہے کہ یومِ عاشورا فریقین کے درمیان شدت کا رَن پڑا۔ ایسی گھمسان کی جنگ ہوئی جو تاریخی تھی جو اس سے پہلے نہیں دیکھی گئی۔ انصارِ حسینؑ کے ہر فرد نے جانبازی کے وہ جوہر دکھائے جو آج تک چشمِ فلک نے نہیں دیکھے تھے۔ اُن کے بازو میں وہ قوت وطاقت تھی کہ جو اُن کے سامنے آیا وہ چشم زدن میں زمین پر ڈھیر ہوکر رہ گیا، کیونکہ اُنھوں نے مرنے کا عزم کر رکھا تھا۔ اُنھیں زندگی سے پیار نہیں تھا۔ وہ موت سے عشق رکھتے تھے۔ اُن کے ہاتھ قبضہ تلوار پر تھے۔ انھیں معلوم تھا وہ اس تلوار کی ضرب سے ہی اپنے دشمن کو پسپا کر سکتے ہیں۔ اُن کی تلواریں آسمانی بجلی کی طرح سپاہِ کوفہ پر کوند جاتی تھیں۔ جب ہر طرف دشمن کے کشتوں کے پشتے لگ گئے تو ابنِ سعد کے بعض امیروں نے اُسے کہا کہ مبارزہ سے اجتناب کیا جائے اور دشمن پر یکبارگی حملہ کیا جائے۔ بصورتِ دیگر فتح ممکن نہیں ہے۔ (1)

تاریخ طبری میں یحییٰ بن ہانی بن عُروہ سے روایت ہے کہ جب عمرو بن حجاج نے عمر بن سعد کی فوج کی پسپائی اور جانی نقصان کو دیکھا تو چیخ چیخ کر کہنے لگا:

اے احمقو! تم کس سے نبرد آزما ہو۔ یہ کوئی معمولی لوگ نہیں ہیں۔ یہ جرأت وشجاعت میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے موت سے عہد ومعاہدہ کر رکھا ہے۔ یہ میدانِ جنگ میں مرنے اور مارنے کے لیے آئے ہوئے ہیں۔ اس لیے ان کا ہر فرد چٹان کی طرح ثابت قدم ہے۔ اِن سے کوئی مبارزہ طلبی نہ کرے۔ جو بھی اِن کے مقابل گیا وہ بچ کر واپس آنے والا نہیں ہے۔ یہ بہت قلیل ہیں، ان کی تعداد کم ہو رہی ہے۔ واللہ! اِن کی تعداد کے اعتبار سے کوئی حیثیت نہیں ہے۔ تم پتھر مار کر بھی انھیں ختم کر سکتے ہو۔

عمر بن سعد نے کہا: تمھاری رائے بہترین رائے ہے، ہمیں اسی طرح کرنا چاہیے جس طرح کہ تم نے کہا ہے۔ پھر اُس نے اپنی فوج کی طرف پیغام بھیجا کہ اب وہ فرداً فرداً

---

(1) البدایۃ والنہایۃ: ج۸، ص ۱۸۲

میدانِ جنگ میں نہ جائیں۔ ①

مثیر الاحزان میں روایت ہے کہ عمرو بن حجاج نے اپنی فوج سے کہا: اے احمقو! کیا تمھیں معلوم نہیں ہے کہ تم کس سے مبارزہ طلبی کر رہے ہو؟ ان لوگوں نے موت کو گلے لگایا ہوا ہے۔ یہ مرنا اور مارنا جانتے ہیں اور بس — فوراً اپنے مقام پر واپس آجاؤ۔

شرح نهج البلاغة لابن أبي الحديد: قِيلَ لِرَجُلٍ شَهِدَ يَوْمَ الطَّفِّ مَعَ عُمَرَ بنِ سَعدٍ: وَيحَكَ! أَقَتَلتُم ذُرِّيَّةَ رَسُولِ اللهِ؟ فَقَالَ: عَضَضتُ بِالجَندَلِ، إِنَّكَ لَو شَهِدتَ مَا شَهِدنَا لَفَعَلتَ مَا فَعَلنَا. ثَارَت عَلَينَا عِصَابَةٌ، أَيدِيهَا فِي مَقَابِضِ سُيُوفِهَا كَالأُسُودِ الضَّارِيَةِ، تَحطِمُ الفُرسَانَ يَمِيناً وَشِمَالاً، وَتُلقِي أَنفُسَهَا عَلَى المَوتِ، لَا تَقبَلُ الأَمَانَ، وَلَا تَرغَبُ فِي المَالِ، وَلَا يَحُولُ حَائِلٌ بَينَهَا وَبَينَ الوُرُودِ عَلَى حِيَاضِ المَنِيَّةِ أَوِ الاستِيلَاءِ عَلَى المُلكِ. فَلَو كَفَفنَا عَنهَا رُوَيداً لَأَتَت عَلَى نُفُوسِ العَسكَرِ بِحَذَافِيرِهَا، فَمَا كُنَّا فَاعِلِينَ لَا أُمَّ لَكَ؟

شرح نہج البلاغہ ابنِ ابی الحدید میں روایت ہے: جب عمر بن سعد کے ایک سپاہی نے جو کربلا کی جنگ میں موجود تھا، سے پوچھا گیا: ارے وائی و تباہی تیرا مقدر ٹھہرے تو کتنا بڑا ظالم ہے کہ تُو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذریت کو قتل کیا؟

اُس نے جواب دیا: کربلا کی جنگ کوئی عام جنگ نہیں تھی۔ میں شریک تو تھا لیکن میری حالت اُس آدمی کی سی تھی کہ جس کے منہ میں پتھر ہو وہ اُسے اپنے دانتوں سے کاٹنا چاہتا تھا۔ پتھر کہاں دانتوں سے کٹتا ہے، اُلٹا اس کے دانت ٹوٹ کر باہر آجاتے ہیں۔

جس طرح ہم جنگِ کربلا میں موجود تھے جو ہماری حالت ہوئی جس طرح ہم نے کیا

---

① تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۳۵؛ انساب الاشراف: ج ۳، ص ۴۰۰؛ الکامل فی التاریخ: ج ۲، ص ۵۶۵؛ مقتل الحسینؑ خوارزمی: ج ۲، ص ۱۵؛ ارشاد: ج ۲، ص ۱۰۳؛ اعلام الوریٰ: ج ۱، ص ۴۶۳؛ بحار الانوار: ج ۴۵، ص ۱۹؛ المنتظم: ج ۵، ص ۳۳۹

اگر تم ہوتے تو تمھاری حالت وہی ہوتی جو ہماری ہوئی۔ تم بھی اسی طرح کرتے جس طرح کہ ہم نے کیا۔ ہمارے مقابلے میں ایک مضبوط اور توانا جماعت تھی جن کے ہاتھ قبضۂ تلوار پر تھے۔ وہ ہم اس پر اس طرح حملہ آور ہوتے تھے جس طرح کچھار کا شیر اپنے شکار پر حملہ کرتا ہے۔ وہ جدھر کا رُخ کرتے چاہے دائیں طرف یا بائیں طرف ہمارے لشکر کو کاٹ کر رکھ دیتے۔ اُنھوں نے اپنے آپ کو موت پر ڈال رکھا تھا۔ اُنھیں امان کی ضرورت تھی نہ مال و متاع کی۔ نہ اُنھیں موت کا خوف تھا اور نہ ملک ہتھیانے کی آرزو تھی۔ اگر ہم اُنھیں چند لمحات کے لیے اپنے سے دُور کرتے پھر وہ ہم پر زوردار طریقے سے اس طرح حملہ آور ہوتے کہ ہمیں اپنی جان کی فکر لگ جاتی اور ہم پسپا ہونے پر مجبور ہو جاتے۔

اے بے مادر! تو بتا اگر ہم اس طرح نہ کرتے تو اور کیا کرتے؟[1]

کربلا میں دوپہر کے وقت گھمسان کی جنگ

انساب الاشراف: رَكِبَ الْحُسَيْنُ علیہ السلام دَابَّةً لَهُ . وَوَضَعَ الْمُصحَفَ فِي حِجرِهِ بَيْنَ يَدَيهِ . فَمَا زَادَهُمْ ذٰلِكَ إِلَّا إِقدَامًا عَلَيْهِ . وَدَعَا عُمَرُ بنُ سَعدٍ الْحُصَيْنَ بن تَمِيمٍ . فَبَعَثَ مَعَهُ الْمُجَفَّفَةَ . وَخَمسمِئَةٍ مِنَ الْمُرَامِيَةِ . فَرَشَقُوا الْحُسَيْنَ علیہ السلام وَأَصحَابَهُ بِالنَّبلِ حَتّٰى عَقَروا خُيُولَهُمْ فَصَاروا رَجَّالَةً كُلُّهُمْ . واقتَتَلُوا نِصفَ النَّهَارِ أَشَدَّ قِتَالٍ وَأَبرَحَهُ . وَجَعَلُوا لَا يَقدِرُونَ عَلٰى إِتيَانِهِمْ إِلَّا مِن وَجهٍ وَاحِدٍ . لِاجتِمَاعِ أَبنِيَتِهِمْ وَتَقَارُبِهَا . وَلِمَكَانِ النَّارِ الَّتِي أَوقَدُوهَا خَلفَهُمْ . وَأَمَرَ عُمَرُ بِتَخرِيقِ أَبنِيَتِهِمْ وَبُيُوتِهِمْ . فَأَخَذُوا يُخَرِّقُونَهَا بِرِمَاحِهِمْ وَسُيُوفِهِمْ . وَحَمَلَ شِمرٌ فِي الْمَيسَرَةِ حَتّٰى طَعَنَ فُسطَاطَ الْحُسَيْنِ علیہ السلام بِرُمحِهِ . وَنَادٰى : عَلَيَّ بِالنَّارِ حَتّٰى أُحرِقَ هٰذَا الْبَيتَ

[1] شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید، ج ۳، ص ۲۶۳

عَلَى أَهْلِهِ. فَصِحْنَ النِّسَاءُ، وَوَلْوَلْنَ. وَخَرَجْنَ مِنَ الفُسطَاطِ

فَقَالَ الحُسَيْنُ علیہ السلام: وَيْحَكَ أَتَدعُو بِالنَّارِ لِتُحرِقَ بَيْتِي عَلَى أَهْلِي؟

انساب الاشراف میں روایت ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام اپنی ناقہ پر سوار ہوئے اور اپنی آغوش میں قرآن کریم کو رکھا لیکن اِدھر دشمن کی پیش قدمی میں اضافہ ہونے لگا۔ عمر بن سعد نے حصین بن تمیم کو بلایا اور اُس کے ہمراہ تمام زرہ پوش سوار اور پانچ سو تیر اندازوں کو روانہ کیا یہ تمام لوگ حسینؑ ابنِ علیؑ اور آپؑ کے اصحاب پر حملہ کرنے کو بڑھے۔ قریب پہنچے تو اُن پر تیروں کی برسات کر دی۔ تھوڑی ہی دیر میں اُن کے گھوڑوں کو پے کر دیا۔ وہ سب کے سب پیادہ ہو گئے۔ آفتاب عین نصف النہار پر تھا۔ اُس دن جو گھمسان کا رَن پڑا ایسی شدید جنگ خدائی کے پردہ پر نہ ہوئی ہوگی جیسی اُس روز ہوئی۔ کوفی فوج حیران و سرگرداں تھی کہ حسینؑ ابنِ علیؑ کے لشکر پر حملہ کرنے کے لیے اُن کے پاس صرف ایک راستہ باقی تھا، تین اطراف سے اُن کے لیے حملہ کرنا ممکن ہی نہیں تھا۔ وجہ یہ تھی کہ اُن کے خیام ایک ہی مقام پر تھے۔ خیمہ سے خیمہ متصل تھا اور باقی اطراف سے خندق تھی جس میں آگ تھی۔

عمر بن سعد نے اپنی فوج کے پیادوں کو حکم دیا کہ وہ جا کر ان خیموں کو اُکھاڑ دیں۔ انھوں نے آ کر اپنے نیزوں اور تلواروں سے اُنھیں اُکھاڑنا شروع کر دیا۔ اس دوران شمر نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے خیمہ پر نیزے سے حملہ کیا اور چیخ کر کہا: آگ لاؤ تا کہ میں اس خیمہ کو اور جو اس کے اندر ہیں جلا ڈالوں۔

جب شمر کی یہ آواز خیام کے اندر گئی تو عورتوں اور بچوں میں کہرام بپا ہو گیا۔ وہ واویلا کرنے لگے اور خیمہ سے باہر آ گئے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے ابنِ ذی الجوشن! تجھے شرم نہیں آتی تو آگ منگوا رہا ہے کہ میرے خیمہ کو اور میرے اہلِ بیتؑ کو جلا ڈالے؟ [1]

تاریخ الطبری عن غلام لعبد الرحمن بن عبد ربہ الانصاری:

---

[1] تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۳۶؛ الکامل فی التاریخ: ج ۲، ص ۵۶۶؛ المنتظم: ج ۵، ص ۳۳۹

إِنَّ الْحُسَيْنَ عليه السلام رَكِبَ دَابَّتَهُ، وَدَعَا بِمُصْحَفٍ، فَوَضَعَهُ أَمَامَهُ، قَالَ: فَاقْتَتَلَ أَصْحَابُهُ بَيْنَ يَدَيْهِ قِتَالًا شَدِيدًا

تاریخ طبری میں عبدالرحمٰن بن عبدربہ انصاری کے غلام سے روایت ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام اپنی ناقہ پر سوار ہوئے۔ آپؑ نے قرآن کریم طلب کیا اور اُسے اپنے سامنے رکھا۔ راوی کا بیان ہے کہ اُس وقت آپؑ کے اصحاب نے دشمن پر اس شدت کے ساتھ حملہ کیا کہ اُسے پیچھے ہٹنا پڑا۔ [1]

تاریخ الطبری عن الزبیدی: وَقَاتَلَهُمْ أَصْحَابُ الْحُسَيْنِ عليه السلام قِتَالًا شَدِيدًا، وَأَخَذَتْ خَيْلُهُمْ تَحْمِلُ وَ إِنَّمَا هُمُ اثْنَانِ وَثَلَاثُونَ فَارِسًا، وَأَخَذَتْ لَا تَحْمِلُ عَلَى جَانِبٍ مِنْ خَيْلِ أَهْلِ الْكُوفَةِ إِلَّا كَشَفَتْهُ. فَلَمَّا رَأَى ذٰلِكَ عَزْرَةُ بْنُ قَيْسٍ، وَهُوَ عَلَى خَيْلِ أَهْلِ الْكُوفَةِ- أَنَّ خَيْلَهُ تَنْكَشِفُ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ، بَعَثَ إِلَى عُمَرَ بْنِ سَعْدٍ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ حِصْنٍ. فَقَالَ: أَمَا تَرَى مَا تَلْقَى خَيْلِي مُذُ الْيَوْمِ مِنْ هٰذِهِ الْعِدَّةِ الْيَسِيرَةِ؛ اِبْعَثْ إِلَيْهِمُ الرِّجَالَ وَالرُّمَاةَ.....

وَدَعَا عُمَرُ بْنُ سَعْدٍ الْحُصَيْنَ بْنَ تَمِيمٍ. فَبَعَثَ مَعَهُ الْمُجَفَّفَةَ وَخَمْسَمِائَةٍ مِنَ الْمُرَامِيَةِ. فَأَقْبَلُوا حَتّٰى إِذَا دَنَوْا مِنَ الْحُسَيْنِ عليه السلام وَأَصْحَابِهِ رَشَقُوهُمْ بِالنَّبْلِ. فَلَمْ يَلْبَثُوا أَنْ عَقَرُوا خُيُولَهُمْ. وَصَارُوا رَجَّالَةً كُلُّهُمْ

تاریخ طبری میں زُبیدی سے روایت ہے کہ آپؑ کے انصار نے بڑی شدت وقوت اور جاں بازی وجاں فشانی سے جنگ کی۔ اِدھر کل بتیس سوار تھے انھوں نے جب حملہ کیا اور جدھر کا رُخ کیا سپاہِ کوفہ کو بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ عزرہ بن قیس اہلِ کوفہ کا سرخیل تھا، اُس نے دیکھا کہ اُس کے رسالہ کے سوار پسپا ہو رہے ہیں۔ اُس نے عمر بن سعد کے پاس عبدالرحمٰن بن حصن کو

---

[1] تاریخ طبری: ج۵، ص۴۲۳؛ الکامل فی التاریخ: ج۲، ص۵۶۱؛ المنتظم: ج۴، ص۳۳۹

بھیجا کہ وہ جا کر اُسے یہ پیغام دے کہ تم دیکھ رہے ہو کہ اِن چند سواروں کے مقابلہ میں کتنی دیر سے میرا رسالہ منتشر ہو رہا ہے۔ ان کی مدد کے لیے پیادوں اور تیر اندازوں کو جلدی بھیجو۔ ابنِ سعد نے فوراً الحصین بن تمیم کو بلایا، تمام زرہ پوش سواروں اور پانچ سو تیر اندازوں کے ساتھ اُسے روانہ کیا۔ یہ لوگ حسینؑ ابنِ علیؑ اور آپؑ کے اصحاب کے قریب پہنچے تو تیر بارانی شروع کر دی۔ اِن لوگوں نے اس قدر تیر بارانی کی کہ اُن کے تمام گھوڑے پے ہو گئے اور وہ سب کے سب پیادہ ہو گئے۔ ①

تاریخ الطبری عن أبي مخنف: حَدَّثَنِي نُمَيرُ بنُ وَعلَةَ: حَمَلَ شِمرُ بنُ ذِي الجَوشَنِ حَتّى طَعَنَ فُسطاطَ الحُسَينِ علیہ السلام بِرُمحِهِ، وَنادى: عَلَيَّ بِالنّارِ حَتّى اُحَرِّقَ هٰذَا البَيتَ عَلى أهلِهِ. قالَ: فَصاحَ، وَخَرَجنَ مِنَ الفُسطاطِ

قالَ: وَصاحَ بِهِ الحُسَينُ علیہ السلام: يَابنَ ذِي الجَوشَنِ! أنتَ تَدعُوا بِالنّارِ لِتُحَرِّقَ بَيتي عَلى أهلي حَرَّقَكَ اللهُ بِالنّارِ

قالَ أبو مخنف: حَدَّثَني سُلَيمانُ بنُ أبي راشِدٍ عَن حُمَيدِ بنِ مُسلِمٍ. قالَ: قُلتُ لِشِمرِ بنِ ذِي الجَوشَنِ: سُبحانَ اللهِ! إنَّ هٰذا لا يَصلُحُ لَكَ. أتُريدُ أن تَجمَعَ عَلى نَفسِكَ خَصلَتَينِ، تُعَذِّبُ بِعَذابِ اللهِ، وَتَقتُلُ الوِلدانَ، وَالنِّساءَ، وَاللهِ. إنَّ في قَتلِكَ الرِّجالَ لَما تُرضي بِهِ أميرَكَ

قالَ: فَقالَ: مَن أنتَ؟ قالَ: قُلتُ: لا اُخبِرُكَ مَن أنا. قالَ: وَخَشيتُ وَاللهِ، أن لَو عَرَفَني أن يَضُرَّني عِندَ السُّلطانِ

قالَ: فَجاءَهُ رَجُلٌ كانَ أطوَعَ لَهُ مِنّي، شَبَثُ بنُ رِبعِيٍّ. فَقالَ: ما رَأيتُ مَقالاً أسوَأَ مِن قَولِكَ، وَلا مَوقِفاً أقبَحَ مِن مَوقِفِكَ، أمُرعِباً لِلنِّساءِ صِرتَ؟ قالَ: فَأشهَدُ أنَّهُ استَحيا، فَذَهَبَ

① تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۳۶؛ الکامل فی التاریخ: ج ۲، ص ۵۶۶؛ المنتظم: ج ۵، ص ۳۳۹

لِيَنصَرِفَ . وَحَمَلَ عَلَيْهِ زُهَيْرُ بنُ القَيْنِ فِي رِجَالٍ مِن أَصحَابِهِ
عَشَرَةٍ .فَشَدَّ عَلَى شِمرِ بنِ ذِي الجَوشَنِ . وَأَصحَابِهِ .فَكَشَفَهُم
عَنِ البُيُوتِ حَتَّى ارتَفَعُوا عَنهَا فَصَرَعُوا أَبَا عَزَّةَ الضِّبَابِيَّ
فَقَتَلُوهُ .فَكَانَ مِن أَصحَابِ شِمرٍ . وَتَعَطَّفَ النَّاسُ عَلَيهِم
فَكَثَرُوهُم .فَلَا يَزَالُ الرَّجُلُ مِن أَصحَابِ الحُسَينِ علیہ السلام قَد قُتِلَ
فَإِذَا قُتِلَ مِنهُمُ الرَّجُلُ وَالرَّجُلَانِ تَبَيَّنَ فِيهِم مَا يُقتَلُ مِنهُم

تاریخ طبری میں ابی مخنف سے روایت ہے کہ مجھے نُمیر بن وعلہ نے بتایا کہ شمر بن ذی الجوشن نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے خیمہ میں نیزہ مار کر کہا: آگ لاؤ تا کہ مَیں اس خیمہ اور اس میں جو رہنے والے ہیں انھیں جلا دوں۔

راوی کہتا ہے: جب خواتین نے یہ سنا تو بلند آواز کے ساتھ روتی ہوئیں خیمہ سے باہر آ گئیں۔

امام علیہ السلام نے بلند آواز سے کہا: اے پسر ذی الجوشن! تُو آگ منگوا رہا ہے تا کہ تو میرے گھر والوں کو جلا ڈالے؟ اللہ ربّ العزت تجھے آگ کا مزہ چکھائے۔

ابو مخنف کا کہنا ہے: مجھے سلیمان بن ابی راشد نے بتایا: اُس نے حمید بن مسلم سے سنا، حمید بن مسلم نے کہا کہ میں نے شمر سے کہا: سبحان اللہ! اللہ تجھے رُسوا کرے ایسی حرکت مناسب نہیں تو دُگنے گناہ اپنے سر لینا چاہتا ہے اور اُس قسم کا عذاب بچوں اور عورتوں کو دینا چاہتا ہے جو خدا کی ذات کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس طریقے سے تو عورتوں اور بچوں کو قتل کرنا چاہتا ہے۔ واللہ! تمھارا مردوں کو قتل کر ڈالنا امیر کے خوش کر دینے کے لیے کافی ہے۔

شمر نے پوچھا: تُو کون ہے؟ حمید خاموش رہا اور اُس نے اپنے دل میں کہا کہ میں یہ نہیں بتاؤں گا کہ مَیں کون ہوں؟ کیونکہ مَیں اُس وقت اندر سے خوف زدہ ہو گیا تھا کہ یہ حاکم کو رپورٹ کر کے مجھے کچھ نقصان نہ پہنچائے۔ اُسی مقام پر ایک اور شخص پہنچ گیا۔ شمر جس کی بات کو میری بات سے زیادہ اہمیت دیتا تھا، وہ شبث بن ربعی تھا۔ وہ کہنے لگا: اے شمر! جو کلمہ تیری زبان سے نکلا اِس سے بدتر کلمہ میں نے آج تک نہیں سنا اور جو حرکت تُو کرنا چاہتا ہے اُس سے بدتر کوئی اور بات نہیں ہو سکتی۔ ارے تو عورتوں کو دھمکاتا ہے؟

یہ سن کر شمر کو حیا آئی اور اُس نے واپسی کا قصد کیا لیکن اُس وقت حضرت زُہیر بن قینؓ اور اُن کے اصحاب نے شمر اور اُس کے ساتھیوں پر حملہ کر دیا اور اِن سب کو پسپا کر دیا اور خیام سے دُور بھگا دیا۔

اِس دوران انھوں نے شمر کے ایک ساتھی ابوعزہ ضبابی کو گرا دیا اور قتل کر ڈالا تو بھاگے ہوئے لوگ پھر پلٹ آئے۔ اُن کے ساتھ اور لوگ بھی شریک ہو گئے۔ انصارِ حسینؑ میں سے کوئی نہ کوئی قتل ہو جاتا تھا۔ اگر اِن میں ایک یا دو فرد بھی قتل ہوتے تھے تو لشکر میں کمی صاف معلوم ہوتی تھی۔ اُدھر کے کتنے ہی قتل ہو جائیں اُن میں کمی نہیں ہوتی تھی۔ (1)

ارشاد میں روایت ہے کہ سپاہِ کوفہ فرزندِ رسولؐ کی طرف دوبارہ پلٹی۔ شمر بن ذی الجوشن نے میسرہ پر حملہ کیا، لیکن اُنھوں نے ثابت قدم رہتے ہوئے اُس پر نیزے مارے۔ اس دوران دشمن کی فوج نے امام حسین علیہ السلام اور آپؑ کے اصحاب پر ہر طرف سے حملہ کر دیا، لیکن اُنھوں نے ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ ان کے بتیس شہسوار تھے پھر بھی وہ دشمن پر بڑھ چڑھ کر حملے کرتے رہے۔ جدھر حملہ کرتے اُس طرف کا صفایا کر دیتے۔ دشمن دُم دبا کر بھاگ نکلتا۔ جس وقت اہلِ کوفہ کے گھڑسواروں کے افسر عُروہ بن قیس نے یہ صورتِ حال دیکھی تو اُس نے عمر بن سعد کی طرف کہلا بھیجا: کیا تم دیکھ نہیں رہے کہ جو کچھ میرے گھڑسواروں کے ساتھ ہو رہا ہے یہ مختصر لوگ اُنھیں بار بار پسپا ہونے پر مجبور کر رہے ہیں۔ اُن کی طرف پیادہ فوج اور تیر اندازوں کو بھیجو۔

عمر بن سعد نے فوراً تیر اندازوں کو بھیجا اور انھوں نے آتے ہی تیر بارانی شروع کر دی۔

اس دوران حضرت حُر بن یزیدؓ کا گھوڑا مارا گیا تو آپ نے فوراً زمین کی طرف چھلانگ لگائی اور پیادہ جنگ شروع کر دی۔ اُس وقت آپ یہ رجز پڑھ رہے تھے کہ جس کا مفہوم یہ ہے:

"اگر تم نے میرے گھوڑے کو مار دیا ہے اور مجھے پیدل کر دیا ہے تو یہ کوئی پریشانی کی بات نہیں ہے۔ میں آزاد مرد کا سپوت ہوں۔ شیر سے زیادہ جری و جانباز و شجاع اور بہادر ہوں"۔

---

(1) تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۳۸؛ الکامل فی التاریخ: ج ۲، ص ۵۶۷؛ المنتظم: ج ۵، ص ۳۳۰؛ الملہوف: ص ۱۰۳؛ بحارالانوار: ج ۴۵، ص ۵۳

آپ نے تلوار چلانا شروع کر دی تو کئی لوگوں نے آپ کو گھیر لیا۔ ایوب بن مسوح اور ایک کوفی شہسوار آپ کے قتل کرنے میں شریک ہوئے۔ اصحابِ حسینؑ نے ڈٹ کر مقابلہ کیا یہاں تک کہ دوپہر ہوگئی۔

جب تیراندازوں کے امیر حصین بن نمیر نے اصحابِ حسینؑ کا صبر و استقلال اور قیام و ثبات دیکھا تو اُس نے اپنے پانچ سو تیراندازوں کو اصحابِ حسینؑ پر تیر برسانے کا حکم دیا۔ ان لوگوں نے اس قدر شدت سے تیر بارانی کی کہ تھوڑی ہی دیر میں ان کے گھوڑے مار دیے اور تمام افراد کو زخمی کر دیا۔ ایک گھڑی طرفین میں گھمسان کی جنگ ہوتی رہی کہ اس دوران شمر اپنے ساتھیوں سمیت وہیں آیا تو حضرت زُہیر بن قینؓ نے اپنے دس اصحاب کے ساتھ اُن پر حملہ کر کے خیام سے اُسے دُور بھگا دیا۔ شمر بن ذی الجوشن اُن کی طرف مڑا تو حضرت زُہیرؓ نے اپنے کچھ دشمنوں کو قتل کر ڈالا اور باقیوں کو پسپا ہونے پر مجبور کر دیا۔ اُس وقت آپ نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے مخاطب ہو کر کہا: اے فرزندِ رسولؐ! آج ہم آپؐ کے نانا نبی رحمت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کرنے والے ہیں۔ وہیں آپؐ کی بارگاہ میں حضرت امام حسن علیہ السلام ،حضرت امام علی مرتضیٰ علیہ السلام، بہادر و جری جوان حضرت جعفر طیارؓ سے ملاقات ہوگی۔

انصارانِ حسینؑ تعداد میں بہت قلیل تھے۔ جب آپؐ کے دو صحابی شہید ہو جاتے تو ان کی قلت واضح ہو جاتی لیکن ادھر عمر بن سعد کے جتنے آدمی واصلِ جہنم ہوتے اُن میں کمی نہیں دکھائی دیتی تھی کیونکہ وہ تعداد میں بہت زیادہ تھے۔ جنگ کا بازار شعلہ ور رہا، طرفین ایک دوسرے پر کاری ضربات لگاتے رہے۔ زوالِ آفتاب تک حضرت امام حسین علیہ السلام کے بہت سے اصحاب راہیِ جنت ہوئے اور جو باقی رہے وہ زخمی تھے۔ اس وقت امام علیہ السلام نے اپنے اصحاب کے ساتھ نمازِ خوف پڑھی۔ ①

تاریخ الطبری عن نمیر بن وعلة: وَقَاتَلُوهُم [أي الحُسَين علیہ السلام وَأَصحَابَهُ] حَتَّى انتَصَفَ النَّهَارُ ، أَشَدَّ قِتَالٍ خَلَقَهُ اللهُ، وَأَخَذُوا

① ارشاد: ج ۲، ص ۱۰۳؛ اعلام الوریٰ: ج ۱، ص ۴۶۳

لَا يَقْدِرُونَ عَلَى أَن يَأْتُوهُمْ إِلَّا مِن وَجْهٍ وَاحِدٍ، لِاجْتِمَاعِ أَبْنِيَتِهِمْ، وَتَقَارُبِ بَعْضِهَا مِن بَعْضٍ

قَالَ: فَلَمَّا رَأَى ذٰلِكَ عُمَرُ بنُ سَعْدٍ، أَرْسَلَ رِجَالًا يُقَوِّضُونَهَا عَن أَيْمَانِهِمْ وَعَن شَمَائِلِهِمْ، لِيُحِيطُوا بِهِمْ. قَالَ: فَأَخَذَ الثَّلَاثَةُ وَالأَرْبَعَةُ مِن أَصْحَابِ الحُسَيْنِ علیہ السلام يَتَخَلَّلُونَ البُيُوتَ، فَيَشُدُّونَ عَلَى الرَّجُلِ وَهُوَ يُقَوِّضُ وَيَنْتَهِبُ، فَيَقْتُلُونَهُ وَيَرْمُونَهُ مِن قَرِيبٍ وَيَعْقِرُونَهُ فَأَمَرَ بِهَا عُمَرُ بنُ سَعْدٍ عِندَ ذٰلِكَ، فَقَالَ: أَحْرِقُوهَا بِالنَّارِ، وَلَا تَدْخُلُوا بَيْتًا وَلَا تُقَوِّضُوهُ، فَجَاؤُوا بِالنَّارِ، فَأَخَذُوا يُحْرِقُونَ

فَقَالَ حُسَيْنٌ علیہ السلام: دَعُوهُمْ فَلْيُحْرِقُوهَا، فَإِنَّهُمْ لَوْ قَدْ حَرَّقُوهَا لَمْ يَسْتَطِيعُوا أَن يَجُوزُوا إِلَيْكُمْ مِنْهَا، وَكَانَ ذٰلِكَ كَذٰلِكَ. وَأَخَذُوا لَا يُقَاتِلُونَهُمْ إِلَّا مِن وَجْهٍ وَاحِدٍ

تاریخ طبری میں نُمیر بن وعلہ سے روایت ہے کہ کربلا کی زمین پر اس شدت سے جنگ ہوئی کہ چشم فلک نے ایسی جنگ اس سے پہلے نہ دیکھی ہوگی۔ اس دوران دوپہر ہونے کو آئی۔ ابنِ سعد کے لشکر کو ایک رُخ کے سوا کسی دوسری طرف سے انصارِ حسینؑ پر حملہ کرنا ناممکن تھا۔ وجہ یہ تھی کہ اُن کے خیام ایک ہی مقام پر تھے، خیمہ سے خیمہ متصل تھا۔

اس حالت کو دیکھ کر عسکری حکمت عملی کے تحت عمر بن سعد نے پیادہ فوج بھیجی کہ وہ وہاں جا کر دائیں اور بائیں طرف کے خیمے اُکھاڑ ڈالیں۔ اس طرح وہ لوگ ہر طرف سے گھر جائیں گے۔ جب انصارِ حسینؑ کسی کو خیمہ اُکھاڑتے دیکھتے تو تین چار اکٹھا ہو کر اُس پر حملہ کر دیتے اور اُسے قتل کر ڈالتے تھے۔ قریب سے تیر مار کر اُسے ہلاک کر دیتے تھے۔ ابنِ سعد نے حکم دیا کہ خیمہ کے اندر کوئی نہ جائے اور نہ اُکھاڑنے کا قصد کرے۔ ہاں ان سب خیموں کو آگ لگا دو۔ حسینی خیموں کو آگ لگا دی گئی، خیمے جلنے لگے۔

یہ دیکھ کر امام علیہ السلام نے انصار سے فرمایا: ان لوگوں کو خیمے جلانے دو۔ جب خیموں میں

آگ لگ جائے گی تو اس رُخ سے دشمن تم پر حملہ نہ کر سکیں گے۔ جیسا کہ آپؑ نے فرمایا ویسا ہی ہوا۔ ایک رُخ کے سوا دوسری طرف سے وہ لوگ یورش نہ کر سکے۔ ①

مقتل الحسين للخوارزمي: حَمَلَ شِمرُ بنُ ذِي الجَوشَنِ، فَثَبَتُوا لَهُ، وَقَاتَلَ أَصحَابُ الحُسَينِ علیہ السلام قِتَالًا شَدِيدًا، وَ إِنَّمَا هُم اثنَانِ وَثَلاثُونَ فَارِسًا، فَلَا يَحمِلُونَ عَلَى جَانِبٍ مِن أَهلِ الكُوفَةِ إِلَّا كَشَفُوهُ

فَدَعَا عُمَرُ بنُ سَعدٍ بِالحُصَينِ بنِ نُمَيرٍ فِي خَمسِمِئَةٍ مِنَ الرُّمَاةِ، فَأَقبَلُوا حَتَّى دَنَوا مِنَ الحُسَينِ علیہ السلام وَأَصحَابِهِ، فَرَشَقُوهُم بِالنَّبلِ، فَلَم يَلبَثُوا أَن عَقَروا خُيُولَهُم وَقَاتَلُوهُم حَتَّى انتَصَفَ النَّهَارُ، وَاشتَدَّ القِتَالُ، وَلَم يَقدِر أَصحَابُ ابنِ سَعدٍ أَن يَأتُوهُم إِلَّا مِن جَانِبٍ وَاحِدٍ، لِاجتِمَاعِ أَبنِيَتِهِم، وَتَقَارُبِ بَعضِهَا مِن بَعضٍ

فَأَرسَلَ عُمَرُ بنُ سَعدٍ الرِّجَالَ لِيُقَوِّضُوا الأَبنِيَةَ مِن عَن شَمَائِلِهِم وَ أَيمَانِهِم، لِيُحِيطُوا بِهَا، وَأَخَذَ الثَّلاثَةُ وَالأَربَعَةُ مِن أَصحَابِ الحُسَينِ علیہ السلام يَتَخَلَّلُونَ بَينَهَا، فَيَشُدُّونَ عَلَى الرَّجُلِ وَهُوَ يُقَوِّضُ، وَيَنهَبُ فَيَرمُونَهُ عَن قَرِيبٍ، فَيَصرَعُونَهُ وَيَقتُلُونَهُ، فَأَمَرَ عُمَرُ بنُ سَعدٍ أَن يُحرِقُوهَا بِالنَّارِ، فَقَالَ الحُسَينُ علیہ السلام لِأَصحَابِهِ: دَعُوهُم فَليُحرِقُوهَا، فَإِنَّهُم لَو فَعَلُوا لَم يَجُوزُوا إِلَيكُم مِنهَا فَأَحرَقُوهَا وَكَانَ ذٰلِكَ كَذٰلِكَ

وَقِيلَ: قَالَ لَهُ شَبَثُ بنُ رِبعِيٍّ: أَفزَعتَ النِّسَاءَ ثَكِلَتكَ أُمُّكَ! فَاستَحيَا مِن ذٰلِكَ وَانصَرَفَ عَنهُ، وَجَعَلُوا لَا يُقَاتِلُونَهُم إِلَّا مِن وَجهٍ وَاحِدٍ

---

① تاریخ طبری: ج۵، ص۴۳۷؛ الکامل فی التاریخ: ج۲، ص۵۶۶؛ المنتظم: ج۵، ص۳۳۹

وَشَدَّ أَصْحَابُ زُهَيْرِ بْنِ الْقَيْنِ ،فَقَتَلُوا أَبَا عُذْرَةَ الضِّبَابِيَّ مِن
أَصْحَابِ شِمْرٍ ،قَالَ: وَلَا يَزَالُ مِن أَصْحَابِ الْحُسَيْنِ علیہ السلام الْوَاحِدُ
وَالِاثْنَانِ فَتَبَيَّنُ ذٰلِكَ فِيهِمْ .لِقِلَّتِهِمْ وَيُقْتَلُ مِن أَصْحَابِ
عُمَرَ الْعَشَرَةُ وَالْعِشْرُونَ.فَلَا يَتَبَيَّنُ ذٰلِكَ فِيهِمْ لِكَثْرَتِهِمْ

مقتل الحسین خوارزمی میں روایت ہے کہ شمر بن ذی الجوشن نے اپنی سپاہ کے ساتھ اصحابِ حسینؑ پر شدید حملہ کر دیا لیکن اصحابِ حسینؑ نے وہ ثابت قدمی دکھائی کہ اُسے بھاگنا پڑا۔ حسینؑ جاں بازوں نے شدید جنگ کی حالانکہ وہ بتیس شہسوار تھے۔ سپاہِ کوفہ صرف ایک طرف سے حملہ کر سکتی تھی۔ حملہ کرنے کے باقی راستے اُس پر بند تھے۔ سپاہ عمر بن سعد جب بھی حملہ آور ہوتی تو اُسے پیچھے دھکیل دیا جاتا تھا۔

ابنِ سعد نے حصین بن نُمیر کو پانچ سو تیر اندازوں کے ساتھ روانہ کیا۔ وہ سب اصحابِ حسینؑ کے قریب آئے اور اُن پر تیر بارانی شروع کر دی۔ تھوڑی دیر میں انھوں نے انصارِ حسینؑ کے تمام گھوڑوں کو پے کر دیا۔ یہ جنگ دوپہر تک جاری رہی۔ جوں جوں وقت گزرتا گیا قتال میں شدت پیدا ہوتی گئی۔ سپاہ ابنِ سعد صرف ایک طرف حملہ آور ہو سکتی تھی۔ اُن پر باقی راستے بند تھے کیونکہ اُن کے خیام اکٹھے تھے اور ایک دوسرے سے متصل تھے۔

عمر بن سعد نے کچھ لوگوں کی ڈیوٹی لگائی کہ وہ دائیں اور بائیں طرف والے خیموں کو اُکھاڑ دیں۔ اس طرح سے اُنھیں اپنے گھیرے میں لیا جا سکتا ہے۔ لیکن اِدھر تین چار اصحابِ حسینؑ خیموں کی آڑ میں آ کر اُس آدمی کو قتل کر دیتے تھے جو خیمہ اُکھاڑ رہا ہوتا تھا وہ قریب سے تیر مار کر اُسے ہلاک کر دیتے تھے۔

عمر بن سعد نے حکم دیا کہ وہ ان خیموں کو جلا دیں۔

امام علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ انھیں خیمے جلانے دو۔ اس میں ہمارا فائدہ ہے۔ اگر انھوں نے ایسا کیا تو پھر ان پر حملہ کرنے کے لیے یہ راستہ بھی بند ہو جائے گا۔ جب خیمے جل گئے تو سپاہ ابنِ سعد پر یہ راستہ بھی بند ہو گیا۔ وہی ہوا جو امامؑ نے فرمایا تھا۔

روایت ہے کہ شبث بن ربعی نے کہا: اے شمر! ارے تو عورتوں کو ڈراتا اور دھمکانا چاہتا

ہے، تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے۔ شمر کو اس سے حیا آئی اور وہ واپس چلا گیا۔

حضرت زُہیر بن قینؓ اور آپ کے ساتھیوں نے زوردار حملہ کیا اور شمر کے ایک ساتھی ابوعذرہ ضبابی کو قتل کر ڈالا۔

راوی کہتا ہے کہ اصحابِ حسینؑ ایک ایک دو دو قتل ہو رہے تھے تو اس سے ان کی تعداد کم ہو رہی تھی۔ اِدھر سپاہِ ابنِ سعد دس دس، بیس بیس قتل ہوتے لیکن ان میں کسی قسم کی کمی کا پتہ نہیں چلتا تھا کیونکہ وہ تعداد میں کثیر تھے۔ (1)

تاريخ الطبري عن أبي جناب: حَمَلَ عَمرُو بنُ الحَجّاجِ -وَهُوَ عَلى مَيمَنَةِ النّاسِ- فِي المَيمَنَةِ، فَلَمّا أن دَنا مِن حُسَينٍ عليه السلام جَثَوا لَهُ عَلَى الرُّكَبِ، وَأَشرَعُوا الرِّماحَ نَحوَهُم، فَلَم تُقدِم خَيلُهُم عَلَى الرِّماحِ، فَذَهَبَتِ الخَيلُ لِتَرجِعَ، فَرَشَقوهُم بِالنَّبلِ، فَصَرَعوا مِنهُم رِجالاً، وَجَرَحوا مِنهُم آخَرينَ

تاریخ طبری میں ابو جناب سے روایت ہے کہ عمرو بن حجاج ابنِ سعد کے لشکر کے میمنہ کا انچارج تھا، اس نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی فوج کی طرف پیش قدمی کی تو یہ سب گھٹنوں کے بل اُسے روکنے کے لیے کھڑے ہو گئے اور نیزوں کا رُخ اُن کی طرف کر دیا۔ عمرو کے شہسوار ان سانوں کی طرف نہ بڑھ سکے اور واپس ہوئے تو انصارِ حسینؑ نے اُن پر تیر بارانی شروع کر دی۔ اُن میں سے کچھ لوگوں کو تو پچھاڑ دیا اور کچھ کو زخمی کر دیا۔ (2)

البداية والنهاية عن أبي جناب: حَمَلَ عَمرُو بنُ الحَجّاجِ أَميرُ مَيمَنَةِ جَيشِ ابنِ زِيادٍ وَجَعَلَ يَقولُ: قاتِلوا مَن مَرَقَ مِنَ الدّينِ وَفارَقَ الجَماعَةَ

فَقالَ لَهُ الحُسَينُ عليه السلام: وَيحَكَ يا حَجّاجُ! أَعَلَيَّ تُحَرِّضُ النّاسَ! أَنَحنُ مَرَقنا مِنَ الدّينِ وَأَنتَ تُقيمُ عَلَيهِ؟! سَتَعلَمونَ إذا

---

(1) تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۳۶؛ الکامل فی التاریخ: ج ۲، ص ۵۶۶؛ المنتظم: ج ۵، ص ۳۳۹

(2) ایضاً

فَارَقَت أَرواحُنا أَجسادَنا مَن أولى بِصِلِيّ النّارِ

البدایة والنهایة میں ابو جناب سے روایت ہے، ابنِ زیاد کے لشکر کے میمنہ کے امیر عمرو بن حجاج نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے اصحاب پر حملہ کیا اور کہنے لگا: ان لوگوں کو قتل کر ڈالو جو دین سے نکل گئے ہیں اور جماعت میں افتراق و انتشار پیدا کر دیا ہے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: اے حجاج! وائی و تباہی تیرا مقدر ٹھہرے تو لوگوں کو میرے قتل پر اُبھار رہا ہے۔ کیا ہم دین سے نکلے ہیں اور تم دین پر قائم ہو۔ جب ہم سب اس دُنیا سے اُس دُنیا میں پہنچیں گے تو وہاں تمھیں اچھی طرح سے معلوم ہو جائے گا کہ جہنم کا حق دار کون ہے؟ ①

یومِ عاشورا نمازِ ظہر

تاریخ الطبری عن حمید بن مسلم: فَلَا يَزالُ الرَّجُلُ مِن أَصحابِ الحُسَينِ علیہ السلام قَد قُتِلَ .فَإِذا قُتِلَ مِنهُمُ الرَّجُلُ وَالرَّجُلانِ تَبَيَّنَ فيهِم .وَأُولئِكَ كَثيرٌ لا يَتَبَيَّنُ فيهِم ما يُقتَلُ مِنهُم

قالَ: فَلَمّا رَأى ذٰلِكَ أَبو ثُمامَةَ عَمرُو بنُ عَبدِاللهِ الصّائِدِيُّ قالَ لِلحُسَينِ علیہ السلام : يا أَبا عَبدِاللهِ، نَفسي لَكَ الفِداءُ! إنّي أَرى هٰؤُلاءِ قَدِ اقتَرَبوا مِنكَ ، وَلا وَاللهِ لا تُقتَلُ حَتّى أُقتَلَ دونَكَ إن شاءَ اللهُ ، وَأُحِبُّ أَن أَلقى رَبّي وَقَد صَلَّيتُ هٰذِهِ الصَّلاةَ الَّتي دَنا وَقتُها

قالَ : فَرَفَعَ الحُسَينُ علیہ السلام رَأسَهُ ،ثُمَّ قالَ: ذَكَرتَ الصَّلاةَ ، جَعَلَكَ اللهُ مِنَ المُصَلِّينَ الذّاكِرينَ! نَعَم، هٰذا أَوَّلُ وَقتِها ، ثُمَّ قالَ: سَلوهُم أَن يَكُفّوا عَنّا حَتّى نُصَلِّيَ

① البدایة والنهایة: ج ۸، ص ۱۸۲

فَقَالَ لَهُمُ الْحُصَيْنُ بْنُ تَمِيمٍ: إِنَّهَا لَا تُقْبَلُ! فَقَالَ لَهُ حَبِيبُ بْنُ مُظَاهِرٍ: لَا تُقْبَلُ؟! زَعَمْتَ الصَّلَاةَ مِنْ آلِ رَسُولِ اللّٰهِ لَا تُقْبَلُ، وَتُقْبَلُ مِنْكَ يَا حِمَارُ؟!.....

وَقَتَلَ أَبُو ثُمَامَةَ الصَّائِدِيُّ ابْنَ عَمٍّ لَهُ كَانَ عَدُوًّا لَهُ، ثُمَّ صَلُّوا الظُّهْرَ، صَلّٰى بِهِمُ الْحُسَيْنُ علیہ السلام صَلَاةَ الْخَوْفِ، ثُمَّ اقْتَتَلُوا بَعْدَ الظُّهْرِ، فَاشْتَدَّ قِتَالُهُمْ

تاریخ طبری میں حمید بن مسلم سے روایت ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے اصحاب مسلسل شہید ہوتے رہے۔ جب اُن میں سے ایک یا دو افراد قتل ہوتے تو اُن کی قلت واضح ہوجاتی۔ اُدھر بہت سے لوگ قتل ہو بھی جاتے تو پتہ نہ چلتا کہ اُن کے کتنے آدمی قتل ہو گئے ہیں کیونکہ وہ کثرت کے ساتھ تھے۔ جب ابوثمامہ عمرو بن عبداللہ صائدی نے اپنے لشکر کی یہ حالت دیکھی تو امام علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا: یاابوعبداللہؑ! میری جان آپؑ پر قربان، میں دیکھ رہا ہوں کہ یہ لوگ آپؑ کے قریب نہیں آسکتے۔ اگر اللہ نے چاہا تو میں آپؑ کے سامنے شہادت کی سعادت حاصل کروں گا۔ وقتِ نمازِ ظہر ہوا چاہتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ نماز آپؑ کی اقتداء میں پڑھ کر ربّ العالمین کی بارگاہ میں پہنچوں۔

امام علیہ السلام نے آسمان کی طرف سر بلند کیا اور فرمایا: آپ نے نماز کا ذکر کیا ہے خداوند تعالیٰ آپ کو نمازیوں اور ذکر کرنے والوں کے ساتھ محشور کرے۔ جی ہاں! یہ اول وقت نماز ہے۔

امام علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ دشمن سے کہو کہ وہ جنگ روک دیں تاکہ ہم نماز پڑھ لیں۔ جب اُن سے جنگ بندی کی بات کی گئی تو حصین بن تمیم نے کہا: تمھاری نماز قبول نہیں ہے۔

حضرت حبیب بن مظاہرؓ نے کہا: جی ہاں تمھاری نماز قبول نہیں ہے۔ تیرا گمان ہے کہ آلِ رسولؐ کی نماز قبول نہیں اے گدھے! کیا تیری نماز قبول ہے؟

اس دوران ابوثمامہ صائدی نے اپنے ابنِ عم کو قتل کر ڈالا کیونکہ وہ اُن کا دشمن تھا۔ پھر انھوں نے نمازِ ظہر پڑھی۔ امام علیہ السلام نے اپنے اصحاب کے ساتھ نمازِ خوف پڑھی۔ نمازِ ظہر کے

بعد شدت کے ساتھ کشت و خون ہوا۔

الملهوف: حَضَرَتْ صَلَاةُ الظُّهرِ . فَأَمَرَ الْحُسَيْنُ عليه السلام زُهَيْرَ بْنَ الْقَيْنِ وَسَعِيدَ بنَ عَبدِ اللهِ الحَنَفِيَّ أَن يَتَقَدَّمَا أَمَامَهُ بِنِصفِ مَن تَخَلَّفَ مَعَهُ . ثُمَّ صَلَّى بِهِم صَلَاةَ الخَوفِ . فَوَصَلَ إِلَى الحُسَينِ عليه السلام سَهمٌ . فَتَقَدَّمَ سَعِيدُ بنُ عَبدِ اللهِ الحَنَفِيُّ وَوَقَفَ يَقِيهِ بِنَفسِهِ . مَا زَالَ وَلَا تَخَطّى حَتّى سَقَطَ إِلَى الأَرضِ، وَهُوَ يَقُولُ: اللّٰهُمَّ العَنهُم لَعنَ عَادٍ وَثَمُودَ . اللّٰهُمَّ أَبلِغ نَبِيَّكَ عَنِّي السَّلَامَ . وَأَبلِغهُ مَا لَقِيتُ مِن أَلَمِ الجِرَاحِ فَإِنِّي أَرَدتُ ثَوَابَكَ فِي نَصرِ ذُرِّيَّةِ نَبِيِّكَ عَلَى السَّلَامِ . وَأَبلِغهُ مَا لَقِيتُ مِن أَلَمِ الجِرَاحِ . فَإِنِّي أَرَدتُ ثَوَابَكَ فِي نَصرِ ذُرِّيَّةِ نَبِيِّكَ . ثُمَّ قَضَى نَحبَهُ رِضوَانُ اللهِ عَلَيهِ . فَوُجِدَ بِهِ ثَلَاثَةَ عَشَرَ سَهمًا سِوَى مَا بِهِ مِن ضَربِ السُّيُوفِ وَطَعنِ الرِّمَاحِ

الملهوف میں روایت ہے کہ جب نمازِ ظہر کا وقت ہوا تو امام علیہ السلام نے اپنے اصحابِ باوفا جناب زہیر بن قین رضی اللہ عنہ اور سعید بن عبداللہ حنفی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ کچھ دیگر اصحاب و انصار کے ساتھ صف بنا کر ہمارے سامنے کھڑے ہو جائیں (نمازِ خوف کی کیفیت کے ساتھ) جب وہ سامنے کھڑے ہوئے تو امامؑ نے اپنے اصحاب کے ساتھ نمازِ ظہر باجماعت ادا کی۔

جب فرزندِ رسولؐ نماز ادا کر رہے تھے تو دشمنانِ خدا نے آپؑ پر تیروں کی برسات برسانا شروع کر دی۔ جناب سعید بن عبداللہ رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور امامؑ کے آگے آکر کھڑے ہو گئے۔ جس طرف سے تیر آتا آپ اُسے اپنے جسم پر لیتے۔ اس طرح اِن کے جسم میں تیر پیوست ہوتے رہے۔ آخر تیروں کے زخموں سے نڈھال ہو کر زمین پر گر پڑے اور وہ اس وقت کہہ رہے تھے:

"خدایا! اس باغی و طاغی، سرکش اور ظالم قوم پر قومِ عاد و ثمود کی طرح لعنت فرما۔ اے میرے اللہ! میرا سلام اپنے پیغمبر تک پہنچا اور تیروں کی

وجہ سے جو میرے جسم میں درد و تکلیف ہے اور جو میرے جسم پر زخم لگے ہیں اُن سے آپؑ کو آگاہ فرما کیونکہ میری زندگی کا مقصد رسولؐ کی آل و اولاد کی نصرت و حمایت کرنا ہے اور میرا مقصود تیری رضا و خوشنودی کا حصول ہے"۔

اس طرح جناب سعیدؓ میدانِ جنگ سے خلد بریں کی طرف کوچ کر گئے۔ اللہ ان پر اپنی رحمت نازل کرے جب ان کے زخموں سے چور چور بدن کا مشاہدہ کیا گیا تو آپ کے بدن پر تیروں، تلواروں اور نیزوں کے زخموں کے علاوہ ۱۳ تیروں کے پھل جسم میں پیوست پائے گئے۔

مثیر الاحزان: حَضَرَتْ صَلَاةُ الظُّهْرِ. فَأَمَرَ [الْحُسَيْنُ] عليه السلام لِزُهَيْرِ بْنِ الْقَيْنِ وَسَعِيدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْحَنَفِيِّ أَنْ يَتَقَدَّمَا أَمَامَهُ بِنِصْفِ مَنْ تَخَلَّفَ مَعَهُ. وَصَلَّى بِهِمْ صَلَاةَ الْخَوْفِ بَعْدَ أَنْ طَلَبَ مِنْهُمُ الْفُتُورَ عَنِ الْقِتَالِ لِأَدَاءِ الْفَرْضِ

قَالَ ابْنُ حُصَيْنٍ: إِنَّهَا لَا تُقْبَلُ مِنْكَ

قَالَ حَبِيبُ بْنُ مُظَاهِرٍ: لَا يُقْبَلُ مِنْ آلِ رَسُولِ اللهِ وَ أَنْصَارِهِمْ وَتُقْبَلُ مِنْكَ وَأَنْتَ شَارِبُ الْخَمْرِ؟!

وَقِيلَ: صَلَّى الْحُسَيْنُ عليه السلام وَأَصْحَابُهُ فُرَادَىٰ بِالْإِيمَاءِ. وَقَاتَلَ زُهَيْرٌ قِتَالًا شَدِيدًا حَتَّىٰ قُتِلَ

مثیر الاحزان میں روایت ہے کہ جب نماز ظہر کا وقت ہوا تو حضرت امام حسین علیہ السلام نے حضرت زُہیر بن قینؓ اور حضرت سعید بن عبداللہ حنفیؓ کو حکم دیا کہ وہ اُن کے آگے کھڑے ہو جائیں۔ آپؑ نے اُن کے ہمراہ نماز خوف پڑھی حالانکہ دشمن سے جنگ بندی کا سوال کیا گیا تھا۔ اُن کے ایک فرد ابنِ حصین نے کہا تھا: "تمھاری نماز قبول نہیں ہے"۔

حضرت حبیب بن مظاہرؓ نے اُس سے کہا تھا: کیا آلِ رسولؐ اور اُن کے اصحاب کی نماز قبول نہیں ہے اور تمھاری نماز قبول ہے۔ ہوش کے ساتھ بات کر، تم تو شرابی ہو؟

ایک قول ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام اور آپؑ کے اصحاب نے اشاروں کے ساتھ

فرادیٰ نماز ادا کی تھی۔ اس دوران حضرت زُہیر بن قینؓ نے شدید جنگ کی۔ آخرکار آپ دشمن کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ ①

ارشاد میں روایت ہے کہ میدانِ کربلا میں خون ریزی اور قتال وکشت شدت کے ساتھ ہوا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کے بہت سے اصحاب شہید ہوئے اور باقی زخمی ہوئے۔ جب زوال کا وقت ہوا تو امامؑ نے اپنے اصحاب کے ساتھ نمازِ خوف پڑھی۔ ②

نمازِ خوف کی کیفیت

تمام روایات اس امر میں متفق ہیں کہ یومِ عاشورا حضرت امام حسین علیہ السلام نے نمازِ ظہر جماعت کے ساتھ ادا کی اور نمازِ خوف کی صورت میں پڑھی۔ نمازِ خوف نمازِ مسافر کی طرح ہوتی ہے چاہے فرادیٰ پڑھی جائے یا جماعت کے ساتھ پڑھی جائے۔ جب نمازِ خوف جماعت کے ساتھ پڑھی جائے تو اس کا طریقہ درج ذیل ہے:

مجاہدین دو حصوں میں تقسیم ہو جاتے ہیں: پہلا حصہ امام کے ساتھ پہلی رکعت ادا کرتا ہے۔ امام پہلی رکعت کی انتہا کے بعد اس قدر انتظار کرتا ہے کہ ماموین دوسری رکعت فرادیٰ ادا کرلیں اور پھر تیزی کے ساتھ میدانِ قتال میں آکر اپنا عسکری فریضہ ادا کریں۔ اس دوران دوسرا حصہ جنگ چھوڑ کر امام کے پیچھے آکر اپنی پہلی رکعت امام کے ساتھ ادا کرتا ہے۔ اُس

---

① مثیر الاحزان: ص ۶۵

② ارشاد: ج ۲، ص ۱۰۵؛ اعلام الوریٰ: ج ۱، ص ۴۶۳؛ المناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۱۰۳؛ انساب الاشراف: ج ۳، ص ۲۰۳؛ المنتظم: ج ۵، ص ۳۴۰

معالی السبطین میں ہے کہ جب یومِ عاشورا زوال ہوا تو فرزندِ رسولؐ نے جس طرح ممکن تھا نمازِ ظہر ادا کی لیکن نمازِ عصر اس صورت میں ادا نہ ہو سکی۔ آپؑ نے اس طرح نماز ادا کی کہ نہ اس طرح کسی نے پہلے پڑھی تھی اور نہ بعد میں۔ آپؑ کا وضو آپؑ کی پیشانی کے خون سے تھا۔ آپؑ کا رکوع گھوڑے کی زین کے قربوس پر جھکنا تھا۔ جب آپؑ کی پیشانی پر تیر لگا تھا۔ آپؑ کا سجدہ زینِ فرس سے زمین کی طرف آنا تھا۔ جب امام علیہ السلام زمین پر آئے تو آپؑ اپنی پیشانی خاک پر نہیں رکھ سکتے تھے کیونکہ آپؑ کی پیشانی ظالم کے پتھر لگنے کی وجہ سے زخمی تھی۔ اس لیے آپؑ نے اپنے دائیں رخسار کو زمین پر رکھا۔ پھر اُٹھ کر تشہد کی حالت میں بیٹھے اور اپنی گردن سے پیوست شدہ تیر کو نکالا۔ (معالی السبطین: ج ۱، ص ۲۲۲)

وقت امام کی دوسری رکعت ہوتی ہے۔

تفصیلات کے لیے کتب فقہ اور تفسیر کی طرف رجوع کریں۔

امام علیہ السلام کی اپنے اصحاب سے گفتگو

معانی الاخبار عن علی بن الحسین [زین العابدین] علیہ السلام: لَمَّا اشتَدَّ الأَمرُ بِالحُسَينِ بنِ عَلِيِّ بنِ أَبِي طَالِبٍ علیہ السلام، نَظَرَ إِلَيهِ مَن كَانَ مَعَهُ فَإِذَا هُوَ بِخِلَافِهِم، لِأَنَّهُم كُلَّمَا اشتَدَّ الأَمرُ، تَغَيَّرَت أَلوانُهُم، وَارتَعَدَت فَرائِصُهُم، وَوَجَبَت قُلُوبُهُم وَكَانَ الحُسَينُ علیہ السلام وَبَعضُ مَن مَعَهُ مِن خَصَائِصِهِ، تُشرِقُ أَلوانُهُم، وَتَهدَأُ جَوارِحُهُم وَتَسكُنُ نُفوسُهُم، فَقَالَ بَعضُهُم لِبَعضٍ: أُنظُروا، لَا يُبَالِي بِالمَوتِ!

فَقَالَ لَهُمُ الحُسَينُ علیہ السلام: صَبراً بَنِي الكِرَامِ، فَمَا المَوتُ إِلَّا قَنطَرَةٌ تَعبُرُ بِكُم عَنِ البُؤسِ وَالضَّرَّاءِ إِلَى الجِنَانِ الوَاسِعَةِ وَالنَّعيمِ، فَأَيُّكُم يَكرَهُ أَن يَنتَقِلَ مِن سِجنٍ إِلَى قَصرٍ؟ وَمَا هُوَ لِأَعدائِكُم إِلَّا كَمَن يَنتَقِلُ مِن قَصرٍ إِلَى سِجنٍ وَعَذَابٍ

إِنَّ أَبِي حَدَّثَنِي عَن رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: إِنَّ الدُّنيَا سِجنُ المُؤمِنِ وَجَنَّةُ الكَافِرِ وَالمَوتُ جِسرُ هٰؤُلَاءِ إِلَى جَنَّاتِهِم، وَجِسرُ هٰؤُلَاءِ إِلَى جَحِيمِهِم. مَا كَذَبتُ وَلَا كُذِبتُ

معانی الاخبار میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب میرے والد بزرگوار کو ہر طرف سے دشمن نے گھیر لیا اور مصائب و آلام میں اضافہ ہونے لگا تو آپؑ کے کچھ اصحاب کی حالت غیر ہونے لگی تھی۔ اُن کے چہروں کے رنگ اُڑنے لگے تھے، اُن کے اعضاء و جوارح میں لرزہ اور کپکپی طاری ہوگئی تھی، اُن کے دل ڈوبنے لگے تھے۔ اضطرار و اضطراب نے انھیں حیران و سرگردان کر دیا تھا۔ اِدھر فرزندِ رسولؐ اور آپؑ کے خاص اصحاب کی کیفیت یہ تھی

کہ جیسے جیسے جنگ میں شدت آرہی تھی اور وہ شہادت سے نزدیک ہو رہے تھے اُن کے چہروں کے رنگ نکھرتے چلے جا رہے تھے۔ اُن کے سکون و اطمینانِ قلب میں اضافہ ہو رہا تھا۔ ایسے معلوم ہوتا تھا جیسے وہ امن و امان کی ملکوتی، پُرانوار وادی میں ہر قسم کے خوف سے محفوظ و مامون ہوں۔ اصحاب یہ منظر اور غیر معمولی شجاعت و جرأت دیکھ کر حیرت و استعجاب کے سمندر میں گم تھے۔ وہ امام عالی مقامؑ کے ملکوتی اور ضوفشاں چہرے کی سمت اشارہ کر کے کہتے تھے: ''انھیں دیکھو! انھیں تو موت کی ذرہ برابر پرواہ نہیں ہے''۔

امام علیہ السلام نے اپنے اصحاب کا یہ جملہ سنا تو فرمایا: اے خاندانِ شرافت و نجابت کے عظیم الشان سپوتو! ان مصائب و شدائد کا مقابلہ صبر و تحمل سے کرو۔ سامنے جو تمھیں موت دکھائی دے رہی ہے یہ موت تو صرف ایک پُل ہے جس کے ذریعے تم مشکلات و شدائد سے گزر کر وسیع و عریض جنّت اور اُس کی لازوال نعمتوں تک پہنچنے والے ہو۔ تم میں سے کون ہے جسے یہ بات پسند نہ ہوگی کہ وہ ایک قید خانے سے نکل کر خوبصورت محل میں منتقل ہو جائے؟ یہ موت تمھارے دشمنوں کے لیے ایسے ہے جیسے اُنھیں کسی پُرتعیش محل سے نکال کر زندان اور عقوبت خانہ میں ڈال دیا جائے۔ میرے والد گرامی نے مجھ سے بیان کیا کہ اُنھوں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ دُنیا مومن کے لیے قید خانہ اور کافر کے لیے جنّت ہے اور موت ایک پُل ہے جو مومن کو جنّت میں اور کافر کو جہنّم میں پہنچا دیتی ہے۔ میں نہ جھوٹ بولتا ہوں اور نہ مجھے جھوٹ بتایا گیا ہے۔ (۱)

تاریخ دمشق میں بشر بن طاحہ (۲) سے، اُس نے ہمدان کے ایک شخص سے سنا، اُس نے کہا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اُس دن کی صبح کو ہم سے خطاب کیا کہ جس دن آپؑ کو شہید کر دیا گیا تھا۔ سب سے پہلے آپؑ نے اللہ ربّ العزت کی حمد و ثنا بیان کی، اس کے بعد فرمایا:

''اے بندگانِ خدا! اللہ سے ڈرو۔ دُنیا اور اُس کی کثافتوں اور آلودگیوں سے اپنا دامن بچا کر رکھو۔ اگر یہ دنیا کسی کے لیے ہمیشہ باقی رہنے والی

(۱) معانی الاخبار: ص ۲۸۸؛ اعتقادات: ص ۵۲؛ بحار الانوار: ج ۴۴، ص ۲۹۷

(۲) کفایۃ الطالب میں بشر بن طاحہ مذکور ہے۔

ہوتی اور کوئی دُنیا میں ہمیشہ باقی رہ سکتا تو انبیاء کرامؑ اُس کے سب سے زیادہ حق دار تھے۔ اور ان ہی کی رضا کے حصول کے لیے ایسا کرنا بہتر تھا اور یہی حکم انتہائی پسندیدہ ہوتا مگر حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دُنیا کو فنا کے لیے تخلیق کیا۔ اس کی ہر جدید چیز جلد بوسیدگی کا شکار ہونے والی ہے۔ اس کی ہر نعمت ضائع و زائل اور برباد ہو جانے والی ہے۔ اس کی خوشیاں اور شادمانیاں غم و حسرت میں بدل جانے والی ہیں۔ یہ پست و عارضی مسکن ہے۔ اس سے زادِ آخرت کا انتظام کرلو۔ بہترین زادِ آخرت تقویٰ ہے۔ اللہ سے ڈرو، شاید ابدی فلاح پالو"۔ ①

الخرائج والجرائح عن جابر عن أبي جعفر [الباقر] علیہ السلام: قَالَ الحُسَينُ بنُ عَلِيٍّ علیہ السلام لِأَصحَابِهِ قَبلَ أَن يُقتَلَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ قَالَ: يَا بُنَيَّ! إِنَّكَ سَتُسَاقُ إِلَى العِرَاقِ، وَهِيَ أَرضٌ قَدِ التَقَى بِهَا النَّبِيُّونَ وَأَوصِيَاءُ النَّبِيِّينَ، وَهِيَ أَرضٌ تُدعَى "عمورا" وَإِنَّكَ تُستَشهَدُ بِهَا، وَيُستَشهَدُ مَعَكَ جَمَاعَةٌ مِن أَصحَابِكَ، لَا يَجِدُونَ أَلَمَ مَسِّ الحَدِيدِ، وَتَلَا: قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَى إِبْرَاهِيمَ، تَكُونُ الحَربُ عَلَيكَ وَعَلَيهِم بَرداً وَسَلَاماً فَأَبشِرُوا، فَوَاللهِ لَئِن قَتَلُونَا فَإِنَّا نَرِدُ عَلَى نَبِيِّنَا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

الخرائج والجرائح میں حضرت جابرؓ سے روایت ہے، اُنھوں نے کہا کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے فرمایا: یومِ عاشورا حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے خطاب کیا: ایک دن میں اپنے نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں موجود تھا۔ آپؐ نے مجھ سے فرمایا:

اے میرے پیارے فرزند! ایک زمانہ آئے گا آپ کو عراق جانا پڑے گا۔ وہاں ایک سرزمین ہے جس پر تمام انبیاءؑ اور اُن کے اوصیاء اپنے اپنے زمانے میں گئے تھے۔ اس زمین کا

① تاریخ دمشق: ج ۱۴، ص ۲۱۸

نام "عمورا" ہے۔ وہاں آپ کو اور آپؑ کے اصحاب کو شہید کر دیا جائے گا۔ جب دشمن تم پر اور تمھارے اصحاب پر تلواروں، تیروں اور نیزوں سے حملہ آور ہوں گے تو اُن کے ہتھیاروں سے تمھیں اور تمھارے اصحاب کو کوئی درد و تکلیف نہ ہوگی۔ پھر آپؑ نے سورۂ انبیاء کی آیت ۶۹ پڑھی: "اے آگ! ابراہیمؑ پر گلزار ہوجا"۔ وہ جنگ آپؑ پر اور آپؑ کے انصار پر اس طرح گلزار ہوجائے گی کہ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام پر گلزار ہوگئی تھی۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے میرے اصحاب! تمھیں بشارت ہو جب ہم اپنے دشمن کے ہاتھوں سے مارے جائیں گے تو فوراً اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں پہنچ جائیں گے۔ ①

الامالی لشجری عن حسین بن زید بن علی عن آبائہ علیہم السلام: إِنَّ الْحُسَيْنَ بنَ عَلِيٍّ علیہ السلام خَطَبَ يَوْمَ أُصِيبَ. فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، وَقَالَ: الحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي جَعَلَ الآخِرَةَ لِلْمُتَّقِينَ . وَالنَّارَ وَالعِقَابَ عَلَى الكَافِرِينَ. وَإِنَّا وَاللهِ مَاطَلَبْنَا فِي وَجهِنَا هٰذَا الدُّنيَا. فَنَكُونَ الشَّاكِّينَ فِي رِضْوَانِ رَبِّنَا. فَاصبِرُوا فَإِنَّ اللهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقُوا. وَدَارُ الآخِرَةِ خَيرٌ لَكُم. فَقَالُوا: بِأَنفُسِنَا نَفدِيكَ. فَقَالَ الحُسَينُ بنُ زَيدِ بنِ عَلِيٍّ: فَكَانُوا. وَاللهِ يُبَادِرُونَهُ إِلَى القِتَالِ. حَتَّى مَضَوا بَينَ يَدَيهِ. فَيَحتَسِبُهُم وَيَستَغفِرُ لَهُم

امالی شجری میں حسین بن زیدؓ بن علیؑ سے روایت ہے، آپ نے اپنے آباء سے سنا تھا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے یومِ عاشورا اپنے اصحاب سے خطاب کیا۔ سب سے پہلے آپؑ نے اللہ رب العزت کی حمد و ثنا بیان کی۔ اس کے بعد فرمایا: ستائش و تعریف اُس ذات کے لیے

---

① الخرائج والجرائح: ج ۲، ص ۸۴۸؛ مختصر بصائر الدرجات: ص ۳۶ و ۵۰؛ بحار الانوار: ج ۴۵، ص ۸۰
اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ فرزندِ رسولؐ اور آپؑ کے اہلِ بیتؑ کے جوان اور اصحاب عشقِ الٰہی میں اس قدر ڈوبے ہوئے تھے کہ اُنھیں نہ موت سے خوف تھا اور نہ تلواروں اور نیزوں کی فکر تھی۔ زنانِ مصر کے ہاتھ چھریوں سے کٹ رہے تھے لیکن وہ حضرت یوسفؑ کے حُسن و جمال کے دیدار میں اس طرح غرق تھیں کہ انھیں درد کا احساس تک نہ تھا۔ اِدھر کربلا والے جمالِ الٰہی میں مستغرق تھے اس لیے موت کا استقبال کر رہے تھے۔ (مترجم)

ہے کہ جس نے آخرت متقین کے لیے بنائی ہے۔ عقاب و عذاب جہنم کافروں کے لیے بنایا۔ واللہ! ہم نے اس دنیا سے اپنے لیے کچھ بھی طلب نہیں کیا۔ ہم نے اپنے ربّ کی رضا و رضوان کو پیش نظر رکھا۔ وہ جو چاہے فیصلہ کرے۔ صبر سے کام لیجیے۔ اللہ ربّ العزت ان بندوں کے ساتھ ہے جو صاحب تقویٰ ہیں۔ تمھارے لیے آخرت کا گھر بہترین گھر ہے۔

اصحاب نے جواب دیا: ہم آپؑ پر اپنی جانیں فدا کرنے والے ہیں۔

جناب حسین بن زیدؓ بن حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کا بیان ہے: واللہ! اصحابِ حسینؑ میدانِ جنگ میں جانے کے لیے ایک دوسرے پر سبقت رکھتے تھے۔ ایک ایک کر کے امامؑ کے سامنے میدانِ جنگ میں گئے۔ امامؑ نے اُن میں سے ہر ایک کے لیے دُعائے استغفار فرمائی۔ [1]

وداعی سلام

المناقب لابن شهر آشوب: كَانَ كُلُّ مَنْ أَرَادَ الخُرُوجَ وَدَّعَ الحُسَيْنَ عليه السلام، وَقَالَ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَابْنَ رَسُولِ اللهِ. فَيُجِيبُهُ: وَعَلَيْكَ السَّلَامُ وَنَحْنُ خَلْفَكَ. وَيَقْرَأُ: فَمِنْهُمْ مَنْ قَضَى نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ

مناقب ابنِ شہر آشوب میں روایت ہے کہ جب کوئی مجاہد میدانِ جنگ کی طرف جہاد کے لیے روانہ ہوتا تھا تو وہ حضرت امام حسین علیہ السلام سے وداع کرتا اور آپؑ کی خدمت میں اس طرح سلام کرتا: اے فرزند رسولؐ! سلام۔ آپؑ جواب میں فرماتے: آپ پر سلام، ہم تمھارے پیچھے آ رہے ہیں۔ اس کے بعد سورۂ اُحزاب کی آیت ۲۳ کی تلاوت فرماتے۔ [2]

مقتل الحسين للخوارزمي: كَانَ يَأْتِي الحُسَيْنَ عليه السلام الرَّجُلُ بَعْدَ الرَّجُلِ، فَيَقُولُ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَابْنَ رَسُولِ اللهِ فَيُجِيبُهُ الحُسَيْنُ عليه السلام: وَعَلَيْكَ السَّلَامُ، وَنَحْنُ خَلْفَكَ، وَيَقْرَأُ: فَمِنْهُمْ

---

[1] امالی شجری: ج ۱، ص ۱۶۰

[2] تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۳۶؛ الکامل فی التاریخ: ج ۲، ص ۵۶۶؛ المنتظم: ج ۵، ص ۳۳۹

مَّن قَضٰى نَحْبَهُ وَمِنْهُم مَّن يَنْتَظِرُ ثُمَّ يَحْمِلُ فَيُقْتَلُ، حَتّٰى قُتِلُوا عَنْ آخِرِهِمْ رِضْوَانُ اللهِ عَلَيْهِم، وَلَمْ يَبْقَ مَعَ الْحُسَيْنِ إِلَّا أَهْلُ بَيْتِهِ

مقتل الحسینؑ خوارزمی میں روایت ہے، حضرت امام حسین علیہ السلام کے بعد ایک مجاہد کے بعد دوسرا مجاہد آتا اور عرض کرتا: اے فرزند رسولؐ! میرا اسلام۔

امام علیہ السلام اس کے جواب میں فرماتے: تم پر میرا اسلام۔ ہم تمھارے پیچھے آنے والے ہیں۔

اس کے بعد سورۂ احزاب کی آیت ۲۳ تلاوت کرتے۔ وہ جوان میدانِ جنگ میں جاتا، دشمن پر حملہ کرتا اور شہید ہو جاتا۔ اس طرح اصحابِ حسینؑ ایک ایک کر کے بارگاہِ اقدس میں پہنچے۔ آخرکار فرزند رسولؐ کے پاس صرف اہلِ بیتؑ بچ گئے۔ ①

البداية والنهاية عن محمد بن قيس: أَتَاهُ أَصْحَابُهُ مَثْنٰى وَفُرَادٰى يُقَاتِلُونَ بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُوَ يَدْعُوا لَهُمْ، وَيَقُولُ: جَزَاكُمُ اللهُ أَحْسَنَ جَزَاءِ الْمُتَّقِيْنَ! فَجَعَلُوا يُسَلِّمُوْنَ عَلَى الْحُسَيْنِ، وَيُقَاتِلُونَ حَتّٰى يُقْتَلُوا

البدایہ والنہایہ میں محمد بن قیس سے روایت ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے اصحاب ایک ایک، دو دو آتے اور اجازت لے کر میدانِ جنگ میں جاتے، دشمن سے قتال کرتے۔ اِدھر امامؑ اُن کے حق میں اس طرح دُعا کرتے: اللہ ربّ العزت تمھیں وہ جزا عطا کرے جو صاحبانِ تقویٰ کی احسن جزا ہے۔ وہ امامؑ کو سلام کرتے اور سپاہ ابنِ سعد سے جنگ کرتے ہوئے شہید ہو جاتے۔ ②

اہلِ کوفہ کے بوڑھوں کی بوڑھی دُعا

تاريخ الطبری عن سعد بن عبيدة: إِنَّ أَشْيَاخًا مِنْ أَهْلِ

---

① مقتل الحسینؑ خوارزمی: ج ۲، ص ۲۵

② تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۳۶؛ الکامل فی التاریخ: ج ۲، ص ۵۶۶؛ المنتظم: ج ۵، ص ۳۳۹

الكُوفَةِ لَوُقوفٌ عَلَى التَّلِّ يَبكُونَ ، وَيَقُولُونَ: اللّٰهُمَّ أَنزِل نَصرَكَ. قَالَ: قُلتُ: يَا أَعدَاءَ اللهِ! أَلَا تَنزِلُونَ فَتَنصُرُونَهُ

تاریخ طبری میں سعد بن عبیدہ سے مروی ہے کہ میں نے کوفہ کے باہر ایک بلند ٹیلے پر کوفہ کے بہت سے بوڑھوں کو جمع پایا۔ وہ سب رو رہے تھے اور یہ دُعا مانگ رہے تھے: اے اللہ! تو اپنی نصرت نازل کر۔ میں اُن کے قریب گیا اور اُن سے کہا: اے دشمنانِ خدا! دُعائیں تو مانگ رہے ہو، ان دُعاؤں سے کام نہیں چلتا، گھروں سے نکلتے کیوں نہیں ہو، تاکہ اُن (امام حسینؑ) کی نصرت کرو۔ [1]

یومِ عاشورا فرزندِ رسولؐ کی آخری ملکوتی دُعا

مصباح المتهجد عن أبي عبدالله الحسين بن علي بن سفيان البزوفري: آخِرُ دُعَاءٍ دَعَا بِهِ [الإمَامُ الحُسَينُ] عليه السلام يَومَ كُوثِرَ ، اللّٰهُمَّ [أنتَ] مُتَعَالِي المَكَانِ عَظِيمُ الجَبَرُوتِ ، شَدِيدُ المِحَالِ، غَنِيٌّ عَنِ الخَلَائِقِ، عَرِيضُ الكِبرِيَاءِ، قَادِرٌ عَلَى مَا تَشَاءُ، قَرِيبُ الرَّحمَةِ ، صَادِقُ الوَعدِ، سَابِغُ النِّعمَةِ ، حَسَنُ البَلَاءِ، قَرِيبٌ إِذَا دُعِيتَ، مُحِيطٌ بِمَا خَلَقتَ ، قَابِلُ التَّوبَةِ لِمَن تَابَ إِلَيكَ قَادِرٌ عَلَى مَا أَرَدتَ ، وَمُدرِكٌ مَا طَلَبتَ وَشَكُورٌ إِذَا شُكِرتَ، وَذَكُورٌ إِذَا ذُكِرتَ أَدعُوكَ مُحتَاجًا ، وَأَرغَبُ إِلَيكَ فَقِيرًا ، وَأَفزَعُ إِلَيكَ خَائِفًا ، وَأَبكِي إِلَيكَ مَكرُوبًا، وَأَستَعِينُ بِكَ ضَعِيفًا ، وَأَتَوَكَّلُ عَلَيكَ كَافِيًا، أُحكُم بَينَنَا وَبَينَ قَومِنَا ، فَإِنَّهُم غَرُّونَا وَخَدَعُونَا وَخَذَلُونَا ، وَغَدَرُوا بِنَا وَقَتَلُونَا ، وَنَحنُ عِترَةُ نَبِيِّكَ، وَوُلدُ حَبِيبِكَ مُحَمَّدِ بنِ عَبدِ اللهِ الَّذِي اصطَفَيتَهُ بِالرِّسَالَةِ، وَائتَمَنتَهُ عَلَى وَحيِكَ

---

[1] تاریخ طبری: ج۵، ص ۳۹۲

فَاجْعَلْ لَنَا مِنْ أَمْرِنَا فَرَجًا وَمَخْرَجًا، بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ

مصباح المتہجد میں ابوعبداللہ الحسین بن علی بن سفیان البزوفری سے روایت ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے یوم عاشورا آخری دُعا یہ مانگی:

''خدایا! اے صاحب عزت وعظمت! اے ارفع و اعلیٰ! اے بلند مرتبت! اے عالی و متعالی آقا و مولا! اے عظیم طاقت وقوت کے مالک! اے غنی و بے نیاز! اے وسیع و عریض کبریائی کے مالک! تیری مشیت کے سامنے کائنات سرنگوں ہے۔ تیرے امر اور تیری چاہت کی سلطانی و حکمرانی ہے۔ تیری رحمت تیرے بندوں کے بہت قریب ہے۔ عہد و پیمان تیری صداقت تسلیم و مسلّم ہے۔ اکناف و آفاق، ارض و سما، مشرق و مغرب پر تیری نعمات کے بادل ہر وقت برس رہے ہیں۔ جس طرح تُو حسین و احسن اسی طرح تیرے امتحان احسن و اجمل۔ جب کوئی غموں کا ستایا ہوا، مصائب و آلام میں اُلجھا ہوا تجھے مدد کے لیے پکارتا ہے تو وہ تجھے اپنے قریب پاتا ہے۔ تیری تمام مخلوق تیرے ید قدرت کی مٹھی میں ہے۔ کسی کو تجھ سے مفر نہیں ہے۔ تُو نے ہر وقت اپنے بندوں پر توبہ کے دروازے کھول رکھے ہیں۔ جو تیری بارگاہ میں آتا ہے تو اُس کی خطاؤں کو معاف کر کے اپنی بارگاہ میں جگہ دے دیتا ہے۔ بس مرید تو ہی ہے، تیرے ارادوں کے سامنے تمام ارادے بے بس ہیں تو جو ارادہ کرتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے۔ جب کسی چیز کا تو طالب ہوجائے تو وہ مطلوب بن کر تیرے سامنے سجدہ ریز ہوجاتی ہے۔ جب کوئی بندہ اپنے دل میں تیری یادیں بسا کر تیرا شکر ادا کرے تو تُو اس کے شکر کو قبولیت کے دامن میں جگہ دیتا ہے۔ جب کوئی تیرا ذکر کرتا ہے تو تُو اس ذاکر کو اپنی بارگاہ میں مذکور کر دیتا ہے۔

بارِ الٰہا! میری طرف دیکھ، میری ضرورت و احتیاج پر نگاہ کر۔ میرے مصائب و آلام تیرے سامنے ہیں۔ میں تجھے اس حال میں پکار رہا ہوں۔

مجھے تیری نصرت و معاونت کی ضرورت ہے۔ میں خائف و خوف زدہ ہوں۔ میں تیری پناہ چاہتا ہوں۔ میں محزون و مغموم، مظلوم و مکروب ہوں۔ میرے آہ و بکا کو سن، میری آنکھیں ساون کے بادل کی طرح برس رہی ہیں۔ میں ضعیف و کمزور کر دیا گیا ہوں۔ اس تنہائی و بے سروسامانی اور کمزوری کے عالم میں تجھ سے مدد و معاونت کا طالب ہوں۔ تیری ذات پر میرا انحصار ہے۔ تو میرے لیے کافی و وافی ہے۔

بارِ الٰہا! ہمارے اور ہماری اس قوم کے درمیان تُو ہی فیصلہ کر دے۔ ان مکروفریب کے پیکروں نے ہمیں دھوکہ و فریب دیا۔ جب ہم اُن کے پاس آئے تو اُنھوں نے ہمیں بے یارومددگار چھوڑ دیا۔ ہمارے ساتھ غدر و غداری کی، عہد و پیمان توڑ ڈالے، ہم سے برسرِ پیکار آئے۔ ہمارے جوانوں کو قتل کیا۔ ہم تیرے نبیؐ کی ذریت و عترت ہیں۔ تیرے حبیب حضرت محمد ﷺ کی اولاد ہیں جنھیں تُو نے اپنی رسالت کے لیے منتخب کیا اور اپنی وحی کا امین و امانت دار بنایا۔ خدایا! ہماری نصرت و معاونت فرما اور راہِ نجات پیدا فرما۔ اے مرکز و محورِ رحمت! اے رحیم و رحمٰن بادشاہ! تیری رحمت کائنات سے واسع ہے"۔ (1)

(1) مصباح المتہجد: ص ۸۲۷؛ المزار الکبیر: ص ۳۹۹؛ اقبال: ج ۳، ص ۳۰۳؛ المصباح الکفعمی: ص ۷۲۰؛ البلد الامین: ص ۱۸۵؛ بحار الانوار: ج ۱، ص ۳۳۸

فصل سوم

مقتل اصحابِ حسینؑ

اصحابِ حسینؑ کے خصائص وفضائل

اس فصل میں انصارِ حسینؑ کی شہادت تفصیل سے پیش کی گئی ہے کہ اُنھوں نے میدانِ جنگ میں کس طرح اپنی پامردی اور شجاعت کے جوہر دکھائے اور کس طرح اپنی جانثاری و وفاداری تاریخ کے اَوراق میں ثبت کرائی لیکن سب سے پہلے ہم اُن کی شخصیات وصفات کا مطالعہ کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ آئیں اور اُن کی صفات وخصوصیات کا مطالعہ کریں۔

افضل ترین اصحاب

تاریخ کے معتبر مصادر کی مستند روایات میں موجود ہے کہ محرم کی نو تاریخ کا سورج غروب ہوگیا تھا۔ غروبِ آفتاب کے بعد فرزندِ رسولؐ نے اپنے اصحاب سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

فَاِنِّي لَا اَعْلَمُ لِي اَصْحَابًا اَوْفٰى وَلَا خَيْرًا مِنْ اَصْحَابِي

''میں نہیں جانتا کہ جیسے اصحابِ باوفا وجانثار، و بہتر وبرتر، ارفع و اعلیٰ مجھے ملے ہیں کسی اور کو ملے ہوں''۔

ایک اور روایت کے الفاظ ہیں:

فَاِنِّي لَا اَعْلَمُ اَصْحَابًا اَوْلٰى وَلَا خَيْرًا مِنْ اَصْحَابِي

''میں اپنے اصحاب سے اولیٰ و اعلیٰ کسی اور کے اصحاب کو نہیں جانتا۔ جیسے پُروقار وجانثار اصحاب مجھے ملے وہ کسی اور کو نہیں ملے''۔

ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں:

إِنِّي لَا أَعْلَمُ أَصْحَابًا خَيْرًا مِنْ أَصْحَابِي

"میں نے تاریخ آدم کو اچھی طرح سے دیکھا ہے جس طرح میں نے اپنے اصحاب کو خیر و خیرات پر پایا کسی اور کے اصحاب کو نہیں پایا"۔ ①

یہ تمام احادیث دلالت کرتی ہیں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے اصحاب اُس دور کے کامل ترین انسان تھے، جو کمال اُنھیں حاصل تھا وہ کسی اور کو حاصل نہ تھا۔ آئیں زیارتِ رجبیہ پر ایک نظر کرتے ہیں:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَيُّهَا الرَّبَّانِيُّوْنَ . اَنْتُمْ خِيَرَةُ اللهِ . اُخْتَارَكُمُ اللهُ لِاَبِيْ عَبْدِ اللهِ

"اے اصحابِ ربانی! آپ پر سلام، آپ اللہ ربّ العزت کی افضل اور خاص مخلوق ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے تمھیں حضرت امام حسین علیہ السلام کے لیے منتخب کیا"۔ ②

اسی طرح زیارتِ ناحیہ مقدسہ میں آیا ہے:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا خَيْرَ اَنْصَارٍ

"اے بہترین جانثار و انصار! آپ پر سلام"۔ ③

ایمان و یقین کی بلندیاں

اصحابِ حسینؑ نے شبِ عاشور فرزندِ رسولؐ کے حضور جو تقاریر کی تھیں وہ اس امر کی دلیل

---

① یہ الفاظ مختلف صورتوں میں موجود ہیں: اللهم انی لا اعرف... ولا اصحابًا هم خير من اصحابي (امالی صدوق: ص ۲۲۰) فانی لا اعلم اصحابًا خیرًا منکم (لہوف: ص ۱۵۱) انی لا اعلم اصحابًا اصح منکم (الفتوح: ج ۵، ص ۹۵) ہذا موسوعہ، ص ۲۶۔

استاذ شہید علامہ مطہری نے اپنے ہاں لکھا ہے کہ یہ مذکورہ عبارات اس امر پر دال ہیں کہ اصحابِ حسینؑ، اصحابِ نبیؐ، اصحابِ امام علیؑ اور باقی تمام انبیاءؑ کے اصحاب سے افضل ہیں۔ (حماسہ حسینی کا مطالعہ ضروری ہے)

② موسوعہ امام حسینؑ: جلد ۸، ص ۱۶۷

③ موسوعہ امام حسینؑ، جلد ۸، ص ۲۳۰

ہیں کہ وہ ایمان و یقین اور کمالاتِ انسانی کی اُن بلندیوں پر تھے جن تک غیر معصوم کی رسائی ممکن ہی نہیں ہے۔

حضرت سعید بن عبداللہ حنفیؓ نے امام علیہ السلام سے مخاطب ہو کر عرض کیا تھا:

وَاللهِ لَوْ عَلِمْتُ اَنِّیْ اُقْتَلُ .ثُمَّ اُحیا .ثُمَّ اُحْرَقُ حَیًّا .ثُمَّ اُذَرُّ، یُفْعَلُ ذٰلِكَ بِیْ سَبْعِیْنَ مَرَّةً مَا فَارَقْتُكَ حَتّٰی اَلْقٰی حِمَامِیْ دُوْنَكَ .فَكَیْفَ لَا اَفْعَلُ ذٰلِكَ! وَ اِنَّمَا هِیَ قَتْلَةٌ وَاحِدَةٌ ثُمَّ الْكَرَامَةُ الَّتِیْ لَا انْقِضَاءَ لَهَا اَبَدًا؛

"واللہ! اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ مجھے قتل کیا جائے گا پھر زندہ کیا جائے گا پھر مجھے جلایا جائے گا اور میری خاکستر فضا میں اُڑا دی جائے گی۔ اس طرح یہ عمل ستر مرتبہ دُہرایا جائے گا۔ پھر بھی مَیں آپؑ کی رفاقت کو نہیں چھوڑوں گا۔ آپؑ کی ہمراہی میں قتل ہونا پسند ہے حالانکہ صرف ایک دفعہ قتل ہونا ہے۔ اس کے بعد تو مجھے عزت و کرامت نصیب ہوتی ہے۔ عزت بھی وہ ملنے والی ہے جو ابدی اور سرمدی ہے"۔

اسی طرح کی گفتگو حضرت زُہیر بن قینؓ نے کی تھی:

وَاللهِ لَوَدِدْتُ اَنِّیْ قُتِلْتُ حَتّٰی اُقْتَلَ كَذَا اَلْفَ قَتْلَةٍ، وَاَنَّ اللهَ یَدْفَعُ بِذٰلِكَ الْقَتْلَ مَن نَفْسِكَ وَمَنْ اَنْفُسِ هٰؤُلَاءِ الْفِتْیَةِ مِن اَهْلِ بَیْتِكَ

"اللہ کی قسم! مجھے ہزار بار قتل کیا جائے اور ہزار بار زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں تو مجھے یہ قبول ہے کہ اللہ ربّ العزت آپؑ کو اور آپؑ کے بھائیوں، بھتیجوں، بھانجوں اور رشتہ داروں کو قتل سے محفوظ رکھے"۔

یہ گفتگو اُن لوگوں کی ہے جو خود مختار تھے۔ وہ مجبور نہ تھے۔ وہ امامؑ کی طرف سے آزاد تھے۔ اُن کے سامنے راستے کھلے تھے۔ وہ فرزند رسولؐ کو چھوڑ کر اپنی جانیں بچا سکتے تھے۔ لیکن انھوں نے جو کہا اُسے کر کے دکھایا۔ اِن باتوں سے یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ یہ لوگ اپنے

ایمان وایقان میں مستحکم تھے اور وہ نورِ یقین کے سائے میں اپنی حقیقی منزل کی طرف رواں دواں تھے۔

غیبی حقائق کا نظارہ

مستند روایات سے ثابت ہے کہ اصحابِ حسینؑ نے شبِ عاشورا جنت میں اپنے محلات کا نظارہ کیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ صبح عاشورا میدانِ جنگ میں جانے کے لیے ایک دوسرے پر سبقت لے رہے تھے۔ ہر آدمی اپنے ساتھی سے کہتا تم ٹھہرو پہلے مجھے جانے دو تاکہ میں دشمن سے جنگ کر کے بہشت بریں میں داخل ہو جاؤں۔ اُن کا جذبہ وشوق واشتیاق دیدنی تھا۔

جناب محمد بن عمارہ کا بیان ہے کہ میں نے ایک دفعہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی بارگاہ میں سوال کیا کہ اس کی کیا وجہ تھی کہ جنگِ کربلا میں اصحابِ حسینؑ ایک دوسرے پر سبقت لے رہے تھے۔

امام علیہ السلام نے اُن کے جواب میں فرمایا:

اِنَّهُمْ كُشِفَ الْغِطَاءُ حَتّٰى رَأَوْا مَنَازِلَهُمْ مِنَ الْجَنَّةِ

"اُن سے حجابات اُٹھا دیے گئے تھے۔ اُنھوں نے بہشت میں اپنے محلات دیکھ لیے تھے"۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت ہے: شبِ عاشورا امام علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے فرمایا تھا کہ وہ سب چلے جائیں تاکہ اُن کی جانیں بچ جائیں۔ انھوں نے انکار کر دیا تھا۔ امام علیہ السلام نے تاکیداً کہا۔ پھر بھی اُنھوں نے کہا: یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ وہ اپنے امام علیہ السلام کو دشمن کے حوالے کر کے خود چلے جائیں۔ اس کے بعد امام علیہ السلام نے اُن سے فرمایا تھا:

"کل ہر صورت تم شہید کر دیے جاؤ گے۔ تم میں سے کوئی فرد نہیں بچے گا۔

انھوں نے یک زبان ہو کر کہا: الحمد للہ! اُس ذات کی قسم! آپؑ کے ساتھ ہمیں قتل ہونے کا شرف بخشا ہے"۔

اس کے بعد امام علیہ السلام نے اُنھیں بلایا اور کہا: اپنے سروں کو اُوپر اُٹھاؤ اور دیکھو۔ تو اُس

وقت انھوں نے جنت میں اپنے محلات کا نظارہ کیا تھا۔ اُس وقت آپؑ اُن سے کہہ رہے تھے:

''اے فلاں! اِدھر دیکھو وہ تیرا محل ہے۔ دوسرے سے کہتے اُدھر دیکھو وہ تمھارا گھر ہے۔ اے فلاں! اپنے درجات کی طرف دیکھو جو اللہ ربّ العزت نے تجھے عطا کیے ہیں''۔

یہی وجہ تھی کہ صبحِ عاشورا حسینیؑ مجاہد میدانِ جنگ کی طرف جاتا، نیزے اور تلواریں اپنے سینے پر کھاتا۔ اُس کے چہرے پر تیر لگ رہے ہوتے تھے وہ پھر بھی اُن کی پرواہ نہ کرتا۔ وہ چاہتا تھا کہ دشمن کا مقابلہ کرکے اور حقِ مسئولیت ادا کرکے جنت میں اپنے محل میں داخل ہو جائے۔

حسینیؑ انصار ایمان کی بلند و بالا چوٹی پر فائز تھے۔ شدائد و حوادث کے باوجود وہ پُرسکون تھے۔ جوں جوں دشمن کا حصار اُن پر تنگ ہو رہا تھا اور اُن کی شہادت کے لمحات قریب سے قریب تر ہو رہے تھے اُن کے چہروں کی رونق میں اضافہ ہو رہا تھا۔

حضرت امام سجاد علیہ السلام فرماتے ہیں:

كَانَ الْحُسَيْنُ وَبَعْضُ مَنْ مَعَهُ مِنْ خَصَائِصِهِ. تُشْرِقُ اَلْوَانُهُمْ وَتَهْدَأُ جَوَارِحُهُمْ وَتَسْكُنَ نُفُوْسُهُمْ. فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ اُنْظُرُوْا لَا يُبَالِي بِالْمَوْتِ

''سبطِ رسولؐ حضرت امام حسین علیہ السلام اور آپؑ کے خاص اصحاب کی حالت یہ تھی جوں جوں مصائب و آلام میں اضافہ ہو رہا تھا اسی طرح اُن کے چہروں پر نکھار آ رہا تھا۔ اُن کے چہروں کی چمک دمک بڑھ رہی تھی۔ اُن کے اعضاء و جوارح پُرسکون تھے۔ اُن کے قلوب میں اطمینان کی وہ قوت و طاقت تھی کہ خوف اُن سے کوسوں دُور تھا۔ اُن میں سے بعض نے بعض سے کہا: اپنے رہبر کی طرف دیکھیے کہ آپؑ موت سے کس قدر بے پرواہ ہیں''۔

مثالی شہادت

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب یومِ عاشورا انصارانِ حسینؑ میں سے

کچھ انصار درجۂ شہادت پر پہنچے تو امام علیہ السلام نے فرمایا:

قَتْلَانَا قَتْلَى النَّبِيِّينَ [1]

یعنی شہدائے کربلا کے وہی فضائل ہیں جو انبیاء علیہم السلام کے ساتھ لوگ شہید ہوئے تھے۔

شہداء کی سیادت

جس طرح حضرت امام حسین علیہ السلام کا لقب سید الشہداء ہے اسی طرح کربلا کے شہداء کائنات کے تمام شہداء کے سید و سردار ہیں۔ اس ضمن میں رسولِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث مبارکہ ہے:

نَصْرَةُ عِصَابَةٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ. أُولٰئِكَ مِنْ سَادَةِ شُهَدَاءِ أُمَّتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ

"مسلمانوں کی ایک جماعت (میرے فرزند حسینؑ کی) نصرت کرتے ہوئے شہید ہوگی۔ یہ لوگ قیامت کے دن میری اُمت کے تمام شہداء کے سردار کے لقب کے ساتھ محشور ہوں گے"۔

حضرت امام سجاد علیہ السلام کا فرمان ہے:

إِنَّ لِلْعَبَّاسِ عِنْدَ اللهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى مَنْزِلَةً يَغْبِطُهُ بِهَا جَمِيعُ الشُّهَدَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

"بارگاہِ احدیت میں حضرت ابوالفضل العباس علیہ السلام کو خاص مقام و منزلت حاصل ہے۔ قیامت کے دن تمام شہداء آپؑ کے اس مقام کو دیکھ کر رشک کریں گے"۔

جنت میں فوری دُخول

حضرت شیخ صدوق رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "امالی" میں جناب کعب احبار کی روایت نقل کی ہے۔ اُس نے کہا ہے کہ ہماری کتاب تورات میں ہے:

---

[1] الغیبۃ النعمانی: ص ۲۱۱؛ بحار الانوار: ج ۴۵، ص ۸۰

اِنَّ رَجُلًا مِنْ وُلْدِ مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يُقْتَلُ، وَلَا يَجِفُّ عَرَقُ دَوَابِّ اَصْحَابِهٖ، حَتّٰى يَدْخُلُوا الْجَنَّةَ .فَيُعَانِقُوا الْحُوْرَ الْعِيْنَ

"نبی رحمت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد میں سے ایک ہستی کو شہید کیا جائے گا۔ اُن کے ہمراہ اُن کے اصحاب شہید ہوں گے۔ ابھی اُن کی سواریوں کا پسینہ خشک نہ ہوگا کہ وہ جنت میں داخل ہوں گے اور حور عین سے معانقہ کریں گے"۔

اس طرح کی روایت اہل سنت کے مصادر میں بھی موجود ہے۔ اس کے راوی جناب عمار ذہنی ہیں۔

مَرَّ عَلِيٌّ عَلٰى كَعْبٍ .فَقَالَ يُقْتَلُ مِنْ وُلْدِ هٰذَا الرَّجُلِ رَجُلٌ فِيْ عِصَابَةٍ لَا يَجِفُّ عَرَقُ خُيُوْلِهِمْ حَتّٰى يَرِدُوْا عَلٰى مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فَمَرَّ حَسَنٌ علیہ السلام فَقَالُوْا .هٰذَا يَا اَبَا اِسْحَاقٍ؛ قَالَ لَا. فَمَرَّ حُسَيْنٌ علیہ السلام فَقَالُوْا: هٰذَا؛ قَالَ: نَعَمْ [1]

اب ہم چند خاص مجاہد و مبارز اصحاب کے حالات و واقعات پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

حضرت ابوثمامہ (عمرو بن عبداللہ الصائدیؓ)

آپؓ کی کنیت ابوثمامہ ہے۔ آپؓ حضرت امام حسین علیہ السلام کے جسور و غیور اور مجاہد و مبارز صحابی تھے۔ تاریخی مصادر میں آپؓ کے اسم اور کنیت کا اختلاف پایا جاتا ہے اور وہ یہ ہے:

---

[1] کتاب دمعۃ ساکبہ میں ایک حکایت موجود ہے۔ عاشورا کی رات تھی۔ حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے اپنے بھائی حضرت امام حسین علیہ السلام سے کہا: اے بھائی! کیا آپؑ نے اپنے ساتھیوں کو آزما لیا ہے۔ کہیں یہ نہ ہو کہ جب جنگ کا آغاز ہو اور یہ آپؑ کو چھوڑ کر چلے جائیں؟ یہ سن کر امام علیہ السلام رو دیے اور فرمایا: واللہ لقد بلوتھم فما وجدت فیھم الا الاشوس الاقعس یستانسون بالمنیۃ دونی استئناس الطفل الی محالب امہ "خدا کی قسم! میں نے انھیں آزما لیا ہے یہ سب شجاع اور ثابت قدم ہیں۔ یہ لوگ میرے ہمراہ مارے جانے کے ایسے ہی مشتاق ہیں جیسے کوئی بچہ اپنی ماں کے دودھ کا مشتاق ہوتا ہے۔ مؤلف کا اعتراف ہے کہ ایسا کلام کسی معتبر مصدر میں نہیں ہے۔ (دمعۃ الساکبہ، ج ۴، ص ۲۷۲، ۲۷۳)

۱-عمرو بن عبداللہ الصائدی ①

۲-عمرو بن عبداللہ انصاری ②

۳-زیاد بن عمرو بن عریب بن حنظلہ بن دارم بن عبداللہ بن کعب بن الصائد ③

۴-ابوثمامہ صائدی ④

۵-ابوثمامہ صیداوی ⑤

۶-ابوثمامہ بن عمر الصائدی ⑥

مورخ طبری نے بھی اس بارے میں یہی کچھ نقل کیا ہے۔

جناب ابوثمامہ صائدی دُنیائے عرب کے بہادر و شجاع شہسوار تھے۔ توحید پرست اور خاندانِ رسالتؐ کے وفادار تھے۔ ⑦

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ حضرت امام علی علیہ السلام کے وہ صحابی تھے کہ جو

---

① تاریخ طبری: ج ۵، ص ۳۳۹؛ بعض نقول میں "عمرو" کی جگہ "عمر" ہے۔ موسوعہ ہذا: زیارتِ ناحیہ: ج ۳، ص ۱۵۷

② رجال طوسی: ص ۱۰۳؛ اس میں آپ کی کنیت "اباثمامہ" ہے۔ ایک اور روایت میں آپ کو "عمرو بن ثمامہ" سے یاد کیا گیا ہے۔

③ نسب معد: ج ۲، ص ۵۲۲؛ جمہرۃ انساب العرب: ص ۳۹۵؛ النسب: ص ۳۳۷، اس میں زیاد بن عمرو ہے۔ الاصابہ: ج ۵، ص ۱۱۵، اس میں ابوعامر ہے۔ انساب الاشراف: ج ۳، ص ۲۰۵، اس میں زیاد بن عمرو بن عریب الصائدی ہمدانی ہے۔ کنیت اباثمامہ مذکور ہے۔ صاحب تنقیح المقال نے اپنی کتاب کی ج ۲، ص ۵ پر عمرو بن عبداللہ انصاری ابوثمامہ لکھا ہے کہ یہ کربلا میں شہید ہوئے تھے۔

④ تاریخ طبری: ج ۵، ص ۳۶۳؛ الکامل فی التاریخ: ج ۲، ص ۵۶۸؛ ارشاد: ج ۲، ص ۳۶ و ۸۵۔ اس موسوعہ کی زیارتِ رجبیہ (ج ۳، ص ۱۵۷) کی طرف رجوع کریں۔

⑤ الصائد: جگہ کا نام ہے جو ہمدان میں ہے۔ الصیداء: اسد بن خزیمہ کے علاقے کا نام ہے۔ (تاج العروس: ج ۵، ص ۷۱، ۳۰۷؛ مجمع الصائد ہے۔

⑥ اخبار الطوال: ص ۲۳۸؛ مقتل الحسین خوارزمی: ج ۲، ص ۱۷؛ روضۃ الواعظین: ص ۲۰۰؛ بحارالانوار: ج ۴۴، ص ۳۸۳؛ مقتل الحسین خوارزمی: ج ۱، ص ۲۰۶۔

⑦ موسوعہ ہذا: ج ۳، ص ۱۱۳

اپنی بطالت وشجاعت اور جرأت و جانبازی میں شہرت رکھتے تھے۔ امامؑ کے زمانہ خلافت میں ہونے والی تمام جنگوں میں آپ شریک رہے تھے۔ امیرالمومنینؑ کی شہادت کے بعد آپ حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے دائرۂ صحابیت میں داخل ہو گئے۔

جناب ابوثمامہؓ کوفہ کے رہنے والے تھے۔ جب معاویہ فوت ہوا تو اُنھوں نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف خط لکھا تھا کہ آپؑ کوفہ تشریف لائیں تا کہ اسلامی انقلاب برپا کیا جاسکے۔ (۱) جب حضرت مسلمؑ بن عقیلؑ اسلامی انقلاب کے سفیر بن کر کوفہ آئے تھے تو آپ اس تحریک کے سرگرم رکن تھے۔

سفیر حسینؑ حضرت امیر مسلم علیہ السلام نے اپنی تحریک کے عسکری اُمور اور شعبہ مالیات انھی کے سپرد کیا تھا۔ (۲)

تمیم اور ہمدان کے رُبع کی قیادت بھی ان کے پاس تھی۔ ابن زیاد کے قصر کا محاصرہ آپ کے لشکر نے کیا تھا۔ (۳) جب اہلِ کوفہ نے حضرت مسلمؑ کو چھوڑ دیا تھا اور اپنی وفاداریاں ابنِ زیاد کو فروخت کر دی تھیں تو اُس وقت ابوثمامہؓ کوفہ سے نکل کر حضرت امام حسین علیہ السلام کے پاس آئے تھے اور فرزندِ رسولؐ کے سچے عاشقان کی صفوں میں داخل ہو گئے۔ (۴)

اس عظیم الشان ہستی کی حیات فخر وافتخار اور عزت واعتزاز سے بھرپور ہے۔ آپ حکومتی اور سیاسی اُمور میں مہارتِ تامہ رکھتے تھے۔ ذکاوت وفطانت میں اپنی مثال آپ تھے۔ اعلیٰ دماغ اور وسیع النظر انسان تھے۔ ایمان وایقان، حُبِ اہلِ بیتِ رسولؐ، بطولت وشجاعت یہ تمام صفات اُن کے خمیر میں رچی بسی تھیں۔

---

(۱) تنقیح المقال: ج ۲، ص ۳۳۳؛ ابصار العین: ص ۱۱۹؛ یہ روایات مصادرِ قدیمہ میں نہیں ہیں البتہ امالی شجری: ج ۱، ص ۱۷۳؛ حدائق الوردیہ: ج ۲، ص ۱۲۲ میں موجود ہیں۔ جناب ابوثمامہؓ حضرت امام علی علیہ السلام کے صحابی تھے۔

(۲) موسوعہ ہذا: ج ۳، ص ۱۱۲

(۳) موسوعہ ہذا: ج ۳، ص ۱۲۷

(۴) تنقیح المقال: ج ۲، ص ۳۳۳؛ ابصار العین: ص ۱۱۹

جب ابنِ سعد کربلا میں وارد ہوا تو کثیر بن عبداللہ نے اُسے کہا تھا کہ میں حسینؑ ابنِ علیؑ کے پاس جاتا ہوں اور انھیں دھوکہ کے ساتھ قتل کر دیتا ہوں۔ جب وہ خیامِ حسینیؑ کے قریب آیا تو جناب ابوثمامہؓ امامؑ اور اُس کے درمیان حائل ہو گئے تھے اور اُسے خالی ہاتھ واپس جانے پر مجبور کر دیا تھا۔ ①

یہ اس رجلِ عظیم کے بارزہ اور ساطعہ نقاط ہیں۔ ان کے علاوہ تاریخ عاشورا میں جس طرح سے آپؓ نے اپنا نام ثبت کرایا۔ یہ سعادت کسی اور کے حصے میں نہیں آسکی۔ یومِ عاشورا تیروں کی بارش برس رہی تھی۔ تلواروں سے تلواریں اور نیزوں سے نیزے ٹکرا رہے تھے۔ لاشیں گر رہی تھیں۔ ہر طرف خون کا سیلاب تھا۔ جناب ابوثمامہؓ کو نماز سے اتنی محبت تھی کہ انھوں نے فرزندِ رسولؐ کی خدمت میں عرض کیا:

يَا اَبَا عَبْدِ اللهِ! نَفْسِي لَكَ الْفِدَاءُ اِنِّي أَرَىٰ هٰؤُلَاءِ قَدْ اِقْتَرَبُوا مِنْكَ وَلَا وَاللهِ. لَا تُقْتَلُ حَتّٰى اُقْتَلَ دُوْنَكَ اِنْشَاءَ اللهُ. وَاُحِبُّ اَنْ اَلْقَىٰ رَبِّيْ وَقَدْ صَلَّيْتُ هٰذِهِ الصلواة الَّتِيْ دَنَا وَقْتُهَا

"یا ابا عبداللہ! میری جان آپؑ پر قربان! میں اس سپاہ کو دیکھ رہا ہوں کہ یہ آپؑ کے قریب ہو رہے ہیں۔ نہیں، واللہ! ممکن ہی نہیں ہے کہ ان کے ہاتھ آپؑ کی طرف اُٹھ سکیں کہ جب تک میں زندہ ہوں میں آپؑ پر اپنی جان قربان کروں گا۔ میں چاہتا ہوں نمازِ ظہر آپؑ کی اقتداء میں پڑھ کر اپنے پروردگار سے ملاقات کروں"۔

جب امام علیہ السلام نے حضرت ابوثمامہؓ کی بات سنی تو اپنا سر آسمان کی طرف بلند کیا اور فرمایا:

ذَكَرْتَ الصَّلٰوةَ. جَعَلَكَ اللهُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ الذَّاكِرِيْنَ! نَعَمْ. هٰذَا اَوَّلُ وَقْتِهَا. ثُمَّ قَالَ سَلُوْهُمْ اَنْ يَكُفُّوْا عَنَّا حَتّٰى نُصَلِّيَ

---

① تاریخ طبری: ج ۵، ص ۳۳۶؛ الکامل فی التاریخ: ج ۲، ص ۵۶۶؛ المنتظم: ج ۵، ص ۳۳۹

''تم نے نماز یاد دلائی، اللہ تمھیں نمازیوں اور ذکر کرنے والوں میں قرار دے۔ جی ہاں! نماز کا اوّل وقت ہے۔ اس کے بعد فرمایا: ان سے کہو کہ وہ جنگ روک دیں تاکہ ہم نماز پڑھ لیں''۔

حصین بن نمیر نے امام علیہ السلام پر جسارت کی۔ اُس نے کہا: تمھاری نماز قبول نہیں ہے۔ اُس کا منہ حضرت حبیب بن مظاہرؓ نے بند کیا تھا۔ یہ بطلِ جلیل میدانِ جنگ میں گئے۔ دشمن سے جنگ کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ آپؓ کا چچازاد بھائی جو ابنِ سعد کے ساتھ تھا اُسے آپؓ نے تہ تیغ کیا تھا۔ ①

تمام مورخین کا اتفاق ہے کہ جناب ابوثمامہؓ نے فرزند رسولؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپؑ نماز ظہر کی امامت کرائیں تاکہ آپؑ کی اقتداء میں نماز پڑھ کر ربّ العالمین کی بارگاہ میں حاضری دوں۔ میدانِ جنگ میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی یہ وہ نماز تھی کہ ایسی نماز اوّلین نے پڑھی اور نہ آخرین نے۔ یہ تاریخی نماز تھی جو فرزند رسولؐ نے اپنے اصحاب کے ساتھ ادا کی تھی۔ ②

جی ہاں! جب امام علیہ السلام نے امامت کرائی تو اُس وقت آپؑ کی جبین مبارک خون آلود تھی۔ جسم زخمی تھا۔ تیروں کی بارش برس رہی تھی۔ یہ مسجد کا ماحول نہیں تھا۔ میدانِ جنگ تھا۔ درندہ صفت دشمن سے مقابلہ تھا۔

جب کچھ اصحابِ حسینؑ نے اپنی مسئولیت انجام دے کر منزلِ شہادت اختیار کی تو اُس وقت جناب ابوثمامہ میدانِ جنگ میں اُترے اور دشمن کے لشکر پر حملہ کردیا۔ اس کی صفوں کو اُلٹ پلٹ کر رکھ دیا۔ وہ جنگ بھی کر رہے تھے اور یہ رجز بھی پڑھ رہے تھے جس کا معنی ومفہوم یہ ہے:

''اولادِ مصطفیٰ اور اُن کی شہزادیوںؑ کے لیے خیر الناس، سبطِ رسولؐ کا دشمنوں میں محصور ومحبوس ہو جانا بہت بڑی مصیبت ہے۔ یہ مصیبت ہے سیّدالانبیاءؐ

---

① تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۳۶؛ الکامل فی التاریخ: ج ۲، ص ۵۶۶؛ المنتظم: ج ۵، ص ۳۳۹

② نفس المصدر

کی شہزادی حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا اور آپؑ کے شوہر نامدارؑ کے لیے
جو بعد احمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علمِ الٰہی خزانہ ہیں۔
مصیبت ہے اُفق و آفاق، ارض و سماء اور مشرق و مغرب کے لیے، فرزند رسولؐ
حسینؑ جیسی ہستی بدترین دشمن کے حصار میں ہے۔ یہ ایک ایسا غم ہے جس
سے یہ کائنات حیران و سرگرداں ہے۔ کوئی ہے ایسا کہ نبیؐ اور آپؐ کی
دُختر کو میرا یہ پیغام پہنچا دے کہ آپؐ کے فرزند انتہائی دُکھ اور تکلیف میں
ہیں"۔ (۱)

دورانِ جنگ میں آپ پر قیس بن عبداللہ نے حملہ کیا۔ اُس کے ہاتھوں آپ راہی بہشت ہوئے۔

زیارتِ رجبیہ (۲) اور زیارتِ ناحیہ میں آپ پر سلام وارد ہیں:

اَلسَّلَامُ عَلٰی اَبِیْ ثُمَامَةَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ الصَّائِدِیِّ

"ابوثمامہ عمر بن عبداللہ الصائدیؒ پر سلام"۔

الحدائق الوردية: قُتِلَ مِن هَمْدَانَ أَبُو ثُمَامَةَ عُمَرُ بنُ عَبْدِاللّٰهِ الصَّائِدِيُّ ,وَكَانَ مِن أَصْحَابِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عليه السلام. قَتَلَهُ قَيسُ بنُ عَبْدِاللّٰهِ

حدائق الوردیہ میں روایت ہے کہ ہمدان میں سے ابوثمامہ عمر بن عبداللہ صائدیؒ میدانِ کربلا میں شہید ہوئے۔ آپؒ امیر المومنین امام علی علیہ السلام کے صحابی تھے۔ آپ کے قاتل کا نام قیس بن عبداللہ ہے۔ (۳)

انساب الاشراف میں روایت ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ زیاد بن عمرو بن

---

(۱) مناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۱۰۴

(۲) اس زیارت میں "ابی ثمامہ صائدی" مذکور ہے۔ مصباح الزائر میں "ابوثمامہ" ہے۔ (موسوعہ ہذا، ج ۸، ص ۱۵۹)

(۳) حدائق الوردیہ: ج ۱، ص ۱۲۲؛ امالی شجری: ج ۱، ص ۱۷۳؛ اس میں ابوثمامہ عمرو بن عبداللہ الصائد مذکور ہے۔

عریب صائدی شہید ہوئے جو ہمدان سے تھے۔ اُن کی کنیت ابوثمامہ تھی۔ ①

تاریخ طبری میں محمد بن قیس سے روایت ہے کہ حضرت ابوثمامہ صائدی نے اپنے چچازاد بھائی کو قتل کیا تھا کیونکہ ایک تو وہ عمر بن سعد کے لشکر میں تھا دوسرا وہ ان کا دشمن تھا۔ ②

حضرت انس بن حارثؓ

آپ کا پورا نام انس بن حارث بن نبیہ بن کاہل بن عمرو بن صعب بن اسد بن خزیمہ اسدی کاہلی ③ ہے۔ لیکن مصادر میں آپ کا اسم مختلف صورتوں میں منقول ہے:

۱۔ انس بن حارث ④

۲۔ انس بن حارث کاہلی ⑤

۳۔ انس بن کاہل اسدی ⑥

۴۔ انس بن هزلہ ⑦

۵۔ مالک بن انس کاہلی ⑧

آپ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے صحابی تھے۔ ⑨

ان سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا، آپؐ نے فرمایا:

---

① انساب الاشراف: ج ۳، ص ۴۰۵

② تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۳۱؛ الکامل فی التاریخ: ج ۲، ص ۵۶۸

③ تنقیح المقال: ج ۱، ص ۱۵۴

④ تاریخ الکبیر: ج ۲، ص ۳۰؛ اسد الغابہ: ج ۱، ص ۲۸۸؛ حدائق الوردیہ: ج ۱، ص ۱۲۱

⑤ رجال طوسی: ص ۹۹؛ مثیر الاحزان: ص ۶۳؛ مناقب ابن شہرآشوب: ج ۴، ص ۸۷؛ انساب الاشراف: ج ۳، ص ۳۸۴

⑥ زیارتِ رجبیہ و ناحیہ

⑦ اسد الغابہ: ج ۱، ص ۲۸۸، ۳۰۱؛ الاصابہ: ج ۱، ۲۸۱

⑧ رجال طوسی: ص ۹۹؛ رجال ابن داؤد، ص ۵۲؛ مناقب ابن شہرآشوب: ج ۴، ص ۸۷

⑨ راجع ہذہ موسوعۃ: ج ۲، ص ۲۹۲

إِنَّ إِبْنِيْ هٰذَا يعنى الْحُسَيْنُ ، يُقْتَلُ ، بِأَرْضٍ يُقَالُ لَهَا ، كَرْبَلَا
فَمَنْ شَهِدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَلْيَنْصُرْهُ

"میرے یہ فرزند حضرت امام حسین علیہ السلام ایک سرزمین پر شہید کر دیئے جائیں گے جس کا نام کربلا ہے۔تم میں سے اُس زمانے میں جو شخص موجود ہو اس کی نصرت کرے"۔

ان کی شہادت کے بارے میں یہ الفاظ موجود ہیں:

فَخَرَجَ أَنَسُ بْنُ الْحَارِثُ إِلَى كَرْبَلَاءَ فَقُتِلَ مَعَ الْحُسَيْنِ

"جناب انس بن حارث کربلا کی طرف آئے اور وہیں حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ شہید ہوئے"۔

علامہ بلاذری نے ان کے بارے میں نقل کیا ہے: انس بن حارث، عبید اللہ حُر جعفی کی طرح کوفہ سے نکلے تھے کہ وہ اپنا دونوں طرف سے دفاع کرے اُسے اُس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام سے رغبت تھی اور نہ ابنِ زیاد سے۔ جب ارادہ بدلا تو کربلا میں امام علیہ السلام کے اصحاب میں شمولیت اختیار کرلی۔ انھوں نے امام علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا تھا:

واللہ! میں کوفہ سے صرف اس لیے نکلا تھا کہ جنگ سے بچ کر رہوں۔ آپؑ کے مخالفین کے ساتھ رہوں اور نہ آپؑ کے ساتھ رہوں لیکن اللہ ربّ العزت نے میرے دل میں آپؑ کی محبت ڈال دی ہے کہ میں آپؑ کی نصرت کروں۔ [1]

ان کے بارے میں قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ اُنھوں نے رسولِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپؐ کے فرزند حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی خبر سنی تھی۔ لیکن بلاذری نے جو روایت کی ہے وہ کسی اور مصدر میں نہیں ہے۔ اس لحاظ سے اُس کی یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ انس بن حارث واقعۂ کربلا سے قبل اس علاقے میں رہائش پذیر تھے کیونکہ انھوں نے رسول عالمینؐ سے شہادتِ حسینؑ کی حدیث سن رکھی تھی۔ جب حضرت امام حسین علیہ السلام کربلا میں

[1] انساب الاشراف: ج ۳، ص ۳۸۴

وارد ہوئے تو یہ آپؑ کے اصحاب میں شامل ہو گئے تا کہ وہ فرزندِ رسولؐ کی نصرت کریں۔ ①

زیارتِ رجبیہ اور ناحیہ دونوں میں اِن پر سلام وارد ہیں۔

اَلسَّلَامُ عَلٰی اَنَسِ بْنِ کَاهِلِ الْاَسَدِیِّ

"انس بن کاہل اسدی پر سلام"۔

مثیر الاحزان... ثُمَّ خَرَجَ اَنَسُ بْنُ الْحَارِثِ الْکَاهِلِیُّ وَهُوَ یَقُوْلُ:

قَدْ عَلِمَتْ کَاهِلُنَا وذودانٍ وَالْخَنْدِفِیُّوْنَ وَقَیْسُ غَیْلَانِ

بِأَنَّ قَوْمِیْ اٰفَةٌ لِلْأَقْرَانِ یَاقَوْمِ کُوْنُوْا کَاُسُوْدِ خَفَّانِ

وَاسْتَقْبِلُوا الْقَوْمَ بِضَرْبِ الْاٰنِ اٰلُ عَلِیٍّ شِیْعَةُ الرَّحْمٰنِ

وَاٰلُ حَرْبٍ شِیْعَةُ الشَّیْطَانِ

مثیر الاحزان میں روایت ہے کہ جناب انس بن حارث کاہلیؓ شیر کی طرح ہمہمہ کرتے ہوئے میدانِ جنگ میں آئے اور رجز پڑھا جس کا معنی و مفہوم یہ ہے:

"ہمارا علاقہ کاہل، ذودان، قبیلہ خندف ② اور قیس غیلان خوب جانتے ہیں کہ میری قوم اپنے مدمقابل کے لیے موت ہے۔ اے میری قوم!

---

① طبقاتِ کبریٰ: ج ا، ص ۳۳۵۔

عربان بن ہیثم سے روایت ہے کہ میرے والد بادیہ نشین تھے۔ ایک دفعہ انھوں نے اس علاقے میں رہائش رکھی جو کربلا کے نزدیک تھا۔ وہاں ہم نے قبیلہ اسد کے ایک فرد کو رہائش پذیر دیکھا۔ میرے والد نے اُن سے پوچھا: کیا وجہ ہے کہ تم اس علاقے میں ایک عرصہ سے رہائش پذیر ہو۔ تو اُنھوں نے کہا کہ میرے سامنے رسولِ اسلامؐ کی حدیث ہے کہ یہاں آپؐ کے نواسے حضرت امام حسین علیہ السلام شہید ہوں گے۔ میں یہاں اس لیے آباد ہوں کہ جب یہ واقعہ ہو تو میں اپنے نبیؐ کے فرزند کی نصرت کروں۔

جب کربلا کا معرکہ ہوا تو میرے والد نے مجھ سے کہا: کربلا کے میدان جنگ کی طرف چل کر اُس مرد اسدی کے بارے میں تفتیش کرتے ہیں کہ اُس کا کیا ہوا؟ ہم دونوں کربلا میں مقتل میں آئے۔ جب وہاں کا چکر لگایا تو اُس مرد اسدی کو مقتول پایا۔ یہی مرد اسدی انس بن حارث تھے جو نصرتِ حسینؑ کے لیے زندگی بھر بے چین و بے قرار رہے۔

② خندف: لیلیٰ بنت عمران بن الحاف بن قضاعہ کا لقب ہے۔ پھر یہ اُس کے قبیلہ کا نام بن گیا۔ (النہایۃ: ج ۲، ص ۸۲)

خفان ① کے شیر بن کر میدانِ جنگ میں آؤ۔ آلِ نبیؐ و آلِ علیؑ جو اللہ رب العزت کی وحدانیت کے مبلغ و پرستار ہیں اُنھیں شیطانی طاقتوں نے گھیر رکھا ہے۔ آؤ اور اُن کا دفاع کرو"۔ ②

الامالی للصدوق عن عبداللہ بن منصور عن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن أبیہ عن جدہ [زین العابدین] علیہم السلام: بَرَزَ مَالِكُ بنُ أَنَسٍ الكَاهِلِيُّ، وَهُوَ يَقُولُ:

قَد عَلِمَت كَاهِلُهَا ودودانِ وَالخِندِفِيُّونَ وَقَيسُ غَيلَانِ

بِأَنَّ قَومِي قُصَمُ الأَقرانِ يَاقَومِ كُونُوا كَأُسُودِ الجانِ

آلُ عَلِيٍّ شِيعَةُ الرَّحمانِ وَآلُ حَربٍ شِيعَةُ الشَّيطانِ

فَقَتَلَ مِنهُم ثَمانِيَةَ عَشَرَ رَجُلًا. ثُمَّ قُتِلَ رِضوَانُ اللهِ عَلَيهِ

امالی صدوق میں عبداللہ بن منصور سے روایت ہے، اُس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے اپنے آباؤ اجداد کے حوالے سے فرمایا: جنابِ مالک بن انس کاہلیؓ میدانِ جنگ میں وارد ہوئے اور یہ رجز پڑھا:

(رجز کا ترجمہ پچھلی روایت میں دیکھیے)

انھوں نے دشمن کے اٹھارہ افراد تہ تیغ کیے اور آخر میں شہادت کا آبِ زُلال نوشِ جان کیا۔ ③

حضرت انس بن الحارث الکاہلیؓ رسولؐ اللہ کے صحابی تھے۔ آپ نے جنگِ بدر و حنین میں بہادری و شجاعت کے جوہر دکھائے تھے۔ آپ نے رسولؐ اسلام سے مختلف احادیث بھی

---

① خفان: کوفہ کے قریب جگہ ہے اس کا نام خفان ہے۔ حجاج کا راستہ یہاں سے گزرتا ہے۔ (معجم البلدان: ج ۲، ص ۳۷۹)

② مثیر الاحزان: ص ۶۳؛ بحارالانوار: ج ۴۵، ص ۲۴؛ الفتوح: ج ۵، ص ۱۰۷؛ مقتل الحسینؑ خوارزمی: ج ۲، ص ۲۱

③ امالی صدوق: ص ۲۲۴؛ روضۃ الواعظین: ص ۲۵۶؛ مناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۱۰۲؛ بحارالانوار: ج ۴۴، ص ۳۲۵

نقل کی ہیں۔ آپ کے مفصل حالاتِ زندگی کے بارے میں مورخین نے کچھ نقل نہیں کیا۔ آپ کوفہ کے رہائشی تھے۔ واقعۂ کربلا کے وقت بہت بوڑھے ہو چکے تھے۔ جب انھیں حضرت امام حسین علیہ السلام کے قیام کا علم ہوا تو آپ فوراً کربلا پہنچے تاکہ پیغمبرؐ اسلام کے فرمان کی تعمیل کریں۔

ابھی آپ نے طبقاتِ کبریٰ کی روایت پڑھی ہے کہ جناب انس بن حارث کاہلی نے کربلا کے قریبی علاقہ میں بادیہ نشینی اختیار کر رکھی تھی تاکہ جب فرزندِ رسولؐ کربلا آئیں تو فوراً آپؑ کے کاروانِ نور میں شامل ہو کر شہادت کی سعادت حاصل کریں۔ اِس امر سے معلوم ہوتا ہے کہ اُنھیں اللہ کے نبیؐ اور آپؐ کی آلؑ سے کتنی محبت تھی۔ انھوں نے ایک طویل عرصہ اس انتظار میں گزارا کہ کربلا کا واقعہ معرضِ وجود میں آئے اور وہ اپنے فریضے سے سبکدوش ہوں۔ حقیقی انتظار یہی ہے کہ اپنے زمانے کے امامؑ کا انتظار کیا جائے جب وہ قیام کریں تو اُن کی نصرت میں جان کی بازی لگا دیں۔ واقعۂ کربلا کے وقت جناب انس بن حارث کاہلی بہت ضعیف ہو چکے تھے۔ اُن کے ابرو سفید ہو کر لٹک آئے تھے۔ کمر خمیدہ ہو چکی تھی لیکن شوق و اشتیاق، جوش و ولولہ جوانوں سے بڑھ کر تھا۔ یومِ عاشورا جب انھوں نے امامؑ سے جنگ کرنے کی اجازت مانگی تو امامؑ نے بادل نخواستہ اجازت مرحمت فرما دی۔ جب اجازت ملی تو عمامے سے اپنی خمیدہ کمر کو کس کر باندھا۔ رومال سے اپنی لٹکی ہوئی ابروؤں کو اُوپر کی طرف پیشانی پر باندھا تاکہ دورانِ جنگ کوئی دشواری پیش نہ آئے۔

امام علیہ السلام اور آپؑ کے اصحاب نے جب یہ منظر دیکھا تو سب کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ امامؑ نے اِن کے حق میں دُعائے خیر کی۔ آپ کی جنگ کی سرگزشت سابقہ صفحات میں موجود ہے۔

شَكَرَ اللهُ سَعْيَكَ يَاشَيْخُ

"اے بزرگوار! اللہ ربّ العزت آپ کی سعی کو قبول فرمائے"۔ (اضافہ من المترجم)

حضرت بُرَیر بن خُضَیر

تاریخ اور روائی مصادر میں آپ کے اسم میں اختلاف ہے۔ اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ بُرَیر بن خُضَیر ہمدانی المشرقی ①

---

① زیارت ناحیہ بروایت مصباح الزائر

۲- بُریر بن خُضیر ①

۳- بُریر بن خُضیر الہمدانی ②

۴- یزید بن خُضیر ہمدانی ③

۵- یزید بن حصین ہمدانی المشرقی ④

۶- زید بن حصین ہمدانی المشرقی ⑤

۷- یزید بن عبداللہ المشرقی ⑥

۸- بُریر بن حصین الہمدانی ⑦

جب ہم مندرجہ بالا اسماء میں تھوڑا سا غور کرتے ہیں تو ان تمام اسماء سے مراد صرف ایک شخص ہے وہ بُریر بن خُضیر ہیں۔ کہیں "یزید" ہے اور کہیں "زید" ہے۔ یہ سب کتابی تصحیفات ہیں۔

حضرت بُریر بن خُضیر کی خصوصیات

۱-معرفت القرآن

آپ کا شمار کوفہ کے اُن علمائے اکابر میں ہوتا تھا جو قرآن مجید کے علوم میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ اُن کا لقب سیّد القراء تھا۔ آپ اپنے زمانے کے استاذ القراء تھے۔ اس دور میں

---

① الارشاد: ج ۲، ص ۹۵؛ انساب الاشراف: ج ۳، ص ۳۹۹؛ الکامل فی التاریخ: ج ۲، ص ۵۸۰؛ زیارت رجبیہ ہذا موسوعہ: ج ۴، ص ۱۶۸

② ہذا موسوعہ: ص ۱۶۳

③ راجع ہذا موسوعہ: ص ۱۸۱؛ بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۳۲۵

④ زیارتِ ناحیہ بروایت الاقبال؛ رجال طوسی: ص ۱۰۶؛ روضۃ الواعظین: ص ۲۰۳؛ کشف الغمہ: ج ۲، ص ۲۵۹؛ مطالب السؤول: ص ۷۶؛ فصول المہمہ: ص ۱۸۹

⑤ زیارتِ ناحیہ بروایت المزار الکبیر

⑥ امالی شجری: ج ۱، ص ۱۷۳

⑦ الملہوف: ص ۱۵۳

عالمِ اسلام میں علمِ قرأت میں اپنی مثال آپ تھے۔

قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ اُس زمانے میں قاریِ قرآن [1] اُسے کہا جاتا تھا جو قرآنِ مجید کے مفاہیم، احکام، الفاظ القرآن اور قرأت پر عبور رکھتا ہو۔

حضرت بُریر بن خُضیر کو قرآنِ کریم کے مفاہیم و مطالب، احکام، الفاظ قرآن، تفسیر قرآن اور قرأت پر عبور حاصل تھا۔ مذکورہ علوم میں اُن کے پائے کا کوئی دوسرا عالم نہیں تھا۔

۲-بصیرتِ کاملہ

حضرت بُریر بن خُضیر بصیرت و بصارت کے اعتبار سے کامل و اَکمل انسان تھے۔ دینِ مبین کے اُصولوں پر راسخ عقیدہ رکھتے تھے۔ آپ اُس راستے کے سالک تھے جو حق و حقیقت کا راستہ تھا۔ حُبِ ولایت آلِ نبیؐ و علیؑ کے صدقے میں اُنھیں مقامِ ولایت حاصل تھا۔ بارگاہِ ربّ العالمین میں انھیں عالی شان مقام حاصل تھا۔ عاشورا کا دن تھا۔ یزیدیوں کو اپنی حکومت اور اپنے لشکرِ کثیر پر ناز تھا۔ اِدھر اس ولی اللہ کو اپنے قائد کی ملکوتی قیادت اور آپؑ کے مٹھی بھر اصحاب کی روحانیت پر ناز تھا۔ جب آپ کے سامنے سپاہِ یزید کا ایک نامی گرامی پہلوان یزید بن معقل سامنے آیا تو اُس سے آپ نے مناظرہ کیا۔ دورانِ مناظرہ اُس سے کہا: آؤ مباہلہ کرتے ہیں۔ ہم میں سے جو حق پر ہوگا اللہ ربّ العزت اُس کی دعا کو قبول کرے گا اور اُسے غلبہ عطا کرے گا۔ اس عمل سے حق و باطل دونوں سامنے آجائیں گے۔ دنیا کو معلوم ہو جائے گا کہ حق پر کون ہیں اور باطل پر کون ہیں؟ [2]

ان دونوں کے درمیان جنگ کا تفصیلی حال اگلے صفحات میں موجود ہے۔

۳-زُہد

حضرت بُریر جہاں دوسرے خصائص کے مالک تھے، زُہد، عبادت اور بندگی معبود میں

---

① زیارتِ ناحیہ: ص ۱۶۵

② اللہوف: ص ۱۶۰

ایک نئی شان، نئی آن رکھتے تھے۔آپ قائم اللیل اور صائم النہار تھے۔ ① ان کے بارے میں کہا گیا ہے:

كَانَ مِنَ الزُّهَادِ الَّذِيْنَ يَصُوْمُوْنَ النَّهَارَ وَيَقُوْمُوْنَ اللَّيْلَ ②

''حضرت بریر بن خُضیر کا شمار اُن زُہاد زمانہ میں سے ہوتا تھا جو دن کو روزہ سے ہوتے تھے اور رات اللہ کی عبادت میں بسر کرتے تھے۔آپ شب زندہ دار تھے''۔

۴-خطابت

حضرت بریر خُضیر قادر الکلام،توانا خطیب تھے۔واقعۂ کربلا سے متعلق آپ کے متعدد خطابات ہیں۔ اُن میں سے منزل ذی حسم پر جب ابنِ سعد نے امام علیہ السلام پر پانی بند کیا تو مؤرخین نے آپ کے خطابات نقل کیے ہیں۔جب عاشورا کے دن امام علیہ السلام نے آپ کو حکم دیا کہ وہ کوفی لشکر کو وعظ و نصیحت کریں شاید وہ راہ راست پر آجائیں۔تو آپ نے اُن سے مدلل اور جامع خطاب کیا تھا۔ان تمام باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ایک توانا خطیب تھے۔ فنِ خطابت میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے۔

علاوہ ازیں آپ امامؑ کے حکم پر ابنِ سعد کے پاس گئے تھے اور اُس سے پانی سے پہرہ اُٹھانے کی بات کی تھی لیکن ابنِ سعد نے انکار کر دیا تھا۔

۵-صبح عاشورا مسرت و بشاشت کا اظہار

حضرت بریر خُضیر حیات بعد از موت پر یقین کامل رکھتے تھے۔جب یومِ عاشورا سپاہ ابنِ سعد نے فرزند رسولؐ اور آپ کے اصحاب کو ہر طرف سے گھیر لیا تھا۔ہر طرف موت نے ڈیرے ڈال رکھے تھے۔اس ولی اللہ کو وہ منزل تسکین و سکینہ حاصل تھی جو آپ کے چہرہ اور گفتگو سے ہویدا تھی۔آپ اپنے قریبی دوست جناب عبدالرحمٰن سے محوِ گفتگو تھے۔اس دوران

---

① راجع ہذا الموسوعہ: ص ۱۹۳

② مقتل الحسین خوارزمی: ج ۱،ص ۲۳۸

ہنسی و مذاق کا ماحول پیدا کرنا چاہا کہ جناب عبدالرحمن نے آپ سے کہا تھا: اے بریر! یہ ہنسی و استہزاء کا وقت نہیں ہے۔ آپ جیسے مجاہد و زاہد شخص سے ایسی توقع نہیں کی جاسکتی تھی؟

حضرت بریرؓ نے جواب دیا: اے برادر! میری قوم قبیلہ والے خوب جانتے ہیں میں اپنے شباب ہی سے ہنسی و استہزاء جیسی فضولیات سے بہت دُور ہوں۔ اب اس پیرانہ سالی میں ایسی فضولیات کو کیسے اپناؤں گا؟ لیکن مجھے یہ بتائیں ایسے خوشی و مسرت کے درخشندہ و تابناک لمحات کب آئیں گے۔ تھوڑی دیر بعد اس قوم سے دو دو ہاتھ ہوں گے، تلواروں اور نیزوں کا آپس میں ٹکراؤ ہوگا۔ فرزند رسولؐ کی نصرت میں شہادت نصیب ہوگی اُس کے بعد اَبدی اور سرمدی نعمات حاصل ہوں گی۔ اسی وجہ سے میرے مزاج میں شگفتگی ہے۔ وہ سامنے حورانِ جنت اپنے بازو کھولے ہمارا استقبال کر رہی ہیں۔ بہت جلد ہم اُن سے معانقہ کرنے والے ہیں۔

اس واقعہ سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ حضرت بریرؓ کے جذبہ ایمانی میں چٹانوں کی سی پختگی تھی اور آپ جذبہ شہادت سے سرشار تھے۔ یوم عاشورا آپ بہادری و شجاعت کے جوہر دکھاتے ہوئے کعب بن جابر کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ (1)

زیارتِ ناحیہ مقدسہ میں آپ پر سلام وارد ہیں:

اَلسَّلَامُ عَلٰی یَزِیْدُ بْنُ حُصَیْنٍ الْهَمَدَانِیْ الْمشرقِی الْقَارِی، الْمُجَدِّل بِالْمَشْرَفِی

''یزید بن حصین ہمدانی مشرقی قاری پر سلام، جنھوں نے مشرفی تلوار سے جنگ کی تھی''۔

زیارتِ رجبیہ میں بھی اسی طرح سلام وارد ہیں۔

الامالی للصدوق عن عبدالله بن منصور عن جعفر بن محمد بن علی بن الحسين عن أبيه عن جده [زين العابدين] علیہ السلام: برز ...... بُرَيْرُ بْنُ خُضَيرِ الْهَمَدَانِیُّ وَكَانَ أَقْرَأَ أَهْلِ زَمَانِهِ، وَهُوَ

---

(1) آپ کے قاتل کا نام بُحیر بن اوس ضبی بھی منقول ہے۔ (الفتوح: ج ۵، ص ۱۰۲؛ مقتل الحسین خوارزمی، ج ۲، ص ۱۲)

يَقُولُ:

أَنَا بُرَيْرٌ وَأَبِي خُضَيْرٌ لَاخَيْرَ فِيمَنْ لَيْسَ فِيْهِ خَيْرٌ

فَقَتَلَ مِنْهُمْ ثَلَاثِينَ رَجُلًا. ثُمَّ قُتِلَ رِضْوَانُ اللهِ عَلَيْهِ

امالی صدوق میں عبداللہ بن منصور سے روایت ہے، اُس نے کہا کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے اپنے آباء سے نقل کیا ہے کہ حضرت بریر بن خُضیر ہمدانی اپنے زمانہ کے سید القراء تھے۔ آپ جب جنگ کرنے کے لیے میدان میں اُترتے تو اُس وقت اُن کی زبان پہ رجز یہ ابیات تھے جن کا مفہوم یہ ہے:

"میں مردِ مجاہد و مبارز بریر ہوں، خُضیر کا بہادر فرزند ہوں۔ جب کسی میں خیر و بھلائی نہیں وہ خیر پر کبھی ہو نہیں سکتا"۔

آپ نے ابنِ سعد کے لشکر کے تیس سپاہیوں کو جہنم پہنچایا اور دورانِ جنگ دشمن کے ہاتھوں مقامِ شہادت پر پہنچے۔ ①

الملهوف: خَرَجَ بُرَيْرُ بْنُ خُضَيْرٍ وَكَانَ زَاهِدًا عَابِدًا. فَخَرَجَ إِلَيْهِ يَزِيدُ بْنُ مَعْقِلٍ. وَتَّفَقَا عَلَى الْمُبَاهَلَةِ إِلَى اللهِ فِي أَنْ يَقْتُلَ الْمُحِقُّ مِنْهُمَا الْمُبطِلَ. فَتَلَاقَيَا فَقَتَلَهُ بُرَيْرٌ. وَلَمْ يَزَلْ يُقَاتِلُ حَتَّى قُتِلَ رِضْوَانُ اللهِ عَلَيْهِ

الملہوف میں روایت ہے کہ عابد و زاہد حضرت بریر بن خُضیر میدانِ جنگ میں آئے۔ ان کے مقابلے میں یزید بن معقل آیا۔ میدانِ جنگ میں ان کا اتفاق مباہلہ پر ہوا کہ دونوں اللہ سے دُعا کرتے ہیں: جو حق پر ہوگا وہ غالب رہے گا اور باطل مغلوب رہے گا"۔

دونوں کے درمیان جنگ ہوئی تو حضرت بریر نے اُسے قتل کر دیا۔ اس کے بعد آپ نے دشمن کے لشکر سے جنگ کرتے ہوئے شہادت پائی۔ ②

تاریخ طبری میں ابی مخنف سے روایت ہے، اُس نے یوسف بن یزید سے سنا، اُس نے

---

① امالی صدوق: ص ۲۲۳؛ روضۃ الواعظین: ص ۲۰۶؛ بحار الانوار: ج ۴۴، ص ۳۲۰

② الملہوف: ص ۱۳۰؛ مثیر الاحزان: ص ۶۱

عفیف بن زُہیر بن ابی خنس سے سنا، اُس نے کہا کہ جب جناب بُریر بن خُضیر میدانِ جنگ میں آئے تو اُن کے مقابلہ کے لیے یزید بن معقل بن بنی عُمیر بن ربیعہ آیا جو بنی عمیرہ کا فرد اور بنی سلیمہ من عبدالقیس کا حلیف تھا۔

اُس نے جنابِ بریر سے کہا: اے بریر! تم نے دیکھ لیا کہ خدا نے تمھارے ساتھ کیا سلوک کیا؟ جنابِ بریر نے کہا: اللہ سبحانہ نے میرے حق میں بھلائی کی ہے اور تیرے حق میں برائی کی ہے۔

وہ کہنے لگا: تم جھوٹ بول رہے ہو حالانکہ تم جھوٹ سے نفرت کرتے تھے۔ تمھیں یاد ہوگا کہ بنی لوذان میں مَیں تمھارے ساتھ چل رہا تھا کہ تم یہ کہتے تھے کہ ابنِ عفان نے اپنے نفس پر اسراف کیا اور امیر شام ضال اور مُضل ہے اور علی بن ابی طالبؑ امام ہدیٰ ہیں اور حق پر ہیں۔

جنابِ بریر نے کہا: ہاں ہاں میرا عقیدہ یہی ہے اور یہی میرا قول ہے۔

یزید بن معقل نے کہا: اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ تو گمراہ ہے۔

جنابِ بریر نے جواب دیا: آؤ مباہلہ کرتے ہیں، خدا سے دُعا مانگیں کہ جھوٹے پر وہ لعنت کرے اور گمراہ کو قتل کرے۔ اس کے بعد ہم آپس میں جنگ کریں گے۔

راوی کہتا ہے: وہ دونوں نکلے اور دونوں نے آسمان کی طرف ہاتھ بلند کیے اور یہ دُعا کی کہ جھوٹے پر عذاب نازل ہو اور جو حق پر ہو وہ جھوٹے کو قتل کرے۔

اس کے بعد دونوں ایک دوسرے سے قتال کے لیے نکلے۔ ابھی دو دو ضربیں وارد ہوئی تھیں کہ یزید کا اوچھا سا وار بریر پر پڑا جس سے بریر محفوظ رہے۔ اِدھر جنابِ بریر نے جو تلوار یزید کو ماری وہ خود کو کاٹتی ہوئی اس کے سر میں گھس گئی۔ وہ اس طرح گرا کہ معلوم ہوا کہ وہ پہاڑ سے نیچے آیا ہے۔

جنابِ بریر کی تلوار ابھی اُس کے سر میں گڑی ہوئی تھی اور قبضہ شمشیر بریر کے ہاتھ میں تھا۔

عفیف بن زُہیر کا بیان ہے کہ وہ منظر ابھی میری آنکھوں کے سامنے ہے۔ جب بریر تلوار کو آگے پیچھے حرکت دے کر اُس کے سر سے نکال رہے تھے۔ یہ منظر دیکھ کر سب پر واضح

ہو گیا ہوگا کہ حق پر کون ہے؟ اس دوران رضی بن منقذ عبدی بریر سے لپٹ گیا۔ کچھ دیر تک کشتی ہوتی رہی۔ بریر اُس کی چھاتی پر سوار ہو گئے تو عبدی چلانے لگا: بہادر و شمشیر زن کہاں ہو، آؤ اور مجھے بچاؤ۔

کب بن ازدی دوڑ کر آیا اور اُس نے جناب بریر پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا کہ ایک شخص نے اُسے یہ کہہ کر ہٹا دیا کہ یہ تو قاری قرآن بریر ہیں۔ ہم لوگوں کو قرآن پڑھاتے تھے، لیکن کعب نے بریرؓ پر نیزہ کا وار کر دیا۔ اُس کی سنان بریر کی پشت پر لگی۔ بریر برچھی کھا کر زانو کے بل ہو گئے اور عبدی کی ناک دانتوں سے کاٹ ڈالی، اُس کے چہرہ کو زخمی کر دیا۔ کعب نے پھر ایسا وار کیا کہ بریر عبدی کے سینہ سے ایک طرف ہو رہے۔ کعب کے نیزے کا پھل بریر کی پشت میں اُتر گیا تھا۔ کعب نے تلوار کے متعدد وار کر کے آپ کو شہید کر دیا۔

عفیف کا بیان ہے کہ میں نے عبدی کی طرف دیکھا جو اپنے کپڑوں سے خاک جھاڑ رہا تھا اور کہہ رہا تھا: اے ازدی بھائی! آج تم نے مجھ پر وہ احسان کیا ہے جسے میں زندگی بھر نہیں بھول سکتا۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے عفیف سے پوچھا: کیا تُو نے یہ سارا واقعہ اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا؟

اُس نے کہا: ہاں میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے سنا ہے۔

جب جنگِ کربلا ختم ہوئی تو کعب بن جابر واپس گھر آیا تو اُس کی بیوی یا بہن نوار بنت جابر کو اس کے ظلم کی خبر ہوئی تو وہ اس سے بے حد ناراض ہوئی اور کہا: وائی تباہی تیرا نصیب ٹھہرے تو فرزند فاطمہ زہراؑ کے خلاف میدانِ جنگ میں اُترا اور سید القراء کو شہید کیا اور اپنی دُنیا اور آخرت کو برباد کیا۔ واللہ! میں اپنی آخری سانس تک تجھ سے بات نہیں کروں گی۔

اس پر کعب نے اُس سے کہا: ارے تو میری جرأت و شجاعت کے بارے میں دُنیا سے پوچھ کہ میں کتنا بڑا بہادر و شجاعت ہوں حالانکہ تو میری مذمت کرنے والی ہے۔ جس دن حسینؑ سے جنگ ہوئی تھی تجھے کیا معلوم کہ یہ کیسی جنگ تھی۔ اس میں بڑے بڑے بہادروں کے پتے پانی ہو گئے تھے۔ ہر آدمی شدید آزمائش و ابتلاء میں تھا۔ گھمسان کی جنگ تھی، نیزوں سے

نیزے ٹکرا رہے تھے۔ اُس دن میں ایک شجاع و بہادر کے مقابلے میں نکلا تھا کہ جس کی شمشیر آبدار سے موت ٹپک رہی تھی۔ ہر وہ کام جسے میں اچھا نہیں سمجھتا اُسے انجام نہیں دیتا۔ لیکن جب ہر طرف خوف کی اندھیریاں چل رہی ہوں اور اُن سے بچنے کا کوئی راستہ نہ ہو اُس وقت ناپسندیدہ کام بھی کر لیتا ہوں۔

جب میرے ہاتھ میں مزنی [1] نیزہ ہو اور دشمن سامنے ہو تو میں اُس پر حملہ آور ہوتا ہوں۔ تو پھر دشمن مجھ سے بچ کر کہیں نہیں جا سکتا۔ ہاں میرے پاس صیقل شدہ دو دھاری تلوار بھی ہے۔ جب وہ قوم میرے سامنے آئی تو میں نے اُسے بے نیام کیا تا کہ اُن سے جنگ کروں جو میرے دین پر نہیں ہیں۔ میں ابنِ حرب کے مذہب پر ہوں۔

جب سے میں نے عقل و شعور کی دہلیز پر قدم رکھا میں نے ایسی بہادر و جانباز قوم نہیں دیکھی جس طرح یہ تھے۔ وہ تلواروں اور نیزوں کو اپنے سینوں پر لیتے تھے۔ دنیا موت سے فرار کرتی ہے وہ موت سے دامن گیر ہونا چاہتے تھے۔ انھوں نے شجاعت و شہامت کے وہ جوہر دکھائے جسے زمانہ تا ابد یاد رکھے گا۔ وہ زخموں سے چور چور تھے۔ پھر بھی شیروں کی طرح حملہ آور ہوتے تھے۔ وہ تھکے ماندے، بھوکے پیاسے تھے۔ اگر وہ تازہ دم ہوتے تو ہم پر اللہ کی زمین تنگ کر دیتے۔ میرا اُن کے آہنی ہاتھوں سے بچ جانا کسی معجزے سے کم نہیں ہے۔ جب کبھی تیری عبیداللہ ابنِ زیاد سے ملاقات ہو تو اُسے میرا پیغام دینا کہ میں نے نمک خواری و وفاداری کا حق ادا کر دیا ہے کیونکہ میں اپنے امیر کا مطیع ہوں۔ بریر کو میں نے ہی قتل کیا۔ جب وہ شیر کی طرح ہم پر دھاڑا کہ کون ہے جو اس کے مقابلے میں آئے؟ تو اُس وقت میں نے اپنے گھوڑے کو جولان دی اور اُسے قتل کر دیا۔

ابومخنف نے کہا کہ مجھے عبدالرحمٰن بن جندب نے بتایا، اُس نے کہا: مصعب بن زبیر کے زمانۂ امارت کی بات ہے۔ اُس سے میرے والد نے کہا: اُس نے سچ کہا، اُس نے وفا کی، اور تُو نے اپنے لیے شر و فتنہ کو کسب کیا۔ اُس نے جواب دیا: ہرگز نہیں، میں نے اپنے لیے بُرائی

---

[1] زرع یزنی: یزنی نیزہ، یہ ذی یزن کی طرف منسوب ہے۔ جوہری نے کہا ہے کہ ذو یزن حمیر کے ایک بادشاہ کا نام ہے۔ اس کی طرف یزنی یا ازنی نیزے کی نسبت دی جاتی ہے۔ (صحاح: ج ۱، ص ۲۱۹)

کو کسب نہیں کیا۔ میں نے بھلائی واچھائی کو کسب کیا۔

اُس نے کہا: کچھ لوگوں کا گمان ہے کہ جب کعب بن جابر نے اشعار کہے تو اُس کے جواب میں رضی بن مُنقذ عبدی نے کچھ اشعار کہے جن کا مطلب یہ ہے:

''اگر اللہ چاہتا تو میں کربلا والوں کے ساتھ جنگ نہ کرتا اور مجھ پر ابنِ جابر کا احسان نہ ہوتا۔ اس جنگ میں شرکت میرے لیے ننگ و عار ہے۔ ہر عصر اور ہر نسل مجھ پر لعنت کرتے رہیں گے۔ اے کاش! میں اس کے قتل ہونے سے قبل موجود ہی نہ ہوتا۔ قتل حسینؑ کے دن میں قبر میں ہوتا''۔ [1]

فَقَالَ بُرَيْرٌ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي زَادَنِي فِيكُم بَصِيرَةً. اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَبْرَأُ إِلَيْكَ مِنْ فِعَالِ هٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ. اَللّٰهُمَّ أَلْقِ بَأْسَهُمْ بَيْنَهُمْ حَتّٰى يَلْقَوْكَ وَأَنْتَ عَلَيْهِمْ غَضْبَانُ. فَجَعَلَ الْقَوْمُ يَرْمُونَهُ بِالسِّهَامِ. فَرَجَعَ بُرَيْرٌ إِلٰى وَرَائِهِ

مقتل الحسینؑ خوارزمی میں روایت ہے کہ جب صبح عاشورا ہوئی تو حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے اصحاب کے ساتھ نمازِ صبح ادا کی۔ اس کے بعد آپؑ کا گھوڑا لایا گیا۔ آپؑ اُس پر سوار ہوئے اور اپنے چند ایک صحابہ کے ساتھ ابنِ سعد کی سپاہ کے قریب گئے۔ حضرت بریر بن خُضیر آگے آگے تھے۔ آپؑ نے اُن سے کہا کہ وہ ان لوگوں کو وعظ و نصیحت کریں۔

حضرت بریر آگے بڑھے اور اُن لوگوں کے قریب جا کھڑے ہوئے اور وہ لشکر حسینؑ کی طرف پیش قدمی کیے ہوئے تھے۔ آپ نے اُن سے کہا: اے لوگو! کچھ اللہ کا خوف کرو۔ آخر ایک دن تم نے اُس کے حضور پیش ہونا ہے۔ نبی رحمت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاندان تمھارے سامنے ہے۔ یہ آپؐ کی ذُریت، عترت اور اولاد ہیں۔ ان خیام میں نبیؐ کی بیٹیاں اور آپؐ کے حرم موجود ہیں۔ اگر تمھارے پاس اپنی حقانیت کی دلیل ہے تو بیان کرو؟ آخر تم نے کیا سوچ رکھا ہے اور ان کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہتے ہو؟

ابنِ سعد کے لشکر نے کہا: ہم انھیں اپنے امیر ابنِ زیاد کے پاس لے جانا چاہتے ہیں پھر

---

[1] تاریخ طبری: ج۵، ص ۴۳۶؛ الکامل فی التاریخ: ج ۲، ص ۵۶۶؛ المنتظم: ج ۵، ص ۳۳۹

وہ جو چاہے ان کے ساتھ وہی سلوک کرے۔

حضرت بریرؓ نے کہا: کیا تم اس بات پر رضامند نہیں ہو کہ یہ جہاں سے آئے ہیں واپس چلے جائیں؟ اے اہلِ کوفہ! تم پر افسوس ہے، تم اپنے ان خطوط کو بھول چکے ہو جو تم نے فرزند رسولؐ کی طرف بھیجے تھے۔ تم نے جو عہد و پیمان کیے تھے وہ تمھیں یاد نہیں ہیں۔ ان باتوں پر اللہ ربّ العزت گواہ ہے۔ گواہی کے اعتبار سے وہ کافی ہے۔

اے اہلِ کوفہ! تم پر صد افسوس! تم نے اپنے نبیؐ کے اہلِ بیتؑ کو اپنے ہاں دعوت دی۔ تم نے اُن سے اپنی نصرت کا عہد کیا تھا۔ جب وہ تمھارے پاس آئے تو تم نے اُنھیں ابنِ زیاد کے حوالے کر دیا ہے۔ تم نے اُن پر فرات کا پانی بند کر دیا ہے جس کا پانی یہود و نصاریٰ اور مجوس پی رہے ہیں۔ جن سے جنگل کے تمام چوپائے اور درندے استفادہ کر رہے ہیں۔ تم لوگ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذریت کے بارے میں کتنے سنگدل ہو۔ کیا ہو گیا ہے تمھیں؟ اللہ ربّ العزت قیامت کے دن تمھیں پیاسا رکھے۔ تم لوگ کس قدر بدترین لوگ ہو؟

لشکر ابنِ سعد کے ایک آدمی نے کہا: اے بریر! ہمیں تیری بات کی سمجھ نہیں آتی کہ تو کیا کہہ رہا ہے؟

حضرت بریر نے کہا: اللہ سبحانہ کی حمد و ثنا ہے کہ اُس نے ہمیں بصیرت عطا کی ہے۔ خدایا! میں اس قوم کی بداعمالیوں سے بری ہوں۔ اے اللہ! ان پر اپنا عذاب بھیج جب یہ تیری بارگاہ میں آئیں تو اس وقت تو ان پر غضب ناک ہو۔

ابنِ سعد کے لشکر نے آپ پر تیر پھینکنے شروع کر دیے تو آپ واپس چلے آئے۔[1]

المناقب لابن شهر آشوب: بَرَزَ بُرَيرُ بنُ خُضَيرٍ الهمدانيُّ وَهُوَ يَقُولُ:

أنَا بُرَيرٌ وَأبِي خُضَيرٌ ... لَيثٌ يَرُوعُ الأسدَ عِندَ الزَّئرِ
يَعرِفُ فِينَا الخَيرَ أهلُ الخَيرِ ... أضرِبُكُم وَلَا أرَى مِن ضَيرِ
كَذَاكَ فِعلُ الخَيرِ مِن بُرَيرِ

---

① تاریخ طبری: ج۵، ص۴۳۶؛ الکامل فی التاریخ: ج۲، ص۵۶۶؛ المنتظم: ج۵، ص۳۳۹

قَتَلَهُ بحيرُ بنُ أوسِ الضَّبِّيُّ

المناقب ابنِ شہر آشوب میں روایت ہے کہ جب بریر بن خُضیر میدانِ جنگ میں آئے تو انھوں نے رجز پڑھا جس کا مفہوم یہ ہے:

"اے لوگو! میں بریر ہوں اور میرے والد کا نام خُضیر ہے۔ میں وہ شیر ہوں کہ جس کی گرج سے شیر بھی لرز جاتے ہیں۔ ہماری اچھائی و بھلائی کو وہ جانتے ہیں جو خود خیر پر ہیں۔ میں تم پر بڑھ چڑھ کر حملے کروں گا اس میں مجھے کوئی باک دکھائی نہیں دیتا۔ بریر کا سب سے اعلیٰ و ارفع یہی کام ہے۔ آپ نے بحیر بن اوس ضبی کے ہاتھوں جامِ شہادت نوش کیا"۔ ①

حضرت بشیر بن عمرو الحضرمیؒ

معادر میں جناب بشیر بن عمرو الحضرمی کے مختلف نام منقول ہیں:

۱- بشر بن عمر الحضرمی

۲- بشیر بن عمرو

۳- محمد بن بشیر الحضرمی

آپ کا شمار حضرت امام حسین علیہ السلام کے اُن اصحاب میں ہوتا ہے جو وفا شعار، جانثار اور جانباز تھے۔

ارضِ کربلا میں آپ کو اپنے فرزند کی اسیری کی جاں سوز خبر ملی کہ اُنھیں گرفتار کر لیا گیا ہے۔ جنابِ بشیر بن عمرو حضرمی اپنے فرزند کو قید و بند سے آزاد کرنے کے لیے امامؑ سے رخصت لے سکتے تھے۔ لیکن اس مصیبت میں اُنھوں نے امام کا ساتھ نہ چھوڑا اور اپنے فرزند کی گرفتاری کی کوئی پرواہ نہ کی۔ فرزند رسولؐ نے اُنھیں فرمایا: میں اپنی بیعت تم سے اُٹھاتا ہوں، جائیں اور اپنے فرزند کی رہائی کا بندوبست کریں۔

انھوں نے عرض کیا: اگر میں آپ کو چھوڑ دوں تو مجھے جنگل کے درندے کھا جائیں۔

---

① مناقب ابن شہر آشوب: ج ۳، ص ۱۰۰؛ بحار الانوار: ج ۴۵، ص ۱۵

ایک اور روایت میں آیا ہے کہ امام علیہ السلام نے فرمایا: جائیں اور فدیہ دے کر اپنے فرزند کو آزاد کرا لیں۔

جناب بشیر حضرمی نے عرض کیا: یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ میں آپؑ سے جدا ہو جاؤں اور آپؑ کو یہیں چھوڑ کر چلا جاؤں۔ پھر قافلوں سے پوچھتا پھروں کہ آپؑ کے ساتھ لوگوں نے کیا سلوک کیا؟ نہیں، ایسا ناممکن ہے۔ واللہ! میں کبھی بھی آپؑ کو چھوڑ کر نہیں جا سکتا۔

مورخ طبری نے نقل کیا ہے کہ جناب بشیرؓ اور سویدؓ، یہ دونوں کربلا میں سب سے آخر میں کاروانِ نور سے ملحق ہوئے تھے۔ حضرت بشیر حضرمیؓ بارگاہِ امامت میں پہنچے اور اذنِ جہاد حاصل کر کے میدان کا رُخ کیا اور رجز پڑھا جس کا مفہوم یہ ہے:

اے میری جان! آج کے دن ربِ رحمٰن سے ملاقات کرو۔ آج کا دن تاریخ آدم کا وہ مثالی دن ہے اس سے پہلے کبھی آیا اور نہ پھر قیامت تک آئے گا۔ یہ دن لازوال، اَبدی اور سرمدی نعمات کی تقسیم کا دن ہے۔

موت سے خوف مت کر۔ اس دنیا کی ہر چیز فانی ہے۔ مسئولیت و ذمہ داری کی ادائگی کے وقت مصائب و آلام کے وقت صبر سے وابستگی ضروری ہے۔

زیارتِ ناحیہ مقدسہ میں آپ کو اس طرح خراجِ تحسین پیش کیا گیا ہے:

اَلسَّلَامُ عَلٰى بَشِيْرِ بْنِ عُمَرَ الْحَضْرَمِيِّ شَكَرَ اللهُ لَكَ قَوْلَكَ لِلْحُسَيْنِ وَقَدْ اَذِنَ لَكَ فِي الْاِنْصِرَافِ: اَكَلَتْنِي اِذَنْ السِّبَاعُ حَيًّا اِنْ فَارَقْتُكَ وَاَسْاَلُ عَنْكَ الرُّكْبَانَ وَاَخْذُلُكَ مَعَ قِلَّةِ الْاَعْوَانِ لَا يَكُوْنُ هٰذَا اَبَدًا

”بشیر بن عمر حضرمیؓ پر سلام! جب فرزند رسولؐ حضرت امام حسین علیہ السلام نے انھیں واپس جانے کی اجازت دی تو انھوں نے عرض کیا: اے فرزند رسولؐ! اگر میں آپؑ کو چھوڑ کر چلا جاؤں تو مجھے جنگل کے درندے کھا جائیں۔ میں جب آپؑ کو چھوڑ کر چلا جاؤں تو پھر قافلوں سے آپؑ کے بارے میں پوچھتا رہوں کہ اُمت نے آپؑ سے کیا سلوک کیا، حالانکہ آپؑ کے اعوان

وانصار بھی بہت کم ہیں۔ ایسا کبھی نہیں ہوسکتا۔ اے بشیر! اللہ ربّ العزت کی بارگاہ میں تمھارا ان جوان جذبوں کا ارفع واعلیٰ مقام ہے"۔

اور زیارتِ رجبیہ میں بھی آپؓ پر اسی طرح کا سلام وارد ہے۔

تهذيب الكمال عن الاسود بن قيس: قِيلَ لِمُحَمَّدِ بْنِ بَشِيرٍ الحَضرمِيِّ: قَد أُسِرَ ابنُكَ بِثَغرِ الرَّيِّ، قَالَ: عِندَ اللهِ أَحتَسِبُهُ وَنَفسِي، مَا كُنتُ أُحِبُّ أَن يُؤسَرَ، وَلَا أَن أَبقَى بَعدَهُ. فَسَمِعَ الحُسَينُ علیہ السلام قَولَهُ، فَقَالَ لَهُ: رَحِمَكَ اللهُ! أَنتَ فِي حِلٍّ مِن بَيعَتِي، فَاعمَل فِي فِكَاكِ ابنِكَ. قَالَ: أَكَلَتنِي السِّبَاعُ حَيًّا إِن فَارَقتُكَ. قَالَ: فَأَعطِ ابنَكَ هٰذِهِ الأَثوَابَ البُرُودَ يَستَعِينُ بِهَا فِي فِدَاءِ أَخِيهِ. فَأَعطَاهُ خَمسَةَ أَثوَابٍ ثَمَنُهَا أَلفُ دِينَارٍ

تہذیب الکمال میں اسود بن قیس سے روایت ہے کہ جناب بشیر حضرمیؓ سے کہا گیا کہ تمھارے بیٹے کو رے کی سرحد پر گرفتار کرلیا گیا ہے۔ انھوں نے کہا: میں اپنا اور اُس کا معاملہ اللہ پر چھوڑتا ہوں۔ میں اُس کی گرفتاری نہیں چاہتا۔ اگر وہ اس حال میں ہے تو اب زندگی بیکار ہے، موت ہی بہتر ہے۔

جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے اُن کی بات سنی تو اُن سے فرمایا: اللہ تم پر رحم کرے۔ میری طرف سے تمھیں اجازت ہے۔ جائیں اور اپنے بیٹے کو رہا کرائیں۔

جناب بشیر حضرمیؓ نے عرض کیا: اگر میں آپؑ کو چھوڑ کر چلا جاؤں تو مجھے جنگل کے درندے چیر پھاڑ کر کھا جائیں۔

آپؑ نے فرمایا: یہ قیمتی ملبوسات ہیں، اپنے فرزند کے حوالے کردو تاکہ وہ اِن کے عوض اپنے بھائی کو رہائی دلائے۔ آپؑ نے اُسے پانچ ملبوسات دیے تھے جن کی قیمت ایک ہزار دینار تھی۔

مقاتل الطالبيين عن حميد بن مسلم: جَاءَ رَجُلٌ حَتّىٰ دَخَلَ عَسكَرَ الحُسَينِ علیہ السلام: فَجَاءَ إِلىٰ رَجُلٍ مِن أَصحَابِهِ، فَقَالَ لَهُ: إِنَّ

خَبَرَ ابنِكَ فُلَانٍ وَافَى ,اِنَّ الدَّيلَمَ أسِروهُ .فَتَنصَرِفُ مَعِي حَتّٰى نَسعٰى فِي فِدَائِهِ .فَقَالَ: حَتّٰى أصنَعَ مَاذَا، عِندَ اللهِ أحتَسِبُهُ وَنَفسِي .فَقَالَ لَهُ الحُسَينُ علیہ السلام: إنصَرِف وَأنتَ فِي حِلٍّ مِن بَيعَتِي .وَأنَا أُعطِيكَ فِدَاءَ ابنِكَ .فَقَالَ :هَيهَاتَ أن اُفَارِقَكَ، ثُمَّ أسَالَ الرُّكبَانَ عَن خَبَرِكَ !لَا يَكُونُ وَاللهِ هٰذَا أبَدًا وَلَا اُفَارِقُكَ .ثُمَّ حَمَلَ عَلَى القَومِ .فَقَاتَلَ حَتّٰى قُتِلَ رَحمَةُ اللهِ عَلَيهِ وَرِضوَانُهُ

مقاتل الطالبیین میں حمید بن مسلم سے روایت ہے کہ ایک آدمی اصحابِ حسینؑ میں داخل ہوا۔ اُنھیں کسی نے کہا کہ تمھارے بیٹے کو دیلمیوں نے اپنے ہاں قید کرلیا ہے، تم میرے ساتھ چلو تاکہ اُسے رہا کرائیں۔

انھوں نے جواب دیا: میں اس وقت کیا کرسکتا ہوں میں اُسے اور اپنے آپ کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حوالے کرتا ہوں۔ وہ مہربانی فرمائے گا۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: میری طرف سے تمھیں اجازت ہے یہاں سے چلے جائیں۔ میں کچھ مال تمھارے حوالے کرتا ہوں۔ اُس کے ذریعے اپنے فرزند کی رہائی کا انتظام کرلیں۔

جناب بشیر حضرمیؓ نے عرض کیا: فرزندِ رسولؐ! ایسا نہیں ہوسکتا کہ میں آپؑ کو دشمنوں کے نرغے میں چھوڑ کر چلا جاؤں۔ پھر لوگوں سے پوچھتا پھروں کہ اُمت نے آپؑ کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے۔ واللہ! ایسا کرنا ناممکن ہے۔ میں آپؑ کو اس طرح نہیں چھوڑ سکتا۔ اس کے بعد انھوں نے امام علیہ السلام سے جنگ کرنے کی اجازت مانگی۔ جب اجازت ملی تو میدانِ جنگ میں آئے، دشمن سے جنگ کرتے ہوئے راہیِ بہشت ہوئے۔

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را[1]

---

[1] مقاتل الطالبیین: ص ۱۱۶

۱-سیف بن الحارث بن سُریع جابری (۱) و مالک بن عبد بن سُریع جابری

جناب سیف بن الحارث بن سُریع اور مالک بن عبد بن سُریع ، دونوں ایک طرف سے چچازاد بھائی تھے اور ماں کی طرف سے سگے بھائی تھے کیونکہ ان دونوں کی ماں ایک تھی اور والد جدا جدا تھے۔ (۲) مورخین نے سیف کے مختلف نام ذکر کیے ہیں اور وہ یہ ہیں:

۱-سیف بن الحارث بن سُریع (۳)

۲-سیف بن الحارث (۴)

۳-شبیب بن الحارث بن سُریع (۵)

۴-سفیان بن سُریع (۶)

اسی طرح جناب مالک کے بھی مختلف نام آئے ہیں:

۱-مالک بن عبد بن سُریع (۷)

۲-ملک بن عبداللہ بن سُریع (۸)

---

(۱) ہمدان کا ایک علاقہ ہے جسے بنی جابر کہا جاتا ہے۔ (مقتل الحسین خوارزمی، ج ۲،ص ۲۳؛ مثیر الاحزان: ص ۶۶؛ راجع: ہذا موسوعہ: ج ۴،ص ۱۷۲

(۲) ان دونوں بھائیوں کا نسب، خاندان، قائش بن جابر سے ملتا ہے۔ (جمیر) بن عبداللہ بن قادم بن یزید: راجع نسب معد: ج ۲،ص ۵۱۷؛ الاشتقاق: ص ۴۲۰؛ انساب الاشراف: ج ۳،ص ۴۰۵

(۳) نسب معد: ج ۲،ص ۵۱۱؛ انساب الاشراف: ج ۳،ص ۴۰۵؛ الاشتقاق: ص ۴۲۰؛ امالی شجری: ج ۱، ص ۱۷۳؛ حدائق الوردیہ: ج ۱،ص ۱۲۲

(۴) راجع زیارت رجبیہ

(۵) زیارتِ ناحیہ

(۶) رجال طوسی: ص ۱۰۱

(۷) نسب معد: ج ۲،ص ۵۱۱؛ اشتقاق: ص ۴۲۰؛ زیارتِ ناحیہ روایت اقبال و راجع: ہذا موسوعہ، ج ۴،ص ۱۷۲

(۸) انساب الاشراف: ج ۳،ص ۴۰۵؛ امالی شجری: ج ۱،ص ۱۷۳؛ حدائق الوردیہ: ج ۱،ص ۱۲۲؛ زیارتِ ناحیہ بہ روایت المزار الکبیر و مصباح الزائر

۳- مالک بن عبداللہ الحارثی ①

۴- مالک بن سریع ②

یہ دونوں برادران فرزند رسولؐ کے صحابی تھے۔ ③ یہ دونوں عاشورا کے دن اُس وقت کاروانِ نور میں شامل ہوئے جب فوجوں نے امامؑ کو ہر طرف سے گھیر لیا تھا۔ یہ دونوں بھیگی آنکھوں کے ساتھ امامؑ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ امامؑ نے اُن سے رونے کی وجہ پوچھی تو انھوں نے عرض کیا: اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمیں آپؑ کا فدیہ قرار دے۔ واللہ! ہم اپنے لیے نہیں رو رہے۔ ہم آپؑ کی غربت و بے کسی پر رو رہے ہیں۔ آپؑ پر محاصرہ تنگ کر دیا گیا ہے۔ ہم تعداد میں بہت قلیل ہیں۔ یہ آپ کو قتل کر دینا چاہتے ہیں۔ ہم انھیں روکنے کی قدرت نہیں رکھتے۔

امام علیہ السلام نے ان دونوں کے حق میں دُعائے خیر فرمائی۔

ان دونوں کے اسماء زیارتِ ناحیہ اور رجبیہ میں موجود ہیں۔ ④

اَلسَّلَامُ عَلٰی شَبِیبِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ سَرِیعٍ اَلسَّلَامُ عَلٰی مَالِكِ بْنِ عَبْدِ بْنِ سَرِیعٍ

"شبیب بن حارث بن سریع اور مالک بن عبد بن سریع پر سلام"۔

تاریخ طبری میں محمد بن قیس سے روایت ہے کہ دو جابری ⑤ جوان اُن میں سے ایک کا نام حارث بن سریع اور دوسرے کا نام مالک بن عبد بن سریع تھا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے عم زاد تھے اور ماں کی طرف سے بھائی تھے کیونکہ دونوں کی ماں ایک تھی۔ یہ دونوں روتے ہوئے امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: میرے بھتیجے کیوں رو رہے ہو؟ واللہ! میں تمھیں اس حال میں تھیں

---

① راجع: ہذا موسوعہ، ج ۸، ص ۱۶۵

② رجال الطوسی: ص ۱۰۵

③ رجال الطوسی: ص ۱۰۵

④ رجال الطوسی: ص ۱۰۱

⑤ تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۴۲؛ الکامل فی التاریخ: ج ۴، ص ۵۶۸؛ مقتل الحسینؑ خوارزمی: ج ۲، ص ۲۳؛ مثیر الاحزان: ص ۶۲؛ بحار الانوار: ج ۴۵، ص ۲۵۔ بعض مصادر میں جابری بیان ہے اور بعض میں غفاری بیان ہے۔

دیکھ سکتا۔ بارگاہِ خداوندی میں اُمید ہے کہ چند لحات بعد تمھاری آنکھوں کو ٹھنڈک نصیب ہوگی۔

انھوں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ ہمیں آپؑ کا فدیہ قرار دے۔ ہم اپنے لیے نہیں رو رہے بلکہ آپؑ کی مظلومیت پر رو رہے ہیں۔ ہر طرف فوجوں نے آپ کو گھیر لیا ہے اور ہم اس حصار کو توڑنے کی طاقت نہیں رکھتے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تم دونوں کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ ان دونوں نے امامؑ سے دُعا حاصل کرنے کے بعد امامؑ کو سلام کیا۔ امامؑ کے سلام کے بعد میدانِ جنگ کی طرف بڑھے اور شجاعت و شہامت کے جوہر دکھائے اور آخر میں جامِ شہادت نوش کیا۔

جناب جنادہ بن حارثؓ و جناب عمرو بن جنادہ بن حارثؓ

اس بزرگوار کا نام جنادہ بن حارث سلیمانی ہے یا انصاری۔ (۱) ان کے نام میں بھی اختلاف ہے اس کی تفصیل یہ ہے:

۱- جابر بن حارث سلمانی (۲)

۲- جبار بن حارث سلمانی (۳)

۳- جیاد بن حارث سلمانی (۴)

۴- جیاد بن حارث سلیمانی المرادی (۵)

۵- حیان بن حارث سلیمانی ازدی (۶)

۶- حیان بن حارث (۷)

۷- حسان بن حارث

---

(۱) رجال طوسی: ص ۹۹؛ امالی شجری: ج ۱، ص ۱۷۲؛ حدائق الوردیہ: ج ۱، ص ۱۲۲

(۲) الفتوح: ج ۵، ص ۱۱۰

(۳) راجع ہذا موسوعہ، ص ۲۳۶

(۴) الکامل فی التاریخ: ج ۲، ص ۵۶۹

(۵) انساب الاشراف: ج ۳، ص ۲۰۵

(۶) زیارتِ ناحیہ

(۷) نسب معد: ج ۱، ص ۳۳۳؛ زیارتِ رجبیہ، بروایت مصباح الزائر والمزار شہید اول

مورخ طبری نے اپنے ہاں جابر بن حارث سلیمانی نقل کیا ہے۔

کچھ مورخین نے ان کے بارے میں نقل کیا ہے کہ ان دونوں کا شمار اُن مقاتلین میں ہوتا ہے جو سب سے پہلے شہید ہوئے تھے اور ایک جگہ پر قتل ہوئے تھے۔ ①

ابنِ شہر آشوب نے اپنی کتاب میں اِن کا نام حباب بن الحارث نقل کیا ہے۔ انھیں حملہ اولیٰ کے شہداء میں شمار کیا ہے۔

بعض مصادر میں جنادہ بن الحارث الانصاری اور اُن کے فرزند عمرو کا ذکر ہے کہ یہ دونوں کربلا کے شہداء میں سے ہیں۔ لیکن ہماری تحقیق یہ ہے کہ ان کا نام جنادہ بن الحارث سلیمانی ہے۔

جناب جنادہ بن حارث نے امام علیہ السلام سے اذنِ جہاد لیا اور میدان میں اُترے اور شیر کی طرح ہمہمہ کرتے ہوئے ابنِ سعد کے لشکر پر حملہ کیا۔ اس وقت اُن کی زبان پر یہ رجز تھا:

"دُنیا دیکھ لے کہ میں جنادہ ہوں اور حارث کا بہادر سپوت ہوں۔ نہ تو میں کمزور ہوں اور نہ عہد وپیمان کو توڑنے والا ہوں۔ یہ عہد ہمیشہ میرے ورثے میں جاری وساری رہے گا۔ میرے خون کا قصاص باقی رہنے والا ہے"۔

آپ کچھ اس طرح سے حملہ ہوئے کہ دشمن کی صفوں کو اُلٹ پلٹ کر رکھ دیا۔ بہت سے دشمنوں کو تہ تیغ کیا اور آخر میں شہادت کی سعادت حاصل کی۔

اِن کے بعد اِن کے مجاہد ومبارز فرزند جناب عمرو بن جنادہ میدان میں آئے اور یہ رجز پڑھا:

"ابنِ ہند اور اُس کے ساتھیوں پر زندگی تنگ کردو۔ بہادر شہسواروں کی پے در پے ضربات سے اُن کا سکھ چین چھین لو۔ وہ مہاجرین جن کے نیزے کفّار کے خون سے رنگین ہیں کیونکہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں اسلام کی خاطر جہاد کیا تھا۔ آج ہمارے نیزے اِن

---

① زیارتِ رجبیہ بروایت الاقبال

فاجروں اور فاسقوں کے خون سے رنگین ہو رہے ہیں۔ ہمارے نیزے
اُس گروہ کا خون گرا رہے ہیں جس گروہ نے اَشرار کی نصرت میں قرآن کا
انکار کردیا ہے۔ آج یہ لوگ بدر و اُحد کے مقتولوں کا بدلہ لینے کے لیے
تیز و تند تلواریں بے نیام کیے ہوئے ہیں۔
مجھے اپنے ربّ کی قسم! میں اپنی تلوار شرربار سے تادمِ حیات ان فاسقوں
سے جنگ کرتا رہوں گا۔ آج کے دن واجب ہے کہ ہم اپنی مسئولیت سے
عہدہ برآ ہوں"۔

جناب عمرو بن جنادہ فرزندِ رسولؐ کی نصرت کا حق ادا کرتے ہوئے منزلِ شہادت پر پہنچے۔ (۱)

زیارتِ ناحیہ میں ان کا ذکر موجود ہے:

اَلسَّلَامُ عَلٰی حَیَّانَ بْنِ الْحَارِثِ سُلیمانی اَزدی

زیارتِ رجبیہ میں بھی ان پر سلام وارد ہے۔

حضرت ابوذر غفاریؓ کے غلام جنابِ جَونؓ (۲)

مصادر میں جنابِ جَونؓ کے مختلف اسماء مذکور ہیں وہ درج ذیل ہیں:

۱- جوین (۳)

۲- جَون بن حَوِی (۴)

۳- جَون بن حَرِی (۵)

---

(۱) مقتل الحسینؑ خوارزمی: ج ۲، ص ۲۱؛ الفتوح: ج ۵، ص ۱۱۰؛ مناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۱۰۴

(۲) بحار الانوار: ج ۴۵، ص ۲۸

(۳) رجال طوسی: ص ۹۹؛ مقاتل الطالبین: ص ۱۱۳؛ مقتل الحسینؑ خوارزمی: ج ۲، ص ۱۹؛ زیارتِ ناحیہ و رجبیہ، ہذا موسوعہ: ج ۳، ص ۱۷۷

(۴) ارشاد: ج ۲، ص ۹۳؛ اعلام الوریٰ: ج ۱، ص ۴۵۶

(۵) زیارتِ ناحیہ بروایت بحار الانوار

۴-جون بن ابی مالک ①

۵-حوی ②

آپ حضرت امام حسین علیہ السلام کے صحابی تھے۔ حضرت ابوذر غفاریؓ کے غلام تھے۔ اُن کی وفات کے بعد انھوں نے آلِ محمدؐ کی غلامی اختیار کرلی تھی۔ اپنی شہادت تک اسی مقدس گھرانے کے خادم رہے۔ ③ یومِ عاشورا فرزند رسولؐ کے پاس آئے اور آپؑ سے جنگ کرنے کی اجازت چاہی لیکن امام علیہ السلام نے انھیں اجازت نہ دی۔ آپؑ نے فرمایا: اے جون! میں تمھیں اجازت دیتا ہوں یہاں سے چلے جاؤ۔ تم نے ساری زندگی ہماری خدمت کی اب اپنے آپ کو آزمائش میں ڈالو۔

یہ سن کر جنابِ جونؓ انتہائی افسردہ ہوئے اور عرض کیا:

وَاللهِ! اِنَّ رِيحِي لَمُنتِنٌ. وَاِنَّ حَسَبِي لَلَئِيمٌ ولَونِي الْاَسْوَدُ. فَتَنَفَّس عَلَيَّ بِالْجَنَّةِ فَيَطِيبُ رِيحِي وَيَشْرُفُ حَسَبِي، وَيَبْيَضُّ وَجْهِي. لَا وَاللهِ لَا اُفَارِقُكُمْ حَتّٰى يَخْتَلِطَ هٰذَا الدَّمُ الْاَسْوَدُ مَعَ دِمَائِكُمْ

''خدا کی قسم! میں خوب جانتا ہوں کہ میرے بدن کی بُو خوشگوار نہیں ہے۔ میرا حسب ونسب میری اصل و اصالت پست، میرے جسم کی رنگت سیاہ ہے۔ خدارا! مجھ پر نظر کرم کریں، پروانہ بہشت عطا کریں۔ میری بُو خوشگوار ہوجائے۔ میرا نسب عالی و متعالی ہوجائے۔ میرا چہرہ نُورانی و منور ہوجائے۔ بخدا! میں ہرگز آپ کو چھوڑ کر نہیں جاسکتا جب تک کہ میرا یہ سیاہ خون آپ کے طیب و طاہر خون سے مخلوط نہ ہوجائے''۔ ④

---

① زیارتِ ناحیہ بروایت الاقبال: ج ۳، ص ۷۸

② مناقب ابن شہرآشوب: ج ۴، ص ۱۰۳

③ تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۲۰؛ انساب الاشراف: ج ۳، ص ۳۹۳، ۴۰۳؛ الفتوح: ج ۵، ص ۱۵۸؛ امالی شجری: ج ۱، ص ۱۷۲؛ حدائق الوردیہ: ج ۱، ص ۱۲۱

④ راجع: ہذا الموسوعہ: ص ۱۷۷

جب آپ کو اذنِ جہاد ملا تو آپ بہت خوش ہوئے۔ بڑھاپے کے باوجود جوان جذبوں اور ولولوں کے ساتھ یہ رجز پڑھتے ہوئے دشمن کی صفوں میں گھس گئے:

"فجار اور کفار کو ایک سیاہ فام کی تیز و تند شمشیرِ آب دار کی ضربات کیسے لگ رہی ہیں جو آلِ محمدؐ کی نصرت و حفاظت کے لیے جنگ کر رہا ہے۔ جی ہاں! میں اپنی زبان اور ہاتھ سے اُن کا دفاع کروں گا۔ اس عظیم الشان عمل کے ذریعے قیامت کے دن اپنے پروردگار سے جنت کی اُمید رکھتا ہوں کیونکہ اُس کی بارگاہ میں شافع اور شفیع صرف احمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں"۔ ①

اہلِ بیت رسولؐ کے اس صادق، محب و موالی نے شجاعت کے جوہر دکھا کر شہادت کی ابدی سعادت کا راستہ اختیار کیا۔

جب حضرت جونؓ شہید کر دیے گئے تو فرزند رسولؐ اُن کے جنازے پر آئے اور یہ دُعا مانگی:

اَللّٰهُمَّ بَیِّض وَجْهَهٗ وَطَیِّبْ رِیْحَهٗ وَاحْشُرْهُ مَعَ الْاَبْرَارِ وَعَرِّفْ بَیْنَهٗ وَبَیْنَ مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ ②

"خدایا! اِن کے چہرے کو ضوفشاں و منور کر دے، اِن کے جسم کو معطر کر دے، نیکوکاروں اور بزرگواروں کے ساتھ محشور فرما۔ انھیں جس قدر محمدؐ و آلِ محمدؐ سے محبت تھی اور عشق و علاقہ تھا اُسے عام فرما"۔

زیارتِ ناحیہ مقدسہ میں ان کا کچھ تذکرہ ہے:

---

① الفتوح: ج ۵، ص ۱۰۸؛ انساب الاشراف: ج ۳، ص ۴۰۳؛ مقتل الحسینؑ خوارزمی: ج ۲، ص ۱۹؛ مناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۱۰۳؛ بحار الانوار: ج ۴۵، ص ۲۳

② تسلیۃ المجالس: ج ۲، ص ۲۹۳؛ بحار الانوار: ج ۴۵، ص ۲۳؛ قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ سید محمد ابی طالب موسوی کرکی مؤلف کتاب "تسلیۃ المجالس" کا تعلق دسویں صدی ہجری کے علماء سے ہے، صرف انھوں نے یہ مذکورہ روایت اپنے ہاں نقل کی ہے اس لیے یہ روایت قابلِ اعتماد نہیں ہے۔ کیونکہ صرف انھوں نے یہ روایت نقل کی ہے کسی اور عالم نے نقل نہیں کی ہے۔

اَلسَّلَامُ عَلٰی جَوْنِ بْنِ حَوِیٍّ مَوْلٰی اَبِیْ ذَرٍّ الْغِفَارِیِّ

''حضرت ابوذر غفاریؓ کے غلام جنابِ جونؓ پر سلام''۔

زیارتِ رجبیہ میں بھی اس طرح اِن کا ذکر ہے۔

الملهوف: فِي ذِكْرِ مَقتَلِ أَصحَابِ الإِمَامِ عَلِيٍّ علیہ السلام: بَرَزَ جَون مَولَى أَبِي ذَرٍّ ، وَكَانَ عَبداً أَسوَدَ ، فَقَالَ لَهُ الحُسَينُ: أَنتَ فِي إِذنٍ مِنِّي ، فَإِنَّمَا تَبِعتَنَا طَلَباً لِلعَافِيَةِ ، فَلَا تَبتَلِ بِطَرِيقِنَا فَقَالَ: يَابنَ رَسُولِ اللهِ ، أَنَا فِي الرَّخَاءِ أَلحَسُ قِصَاعَكُم ، وَفِي الشِّدَّةِ أَخذُلُكُم ؟! وَاللهِ إِنَّ رِيحِي لَمُنتِنٌ ، وَإِنَّ حَسَبِي لَلَئِيمٌ ، وَلَونِي لَأَسوَدُ ، فَتَنَفَّس عَلَيَّ بِالجَنَّةِ ، فَيَطِيبَ رِيحِي ، وَيَشرُفَ حَسَبِي وَيَبيَضَّ وَجهِي لَا وَاللهِ لَا أُفَارِقُكُم حَتَّى يَختَلِطَ هٰذَا الدَّمُ الأَسوَدُ مَعَ دِمَائِكُم

ثُمَّ قَاتَلَ حَتَّى قُتِلَ رِضوَانُ اللهِ عَلَيهِ

الملهوف میں روایت ہے، حضرت ابوذر غفاریؓ کے غلام جناب جونؓ فرزند رسولؐ کے پاس آئے اور جنگ کی اجازت مانگی۔ امامؑ نے اُن سے فرمایا: اے جونؓ! تمھیں میری طرف سے اجازت ہے، یہاں سے چلے جاؤ، تم نے ساری زندگی ہماری خدمت کی ہے۔ اب ہم پر مشکل وقت آن پڑا ہے، جان بچا کر چلے جاؤ۔

جنابِ جونؓ نے عرض کیا: فرزند رسولؐ! امن و آشتی کے زمانہ میں مَیں آپ کا کاسہ لیس رہا۔ اب مصائب و آلام کے زمانے میں آپ کو چھوڑ کر چلا جاؤں تو یہ مناسب نہیں ہے۔ واللہ! میرے بدن کی بو پسندیدہ نہیں ہے۔ میرا نسب ارفع و اعلیٰ نہیں ہے۔ میرا رنگ خوش نما و خوب صورت نہیں ہے۔ مجھ پر احسان فرمائیں، مجھے جنگ کی اجازت دیں تاکہ میں جنت میں داخل ہو جاؤں اور میرا جسم معطر و خوشبودار ہو جائے۔ میرا حسب و نسب شریف و مشرف ہو جائے۔ میرے چہرے کی سیاہ رنگت حُسن و جمال میں بدل جائے۔ نہیں، واللہ! میں اس وقت تک آپؑ سے جدا نہیں ہوں گا جب تک میرا سیاہ خون آپؑ کے ملکوتی خون سے مخلوط نہ ہو جائے۔ اس کے

بعد آپ میدانِ جنگ میں گئے اور بہادری کے جوہر دکھاتے ہوئے راہی جنت ہوئے۔[1]

حضرت جونؓ نوبہ کے رہنے والے تھے۔ آپ جناب فضل بن عباسؓ کے غلام تھے۔ حضرت علی علیہ السلام نے انھیں فضل بن عباسؓ سے خرید کر صحابیِ رسولؐ حضرت ابوذر غفاریؓ کو ہدیہ کر دیا تھا تاکہ وہ اِن کی خدمت کریں۔

جب خلیفۂ ثالث نے حضرت ابوذرؓ کو رَبذہ کی طرف جلاوطن کیا تو اُس وقت یہ بھی اُن کے ساتھ تھے۔ ۳۱ یا ۳۲ ہجری میں جب حضرت ابوذرؓ عالمِ غربت میں اس دنیا سے رخصت ہوئے تو یہ مدینہ واپس آ گئے اور امیرالمومنینؑ کی خدمت گزاری میں مصروف ہو گئے۔ امیرالمومنینؑ کی شہادت کے بعد یہ حضرت امام حسن علیہ السلام کے پاس آ گئے۔ آپؑ کی شہادت کے بعد یہ حضرت امام حسین علیہ السلام سے وابستہ ہو گئے اور حضرت امام سجاد علیہ السلام کی خدمت میں مصروف ہو گئے۔ حضرت جونؓ نے اپنی زندگی کا بڑا حصہ اہلِ بیتِ رسولؐ کی خدمت میں بسر کیا۔ جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے مدینہ چھوڑا اُس وقت بھی یہ امامؑ کے ہمراہ تھے۔

تمام مورخین نے لکھا ہے کہ حضرت جونؓ آلاتِ حرب و ضرب کی شناخت اور اُن کی اصلاح میں مہارتِ تامہ رکھتے تھے۔ شبِ عاشور کے واقعات میں ملتا ہے کہ آپ فرزندِ رسولؐ کے خیمے میں بیٹھ کر آلاتِ حرب و ضرب کی اصلاح کرتے رہے۔

جب روزِ عاشورا آپ کو جنگ کرنے کی اجازت ملی تو نہایت جوش و ولولہ کے ساتھ میدانِ جنگ میں آئے اور رجزیہ اشعار پڑھ کر شیر کی طرح یزیدی فوج کی طرف بڑھے اور دشمن پر تابڑ توڑ حملے کیے۔ مناقب ابنِ شہر آشوب کے مطابق سپاہِ ابنِ سعد کے پچیس فوجیوں کو قتل کیا اور پھر صحابیِ امامؑ دشمن کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت ہے: جب جنگِ کربلا ختم ہوئی اور قبیلہ بنی اسد کے لوگ گنجِ شہداء میں آئے اور شہداء کے لاشوں کی تدفین شروع کی تو اس تدفین کے دس روز بعد انھیں جنابِ جونؓ کی لاش ملی جس سے عنبر اور کستوری کی خوشبو آ رہی تھی۔ (اضافہ من المترجم)

---

① اللہوف: ص ۱۶۳؛ مثیر الاحزان: ص ۶۳؛ بحارالانوار: ج ۴۵ ص ۲۲

حضرت حبیب بن مظاہرؓ

حضرت حبیب بن مظاہرؓ اسدی (۱) قبیلے کے سپوت تھے۔ مصادر رجالیہ اور مصادر تاریخیہ میں آپ کا اسم شریف حبیب بن مظہر (۲) الفقعسی (۳) مذکور ہے۔ آپ حضرت امام حسن علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے خاص صحابہ میں سے تھے۔ (۴)

علامہ ابنِ حجر نے نقل کیا ہے کہ انھوں نے رسولِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ پایا تھا۔ (۵)

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے دورِ حکومت میں حضرت حبیب بن مظاہر آپؓ کی فوج شرطہ الخمیس (۶) کے امیر تھے۔ حضرت حبیب بن مظاہرؓ، حضرت میثم تمارؓ اور حضرت رشید ہجریؓ کے بارے میں ایک مشہور حدیث ہے جس میں ان میں سے ہر ایک کا مستقبل بتایا گیا ہے کیونکہ یہ تینوں حضرت امام علی علیہ السلام کے خاص شاگرد تھے۔ یہ کمالات معنویہ و رفیعہ سے متصف تھے۔ علم المنایا والبلایا پر مہارتِ تامہ رکھتے تھے۔ یہ تمام اوصاف دلیل ہیں کہ یہ مذکورہ اصحاب سربستہ اُمور پر دسترس رکھتے تھے۔ (۷)

امیر شام کی وفات کے بعد جب کوفہ میں انقلابی تحریک نے اہلِ کوفہ میں گرمی و جوش پیدا کیا تو سب سے پہلے جن لوگوں نے فرزند رسولؐ کی طرف خطوط بھیجے تھے اُن میں سے آپ کا نام سرفہرست ہے۔ جب حضرت مسلمؑ امام علیہ السلام کا خط لے کر کوفہ تشریف لائے۔ ایک گھر

---

(۱) تاریخ طبری: ج ۵، ص ۳۱۶؛ مقتل الحسینؑ خوارزمی: ج ۲، ص ۱۸؛ ارشاد: ج ۲، ص ۹۵؛ رجال طوسی: ص ۱۰۵؛ راجع ہذا موسوعہ ج ۳، ص ۱۸۲

(۲) جمہرۃ النسب: ص ۱۲۰؛ انساب الاشراف: ج ۳، ص ۳۰۲؛ اخبار الطوال: ص ۲۵۶؛ الکامل فی التاریخ: ج ۲، ص ۵۶۷؛ البدایۃ والنہایۃ: ج ۸، ص ۱۸۲؛ الاختصاص: ص ۷؛ بحار الانوار: ج ۱۰۱، ص ۳۳۰

(۳) تاریخ طبری: ج ۵، ص ۳۵۵؛ الاصابہ: ج ۲، ص ۱۳۲؛ الفتوح: ج ۵، ص ۳۸؛ جمہرۃ النسب: ص ۱۲۰

(۴) رجال طوسی: ص ۶۰، ۹۳، ۱۰۰؛ اختصاص: ص ۳، ۷، ۸؛ رجال البرقی: ص ۳، ۷؛ رجال ابن داؤد: ص ۷۰

(۵) تاریخ طبری: ج ۵، ص ۳۳۶؛ الکامل فی التاریخ: ج ۲، ص ۵۶۶؛ المنتظم: ج ۵، ص ۳۳۹

(۶) رجال البرقی: ص ۳

(۷) راجع، ص ۱۸۱، ح ۱۶۸۷

میں اہلِ کوفہ کا اجتماع ہوا تو اُن کے سامنے امام علیہ السلام کا خط پڑھا گیا تو جناب عابسؓ کھڑے ہوئے اور اُنھوں نے حاضرین سے کہا تھا کہ اُس نے امام علیہ السلام کو آپ کے سفیر کی دعوت دی ہے۔ وہ آخر دم تک اُن کے دشمنوں سے جنگ کرنے کے لیے تیار ہے۔اُن کے بعد حضرت حبیب بن مظاہرؓ کھڑے ہوئے تھے اور کہا تھا: اللہ آپ پر رحم کرے، تم نے اپنے دل کی بات اختصار کے ساتھ پیش کر دی ہے۔

وَاَنَا وَاللهِ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ .عَلٰی مَا هٰذَا عَلَیْهِ

"اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ میں بھی اپنی ذمہ داری اس طرح پوری کروں گا جس طرح اُنھوں نے ابھی کہا ہے"۔

ان دو اشخاص کے بعد حضرت مسلمؑ کی بیعت کا آغاز ہوا۔ حضرت حبیب بن مظاہرؓ نے حضرت مسلم بن عقیلؑ کی بیعت کی تحریک میں جان توڑ کوشش کی تھی۔ ①

جب کوفہ کی تحریک ناکام ہوگئی تو حضرت حبیبؓ فوراً امامؑ کے پاس کربلا میں آگئے تھے اور یہاں آپ نے بہت سے لوگوں کو نصرتِ فرزندِ رسولؐ کی دعوت دی۔ جس طرح کہ قبیلہ بنی اسد کا واقعہ ہے کہ چھٹے محرم کی رات آپ اُن کے پاس گئے تھے اور اُنھیں امامؑ کی نصرت کی دعوت دی تھی۔

عاشورا کے دن امامؑ نے آپ کو اپنی فوج کے میسرہ کی امارت عطا کی تھی۔ میدانِ کربلا میں آتشِ جنگ کے شعلے آسمان سے باتیں کر رہے تھے لیکن حضرت حبیب بن مظاہرؓ نہایت ہی پرسکون تھے۔ جب آپ نے بعض اصحاب سے ہنسی مذاق کیا تو جناب بریرؓ نے آپ سے کہا تھا: اے برادر یہ وقت ہنسی مذاق کا نہیں ہے۔

اُنھوں نے جواب دیا تھا: پھر اس سے بڑھ کر مسرت و شادمانی کے اظہار کا کب وقت آئے گا۔ واللہ! ابھی یہ طاغی و باغی لوگ اپنی تلواروں کے ساتھ ہم پر حملہ آور ہوں گے، ہم ان سے جنگ کرتے ہوئے شہید ہو جائیں گے تو بس حورانِ جنت ہمارے استقبال کے لیے حاضر ہو کر ہمیں گلے لگا لیں گی۔

---

① امالی شجری: ج ۱، ص ۱۷۲؛ حدائق الوردیہ: ج ۱، ص ۱۲۱

جب حضرت حبیب بن مظاہرؓ دشمن کے لشکر پر حملہ آور ہوئے تھے تو اُس وقت آپ نے یہ رجز یہ اشعار پڑھے تھے:

أَنَا حَبِيبٌ وَأَبِي مُظَاهِرٌ فَارِسُ هَيْجَاءَ وَحَرْبٍ تُسْعَرُ
أَنْتُمْ أَعْدَاءُ عُدَّةٌ وَأَكْثَرُ وَنَحْنُ أَوْفَى مِنْكُمْ وَأَصْبَرُ
وَنَحْنُ أَعْلَى حُجَّةً وَأَظْهَرُ حَقًّا وَأَتْقَى مِنْكُمْ وَأَعْذَرُ

"اے لشکر اعداء! جان لو میں حبیب ہوں اور میرے والد کا نام مظاہر ہے۔ جب میدانِ حرب وضرب کی آگ شعلہ ور اور بھڑک رہی ہو تو میں اُس میں بے خوف وخطر گھس جاتا ہوں۔ اگرچہ تم اعداد وشمار کے لحاظ سے کثیر ہو لیکن جانثاری ووفاداری اور شکر وصبر میں ہم تم پر بھاری ہیں۔ جان لو! ہم دلائل وبراہین اور تقویٰ وحجت میں تم پر اعلیٰ، غالب اور اغلب ہیں۔ حق وحقیقت ہمارے ساتھ ہے"۔

اس کے بعد آپ دشمنوں کی صفوں میں گھس گئے۔ جس پر تلوار اُٹھائی وہ اُس پر بجلی بن کر گری۔ آخرکار شہادت کا جام زلال نوش کیا۔

جب فرزند رسولؐ کو حضرت حبیب بن مظاہرؓ کی شہادت کی خبر دی گئی تو آپؑ پر یہ خبر بہت شاق گزری۔ آپؑ نے فرمایا:

أَحْتَسِبُ نَفْسِيْ وَحُمَاةَ أَصْحَابِيْ

"میں اپنا اور اپنے حامی ومعاون اصحاب کی جزا کا بارگاہِ ایزدی سے متمنی ہوں"۔

زیارتِ ناحیہ میں آپ پر سلام وارد ہے:

اَلسَّلَامُ عَلٰى حَبِيْبِ بْنِ مُظَاهِرِ الْاَسَدِيِّ

"حضرت حبیب بن مظاہرؓ پر سلام"۔

اسی طرح زیارتِ رجبیہ میں آپ پر سلام وارد ہے۔

لمحہ فکریہ

فاضل دربندی نے اپنی کتاب "اسرار الشہادۃ"[1] میں جناب حبیب بن مظاہرؓ اور جناب مسلم بن عوسجہؓ کے متعلق ایک مفصل حکایت درج کی ہے کہ حضرت مسلم بن عوسجہؓ کوفہ میں عطار کی دکان پر خضاب خرید رہے تھے تو وہاں جناب حبیبؓ نے اُنھیں واقعہ کربلا کی خبر دی۔ اسی طرح حضرت امام حسین علیہ السلام کا جنابِ حبیبؓ کی طرف خط لکھنا کہ تم میری نصرت کے لیے کربلا آجاؤ۔ جنابِ حبیبؓ کا اپنی زوجہ سے مکالمہ، جنابِ حبیبؓ کے غلام کا اُن کے گھوڑے سے مکالمہ، پھر مشکلات سے گزر کر جنابِ حبیبؓ کا کربلا پہنچنا اور جب آپ وہاں پہنچے تو آپ کی طرف حضرت زینب سلام اللہ علیہا کا سلام بھیجنا، ان تمام واقعات و حالات کا مصادر معتبرہ میں کہیں ذکر نہیں ہے۔ علاوہ ازیں مقامِ افسوس و تاسف یہ ہے کہ اکثر خطباء و صاحبانِ منبر بھی حکایات فاضل دربندی کے حوالے سے منبر پر پیش کرتے ہیں۔

رجال الکشی میں فضیل بن زبیر سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت میثم تمارؓ گھوڑے پر سوار کہیں جا رہے تھے کہ محلہ بنی اسد کے قریب حضرت حبیب بن مظاہرؓ سامنے آتے ہوئے مل گئے۔ حضرت حبیبؓ بھی گھوڑے پر سوار تھے دونوں گفت و شنید میں مصروف ہو گئے۔ اس دوران وہ ایک دوسرے کے اس قدر قریب ہوئے کہ دونوں گھوڑوں کی گردنیں باہم ملی ہوئی تھیں۔

حضرت حبیبؓ نے کہا: میں گویا ایک عمر رسیدہ بزرگوار کو دیکھ رہا ہوں جن کے سر کے اگلے بال اُڑے ہوئے ہیں اور اُن کا جسم بھاری ہے۔ جو دارُ الرزق کے پاس خربوزے فروخت کرتے ہیں کہ جنھیں محبت اہل بیتؑ و رسولؐ کے جرم میں سولی پر لٹکا دیا جائے گا اور اُن کے پہلو پر نیزہ مارا جائے گا۔

یہ سن کر حضرت میثمؓ نے کہا: میں بھی ایک شخص کو دیکھ رہا ہوں جن کی رنگت سرخ و سفید ہے اور سر پر دو گیسو ہیں۔ وہ فرزندِ رسولؐ کی نصرت کے لیے نکلیں گے اور شہید کر دیے جائیں گے اور اُن کا سر کوفہ کے بازاروں اور گلی کوچوں میں پھرایا جائے گا۔

---

[1] اسرار الشہادۃ: ج ۳، ص ۵۹۱

اس گفتگو کے بعد وہ دونوں وہاں سے جدا ہو گئے۔ کچھ لوگ جو وہاں موجود تھے ان دونوں بزرگواروں کی گفتگو سن رہے تھے۔ آپس میں کہنے لگے: جی آج تک ہم نے اِن دو افراد سے زیادہ جھوٹا کوئی نہیں دیکھا۔ ابھی وہ لوگ اِسی بات پر تبصرہ کر رہے تھے کہ حضرت رُشید ہجریؓ انھیں تلاش کرتے ہوئے وہاں آپہنچے اور لوگوں سے اُن کے بارے میں استفسار کرنے لگے۔

لوگوں نے بتایا کہ ابھی ابھی وہ دونوں یہاں پر ہی موجود تھے اور وہ اس نوعیت کی باتیں کر رہے تھے۔

حضرت رُشیدؓ نے اُن کی بات سن کر کہا: اللہ سبحانہ تعالیٰ میرے بھائی میثمؓ پر رحم کرے کہ اُنھوں نے پوری بات نہیں کہی کہ جب فرزندِ رسولؐ کے ناصر حضرت حبیب بن مظاہرؓ کا سر کوفہ میں دربار ابنِ زیاد میں لایا جائے گا تو دوسرے سروں کے مقابلے میں اُن کے سر کا انعام ایک سو درہم زیادہ دیا جائے گا۔

یہ کہہ کر حضرت رُشیدؓ وہاں سے چلے گئے۔ اُن کی بات سن کر وہاں موجود لوگ کہنے لگے: واللہ! یہ ان دونوں سے زیادہ جھوٹا ہے۔

انھی راویانِ احوال کا بیان ہے کہ زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ ہم نے میثم تمارؓ کو عمرو بن حریث کے دروازے پر سولی پر لٹکا ہوا اور حبیب بن مظاہرؓ کے سر کو کوفہ کے بازاروں میں پھراتے ہوئے دیکھا۔ اس طرح اِن ہستیوں کی کہی ہوئی باتوں کو ہم نے اپنی آنکھوں سے سچ ہوتے ہوئے دیکھا۔

حضرت حبیب بن مظاہرؓ کا شمار اُن ستر اشخاص میں ہوتا ہے جنھوں نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی نصرت کی تھی۔ ان لوگوں نے دشمن کے نیزوں کو اپنے سینوں پر لیا اور اُن کی تلواروں کو اپنے چہروں پر لیکن نصرتِ حسینؑ میں پیش پیش رہے۔ جب اُنھیں امان اور اَموال کی پیش کش ہوئی تو یہ کہہ کر ٹھکرا دی کہ اگر فرزندِ رسولؐ شہید کر دیئے گئے اور ہم ایک طرف رہے تو کل بارگاہِ رسالت میں کیا جواب دیں گے؟ یہ تمام لوگ نصرتِ حسینؑ میں مارے گئے۔

صبح عاشورا تھی اصحاب کے مجمع میں حضرت حبیب بن مظاہرؓ نے ہنسی مذاق کی بات کی تو سیّد القراء حضرت یزید بن حُصَیرؓ ہمدانی نے کہا: برادر! یہ مذاق کا وقت نہیں ہے۔

حضرت حبیبؓ نے کہا: پھر اس سے زیادہ مسرت و سرور کا وقت کب آئے گا۔ واللہ! کچھ دیر بعد یہ طاغی و باغی گروہ اپنی تلواریں نکال کر ہماری طرف پیش قدمی کریں گے۔ ان کے اور ہمارے درمیان جنگ ہوگی۔ شہادت ہمارا مقدر ہے۔ اِدھر ہم شہید ہوں گے اُدھر حورانِ جنّت ہمارے ساتھ گلوگیر ہو رہی ہوں گی۔ ①

الامالی للصدوق عن عبداللہ بن منصور عن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین عن أبیه عن جدیه [زین العابدین] علیہ السلام:

ثُمَّ بَرَزَ حَبِیبُ بنُ مُظَهَّرٍ الأَسَدِيُّ رِضْوَانُ اللهِ عَلَيهِ، وَهُوَ يَقُولُ:

أَنَا حَبِيبٌ وَ أَبِي مُظَهَّرٌ لَنَحنُ أَزكَى مِنكُمُ وَأَطهَرُ

تَنصُرُ خَيرَ النَّاسِ حِينَ يُذكَرُ

فَقَتَلَ مِنهُمْ أَحَداً وَثَلاثِينَ رَجُلًا. ثُمَّ قُتِلَ رِضوانُ اللهِ عَلَيهِ

امالی صدوق میں عبداللہ بن منصور سے روایت ہے، اُس نے کہا کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے اپنے آباء سے روایت کی ہے کہ جب حضرت حبیب بن مظاہرؓ اسدی میدانِ جنگ میں آئے تو یہ رجز یہ اشعار پڑھے:

"میں حبیبؓ ہوں اور مظاہرؓ میرے والد ہیں۔ ہم تم لوگوں سے بہت زیادہ پاک و پاکیزہ اور طیب و طاہر ہیں۔ ہم اُس ہستی کے ناصر و نصیر ہیں جو اس وقت کائنات میں سب سے بہتر و برتر اور ارفع و اعلیٰ ہے۔ جب لوگ کربلا کا ذکر کریں گے تو وہ ہمارے کارناموں کو ضرور یاد رکھیں گے"۔

آپؓ نے کوفی فوج کے ۳۱ سپاہیوں کو قتل کیا اور جنگ کرتے ہوئے بہشت بریں کی ملکوتی فضاؤں کا رُخ کیا۔ ②

(الفتوح کی روایت کو حذف کیا جا رہا ہے کیونکہ اُس جیسی روایت نقل ہو چکی ہے)۔

① رجال الکشی: ج ۱، ص ۲۹۲؛ بحار الانوار: ج ۴۵، ص ۹۳

② امالی صدوق: ص ۲۲۴؛ روضۃ الواعظین: ص ۲۰۶؛ بحار الانوار: ج ۴۴، ص ۳۱۹

تاریخ طبری میں ابو مخنف سے روایت ہے اُس نے سلیمان بن ابی راشد سے سنا، اُس نے حمید بن مسلم سے سنا، اُس نے کہا: حضرت امام حسین علیہ السلام نے ظہر عاشورا فرمایا: ان لوگوں سے کہو کچھ دیر کے لیے جنگ روک دیں تاکہ ہم نماز پڑھ لیں۔

جب یہ بات کہی گئی تو حصین بن تمیم نے کہا: تمھاری نماز قبول نہیں۔ تو حضرت حبیب بن مظاہرؓ نے اُس سے کہا: کیا آلِ رسولؐ کی نماز قبول نہیں اے گدھے! کیا تمھاری نماز قبول ہے؟

راوی کا کہنا ہے کہ حصین بن تمیم نے حبیب بن مظاہرؓ پر حملہ کر دیا۔ حبیبؓ نے اُس کے گھوڑے کے منہ پر تلوار ماری تو وہ الف ہوا۔ یہ گھوڑے سے گر پڑا۔ اُس کے ساتھی دوڑے اور اُسے اُٹھا کر لے گئے اور اُسے بچا لیا۔ اُس وقت حبیب بن مظاہرؓ کی زبان پر یہ رجز تھا:

أُقْسِمُ لَوْ كُنَّا لَكُمْ أَعْدَادًا أَوْ شَطْرَكُمْ وَلَّيْتُمْ أَكْتَادًا

يَا شَرَّ قَوْمٍ حَسَبًا وَآدًا

"میں قسم سے کہتا ہوں کہ اگر ہم تمھاری تعداد رکھتے ہوتے یا تمھاری تعداد کا نصف ہوتے تو تم ہمارے سامنے بھاگتے ہوئے نظر آتے۔ اے حسب ونسب اور کردار و گفتار کے لحاظ سے بدترین قوم"۔

آپ رجز بھی پڑھ رہے تھے اور شد و مد کے ساتھ دشمن پر تلوار بھی چلا رہے تھے۔ جو بھی اُن کی تلوار کی زد میں آتا وہ راہی ملک عدم ہوتا۔ اس اثنا میں بنی تمیم کا ایک شخص آپ کی طرف بڑھا۔ آپ نے اپنی تلوارِ آبدار کے ایک وار کے ساتھ اُسے ٹھنڈا کر دیا۔ اُس کا نام بدیل بن صُریم بن بنی عفان تھا۔ اُس کا انتقام لینے کے لیے اُس کے قبیلے کا ایک فرد نیزے کے ساتھ حبیب بن مظاہرؓ پر حملہ آور ہوا۔ جب آپ کو نیزہ لگا تو آپ گر پڑے۔ آپ اُٹھنا چاہتے تھے کہ حصین بن تمیم نے آپ کے سر پر تلوار کی ضرب لگائی تو آپ گر پڑے۔ تمیمی نے گھوڑے سے اُتر کر جنابِ حبیبؓ کا سر کاٹ لیا۔ حصین نے تمیمی سے کہا کہ میں بھی تیرے ساتھ اِن کے قتل میں شریک تھا۔ تمیمی نے کہا: واللہ! میں نے ہی انھیں قتل کیا ہے۔ حصین نے کہا: یہ سر مجھے کچھ دیر کے لیے دے دو تاکہ میں بھی ان کے قتل میں شریک ہوں۔ پھر یہ سر تم مجھ سے لے لینا اور ابنِ زیاد کے پاس لے جانا۔ ان کے قتل کا جو انعام تمھیں ملے مجھے اُس کی

ضرورت نہیں ہے۔ تمیمی نے اُس کی بات نہ مانی، لیکن اُن کی قوم والوں نے دونوں کے درمیان اسی بات پر صلح کروادی۔ اُس نے حبیب بن مظاہرؓ کا سر حصین کے حوالے کر دیا۔ اس نے سر کو اپنے گھوڑے کے گلے میں ڈالا اور تمام لشکر میں پھرایا۔ پھر واپس آکر سر تمیمی کے حوالے کر دیا۔

جب جنگِ کربلا ختم ہوئی تو یہ لوگ واپس کوفہ آئے۔ یہی تمیمی حبیب بن مظاہرؓ کے سر کو اپنے گھوڑے کے سینہ پر لٹکائے ہوئے ابنِ زیاد کے قصر کی طرف آیا۔ حبیبؓ کے فرزند قاسم نے اپنے باپ کا سر اُسی سوار کے پاس دیکھا وہ اُس وقت سِن بلوغت کے قریب تھے۔ لڑکے نے سوار کے پیچھے پیچھے پھرنا شروع کر دیا۔ وہ کسی وقت اُس کا ساتھ نہ چھوڑتا تھا۔ وہ قصر میں جاتا تو یہ بھی اُس کے ساتھ قصر میں جاتا۔ وہ نکلتا تو یہ بھی ساتھ نکلتا۔ تمیمی سوار کو کچھ بدگمانی ہوئی۔ کہنے لگا: اے لڑکے! تو میرے پیچھے کیوں لگا ہوا ہے؟ قاسم بن حبیبؓ نے کہا: ویسے ہی، ایسی کوئی بات نہیں ہے؟ اُس نے کہا: کوئی بات ضرور ہے مجھ سے بیان کرو۔ قاسم نے کہا: یہ سر میرے باپ کا ہے، تو یہ سر میرے حوالے کر دے تاکہ میں اُسے دفن کر دوں۔ اُس نے کہا: اے لڑکے! اگر میں یہ سر تیرے حوالے کر دوں اور تو اسے دفن کر دے تو اس پر امیر راضی نہیں ہوگا۔ مجھے اُمید ہے کہ اس کے قتل کے عوض امیر مجھے بڑا انعام دے گا۔

لڑکے نے کہا: خدا تجھ سے اس کا بدترین عوض لے گا۔ واللہ! تو نے اپنے سے بہتر شخص کو قتل کیا ہے۔ یہ کہہ کر قاسم بن حبیبؓ رونے لگا۔

الغرض قاسم اسی فکر میں رہا کہ وہ کسی طرح اپنے باپ کے قاتل سے انتقام لے۔ کچھ عرصہ بعد وہ لڑکا بالغ ہو گیا لیکن وہ اپنے والد کے قاتل کی تاک میں رہا لیکن اُسے قتل نہ کر سکا۔ آخرکار مصعب بن زبیر کا عہدِ حکومت آیا۔ مصعب بن زبیر نے باجمیری[1] پر فوج کشی کی۔ قاسم بن حبیبؓ اس لشکر میں موجود تھا۔ اُس نے اپنے باپ کے قاتل کو ایک خیمہ میں دیکھا۔ اُس نے اُس پر نگاہ رکھی کہ وہ کب اکیلا ہوتا ہے۔ ایک دن دوپہر کو قیلولہ کے وقت اُسے تلوار کی متعدد ضربات سے ٹھنڈا کر دیا۔

---

[1] باجمیری: ایک جگہ ہے جو تکریت کے قریب ہے۔ معجم البلدان: ج ۱ ص ۳۱۴؛ اس موسوعہ کی جلد پنجم کے نقشہ کی طرف رجوع کریں۔

ابومخنف نے روایت کی ہے کہ مجھے محمد بن قیس نے بتایا: جب حضرت حبیب بن مظاہرؓ قتل ہوئے تو اس سے حسینؑ بن علیؑ بہت زیادہ محزون و مغموم ہوئے اور فرمایا: میں اپنا اور اپنے حامی و محامی اصحاب کی جزا کا بارگاہِ ایزدی سے متمنی ہوں۔ ①

حضرت حجاج بن مسروقؓ

جناب حجاج بن مسروق جعفیؓ ② کا نام بعض مصادر نے حجاج بن مسرور ③ نقل کیا ہے۔
آپ حضرت امام حسین علیہ السلام کے اصحابِ باوفا میں سے تھے۔ آپ نے یومِ عاشورا شرفِ شہادت حاصل کیا تھا۔

جناب حجاج وہ بزرگوار ہیں کہ جنھیں فرزندِ رسولؐ نے عبید اللہ بن حُر جعفیؓ کی طرف بھیجا تھا تاکہ وہ آپؑ کی نصرت کرے۔ ④

جب امام علیہ السلام کا حُر بن یزید ریاحی کے لشکر سے سامنا ہوا تھا تو انھوں نے امام علیہ السلام کے حکم سے ظہر کی اذان کہی تھی۔ ⑤ بعض مصادر نے اپنے ہاں یہ نقل کیا ہے کہ جناب حجاجؓ فرزندِ رسولؐ کے مستقل مؤذن تھے۔ ⑥

انھوں نے روزِ عاشورا اذنِ جہاد حاصل کیا۔ یہ رجز یہ اشعار پڑھ کر لشکرِ ابنِ سعد پر حملہ کر دیا:

أَقْدِمْ هُدِيتَ هَادِياً مَهْدِيَا ۔۔۔ فَالْيَوْمَ تَلْقَى جَدَّكَ النَّبِيَا
ثُمَّ أَبَاكَ ذَا النَّدَى عَلِيَّا ۔۔۔ ذَاكَ الَّذِي نَعْرِفُهُ وَصِيَا

---

① تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۲۹؛ الکامل فی التاریخ: ج ۲، ص ۵۶۷؛ انساب الاشراف: ج ۳، ص ۴۵۲؛ مقتل الحسین خوارزمی: ج ۲، ص ۱۷-۱۹؛ مثیر الاحزان: ص ۶۲، ص ۶۵

② تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۰۱؛ انساب الاشراف: ج ۳، ص ۴۰۵؛ نسب معد: ج ۱، ص ۳۱۶؛ الاشتقاق: ص ۴۰۹؛ الفتوح: ج ۵، ص ۱۰۹؛ مناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۱۰۳؛ زیارتِ ناحیہ و زیارتِ رجبیہ

③ ارشاد: ج ۲، ص ۳۶۲

④ راجع: ج ۳، ص ۳۸۵، ساتویں فصل

⑤ تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۰۰

⑥ راجع: ج ۳، ص ۳۶۲، ساتویں قسم/ساتویں فصل

وَالحَسَنَ الخَيْرَ التَّقِي الوَفِيَا   وَذَا الجَنَاحَيْنِ الفَتَى الكَمِيَا
وَأَسَدَ اللهِ الشَّهِيدَ الحَيَا

"اے میرے سید و سردار! قدم بڑھائیں! آج اپنے نانا بزرگوارؐ اپنے والد علی وصیؑ، اپنے بھائی حسن مجتبیٰؑ اور اپنے بہادر و شجاع چچا حضرت جعفر طیارؓ اور حضرت امیر حمزہؓ سے ملاقات کرو گے"۔ ①

زیارتِ ناحیہ میں ان پر سلام وارد ہیں۔

اَلسَّلَامُ عَلَى الْحَجَّاجِ بْنِ الْمَسْرُوقِ الْجُعْفِي

"حجاج بن مسرق جعفی پر سلام"۔

زیارتِ رجبیہ میں بھی اسی طرح آپؓ پر سلام بھیجا گیا ہے۔

(مقتل الحسینؑ خوارزمی نے حجاج بن مسروقؓ کے بارے میں یہ نقل کیا ہے کہ آپؓ فرزند رسولؐ حضرت امام حسینؑ کے مؤذن تھے۔ انھوں نے رجز یہ اشعار پڑھ کر دشمن کی فوج پر حملہ کیا اور اُن کے کافی لوگوں کو قتل کیا اور آخر میں شہادت کی سعادت حاصل کی)۔ ②

حضرت حُرؓ بن یزید ریاحیؓ

حضرت حُرؓ بن یزید ریاحیؓ ③ قبیلہ بنی تمیم ④ کے عیون و اشراف میں سے تھے۔ ان کے حالاتِ زندگی کے بارے میں وافر مقدار میں معلومات موجود نہیں ہیں۔ ہاں مؤرخین نے

---

① الفتوح: ج ۵، ص ۱۰۹؛ المناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۱۰۳۔ اس کتاب میں ہے کہ حجاج بن مسروق نے پچیس اشخاص کو قتل کیا تھا۔

② مقتل الحسینؑ خوارزمی: ج ۲، ص ۲۰؛ بحار الانوار: ج ۴۵، ص ۲۵

③ مقتل الحسینؑ خوارزمی: ج ۲، ص ۲۰؛ بحار الانوار: ج ۴۵، ص ۲۵

④ جمہرۃ انساب العرب: ص ۲۲۷؛ جمہرۃ النسب: ص ۲۱۶؛ تاریخ طبری: ج ۵، ص ۳۹۲۔ اس کتاب میں آپ کا نام نقل ہے: حر بن یزید حنظلی نہشلی۔ انساب الاشراف: ج ۳، ص ۳۸۳؛ اس کتاب میں نام: حر بن یزید حنظلی ہے۔ رجال طوسی: ص ۱۰۷؛ زیارتِ ناحیہ و زیارتِ رجبیہ وہذا الموسوعہ: ج ۴، ص ۱۹۱؛ امالی شجری: ج ۱، ص ۱۷۲؛ حدائق الوردیہ: ج ۱، ص ۱۲۱؛ تذکرۃ الخواص: ص ۲۵۱

اتنا لکھا ہے کہ آپ ابنِ زیاد کی فوج کے امیر تھے۔ جب کربلا میں یزیدی فوجیں اکٹھی ہوگئیں اور عاشورا کے دن فرزندِ رسولؐ کے خلاف ابنِ سعد کی عسکری کوششوں کو دیکھا تھا تو یہ اُن سے کٹ کر کاروانِ نُور سے ملحق ہو گئے تھے۔ جنابِ حُر وہ فردِ فرید اور عبدِ وحید ہیں جنھوں نے چند لحات وساعات کے دوران نارِ جہنم سے نسیم بہشت کا سفر طے کیا تھا۔ ذلت وشقاوت کی اتھاہ گہرائیوں سے نکل کر کمال وسعادت کی ملکوتی بلندیوں کی طرف پرواز کی تھی۔ جنابِ حُرؓ کا چند لحات میں یہ فیصلہ اس بات کی دلیل ہے انسان اگر منقلب ہونا چاہے تو وہ منقلب ہوسکتا ہے۔ وہ راہِ حق وحقیقت اختیار کرنا چاہے تو کرسکتا ہے۔ ابدی اور لازوال نعمات کے حصول کے لیے درہم ودینار کی جھنکار اور زوال پذیر قدرت واقتدار کو اپنی جوتی کی نوک پر رکھ سکتا ہے۔

جی ہاں! عمر ابنِ سعد اور اُس کی فوج کے اُمرا اپنے امیر ابنِ زیاد ویزید کے ساتھ فنا کے ہاتھوں کب کے فنا ہو چکے ہیں۔ انھوں نے عارضی ریاست واقتدار اور مال وثروت کے حصول کے لیے نواسہ رُسولؐ سے جنگ کی تھی۔ جنگ کرنے کے بعد فرزندِ رسولؐ کو شہید کرنے کے بعد انعامات لیے اور پھر حضرت مختار ثقفیؓ کے ہاتھوں قتل ہوئے اور جہنم واصل ہوئے۔ قیامت تک آنے والے انسانوں کی لعنت کو بھی اپنے پلے میں باندھا۔ لیکن حضرت حُرؓ کا فیصلہ حُریت کا فیصلہ تھا، حق وحقیقت کا فیصلہ تھا، آدم وآدمیت، انسان اور انسانیت کا فیصلہ تھا۔ اُن کا فیصلہ یزید اور یزیدی طاقتوں اور اُن کے حواریوں کے چہرے پر وہ زوردار آہنی طمانچہ ہے جس کا کرب وہ تا قیامِ قیامت وہ اپنے دل ودماغ میں محسوس کرتے رہیں گے۔ حضرت حُرؓ بہشتِ بریں میں رسولِ عالمین کی بارگاہ میں ہیں۔ جب کسی محفل میں انسانیت کا ذکر ہوتا ہے حق وحقیقت کے انقلاب کا تذکرہ ہوتا ہے تو جنابِ حُر کا نام سرفہرست ہوتا ہے (اضافہ من المترجم)

جب فرزندِ رسولؐ حضرت امام حسین علیہ السلام کوفہ کی طرف آرہے تھے۔ یہی حضرت حُرؓ ہی تھے جنھوں نے آپؑ کے سامنے رکاوٹیں کھڑی تھیں کیونکہ ابنِ زیاد نے انھیں ایک ہزار کے لشکر کے ساتھ بھیجا تھا کہ وہ جہاں کہیں حسینؑ ابنِ علیؑ کو پائیں گرفتار کرکے اُس کے پاس لے آئیں یا پھر انھیں ایسی جگہ اُتار دیں جہاں زندگی کے بسر کرنے کے اسباب میسر نہ ہوں۔ اِس امر سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حُرؓ میں فوج کی امارت وقیادت کے اعلیٰ جوہر موجود تھے۔ اُموی

حکومت کو آپ پر بہت زیادہ اعتماد تھا۔ اس لیے آپ کو ایک اہم فریضہ سونپا گیا تھا۔ جب اِن کا سامنا فرزندِ رسولؐ کے کاروانِ نُور سے ہوا تو انھوں نے اپنے منصبی فریضے کو اُس طرح نبھایا جس طرح وہ مامور تھے۔ یہ اُن کا جرم کوئی معمولی جرم نہ تھا۔ لیکن یوم عاشورا جب بنوتمیم کے اس چشم و چراغ نے کہ جس نے اپنی ماں کا پاک و پاکیزہ دودھ پیا تھا اپنے آپ کو جنّت و جہنم کے درمیان دیکھا۔ اس سے پہلے وہ صرف اُموی حکومت کی فوج کے جنرل تھے۔ اب صبح عاشورا اُن کے قلب کی آنکھیں کھلیں کہ ایک طرف بہشت بریں کے باغات اور دوسری طرف دوزخ کے بھڑکتے ہوئے شعلے تو اپنے آپ سے کہا: اے حُر! یہ دُنیا اور اُس کا ظاہر باہر سراپا فریب و دھوکہ ہے۔ آج ہے کل نہیں ہے، جہنّم تیری گھات میں ہے وہ جلد تجھے اپنے آہنی پنجوں سے تجھے دبوچ لے گی۔ پھر تو ابدی و سرمدی شعلہ ور آگ میں جلتا رہے گا۔ آہ و بکا کرتا رہے گا۔ چیختا چلاتا رہے گا تیرا کوئی معاون و ناصر نہیں ہوگا۔

اس جرأت و شجاعت کے پیکر نے مادیت کے مشرق و مغرب کے اربوں میلوں پر مشتمل فاصلوں کو چشمِ زدن میں طے کر کے روحانیت و معنویت کی ملکوتی فضاؤں میں پرواز کا آغاز کیا اور اس وقت آپ کی زبان پر بیداری اُمت کا وہ ترانہ تھا جس نے ہر عصر اور ہر نسل کو قیامت تک تڑپا کر رکھ دیا ہے۔

> اِنِّي وَاللّٰهِ اُخَيِّرُ نَفْسِي بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ . وَوَاللّٰهِ . لَا اُخْتَارُ عَلَى الْجَنَّةِ شَيْئًا وَلَوْ قُطِعْتُ وَحُرِّقْتُ
>
> ''واللہ! میں جنّت اور دوزخ کے درمیان کھڑا ہوں۔ میرے ایک طرف جنّت ہے اور دوسری طرف دوزخ ہے۔ بخدا! میں اپنی ہر چیز کو قربان کرسکتا ہوں لیکن جنّت کو نہیں چھوڑ سکتا۔ چاہے اس کے حصول میں ٹکی ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جاؤں اور پھر نذرِ آتش کر دیا جاؤں''۔

جی ہاں! یہ ایک ربانی انسان کا قیامت تک ہر آنے والے ہر اُس انسان کے لیے پیغامِ فکر ہے کہ جب تیری زندگی میں ایسا موڑ آ جائے کہ ایک طرف حق ہو اور دوسری طرف باطل، ایک طرف جنّت ہو اور دوسری طرف نار، تو وہاں میری طرح فیصلہ کرنا حق کا ساتھ دینا، باطل

سے منہ موڑ لینا، جنت کا راستہ اپنا لینا، جہنم سے اپنے آپ کو بچا لینا۔

جب تاریخ آدم کا مطالعہ کیا جاتا ہے جیسا فیصلہ اس کوفہ کے تمیمی سردار نے کیا، ایسا فیصلہ کہیں اور نظر نہیں آتا۔ چشم فلک نے موت سے بچنے کے لیے راہِ فرار اختیار کرتے ہوئے کروڑوں انسانوں کو دیکھا ہوگا لیکن موت کی طرف لپکتے ہوئے انسانوں کو اگر کبھی دیکھا ہوگا تو صرف میدانِ کربلا میں دیکھا ہوگا۔

حُر ریاحیؓ نے اُموی حکومت کی نوکری کو اپنے جوتے کی نوک پر رکھ کر ولایت آلِ رسولؐ کے تمغوں کو سینے پر سجا کر کاروانِ حسینیؑ کا رُخ کیا، اپنے گھوڑے کو جولان دیا، اپنے ہاتھ اپنے سر پر رکھنے اور اپنے دل میں یہ زمزمہ سنج ہوئے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ تُبْتُ اِلَيْكَ فَتُبْ عَلَيَّ ، فَقَدْ اَرْعَبْتُ قُلُوْبَ اَوْلِيَائِكَ وَاَوْلَادَ بِنْتِ نَبِيِّكَ

"خدایا! میں تیری بارگاہ میں توبہ کے لیے ہاتھ بلند کیے ہوئے ہوں تو میری اس توبہ کو قبول کرلے کیونکہ میں نے تیرے اولیاء اور تیرے نبیؐ کی دختر کی اولاد کو حیرانیوں اور پریشانیوں میں ڈالا ہے"۔

حضرت حُرؓ حیران و پریشان تھے کہ اُن سے ایک بہت بڑی خطا ہوگئی ہے۔ وہ آلِ رسولؐ کے مصائب و آلام کا سبب بنا ہے۔ آپ کے سامنے حسینیؑ خیام تھے جن میں نبیؐ کی بیٹیاں اور معصوم بچے موجود تھے جن پر ساتویں محرم سے پانی بند تھا۔ العطش العطش کی دردناک آوازیں اُس کے کانوں میں لوہے کی گرم سلاخوں کی مانند گزر رہی تھیں۔ اُن کے وہم و گمان میں نہ تھا کہ اُن کا بظاہر معمولی اقدام تاریخ کی بدترین خون ریزی کا پیش خیمہ ثابت ہوگا۔ اُن کے دل و دماغ پر ہتھوڑے کی ضربات چل رہی تھیں کہ کیا اُس کی توبہ قبول ہوگی یا نہیں؟ کیا فرزندِ رسولؐ اُسے معاف کردیں گے یا نہیں؟

جب وہ بارگاہِ امامت میں حاضر ہوئے تو درج ذیل الفاظ اُن کی زبان پر تھے:

جُعِلْتُ فِدَاكَ ! اَنَا صَاحِبُكَ الَّذِيْ حَبَسَكَ عَنِ الرُّجُوْعِ وَجَعْجَعَ بِكَ وَاللّٰهِ مَا ظَنَنْتُ اَنَّ الْقَوْمَ يَبْلُغُوْنَ بِكَ مَا اَرٰى،

وَاَنَا تَائِبٌ اِلَی اللّٰهِ فَهَلْ تَرٰی لِیْ مِنَ التَّوْبَةِ

"فرزند رسولؐ! میں آپؑ پر قربان جاؤں! میں نے آپؑ کو واپس جانے سے روکا تھا اور آپ کے لیے مشکلات کھڑی کر دی تھیں۔ واللہ! یہ میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ یہ لوگ اس حد تک پہنچ جائیں گے جو اب میں دیکھ رہا ہوں۔ میں اللہ رب العزت کی بارگاہ میں اپنے جرم کی معافی چاہتا ہوں۔ اے میرے سردار! کیا میرے لیے معافی کی کوئی گنجائش ہے؟"

فرزند علیؑ و بتولؑ نے جب جنابِ حرؓ کے اخلاص و خلوص، مؤدت و محبت، منقلب حالت و کیفیت کو دیکھا تو فوراً اپنے اس حوصلہ افزا کلام سے اُن کا استقبال کیا۔

نَعَمْ یَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَیْكَ فَانْزِلْ

جی ہاں! اللہ رب العزت تیرے ان جذبات کو قدر کی نگاہ سے دیکھ رہا ہے۔ وہ ضرور تیری توبہ کو قبول کرے گا۔ اے میرے مہمان! گھوڑے سے اُترو۔

جی ہاں! فرزند زہراؑ کے اِن الفاظ میں وہ پیار و محبت اور شیرینی و مٹھاس تھا کہ جنابِ حرؓ کو ایک نئی زندگی مل گئی۔ یاس و ناامیدی نے اُمیدوں و آرزوؤں کا عروسی لباس زیب تن کیا۔ اُن کے دل و دماغ میں پژمردگی ابدی زندگی میں ڈھل کر رہ گئی۔ (اضافۃ من المترجم)

جب فرزند رسولؐ نے حضرت حرؓ سے کہا تھا کہ گھوڑے سے اُترو تو وہ ایک مجاہدانہ شان لیے ہوئے امامؑ کی خدمت میں یوں عرض گزار ہوئے تھے:

اَنَا لَكَ فَارِسًا خَیْرٌ مِنِّیْ رَاجِلًا وَاِلَی النُّزُوْلِ یَؤُوْلُ آخِرُ اَمْرِیْ

"پیدل ہونے سے میرا گھوڑے پر سوار رہنا بہتر ہے۔ اگر میں نیچے آؤں تو پھر میں کسی اور کام میں مصروف ہو جاؤں گا اور جس مقصد کے لیے آیا ہوں اُس میں تاخیر ہو جائے گی"۔

مزید عرض پذیر ہوئے:

فَاِذَا کُنْتُ اَوَّلَ مَنْ خَرَجَ عَلَیْكَ. فَأْذَنْ لِیْ اَنْ اَکُوْنَ اَوَّلَ قَتِیْلٍ لَعَلِّیْ. اَکُوْنَ مِمَّنْ یُصَافِحُ جَدَّكَ مُحَمَّدًا غَدًا فِی الْقِیَامَةِ

"سب سے پہلے میں نے ہی آپؑ پر خروج کیا ہے۔ اب مجھے اجازت دیجیے تاکہ آپؑ کی نصرت میں میدانِ جنگ میں اُتر کر شہادت حاصل کروں۔ اُمید ہے اس عمل کے عوض کل بروزِ قیامت آپؑ کے نانا بزرگوار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سب سے پہلے مصافحہ کرنے والا میں ٹھہروں گا"۔

جی ہاں! اِن الفاظ سے حضرت حُرؓ نے اپنے عقیدے کا اعلان کیا تھا کہ امام برحق اللہ ربّ العزت کی طرف سے اُس کا نائب ہوتا ہے۔ اُس کی رضا اللہ کی رضا ہے۔ اس لیے انھوں نے فرزندِ رسولؐ کی خدمتِ اقدس میں کہا تھا: کیا میری توبہ قبول ہوگی؟ علاوہ ازیں حضرت حُرؓ کے سامنے مبدا و معاد کی حقیقت تھی کہ یہ دنیا فانی ہے آخر ایک دن مرنا ہے۔ پھر قیامت کے دن محشور ہونا ہے۔ وہاں سید الانبیاءؐ کی شفاعت کے بغیر نجات ناممکن ہے۔

حضرت حُرؓ امام علیہ السلام سے جنگ کی اجازت لے کر لشکرِ اعداء کے پاس آئے اور اُن سے خطاب کیا لیکن ان ظالموں پر اُن کی وعظ و نصیحت کا کوئی اثر نہ ہوا تھا۔ اُن سے جنگ کرتے ہوئے شہادت کا آبِ زُلال نوش کیا۔

روایت ہے کہ جب حضرت حُرؓ زخموں کی تاب نہ لا کر زمین پر گرے تھے تو اصحابِ حسینؑ نے حملہ کر کے سپاہِ عمر بن سعد کو بھگا دیا تھا۔ جنابِ حُرؓ کو اُٹھا کر امامؑ کے پاس لے آئے تھے۔ فرزندِ رسولؐ اُن کے قریب آ کر بیٹھ گئے اور اُن کے چہرے سے خاک اپنے ہاتھوں سے صاف بھی کر رہے تھے اور یہ کہہ بھی رہے تھے:

أَنْتَ الْحُرُّ كَمَا سَمَّتْكَ أُمُّكَ. حُرٌّ فِي الدُّنْيَا وَحُرٌّ فِي الْآخِرَةِ

"اے حُرؓ! آپ واقعی حُرؓ ہیں جس طرح کہ تمھاری ماں نے تمھارا نام حُرؓ رکھا تھا اس طرح اُس نے تمھیں دودھ بھی حُریت کا پلایا تھا۔ تم اس دنیا میں بھی حُر ہو اور آخرت میں بھی حُر ہو۔ یہ حُریت تمھارے مبارک ہو"۔ ①

---

① امام علیہ السلام کے یہ کلمات قابلِ غور ہیں۔ آپؑ نے جناب حُرؓ کے لیے آخری وقت یہ کلمات کیوں ادا کیے تھے۔ ہمارے استاذِ محترم حضرت آیت اللہ علامہ اختر عباس نجفی قبلہ اپنی مجالس میں اکثر پڑھا کرتے تھے کہ جب منزل ذو حُسم پر جناب حُرؓ نے امام علیہ السلام کے لشکر کو روکا تھا تو امام علیہ السلام نے اُس کے اندر کے ←

زیارتِ ناحیہ مقدسہ اور زیارتِ رجبیہ میں آپ پر سلام وارد ہیں:

اَلسَّلَامُ عَلَى الْحُرِّ بْنِ يَزِيْدَ الرِّيَاحِيِّ

تاريخ الطبری عن عدی بن حرملة: إِنَّ الْحُرَّ بنَ يَزِيدَ لَمَّا زَحَفَ عُمَرُ بْنُ سَعْدٍ، قَالَ لَهُ: أَصلَحَكَ اللهُ! مُقَاتِلٌ أَنتَ هٰذَا الرَّجُلَ؟ قَالَ: إِي وَاللهِ قِتَالًا أَيسَرُهُ أَنْ تَسقُطَ الرُّؤُوسُ وَتَطِيحَ الأَيدِي. قَالَ: أَفَمَا لَكُمْ فِي وَاحِدَةٍ مِنَ الخِصَالِ الَّتِي عَرَضَ عَلَيكُمْ رِضىً؟

قَالَ: عُمَرُ بنُ سَعدٍ: أَمَا وَاللهِ لَو كَانَ الأَمرُ إِلَيَّ لَفَعَلتُ، وَلٰكِنَّ أَمِيرَكَ قَد أَبَى ذٰلِكَ

قَالَ: فَأَقبَلَ حَتّٰى وَقَفَ مِنَ النَّاسِ مَوقِفًا، وَمَعَهُ رَجُلٌ مِن قَومِهِ يُقَالُ لَهُ: قُرَّةُ بنُ قَيسٍ

فَقَالَ: يَا قُرَّةُ! هَل سَقَيتَ فَرَسَكَ اليَومَ؟ قَالَ: لَا. قَالَ: إِنَّمَا تُرِيدُ أَنْ تَسقِيَهُ قَالَ: فَظَنَنتُ وَاللهِ أَنَّهُ أَنْ يَتَنَحّٰى فَلَا يَشهَدَ القِتَالَ، وَكَرِهَ أَنْ أَرَاهُ حِينَ يَصنَعُ ذٰلِكَ. فَيَخَافُ أَنْ أَرفَعَهُ عَلَيهِ فَقُلتُ لَهُ: لَم أَسقِهِ، وَأَنَا مُنطَلِقٌ فَسَاقِيهِ

قَالَ: فَوَاللهِ لَو أَنَّهُ أَطلَعَنِي عَلَى الَّذِي يُرِيدُ، لَخَرَجتُ مَعَهُ إِلَى

← انسان کو جاننے کے لیے اس کے لیے ایک مشکل جملہ فرمایا تھا: اے حُرؑ! ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ یا حُرّ "تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے۔ آخر تیرا کیا مطلب ہے تو مجھے کیوں روک رہا ہے؟" جناب حُرؑ نے جواباً عرض کیا تھا: "واللہ! اگر عرب میں کسی اور نے یہ کلمہ مجھے کہا ہوتا چاہے وہ کوئی ہوتا میں بھی اس کے لیے یہی الفاظ استعمال کرتا جو آپؑ نے کہے ہیں مگر بخدا آپؑ کی ماں کا ذکر کمال درجہ عزت و تکریم کے بغیر میرے لیے ممکن ہی نہیں ہے"۔ میدانِ کربلا میں جب جناب حُرؑ کی روح پرواز کرنے کو تیار تھی تو امام علیہ السلام نے پھر ان کی ماں کا ذکر کیا تا کہ اگر جناب حُرؑ کے دل میں کوئی معمولی سی بے سکونی بھی ہے تو وہ راحت و سکون میں بدل جائے کہ کل جس حسینؑ نے اُن کی والدہ کا نام غصے کے انداز میں لیا تھا تو اب وہی حسینؑ اُن کی والدہ کا نام احترام سے لے رہا ہے۔ (مترجم)

الْحُسَيْنِ عليه السلام

قَالَ: فَأَخَذَ يَدْنُو مِن حُسَيْنٍ قَلِيلًا قَلِيلًا

فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ مِن قَومِهِ يُقَالُ لَهُ الْمُهَاجِرُ بنُ أَوسٍ: مَا تُرِيدُ يَابنَ يَزِيدَ؟ أَتُرِيدُ أَن تَحمِلَ؟ فَسَكَتَ وَأَخَذَهُ مِثلُ العُرَوَاءِ

فَقَالَ لَهُ: يَابنَ يَزِيدَ! وَاللهِ إِنَّ أَمرَكَ لَمُرِيبٌ. وَاللهِ مَا رَأَيتُ مِنكَ فِي مَوقِفٍ قَطُّ مِثلَ شَيءٍ أَرَاهُ الآنَ. وَلَو قِيلَ لِي: مَن أَشجَعُ أَهلِ الكُوفَةِ رَجُلًا مَا عَدَوتُكَ. فَمَا هٰذَا الَّذِي أَرَىٰ مِنكَ؟

قَالَ: إِنِّي وَاللهِ أُخَيِّرُ نَفسِي بَينَ الجَنَّةِ وَالنَّارِ. وَوَاللهِ لَا أَختَارُ عَلَى الجَنَّةِ شَيئًا وَلَو قُطِّعتُ وَحُرِّقتُ. ثُمَّ ضَرَبَ فَرَسَهُ فَلَحِقَ بِحُسَيْنٍ عليه السلام

فَقَالَ لَهُ: جَعَلَنِي اللهُ فِدَاكَ يَابنَ رَسُولِ اللهِ! أَنَا صَاحِبُكَ الَّذِي حَبَستُكَ عَنِ الرُّجُوعِ. وَسَايَرتُكَ فِي الطَّرِيقِ وَجَعجَعتُ بِكَ فِي هٰذَا المَكَانِ. وَاللهِ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ. مَا ظَنَنتُ أَنَّ القَومَ يَرُدُّونَ عَلَيكَ مَا عَرَضتَ عَلَيهِم أَبَدًا. وَلَا يَبلُغُونَ مِنكَ هٰذِهِ المَنزِلَةَ. فَقُلتُ فِي نَفسِي: لَا أُبَالِي أَن أُطِيعَ القَومَ فِي بَعضِ أَمرِهِم. وَلَا يَرَونَ أَنِّي خَرَجتُ مِن طَاعَتِهِم وَأَمَّا هُم فَسَيَقبَلُونَ مِن حُسَينٍ هٰذِهِ الخِصَالَ الَّتِي يَعرِضُ عَلَيهِم، وَوَاللهِ لَو ظَنَنتُ أَنَّهُم لَا يَقبَلُونَهَا مِنكَ مَا رَكِبتُهَا مِنكَ، وَإِنِّي قَد جِئتُكَ تَائِبًا مِمَّا كَانَ مِنِّي إِلَىٰ رَبِّي وَمُوَاسِيًا لَكَ بِنَفسِي حَتَّىٰ أَمُوتَ بَينَ يَدَيكَ. أَفَتَرَىٰ ذٰلِكَ لِي تَوبَةً؟ قَالَ: نَعَم يَتُوبُ اللهُ عَلَيكَ وَيَغفِرُ لَكَ. مَا اسمُكَ؟ قَالَ: أَنَا الحُرُّ بنُ يَزِيدَ

قَالَ: أَنْتَ الحُرُّ كَمَا سَمَّتكَ أُمُّكَ، أَنتَ الحُرُّ إن شَاءَ اللهُ فِي الدُّنيَا وَالآخِرَةِ، انْزِل

قَالَ: أنَا لَكَ فَارِسًا خَيرٌ مِنِّي رَاجِلًا، أُقَاتِلُهُم عَلَى فَرَسِي سَاعَةً، وَ إِلَى النُّزُولِ مَا يَصِيرُ آخِرُ أَمرِي. قَالَ الحُسَينُ علیہ السلام: فَاصنَع يَرحَمُكَ اللهُ مَا بَدَا لَكَ

فَاستَقدَمَ أَمَامَ أَصحَابِهِ، ثُمَّ قَالَ: أَيُّهَا القَومُ! أَلَا تَقبَلُونَ مِن حُسَينٍ خَصلَةً مِن هٰذِهِ الخِصَالِ الَّتِي عَرَضَ عَلَيكُم فَيُعَافِيَكُمُ اللهُ مِن حَربِهِ وَقِتَالِهِ؛ قَالُوا: هٰذَا الأَمِيرُ عُمَرُ بنُ سَعدٍ فَكَلِّمهُ. فَكَلَّمَهُ بِمِثلِ مَا كَلَّمَهُ بِهِ قَبلُ وَبِمِثلِ مَا كَلَّمَ بِهِ أَصحَابَهُ

قَالَ عُمَرُ: قَد حَرَصتُ لَو وَجَدتُ إِلَى ذٰلِكَ سَبِيلًا فَعَلتُ

فَقَالَ: يَا أَهلَ الكُوفَةِ! لِأُمِّكُمُ الهَبَلُ وَالعُبرُ، إِذ دَعَوتُمُوهُ حَتَّى إِذَا أَتَاكُم أَسلَمتُمُوهُ، وَزَعَمتُم أَنَّكُم قَاتِلُو أَنفُسِكُم دُونَهُ ثُمَّ عَدَوتُم عَلَيهِ لِتَقتُلُوهُ، أَمسَكتُم بِنَفسِهِ وَأَخَذتُم بِكَظَمِهِ، وَأَحَطتُم بِهِ مِن كُلِّ جَانِبٍ، فَمَنَعتُمُوهُ التَّوَجُّهَ فِي بِلَادِ اللهِ العَرِيضَةِ، حَتَّى يَأمَنَ وَيَأمَنَ أَهلُ بَيتِهِ وَأَصبَحَ فِي أَيدِيكُم كَالأَسِيرِ لَا يَملِكُ لِنَفسِهِ نَفعًا وَلَا يَدفَعُ ضَرًّا وَحَلَّأتُمُوهُ وَنِسَاءَهُ وَأُصَيبِيَتَهُ وَأَصحَابَهُ عَن مَاءِ الفُرَاتِ الجَارِي الَّذِي يَشرَبُهُ اليَهُودِيُّ وَالمَجُوسِيُّ وَالنَّصرَانِيُّ، وَتَمَرَّغُ فِيهِ خَنَازِيرُ السَّوَادِ وَكِلَابُهُ، وَهَاهُم أُولَاءِ قَد صَرَعَهُمُ العَطَشُ، بِئسَمَا خَلَفتُم مُحَمَّدًا فِي ذُرِّيَّتِهِ، لَا سَقَاكُمُ اللهُ يَومَ الظَّمَأِ إِن لَم تَتُوبُوا وَتَنزِعُوا عَمَّا أَنتُم عَلَيهِ مِن يَومِكُم هٰذَا فِي سَاعَتِكُم هٰذِهِ، فَحَمَلَت عَلَيهِ رَجَّالَةٌ

لَهُمْ ثُمَّ رَمِيهِ بِالنَّبلِ فَأَقْبَلَ حَتَّى وَقَفَ أَمَامَ الْحُسَيْنِ علیہ السلام

تاریخ طبری میں عدی بن حرملہ سے روایت ہے کہ جب ابنِ سعد نے لشکر حسینؑ کی طرف پیش قدمی کی تو حر نے اُس سے پوچھا: خدا تیرا بھلا کرے کیا تم اِن سے جنگ کرو گے؟

ابنِ سعد نے کہا: ہاں! واللہ! ایسی جنگ ہوگی کہ جس میں سر اڑیں گے اور ہاتھ قلم ہوں گے۔

حرؓ نے کہا: ان لوگوں نے جو باتیں تم سے کی ہیں اُن میں سے کسی کو تسلیم نہیں کرو گے؟

ابنِ سعد نے کہا: واللہ! میرا اختیار ہوتا تو میں ایسا ہی کرتا لیکن تمھارا امیر کوئی بات نہیں مانتا۔

اس کے بعد حرؓ اپنی جگہ پر واپس چلے آئے۔ اُس وقت اُن کے ساتھ اُن کے قبیلہ کا ایک فرد تھا جس کا نام قُرہ بن قیس تھا اُس سے کہا: کیا تم اپنے گھوڑے کو پانی پلا چکے ہو؟ اُس نے کہا: نہیں۔ پھر اُس نے کہا: کیا تم اُسے پانی پلانے کے لیے نہیں جاؤ گے؟

قُرہ نے کہا کہ اُس وقت میرے دل میں یہ خیال آیا کہ یہ جنگ سے کنارہ کش ہونا چاہتا ہے۔ یہ جنگ میں شریک نہیں ہوگا۔ مزید اُس کا خیال ہے کہ میں اِس بات سے بے خبر رہوں۔ اُسے خوف ہے کہ میں اُس کا یہ راز فاش نہ کر دوں۔

اِس خیال سے میں نے ہی اُسے کہا کہ ہاں میں نے ابھی تک اپنے گھوڑے کو پانی نہیں پلایا، اب جا کر پلاتا ہوں۔ یہ کہہ کر میں وہاں سے سرک گیا۔

قُرہ بن قیس کا بیان ہے کہ واللہ! مجھے اُس کے اِس ارادے کا علم ہوتا تو میں بھی اُس کے ساتھ ہی حسینؑ کے پاس چلا جاتا۔

اب حر نے حسینؑ کی طرف آہستہ آہستہ بڑھنا شروع کیا۔ مہاجر بن اَوس جو اس کی برادری کا فرد تھا حر کا یہ حال دیکھ کر اس سے کہنے لگا: اے حرؓ! تمھارا کیا ارادہ ہے کیا تم حملہ کرنا چاہتے ہو لیکن حر خاموش رہا اور اُس نے کوئی جواب نہ دیا۔ ہاں! اُس وقت اس کے ہاتھ پاؤں میں کپکپی سی پیدا ہوگئی تھی۔

حرؓ کی اِس حالت کو دیکھ کر ابنِ اَوس کہنے لگا: اے ابنِ یزید! واللہ! مجھے شبہ ہو رہا ہے میں تمھارے معاملے میں حیران و پریشان ہوگیا ہوں۔ واللہ! میں نے آج تک تمھاری یہ حالت نہیں دیکھی جو اس وقت دیکھ رہا ہوں۔ اگر مجھ سے کوئی پوچھے کہ اہلِ کوفہ میں سب سے بڑھ کر

بہادر و شجاع و جری اور جرأت مند کون ہے؟ تو میں تمھارا ہی نام لوں گا۔ پھر تمھاری یہ کیا حالت ہے جو میں دیکھ رہا ہوں؟

حُر نے کہا: واللہ! میں اپنے دل سے پوچھ رہا ہوں کہ وہ دوزخ میں جانا چاہتا ہے یا بہشت میں؟ بخدا! اگر میرے جسم کے ٹکڑے اُڑا دیے جائیں اور میں زندہ جلا دیا جاؤں تب بھی میں کسی شے کے لیے بہشت کو نہیں چھوڑوں گا۔ یہ کہہ کر حُر نے گھوڑے کو تازیانہ مارا اور حسینؑ کے پاس جا پہنچا۔

جب حُر حضرت امام حسین علیہ السلام کے پاس آئے تو یوں عرض گزار ہوئے:

فرزندِ رسولؐ! اللہ ربّ العزت مجھے آپؑ پر قربان کرے۔ میں وہی شخص ہوں کہ جس نے آپؑ کو واپس نہ جانے دیا تھا۔ پھر وہاں سے یہاں لے آیا۔ میں نے ہی آپؑ کو اس جگہ ٹھہرنے پر مجبور کیا۔ ذاتِ اَحدیت کی قسم! مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ جتنی باتیں آپؑ اِن لوگوں کے سامنے پیش کریں گے یہ اُن میں سے کسی ایک کو نہ مانیں گے اور نوبت یہاں تک پہنچ جائے گی۔ میں نے تو یہ سوچ رکھا تھا کہ بعض باتوں میں ان لوگوں کی اطاعت کروں تو کیا حرج ہے۔ یہ لوگ یہ نہ سمجھیں کہ میں نے اِن کی اطاعت سے انحراف کیا۔ بس آخر میں یہی ہوگا کہ امامؑ جن باتوں کو پیش کرتے ہیں یہ اُن باتوں کو تسلیم کرلیں گے۔ واللہ! اگر میں جانتا ہوتا کہ یہ لوگ آپؑ کی کسی بات کو قبول نہ کریں گے تو میں اس امر کا مرتکب نہ ہوتا۔ مجھ سے جو جرم ہوگیا ہے اُس کی اللہ سے معافی مانگنے آیا ہوں اور اپنی جان آپؑ کی نصرت میں فدا کرنے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ آپ کے سامنے ہی مرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ کیا میری توبہ قبول ہوگی؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: خدا تیری توبہ کو قبول کرے گا اور تجھے بخش دے گا لیکن یہ بتا تیرا نام کیا ہے؟

حُرؓ نے کہا: میرا نام حُرؓ ہے۔

فرزندِ رسولؐ نے فرمایا: تم واقعی حُرؓ ہو کہ جس طرح تمھاری ماں نے تمھارا نام حُرؓ رکھا ہے۔ ان شاء اللہ دُنیا اور آخرت میں تم آزاد ہو۔ اب گھوڑے سے اُتر آؤ۔

حُرؓ نے کہا: میرا گھوڑے پر رہنا اُترنے سے بہتر ہے میں کچھ وقت ان لوگوں سے قتال

کروں گا جب میرا وقتِ اخیر ہوگا تو گھوڑے سے اُتروں گا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اچھا جو تمھارا دل چاہے وہی کرو، خدا تم پر رحم کرے۔

حضرت حُرؓ کا خطاب

جنابِ حُرؓ اپنے ساتھیوں کی طرف بڑھے اور اُن سے کہا: اے لوگو! جو باتیں امامؑ نے پیش کی ہیں اُن میں سے کسی بات کو تم نہیں مانتے خدا تمھیں اِن کے ساتھ جنگ و جدال میں مبتلا ہونے سے بچائے۔

لشکر والوں نے کہا: ہمارا امیر عمرو بن سعد موجود ہے آپ سے بات کرو۔ حُرؓ نے اُن کی بات سن کر وہی بات ابنِ سعد سے کی جو اُس نے پہلے لشکر والوں سے کی تھی اور خود اس سے کی تھی۔

عمر بن سعد نے کہا: میری خواہش بھی یہی تھی اگر ہو سکتا تو میں یہی کرتا۔

اب جنابِ حُرؓ نے سپاہِ کوفہ سے خطاب کیا:

"اے اہلِ کوفہ! خدا تمھیں ہلاک و تباہ کرے خود تم نے انھیں اپنے ہاں بلایا۔ جب وہ تمھاری طرف آئے تو تم نے انھیں دشمن کے حوالے کر دیا۔ خطوط میں تو تم نے یہ لکھا تھا کہ اُن پر اپنی جان نثار کریں گے۔ اب انھیں قتل کرنے کے لیے کمربستہ ہو چکے ہو۔ تم نے انھیں اپنے محاصرے میں لے لیا ہے اور اُن پر اسبابِ زندگی تنگ کر دیے ہیں۔ انھیں چاروں طرف سے گھیر لیا ہے۔ یہ وسیع و عریض زمین جو اللہ سبحانہ کی تخلیق کردہ ہے تم نے اُن پر تنگ کر دی ہے، انھیں کسی طرف جانے نہیں دیا تاکہ وہ اور اُن کے اہلِ بیتؑ امن کے ساتھ زندگی بسر کرتے۔ اب وہ ایک قیدی کی طرح تمھارے ہاتھ میں آ چکے ہیں۔ تم نے اُن سے ہر قسم کے اختیارات سلب کر لیے ہیں۔ وہ نہ اپنے فائدے کے لیے کچھ کر سکتے ہیں اور نہ ضرر و نقصان کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ تم لوگوں نے اُن کے اہلِ حرم، بچوں اور

اصحاب پر پانی بند کر دیا ہے۔ فرات کا پانی بہہ رہا ہے۔ یہودی، مجوسی، نصرانی اُس کا پانی پی رہے ہیں۔ سور اور کتے اس میں لوٹ رہے ہیں اور وہ اہلِ بیت نبیؐ پیاس کی شدت سے جان بہ لب ہیں۔ تم نے اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کی رحلت کے بعد آپؐ کی ذُریت کے ساتھ کیا برا سلوک کیا ہے۔ اگر آج کے دن اور اِسی وقت تم اپنے ارادہ سے باز نہ آئے اور توبہ نہ کرو گے تو خدا تمھیں تشنگیِ محشر میں سیراب نہ کرے گا"۔

ابھی حضرت حُرؓ کی تقریر جاری تھی کہ پیادہ فوج کے لوگوں نے آپ پر تیر بارانی شروع کر دی۔ حضرت حُرؓ وہاں سے پلٹ کر فرزندِ رسولؐ کے سامنے آ کر کھڑے ہو گئے۔ ①

تاریخ طبری میں ہلال بن یساف سے مروی ہے کہ یہ اُس وقت کی بات ہے جب حُر بن یزید حنظلی تمیمی ابنِ سعد کی فوج سے کٹ کر حسینؑ ابنِ علیؑ سے جا ملا تھا۔ جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے خطبہ دیا تو یہی خطبہ حضرت حُرؓ نے بھی سنا۔ حضرت حُرؓ نے اپنے اصحاب سے کہا: جو کچھ امام حسینؑ نے کہا ہے کیا تم اسے قبول نہیں کرو گے؟ واللہ! اگر تم سے اس طرح کا سوال ترک و دیلم بھی کرتے تو تم ضرور قبول کرتے؟

حضرت حُرؓ کے ساتھیوں نے کہا: نہیں، اگر یہ ابنِ زیاد کے حکم کی اطاعت کریں تو پھر ہم ان کی بات سنیں گے۔

حضرت حُرؓ نے اپنے گھوڑے کا رُخ پھیرا اور وہ امامؑ اور آپؑ کے اصحاب کی طرف بڑھنے لگا۔ اِدھر انصارِ حسینؑ نے خیال کیا شاید وہ جنگ کے لیے اِدھر آیا ہے۔ جب وہ قریب آیا تو اُس نے اپنی ڈھال کو اُلٹا اور سلام کیا۔ پھر ابنِ زیاد کے لشکر پر حملہ کر دیا اور اُن کے ساتھ خوب قتال کیا۔ ابنِ سعد کے دو آدمیوں نے مل کر انھیں شہید کر دیا۔ ② خداوند تعالیٰ اُن پر

---

① تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۲۷؛ الکامل فی التاریخ: ج ۲، ص ۵۶۳؛ ارشاد: ج ۲، ص ۹۹؛ اعلام الوریٰ: ج ۱، ص ۳۶۰؛ مثیر الاحزان: ص ۵۸؛ بحار الانوار: ج ۴۵، ص ۱۰؛ انساب الاشراف: ج ۳، ص ۳۹۷؛ اخبار الطوال: ص ۲۵۶؛ المناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۹۹؛ روضۃ الواعظین: ص ۲۰۳

② تاریخ طبری: ج ۵، ص ۳۹۲؛ انساب الاشراف: ج ۳، ص ۳۸۳؛ شرح الاخبار: ج ۳، ص ۱۵۱

رحمت نازل فرمائے۔ ①

تاریخ الطبری عن محمد بن قیس: لَمَّا قُتِلَ حَبِیبُ بن مُظَاهِرٍ هَدَّ ذٰلِكَ حُسَيْنًا علیہ السلام: وَقَالَ: عِنْدَ ذٰلِكَ: أَحْتَسِبُ نَفْسِي وَحُمَاةَ أَصْحَابِي. قَالَ: فَأَخَذَ الحُرُّ يَرْتَجِزُ وَيَقُولُ:

آلَيْتُ لَا أُقْتَلُ حَتّٰى أَقْتُلَا وَلَنْ أُصَابَ اليَوْمَ إِلَّا مُقْبِلَا
أَضْرِبُهُمْ بِالسَّيْفِ ضَرْبًا مِقْصَلَا لَا نَاكِلًا عَنْهُمْ وَلَا مُهَلِّلَا

وَأَخَذَ يَقُولُ: أَيْضًا:

أَضْرِبُ فِي أَعْرَاضِهِم بِالسَّيْفِ عَنْ خَيْرِ مَنْ حَلَّ مِنًى وَالخَيْفِ

فَقَاتَلَ هُوَ وَزُهَيْرُ بْنُ القَيْنِ، قِتَالًا شَدِيدًا. فَكَانَ إِذَا شَدَّ أَحَدُهُمَا فَإِنِ اسْتُلْحِمَ شَدَّ الآخَرُ، حَتّٰى. يُخَلِّصَهُ فَفَعَلَا ذٰلِكَ سَاعَةً. ثُمَّ إِنَّ رَجَّالَةً شَدَّتْ عَلَى الحُرِّ بنِ يَزِيدَ فَقُتِلَ

تاریخ طبری میں محمد بن قیس سے روایت ہے کہ جب حضرت حبیب بن مظاہرؓ شہید ہوئے تو حضرت امام حسین علیہ السلام کا قلب مبارک ٹوٹ کر رہ گیا اور آپؑ نے فرمایا: میں نے اپنے نفس کو اور اپنے انصار کو خدا کے حوالے کیا۔

راوی کہتا ہے کہ اس وقت حُرؓ رجز یہ اشعار پڑھتے ہوئے میدان میں آئے:

"لوگو! سن لو میں قسم کھا چکا ہوں کہ جب تک اپنے دشمنوں کو قتل نہ کروں گا اُن کے ہاتھوں قتل نہ ہوں گا۔ میں اُن پر تلوار شرر بار کے کاری اور بھاری وار کروں گا۔ میں میدان سے تھک کر واپس نہیں جاؤں گا اور نہ ہی کسی اور کام میں مصروف ہوں گا۔ میں ان پر بڑھ بڑھ کر حملے کروں گا اِن کو قتل کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑوں گا اور نہ ہی اپنا عہدہ و منصب کسی دوسرے کو دوں گا۔ میں ماجد و امجد، کریم و مکرم حسینؑ ابنِ علیؑ کی نصرت و اعانت کروں گا جو کائنات کی اُمیدوں اور آرزوؤں کے مرکز و محور ہیں۔

① تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۴۰؛ الکامل فی التاریخ: ج ۲، ص ۵۶۷؛ انساب الاشراف: ج ۳، ص ۴۰۳

میں ہر طرف سے اپنے امام کا دفاع کروں گا کیونکہ آپ بلاؤ ظلم میں گھر چکے ہیں"۔

جنابِ حرؑ اور جنابِ زہیرؑ نے مل کر شدید قتال کیا۔ ان دونوں بزرگواروں میں ایک شخص حملہ کرتا تھا۔ جب وہ دشمنوں میں گھر جاتا تھا تو دوسرا حملہ کر کے اُسے چھڑ لیتا تھا۔ ایک ساعت تک اِسی طرح یہ دونوں شمشیر زنی کرتے رہے۔ اس کے بعد پیادہ فوج کے جمِ غفیر نے حضرت حرؑ کو شہید کر دیا۔

تاریخ الطبري عن النصر بن صالح أبي زُهير العبسي: إنَّ الحُرَّ بنَ يَزيدَ لَمّا لَحِقَ بِحُسينٍ عليه السلام، قالَ: رَجُلٌ مِن بَني تَميمٍ مِن بَني شَقِرَةَ، وَهُم بَنو الحارِثِ بنِ تَميمٍ، يُقالُ لَهُ يَزيدُ بنُ سُفيانَ: أما وَاللهِ، لَو أنّي رَأَيتُ الحُرَّ بنَ يَزيدَ حينَ خَرَجَ لَأَتبَعتُهُ السِّنانَ. قالَ: فَبَينَا النّاسُ يَتَجاوَلونَ وَيَقتَتِلونَ، وَالحُرُّ بنُ يَزيدَ يَحمِلُ عَلَى القَومِ مُقدِمًا وَيَتَمَثَّلُ قَولَ عَنتَرَةَ:

مَا زِلتُ أرميهِم بِثُغرَةِ نَحرِهِ وَلَبانِهِ حَتّى تَسَربَلَ بِالدَّمِ

قالَ: وَإنَّ فَرَسَهُ لَمَضروبٌ عَلى اُذُنَيهِ وَحاجِبِهِ، وَإنَّ دِماءَهُ لَتَسيلُ الحُصَينُ بنُ تَميمٍ -وَكانَ عَلى شُرطَةِ عُبَيدِ اللهِ فَبَعَثَهُ إلَى الحُسَينِ عليه السلام وَكانَ مَعَ عُمَرَ بنِ سَعدٍ فَوَلّاهُ عُمَرُ مَعَ الشُّرطَةِ عُبَيدِ اللهِ فَبَعَثَهُ إلَى الحُسَينِ عليه السلام وَكانَ مَعَ عُمَرَ بنِ سَعدٍ فَوَلّاهُ عُمَرُ مَعَ الشُّرطَةِ المُجَفَّفَةِ لِيَزيدَ بنِ سُفيانَ: هٰذَا الحُرُّ بنُ يَزيدَ الَّذي كُنتَ تَتَمَنّى، قالَ: نَعَم، فَخَرَجَ إلَيهِ فَقالَ لَهُ: هَل لَكَ يا حُرُّ بنَ يَزيدَ فِي المُبارَزَةِ؟ قالَ: نَعَم قَد شِئتُ فَبَرَزَ لَهُ. قالَ: فَأَنَا سَمِعتُ الحُصَينَ بنَ تَميمٍ يَقولُ: وَاللهِ لَأَبرُزُ لَهُ فَكَأَنَّما كانَت نَفسُهُ في يَدِهِ، فَما لَبِثَهُ الحُرُّ حينَ خَرَجَ إلَيهِ أن قَتَلَهُ

تاریخ طبری میں نضر بن صالح ابی زہیر عبسی سے مروی ہے کہ جب حضرت حُرؑ بن یزید حضرت امام حسین علیہ السلام سے ملحق ہوئے تو یزید بن سفیان جو بنی شقرہ میں سے تھا، کہنے لگا: واللہ! اگر میں حُرؑ کو یہاں سے جاتے ہوئے دیکھتا تو نیزہ لے کر اُس کا تعاقب کرتا۔

راوی کہتا ہے کہ جب جنگ نے شدت اختیار کی تو حُرؑ بڑھ بڑھ کر لشکرِ یزید پر حملے کر رہے تھے۔ اور عنترہ شاعر کا شعر پڑھ رہے تھے جس کا ترجمہ یہ ہے:

"یہاں تک کہ وہ اپنے خون سے رنگین ہو جائے، میں ہمیشہ اپنے گھوڑے کے چہرے کی سفیدی اور اُس کے سینہ سے الگ اُن پر حملے کرتا رہا یہاں تک کہ اُس نے خون کی قمیص پہن لی"۔

راوی کہتا ہے کہ ان کے گھوڑے کے سر اور منہ پر تلواریں پڑ رہی تھیں اور اُس کے کانوں اور بھنوؤں سے خون بہہ رہا تھا۔ حصین بن تمیم ابنِ زیاد کی فوج کا امیر تھا جو کربلا میں حسینؑ بن علیؑ سے جنگ کرنے کے لیے آیا تھا۔ ابنِ سعد نے بھی اُسے زرہ پوش سواروں کا سردار بنایا تھا۔ یزید بن سفیان سے کہنے لگا: کیا تمہیں یاد ہے کہ تم نے حُرؑ کے قتل کی آرزو کی تھی؟ اُس نے کہا: ہاں یاد ہے تو وہ فوراً حُرؑ کے مقابلے کے لیے نکلا۔ جب سامنے آیا تو اُس نے کہا: کیا تم مجھ سے جنگ کرو گے؟

حُرؑ نے کہا: ہاں میں تم سے قتال کروں گا۔

حُرؑ یہ کہہ کر اس طرح میدان میں آئے کہ حصین بن تمیم کا کہنا ہے: واللہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ حریف کی جان اُسی کی مٹھی میں ہے اور ایک ہی ضرب سے یزید بن سفیان کا کام تمام کر ڈالا۔

تاریخ الطبری عن نمیر بن وعلة: إِنَّ أَيُّوبَ بنِ مِشْرَحٍ الْخَيْوَانِيَّ كَانَ يَقُولُ: أَنَا وَاللهِ عَقَرْتُ بِالْحُرِّ بنِ يَزِيدَ فَرَسَهُ حَشَأْتُهُ. سَهمًا فَمَا لَبِثَ أَن أُرعِدَ الفَرَسُ وَاضطَرَبَ وَكَبا فَوَثَبَ عَنهُ الحُرُّ كَأَنَّهُ لَيثٌ وَالسَّيفُ فِي يَدِهِ وَهُوَ يَقُولُ:

إِن تَعقِرُوا بِي فَأَنَا ابنُ الحُرِّ أَشجَعُ مِن ذِي لِبَدٍ هِزَبرِ

قَالَ: فَمَا رَأَيْتُ أَحَدًا قَطُّ يَفْرِي فَرِيَهُ

قَالَ: فَقَالَ لَهُ أَشْيَاخٌ مِنَ الْحَيِّ: أَنْتَ قَتَلْتَهُ؟ قَالَ: لَا وَاللّٰهِ مَا أَنَا قَتَلْتُهُ، وَلٰكِنْ قَتَلَهُ غَيْرِي، وَمَا أُحِبُّ أَنِّي قَتَلْتُهُ. فَقَالَ لَهُ أَبُو الْوَدَّاكِ: وَلِمَ؟

قَالَ: إِنَّهُ كَانَ زَعَمُوا مِنَ الصَّالِحِينَ، فَوَاللّٰهِ لَئِنْ كَانَ ذٰلِكَ إِثْمًا. لَأَنْ أَلْقَى اللّٰهَ بِإِثْمِ الْجِرَاحَةِ وَالْمَوْقِفِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَلْقَاهُ بِإِثْمِ قَتْلِ أَحَدٍ مِنْهُمْ

فَقَالَ لَهُ أَبُو الْوَدَّاكِ: مَا أَرَاكَ إِلَّا سَتَلْقَى اللّٰهَ بِإِثْمِ قَتْلِهِمْ أَجْمَعِينَ. أَرَأَيْتَ لَوْ أَنَّكَ رَمَيْتَ ذَا فَعَقَرْتَ ذَا، وَرَمَيْتَ آخَرَ وَوَقَفْتَ مَوْقِفًا، وَكَرَرْتَ عَلَيْهِمْ، وَحَرَّضْتَ أَصْحَابَكَ، وَكَثَّرْتَ أَصْحَابَكَ، وَحُمِلَ عَلَيْكَ فَكَرِهْتَ أَنْ تَفِرَّ، وَفَعَلَ آخَرُ مِنْ أَصْحَابِكَ كَفِعْلِكَ وَآخَرُ وَآخَرُ، كَانَ هٰذَا وَأَصْحَابُهُ يُقْتَلُونَ؟ أَنْتُمْ شُرَكَاءُ كُلُّكُمْ فِي دِمَائِهِمْ

فَقَالَ لَهُ: يَا أَبَا الْوَدَّاكِ، إِنَّكَ لَتُقَنِّطُنَا مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ! إِنْ كُنْتَ وَلِيَّ حِسَابِنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَلَا غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ إِنْ غَفَرْتَ لَنَا! قَالَ: هُوَ مَا أَقُولُ لَكَ

تاریخ طبری میں نمیر بن وعلہ سے روایت ہے کہ ایوب بن مشرح خیوانی کہتا تھا کہ واللہ میں نے ہی حرؓ کے گھوڑے کو پے کیا تھا۔ میں نے اُس کے گھوڑے کے حلق میں تیر اُتار دیا تھا۔ پس وہ ڈگمگایا اور گرا۔ حرؓ اس کی پشت سے اس طرح کود پڑا معلوم ہوا جیسے کوئی شیر تلوار کھینچ کر میدان میں آگیا ہو۔ اُس وقت حرؓ کی زبان پر شعر تھا جس کا معنی ومفہوم یہ ہے:

"اگر تم لوگوں نے میرے گھوڑے کو پے کر دیا ہے تو پھر کیا ہوا میں شیر ببر سے بڑھ کر بہادر وشجاع ہوں"۔

ابن مشرح کا بیان ہے کہ حرؓ کی طرح تیغ زنی کرتے ہوئے آج تک میں نے کسی کو

نہیں دیکھا۔ جدھر رُخ کیا صفوں کو اُلٹ پلٹ کر رکھ دیا۔ ہر طرف کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ عمر بن سعد کے لشکر کی ترتیب ٹوٹ گئی تھی۔ یہ بزرگوار جدھر کا رُخ کرتے فوجیں بھاگتی ہوئی نظر آتیں۔ اسی جنگ و پیکار میں جنابِ حُرؓ شہادت کی منزل پر پہنچے۔

حُرؓ کی شہادت کے بعد قبیلہ کے بزرگوں نے ایوب بن مشرح سے پوچھا: کیا تم نے حُرؓ کو قتل کیا تھا؟

اُس نے کہا: واللہ! میں نے اُسے قتل نہیں کیا تھا۔ اُسے کسی اور نے قتل کیا تھا۔ میں اُسے قتل کرنا نہیں چاہتا تھا۔

ابوالوداک نامی شخص نے اُسے کہا: آخر تو اُسے قتل کیوں نہیں کرنا چاہتا تھا؟

ابنِ مشرح نے کہا: لوگوں کا خیال ہے کہ حُرؓ نیک لوگوں میں سے تھا۔ اس لیے میں نے اُسے قتل نہیں کیا۔ ہاں اگر ایسا ہی ہے تو واللہ! میں خدا کے حضور اُسے ایک زخم لگانے کا اور میدان میں آنے کا گناہ گار ہوں۔ کسی کا قتل میرے ذمہ نہیں ہے کہ میں ایک قاتل کی صورت میں خدا کے سامنے جاؤں۔

ابوالوداک نے کہا: میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ اِن سب لوگوں کا خون اپنی گردن پر لیے ہوئے تو ہی اللہ کی بارگاہ میں پیش ہوگا۔ تو یہ تو خیال کر کہ تُو نے ہی اُسے تیر مارا تھا۔ اُس کے گھوڑے کو پے کیا تھا۔ پھر دوسرے کو تیر مارا۔ میدانِ جنگ میں جم کر جنگ کرتا رہا۔ اُن لوگوں پر تو نے حملے کیے۔ اُن سے قتال کرنے پر اپنے ساتھیوں کو اُبھارتا رہا، اپنے جتھے جماعت کو بڑھاتا رہا۔ جب تجھ پر حملہ ہوا تو بھاگنے کو عار و ننگ سمجھا۔ اگر تیرے ساتھیوں میں سے ایک شخص نے جو کچھ تجھے کرتے دیکھا اُس نے وہی کیا اور ایسا ہی کسی اور نے بھی کیا۔ تم نے اور تیرے ساتھیوں نے مل کر خون ریزی کی ہے۔ پس تم سب کے سب اِن لوگوں کے خون بہانے میں شریک ہو۔

ابنِ مشرح کہنے لگا: اے ابوالوداک! تم تو ہمیں اللہ کی رحمت سے مایوس کر رہے ہو۔ ہاں قیامت کے دن ہمارا حساب کتاب اگر تمھارے ہاتھ میں آئے اور تم ہمیں بخش دو تو خدا تمھیں نہ بخشے۔

ابوالوداک نے کہا: جو کچھ میں کہہ رہا ہوں بات یہی ہے۔ یہ اور بات ہے کہ تم تسلیم کرو یا نہ کرو۔ ①

الامالی للصدوق عن عبدالله بن منصور عن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین عن أبیه عن جده [زین العابدین] علیہم السلام:

ضَرَبَ الحُرُّ بنُ یَزِیدَ فَرَسَهُ، وَجَازَ عَسکَرَ عُمَرَ بنِ سَعدٍ لَعَنَهُ اللهُ إلی عَسکَرِ الحُسَینِ علیہ السلام وَاضِعًا یَدَهُ عَلی رَأسِهِ، وَهُوَ یَقُولُ: اَللّٰهُمَّ إلَیكَ أُنِیبُ فَتُب عَلَیَّ، فَقَد أَرعَبتُ قُلُوبَ أَولِیائِكَ وَأَولادِ نَبِیِّكَ، یَابنَ رَسُولِ اللهِ، هَل لِي مِن تَوبَةٍ؟

قَالَ: نَعَم، تَابَ اللهُ عَلَیكَ قَالَ: یَابنَ رَسُولِ اللهِ! أَتَأذَنُ لِي فَأُقَاتِلَ عَنكَ؟ فَأَذِنَ لَهُ، فَبَرَزَ وَهُوَ یَقُولُ:

أَضرِبُ فِي أَعنَاقِكُم بِالسَّیفِ عَن خَیرِ مَن حَلَّ بِلَادَ الخَیفِ

فَقَتَلَ مِنهُم ثَمانِیَةَ رَجُلًا ثُمَّ قُتِلَ، فَأَتَاهُ الحُسَینُ علیہ السلام وَدَمُهُ یَشخَبُ، فَقَالَ: بَخٍ بَخٍ یَا حُرُّ، أَنتَ حُرٌّ کَمَا سُمِّیتَ فِي الدُّنیَا وَالآخِرَةِ، ثُمَّ أَنشَأَ الحُسَینُ علیہ السلام یَقُولُ:

لَنِعمَ الحُرُّ حُرُّ بَنِي رِیَاحٍ وَنِعمَ الحُرُّ مُختَلَفَ الرِّمَاحِ

وَنِعمَ الحُرُّ إذ نَادَی حُسَینًا فَجَادَ بِنَفسِهِ عِندَ الصَّبَاحِ

امالی صدوق میں عبداللہ بن منصور سے روایت ہے اس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے اپنے آباء سے روایت کی ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا کہ حر بن یزید ریاحی نے اپنے گھوڑے کو مہمیز کیا تو عمر بن سعد کے لشکر سے نکل کر لشکر حسینؑ کی طرف روانہ ہوئے تو اُس وقت اپنے ہاتھ اپنے سر پر رکھ کر یہ دُعا مانگ رہے تھے:

”خدایا! میں تیری بارگاہ میں توبہ کے لیے ہاتھ اُٹھائے ہوئے ہوں، تو

① تاریخ طبری: ج ۳، ص ۳۳۷

میری توبہ قبول فرما، میں نے تیرے ولیوں اور تیرے نبیؐ کی اولاد کو
خوف زدہ کیا ہے؟"

جب وہ بارگاہِ امامت میں آئے تو عرض کیا: فرزندِ علیؑ و بتولؑ کیا میری توبہ قبول ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں! خداوند تعالیٰ تمھاری توبہ قبول کرے۔

جنابِ حُرؓ نے کہا: فرزندِ رسولؐ! مجھے جنگ کرنے کی اجازت دیجیے۔

امام علیہ السلام نے اجازت دی تو حضرت حُرؓ میدانِ جنگ کی طرف بڑھے اور رجز پڑھا:

"لوگو! ہوشیار! میں تمھاری گردنوں کو اپنی شمشیر آب دار سے قطع کروں گا اور
اُس ہستی کا دفاع کروں گا جو مکہ و بطحا کے تمام لوگوں سے بہتر و برتر ہیں"۔

اس کے بعد شعلہ جوالہ بن کر لشکرِ اعداء پر حملہ آور ہوئے اور اُن پر عرصۂ حیات تنگ کر کے رکھ دیا۔ کبھی میمنہ پر حملہ، کبھی میسرہ پر، جدھر کا رُخ کرتے کشتوں کے پشتے لگ جاتے۔ جو سامنے آتا وہ آپ کی تلوار کی کاٹ سے بچ کر نہ نکلتا تھا۔ آپ نے اٹھارہ سپاہیوں کو قتل کیا۔ اس دوران آپ کے جسم پر بہت زیادہ زخم آئے۔ جب حضرت امام حسین علیہ السلام اُن کے سرہانے آئے تو اُن کے جسم سے کثرت کے ساتھ خون بہہ رہا تھا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے حُر! مبارک ہو، مبارک ہو۔ جس طرح تمھارا نام حُر ہے اس طرح دُنیا و آخرت میں بھی تم حُر ہو۔ پھر امام علیہ السلام نے اشعار پڑھے جن کا مفہوم یہ ہے:

"بہترین حُرؓ، حُرؓ بن ریاحی ہے۔ جس نے حق کی نصرت کرنے میں تیز و تند
نیزوں کی پرواہ نہ کی۔ یہ مردِ حریت حُر بہتر و برتر انسان ہے جس نے حسینؑ
کو پکارا اور سب سے پہلے اپنی جان قربان کر دی"۔ ①

مقتل الحسینؑ خوارزمی میں ابی مخنف سے روایت ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے استغاثہ کی آواز بلند کی: کیا کوئی ہے جو اللہ کے لیے ہماری مدد کرے، کیا کوئی ہے جو رسول اللہ کے حرم کا دفاع کرے۔

---

① امالی صدوق: ص ۲۲۳؛ روضۃ الواعظین: ص ۲۰۵؛ بحارالانوار: جلد ۴۴، ص ۳۱۹

جب حُر بن یزید نے فرزندِ رسولؐ کی پُرسوز آواز سنی تو وہ سخت محزون و مغموم ہوا۔ اُس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ وہ روتا ہوا اپنے ترکی غلام کے ساتھ نکلا اور عمر بن سعد کے پاس پہنچا اور اُس سے کہا: کیا تم لوگ اِس آدمی سے جنگ کرو گے؟

اُس نے کہا: ہاں، واللہ! شدید ترین جنگ ہوگی، سر اُڑتے ہوئے نظر آئیں گے اور ہاتھ کٹ کر نیچے گریں گے۔

حُر نے کہا: جو باتیں اُس نے تمھارے سامنے پیش کی ہیں کیا تم اُنھیں قبول نہیں کرو گے؟

ابنِ سعد نے کہا: واللہ! اگر میرے پاس اختیارات ہوتے تو میں قبول کر لیتا لیکن تمھارا امیر اِن باتوں کو قبول نہیں کرتا۔

اس کے بعد حُر اپنی جگہ پر واپس آیا اور لوگوں سے ایک طرف کھڑا ہو گیا۔ اس وقت اُس کی قوم کا ایک آدمی اُس کے ساتھ تھا کہ جس کا نام قُرہ بن قیس تھا۔ حُرؓ نے اُس سے کہا: اے قُرہ! کیا تُو نے آج اپنے گھوڑے کو پانی پلایا ہے؟

اُس نے کہا: نہیں، ابھی تک اُسے پانی نہیں پلایا۔

حُرؓ نے کہا: کیا گھوڑے کو پانی پلانے کا ارادہ نہیں ہے؟

قُرہ کا بیان ہے کہ میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ حُر چاہتا ہے کہ میں ایک طرف ہو جاؤں کیونکہ وہ جنگ میں شریک نہیں ہونا چاہتا تھا۔ مزید وہ یہ چاہتا ہے کہ میں اِس بات سے بے خبر رہوں۔ اُسے خوف ہے کہ کہیں میں اُس کا یہ راز فاش نہ کر دوں۔ اس خیال سے میں نے اُسے کہا کہ ہاں میں نے ابھی تک اپنے گھوڑے کو پانی نہیں پلایا۔ اب جا کر پلاتا ہوں۔ یہ کہہ کر میں وہاں سے ایک طرف چلا گیا۔

قُرہ کا بیان ہے کہ واللہ! وہ مجھے اپنے ارادہ سے مطلع کرتا تو میں بھی اُس کے ساتھ حسینؑ کے پاس چلا جاتا۔

میں دیکھ رہا ہوں کہ حُر نے آہستہ آہستہ حسینؑ کی طرف بڑھنا شروع کر دیا۔ حُرؓ کی قوم کا ایک جوان مہاجر بن اوس اُس پر اپنی نظریں رکھے ہوئے تھا۔ اُس نے کہا: اے حُرؓ! تمھارا کیا ارادہ ہے کیا تم حملہ کرنا چاہتے ہو؟ لیکن حُرؓ خاموش رہا اور اُس نے کوئی جواب نہ دیا۔ ہاں! اس

وقت اُس کے جسم میں لرزہ تھا وہ کانپ رہا تھا۔ ابنِ اوس نے اُس سے کہا اے ابنِ یزید! میں اِس وقت تمھارے بارے میں شکوک و شبہات میں مبتلا ہوں۔ تمھارا کیا پروگرام ہے؟

حُرؒ نے کہا: واللہ! میں اپنے آپ کو جنت اور دوزخ کے درمیان دیکھ رہا ہوں۔ بخدا! میں جنت پر کسی چیز کو ترجیح نہیں دوں گا۔ چاہے میں ٹکڑے ٹکڑے ہو جاؤں اور آگ میں جلا دیا جاؤں۔

اس اثناء میں اُس نے اپنے گھوڑے کو تازیانہ مارا اور وہ امام حسین علیہ السلام کے پاس پہنچ گیا۔ اُس کا ترکی غلام اُس کے ساتھ تھا۔ امام علیہ السلام کے لشکر میں جا کر عرض کیا: فرزندِ رسولؐ! اللہ مجھے آپؑ کا فدیہ قرار دے۔ میں وہی آدمی ہوں کہ جس نے آپؑ کو واپس جانے سے روک دیا تھا۔ سارے راستے میں آپ کے ساتھ رہا تھا اور آپ کو تنگ کرتا رہا تھا۔ اِسی جگہ پر بھی میں آپ کو لایا ہوں۔ اُس ذات کی قسم کہ جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، میرا اِس قوم کے بارے میں یہ گمان تک بھی نہیں تھا کہ یہ آپ کی کسی بات کو تسلیم نہیں کریں گے اور نوبت قتال تک پہنچ جائے گی۔ میں نے تو یہ سوچ رکھا تھا کہ بعض باتوں میں اِن لوگوں کی اطاعت کروں تو کیا حرج ہے۔ یہ لوگ یہ نہ خیال کریں کہ میں نے اِن کی اطاعت سے اعراض کیا ہے۔ بس آخر میں معاملہ اس منزل پر پہنچے گا کہ حسینؑ جن باتوں کو پیش کرتے ہیں یہ اُن باتوں کو تسلیم کرلیں گے۔ واللہ! اگر مجھے یہ علم ہو جاتا کہ یہ لوگ آپؑ کی کسی بات کو نہیں مانیں گے تو مجھ سے یہ زیادتی نہ ہوتی۔ جب میں نے دیکھا کہ یہ لوگ آپؑ کے ساتھ ہر صورت جنگ کرنے پر تیار ہو گئے ہیں تو اُنھیں چھوڑ کر آپؑ کے پاس آ گیا ہوں۔ مجھ سے جو جرم ہو گیا ہے اُس کی اللہ سے معافی مانگنے آیا ہوں اور اپنی جان آپؑ کی نصیحت میں قربان کرنے کے لیے آیا ہوں۔ آپؑ کے سامنے مرنے کا ارادہ ہے۔ کیا میری توبہ قبول ہوگی؟"

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں، اللہ تیری توبہ قبول کرے گا اور تجھے بخش دے گا۔ ہاں تمھارا نام کیا ہے؟

حُر نے کہا: میرا نام حُر ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: جس طرح تمھاری ماں نے تمھارا نام حُر رکھا ہے واقعی تم حُر ہو۔ اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی حُر ہو۔ گھوڑے سے اُترو اور میرے پاس آؤ۔

حُرؓ نے جواب دیا: پیدل ہونے سے بہتر ہے کہ میں گھوڑے پر سوار رہوں۔ میں میدانِ جنگ کی طرف جاتا ہوں، وہاں آپؑ کی نصرت میں جہاد و قتال کرتا ہوں۔ جب میرا آخری وقت آئے گا تو میں خود بخود گھوڑے سے اُتر جاؤں گا۔

روایت ہے کہ حُرؓ نے یہ بھی کہا: فرزندِ رسولؐ آپؑ کے خلاف خروج کرنے والا پہلا فرد میں ہوں۔ اب اجازت دیں کہ آپؑ کی نصرت میں قربان ہونے والا پہلا فرد بھی میں بنوں اور قیامت کے دن آپؑ کے نانا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سب سے پہلے مصافحہ کرنے والا بھی میں ٹھہروں۔

سردارِ مکہ و مدینہ نے فرمایا: جس طرح تمھاری مرضی خدا وند تعالیٰ تمھاری توبہ قبول کرے وہ تواب الرّحیم ہے۔

تاریخ کربلا کے مطابق سب سے پہلا مجاہد جس نے لشکرِ ابنِ سعد سے مبارزہ طلبی کی وہ جنابِ حُرؓ ہیں میدانِ جنگ کی طرف جاتے ہوئے حضرت حُرؓ نے یہ رجزیہ اشعار پڑھے:

اِنِّیْ اَنَا الْحُرُّ وَمَاْوٰی الضَّیفِ   اَضْرِبُ فِیْ اَعْنَاقِکُمْ بِالسَّیْفِ
عَنْ خَیْرِ مَنْ حَلَّ بِوَادِی الْخَیْفِ   اَضْرِبُکُمْ وَلَا اَرٰی مِنْ حَیْفِ

''دنیا جان لے میں حُر ہوں اور حُریت کا نگہبان و پاسبان ہوں۔ میرے دسترخوان پر مہمانوں کی آمدورفت جاری وساری ہے کیونکہ ضیافت میرے خمیر کا حصّہ ہے۔ میرے ہاتھ میں تیز دھار تلوار ہے جس سے میں تمھاری گردنیں کاٹوں گا۔ وادی مکہ و بطحا کے سید و سردار کا میں ناصر و معاون ہوں۔ اُن کی خاطر اپنی جان تک قربان کرنے کو حاضر ہوں۔ میں بڑھ بڑھ کر تم سے جنگ و قتال کروں گا۔ مجھے تمھارے نیزوں، تیروں اور تلواروں کا کوئی خوف نہیں ہے''۔

روایت ہے کہ جب حضرت حُرؓ نے وفاداریاں تبدیل کیں، ابنِ سعد کو چھوڑ کر دائرۂ ولایتِ آلِ رسولؐ میں داخل ہوا تو یزید بن سفیان تمیمی نے کہا: واللہ! اگر حُرؓ جنگ کرتے ہوئے میرے سامنے آیا تو میں اپنے نیزہ سے اُس کا کام تمام کروں گا۔ جب حُرؓ میدانِ جنگ میں

قتال کر رہے تھے تو اس دوران اُن کے گھوڑے کے کان اور بھنویں زخمی ہو گئے تھے جن سے خون بہہ رہا تھا۔ حصین بن نمیر نے یزید بن سفیان کو آواز دی: "اے یزید! دیکھ تیرے سامنے حُر جوانوں سے نبرد آزما ہے تو غنیمت مان رہا تھا کہ جب حُر موقع دے گا تو، تو اُسے قتل کرے گا۔ یہ دیکھ تیرے سامنے حُرؓ ہے، موقع غنیمت ہے اُسے ہاتھ سے نہ جانے دے۔ یزید دوڑ کر جنابِ حُرؓ کے سامنے آیا اور اُن کی تلوار کی ایک ہی ضربت سے وہ اپنے خون میں لوٹنے لگا۔ اُس کے ساتھ چالیس سوار اور پیادے جو حُرؓ کے ہاتھوں قتل ہوئے تھے، زمین پر ایڑیاں رگڑ رہے تھے۔ حُرؓ برق خاطف بن کر لشکر اعداء کو جلا کر خاکستر کا ڈھیر بنا رہے تھے کہ اس دوران آپ کے گھوڑے کو پے کر دیا گیا تو پیدل جنگ کرنے لگے۔ کبھی دائیں، کبھی بائیں، کبھی لشکر پر جدھر رُخ کرتے سر کٹتے ہوئے نظر آتے اور ہاتھ اُڑتے ہوئے دکھائی دیتے۔ اس وقت اُن کی زبان پر یہ رجز تھا:

إِنْ تَعْقِرُوْا بِيْ فَأَنَا ابْنُ الْحُرّ ۔۔۔ أَشْجَعُ مِنْ ذِيْ لِبَدَةٍ هِزَبْرٍ

وَلَسْتُ بِالْخَوَّارِ عِنْدَ الْكَرّ ۔۔۔ لٰكِنَّنِي الثَّابِتُ عِنْدَ الْفَرّ

"اگر تم لوگوں نے میری سواری کو پے کر دیا ہے میں پیدل ہو چکا ہوں۔ پھر بھی کوئی ایسی بات نہیں ہے تم جانتے ہو میں عرب کا بہت بڑا شجاع اور بہادر ہوں کیونکہ میں حُر ہوں میری گردن میں کسی ظالم حکمران کا قلادہ نہیں ہے۔ میں آزاد ہوں اور آزادی کی جنگ لڑ رہا ہوں۔ میں شیر بیشہ شجاعت ہوں۔ جنگل کے شیر بھی میری گونج سے سہم جاتے ہیں۔ جب تیروں، تلواروں اور نیزوں سے حملے ہو رہے ہوں تو میں انھیں اپنے سینے پر لیتا ہوں۔ اُن سے کسی قسم کا خوف نہیں کھاتا۔ جب موت کے خوف سے لشکر راہِ فرار اختیار کرتے ہیں تو میں چٹان کی طرح ثابت قدم رہتا ہوں"۔

آخر زخموں کی تاب نہ لا کر زمین پر گرے تو حسینیؑ فورس کے جوانوں نے عقابی پرواز کر کے انھیں اُٹھایا اور فرزند علیؑ و بتولؑ کے سامنے آ کر سُلا دیا۔ امام علیہ السلام اُن کے چہرے سے خاک صاف بھی کر رہے تھے اور ساتھ یہ بھی کہہ رہے تھے: اے حُرؓ! جس طرح تیری صاحبہ

عزت وعظمت ماں نے تیرا نام حُر رکھا واقعی تو حُر ہے۔ تم دُنیا میں بھی حُر اور آخرت میں بھی حُر ہو۔

اصحابِ حسینؑ میں سے کسی نے آپ پر مرثیہ کہا لیکن حاکم الجشمی نے کہا کہ یہ مرثیہ حضرت علیؑ بن الحسینؑ نے کہا تھا:

لَنِعمَ الحُرُّ حُرُّ بَنِیْ رِیَاحٍ ... صَبُورٌ عِندَ مُشْتَبَكِ الرِّمَاحِ

وَنِعمَ الحُرُّ اِذْ نَادٰی حُسَيْنٌ ... فَجَادَ بِنَفْسِهٖ عِندَ الصِّيَاحِ

"حُرؒ بن ریاحی اس دنیا کے ایک صاحب عزت وعظمت اور بہتر و بہترین انسان ہیں۔ جراَت وجاں بازی میں اپنی مثال ہیں۔ جب نیزوں سے نیزے ٹکرا رہے ہوں تو وہ اُن میں گھس کر حملہ آور ہوتے ہیں۔ نیزوں کے اپنے جسم میں گھسنے کی پرواہ نہیں کرتے۔ جب سبط رسولؐ اور فرزند رسولؐ نے اُنھیں آواز دی تو انھوں نے اپنی کائنات، اپنی امارت، اور اپنے گھر بار کو چھوڑ چھاڑ کر، دوڑ کر بارگاہِ امامت میں حاضری دی تھی اور اپنی جان قربان کر دی تھی"۔

ایک روایت ہے کہ جب حضرت حُرؒ میدانِ جنگ میں تھے تو اُس وقت آپ نے درج ذیل رجزیہ اشعار پڑھے تھے:

آلَيْتُ لَا أُقْتَلُ حَتّٰى أَقْتُلَ ... وَلَا أُصَابَ الْيَوْمَ اِلَّا مُقْبِلَا

أَضْرِبُهُمْ بِالسَّيْفِ ضَرْبًا مُعْضِلَا ... لَا نَاكِلًا فِيهِمْ وَلَا مُهَلِّلَا

"میں قسم کھا چکا ہوں کہ جب تک دشمنوں کو قتل نہ کرلوں گا تب تک خود قتل نہ ہوں گا۔ میں بڑھ بڑھ کر حملے کروں گا اور کسی صورت میں پیچھے نہ ہٹوں گا۔ میں اپنے دشمنوں پر اپنی تلوار شرربار سے وار کروں گا۔ میدانِ جنگ میں ایک بہادر وشجاع کی طرح ٹھہروں گا۔ کسی بزدل کی طرح راہِ فرار اختیار نہیں کروں گا"۔ ①

---

① مقتل الحسینؑ خوارزمی: ج ۲، ص ۹؛ الفتوح: ج ۵، ص ۱۰۱؛ بحارالانوار: ج ۴۵، ص ۱۳؛ مطالب السؤول: ص ۷۶؛ کشف الغمہ: ج ۲، ص ۲۶۲

الملہوف میں روایت ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے آواز بلند کی: کیا ہے کہ کوئی جو اللہ کے لیے ہماری نصرت کرے؟ کیا کوئی ہے جو اللہ کے رسولؐ کے حرم کا دفاع کرے؟

استغاثہ کی آواز سن کر حر بن یزید ریاحی عمر بن سعد کے پاس آیا اور اُس سے کہا: کیا تم اس آدمی سے جنگ کرو گے؟

عمر بن سعد نے کہا: ہاں! شد و مد سے قتال ہوگا، سر اُڑیں گے اور ہاتھ گریں گے۔ یہ سن کر حرؓ واپس اپنی جگہ پر آئے اور کانپنے لگے۔

مہاجر بن اَوس نے اُس سے کہا: واللہ! مَیں تمھارے بارے شکوک وشبہات میں مبتلا ہو گیا ہوں۔ اگر کوئی مجھ سے پوچھے کہ اہلِ کوفہ میں سب سے زیادہ صاحب شجاعت و شہامت کون ہے؟ تو مَیں تیرا نام لوں گا۔ اس وقت تمھاری جو حالت میں دیکھ رہا ہوں اس کا سبب کیا ہے؟

حرؓ نے کہا: واللہ! میں اپنے آپ کو جنت و دوزخ کے درمیان دیکھ رہا ہوں۔ واللہ! میں صرف جنت کو اختیار کروں گا چاہے میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے جائیں اور زندہ جلا دیا جاؤں۔

یہ کہہ کر اُس نے اپنے گھوڑے کو تازیانہ مارا اور خیامِ حسینیؑ کی طرف رُخ کیا۔ اُس نے اپنے ہاتھ اپنے سر پر رکھے ہوئے تھے اور زبان پر یہ کلمات تھے: خدایا! میں تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔ میری توبہ قبول کر۔ میں نے تیرے اولیاء اور تیرے نبیؐ کی دختر کی اولاد کو ڈرایا ہے۔

جب حرؓ امام حسین علیہ السلام کی بارگاہ میں پہنچے تو عرض کیا: میں آپؑ پر قربان جاؤں میں وہ فرد ہوں کہ جس نے آپؑ کو واپس جانے سے روک دیا تھا اور آپؑ کے لیے دشواریاں پیدا کی تھیں۔ واللہ! میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ یہ لوگ آپؑ کی جان کے دشمن بن جائیں گے۔ میں اپنے اس جرم کی اللہ سے معافی مانگتا ہوں۔ کیا میری توبہ قبول ہوگی؟

حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: ہاں! اللہ سبحانہ تعالیٰ ضرور تیری توبہ کو قبول کرے گا۔ اب اپنے گھوڑے سے اُترو۔

حرؓ نے کہا: پیدل ہونے سے میرا سوار ہونا بہتر ہے۔ جب اس دنیا سے کوچ کرنے کا وقت آئے گا تو خود بخود اپنی سواری سے اُتر جاؤں گا۔

اس کے بعد اُس نے کہا: آپؑ کے خلاف خروج کرنے والا پہلا فرد میں ہوں۔ اس لیے آپؑ کی نصرت میں پہلا مقتول میں بننا چاہتا ہوں تاکہ کل میدانِ محشر میں آپؑ کے جدِ نامدار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سب سے پہلے مصافحہ کرنے والا میں ٹھہروں۔

امام علیہ السلام نے اُسے جنگ کرنے کی اجازت دی۔ جب حُرؓ میدانِ جنگ میں آئے تو انھوں نے اپنی شجاعت وشہامت کے خوب جوہر دکھائے۔ بہادروں کی ایک بڑی جماعت کو قتل کیا۔ آخر زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے زمین پر گرے۔ انصارانِ حسینؑ نے انھیں اٹھایا اور انھیں حضرت امام حسین علیہ السلام کے پاس لے آئے۔ اُس وقت حضرت زندہ تھے۔ آپؑ اُن کے چہرے سے گرد صاف کر رہے تھے اور ساتھ ساتھ یہ بھی فرما رہے تھے: "اے حُرؓ! جس طرح تمھاری ماں نے تمھارا نام حُر رکھا ہے اِس طرح تم اِس دنیا اور آخرت میں بھی حُر ہو"۔ [1]

الارشاد: نَشِبَ الْقِتَالُ فَقُتِلَ مِنَ الْجَمِيعِ جَمَاعَةٌ. وَحَمَلَ الْحُرُّ بْنُ يَزِيدَ عَلَى أَصْحَابِ عُمَرَ بْنِ سَعْدٍ وَهُوَ يَتَمَثَّلُ بِقَوْلِ عَنْتَرَةَ:

مَا زِلْتُ أَرْمِيهِمْ بِغُرَّةِ وَجْهِهِ وَلَبَانِهِ حَتَّى تَسَرْبَلَ بِالدَّمِ

فَبَرَزَ إِلَيْهِ رَجُلٌ مِنْ بَلْحَارِثِ يُقَالُ لَهُ: يَزِيدُ بْنُ سُفْيَانَ. فَمَا لَبِثَهُ الْحُرُّ حَتَّى قَتَلَهُ...... قَاتَلَهُمْ أَصْحَابُ الْحُسَيْنِ قِتَالًا شَدِيدًا. فَأَخَذَتْ خَيْلُهُمْ تَحْمِلُ وَإِنَّمَا هِيَ اثْنَانِ وَثَلَاثُونَ فَارِسًا. فَلَا تَحْمِلُ عَلَى جَانِبٍ مِنْ خَيْلِ الْكُوفَةِ إِلَّا كَشَفَتْهُ. فَلَمَّا رَأَى ذٰلِكَ عُرْوَةُ بْنُ قَيْسٍ. وَهُوَ عَلَى خَيْلِ أَهْلِ الْكُوفَةِ- بَعَثَ إِلَى عُمَرَ بْنِ سَعْدٍ: أَمَا تَرَى مَا تَلْقَى خَيْلِي مُنْذُ الْيَوْمِ مِنْ هٰذِهِ الْعِدَّةِ الْيَسِيرَةِ؛ ابْعَثْ إِلَيْهِمُ الرِّجَالَ وَالرُّمَاةَ فَبَعَثَ عَلَيْهِمْ بِالرُّمَاةِ فَعُقِرَ بِالْحُرِّ بْنِ يَزِيدَ فَرَسُهُ فَنَزَلَ عَنْهُ وَجَعَلَ يَقُولُ:

إِنْ تَعْقِرُوا بِي فَأَنَا ابْنُ الْحُرِّ أَشْجَعُ مِنْ ذِي لِبَدٍ هِزَبْرِ

[1] الملہوف: ص ۱۵۹

وَيَضْرِبُهُمْ بِسَيْفِهِ، وَتَكَاثَرُوا عَلَيْهِ، فَاشْتَرَكَ فِي قَتْلِهِ أَيُّوبُ بْنُ مُسَرَّحٍ وَرَجُلٌ آخَرُ مِنْ فُرْسَانِ أَهْلِ الْكُوفَةِ

ارشاد میں روایت ہے کہ جب کربلا میں جنگ کا بازار گرم ہوا تو بہت سے لوگ مارے گئے۔ حُر بن یزیدؓ نے مبارزہ طلبی کی اور عنترہ شاعر کا یہ شعر پڑھا:

مَا زِلْتُ أَرْمِيهِمْ بِغُرَّةِ وَجْهِهِ وَلَبَانِهِ حَتَّى تَسَرْبَلَ بِالدَّمِ

"میں ہمیشہ اپنے گھوڑے کے چہرہ کی سفیدی اور اُس کے سینہ سے اُن پر حملے کرتا رہا یہاں تک کہ اُس نے خون کی قمیص پہن لی"۔

اس دوران اُن کے مقابلہ میں بنی حارث کا ایک شخص نکلا جس کا نام یزید بن سفیان تھا۔ حضرت حُرؓ نے چشم زدن میں اُسے قتل کر دیا۔ اِدھر اصحابِ حسینؑ پر ہر طرف سے حملے ہونے لگے۔ لیکن اصحابِ حسینؑ نے ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ اِن کے شہسوار بتیس ہونے کے باوجود حملے کرتے رہے۔ پس جدھر حملہ کرتے دشمن کا صفایا کر دیتے۔ دشمن ان کے سامنے بھاگتا دکھائی دیتا جو سامنے آتا وہ تلوار کی کاٹ سے کٹ کر رہ جاتا تھا۔

جس وقت اہلِ کوفہ کے شہسواروں کے امیر عُروہ بن قیس نے یہ صورتِ حال دیکھی تو اُس نے عمر بن سعد کو کہلا بھیجا: کیا تم نہیں دیکھ رہے ہو کہ جس طرح میری سوار فوج کے ساتھ یہ مٹھی بھر فوج سلوک کر رہی ہے۔ اِن کی مدد کے لیے پیادہ فوج اور تیر اندازوں کو بھیجو۔

عمر بن سعد نے اُن کی طرف تیر اندازوں کو بھیجا۔ اس دوران حضرت حُرؓ کا گھوڑا مارا گیا تو آپ نے پیدل جنگ کرنا شروع کر دی۔ اُس وقت آپ کی زبان پر یہ شعر تھا جس کا ترجمہ یہ ہے: "اگر تم نے میرا گھوڑا پے کر دیا ہے تو کوئی بات نہیں ہے، مَیں آزاد ہوں اور آزاد مرد کا بیٹا ہوں۔ شیر سے زیادہ بہادر اور شجاع ہوں"۔

حضرت حُرؓ نے دشمن کی فوج پر تلوار سے حملہ کر دیا تو بہت سے لوگوں نے آپ کو اپنے محاصرہ میں لے لیا۔ ایک کوفی شہسوار ایوب بن مسرح نے آپ کے قتل میں شرکت کی۔ ①

---

① ارشاد: ج ۲، ص ۱۰۲، ۱۰۳؛ اعلام الوریٰ: ج ۱، ص ۴۶۲، ۴۶۳؛ مثیر الاحزان: ص ۵۹، ۶۰؛ الکامل فی التاریخ: ج ۳، ص ۵۶۵

الطبقات الکبیر میں روایت ہے، حُر بن یزید ریاحی عمر بن سعد کے پاس آیا اور اُس نے کہا: کیا تم اس شخص سے جنگ کرو گے؟

عمر بن سعد نے کہا: ہاں اِن سے جنگ کریں گے۔

حُرؓ نے کہا: جو باتیں اُس نے کی ہیں کیا تم انھیں قبول نہیں کرو گے؟

ابنِ سعد نے کہا: اگر میرا اختیار چلتا تو میں قبول کر لیتا۔

حُر نے کہا: سبحان اللہ یہ کتنی عجیب بات ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی دُختر کا بیٹا تم سے سوال کرے اور تم تسلیم نہ کرو۔

اس کے بعد حُر امام حسین علیہ السلام کی طرف چلے آئے اور اُن کی نصرت میں جنگ کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔

شاعر متوکل لیثی نے آپ کی شان میں چند اشعار کہے تھے جو گذشتہ صفحات میں موجود ہیں۔ یہاں دوبارہ لکھنے کرنے کی ضرورت نہیں۔

تذکرۃ الخواص میں روایت ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے میدانِ کربلا میں ندا بلند کی: اے شبث بن ربعی! اے حجار بن ابجر! اے قیس بن اشعث! اے زید بن حرث! اے فلاں! کیا تم لوگوں نے میری طرف خطوط نہیں بھیجے تھے؟

اِن لوگوں نے جواب دیا: جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں اسے ہم نہیں جانتے۔

حُر بن یزید یربوعی بھی کوفہ کے عیون و اشراف میں سے تھے نے جواب دیا: جی ہاں واللہ! ہم نے آپؑ کو خط لکھے تھے۔ پھر ہم نے آپؑ پر چڑھائی کی۔ اللہ باطل اور اُس کے پیروکاروں کو تباہ و برباد کرے، میں دنیا کو آخرت پر ترجیح نہیں دوں گا۔ اُس نے اپنے گھوڑے کو مہمیز کیا اور امامؑ کے لشکر کی طرف چلے آئے۔

امام علیہ السلام نے اس کا استقبال کیا اور فرمایا: اے حُرؓ! واللہ! تم دنیا میں بھی حُر ہو اور آخرت میں بھی حُر ہو۔

اس کے بعد حُرؓ میدانِ جنگ میں آئے اور سپاہِ کوفہ سے خطاب کیا۔ (جناب حُرؓ کا خطاب گذشتہ صفحات میں گزر چکا ہے)۔

مناقب بن شہر آشوب کی روایت میں صرف اشعار ہیں۔ اشعار اور اُن کا ترجمہ گذشتہ صفحات میں موجود ہے۔ ①

مثیر الاحزان : رَوَیتُ بِإِسنَادِي أَنَّهُ أَي الحُرَّ بنَ یَزِیدَ الرِّیَاحِيَّ قَالَ لِلحُسَینِ علیہ السلام : لَمَّا وَجَّهَنِي عُبَیدُ اللهِ إِلَیكَ ، خَرَجتُ مِنَ القَصرِ فَنُودِیتُ مِن خَلفِي : أَبشِر یَا حُرُّ بِخَیرٍ ، فَالتَفَتُّ فَلَم أَرَ أَحَدًا ، فَقُلتُ : وَاللهِ مَا هٰذِهِ بِشَارَةٌ وَأَنَا أَسِیرُ إِلَی الحُسَینِ علیہ السلام ! وَمَا أُحَدِّثُ نَفسِي بِاتِّبَاعِكَ

فَقَالَ علیہ السلام: لَقَد أَصَبتَ أَجرًا وَخَیرًا

مثیر الاحزان میں روایت ہے کہ جب حُر بن یزید ریاحیؒ حضرت امام حسین علیہ السلام کے اصحاب میں داخل ہوئے تو اُس نے امام علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ جب عبید اللہ ابنِ زیاد نے مجھے آپ کی طرف بھیجا اور میں لشکر لے کر آپ کی طرف روانہ ہوا تو پیچھے سے مجھے کسی نے آواز دی: اے حُر! تجھے خیر کی بشارت دی جاتی ہے۔ میں نے مڑ کر پیچھے دیکھا تو مجھے کوئی نظر نہ آیا۔ میں نے اپنے دل میں کہا: یہ کیسی بشارت ہے؟ میں تو فرزند رسولؐ سے جنگ کرنے کے لیے جارہا ہوں حالانکہ اُس وقت میرے وہم وگمان میں آپ کی نصرت و اتباع کی بات ہی نہیں تھی۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: جی ہاں! تم نے ابدی اور سرمدی اجر ونعمات حاصل کر لیے ہیں۔ ②

نکتہ: شبِ عاشورا فرزند رسولؐ نے اپنے اصحاب اور اہلِ بیتؑ کے جوانوں کو جنت کے محلات دکھائے تھے۔ جنابِ حُرؒ اس وقت عمر بن سعد کے لشکر میں تھے۔ صبح ہوئی اور وہ منقلب ہوکر کاروانِ نور میں شامل ہوئے تھے۔ یہ اپنے عقیدہ میں اتنے پختہ تھے کہ اگر آج حضرت امام حسین علیہ السلام کا ساتھ نہ دیا تو پھر ابدی جہنم ہے۔ آپ نے جنت میں اپنی زندگی میں محل ومقام

---

① مناقب ابن شہر آشوب: ج ۴،ص ۱۰۰؛ بحارالانوار: ج ۴۵،ص ۱۴، ۱۵

② مثیر الاحزان: ص ۵۹؛ بحارالانوار: ج ۴۵

نہیں دیکھا تھا۔ (اضافۃ من المترجم)

حضرت حنظلہ بن اسعد الشبامیؓ

اس بزرگوار کے نام میں بھی اختلاف ہے۔ کہیں حنظلہ بن اسعد الشبامی ① اور کہیں الشامی ② منقول ہیں۔ مورخین نے آپ کو نامور بہادروں اور شجاعوں میں شمار کیا ہے۔ جناب حنظلہ فصیح اللسان اور قاریٔ قرآن تھے۔ آپ آلِ رسولؐ کے طرفداروں اور جانثاروں میں سے تھے۔ آپ نے یومِ عاشورا میدانِ جنگ میں بہادری کے خوب جوہر دکھائے۔ ③

نمازِ ظہر کی ادائیگی کے بعد حسینی سپاہ میں سے ایک بڑی تعداد راہیِ بہشت ہو چکی تھی اور جو باقی تھے وہ بھی شدتِ پیاس اور زخموں کی وجہ سے بے حال و نڈھال ہو چکے تھے۔

اس وقت امام علیہ السلام نے اپنے مجاہدوں سے خطاب فرمایا:

> "اے میرے جانثارو اور وفادارو! تم نے زندگانی دُنیا اور اُس کی تمام لذات سے منہ موڑ لیا ہے۔ اپنی حیات اور کائنات کو پسِ پشت ڈال دیا ہے۔ اپنے خدا اور اُس کے حبیبؐ کے فرزند کی خوشنودی و اطاعت کے لیے مصائب و آلام کا سامنا کر رکھا ہے۔ مصائب کے اِن لمحات میں کچھ دیر کے لیے ثباتِ قدمی، استقامت اور پامردی کا مظاہرہ کرو۔ پھر تم شہادت کی ابدی اور لازوال سعادت حاصل کرو گے اور موت کے پل

---

① راجع: ہذا الموسوعہ، ص ۲۰۳-۲۰۴؛ زیارتِ رجبیہ و زیارتِ ناحیہ۔ بعض نقول میں "اسعد" کی جگہ "سعد" ہے۔ معجم البلدان: ج ۳، ص ۳۱۸۔ اس میں حنظلہ بن عبداللہ الشبامی ہے۔ (رجال طوسی: ص ۱۰۰؛ حدائق الوردیہ: ج ۱، ص ۱۲۲)

② عیون اخبار الرضا: ج ۲، ص ۲۰۳۔ زیارتِ رجبیہ و زیارتِ ناحیہ۔ بروایت مصباح الزوائر: ص ۲۹۵؛ امالی شجری: ج ۲، ص ۱۷۳۔ اس کتاب میں آپ کو ہمدانی نقل کیا گیا ہے۔

③ جنابِ حنظلہؓ کے بارے میں غالیوں کے ایک فرقہ نے عقیدہ وضع کیا کہ وہ یومِ عاشورا امام علیہ السلام کی شکل میں تبدیل ہو گئے تھے اور امام علیہ السلام کی جگہ شہید کر دیے گئے تھے اور امام علیہ السلام کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح آسمان پر اُٹھا لیا گیا تھا۔ یہ عقیدہ جھوٹے اور کافر لوگوں کا ہے۔ (عیون اخبار الرضا: ج ۲، ص ۲۰۳ میں حضرت امام رضا علیہ السلام نے ایسے لوگوں کو کافر قرار دیا ہے)۔

سے گزر کر بہشت بریں کے محلات و باغات میں پہنچ جاؤ گے اور جنت کی بہاروں اور اُس کے نظاروں سے لطف اندوز ہوں گے۔

اس دوران عمر بن سعد نے اپنی سپاہ کو چیخ چیخ کر کہا: دن ڈھل چکا ہے، جلدی کرو اس مٹھی بھر جماعت کا خاتمہ کر دو۔ پھر جنگ سے فراغت کے بعد اپنی فتح کا جشن منائیں۔

یہ سن کر سپاہ ابنِ سعد نے امام علیہ السلام پر ہر طرف سے حملے شروع کر دیے۔ تیروں کی بارش برسنے لگی۔ نیزوں اور تلواروں سے حملے ہونے لگے۔ اس وقت حنظلہؓ امام علیہ السلام کے سامنے ڈھال بن کر کھڑے ہو گئے۔ آپؓ کی طرف ہر آنے والے تیر، نیزہ اور تلوار کے وار کو اپنے ہاتھوں اور سینے پر لیا۔ مگر امامؑ کی ہر طرف سے حفاظت کی۔ اس وقت آپ ایک متحرک ستون تھے۔ امام علیہ السلام کا دفاع بھی کرتے رہے اور بلند آواز کے ساتھ قرآن مجید کی تلاوت بھی کرتے رہے۔

يٰقَوْمِ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ مِّثْلَ يَوْمِ الْاَحْزَابِ ○ مِثْلَ دَاْبِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ وَالَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۭ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ ○ وَيٰقَوْمِ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ ○ يَوْمَ تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِيْنَ ۚ مَا لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ○ يٰقَوْمِ [لَا] تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى

آپؓ نے فرمایا:

"اے میری قوم والو! مجھے ڈر ہے کہ تم لوگوں پر جنگِ احزاب کا سا عذاب نازل ہوگا جیسا کہ قومِ نوحؑ و عاد و ثمود پر اور اُن کے بعد والوں پر نازل ہوا۔ اور خدا اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرنا چاہتا۔

اے میری قوم کے لوگو! مجھے تمھارے لیے روزِ قیامت کا ڈر ہے۔ جس روز کہ تم پیٹھ پھیرے ہوئے بھاگتے پھرو گے اور خدا کی طرف سے تمھیں کوئی بچانے والا نہ ہوگا۔ اور سنو! خدا جسے گمراہ کرتا ہے اُسے کوئی راہ پر لگانے والا نہیں ملتا۔

اے میری قوم کے لوگو! حسینؑ کو قتل نہ کرو کہ خدا عذاب نازل کر کے تمھیں
تباہ نہ کر دے (اور سنو جس نے خدا پر بہتان باندھا وہ زیاں کار ہے)۔

اس کے بعد جنابِ حنظلہؓ نے امام علیہ السلام کی طرف دیکھا اور عرض کیا: کیا ہم اب اپنے پروردگار کی بارگاہ کی طرف لوٹ نہ جائیں اور اپنے ساتھیوں سے ملحق نہ ہو جائیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: جی ہاں ضرور اُس جہان کی طرف جاؤ جو اِس دنیا اور اُس کی ہر چیز سے بہتر و برتر ہے اور اُس ملک کی طرف جو جدید سے جدید تر ہے اور جس کی ہر چیز لذیذ سے لذیذ تر ہے۔ جس میں نہ اُکتاہٹ ہے اور نہ بوسیدگی ہے۔

جب آپ کو جنگ کرنے کی اجازت ملی تو دُعائیہ کلمات کے ساتھ امام علیہ السلام کو وداع کیا:

اے عبداللہ! میرا سلام اللہ ربّ العزت آپؑ اور آپؑ کے اہلِ بیتؑ پر درود و سلام اور اپنی رحمت نازل کرے اور اپنی جنّت میں ہمیں آپؑ کے جوار میں رکھے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: آمین! آمین!

اِس کے بعد جنابِ حنظلہؓ میدانِ جنگ کی طرف بڑھے۔ جرأت و شجاعت اور مردانگی کے جوہر دکھائے اور منزلِ شہادت پر پہنچے۔

زیارتِ ناحیہ اور رجبیہ میں آپ پر سلام وارد ہیں۔

اَلسَّلَامُ عَلٰی حَنظَلَةَ بْنِ اَسْعَدَ الشِّبَامِی

تاریخ طبری میں محمد بن قیس سے روایت ہے کہ حنظلہ بن اسعد شبامیؓ آئے اور امام علیہ السلام کے سامنے دفاعی لائن بنا کر کھڑے ہو گئے اور پھر بلند آواز کے ساتھ لشکر ابنِ سعد سے گفتگو کی۔ (جنابِ حنظلہؓ کے خطاب کا ترجمہ گذشتہ سطور میں موجود ہے، اُدھر رجوع فرمائیں)

جب آپ کی بات ختم ہوئی تو حضرت امام حسین علیہ السلام نے اُن سے فرمایا: اے ابنِ اسعد! اللہ تم پر رحم کرے جس وقت تم نے اِن سے خطاب کیا تھا اور انھیں حق کی دعوت دی تھی تو اُس وقت اِن لوگوں پر اللہ کا عذاب واجب ہو چکا تھا۔ اُنھوں نے تمھارے قول کو رد کر دیا تھا اور تمھارے اصحاب کا خون بہانے کو آمادہ ہو گئے تھے اور اب تو یہ لوگ تمھارے برادرانِ صالح کو قتل کر چکے ہیں؟

حنظلہؓ نے کہا: میں آپؑ پر قربان جاؤں آپؑ نے سچ فرمایا۔ آپؑ مجھ سے اَفقہ ہیں اور اسی منصب کے مرکز و محور ہیں کیا اب ہم اپنے بھائیوں سے ملنے کو نہ جائیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں! دارِ بقاء کی طرف جاؤ جو دُنیا اور مافیہا سے ارفع و اعلیٰ ہے۔

حنظلہؓ نے کہا: خداوند تعالیٰ آپؑ اور آپؑ کے اہل بیتؑ پر درود و سلام بھیجے، ہمیں اور تمھیں بہشت میں اکٹھا کرے۔ آپ نے یہ سن کر دوبارہ آمین کہی۔

ابن اسعد آگے بڑھے شمشیر زنی کرتے ہوئے درجۂ شہادت پر پہنچے۔ ①

اللہوف میں روایت ہے حنظلہ بن اسعد شبامی آئے اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے سامنے کھڑے ہو گئے جس طرف سے تیر، تلواریں اور نیزے آتے، یہ اپنے چہرے، گردن، سینے اور ہاتھوں پر لیتے تاکہ فرزند رسولؐ کو گزند نہ پہنچے۔ اسی اثناء میں لشکر اشقیاء سے خطاب کرتے ہوئے کہا: اے میری قوم! مجھے تمھارے لیے روزِ قیامت کا ڈر ہے جس روز کہ تم پیٹھ پھیرے بھاگتے پھرو گے اور خداوند تعالیٰ کی طرف سے تمھیں بچانے والا کوئی نہیں ہوگا۔

اے میری قوم! حسینؑ کو قتل نہ کرو، کہیں خدا اپنا عذاب نازل کر کے تمھیں تباہ نہ کر دے اور سنو! جس نے خدا پر بہتان باندھا وہ نقصان اُٹھانے والا ہے۔ اِس کے بعد وہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوئے اور عرض کیا: کیا اب ہم اپنے پروردگار کی بارگاہ میں نہ لوٹ جائیں اور اپنے اصحاب کے ساتھ ملحق نہ ہو جائیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں! اس دارالفنا سے دارالبقاء کی طرف جاؤ۔ اُس کی ہر نعمت لازوال اور سرمدی ہے۔ جس کی ہر نعمت ہمیشہ تازگی سے متصف ہے۔ جہاں کسی چیز نے پرانا اور بوسیدہ نہیں ہونا۔

جنابِ حنظلہؓ نے مردانہ وار جنگ کی، اپنی پامردی اور شجاعت کا وہ مظاہرہ کیا کہ بڑے بڑے نامی گرامی بہادروں کو میدان سے فرار ہونا پڑا۔ جب سپاہِ کوفہ نے دیکھا کہ حسینی عقاب جس پر جھپٹتا ہے اُس کی جان لے لیتا ہے تو اُن سب نے مل کر اِن پر یکبارگی حملہ کیا۔

---

① تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۴۳؛ الکامل فی التاریخ: ج ۲، ص ۵۶۸؛ مقتل الحسینؑ خوارزمی: ج ۲، ص ۲۴؛ بحارالانوار: ج ۴۵، ص ۲۳

آپ پر ہر طرف سے نیزوں، تیروں اور تلواروں کے حملے ہونے لگے۔ پھر بھی بڑھ بڑھ کر جوابی حملے کیے۔ آخرکار آپؓ نے شہادت کا آبِ زُلال نوش کیا۔ ①

مثیر الاحزان میں روایت ہے کہ حنظلہ بن اسعد شبامیؓ حضرت امام حسین علیہ السلام کے سامنے آکر کھڑے ہو گئے۔ جدھر سے تیر، تلواریں اور نیزے آتے تو اپنے سینے پر لیتے اور امام علیہ السلام تک نہ جانے دیتے۔ اس دوران وہ امامؑ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا: کیا اب ہم اپنے ربّ کے حضور حاضری نہ دیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں! اپنے ربّ کی بارگاہ میں جاؤ کیونکہ وہ دُنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔

حنظلہ بن اسعدؓ نے بہادروں کی طرح قتال و جدال کیا، دشمن کے نیزوں اور تلواروں کو برداشت کیا۔ آخر شہادت کی سعادت کا تمغہ سینے سے سجا کر اپنے ربّ کے حضور پہنچے۔ ②

حضرت زُہیر بن القینؓ ③

حضرت زُہیر بن القین البجلیؓ حضرت امام حسین علیہ السلام کے مبارز اَبرز صحابی تھے۔ امام علیہ السلام نے اِن کو اپنی فوج کے میمنہ کی امارت عطا کی تھی جس طرح یہ کوفی لشکر سے نبرد آزما رہے وہ ایک جرأت و شجاعت کا منفرد باب ہے جسے لفظوں میں بیان کرنا مشکل ہے۔

مؤرخ بلاذری نے اِن کے بارے میں لکھا ہے کہ زُہیر بن قینؓ پہلے اس نظریے کے مالک تھے کہ جس میں اہلِ بیتِ رسولؐ سے دُوری تو ہو سکتی ہے قربت نہیں ہو سکتی۔ اُنھوں نے سپاہِ ابنِ سعد کے سامنے نو محرم کی عصر کو اپنے اس نظریے کا اظہار کیا تھا۔ تمام تفصیلات دوسری جلد میں موجود ہیں۔ اسی بات کی تائید ایک اور روایت سے ہوتی ہے۔ حضرت عثمانؓ

---

① الملهوف: ص ۱۶۴؛ ارشاد: ج ۲، ص ۱۰۵؛ اعلام الوریٰ: ج ۱، ص ۴۶۳

② مثیر الاحزان: ص ۶۵

③ تاریخ طبری: ج ۵، ص ۳۸۲؛ انساب الاشراف: ج ۳، ص ۴۷۸؛ نسب سعد: ج ۱، ص ۳۳۵؛ جمہرہ النسب العرب: ص ۳۸۸ میں آپ کا نسب نامہ یوں ہے: زُہیر بن قین بن حارث بن عامر بن سعد بن مالک بن ذھل بن عمرو بن یشکر۔ الفتوح: ج ۵، ص ۱۰۹؛ ارشاد: ج ۲، ص ۷۲؛ رجال طوسی: ص ۱۰۱؛ امالی صدوق: ص ۲۲۰، ۲۲۳

کی حکومت کا زمانہ تھا سلیمان باہلی کی قیادت میں حرب بلنجر واقع ہوئی۔ اس جنگ میں جناب زُہیر بن قینؓ شریک تھے۔ اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ اُس دور کی حکومت کے وفادار تھے۔ جب حکومت حضرت علی علیہ السلام کے پاس آئی اور آپؑ کے زمانے میں جو جنگیں ہوئیں اُن جنگوں میں زہیر بن قینؓ کہیں نظر نہ آئے۔ البتہ دوسری جانب نظر آتے تھے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام مکہ سے کوفہ کی طرف روانہ تھے اور جناب زُہیرؓ بھی اُسی منزل کے راہی تھے۔ ان کی کوشش تھی کہ وہ اس سفر میں امام علیہ السلام سے دُور رہیں۔ کہیں آمنا سامنا نہ ہو۔ جب منزلِ زُرود پر امام حسین علیہ السلام نے اس کی طرف اپنا قاصد بھیجا تھا تو یہ اپنی زوجہ کے کہنے پر امام علیہ السلام کے پاس آئے تھے۔

مورخین نے نقل کیا ہے کہ امام علیہ السلام نے اِن سے خلوت میں ملاقات کی تھی اور وہ ملاقات بھی نہایت مختصر وقت کے لیے تھی۔ خدا جانے اس ملاقات میں کیا مذاکرات ہوئے اور کون سی راز و نیاز کی باتیں ہوئیں۔ وہ شخص جو ملنا پسند نہیں کرتا تھا جس کا دل کسی اور کی خاطر دھڑکتا تھا۔ فرزند زہراؑ کی روحانیت، معنویت، ولایت اور ملکوتی شخصیت کا اس پر وہ اثر ہوا کہ دُنیا اور مافیہا کو چھوڑ دیا اور حسینی عشق و علاقہ کے اُس راستے پر گامزن ہو گیا جو راستہ خون میں ڈوبا ہوا تھا۔ (جب انسان اپنے نفس کی خواہشات کو ایک طرف رکھ کر خدائی انسان سے ملتا ہے تو خدائی انسان سیکنڈوں میں اس کی زندگی میں انقلاب برپا کر دیتا ہے۔ اس لیے اَبدیت و سرمدیت کی طرف منتقل ہونے کے لیے ربانی رہبر سے ملاقات ضروری ہے۔ اضافۃ من المترجم)

امام علیہ السلام سے ملاقات کے بعد جناب زُہیرؓ اپنے خیمہ میں آئے۔ اُن کے چہرے پر خوشی و مسرت کے آثار ہویدا تھے۔ وہ اتنے خوش تھے جیسے اُنھیں ہفت اقلیم کی سلطنت و حکومت مل گئی ہو۔ اُن کی یہ کیفیات اس بات کی دلیل تھی کہ وہ جہاں مادہ و مادیت سے جہانِ روحانیت و معنویت کی طرف نُورانی اُڑان بھر چکے ہیں۔ اُنھوں نے آتے ہی حکم دیا کہ اُن کا خیمہ فرزند علیؑ و بتولؑ کے خیمہ کے قریب لگا دیا جائے۔

جنابِ زُہیرؓ کے اِس تغیر و تبدل کی طرف روایات میں اشارے موجود ہیں۔ ۹ محرم عصر کا وقت تھا۔ حضرت زُہیرؓ نے ابنِ سعد کی فوج سے خطاب کیا تھا۔ اپنے اس خطاب سے اُنھوں

نے اُنھیں وعظ و نصیحت کی تھی تو لشکر ابنِ زیاد کے لوگوں نے کہا تھا: اے زُہیرؓ! تم نے اہل بیتؑ رسولؐ کے ساتھ الحاق کب کیا ہے۔ اِن سے اپنی وفاداریوں کا آغاز کب سے کیا ہے حالانکہ تمھاری ساری زندگی ہمارے سامنے ہے۔ تمھاری وفاداریاں کہیں اور طرف تھیں؟

حضرت زُہیرؓ نے اُنھیں جواب دیتے ہوئے کہا: مجھے اِس مقام پر دیکھ کر بھی کیا تو نہیں سمجھتا کہ میں اُنھی لوگوں میں سے ہوں۔ بخدا! میں نے کبھی کوئی خط اُنھیں لکھا اور نہ کبھی کوئی قاصد اُن کے پاس بھیجا، نہ کبھی میں نے اُن سے نصرت کا وعدہ کیا۔ ہوا یہ کہ راستے میں اُن سے میری ملاقات ہوگئی۔ اُنھیں دیکھ کر مجھے رسولؐ اللہ یاد آگئے اور اُن کا مقام و مرتبہ جو آپؐ کے رشتہ سے ہے۔ اُس کا خیال آگیا اور میں سمجھ گیا کہ یہ کن دشمنوں میں اور تم جیسے لوگوں کی طرف جا رہے ہیں۔ بس میں نے یہ فیصلہ کیا کہ اُن کی نصرت کروں اور اُن کی جماعت میں شریک ہوجاؤں۔ اپنی جان اُن کی جان پر فدا کروں۔ تم لوگوں نے اللہ اور اُس کے رسولؐ کے جس حق کو ضائع کیا ہے اس کی حفاظت کروں۔

جب حضرت زُہیرؓ نے امام علیہ السلام سے ملاقات کی تھی تو اس ملاقات میں امام علیہ السلام نے جناب زُہیرؓ سے کیا کہا کچھ معلوم نہیں ہے لیکن اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ فرزند رسولؐ نے جناب زُہیر کو 'حربِ بلنجر' یاد آئی کہ اُس دن اُنھیں کیا پیغام ملا تھا۔ اس لیے جب حضرت زُہیر اپنے ساتھیوں کے پاس آئے تو اُنھیں 'حربِ بلنجر' والا واقعہ سنایا تھا تا کہ اُس کے ساتھیوں میں نصرتِ حسینی کا جذبہ بیدار ہو۔

جناب زُہیرؓ نے اُن سے کہا تھا: تم میں سے اگر میرا ساتھی بننا چاہے تو میرے ساتھ چلے ورنہ راستے جدا ہونے والے ہیں اور یہ آخری ملاقات ہے۔ میں تمھیں ایک واقعہ سناتا ہوں۔ علاقہ بلنجر میں جنگ ہوئی تو اللہ ربّ العزت نے ہمیں فتح عنایت کی تھی اور اُس دن کثرت کے ساتھ ہمیں مالِ غنیمت حاصل ہوا تھا۔ سلمان الباہلی نے ہم سے کہا تھا: اللہ نے تمھیں فتح دی ہے کیا تم اس فتح پر خوش ہو۔ تمھیں مالِ غنیمت بھی کثرت کے ساتھ ملا ہے۔ ہاں جب تم شبابِ آلِ محمدؐ کو پاؤ گے اور آپؐ کی نصرت میں جنگ کرو گے اور جس قدر تم مال غنائم حاصل کرو گے تو وہ اِس مال سے بہت زیادہ ہوگا اور اُس دن تمھیں جو خوشی نصیب ہوگی وہ

اس خوشی سے کہیں زیادہ ہوگی۔

اے میرے ساتھیو! دوستو! خدا حافظ میں تمھیں اللہ کے حوالے کرتا ہوں۔

اس کے بعد آپ نے انھیں دوبارہ نصرتِ امامؑ کی دعوت دی۔

مَنْ اَحَبَّ مِنْكُمُ الشَّهَادَةَ فَلْيَقُمْ وَمَنْ كَرِهَا فَلْيَتَقَدَّمْ

''آپ نے کہا: تم میں سے جو شہادت کی سعادت کا خواہش مند ہے وہ تو میرے ساتھ چلے اور جسے یہ پسند نہیں ہے تو وہ اپنے سفر پر رواں دواں ہوجائے''۔

مورخین نے نقل کیا ہے کہ جنابِ زہیرؓ کے ساتھیوں میں سے کوئی آدمی امام علیہ السلام کی نصرت کرنے کے لیے تیار نہ ہوا۔ حضرت زہیرؓ اپنے ساتھیوں کو وداع کر کے فرزندِ رسولؐ کے پاس آئے اور آپؑ کے کاروانِ نُور کا حصّہ بن گئے۔ سرزمینِ کرب وبلا میں فرزندِ علیؑ وبتولؑ اور آپؑ کے اصحاب ہزاروں سپاہیوں کے حصار میں تھے۔ تلواریں نیاموں سے باہر تھیں، نیزے کڑک رہے تھے، موت سامنے تھی۔ شبِ عاشور کی تاریکی نے ماحول پر حزن وغم کے پُردرد اور تاریک سائے ڈال رکھے تھے۔ سبطِ رسولؐ نے اپنے اصحاب کو جمع کیا اور اُن سے فرمایا:

أَلَا وَإِنِّي لَأَظُنُّ إِنَّه آخِرُ يَوْمٍ لَنَا مِنْ هٰؤُلَاءِ. أَلَا وَإِنِّي قَدْ أَذِنْتُ لَكُمْ . فَانْطَلِقُوا جَمِيعًا فِي حِلٍّ . لَيْسَ عَلَيْكُمْ مِنِّي ذِمَامٌ هٰذَا اللَّيْلُ قَدْ غَشِيَكُمْ . فَاتَّخِذُوهُ جَمَلًا

''میری بات غور سے سنو۔ میں سمجھ چکا ہوں ان دشمنوں کے ہاتھوں ہم نے ہر صورت قتل ہونا ہے۔ ہماری زندگی کا یہ آخری دن ہے۔ میری طرف سے تمھیں اجازت ہے اور کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ دیکھو رات کی تاریکی چھائی ہوئی ہے اسے غنیمت سمجھو اور چلے جاؤ''۔[1]

امام علیہ السلام کی گفتگو کے بعد حضرت زہیرؓ نے کھڑے ہو کر خوبصورت اور عجیب کلمات

---

[1] ارشاد: ج ۲، ص ۹۱

کہے تھے:

وَاللهِ لَوَدِدْتُ أَنِّي قُتِلْتُ. ثُمَّ نُشِرْتُ. ثُمَّ قُتِلْتُ حَتّٰى أُقْتَلَ كَذَا أَلْفَ قَتْلَةٍ. وَأَنَّ اللهَ يَدْفَعُ بِذٰلِكَ الْقَتْلَ عَنْ نَفْسِكَ وَعَنْ أَنْفُسِ هٰؤُلَاءِ الْفِتْيَةِ مِنْ أَهْلِ بَيْتِكَ

"واللہ! آپؑ کی نصرت میں قتل ہونا میری آرزو و حسرت ہے کہ میں قتل کر دیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں یہاں تک کہ مجھے ہزار بار قتل کیا جائے کہ خدا آپؑ کو اور آپؑ کے اہلِ بیتؑ میں سے ان نوجوانوں کو بچالے"۔

عاشورا محرم کی ظہر تھی جنابِ زہیرؓ، سعید بن عبداللہ حنفیؓ کے ساتھ امامؑ کے سامنے کھڑے ہو گئے تھے تاکہ دورانِ نماز دشمن اُن پر حملہ آور نہ ہو سکے۔ ان اصحاب نے دشمن کے تیروں، تلواروں اور نیزوں کے وار کو اپنے جسم پر لیا۔ فرزندِ رسولؐ نے ان کے پیچھے نمازِ ظہر ادا کی۔

جب سپاہِ ابنِ سعد نے اہلِ بیت اطہارؑ کے خیام پر ہجوم کیا تو حضرت زہیرؓ نے اصحابِ حسینؑ میں سے دس صحابہ کو اپنے ساتھ لیا اور دشمن سے خوب مقاومت کی کہ اُسے بھاگنا پڑا۔ اس دوران آپؓ نے امامؑ سے مخاطب ہو کر یہ اشعار پڑھے:

اَلْيَوْمَ نَلْقٰى جَدَّكَ نَبِيًّا وَحَسَنًا وَالْمُرْتَضٰى عَلِيًّا
وَذَا الْجَنَاحَيْنِ الْفَتٰى كَمِيًّا

"اے سبطِ رسولؐ! آج ہم آپؑ کے جدِّ بزرگوار نبی رحمتؐ سے ملاقات کریں گے۔ وہیں ہم آپؑ کے برادر حضرت حسن مجتبیٰ علیہ السلام، آپؑ کے والد ماجد حضرت علی علیہ السلام اور آپؑ کے بہادر حضرت جعفر طیارؓ سے ملاقات کریں گے"۔

آپ نے اپنی تلوار شرر بار سے دشمن کی صفوں کو پلٹ کر رکھ دیا تھا جو سامنے آیا وہ گاجر مولی کی طرح کٹ کٹ کر گرتا رہا۔ کثیر بن عبداللہ اور مہاجر بن اوس نے مل کر آپ پر حملہ کیا۔ زمین پر گرے اور راہی ملکِ بقا ہوئے۔

امام علیہ السلام نے اس مجاہد عظیم کو ان الفاظ کے ساتھ خراجِ تحسین پیش کیا تھا:

لَا يُبْعِدَنَّكَ اللهُ يَا زُهَيْرُ . وَلَعَنَ اللهُ قَاتِلَكَ . لَعَنَ الَّذِيْنَ مَسَخَهُمْ قِرَدَةً وَخَنَازِيْرَ

"اے زُہیرؓ! اللہ تیری یادوں کو انسانوں کے قلوب میں محفوظ رکھے۔ اللہ تیرے قاتل پر وہ لعنت کرے جو لعنت اُس نے بندر اور خنازیر کی صورت میں مسخ ہونے والوں پر کی تھی"۔

زیارتِ ناحیہ مقدسہ میں ہم حضرت زُہیرؓ پر اس طرح سلام پڑھتے ہیں:

اَلسَّلَامُ عَلٰى زُهَيْرِ بْنِ الْقَيْنِ الْبَجَلِيِّ . الْقَائِلِ لِلْحُسَيْنِ وَقَدْ أَذِنَ لَهُ فِي الْاِنْصِرَافِ: لَا وَاللهِ لَا يَكُونُ ذٰلِكَ أَبَدًا . أَتْرُكُ ابْنَ رَسُولِ اللهِ أَسِيْرًا فِي يَدِ الْأَعْدَاءِ . وَأَنْجُو! لَا أَرَانِيَ اللهُ ذٰلِكَ الْيَوْمَ

"ہمارا سلام ہو زُہیر بن قینؓ پر جب امام حسین علیہ السلام نے اُسے واپس جانے کی اجازت دی تھی تو اُس نے عرض کیا تھا: واللہ! ایسا کبھی نہیں ہوگا کہ میں آپؑ کو تن تنہا چھوڑ کر چلا جاؤں۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ فرزندِ رسولؐ دشمن کے محاصرے میں ہو اور میں جان بچا کر دُور چلا جاؤں۔ اللہ ایسا دن کبھی نہ دکھائے"۔

زیارتِ رجبیہ میں بھی اِسی طرح آپ پر سلام وارد ہیں۔

وہ روایت جو کتاب "مجالس المواعظ" میں ہے وہ کسی معتبر مصدر میں نہیں ہے۔ مولف کتاب مجالس المواعظ نے لکھا ہے کہ جنابِ زُہیرؓ کے ایامِ طفولیت تھے۔ وہ ایک دن حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ کھیل رہے تھے اور وہ فرزندِ رسولؐ کے پاؤں کی مٹی کو بوسے دے رہے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زُہیرؓ کے اس عمل کو پسند کیا اور اُس سے پیار کیا، لیکن جنابِ زُہیرؓ کی تاریخِ حیات میں کوئی ایسا واقعہ نہیں ملتا۔ اس لحاظ سے یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ لائقِ ذکر بات یہ ہے کہ مولف "منتخب طریحی" نے اس واقعہ کو تفصیل کے ساتھ نقل کیا ہے لیکن

اُس نے بچے کا نام نہیں لکھا۔لیکن زبانِ زدِعام جناب حبیب بن مظاہرؓ کا نام ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس واقعہ کی سند ہے اور نہ اسمِ طفل کی سند ہے۔

الامالی للصدوق عن عبدالله بن منصور عن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین عن أبیه عن جده [زین العابدین] علیہم السلام:

بَرَزَ...... زُهَيرُ بنُ القَينِ البَجَلِيُّ، وَهُوَ يَقُولُ مُخَاطِبًا لِلْحُسَيْنِ علیہ السلام:

اَلْيَوْمَ تَلْقَىٰ جَدَّكَ النَّبِيَّا وَحَسَنًا وَالْمُرْتَضٰى عَلِيًّا

فَقَتَلَ مِنْهُمْ تِسْعَةَ عَشَرَ رَجُلًا .ثُمَّ صُرِعَ وَهُوَ يَقُولُ:

أَنَا زُهَيْرٌ وَأَنَا ابْنُ الْقَيْنِ أَذُبُّكُمْ بِالسَّيْفِ عَنْ حُسَيْنِ

امالی صدوق میں عبداللہ بن منصور سے روایت ہے، اُس نے کہا کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا آپؑ نے اپنے آباء سے روایت کی ہے کہ جب حضرت زُہیر بن قینؓ جنگ کرنے کے لیے میدان کی طرف بڑھے تو اُنھوں نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا:

اَلْيَوْمَ تَلْقَىٰ جَدَّكَ النَّبِيَّا وَحَسَنًا وَالْمُرْتَضٰى عَلِيًّا

"آج کے دن ہم آپؑ کے نانا نبی رحمتؐ، آپؑ کے برادر حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام اور آپؑ کے بابا حضرت علی علیہ السلام سے ملاقات کریں گے"۔

حضرت زُہیرؓ نے ابنِ سعد کی فوج کے انیس سپاہیوں کو قتل کیا۔ اس کے بعد شہید کر دیے گئے۔ آخری وقت ان کی زبان پر یہ رجز تھا:

أَنَا زُهَيْرٌ وَأَنَا ابْنُ الْقَيْنِ أَذُبُّكُمْ بِالسَّيْفِ عَنْ حُسَيْنِ

"مَیں زُہیرؓ ہوں اور مَیں قین کا فرزند ہوں۔ میں اپنے رہبر حسینؑ کا دفاع تلوار سے کروں گا"۔ [1]

تاریخ الطبری عن محمد بن قیس: قَاتَلَ زُهَيْرُ بنُ القَيْنِ قِتَالًا شَدِيدًا .وَأَخَذَ يَقُولُ:

---

[1] امالی صدوق: ص ۲۲۴؛ روضۃ الواعظین: ص ۲۰۶؛ بحارالانوار: ج ۴۴، ص ۳۱۹

أَنَا زُهَيْرٌ وَأَنَا ابْنُ الْقَيْنِ أَذُودُهُمْ بِالسَّيْفِ عَنْ حُسَيْنِ

قَالَ: وَأَخَذَ يَضْرِبُ عَلَى مَنْكِبِ حُسَيْنٍ علیہ السلام وَيَقُوْلُ:

أَقْدِمْ هُدِيتَ هَادِيًا مَهْدِيًّا فَالْيَوْمَ تَلْقَى جَدَّكَ النَّبِيَّا

وَحَسَنًا وَالْمُرْتَضٰى عَلِيًّا وَذَا الْجَنَاحَيْنِ الْفَتَى الْكَمِيَّا

وَأَسَدَ اللهِ الشَّهِيْدَ الْحَيَّا

قَالَ: فَشَدَّ عَلَيْهِ كَثِيْرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الشَّعْبِيُّ وَمُهَاجِرُ بْنُ أَوْسٍ فَقَتَلَاهُ

تاریخ طبری میں محمد بن قیس سے روایت ہے کہ حضرت زُہیرؓ نے شدومد کے ساتھ جنگ کی۔ اس دوران یہ رجز پڑھا:

أَنَا زُهَيْرٌ وَأَنَا ابْنُ الْقَيْنِ أَذُودُهُمْ بِالسَّيْفِ عَنْ حُسَيْنِ

"میں زُہیرؓ ہوں اور قین کا فرزند ہوں۔ میں اپنی تلوار کے ذریعے رسولؐ اللہ کے فرزند کا دفاع کروں گا"۔

راوی کا بیان ہے کہ جناب زُہیرؓ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے شانے پر ہاتھ رکھا اور کہا:

أَقْدِمْ هُدِيتَ هَادِيًا مَهْدِيًّا فَالْيَوْمَ تَلْقَى جَدَّكَ النَّبِيَّا

وَحَسَنًا وَالْمُرْتَضٰى عَلِيًّا وَذَا الْجَنَاحَيْنِ الْفَتَى الْكَمِيَّا

وَأَسَدَ اللهِ الشَّهِيْدَ الْحَيَّا

"اے ہادی و مہدی سردار! آگے بڑھیے۔ آج آپؑ نے اپنے نانا رسولؐ اللہ، برادر حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام، بابا حضرت علی علیہ السلام، بہادر و شجاع چچا حضرت جعفر طیارؓ اور اسد اللہ حضرت امیر حمزہؓ سے ملاقات کرو گے"۔

آپ کو کثیر بن عبداللہ شعبی اور مہاجر بن اوس نے شہید کیا تھا۔ [1]

الارشاد: جَاءَهُمْ شِمْرُ بْنُ ذِي الْجَوْشَنِ فِي أَصْحَابِهِ فَحَمَلَ

---

[1] تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۴۱؛ انساب الاشراف: ج ۳، ص ۲۰۳؛ تذکرۃ الخواص: ص ۲۵۳؛ البدایہ والنہایہ: ج ۸، ص ۱۸۴

عَلَيهِمْ زُهَيرُ بنُ القَينِ رَحِمَهُ اللهُ فِي عَشَرَةِ رِجالٍ مِنْ أَصحابِ الحُسَينِ علیہ السلام. فَكَشَفَهُمْ عَنِ البُيُوتِ، وَعَطَفَ عَلَيهِمْ شِمرُ بنُ ذِي الجَوشَنِ فَقَتَلَ مِنَ القَومِ وَرَدَّ البَاقِينَ إِلَى مَوَاضِعِهِمْ.

وَأَنشَأَ زُهَيرُ بنُ القَينِ يَقُولُ مُخَاطِبًا لِلحُسَينِ علیہ السلام:

اَليَومَ تَلقَى جَدَّكَ النَّبِيَّا ... وَحَسَنًا وَالمُرتَضَى عَلِيَّا

وَذَا الجَنَاحَينِ الفَتَى الكَمِيَّا

الارشاد میں روایت ہے کہ شمر بن ذی الجوشن اپنے ساتھیوں کے ساتھ خیامِ حسینیؑ کے قریب آیا تو حضرت زُہیرؓ دس جوانوں کے ساتھ شمر کی طرف بڑھے اور اُن پر حملہ کر دیا۔ اُن میں سے کچھ افراد کو قتل کر دیا اور باقی لوگوں کو وہاں سے بھگا دیا۔ اُس وقت رجز آپ کی زبان پر تھا۔ ①

مثیر الاحزان میں روایت ہے کہ حضرت زُہیر بن قینؓ میدانِ جنگ کی طرف بڑھے اور امام علیہ السلام کے سامنے خوب جنگ کی۔ اُس وقت رجز آپؓ کی زبان پر تھا۔

راوی کہتا ہے کہ جب نمازِ ظہر کا وقت ہوا تو امام علیہ السلام نے زُہیر بن قینؓ اور سعید بن عبداللہ حنفیؓ سے کہا کہ وہ میرے آگے کھڑے ہو جائیں تاکہ میں اپنے اصحاب کے ساتھ نمازِ خوف پڑھ لوں۔ یہ دونوں امامؑ کے آگے کھڑے ہو گئے۔ اس دوران زُہیر بن قینؓ نے شدید قتال کیا۔ آخر کار دشمن کے ہاتھوں راہیِ بہشت ہوئے۔ ②

مقتل الحسینؑ خوارزمی میں روایت ہے کہ زُہیر بن قین بجلیؓ میدانِ جنگ کی طرف بڑھے تو اُس وقت وہ یہ رجزیہ اشعار پڑھ رہے تھے:

أَنَا زُهَيرٌ وَأَنَا ابنُ القَينِ ... أَذُودُكُم بِالسَّيفِ عَن حُسَينِ

إِنَّ حُسَينًا أَحَدُ السِّبطَينِ ... مِن عِترَةِ البَرِّ التَّقِيِّ الزَّينِ

ذَاكَ رَسُولُ اللهِ غَيرُ المَينِ ... أَضرِبُكُمْ وَلَا أَرَى مِن شَينِ

---

① ارشاد: ص ۱۰۵؛ اعلام الوریٰ: ج ۱، ص ۴۶۳

② مثیر الاحزان: ص ۶۵؛ الملهوف: ص ۱۶۵

وَ رُوِیَ أَنَّ زُهَیرًا لَمَّا أَرَادَ الحَملَةَ وَقَفَ عَلَى الحُسَینِ علیہ السلام وَضَرَبَ عَلَى كَتِفِهِ، وَقَالَ:

أَقدِم حُسَینٌ هَادِیًا مَهدِیًّا

ثُمَّ قَاتَلَ قِتَالًا شَدِیدًا. فَشَدَّ عَلَیهِ كَثِیرُ بنُ عَبدِاللهِ الشَّعبِیُّ، وَمُهَاجِرُ بنُ أَوسٍ التَّمِیمِیُّ فَقَتَلَاهُ

فَقَالَ الحُسَینُ علیہ السلام حِینَ صُرِعَ زُهَیرٌ: لَا یُبعِدَنَّكَ اللهُ یَا زُهَیرُ، وَلَعَنَ اللهُ قَاتِلَكَ لَعنَ الَّذِینَ مَسَخَهُم قِرَدَةً وَخَنَازِیرَ

"میں زُہیر ہوں اور قین کا بہادر فرزند ہوں۔ میں اپنی تلوار کے ساتھ تم سے جنگ کر کے اپنے امامؑ و رہبر کا دفاع کروں گا۔ اے لوگو! یہ وہ حسینؑ ہیں جو رسولؐ اللہ کے سبط ہیں اور آپؐ کی عترتِ طاہرہ میں سے ہیں۔

دیکھو وہ اللہ کے رسولؐ ہیں، آپؐ پر قرآن نازل ہوا۔ اس میں کوئی جھوٹ نہیں ہے۔ جس حسینؑ کے درپے آزار و اذیت ہو یہ آپؐ کے فرزند ہیں۔

جب تک میرے ہاتھ میں تلوار ہے میں اس تلوار سے تمھاری گردنوں کو کاٹتا رہوں گا اور تمھیں موت سے ہمکنار کرتا رہوں گا۔ یہ میرے لیے کوئی عیب کی بات نہیں ہے"۔

مروی ہے کہ جب حضرت زُہیر بن قینؓ نے جنگ کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت امام حسین علیہ السلام کے پاس جا کر کھڑے ہوئے اور آپؑ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا:

اے حسینؑ! آپؑ ہی ہادی اور مہدی ہیں۔ قدم بڑھائیں۔

اس کے بعد دشمن کی صفوں میں گھس گئے اور اُن سے شدید قتال کیا۔ جرأت و جواں مردی کے خوب جوہر دکھائے۔ کثیر بن عبداللہ شعبی اور مہاجر بن اوس تمیمی نے آپ کو شہید کیا۔

امام علیہ السلام جنابِ زُہیرؓ کے لاشے پر آئے اور فرمایا:

اے زُہیرؓ! اللہ تیری یادوں کو ہمیشہ باقی رکھے۔ تیرے قاتل پر وہی لعنت کرے جو

اُس نے بندر اور خنازیر کی شکلوں میں مسخ ہونے والوں پر کی تھی۔ ①

حضرت سعید بن عبداللہ حنفیؓ

تاریخی مصادر میں آپ کے نام میں بھی اختلاف پایا گیا ہے اور اُس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱-سعید بن عبداللہ حنفی ۲-سعد بن عبداللہ جعفی ۳-سعید بن عبداللہ خثعمی ②

آپ کو حضرت امام حسین علیہ السلام کے وفادار، جانثار، جانباز، مجاہد اور مبارز صحابہ میں شمار کیا گیا ہے۔ معرکۂ کربلا میں آپ کی فداکاری کی داستان منفرد و مثالی ہے۔

مؤرخ بلاذری نے نقل کیا ہے کہ جب حضرت امام حسن علیہ السلام اور امیر شام کے درمیان صلح ہوئی تھی تو جناب سعید بن عبداللہؓ نے اِس صلح کی مخالفت کی تھی۔ یہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے پاس آئے اور آپؑ سے مشاورت کی تو اُن کی مخالفت موافقت میں بدل گئی۔

جناب سعید بن عبداللہ حنفیؓ کا شمار کوفہ کی معروف و مشہور شخصیات میں ہوتا تھا۔ عبادت، زُہد، تقویٰ اور مودت اہلِ بیتؑ میں اپنی مثال آپ تھے۔ فنونِ حرب و ضرب میں شہیرِ زمانہ تھے۔ اہلِ کوفہ نے جب اپنی وفاداریاں فرزندِ رسولؐ سے ظاہر کرنے کے لیے خطوط لکھے اور آپ کو کوفہ آنے کی دعوت دی تو اِن خطوط میں آخری خط جناب سعید بن عبداللہ حنفیؓ اور جناب ہانی بن ہانی سبیعیؓ امام علیہ السلام کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے تھے۔

امام علیہ السلام نے پوچھا: یہ خط کن لوگوں کی طرف سے ہے؟

جناب سعید بن عبداللہؓ نے عرض کیا تھا کہ یہ خط ایک جماعت کی طرف سے ہے جو جذبۂ ایمانی سے سرشار ہے۔ وہ آپ کی جان کو اپنی جانوں پر مقدم جانتے ہیں۔ وہ آپؑ کو کوفہ

---

① مقتل الحسین خوارزمی: ج ۲، ص ۲۰؛ الکامل فی التاریخ: ج ۲، ص ۵۶۸؛ الفتوح: ج ۵، ص ۱۰۹؛ المناقب ابن شہرآشوب: ج ۴، ص ۱۰۳؛ بحارالانوار: ج ۴۵، ص ۲۵

② تاریخ طبری: ج ۵، ص ۳۱۹؛ انساب الاشراف: ج ۳، ص ۳۹۳؛ ارشاد: ج ۲، ص ۳۸؛ رجال طوسی: ص ۱۰۱؛ الملہوف: ص ۱۵۳؛ حدائق الوردیہ: ج ۱، ص ۱۲۲؛ امالی شجری: ج ۱، ص ۱۷۲؛ زیارت رجبیہ و زیارت ناحیہ: بروایت المزار الکبیر: ص ۴۹۲

آنے کی دعوت دیتے ہیں۔ آپ نے چند افراد کے نام بھی لیے تھے جیسے شبث بن ربعی، حجار بن ابجر، یزید بن حارث، قیس بن اشعث، عروہ بن قیس، عمرو بن حجاج اور محمد بن عمیر وغیرہ۔ روایات میں ہے۔ اس کے بعد امام علیہ السلام نے حضرت امیر مسلمؑ کو کوفہ کی طرف روانہ کر دیا تھا۔

جب حضرت مسلمؑ بن عقیلؑ سفیر امامؑ بن کر کوفہ حضرت مختار ثقفیؒ کے گھر آئے تو جناب سعید بن عبداللہؓ نے اُن کے ہاں حاضری دی اور اپنی نصرت کا اعلان کیا۔ پھر اس تحریک کے وہ سرگرم رکن بن گئے۔ آپ نے لوگوں کو حضرت مسلمؑ کی بیعت پر اکٹھا کیا۔ جب ایک بڑی تعداد نے حضرت مسلمؑ کی بیعت کر لی تو حضرت مسلمؑ نے جو خط امامؑ کی طرف لکھا تھا تو اُسے جناب سعیدؓ بن عبداللہ کے ہاتھ ہی امامؑ کی طرف روانہ کیا۔ آپ وہ خط لے کر امامؑ کے پاس پہنچے تھے۔ پھر اُس وقت سے لے کر یومِ عاشورا تادمِ شہادت فرزندِ رسولؐ کی خدمت میں پیش پیش رہے۔

تاریخ انسانی کی الم ناک، دردناک اور تیرہ و تاریک شبِ عاشورا میں جب فرزندِ رسولؐ نے اپنے وفاشعار اصحاب سے کہا کہ یہ لوگ میری جان کے پیاسے ہیں انھیں مجھ سے غرض ہے۔ تم سب رات کے اندھیرے سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے یہاں سے چلے جاؤ تاکہ تمھاری جانیں بچ جائیں۔ میں خوشی خوشی تمھیں اجازت دیتا ہوں۔

امام علیہ السلام کے اِس خطاب کے بعد حضرت سعید بن عبداللہؓ نے اپنے جذبات کا ان خوب صورت الفاظ کے ساتھ اظہار کیا تھا:

وَاللّٰهِ لَوْ عَلِمْتُ اَنِّيْ اُقْتَلُ. ثُمَّ اُحْيَا. ثُمَّ اُحْرَقُ حَيًّا ثُمَّ اُذَرُّ. يُفْعَلُ ذٰلِكَ سَبْعِيْنَ مَرَّةً. مَا فَارَقْتُكَ حَتّٰى اَلْقٰى حِمَامِيْ دُوْنَكَ

"بخدا! اگر یہ میرے علم میں ہو کہ میں قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں پھر زندہ جلا دیا جاؤں اور میری خاکستر کو اُڑا دیا جائے۔ اس طرح میرے ساتھ ستر مرتبہ کیا جائے پھر بھی آپ کی رفاقت و نصرت سے دُور نہیں ہوں گا یہاں تک کہ آپؑ پر اپنی جان قربان کر دوں"۔

عاشورا کی ظہر کو جب فرزندِ رسولؐ نے نمازِ خوف پڑھی تھی تو اُس وقت جو اصحابِ امامؑ

کے آگے دفاعی لائن بن کر کھڑے ہوئے تھے اُن میں سے ایک حضرت سعید بن عبداللہؓ تھے۔

علامہ خوارزمی کی روایت کے مطابق جب نمازِ ظہر ختم ہوئی تو سعید بن عبداللہؓ زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے زمین پر گر گئے تھے۔ اُس وقت اُن کی زبان پر یہ کلمات جاری تھے:

اَللّٰهُمَّ الْعَنْهُمْ لَعْنَ عَادٍ وَثَمُودَ . اَللّٰهُمَّ اَبْلِغْ نَبِيَّكَ عَنِّي السَّلَامَ . وَاَبْلِغْهُ . لَقِيتُ مِنَ اَلَمِ الْجِرَاحِ . فَاِنِّي اَرَدْتُ بِذٰلِكَ نَصْرَةَ ذُرِّيَّةِ نَبِيِّكَ

"خدایا! اِن لوگوں پر وہی لعنت کر جو تُو نے قومِ عاد و ثمود پر کی تھی۔ اے میرے اللہ! میرے سلام اپنے نبیؐ تک پہنچا دے۔ اور میرا یہ پیغام بھی آپؐ تک پہنچا دے کہ تیرا غلام زخمی ہو چکا ہے اور درد و کرب میں مبتلا ہے۔ اے پروردگار! میں نے یہ سب کچھ تیرے نبیؐ کی عترت کی نصرت کے لیے کیا ہے تُو قبول فرما"۔

زیارتِ رجبیہ اور زیارتِ ناحیہ مقدسہ میں آپ کو خوبصورت الفاظ کے ساتھ خراجِ تحسین پیش کیا گیا ہے:

اَلسَّلَامُ عَلٰى سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْحَنَفِيِّ . اَلْقَائِلِ لِلْحُسَيْنِ وَقَدْ أَذِنَ لَهُ فِي الْاِنْصِرَافِ: لَا . وَاللهِ لَا نُخَلِّيكَ حَتّٰى يَعْلَمَ اللهُ أَنَّا قَدْ حَفِظْنَا غَيْبَةَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ فِيكَ . وَاللهِ لَوْ أَعْلَمُ اَنِّي اُقْتَلُ ثُمَّ اُحْيٰى ثُمَّ اُحْرَقُ ثُمَّ اُذْرٰى . وَيُفْعَلُ بِي ذٰلِكَ سَبْعِينَ مَرَّةً مَا فَارَقْتُكَ . حَتّٰى اَلْقٰى حِمَامِي دُونَكَ وَكَيْفَ لَا أَفْعَلُ ذٰلِكَ وَ اِنَّمَا هِيَ مَوْتَةٌ أَوْ قَتْلَةٌ وَاحِدَةٌ . ثُمَّ هِيَ بَعْدَهَا الْكَرَامَةُ الَّتِي لَا انْقِضَاءَ لَهَا أَبَدًا

فَقَدْ لَقِيتَ حِمَامَكَ . وَوَاسَيْتَ اِمَامَكَ . وَلَقِيتَ مِنَ اللهِ الْكَرَامَةَ فِي دَارِ الْمُقَامَةِ حَشَرَنَا اللهُ مَعَكُمْ فِي الْمُسْتَشْهَدِينَ . وَرَزَقَنَا مُرَافَقَتَكُمْ فِي أَعْلٰى عِلِّيِّينَ

"سعید بن عبداللہ الحنفیؓ پر سلام۔ جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے اُنھیں انصراف کی اجازت دی تھی تو اُنھوں نے عرض کیا تھا: نہیں، واللہ! ہم آپؑ کو یہاں تن تنہا چھوڑ کر نہیں جاسکتے۔ ہم اپنے عمل کے ذریعے اللہ ربّ العزت کی بارگاہ میں یہ ثابت کریں گے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رحلت کے بعد آپؑ کی حفاظت وحمایت کا حق ادا کیا ہے۔ بخدا! اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ مجھے قتل کر دیا جائے گا، پھر زندہ کیا جائے گا اور زندہ جلا دیا جائے گا۔ پھر میری خاکستر فضا میں اُڑا دی جائے گی اور اس طرح ستر مرتبہ کیا جائے گا پھر بھی مَیں آپؑ کا ساتھ نہیں چھوڑوں گا جب تک آپؑ کے قدموں میں قتل نہ کر دیا جاؤں۔ یہ تو میرے لیے آسانی ہے۔ یہ تو کوئی مسئلہ و پریشانی نہیں ہے۔ میں نے صرف ایک دفعہ مرنا ہے یا قتل ہونا ہے۔ پھر اُس موت کے بعد مجھے وہ عظمت و کرامت ملنے والی ہے جو سرمدی اور اَبدی ہے۔

اے سعید بن عبداللہ حنفیؓ! تم نے شہادت کی سعادت حاصل کی اور اپنے امامؑ کی نصرت وحمایت کی۔ اللہ ربّ العزت نے تمھیں اپنے قربِ کرامت میں ارفع و اعلیٰ مقام عطا کیا۔ جب میدانِ محشر بپا ہوگا تو اُس دن اللہ ربّ العزت ہمیں تمھارے ساتھ مستشہدین میں محشور کرے گا اور اعلیٰ علیین میں ہمیں اور تمھیں ایک دوسرے کی رفاقت میں رکھے"۔

تاریخ طبری میں محمد بن قیس سے روایت ہے کہ اصحابِ حسینؑ نے نمازِ ظہر پڑھی۔ یہ نمازِ خوف تھی جو امام علیہ السلام کے ساتھ اُن لوگوں نے پڑھی۔ ظہر کے بعد پھر شدت سے کشت و خون ہونے لگا۔ دشمن امام علیہ السلام کے قریب پہنچ گئے۔ یہ دیکھ کر سعید بن عبداللہؓ امام علیہ السلام کے سامنے آکر کھڑے ہو گئے۔ آپؑ کو اور آپؑ کے انصار کو بچانے کے لیے خود تیروں کا نشانہ بن گئے۔ وہ آپؑ کے سامنے کھڑے ہوئے اور دائیں طرف سے اور بائیں جانب سے اُن پر

تیروں سے حملہ ہو رہا تھا۔ آخر کار تیر کھاتے کھاتے زمین بوس ہو گئے۔ ①

مقتل الحسینؑ خوارزمی میں روایت ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے زُہیر بن قینؓ اور سعید بن عبداللہؓ کو حکم دیا کہ وہ آپؑ کے آگے کھڑے ہو جائیں۔ یہ دونوں امام علیہ السلام کے آگے آ کر کھڑے ہو گئے اور فرزندِ رسولؐ نے اپنے اصحاب کے ہمراہ نمازِ خوف پڑھی۔

مروی ہے کہ سعید بن عبداللہ حنفیؓ امام علیہ السلام کے آگے آ کر کھڑے ہو گئے۔ سپاہِ ابنِ سعد نے امام علیہ السلام پر تیر برسانے شروع کر دیے لیکن جدھر سے تیر آتے سعید بن عبداللہؓ اپنے سینے اور ہاتھوں پر لیتے لیکن امامؑ کی طرف نہ جانے دیتے۔ تیروں کی برسات برستی رہی اور آپ اپنے جسم پر لیتے رہے۔ زخموں کی تاب نہ لا کر زمین پر گر گئے اور کہا:

> خدایا! ان ظالموں پر وہی لعنت نازل فرما جو تُو نے قومِ عاد و ثمود پر نازل کی تھی۔ اے پروردگار! اپنے نبیؐ تک میرا سلام پہنچا۔ جن مصائب و آلام سے میں دوچار ہوں میری یہ حالت بھی آپؐ تک پہنچا دے۔ میں نے یہ سب کچھ تیرے نبیؐ کی ذُریت کی نصرت کے لیے کیا ہے“۔

اس کے بعد اُن کی روح اعلیٰ علیین کی طرف پرواز کر گئی۔ تلواروں اور نیزوں کے زخموں کے علاوہ تیرہ تیر اُن کے جسم میں پیوست تھے۔ ②

مثیر الاحزان میں روایت ہے کہ جب ظہر کے وقت گھمسان کا رَن پڑا تو بنوحنفیہ میں سے ایک ایک آدمی امام علیہ السلام کے آگے آ کر کھڑا ہو گیا تا کہ وہ تیروں، تلواروں اور نیزوں کے حملوں سے امامؑ کو بچائے۔ کچھ دیر بعد وہ حسینؑ کے آگے زمین پر گر پڑا۔ حنفی جوان نے کہا: یا اللہ! تو ہر چیز پر قادر ہے جو چاہے کر سکتا ہے۔ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک میری یہ کوشش و کاوش پہنچا دے کہ جو میں نے آپؐ کے فرزند کے لیے انجام دی ہے۔

---

① تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۴۱؛ الکامل فی التاریخ: ج ۲، ص ۵۶۸؛ انساب الاشراف: ج ۳، ص ۴۰۳

② مقتل الحسینؑ خوارزمی۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ مندرجہ بالا اشعار سوید بن عمرو کے ہیں۔ اللھوف: ص ۱۶۵؛ بحارالانوار: ج ۴۵، ص ۲۱

اے اللہ! دارالخلود میں آپؑ کی رفاقت و مرافقت نصیب فرما۔ ①

مقتل الحسینؑ خوارزمی میں روایت ہے کہ جب سعید بن عبداللہ حنفیؓ میدانِ جنگ کی طرف بڑھے تو اُن کی زبان پر رجزیہ ابیات تھے:

أَقْدِمْ حُسَيْنُ اليَوْمَ تَلْقَى أَحْمَدَا ... وَشَيْخَكَ الخَيْرَ عَلِيًّا ذَا النَّدَى

وَحَسَنًا كَالْبَدْرِ وَافَى الأَسْعَدَا ... وَعَمَّكَ القَرْمَ الهِجَانَ الأَصْيَدَا

وَحَمْزَةَ لَيْثَ الإِلٰهِ الأَسَدَا ... فِي جَنَّةِ الفِرْدَوْسِ نَعلو صُعُدَا

"اے میرے سید و سردار حسینؑ! قدم بڑھائیں اور اپنے نانا رسولؐ اللہ، بابا علی مرتضیٰؑ جو بہتر و برتر اور صاحب جود و سخا ہیں، اپنے برادر حسن مجتبیٰؑ جو بدرالدجیٰ ہیں، چچا حضرت جعفر طیارؓ جو فکر و افکار میں عالی و متعالی سربلند و سرفراز ہیں اور حضرت امیر حمزہؓ اسداللہ سے ملاقات کریں۔ یہ سب جنت الفردوس میں بلند و بالا درجات پر فائز ہیں"۔

آپ اسی صورت میں دشمن کی فوج پر حملہ آور ہوئے۔ دشمن کے بہت سے سپاہیوں کو قتل کیا اور پھر اُن کے ہاتھوں شہید ہو کر راہی ملکِ بقا ہوئے۔ ②

حضرت سُوید بن عمروؓ

حضرت سُوید بن عمرو بن ابی المطاع الخثعمی ③ مختلف مصادر میں مختلف اسماء کے ساتھ مذکور ہیں۔

۲۔سُوید بن عمرو بن ابی المطاع ④

۳۔سُوید بن اَبی المطاع الخثعمی ⑤

---

① مثیر الاحزان: ص ۶۶

② مقتل الحسین خوارزمی: ج ۲، ص ۲۰؛ الفتوح: ج ۵، ص ۱۰۹؛ المناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۱۰۳

③ تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۳۶؛ انساب الاشراف: ج ۳، ص ۴۰۹؛ رجال طوسی: ص ۱۰۱؛ امالی شجری: ج ۱، ص ۱۷۲؛ حدائق الوردیہ: ج ۱، ص ۱۲۲

④ راجع ہذا موسوعہ: ج ۴، ص ۲۱۶

⑤ الکامل فی التاریخ: ج ۲، ص ۵۶۹ و ۵۷۳؛ مثیر الاحزان: ص ۶۷

آپ ایک انتہائی زاہد و عابد اور متقی بزرگوار تھے۔ فنونِ حرب و ضرب میں مہارتِ تامہ رکھتے تھے۔ آپ کربلا کے آخری شہید ہیں۔ [1] آپ حضرت امام حسین علیہ السلام کے صحابی تھے۔ [2]

حضرت السید ابنِ طاؤوس نے آپ کی شہادت کی کیفیت ان الفاظ میں بیان کی ہے:

جب جناب سُوید بن عمروؓ میدانِ کارزار میں اُترے تو دشمن کی فوجوں پر اس طرح حملہ آور ہوئے جس طرح شیر اپنے شکار پر جھپٹتا ہے۔ جس طرف رُخ کیا نامی گرامی بہادروں کو اپنی جان بچانے کے لیے بھاگنا پڑا۔ لیکن اکیلے تھے دشمن کثیر تعداد میں تھا۔ اُنھوں نے ہر طرف سے حسینی مجاہد کو گھیر لیا۔ آپ پر تلواروں اور نیزوں کے وار ہونے لگے۔ آپ زخمی ہو کر نیم بے ہوشی کی حالت میں زمین پر گر گئے۔ وہ اس طرح بے حس و حرکت پڑے رہے کہ اُن کے کانوں میں آواز آئی کہ حسین قتل کر دیے گئے ہیں۔ اُنھوں نے اپنے موزے سے چھری نکالی اور دشمن کی فوج کے سپاہیوں پر ٹوٹ پڑے اور جو سامنے آیا اُسے قتل کر کے راہیِ ملکِ عدم کیا اور دشمن کے ہاتھوں شہید ہو کر راہیِ ملکِ بقا ہوئے۔

بعض دوسری کتابوں میں جناب سُوید بن عمروؓ کے بارے میں نقل کیا گیا ہے کہ آپ میدانِ جنگ کی طرف بڑھے تو اس وقت آپ کی زبان پر یہ اشعار تھے:

أَنَا ابنُ جُعْفِيٍّ وَأَبِي مُطَاعُ　　وَفِي يَمِينِي مُرْهَفٌ قَطَّاعُ
وَأَسْمَرٌ سِنَانُهُ لَمَّاعُ　　يُرىٰ لَهُ مِن ضَوئِهِ شُعَاعُ
قَدْ طَابَ لِي فِي يَومِيَ القِرَاعُ　　دُونَ حُسَينٍ وَلَهُ الدِّفَاعُ

"میں جعفی قبیلے کا چشم و چراغ ہوں، مطاع میرے والد بزرگوار ہیں۔ میرے دائیں ہاتھ میں تلوار شرربار ہے اور نیزہ ہے کہ جس کی دھار تند و تیز چمکدار ہے اور ضوفشاں ہے۔ آج میں اپنے سردار حسینؑ کے دفاع میں آپؑ کے دشمن سے جنگ کرنے میں مصروف ہوں۔ اس عمل نے میرے قلب و جگر میں خوشی کی لہر دوڑا رکھی ہے"۔

---

[1] راجع ہذا موسوعہ: ج ۳، ص ۲۱۵

[2] رجال طوسی: ص ۱۰۱

اِس مجاہد نے ابنِ سعد کے لشکر کے ساتھ خوب جنگ کی اُن کے بہت سے افراد کو قتل کیا اور جامِ شہادت نوش کیا۔ (1)

اس روایت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ شخص وہی سُوید بن عمرو بن ابی مُطاع ہیں لیکن ان کا نام زیارتِ ناحیہ ورجبیہ میں مذکور نہیں ہے۔

اللھوف میں مروی ہے کہ سُوید بن عمرو بن ابی مُطاعؓ عبادت و ریاضت کے لحاظ سے مشہور و معروف تھے۔ شرافت و نجابت اور حسب و نسب میں ایک بلند مقام رکھتے تھے۔ میدانِ جنگ کی طرف سے بڑھے شیر بیشۂ شجاعت کی طرح جنگ کی۔ دشمن کی تلواروں اور نیزوں کے حملوں کو جرأت و صبر کے ساتھ برداشت کیا یہاں تک کہ نیم بے ہوشی کے ساتھ مقتولین میں گرے۔ کچھ دیر کے بعد اُن کے کانوں میں آواز گونجی: حسین قتل ہو گئے ہیں۔ ایک نئے جذبے کے ساتھ اُٹھے اپنے موزے سے چھری نکالی اور جنگ شروع کردی۔ تھوڑی دیر بعد آپ کو شہید کر دیا گیا۔ (2)

تاریخ طبری میں زُہیر بن عبدالرحمٰن خثعمی سے روایت ہے کہ جب سُوید بن عمرو بن مُطاعؓ کے جسم پر کثرت کے ساتھ زخم آئے تو آپ بے ہوش ہو کر اوندھے منہ گر پڑے۔ آپ کی حالت دیکھ کر سپاہ ابنِ زیاد یہ سمجھے کہ وہ قتل ہو گئے ہیں، لیکن ابھی آپ زندہ تھے۔ کچھ دیر بعد جب ہوش میں آئے تو آپ کے کانوں میں فرزندِ رسولؐ کی شہادت کی آوازیں گونجیں تو آپ تڑپ کر رہ گئے۔ آپ فوراً اُٹھے اور زخمی جسم کو سنبھالا، اپنے پاس موجود چھری کو اپنے ہاتھ میں لیا کیونکہ تلوار اِن سے چھین لی گئی تھی۔ چھری لے کر دشمن پر ٹوٹ پڑے اور جو سامنے آیا اُسے موت سے دوچار کیا۔

دشمن کے جوابی حملوں سے آپ کی شہادت واقع ہوئی۔ عُروہ بن بطار تغلبی اور زید بن رقاد جنبی نے آپ کو قتل کیا تھا۔ معرکۂ کربلا کے آپ آخری شہید ہیں۔ (3) (تاریخ طبری کی

---

(1) مقتل الحسین خوارزمی: ج ۲، ص ۱۸؛ الفتوح: ج ۵، ص ۱۰۷؛ مناقب ابن شہر آشوب

(2) اللھوف: ص ۱۶۵؛ مثیر الاحزان: ص ۶۷؛ بحار الانوار: ج ۴۵، ص ۲۴

(3) تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۵۳؛ انساب الاشراف: ج ۳، ص ۲۰۹

دوسری روایت مندرجہ بالا روایت کی مثل ہے، دوبارہ لکھنے کی ضرورت نہیں ہے)۔

نسب معد میں روایت ہے کہ سُوید بن عمرو بن ابی مطاع کربلا میں حسینؑ بن علیؑ کے ساتھ شہید ہوئے تھے۔ آپ جب میدانِ کارزار میں آئے تو کہا: "اے لوگو! میں سُوید ہوں اور مُطاع کا بیٹا ہوں"۔ (۱)

شہید باپ کا نوجوان فرزند

اس مجاہد و مُبارز نوجوان کے نام و نسب کے بارے میں تاریخی مصادر خاموش ہیں کہ آپ کا نام کیا ہے، خاندان کیا ہے۔ بعض متاخرین علماء نے لکھا ہے کہ اِن کا نام عمرو بن جنادہ بن کعب انصاری ہے۔ (۲) محدث قمی نے احتمال کیا ہے کہ یہ جناب مسلم بن عوسجہؓ کے فرزند ہیں۔ (۳)

اِس اختلاف اور خاموشی کے ساتھ تمام مقاتل میں اِن کی شہادت مذکور ہے کہ ایک نوجوان نے میدانِ کربلا میں جنگ کی جن کے والد پہلے شہید ہو گئے تھے۔ اُن کی والدہ نے اُنھیں اپنے پاس بلایا اور کہا: اے میرے بیٹے! فرزند رسولؐ کی نصرت کے لیے آپؑ کے دشمنوں سے جنگ کرو۔

یہ نوجوان میدانِ جنگ کی طرف بڑھے وہاں فوج اشقیاء سے نبرد آزما ہوئے، اُن کے بہت سے بہادروں کو قتل کر کے دوزخ رسید کیا اور شہادت کا تاج مر پر سعادت کے تمغے سینے پر سجا کر بہشت بریں کی طرف پرواز کی۔ ابنِ سعد کی فوج نے اِن کا سر کاٹ کر امامؑ کے لشکر کی طرف پھینکا۔ جب بہادر و شجاع ماں نے بیٹے کا سر دیکھا تو فوراً اپنے بیٹے کا سر اُٹھایا۔ اُسے آنکھوں پر رکھا، پیار کیا، پھر اُسے دشمن کے لشکر کی طرف پھینک دیا۔ خیمہ کا عمود ہاتھ میں لے کر لشکر اعداء پر ٹوٹ پڑیں۔ امامؑ نے اُنھیں واپس بلا لیا اور حکم دیا کہ وہ واپس اپنے خیام میں چلی جائیں۔

مقتل الحسین خوارزمی میں روایت ہے کہ جنادۃ الانصاری کے بعد نوجوان عمرو بن جنادہ میدانِ جنگ کی طرف بڑھے کہ اُن کے والد اِس سے پہلے جنگ میں شہید ہو گئے تھے۔ اس

---

(۱) تاریخ طبری: ج۵، ص۴۴۶؛ الکامل فی التاریخ: ج۲، ص۵۶۹

(۲) قاموس الرجال: ج۸، ص۷۳؛ ذخیرۃ الدارین: ص۳۳۱؛ انصار الحسینؑ: ج۲، ص۱۰۱

(۳) نفس المہموم: ص۲۶۶؛ روضۃ الشہداء: ص۲۹۸

نوجوان کی والدہ اُن کے ساتھ تھی۔ اُس نے کہا: اے میرے پیارے بیٹے! میدانِ جنگ کی طرف جاؤ اور فرزندِ رسولؐ کی نصرت کرتے ہوئے شہادت حاصل کرو۔

اُس نوجوان نے جواب دیا: جی ہاں میں تیار ہوں۔

وہ نوجوان امام علیہ السلام کے حضور آیا اور جنگ کی اجازت چاہی۔

فرزندِ رسولؐ نے فرمایا: یہ نوجوان ہے ابھی اس کا باپ شہید ہوا ہے۔ اس کی والدہ اس کے ساتھ ہے، ہوسکتا ہے کہ اس کا میدان کی طرف جانا پسند نہ کرے۔ آپؑ نے اجازت نہ دی۔

نوجوان نے عرض کیا: فرزندِ رسولؐ! میری ماں نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپؑ کی نصرت میں جنگ کروں۔

جب اس نوجوان نے میدانِ کارزار کی طرف رُخ کیا تو رجز یہ اشعار پڑھے:

"اے سپاہِ کوفہ و شام! سن لو میرے امیر میرے سیّد و سردار فرزند علیؑ و بتولؑ حسینؑ ہیں اور آپؑ بہتر و برتر امیر ہیں۔ آپ بشیر و نذیر رسولِ عالمینؐ کے قلب مبارک کا سُرور و سکون ہیں۔ حضرت علیؑ ولی اللہ، حضرت فاطمہؑ آپؑ کے والدین ہیں۔ کیا کہیں کائنات میں ان جیسا سردار ہے؟"

یہ رجز پڑھتے ہوئے دشمن کی فوج سے ٹکرا گئے۔ اُن کے بہت سے سپاہیوں کو تہ تیغ کیا اور شہید ہوکر راہی فردوس بریں ہوئے۔

اِس نوجوان کا سر کاٹ کر حسینیؑ خیام کی طرف پھینک دیا گیا۔ ماں نے بڑھ کر سر اُٹھایا اور روتے ہوئے اُس سے کہا: اے پیارے بیٹے! اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک! اے میرے دل کا سُرور و میوہ! تم نے مجھے سرخرو کیا ہے۔ تم نے میرے دودھ کا حق ادا کر دیا ہے۔ پھر اُس نے اپنے بیٹے کا سر اُٹھایا اور نزدیک کھڑے ہوئے آدمی کو دے مارا جس سے اُس کی موت واقع ہوگئی۔ اُس خاتون نے خیمہ کا عمود ہاتھ میں لیا اور ابنِ زیاد کی فوج پر حملہ کر دیا۔ اُس وقت اُس کی زبان پر اشعار تھے جن کا مفہوم یہ ہے:

"میں ایک بوڑھی عورت ہوں، حیران و پریشان و سرگردان، نحیف و نزار ہوں۔ میں تمھیں شدید اور کاری ضربیں لگاؤں گی اور حضرت فاطمہ زہراؑ

کے فرزند کی حفاظت کروں گی"۔

اس مجاہدہ خاتون نے دشمن کے دو سپاہیوں کو قتل کیا۔ امام علیہ السلام نے حکم دیا کہ انھیں واپس لایا جائے۔ آپ نے اس کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔ [۱]

حضرت شبیب بن عبداللہ ابوعمرو النھشلی رضی اللہ عنہ

جناب شبیب بن عبداللہ النھشلی رضی اللہ عنہ [۲] شبیب بن عبداللہ [۳] اور حبیب بن عبداللہ النھشلی رضی اللہ عنہ [۴] کے نام کے ساتھ بھی مذکور ہیں۔ آپ حضرت امام حسین علیہ السلام کے وفاشعار اصحاب میں سے تھے۔ [۵] جناب شبیب رضی اللہ عنہ، قبیلہ بنی نُفَیل بن وارم کے سپوت تھے۔ [۶] جناب ابنِ نما نے بھی انھیں اپنے ہاں ابوعمر نھشلی رضی اللہ عنہ لکھا ہے۔

زیارتِ رجبیہ اور زیارتِ ناحیہ میں اِن پر سلام وارد ہے:

اَلسَّلَامُ عَلٰی شَبِیْبِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ النَّهْشَلِي

"شبیب بن عبداللہ النھشلی رضی اللہ عنہ پر سلام"۔

مثیر الاحزان عن مھران مولی بن کاهل: شَهِدتُ کَرْبَلَاءَ مَعَ الْحُسَيْنِ علیہ السلام. فَرَأَيتُ رَجُلًا يُقَاتِلُ قِتَالًا شَدِيدًا. لَا يَحمِلُ عَلٰى قَومٍ إِلَّا كَشَفَهُمْ. ثُمَّ يَرجِعُ إِلَى الْحُسَيْنِ علیہ السلام وَيَرتَجِزُ وَيَقُولُ:

أَبشِر هُدِيتَ الرُّشدَ تَلقَى أَحمَدَا

فِي جَنَّةِ الفِردَوسِ تَعلُو صُعُدا

فَقُلتُ: مَن هٰذا؛ فَقَالُوا: أَبُو عُمَرَ النَّهشَلِيُّ - وَقِيلَ الخَثعَمِيُّ -

---

[۱] مقتل الحسین خوارزمی: ج ۲، ص ۲۱؛ مناقب ابن شہر آشوب: ج ۳، ص ۱۰۳

[۲] رجال طوسی: ص ۱۰۱؛ مناقب ابن شہر آشوب: ج ۳، ص ۷۸؛ زیارتِ رجبیہ، زیارتِ ناحیہ

[۳] امالی شجری: ج ۱، ص ۱۷۲؛ حدائق الوردیہ: ج ۱، ص ۱۲۱

[۴] زیارت رجبیہ بروایت الاقبال: ج ۳، ص ۳۳۶

[۵] رجال طوسی: ص ۱۰۱؛ مناقب ابن شہر آشوب: ج ۳، ص ۷۸؛ بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۱۹۹

[۶] امالی شجری: ج ۱، ص ۱۷۰؛ حدائق الوردیہ: ج ۱، ص ۱۲۱

فَاعتَرَضَهُ عَامِرُ بنُ نَهشَلٍ أَحَدُ بَنِي اللَّاتِ مِن ثَعلَبَةَ .فَقَتَلَهُ وَاجتَزَّ رَأسَهُ .وَكَانَ أَبُو عَمرٍ هٰذَا مُتَهَجِّدًا كَثِيرَ الصَّلَاةِ

مثیر الاحزان میں مہران مولی بن کاہل سے روایت ہے کہ میں کربلا میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے ہمراہ حاضر تھا۔ میں نے ایک مرد کو دیکھا جس نے شدید جنگ کی وہ جدھر حملہ کرتا تھا لوگ بھاگتے ہوئے نظر آتے۔ اُس نے جرأت و جوانمردی کے خوب جوہر دکھائے۔ جب میدانِ جنگ خالی پایا تو امامؑ کے پاس واپس آئے اور آپؑ کے سامنے شعر پڑھا جس کا معنی یہ ہے:

"اے ہادی و مہدی ، رہبر! آپؑ کو بشارت ہو آج آپؑ نے جنت الفردوس میں اپنے جد بزرگوار حضرت احمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کرنی ہے"۔

میں نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟

لوگوں نے بتایا: یہ ابوعمرو نہشلیؒ ہیں۔ ①

ایک قول ہے کہ انھیں خثعمی کہا جاتا تھا۔ جب یہ میدانِ جنگ میں آئے تو ان کے مقابلے میں عامر بن نہشل جو بنی لات (بنی لات قبیلہ ثعلبہ کی شاخ ہے) کا فرد تھا، اُس نے آپ کو شہید کیا۔ جنابِ ابوعمر شب زندہ دار اور کثرت کے ساتھ نمازیں پڑھنے والے تھے۔ ②

حضرت شوذب مولی شاکرؒ ③

ان کا دوسرا نام سُوید ④ بھی مذکور ہے۔ بہت بڑے محدث، علم رجال کے ماہر تھے۔ یہ بہت سی روایات کے راوی بھی ہیں۔ ⑤ ان کی شخصیت کے بارے میں کہا گیا ہے کہ حضرت

---

① صاحب مثیر الاحزان نے اس مجاہد کے نام میں اختلاف کیا ہے حالانکہ یہی مجاہد شبیب بن عبداللہ نہشلی ہیں۔

② مثیر الاحزان: ص ۵۷؛ بحار الانوار: ج ۴۵، ص ۳۰

③ رجال طوسی: ص ۱۰۱؛ امالی شجری: ج ۱، ص ۱۷۳؛ حدائق الوردیہ: ج ۱، ص ۱۲۲؛ زیارتِ ناحیہ و ہذا الموسوعۃ: ج ۳، ص ۲۲۰

④ زیارتِ رجبیہ

⑤ رجال الطوسی: ص ۱۰۱

شوذبؓ علمی نشست میں بیٹھتے تھے۔ آپ کے پاس لوگ آتے اور آپ انھیں اہلِ بیتِ رسولؐ کے عنوان سے احادیث سناتے تھے۔ ①

اہلِ سیر نے اِن کا ذکر رجال محبانِ اہلِ بیتؑ میں کیا ہے کہ آپ مشہورِ زمانہ شخصیت کے مالک تھے۔ شجاعت و بہادری میں اپنی مثال آپ تھے۔ حضرت شوذب حافظ الحدیث تھے۔ آپ نے امیر المومنین سے احادیث لی تھیں۔ آپ روزانہ علمی نشست قائم کرتے آپ سے احادیث لینے کے لیے دُور دُور سے لوگ آتے تھے۔ آپ کوفہ کے اعیان و اشراف میں شمار ہوتے تھے۔ ②

اِن مذکورہ روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت شوذب ایک بلند و بالا شخصیت کے مالک تھے۔ آپ عابس کے آزاد کردہ غلام نہیں تھے۔ وہ روایات جن میں آپ کے غلام ہونے کا ذکر ہے وہ صحیح نہیں ہیں۔

حضرت محدث قمیؒ نے آپ کے بارے میں لکھا ہے: شاکر، یمن کے قبیلہ بنی ہمدان کی شاخ تھی۔ ان لوگوں کا نسب شاکر بن ربیعہ بن مالک سے جاملتا تھا۔ ③ جناب عابسؓ اِسی قبیلہ کے فرد تھے۔ جنابِ شوذب اُن کے موالی تھے یعنی اُن کے ہاں رہائش پذیر تھے یا اُن کے حلیف تھے۔ یہ جنابِ عابسؓ کے غلام نہیں تھے کہ اُنھوں نے بعد میں اُنھیں آزاد کیا ہو۔ یہ بات بالکل غلط ہے۔

ہمارے بزرگوار آیت اللہ محدث نوریؒ صاحبِ مستدرک نے اِن کے بارے میں نقل کیا ہے: جو مقام جنابِ عابسؓ کا تھا جنابِ شوذبؓ کا مقام اُن سے بلند تھا۔ ولاء اہلِ بیتؑ میں جو عزت و عظمت انھیں حاصل ہے وہ جنابِ عابسؓ کو حاصل نہیں ہے۔

تمام علماء سیر و احادیث و رجال نے یہی نقل کیا ہے کہ جنابِ شوذبؓ علم و عمل میں اپنے معاصرین میں سب سے بڑھ کر تھے۔ ④

---

① امالی شجری: ج ۱، ص ۱۷۳؛ حدائق الوردیہ: ج ۱، ص ۱۲۲
② تنقیح المقال: ج ۲، ص ۸۸
③ جمہرۃ انساب العرب: ص ۳۹۷؛ کتاب النسب: ص ۳۳۸؛ الجوھرۃ: ص ۲۵
④ نفس المہموم: ص ۲۵۳

زیارتِ ناحیہ مقدسہ میں آپ کو خراجِ تحسین پیش کیا گیا ہے:

اَلسَّلَامُ عَلٰی شَوْذَبٍ مَوْلٰی شَاکِرٍ

"شوذب مولیٰ شاکر پر سلام"۔ ①

زیارتِ رجبیہ میں آپ پر اس طرح سلام وارد ہے:

اَلسَّلَامُ عَلٰی سُوَیْدٍ مَوْلٰی شَاکِرٍ

تاریخ طبری میں محمد بن قیس سے روایت ہے کہ عابس بن ابی شبیب شاکری ؓ کے ساتھ اُن کے غلام شوذب مولیٰ شاکر ؓ تھے۔ عابس ؓ نے اُن سے کہا: اے شوذب! دل کی بات بتاؤ اب تمھارا کیا خیال ہے؟

جنابِ شوذب ؓ نے کہا: میں کیا کروں گا؟ میں رسول اللہ ﷺ کی دختر کے فرزند کے سامنے آپ ؑ کے دشمنوں سے جنگ کروں گا اور شہادت حاصل کروں گا۔

عابس ؓ نے کہا: مجھے تجھ سے یہی اُمید تھی۔ ہاں پھر اگر جینا منظور نہیں ہے تو ابا عبداللہ کے سامنے جا کر تجھے رخصت کروں۔ اگر اس وقت تجھ سے بڑھ کر میرا کوئی عزیز ہوتا تو میری خوشی یہی تھی کہ وہ میرے سامنے آتا اور میں اُسے رخصت کرتا۔ آج کا دن وہ دن ہے کہ جتنا ہم سے ہو سکے ثواب کمائیں۔ بس آج کے بعد عمل خیر کا موقع نہیں ہے اور روزِ حساب آنے والا ہے۔ شوذب ؓ نے امام علیہ السلام کو سلام کیا اور میدانِ جنگ کی طرف بڑھے اور جنگ کرتے ہوئے

---

① حضرت شوذب ؓ بن عبداللہ حضرت امام علی علیہ السلام کے لشکر کے معروف و مشہور بہادر اور شجاع شخص تھے۔ حافظِ قرآن، حاملِ احادیث اور صاحبِ مقام رفیع تھے۔ ان کے بارے میں علماء نے لکھا ہے کہ یہ روزانہ ایک علمی نشست قائم کرتے تھے۔ محبانِ اہلِ بیتِ رسول آتے اور آپ سے علمِ حدیث حاصل کرتے تھے۔ آپ کسی کے غلام نہیں تھے۔ مولیٰ اُسے کہا جاتا ہے جو اصل میں عرب نہ ہو، عرب کے کسی عربی قبیلے کی طرف منسوب ہو۔ جس طرح شوذب مولیٰ شاکر ہے۔ شوذب اصل میں عرب نہیں تھے لیکن ان کا تعلق شاکر قبیلہ سے تھا۔ اس لیے اُن کی طرف منسوب ہیں۔ اس نسبت کے دو سبب ہیں: کوئی آدمی جنگ میں جنگی قیدی بنتا ہے اس کا مالک بعد میں اُسے آزاد کر دیتا ہے۔ یا کوئی غیر عرب کسی جماعت میں داخل ہو جاتا ہے وہ اُن سے عہد و پیمان کرتا ہے اس کی حفاظت اس جماعت پر لازم ہو جاتی ہے۔ اگر اس سے کوئی جرم ہو جائے تو وہ اس کی طرف سے دیت دیتے ہیں۔ ان دیت کے عوض اس سے میراث پاتے ہیں۔ (مترجم)

راہی دار بقا ہوئے۔ (1)

ارشاد میں روایت ہے کہ شوذب مولیٰ شاکرؓ امام علیہ السلام کی خدمت میں آئے۔ سلام کیا اور کہا: اے میرے آقا! میں آپؑ کو اللہ کے حوالے کرتا ہوں۔ اس کے بعد میدانِ جنگ میں گئے، جنگ کی اور شہادت کی سعادت ابدی حاصل کی۔ (2)

حضرت عابس بن أبی شبیبؓ

حضرت عابس بن ابی شبیب الشاکریؓ (3) کا دوسرا نام عابس بن شبیب الشاکریؓ (4) بھی مذکور ہے۔ آپ حضرت امام حسین علیہ السلام کے بہادر و شجاعت صحابی تھے۔ (5)

جب حضرت مسلم بن عقیلؑ کوفہ آئے اور آپ نے مختار ثقفیؓ کے گھر امام حسین علیہ السلام کا خط پڑھا تو پہلے فرد جنابِ عابسؓ تھے جنھوں نے کھڑے ہو کر یہ خطاب کیا تھا:

أَمَّا بَعْدُ! فَإِنِّي لَا أُخْبِرُكَ عَنِ النَّاسِ. وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي أَنْفُسِهِمْ. وَمَا أَغُرُّكَ مِنْهُمْ وَاللهِ لَأُحَدِّثَنَّكَ عَمَّا أَنَا مُوَطِّنٌ نَفْسِي عَلَيْهِ وَاللهِ لَأُجِيبَنَّكُمْ إِذَا دَعَوْتُمْ. وَلَأُقَاتِلَنَّ مَعَكُمْ عَدُوَّكُمْ وَلَأَضْرِبَنَّ بِسَيْفِي دُونَكُمْ حَتَّى أَلْقَى اللهَ. لَا أُرِيدُ بِذَلِكَ إِلَّا مَا عِنْدَ اللهِ

جنابِ عابسؓ نے اللہ ربّ العزت کی حمد و ثنا کے بعد کہا: لوگوں کے بارے میں میں نہیں جانتا کہ وہ کس حال میں ہیں؟

---

(1) تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۴۳؛ مقتل الحسینؑ خوارزمی: ج ۲، ص ۲۴؛ بحار الانوار: ج ۴۵، ص ۲۸؛ الکامل فی التاریخ: ج ۲، ص ۵۶۸؛ مثیر الاحزان: ص ۶۶

(2) ارشاد: ج ۲، ص ۱۰۵؛ اعلام الوریٰ: ج ۱، ص ۴۶۳

(3) تاریخ طبری: ج ۵، ص ۳۵۵؛ ارشاد: ج ۲، ص ۱۰۶؛ رجال طوسی: ص ۱۰۳؛ مثیر الاحزان: ص ۶۶؛ امالی شجری: ج ۱، ص ۱۷۲؛ حدائق الوردیہ: ج ۱، ص ۱۲۲

(4) مقتل الحسین خوارزمی: ج ۲، ص ۲۲

(5) رجال طوسی: ص ۱۰۳

تمھارے قلوب سے بھی میں واقف نہیں ہوں کہ تم نے کیا سوچ رکھا ہے۔ ہاں میں اپنے دل کی بات بتائے دیتا ہوں۔ واللہ! جب تم لوگ مجھے بلاؤ گے تو لبیک کہوں گا۔ تمھارے ساتھ تمھارے دشمن سے جنگ کروں گا۔ تمھارے سامنے اُس وقت تک اپنی تلوار چلاتا رہوں گا۔ جب تک دم خم ہوگا حتیٰ کہ اس حالت میں اللہ کی بارگاہ میں پہنچوں گا۔ میں یہ سب کچھ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی نصرت سے کروں گا۔

اِن کے بعد حضرت حبیب بن مظاہرؓ کھڑے ہوئے اور آپ نے اپنی نصرت کا اظہار کیا۔ ان دونوں بزرگواروں کے خطاب نے بیعت کے لیے زمین ہموار کردی تھی۔

حضرت عابسؓ ہی حضرت مسلمؑ کا خط کوفہ سے مکہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے پاس لائے تھے۔ نہضت حسینیہ میں حضرت عابسؓ کا بہت بڑا کردار ہے۔ یومِ عاشورا حضرت عابسؓ بارگاہِ امامت میں آئے تھے اور وقتِ وداع جو کلمات ادا کیے تھے اُن سے آپ کے جذبۂ ایثار اور بلندیٔ ایمان پر روشنی پڑتی ہے۔ آپ کا لفظ لفظ ایمان کی حرارت سے سرشار نظر آتا ہے۔

يَا اَبَا عَبْدِ اللهِ! وَاللهِ مَا اَقْدِرُ عَلٰى اَنْ اَدْفَعَ عَنْكَ الْقَتْلَ وَالضَّيْمَ لِبِشَيْءٍ اَعَزَّ عَلَيَّ مِنْ نَفْسِي. فَعَلَيْكَ السَّلَامُ

''یا ابا عبداللہؑ! اگر میں قدرت رکھتا کہ اپنی جان یا اپنے خون سے بڑھ کر کسی عزیز چیز سے آپؑ پر ہونے والے ظلم وقتل کو روک سکتا تو ہرگز احتراز نہ کرتا، آپؑ پر سلام''۔

حضرت عابس بن شعیب شاکریؓ قبیلہ بنی ہمدان سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ قبیلہ ولایت اہلِ بیتؑ سے وابستگی رکھتا تھا۔ نصر بن مزاحم نے اپنی کتاب ''وقعۂ صفین'' میں امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کا مشہور ومعروف قول نقل کیا ہے۔ اگر قبیلہ بنی شاکر کی تعداد ایک ہزار نفر تک پہنچ جائے تو خداوند متعال کی عبادت و بندگی کا حق اس طرح ادا ہو جائے جس طرح کہ اُس کی عبادت کرنے کا حق ہے۔

یہ قبیلہ ایک جنگ جو، بہادر اور شجاع قبیلہ تھا۔ اپنی جرأت و بہادری میں پورے عرب میں مشہور تھا۔ اس قبیلہ کے نوجوان کا لقب ''فتیان الصباح'' تھا یعنی ''جوان مردانِ صبح''۔

جنابِ عابسؓ بھی اسی قبیلہ کے چشم و چراغ تھے۔ صاحب حدائق الوردیہ نے اِن کے بارے میں لکھا ہے:

اِنَّ عَابِسًا كَانَ مِن رِجَالِ الشِّيْعَةِ وَكَانَ رَئِيْسًا شُجَاعًا خَطِيبًا نَاسِكًا مُتَهَجِّدًا

"حضرت عابسؓ اہلِ بیتِ رسولؐ کے نامور محبان جانثاروں میں سے تھے۔ آپ کا شمار کوفہ کے اعیان و اشراف میں ہوتا تھا۔ آپ اپنے زمانے کے مشاہیر بہادروں میں سے تھے۔ خطابت آپ کے دَر کی باندی تھی۔ شجاعت و شہامت کے ساتھ ساتھ جنابِ عابسؓ عابد و زاہد اور شب زندہ دار انسان تھے"۔ (اضافۃ من المترجم)

انساب الاشراف میں روایت ہے کہ جب یومِ عاشورا حضرت امام حسین علیہ السلام کے بقیہ اصحاب نے دیکھا کہ اب وہ نہ دشمن کو روک سکتے ہیں اور نہ وہ امامؑ کی حفاظت کر سکتے ہیں تو اُنھوں نے فیصلہ کیا کہ اپنے امامؑ کے سامنے جنگ کرتے ہوئے شہید ہو جائیں۔ اس لیے اُنھوں نے باری باری میدانِ جنگ میں جانا شروع کر دیا۔ اس طرح جنگ کرتے ہوئے وہ شہید ہو گئے۔ اس دوران عابس بن ابی شبیبؓ بارگاہِ امامت میں آئے اور عرض کیا:

واللہ! اب حالات کچھ اس طرح ہو گئے ہیں اگر میرے بس میں ہوتا اور اپنی جان دینے سے بڑھ کر کوئی ایسی بات ہوتی کہ میں آپ کو مصیبت اور قتل ہونے سے بچا سکتا تو میں وہ بھی کر گزرتا۔ اب خدا حافظ میرا اسلام قبول کیجیے۔ میں میدانِ جنگ کی طرف چلتا ہوں۔

عابس شاکریؓ میدانِ کارزار میں اُترے، آلاتِ حرب و ضرب کو کچھ اس طرح استعمال کیا کہ کوئی آپ کے سامنے ٹھہر نہ سکا اور سب بھاگ کھڑے ہوئے۔ کچھ دیر بعد ابنِ سعد کی فوج واپس آئی اور سب نے آپ پر یکبارگی حملہ کر دیا اور آپ کو شہید کر دیا۔ [1]

تاریخ طبری میں ابومخنف سے روایت ہے اُس نے محمد بن قیس سے سنا کہ عابس بن ابی شبیب شاکریؓ نے امام علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: یا اباعبداللہ! آپؑ سے بڑھ کر روئے

[1] انساب الاشراف: ج ۳، ص ۴۰۴

زمین پر کوئی قریب یا بعید واللہ مجھے کوئی عزیز نہیں ہے۔ اگر اپنی جان دینے سے خون بہانے سے بڑھ کر کوئی ایسی بات ہوتی کہ میں آپؑ کو اِن مصائب سے اور قتل سے بچاسکتا تو میں وہ بھی کرگزرتا۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَبَا عَبْدِاللهِ ۔۔۔ میں خدا کو گواہ کرتا ہوں کہ آپؑ اور آپؑ کے پدرِ بزرگوار کی ہدایت پر قائم ہوں۔ یہ کہہ کر تلوار کو نیام سے باہر کرتے ہوئے دشمنوں کی طرف چلے۔ ان کی پیشانی پر زخم کا نشان بھی تھا۔ ربیع بن تیم نے انھیں میدان کی طرف آتے ہوئے دیکھ کر پہچان لیا کیونکہ یہ اور معرکوں میں بھی انھیں دیکھ چکا تھا۔ یہ اشجع الناس تھے۔

ربیع نے لوگوں سے کہا: خیال رکھنا یہ شیر بیشۂ شجاعت ہیں۔ جو اِن کے سامنے آیا وہ موت سے بچ نہیں پائے گا۔ یہ ابنِ ابی شبیبؓ ہیں۔ کوئی ایک شخص اُن سے لڑنے کو ہرگز نہ جائے۔

عابس بن ابی شبیبؓ نے پکارنا شروع کردیا کوئی ایک کے مقابلے میں ایک نکلے گا۔

ابنِ سعد نے حکم دیا کہ پتھر پھینک پھینک کر اس شخص کی ہڈیاں توڑ ڈالو۔ پھر کیا ہوا چاروں اَطراف سے آپ پر پتھروں کی بارش شروع ہوگئی۔

جب عابسؓ نے بزدل دشمن کی گھٹیا حرکت دیکھی تو اپنی زرہ اور مغفر کو اُتار ڈالا اور اُن لوگوں پر حملہ کردیا۔ ربیع کہتا ہے: واللہ! یہ دوسو سے زیادہ تھے۔ سب بھاگ کھڑے ہوئے۔ پھر یہ بھاگنے والے پھر واپس پلٹ پڑے اور ہر طرف سے عابسؓ پر حملہ کردیا اور اُن کو شہید کر دیا۔ میں نے چند لوگوں کے ہاتھوں میں اُن کا سر دیکھا۔ اُن میں سے ایک کہتا تھا انھیں میں نے قتل کیا، دوسرا کہتا تھا کہ اُنھیں میں نے قتل کیا ہے۔ وہ سب کے سب ابنِ سعد کے پاس آئے۔ اُس نے کہا: کیوں آپس میں جھگڑا کرتا ہو۔ اس شخص کو ایک نیزے نے قتل نہیں کیا سب نے مل کر قتل کیا ہے۔ اُس نے اِس طرح اُن کا جھگڑا ختم کیا۔ ①

مثیر الاحزان میں روایت ہے کہ عابس بن ابی شبیبؓ حضرت امام حسین علیہ السلام کے پاس آئے تو امام علیہ السلام نے فرمایا: اے شوذب! کیا ارادہ ہے؟ انھوں نے عرض کیا: میں آپؑ کی

---

① تاریخ طبری: ج۵،ص ۴۴۴؛ مقتل الحسینؑ خوارزمی: ج۲،ص ۲۳؛ البدایہ والنہایہ: ج۸،ص ۱۸۵؛ الکامل فی التاریخ: ج۳،ص ۵۶۹؛ ارشاد: ج۲،ص ۱۰۶

نصرت میں جنگ کروں گا۔ پھر قریب ہو کر کہا: میری سب سے بڑی خواہش یہ ہے کہ کاش میرے پاس اتنی طاقت وقوت ہوتی تو میں آپؑ کی اس مصیبت کو دُور کرتا۔ کیا کروں میرے بس میں کچھ نہیں ہے۔ اس کے بعد وہ میدانِ جنگ کی طرف بڑھے لیکن کوئی اُن کے مقابلے میں نہ آیا۔

راوی کہتا ہے کہ زیاد بن ربیع بن ابی تمیم الحارثی نے اپنی فوج سے کہا: یہ ابنِ ابی شبیب الشاکریؓ ہیں۔ یہ بہت بڑے شجاع انسان ہیں۔ اِن کے مقابلے کے لیے کوئی نہ نکلے۔ ایسے پتھر مار مار کر قتل کر دو۔

ابنِ زیاد کی فوج نے ان پر پتھروں کی بارش کر دی اور انھیں شہید کر دیا گیا۔ ①

ربیع بن تمیم کا بیان ہے کہ میں نے جب میدانِ جنگ میں عابسؓ کو دیکھا تو میں نے عمر بن سعد سے کہا کہ اب میدانِ جنگ میں جو آدمی آیا ہے عرب کا نامی گرامی پہلوان ہے۔ فنونِ حرب وضرب میں مہارتِ تامہ رکھتا ہے۔ جنگل کے شیر بھی اس کے سامنے نہیں ٹھہر سکتے۔ جب وہ مبارزہ طلبی کرے تو اس کے مقابلے میں ایک ایک کر کے نہ جانا۔

عابسؓ نزدیک ہوئے اور آواز دی: ''ایک کے مقابلے میں ایک''۔ کوئی نہ آیا تو پھر آپ نے کہا: ''ایک کے مقابلے میں دو آجاؤ''۔ پھر بھی کوئی نہ آیا۔ تو پھر آپؓ نے کہا: ''ایک کے مقابلے میں تین آجاؤ''۔ پھر بھی کسی کو جرأت نہ ہوئی۔ پھر آپؓ نے کہا: ''ایک کے مقابلے میں دس بہادر آجاؤ''۔

پھر بھی کوئی نہ آیا۔ ابنِ سعد نے اپنی فوج سے چیخ چیخ کر کہا: اس پر ہر طرف سے پتھر برساؤ تو لوگوں نے ہر طرف سے ان پر پتھر برسانے شروع کر دیے۔ عابسؓ نے جب دشمن کی بزدلی دیکھی تو زرہ اور خود اُتار ڈالے اور جنگ شروع کر دی۔ ان کا غلام ان کے پیچھے پیچھے تھا۔

راوی کا بیان ہے بخدا! ابنِ سعد کا لشکر ان کے سامنے اس طرح بھاگ رہا تھا جس طرح شیر کے آگے بھیڑیں، بکریاں بھاگتی ہیں۔ کبھی دائیں حملہ، کبھی بائیں حملہ کرتے۔ کبھی قلبِ لشکر پر،

---

① مثیر الاحزان: ص ٦٦

جدھر کا رُخ کرتے دشمن کی صفوں کو اُلٹ کر رکھ دیتے تھے۔ اس طرح انھوں نے ۹۰۰ افراد کو قتل کیا۔ (اضافہ من المترجم) ①

حضرت عبدالرحمٰن بن عبد ربّہ الانصاریؓ

جناب عبدالرحمٰن بن عبد ربہ انصاریؓ ② عبدالرحمٰن بن عبد ربہ الخزرجی ③ اور عبدالرحمٰن بن عبد رب ④ کے اسماء کے ساتھ مذکور ہیں۔ آپ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت علی علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے صحابی تھے۔ ⑤ ان کی شان میں کہا گیا ہے کہ امیر المومنین علی علیہ السلام نے ان کی تربیت کی تھی اور انھیں قرآنِ کریم کی تعلیم دی تھی۔ یعنی یہ بزرگوار امامِ اوّلؑ کے شاگرد تھے اور انھوں نے آپؑ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا تھا۔ ⑥ آپ نہایت ہی خالص اور مخلص صحابی تھے اور حدیثِ غدیر کے راوی ہیں۔ جب حضرت علی علیہ السلام نے کوفہ کو اپنا دارالحکومت بنایا تو ایک دن آپؑ کی مجلس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب موجود تھے تو امامؑ نے انھیں قسم دے کر کہا تھا: تم میں سے جو لوگ غدیرِ خم میں موجود تھے، رسولؐ اللہ نے میرے بارے میں جو کچھ فرمایا تھا اُس کی گواہی دو۔ جن لوگوں نے اعلانِ ولایت علیؑ کی گواہی دی تھی انھی میں سے یہ رجلِ عظیم جناب عبدالرحمٰن بن عبد ربہ تھے۔ ⑦

روایت ہے کہ یومِ عاشورا جس شخصیت نے اصحابِ حسینؑ سے ہنسی مزاح کی بات کی تھی وہ بھی عبدالرحمٰنؓ تھے۔ یہ کربلا کے شہید ہیں لیکن ان کے حالات سے تاریخِ کربلا خاموش

---

① تذکرۃ الشہداء: ص ۱۳۰

② تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۲۳؛ الکامل فی التاریخ: ج ۲، ص ۵۶۱ اس میں انصاری کا لفظ نہیں ہے۔ الملہوف: ص ۱۵۳؛ مثیر الاحزان: ص ۵۳

③ رجال طوسی: ص ۱۰۳؛ المناقب ابن شہر آشوب: ج ۳، ص ۷۸؛ بحارالانوار: ج ۳۳، ص ۱۹۹، اس میں عبدالرحمٰن کی جگہ عبداللہ ہے۔

④ امالی شجری: ج ۱، ص ۱۷۳؛ حدائق الوردیہ: ج ۱، ص ۱۲۲، اس میں بنی سالم بنی خزرج

⑤ رجال طوسی: ص ۱۰۳؛ المناقب ابن شہر آشوب: ج ۳، ص ۷۸؛ بحارالانوار: ج ۳۳، ص ۱۹۹

⑥ امالی شجری: ج ۱، ص ۱۷۳؛ حدائق الوردیہ: ج ۱، ص ۱۲۲

⑦ اسد الغابہ: ج ۳، ص ۳۶۵؛ موسوعہ امام علی بن ابی طالبؑ: ج ۱، ص ۵۷۶

ہے۔ زیارتِ ناحیہ اور زیارتِ رجبیہ میں اِن کا نام مذکور نہیں ہے۔

علامہ مامقانی نے اِن کے بارے میں تنقیح المقال میں نقل کیا ہے کہ یہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ مکہ سے کربلا آئے تھے اور اپنی شہادت تک امامؑ کے ساتھ رہے تھے۔ (تنقیح المقال: ج ۲، ص ۱۵۴؛ عرض من المترجم)

حضرت عبداللہ بن عمیر الکلبیؓ

جناب عبداللہ بن عمیر الکلبیؓ عبداللہ بن تمیم الکلبیؓ کے نام سے بھی مذکور ہیں۔ (۱) آپ کوفہ کے رہائشی تھے۔ جب آپ کو معلوم ہوا کہ حکومتی لشکر حضرت امام حسین علیہ السلام سے جنگ کرنے کے لیے نکل رہا ہے تو انھوں نے فرزندِ رسولؐ کی نصرت کرنے کا عزم کیا۔ اپنی مومنہ محبِ اہلِ بیتؑ زوجہ سے بات کی تو اُس مومنہ نے تائید کرتے ہوئے کہا: مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلو یہ دونوں رات کی تاریکی میں کربلا پہنچے۔

حضرت عبداللہ بن عمیرؓ شجاعت و بسالت اور جرأت و پامردی میں یکتائے زمان تھے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف سے میدانِ جنگ کے پہلے مبارز، مجاہد جناب عبداللہ بن عمیرؓ تھے۔ جب ابنِ سعد کی فوج کے دو سپاہی میدان میں آئے اور انھوں نے مبارزہ طلبی کی تو امام علیہ السلام نے اُن کے مقابلے کے لیے اِنھیں بھیجا۔ اس مجاہد نے چند لمحات کے اندر ان دونوں کو قتل کر دیا تھا۔ لشکرِ اعداء نے جمع ہو کر اِن پر حملہ کیا اور انھیں شہید کر دیا۔

جناب عبداللہؓ کی شہادت کے بعد آپ کی زوجہ آپ کے لاشے پر آئیں اور وہاں آپ پر رونا شروع کیا۔ شمر کے غلام رستم نے اُس بی بی کو شہید کر ڈالا۔ (۲)

زیارتِ ناحیہ مقدسہ اور زیارتِ رجبیہ میں اِن پر سلام وارد ہیں:

اَلسَّلَامُ عَلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَيْرِ الْكَلْبِيِّ

---

(۱) فضیل بن زبیر نے قبیلہ کلب کے جن دو شہیدوں کا ذکر کیا ہے۔ ان میں سے ایک جناب عبداللہ بن عمرو بن عیاش بن عبدقیس ہیں۔ احتمال اس بات کا ہے کہ یہی عبداللہ بن عُمیر کلبی ہیں۔ دوسرے شہید اس قبیلہ کے آزاد کردہ غلام اسلمؓ ہیں۔ امالی شجری: ج ۱ ص ۱۷۲؛ حدائق الوردیہ: ج ۱، ص ۱۲۲

(۲) رجال طوسی: ص ۷۸، ۱۰۳

"عبداللہ بن عمیر کلبیؓ پر سلام"۔

تاریخ طبری میں ابی مخنف سے روایت ہے، اُس نے ابی جناب سے سنا کہ ہم میں سے ایک نوجوان تھے کہ جن کا نام عبداللہ بن عمیرؓ تھا جو بنی عُلَیم سے تھے۔ کوفہ میں رہائش پذیر تھے۔ اُن کا گھر قبیلہ ہمدان کے ساتھ "بئر الجعد" کے قریب تھا۔ اُن کی زوجہ تھیں جو نمرین قاسط قبیلہ سے تعلق رکھتی تھیں جن کا نام اُم وھب بنت عبد تھا۔

اس مجاہد نے مقامِ نُخیلہ پر ابنِ زیاد کے لشکر کو دیکھا جو امام حسین علیہ السلام سے جنگ کرنے کے لیے جارہا تھا۔ اُنھوں نے لوگوں سے پوچھا کہ اِن کا کیا ارادہ ہے؟ اُنھیں کہا گیا کہ یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دُختر کے فرزند سے جنگ کرنے کے لیے جارہے ہیں۔

عبداللہؓ کی تو مدت سے آرزو تھی کہ وہ مشرکین سے جہاد کریں۔ اُنھوں نے اپنے دل میں کہا: واللہ! اہلِ شرک سے جہاد تو میری دیرینہ آرزو ہے۔ خیال آیا کہ یہ لوگ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے پر لشکر کشی کر رہے ہیں، ان سے جہاد کرنا بھی عنداللہ جہادِ مشرکین کے اجروثواب سے کم نہیں ہے۔ یہ سوچ کر اپنی زوجہ اُمِ وھب کے پاس آئے اور اُنھیں تمام حالات و واقعات بتائے۔ علاوہ اَزیں اپنے دل کی بات بھی بتادی۔ اُس مومنہ نے جواب دیا: تم نے بہترین فیصلہ کیا ہے خدا تمھاری تمنا پوری کرے، چلو مجھے بھی ساتھ لے چلو۔

عبداللہ راتوں رات اپنی زوجہ کو لیے ہوئے کربلا پہنچے اور امامؑ کے لشکر میں شامل ہو گئے۔ صبح عاشورا تھی عمر ابنِ سعد نے قریب آکر لشکر امام کی طرف تیر مارا تو اِس کی اتباع میں تمام تیراندازوں نے مل کر تیر بارانی شروع کر دی تھی۔ اِس کے بعد زیاد بن ابیہ کا آزاد کردہ غلام یسار اور عبیداللہ ابنِ زیاد کا غلام سالم دونوں اپنے لشکر سے نکلے اور کہا: تم میں سے کوئی ہے جو ہمارے مقابلے کے لیے آئے۔ یہ سن کر حبیب بن مظاہرؓ اور بُریر بن خضیرؓ اُٹھ کھڑے ہوئے مگر امامؑ نے ان دونوں سے کہا کہ تم ان کے مقابلے کے لیے نہ جاؤ۔

یسار اور سالم کی موت

یہ دیکھ کر عبداللہ بن عمیر اُٹھے اور عرض کیا: ابا عبداللہ الحسینؑ! اللہ آپؑ پر رحمت نازل

کرے مجھے اِن دونوں سے جنگ کرنے کی اجازت دیجیے۔ امام علیہ السلام نے ان پر بھرپور نگاہ ڈالی تو آپؑ کے سامنے ایک مجاہد و مبارز جوان کھڑا تھا۔ دراز قد و قامت، وسیع و فراخ سینہ، مضبوط و توانا بازو، قوی و طاقتور جسم، شیر جیسی ہیبت، ہمت۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: میرا خیال ہے کہ یہ مقابلے میں آنے والوں کو ضرور زوردار طریقے سے پچھاڑے گا۔ امامؑ نے عبداللہ سے فرمایا: تم ان کے بہترین مدمقابل ہو۔ جائیں تمھیں اجازت ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ عبداللہ اُن دونوں کی طرف بڑھے۔ یسار اور سالم نے کہا: تو کون ہے؟ اپنا نسب بیان کر۔ ہم تجھے نہیں جانتے کہ تو کون ہے؟ ہمارے مقابلے میں زُہیر بن قینؓ یا حبیب بن مظاہرؓ یا بُریر بن خضیرؓ آئے۔ ہمارے مقابلے کے وہ لوگ ہیں تم نہیں ہو، واپس چلے جاؤ۔

اس دوران یسار، سالم سے آگے بڑھا۔ کلبی نے کہا: اے زانیہ کی اولاد! میرے مقابلے سے اعراض و انکار کرتے ہو، تم کون ہوتے ہو اپنی حیثیت تو دیکھو۔ اپنی اوقات تو سنبھالو۔ جو آدمی بھی ہمارے لشکر سے میدان میں آئے گا وہ تم سے بہتر و برتر ہوگا۔ یہ کہہ کر جذبۂ ایمانی سے آگے بڑھے اور تلوار سے اُس پر حملہ کر دیا اور اُس کو ٹھنڈا کر دیا۔ آپ اُس کا کام تمام کرنے میں مصروف تھے کہ ابنِ زیاد کا غلام سالم اپنے ساتھی کی حمایت میں آپ پر پیچھے سے حملہ آور ہوگیا۔ لشکرِ حسینؑ میں سے اصحاب نے عبداللہ کو آوازیں دی کہ تمھارے پیچھے سے تم پر حملہ ہونے والا ہے لیکن یہ کلبی جوان اپنے ساتھیوں کی بات نہ سمجھ سکے۔ جب آپ متوجہ ہوئے تو سالم آپ پر تلوار کا حملہ کر چکا تھا۔ آپ نے فوراً اپنے بائیں بازو سے اپنا دفاع کیا جس سے آپ کی کچھ انگلیاں کٹ گئیں اور آپ زخمی ہو گئے۔ مگر آپ نے اِن زخموں کی ذرا بھر پروانہ کی اور فوراً سنبھل کر سالم پر حملہ کر دیا اور ایسا شدید وار کیا کہ وہ اپنے خون میں تڑپنے لگا۔

یہ کلبی جوان آگے بڑھا اور یہ رجزیہ ابیات پڑھے:

"اے لشکرِ اعداء! اگر تم مجھے نہیں جانتے کہ میں کون ہوں تو سن لو میں خاندانِ کلب سے ہوں۔ میں بنی عُلَیم کا سپوت ہوں۔ میں طاقتور و توانا جوان ہوں۔ بڑھ بڑھ کر حملہ کرنے والا ہوں۔ جب مدمقابل پکارے تو

میں میدان نہیں چھوڑتا بلکہ اُس کا مقابلہ کرتا ہوں۔ میں صاحبِ قوت و نصرت ہوں۔ مصیبت پڑے تو بزدل نہیں ہوتا۔ اے اُمِ وہب! میں تیرا محافظ و محامی ہوں۔ نیزہ اور تلوار میرے ہاتھ میں ہے۔ میں اس بات کا ذمہ دار ہوں کہ میں بڑھ بڑھ کر انھیں ڈھیر کرتا رہوں گا۔ یہ ضرب کاری اُس نوجوان کی ہے جو اپنے ربّ کا اطاعت گزار بندہ ہے۔ میرا وہی شیوہ ہے جو ایک خدا پرست نوجوان کا ہوتا ہے"۔

اُمِ وہب کا جذبۂ ایثار

اُمِ وہب نے یہ سن کر خیمہ کا عمود اپنے ہاتھ میں لیا اور اپنے شوہر کی طرف یہ کہتی ہوئی بڑھیں: "میرے ماں باپ تم پر فدا ہو جائیں ذُریتِ رسولؐ اللہ کی طرف سے جنگ کرتے رہو"۔

عبداللہ کلبیؓ زوجہ کی آواز سن کر پلٹ آئے اور کہا: انھیں لے جائیں اور عورتوں کے ساتھ بٹھا دیں۔ اُمِ وہب اُن کے دامن سے لپٹ گئیں اور کہنے لگیں: "تمھارے سامنے میں جب تک موت سے ہمکنار نہ ہو جاؤں تمھیں نہیں چھوڑوں گی"۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے پکار کر کہا: اہلِ بیتؑ کی طرف سے تم دونوں کو جزائے خیر ملے۔ اللہ تم پر رحم کرے، عورتوں کی طرف واپس چلی آؤ اور اُن کے ساتھ بیٹھ رہو۔ عورتوں پر جہاد ساقط ہے۔ بالآخر اُمِ وہب واپس آئیں اور عورتوں کے ساتھ بیٹھ گئیں۔

ابومخنف نے کہا کہ مجھے حسین بن عقبہ مرادی نے یہ بات بتائی کہ زُبیدی نے کہا: شمر بن ذی الجوشن نے اپنے میسرہ کے ساتھ امام علیہ السلام کے میسرہ پر حملہ کیا۔ یہ سب لوگ اپنی جگہ سے نہ سرکے۔ شمر اور اُس کے ساتھیوں کو نیزے مارنے لگے۔ اب امام حسین علیہ السلام اور آپؑ کے اصحاب پر چاروں طرف سے لوگ ٹوٹ پڑے۔ اسی حملہ میں عبداللہ کلبیؓ کی شہادت ہوئی۔ اُنھوں نے پہلے دو کو پھر دو کو قتل کیا اور بڑی شدت و جرأت سے جنگ کر رہے تھے کہ ہانی بن ثبیت حضرمی اور بکیر بن حی تیمی نے ان پر حملہ کیا اور ان دونوں نے انھیں شہید کیا۔ انصارِ حسینؑ میں یہ دوسرے شہید ہیں۔

ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھے نُمیر بن وعلہ نے بتایا: اس حالت میں عبداللہ کلبیؓ کی زوجہ اپنے شوہر کی لاش پر آئیں اور اُن کے سرہانے آکر بیٹھ گئیں۔ وہ اُن کے چہرے سے گرد و خاک صاف کرتی جاتی تھیں اور ساتھ یہ بھی کہہ رہی تھیں: ''تمھیں جنت میں جانا مبارک ہو''۔

اس دوران شمر نے اپنے غلام رستم سے کہا: جاؤ اس عورت کے سر پر لٹھ مار کر اُسے ختم کردو۔ یہ غلام آیا اور اس نے خیمے کی عمود اس بی بی کے سر پر ماری جس سے آپ کی شہادت واقع ہوئی اور آپ اپنے شوہر کے ہمراہ جنت الفردوس میں جا پہنچیں۔ ①

انساب الاشراف میں روایت ہے کہ زیاد بن ابیہ کا غلام یسار اور ابنِ زیاد کا غلام سالم دونوں میدانِ جنگ میں آئے اور اُنھوں نے مبارزہ طلبی کی۔ عبداللہ بن عُمیر کلبیؓ نے کہا: یا اباعبداللہؑ! اللہ آپؑ پر اپنی رحمت نازل کرے مجھے اجازت دیجیے تاکہ میں اِن کا مقابلہ کروں۔ امامؑ نے اجازت دی تو اُن کی طرف وہ جوان نکلا جس کا قد و قامت خوبصورت اور دراز تھا۔ بازو طاقتور اور مضبوط تھے۔ سینہ کشادہ اور چوڑا تھا۔ وہ اِس طرح اُن پر جھپٹے جس طرح عقاب اپنے شکار پر جھپٹتا ہے۔ تھوڑی ہی دیر میں اُن دونوں کو زیر کرلیا اور موت سے دوچار کردیا۔ اس وقت ابنِ کلبیؓ نے یہ رجز پڑھا جس کا ترجمہ گذشتہ روایت میں موجود ہے۔

اُن کی زوجہ اُن کے پاس آئیں اور کہا: میرے ماں باپ تم پر قربان جائیں، آگے بڑھیے اور رسولؐ اللہ کی ذُریت کے دفاع میں جنگ کیجیے''۔

عبداللہؓ نے اپنی زوجہ کو عورتوں کی طرف واپس کیا۔ شمر نے اپنے میسرہ سے امام علیہ السلام کے میسرہ پر حملہ کردیا لیکن اصحابِ حسینؑ نے نیزے ہاتھوں میں لے کر اُن سے شدید جنگ کی۔ شمر کے ساتھیوں نے اپنے ساتھیوں کو آواز دی تو وہ سب دوڑ کر وہیں آگئے اور اُنھوں نے اصحابِ حسینؑ کو ہر طرف سے گھیر لیا۔ اس حملے میں عبداللہ بن عُمیر کلبیؓ شہید ہوگئے۔ جب اُن کی بیوی نے یہ دیکھا تو فوراً اُن کے سر پر پہنچیں اور رونے لگیں۔ شمر نے اپنے غلام رستم کو حکم دیا کہ اِسے قتل کردے۔ اُس نے عمود مار کر اس بی بی کو شہید کردیا۔ ②

---

① تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۲۹؛ الکامل فی التاریخ: ج ۲، ص ۵۶۳، ۵۶۶؛ مقتل الحسین خوارزمی: ج ۲، ص ۸

② انساب الاشراف: ج ۳، ص ۳۹۸، ۴۰۱

ارشاد میں روایت ہے کہ عمر بن سعد نے اپنے غلام کو آواز دی: اے ذُوید! پرچم قریب لے آ۔ جب وہ پرچم قریب لے آیا تو اُس نے تیر کمان کی زہ میں رکھا اور اُس سے لشکرِ حسینیؑ کو نشانہ بنایا۔ اس کے بعد اُس نے کہا: گواہ رہنا سب سے پہلے میں نے ہی تیر مارا ہے۔ اس کے بعد تیر اندازوں نے انصارِ حسینیؑ پر تیروں کی بارش برسا دی۔ تیر بارانی کے بعد زیاد بن ابوسفیان کا غلام یسار اور ابنِ زیاد کا غلام سالم میدانِ جنگ میں آئے اور اُنھوں نے کہا: تم میں سے کوئی ہے جو ہمارے مقابلے کے لیے آئے؟ تو اُن کے مقابلے کے لیے عبداللہ ابنِ عمیرؓ آگے بڑھے۔ یسار نے اُن سے کہا: تم کون ہو ہم تمھیں نہیں جانتے؟ ہمارے مقابلے کے لیے زُہیر بن قینؓ یا حبیب بن مظاہرؓ میں سے کوئی آئے۔

عبداللہ بن عمیرؓ نے کہا: اے اولادِ زانیہ! تم کون ہوتے ہو مبارزہ طلبی کرنے والے؟ تمھاری کیا جرأت کہ تم کسی کا مقابلہ کرو۔ آپ نے بڑھ کر اُس پر تلوار کا ایسا وار کیا کہ وہ زمین پر گر گیا۔ آپ اُس کا کام تمام کرنے میں مصروف تھے کہ ابنِ زیاد کا غلام سالم بھاگ کر آپ کی طرف آیا کہ اپنے ساتھی کا انتقام لے۔ اِدھر انصارِ حسینیؑ نے عبداللہ کلبیؓ کو آواز دی: اپنا خیال کیجیے، پیچھے کی طرف سے حملہ ہونے والا ہے۔ لیکن آپ اُس کے قتل کرنے میں اتنے مصروف تھے کہ اُن کی آوازیں نہ سن سکے۔ اس دوران سالم نے عبداللہ کلبیؓ پر حملہ کر دیا۔ آپ نے اپنے دائیں ہاتھ سے اُس کے حملے کو روکا لیکن سالم کی تلوار لگنے سے آپ کی چند انگلیاں کٹ گئیں۔ ابنِ عمیرؓ فوراً سالم کی طرف متوجہ ہوئے اور اپنی تیز و تند تلوار کے ایک وار سے اُسے اُس کے ساتھی کے ساتھ جہنم کی طرف روانہ کر دیا۔ پھر رجزیہ ابیات پڑھے۔

(رجزیہ اشعار کا ترجمہ گذشتہ اوراق میں موجود ہے)۔ [1]

طبقات الکبریٰ میں روایت ہے کہ سب سے پہلے وہ فرد جس نے مبارزہ طلبی کی تھی وہ ابنِ زیاد کا غلام سالم تھا۔ وہ اپنے لشکر سے نکل کر آگے بڑھا تو اُس کی طرف عبداللہ بن عمیر کلبیؓ بڑھے اور اُسے قتل کر دیا۔ [2]

---

[1] ارشاد: ج ۲، ص ۱۰۱

[2] اعلام الوریٰ: ج ۱، ص ۴۶۱؛ بحارالانوار: ج ۴۵، ص ۱۲

مثیر الاحزان میں روایت ہے کہ سب سے پہلے ابنِ زیاد کا غلام سالم میدان میں آیا۔ اُس کی طرف انصارِ حسینؑ میں سے عبداللہ بن عمیر کلبیؓ بڑھے۔ عبداللہ کلبیؓ خوبصورت دراز قدوقامت اور فراخ کشادہ سینے کے مالک تھے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اُن کی طرف دیکھا اور فرمایا: میرا خیال ہے کہ اُن دونوں سے جنگ کرنے کے لیے یہ مناسب ہیں۔ جونہی عبداللہ کلبیؓ سالم کے قریب ہوئے تو اُسے قتل کر دیا۔ ابھی اُس کی طرف متوجہ تھے تو ابنِ زیاد کا غلام یاسر اپنے ساتھی کے انتقام کے لیے اُن کی طرف دوڑا۔ انصارانِ حسینؑ نے ابنِ کلبیؓ کو آوازیں دیں کہ دشمن اُن پر حملہ کرنا چاہتا ہے لیکن آپ اُن کی آوازوں کو نہ سن سکے کہ یسار نے ان پر حملہ کر دیا۔ انھوں نے اپنے دائیں ہاتھ سے اپنا دفاع کیا جس سے آپ کے ہاتھ کی کچھ انگلیاں کٹ گئیں۔ آپ نے فوراً اُس کی طرف رُخ کیا اور اُسے بھی قتل کر دیا اور رجز یہ ابیات پڑھنے لگے۔ (ابیات کا ترجمہ ہو چکا ہے)۔

راوی کا بیان ہے کہ عبداللہ بن عمیر کلبیؓ کے ہاتھ میں دو دھاری تلوار تھی جس کی ہر دھار سے موت ٹپک رہی تھی۔

ابنِ معتز نے اُن کی تعریف کرتے ہوئے کہا:

وَلِیْ صَارِمٌ فِیْهِ الْمَنَایَا کَوَامِنٌ
فَمَا یُنْتضی لِسَفْكِ دِمَاءِ

"میرے پاس تیز و تند تلوار ہے جس میں موت پوشیدہ ہے۔ جوں ہی اُسے نیام سے کھینچا جاتا ہے تو اُس سے خون ٹپکنے لگتا ہے۔ یعنی وہ بہادروں کو قتل کر کے اُن کا خون زمین پر گراتی ہے"۔ ①

حضرت عبداللہ غِفاریؓ و حضرت عبدالرحمٰن غِفاریؓ

اِن دونوں کے اسماء میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ البتہ اِن کی ولدیت کے اسم میں اختلاف ہے۔ اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

---

① مثیر الاحزان: ص ۵۶

۱- عبداللہ و عبدالرحمٰن عزرہ غفاری کے فرزند تھے۔ ①

۲- یہ دونوں قیس بن ابی عزرہ کے فرزند ہیں۔ ②

۳- یہ دونوں قیس بن عروہ کے فرزند ہیں۔ ③

۴- یہ دونوں عروہ کے فرزند ہیں۔ ④

۵- یہ دونوں عروۃ الحراق غفار کے فرزند ہیں۔ ⑤

یہ دونوں حضرت امام حسین علیہ السلام کے صحابی تھے۔ جب ۱۰ محرم کو دشمن فوج کا ہر طرف ہجوم ہو گیا تو انھوں نے امام علیہ السلام کو اپنے حصار میں لے لیا تو یہ دونوں مجاہد بارگاہِ امامت میں آئے اور عرض کیا: اے ابا عبداللہ! آپؑ پر سلام ہو۔ دشمن نے ہمیں آپؑ کے ہمراہ گھیر لیا ہے۔ ہماری آرزو ہے کہ آپؑ کے سامنے قتل ہو جائیں۔ ہم اِن لوگوں کو آپؑ کی طرف آنے سے روکیں اور آپؑ کا دفاع کریں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: خوش آمدید، میرے قریب آجاؤ۔ یہ دونوں آپؑ کے قریب آکر رجز پڑھ کر شمشیر زنی کرنے لگے۔

روایت میں ہے کہ اِن میں سے ایک بھائی نے رجز پڑھا تھا۔

صاحب مقتل الحسینؑ خوارزمی نے اپنے ہاں مورخ طبری والی وہ روایت نقل کی ہے جو دو جابری بھائیوں کے مشابہ ہے کہ جس طرح ان دو جابری برادران نے میدانِ کربلا میں جنگ کی تھی اسی طرح ان دو غفاری برادران کا حال پیش کیا ہے۔ ①

---

① تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۴۲؛ انساب الاشراف: ج ۳، ص ۴۰۲؛ البدایہ والنہایہ: ج ۸، ۱۸۴؛ رجال طوسی: ص ۱۰۳؛ اس میں ہے کہ عبداللہ و عبدالرحمٰن عزرہ کے بیٹے ہیں۔ ایک اور نسخہ میں "عروہ" لکھا ہوا ہے۔

② جمہرۃ النسب: ص ۱۵۶؛ الاصابہ: ج ۵، ص ۳۷۴؛ اس میں قیس بن ابی عزرہ ہے۔

③ امالی شجری: ج ۱، ص ۱۷۲؛ حدائق الوردیہ: ج ۱، ص ۱۲۱۔ اس میں "ابی عزرہ" نقل ہے۔

④ زیارتِ رجبیہ: الکامل فی التاریخ: ج ۲، ص ۵۶۸

⑤ زیارتِ ناحیہ

① مقتل الحسینؑ خوارزمی: ج ۲، ص ۲۳؛ کتاب تسلیۃ المجالس کے محقق نے اس میں کچھ تبدیلی کی ہے لیکن اس کی روایت طبری کی روایت کے مشابہ ہے۔ اور اس نے اُسے خوارزمی کے متن کی طرح بنایا ہے۔

ان دونوں مجاہدوں کا نام زیارتِ رجبیہ اور ناحیہ دونوں میں موجود ہے۔

عروہ بن حراق غفاری کے فرزند عبداللہؓ اور عبدالرحمٰنؓ پر سلام۔

مورخ ابنِ اعثم کوفی، خوارزمی، ابن شہر آشوب نے قرہ بن ابی قرہ غفاری کو شہدائے کربلا میں شمار کیا ہے۔ ان سب نے اس کا رجز بھی نقل کیا ہے۔ یہ رجز اُس رجز کے مشابہ ہے جو غفاری مجاہدین کے متعلق ہے۔ (۱)

الفتوح میں روایت ہے کہ یحییٰ بن سُلیم المازنیؓ کے بعد قرہ بن اَبی قرہ الغفاریؓ میدانِ جنگ میں آئے اور انھوں نے یہ رجز پڑھا:

قَدْ عَلِمَتْ حَقًّا بَنُو غِفَارِ وَخِنْدِفٌ بَعْدَ بَنِي نِزَارِ
بِأَنَّنِي اللَّيْثُ الْغُبَارِ لَأَضْرِبَنَّ مَعْشَرَ الْفُجَّارِ
بِكُلِّ عَضْبٍ ذَكَرٍ بَتَّارِ ضَرْبًا وَجِيعًا عَنْ بَنِي الْأَخْيَارِ
رَهْطِ النَّبِيِّ السَّادَةِ الْأَبْرَارِ

”بنی غفار، خندف اور بنی نزار نے میرے حقوق کو خوب جان لیا ہے۔ جب میدانِ جنگ میں جنگ کی آگ شعلہ ور ہو تو میں شیر کی طرح بڑھ بڑھ کر حملے کرنے والا ہوں۔ میرے سامنے ایک گمراہ اور بدکار لشکر ہے۔ میں ان سے ہر صورت جنگ کروں گا اور سامنے آنے والوں کی اپنی تلوار کے ساتھ گردنیں اُڑاؤں گا۔ میں اپنے تمام آلاتِ حرب و ضرب کو کائنات کے بہتر و برتر انسان کے دفاع میں استعمال کروں گا۔ وہ نبی رحمتؐ کا خاندان ہے جو نیکوکار و ابرار لوگوں کے سیّد و سالار ہیں“۔

آپ نے شمشیر زنی کی اور بالآخر شہادت کی لازوال سعادت حاصل کی۔ (۲)

---

(۱) الفتوح: ج ۵، ص ۱۰۶؛ مقتل الحسینؑ خوارزمی: ج ۲، ص ۱۸؛ مناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۱۰۳؛ بحارالانوار: ج ۴۵، ص ۲۳

(۲) الفتوح: ج ۵، ص ۱۰۶؛ مناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۱۰۲؛ اس میں ہے کہ اس مجاہد نے ۶۸ افراد کو قتل کیا تھا۔

تاریخ طبری میں محمد بن قیس سے روایت ہے کہ جب اصحابِ حسینؑ نے دیکھا کہ اب وہ مغلوب ہو چکے ہیں۔ اب وہ امام علیہ السلام کی اور نہ اپنی حفاظت کر سکتے ہیں تو اُنھوں نے خواہش ظاہر کی کہ وہ سب امام علیہ السلام کے سامنے قتل ہو جائیں۔ اس دوران دو غِفاری برادران عبداللہؓ اور عبدالرحمٰنؓ امامؑ کے پاس آئے اور عرض کیا:

ابا عبداللہؑ! ہمارا سلام۔ دشمن نے ہم سب کو گھیر لیا ہے۔ اب ہماری حسرت ہے کہ آپؑ کے سامنے اِن دشمنوں کے ہاتھوں قتل ہو جائیں۔ جس قدر ہم سے ہو سکتا ہے ہم آپؑ سے ان کو دُور رکھیں گے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: خوش آمدید، میرے قریب آؤ۔ وہ دونوں امامؑ کے قریب ہوئے اور جنگ کرنے لگے۔ اُن میں سے ایک بھائی نے رجز پڑھا (رجز کا ترجمہ پچھلی روایت میں مذکور ہے لیکن آخری شعر کا ترجمہ یہ ہے:)

"اے قوم! یہ نبیؐ کا گھرانہ ہے جو حُریت پسند ہیں اور کائنات کے تمام اُحرار کے سالار ہیں۔ مشرفی تلواروں اور تیز و تند اور لچک دار نیزوں سے ان کا دفاع کیجیے"۔ [1]

مثیر الاحزان اور مقتل الحسینؑ خوارزمی کی روایات میں وہی عبارت درج ہے جو تاریخ طبری میں ہے، لہٰذا تکرار کی ضرورت نہیں ہے۔

حضرت عمر بن خالد الصیداویؓ اور اُن کے ساتھی

جناب عمر بن خالد الصیداوی [2] کا دوسرا نام عمرو بن خالد [3] بھی مذکور ہے۔ ان کے

---

[1] تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۴۲؛ الکامل فی التاریخ: ج ۲، ص ۵۶۷؛ مقتل الحسینؑ خوارزمی: ج ۲، ص ۲۳؛ بحار الانوار: ج ۴۵، ص ۳۲۰

[2] تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۴۶؛ مقتل الحسینؑ خوارزمی: ج ۲، ص ۲۳؛ حدائق الوردیہ: ج ۱، ص ۱۲۲

[3] انساب الاشراف: ج ۳، ص ۳۸؛ الکامل فی التاریخ: ج ۲، ص ۵۶۹؛ الملہوف: ص ۱۶۳؛ مثیر الاحزان: ص ۶۳؛ امالی شجری: ج ۱، ص ۱۷۲؛ بروایت مصباح الزائر: ص ۲۸۳

غلام کا نام سعد یا سعید [1] نقل ہوا ہے۔ لہٰذا ان دونوں کا تعلق شہدائے کربلا سے ہے۔ یہ دونوں بزرگوار جناب نافع بن ہلال المرادی، مجمع بن عبداللہ العائذیؓ کے ساتھ امام علیہ السلام کے کاروان میں شامل ہوئے تھے۔ انھیں کوفہ کے راستے میں جناب طرماح بن عدیؓ نے امامؑ کی نصرت مائل کیا تھا۔ تقریباً ان کی ملاقات منزل عذیب الھجانات میں ہوئی تھی۔ [2]

مورخ طبری کے مطابق عمر بن خالد صیداویؓ اور اُن کے غلام آزاد سعد اور جابر بن حارث سلمانیؓ اور مجمع بن عبداللہ عائذیؓ نے جنگ کے آغاز میں ہی لشکر اعداء پر حملہ کر دیا تھا۔ یہ تمام لوگ تلواریں کھینچ کر دشمنوں کے ہجوم میں گھس گئے۔ لڑتے لڑتے دُور نکل گئے تو بھاگے ہوئے لوگ پلٹ پڑے۔ لوگوں نے انھیں گھیر لیا۔ اِن کے اصحاب اور اُن کے درمیان حائل ہو گئے۔ جب حضرت عباس علیہ السلام نے یہ حالت دیکھی تو انھوں نے لشکر ابنِ سعد پر حملہ کر دیا اور اِن لوگوں کو نرغہ اعداء سے نکال لائے لیکن یہ سب زخمی ہو چکے تھے۔ جب اِن مجاہدین نے دشمنوں کو قریب آتے دیکھا تو پھر تلواریں کھینچ کر اُن پر جا پڑے اور ایک مقام پر لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ یہ واقعہ جنگ کے آغاز کا ہے۔

جناب سیّد ابنِ طاؤسؒ نے اِن کے بارے میں لکھا ہے کہ یومِ عاشوراء عمرو بن خالدؓ امامؑ کے پاس آئے اور عرض کیا: میں آپؑ پر قربان جاؤں میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ اب میں آپؑ کے اصحاب سے ملحق ہو جاؤں۔ مجھ سے آپؑ کی مظلومیت نہیں دیکھی جاتی۔ میں آپؑ کو خواتین اور بچوں کے سامنے یوں بے یار و مددگار قتل ہوتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا۔ اس لیے مجھے اجازت دیجیے کہ میں میدانِ جنگ میں جا کر آپؑ کے دشمنوں سے جنگ کروں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں تم جاؤ اور جہاد کرو۔ ہم بھی کچھ ہی دیر میں تم سے ملاقات کرنے والے ہیں۔

حضرت عمروؓ فوراً میدانِ قتال میں پہنچے اور جوانمردی کے جوہر دکھائے۔ آپ نے شدید

---

[1] تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۴۶؛ انساب الاشراف: ج ۳، ص ۳۸۲؛ الکامل فی التاریخ: ج ۲، ص ۵۶۹؛ امالی شجری: ج ۱، ص ۱۷۲؛ حدائق الوردیہ: ج ۱، ص ۱۲۲

[2] زیارت ناحیہ و زیارت رجبیہ

جنگ کی اور دشمن کے بہت سے سپاہیوں کو فی النار کیا۔ آخر خود بھی زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے راہی جنت الفردوس ہوئے۔ زیارتِ ناحیہ مقدسہ میں آپ اور آپ کے غلام کا نام مذکور ہے۔

بارہویں امام علیہ السلام نے فرمایا: عمر بن خالد صیداوی اور اُن کے آزاد کردہ غلام سعید پر میرا اسلام۔

زیارتِ رجبیہ میں ان کا نام عمرو بن خلف کی شکل میں مذکور ہے۔

تاریخ طبری میں روایت ہے کہ امام علیہ السلام کے انصار میں سے عمر بن خالد صیداوی، جابر بن حارث سلمانی، عمر بن خالد کے آزاد کردہ غلام سعد اور مجمع بن عبداللہ عائذی نے جنگ کی شروعات میں حملہ کر دیا تھا۔ یہ تمام مجاہد تلواریں کھینچ کر دشمنوں کی صفوں میں گھس گئے تھے۔ یہ لڑتے لڑتے دُور نکل گئے۔ ابنِ سعد کی بھاگی ہوئی فوج واپس پلٹی اور انھوں نے انھیں گھیر لیا اور اصحابِ حسینؑ اور ان کے درمیان حائل ہو گئے۔ یہ دیکھ کر حضرت عباس علمدار علیہ السلام نے دشمن پر حملہ کر کے ان لوگوں کو سپاہیوں کے درمیان سے نکال لیا۔ لیکن یہ سب اصحاب بہت زیادہ زخمی ہو چکے تھے۔ جب انھوں نے دشمن کو قریب دیکھا تو پھر تلواریں لے کر اُن پر ٹوٹ پڑے اور لڑتے لڑتے ایک جگہ پر شہید کر دیے گئے۔ یہ واقعہ جنگ کے آغاز کا ہے۔ (1)

الملهوف میں روایت ہے کہ عمرو بن خالد صیداوی نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: میں آپؑ پر قربان جاؤں اب میں نے عزم کر لیا ہے کہ اپنے عزیز شہداء کی طرف چلا جاؤں حالانکہ میں آپؑ کو اکیلا بھی نہیں چھوڑ سکتا لیکن کیا کروں کچھ دیر بعد یہ لوگ آپؑ کی طرف آئیں گے اور آپؑ کو خواتین اور بچوں کے سامنے شہید کر دیں گے۔

میں آپؑ پر ڈھائے جانے والے مظالم برداشت نہیں کر سکوں گا اس لیے مجھے جنگ کرنے کی اجازت دیجیے۔

امامؑ نے فرمایا: ہاں میدانِ قتال کی طرف بڑھیئے۔ کچھ دیر بعد میں بھی تمھارے پیچھے آنے

---

(1) تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۴۶؛ الکامل فی التاریخ: ج ۲، ص ۵۶۹؛ اس میں ہے جابر بن حارث سلمانی اور مجمع عبداللہ عائذی۔

والا ہوں۔ یہ مجاہد میدانِ جنگ میں آئے، دشمن سے جنگ کی، بالآخر جامِ شہادت نوش کیا۔ ①

مؤرخین نے عمرو بن خالد کے بارے میں نقل کیا ہے کہ آپ کوفہ کے رہنے والے تھے اور وہاں کی معروف شخصیت تھے۔ جب حضرت مسلم بن عقیلؑ سفارت کے اُمور کو سرانجام دینے کے لیے کوفہ آئے تو آپ نے اُن کی بیعت کی اور اُن کے ہم رکاب رہے۔ جب حضرت مسلمؑ کی تحریک ناکام ہوئی تو عمروؓ بن خالد زیرزمین چلے گئے تھے۔ اسی دوران جناب قیس بن مسہر صیداویؓ گرفتار ہو کر کوفہ آئے تو اُن کی زبانی انھیں اطلاع ملی کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کربلا کی طرف رواں دواں ہیں۔ جناب عمرو بن خالدؓ چند دوسرے اصحاب کے ساتھ خفیہ طور پر کوفہ سے روانہ ہوئے اور امام کی خدمتِ اَقدس میں حاضر ہوئے (عرض من المترجم)

حضرت عمرو بن قرظہ انصاریؓ ②

جناب عمروؓ صحابیِ رسولؐ حضرت قرظہ انصاریؓ کے فرزند تھے۔ حضرت قرظہ انصاریؓ کو اصحابِ رسولؐ میں ایک خاص مقام حاصل تھا۔ آپ جنگِ اُحد اور باقی تمام اسلامی جنگوں میں شریک رہے۔ خلیفہ ثانی کے دورِ حکومت میں ولایت رَے آپ کے ہاتھوں فتح ہوئی۔ ③

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد آپ کوفہ میں رہائش پذیر ہو گئے تھے۔ وہاں انھیں امیر کائنات حضرت علی علیہ السلام کی بارگاہ میں ایک خاص مقام حاصل تھا۔ جنگِ جمل، جنگِ صفین اور جنگِ نہروان میں حاضر ہو کر انھوں نے اپنی بہادری اور جانبازی کے خوب جوہر

---

① اللہوف: ص ۱۶۳؛ مثیر الاحزان: ص ۶۳؛ بحارالانوار: ج ۴۵، ص ۲۳؛ مقتل الحسینؑ خوارزمی: ج ۲، ص ۲۳۔ اس میں عمر بن خالد صیداوی کا ذکر ہے۔

② جمہرۃ انساب العرب: ص ۳۶۵؛ اس میں عمرو بن قرظہ بن کعب بن عمرو بن عامر بن زید مناۃ بن مالک خزرجی مذکور ہے۔ نسب معد میں بھی یہی کچھ مذکور ہے۔ نسب معد: ج ۱، ص ۳۰۷؛ انساب الاشراف: ج ۳، ص ۳۹۹؛ تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۱۲؛ ان دونوں میں عمرو بن قرظہ بن کعب انصاری ہے۔ الکامل فی التاریخ: ج ۲، ص ۵۹۵؛ مقتل الحسینؑ خوارزمی: ج ۲، ص ۲۲؛ اللہوف: ص ۱۶۲؛ مناقب ابن شہرآشوب: ج ۴، ص ۱۰۵؛ امالی شجری: ج ۱، ص ۱۷۲؛ حدائق الوردیہ: ج ۱، ص ۱۲۲؛ مثیر الاحزان: ص ۶۰؛ زیارت ناحیہ و زیارت رجبیہ۔

③ اسد الغابہ: ج ۴، ص ۳۸۰

دکھائے تھے۔ ①

حضرت قرظہ انصاریؓ کے دوسرے بیٹے کا نام علی تھا جو معرکہ کربلا میں عمر بن سعد کے ساتھ تھا۔ حضرت عمروؓ نے کربلا میں امام حسین علیہ السلام اور عمر بن سعد کے درمیان قاصد کے فرائض انجام دیئے تھے۔ امام علیہ السلام کو ابنِ سعد سے جو بھی گفت وشنید کرنا ہوتی یا کوئی پیغام دینا ہوتا تو انھی کو اپنا پیغام بر بنا کر بھیجتے۔

جب کربلا میں جنگ کا بازار گرم ہوا تو آپ نے شجاعت وشہامت اور جرأت وبسالت کے وہ جوہر دکھائے جسے زمانہ ہمیشہ یاد رکھے گا۔ حضرت سید ابنِ طاؤوسؒ اِن کے بارے میں رقم طراز ہیں:

"اس مجاہد ومبارز، جسور وغیور نے نصرتِ فرزندِ رسولؐ میں شوق واشتیاق اور عشق وجنون کی سرحدوں کو عبور کیا تاکہ اِس قیام ومقاومت سے روزِ جزا وہ مرتبہ ومقام حاصل ہو جو بے مثال ولازوال ہو۔ سلطانِ ارض وسماء کے حضور آتشِ عشقِ حسینیؑ سے اپنے قلب وجگر کو گرما کر میدانِ کارزار میں شمشیر شرربار کو کچھ اس طرح استعمال کیا کہ میدانِ جنگ دشمن کی لاشوں سے اَٹ گیا۔ اِس طرح اس عاشقِ رسولؐ نے جدال وقتال اور شدود وسداد کو ایک جگہ پر جمع کر کے دنیا کو دکھایا۔ جب فرزندِ رسولؐ کی طرف کوئی تیر آتا تو آپؓ اپنے ہاتھوں پر لیتے۔ جب تلوار کا وار ہوتا تو اُسے اپنے سینہ پر لیتے۔ امامؑ کی اِس طرح حفاظت کی کہ خود تو چُور چُور ہو گئے لیکن اپنے سید وسالار کو ہر قسم کے ضرر سے محفوظ رکھا"۔

جب یہ مجاہد زخموں سے نڈھال ہو گئے اور اُن کی روح پرواز کرنے کو تھی تو امام علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: فرزندِ رسولؐ! کیا میں نے حقِ وفا ادا کر دیا ہے؟

امام علیہ السلام نے جواب دیا: جی ہاں! تم جنت میں مجھ سے پہلے جاؤ گے۔ جب جنت میں

---

① الاصابہ، ج۵، ص۳۲۸؛ اسد الغابہ: ج۳، ص۳۸۰؛ استیعاب: ج۳، ص۳۶۵؛ وقعہ صفین: ص۱۱

جانا تو میرے نانا رسولؐ اللہ کو میرا اسلام کہنا اور اُن کو بتا دینا تھوڑی دیر بعد میں بھی اُن کے حضور آنے والا ہوں۔

جناب عمرو بن قرظہؓ نے شدت کے ساتھ جنگ کی اور دشمنوں کے ہاتھوں شہید ہو کر جنت نشین ہوئے۔

صحابی رسولؐ حضرت قرظہؓ کا ایک اور بیٹا بھی تھا کہ جس کا نام علی بن قرظہ تھا وہ بھی جنگِ کربلا میں موجود تھا لیکن وہ اپنے مجاہد و مبارز بھائی حضرت عمروؓ کے خلاف تھا۔ یہ فرزند رسولؐ کے ناصر و نصیر تھے اور علی یزید کا حامی و محامی تھا۔ حالانکہ یہ دونوں برادر ایک باپ اور ایک ماں کے بیٹے تھے۔ والدین نے اپنی زندگی رسولِؐ خدا کی خدمت میں صَرف کر دی تھی لیکن انھی کا ایک فرزند اُن کے عقائد و نظریات کا مخالف نکلا اور اس عداوت میں اتنا بڑھا کہ اپنے کردار و عمل سے جہنم کا ایندھن بنا۔ معرکہ کربلا میں یہ دونوں بھائی اپنے اپنے نظریہ کی وکالت و پرچار کرتے ہوئے ایک دوسرے کے خلاف معرکہ آراء تھے۔

جب حضرت عمروؓ کی شہادت ہوئی تو چیخ چیخ کر کہنے لگا: اے حسینؑ! (نعوذ باللہ) اے کذاب ابنِ کذاب! تو نے میرے بھائی کو گمراہ کیا ہے تو نے اُسے دھوکہ دیا ہے اور اُسے قتل کیا ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اللہ ربّ العزت نے تیرے بھائی کو گمراہ نہیں کیا ہے اُس نے تیرے بھائی کو ہدایت عطا کی ہے اور تجھے گمراہ کیا ہے۔

اُس نے پوری ڈھٹائی اور بے حیائی کے ساتھ کہا: اللہ مجھے قتل کرے اگر میں تمھیں قتل نہ کروں یا اس کاوش میں خود مر نہ جاؤں۔

یہ کہہ کر وہ امام علیہ السلام کی طرف حملہ کرنے کے لیے بڑھا۔ حضرت نافع بن ہلالؓ نے آگے بڑھ کر اسے روکا اور نیزے کے بھرپور وار سے اُسے واصلِ جہنم کر دیا۔

زیارت ناحیہ اور زیارتِ رجبیہ میں عمرو بن قرظہؓ کو خوبصورت الفاظ کے ساتھ یاد کیا گیا ہے۔ (عمرو بن قرظہ انصاریؓ پر سلام!)

تاریخ الطبری عن ابی مخنف عن عبدالرحمن بن جندب: خَرَجَ

عَمْرُو بنُ قَرَظَةَ الأَنصَارِي يُقَاتِلُ دُونَ حُسَيْنٍ علیہ السلام. وَهُوَ يَقُولُ:

قَدْ عَلِمَتْ كَتِيبَةُ الأَنْصَارِ أَنِّي سَأَحْمِي حَوزَةَ الذِّمَارِ

ضَرْبَ غُلَامٍ غَيْرِ نِكْسٍ شَارِي دُونَ حُسَيْنٍ مُهْجَتِي وَدَارِي

قَالَ أَبو مِخْنَفٍ عن ثَابِتِ بنِ هُبَيْرَةَ: فَقُتِلَ عَمْرُو بنُ قَرَظَةَ بنِ كَعبٍ وَكَانَ مَعَ الحُسَينِ علیہ السلام. وَكَانَ عَلِيٌّ أَخُوهُ مَعَ عُمَرَ بنِ سَعدٍ، فَنَادىٰ عَلِيُّ بنُ قَرَظَةَ: يَا حُسَينُ، يَا كَذَّاب ابن كذّاب أَضلَلْت أَخِي وغَرَرْتَهُ حَتّٰى قَتَلْتَهُ قَالَ: إِنَّ اللهَ لَمْ يُضِلَّ أَخَاكَ وَلٰكِنَّهُ هَدىٰ أَخَاكَ وَأَضَلَّكَ

قَالَ: قَتَلَنِيَ اللهُ إِن لَم أَقتُلكَ أَو أَمُوتَ دُونَكَ. فَحَمَلَ عَلَيهِ، فَاعتَرَضَهُ نَافِعُ بنُ هِلَالٍ المُرَادِيُّ فَطَعَنَهُ فَصَرَعَهُ. فَحَمَلَهُ أَصْحَابُهُ فَاستَنقَذُوهُ. فَدُووِيَ بَعدُ فَبَرَأَ

تاریخ طبری میں ابومخنف سے روایت ہے، اُس نے عبدالرحمٰن بن جندب سے سنا: اُس نے کہا کہ عمرو بن قرظہ انصاریؓ میدانِ جنگ کی طرف بڑھے تو یہ رجز پڑھا:

''جہاں جہاں انصار موجود ہیں وہ سب جانتے ہیں کہ مَیں حرم وحریم، عزّت وناموس کا محافظ ونگران ہوں کیونکہ ان کی حفاظت ضروری اور لازم ہوتی ہے۔ یہ جوان جو تم سے برسرِ پیکار ہے اس کی ضرب کسی کمزور و ضعیف کی ضرب نہیں ہے بلکہ اُس کی ضرب بہت بھاری ہے۔ میں اپنے سید وسردار حسینؑ ابنِ علیؑ پر اپنی روح اور جان، گھر اور مال قربان کروں گا لیکن اپنے آقا ومولاؑ کی حفاظت کروں گا''۔

ابومخنف نے نقل کیا ہے کہ میں نے ثابت بن ہُبیرہ سے سنا، اُس نے کہا: جب عمرو بن قرظہؓ بن کعبؓ امام حسین علیہ السلام کی نصرت میں شہید ہوئے تو اُن کا بھائی علی جو ابنِ سعد کی فوج میں تھا، اُس نے چیخنا چلّانا شروع کردیا: ''یا حسین یا کذاب ابنِ کذاب، تم نے میرے بھائی کو گمراہ کیا ہے اور

اُسے دھوکہ دیا ہے تم نے ہی اُسے قتل کیا ہے"۔

ادھر امام علیہ السلام نے جواب دیا: اللہ ربّ العزت نے تیرے بھائی کو گمراہ نہیں کیا ہے بلکہ اُسے ہدایت عطا کی ہے اور تجھے گمراہ کیا ہے۔

اس نے گستاخانہ لہجے میں کہا: اللہ مجھے قتل کرے اگر میں تمھیں قتل نہ کروں یا اس کوشش میں موت سے دوچار نہ ہو جاؤں۔ یہ کہہ کر وہ امام علیہ السلام کی طرف بڑھا کہ آپؑ پر حملہ کرے لیکن حضرت نافع بن ہلال المرادیؓ نے اُسے للکارا اور اُس پر نیزے سے حملہ کر دیا۔ وہ زخمی ہو کر گھوڑے سے گرا تو اس کے ساتھی بھاگ کر آئے اور اُس کو اُٹھا کر لے گئے اور اُس کا علاج معالجہ کیا گیا تو وہ صحت یاب ہو گیا اور موت سے بچ گیا"۔ [1]

اللہوف میں روایت ہے کہ عمرو بن قرظہ انصاریؓ حضرت امام حسین علیہ السلام کے پاس آئے اور اُنھوں نے آپؑ سے جنگ کرنے کی اجازت لی۔ امامؑ نے اُنھیں اجازت دی تو وہ میدانِ جنگ میں شیر کی طرح ہمہمہ کرتے ہوئے آئے اور نصرتِ فرزندِ رسولؐ میں شوق و اشتیاق اور عشق و جنون کی حدود کو عبور کیا تا کہ اس قیام و مقاومت سے اُنھیں وہ مقام و مرتبہ حاصل ہو جو بے مثال و لازوال ہو۔ سلطان ارض و سماء کے حضور آتش عشق حسینؑ سے اپنے قلب و جگر کو گرما کر میدانِ کارزار میں شمشیر شرر بار کو کچھ اس طرح استعمال کیا کہ میدان دشمن کی لاشوں سے بھر گیا۔ اس عاشق رسولؐ نے جدال و قتال اور شدود و شداد کو ایک جگہ پر جمع کر کے دُنیا کو دکھایا۔ جب سبطِ رسولؐ کی طرف تیر آتا تو اُسے اپنے ہاتھوں پر لیتے جب تلوار کا وار ہوتا تو اُسے اپنے سینہ پر لیتے۔ انھوں نے اپنے امامؑ کی اس طرح حفاظت کی کہ خود زخموں سے چُور چُور ہو گئے۔

امام علیہ السلام سے عرض کیا: اے فرزندِ رسولؐ! کیا میں نے اپنا حق ادا کر دیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں! تم مجھ سے پہلے جنت میں جاؤ گے۔ جب وہاں جانا تو میرے

---

[1] تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۳۳؛ انساب الاشراف: ج ۳، ص ۳۹۹؛ اس کتاب میں علی بن قرظہ کی جگہ زبیر بن قرظہ بن کعب مذکور ہے۔ الکامل فی التاریخ: ج ۲، ص ۵۶۵؛ مقتل الحسینؑ خوارزمی: ج ۲، ص ۲۲؛ المناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۱۰۵؛ بحار الانوار: ج ۴۵، ص ۲۲

نانا کو میرا اسلام کہنا اور آپؐ کو یہ بتانا کہ میں جلد آپؐ کے حضور پہنچنے والا ہوں۔

جناب عمرو بن قرظہؓ نے شدید جنگ کی اور آخر میں شہادت کی سعادت حاصل کر کے بارگاہِ خداوندی میں پہنچے۔ ①

مثیر الاحزان میں روایت ہے کہ عمرو بن قرظہؓ انصاری امام علیہ السلام سے جنگ کی اجازت لے کر ابنِ سعد کے لشکر کی طرف بڑھے تو رجز پڑھا کہ انصار کی جماعت خوب جانتی ہے کہ میں ایک ذمہ دار انسان ہوں۔ وہ چیز جس کی حفاظت واجب ہے میں اُس کی حفاظت پر مرمٹتا ہوں۔ یہ وہ جوان ہے جو دشمن پر بڑھ بڑھ کر حملے کرتا ہے اور اس کی ضربات میں قرار ہے فرار نہیں ہے۔ میں اپنے آقا و مولا کی نصرت اور حمایت کروں گا۔ اس میں مجھے اپنی جان کی پروا نہیں ہے۔ میری جان چلی جائے، میرا گھر غصب کرلیا جائے۔ تب بھی میں نے ہر صورت اہلِ بیتؑ رسولؐ کی حمایت کرنی ہے۔

جناب عمرو بن قرظہؓ انصاری کے رجز کے چوتھے مصرع میں "داری" کا لفظ موجود ہے۔ انھوں نے اِس سے عمر بن سعد کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اے عمر بن سعد! جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے تجھ سے صلح کی بات کی تھی تو تُو نے آپؑ کو جواب دیا تھا کہ ابنِ زیاد میرا گھر گرا دے گا۔

اے عمر بن سعد! مجھے دیکھ، فرزند علیؑ و بتولؑ پر میری جان، میرا گھر قربان تو اپنا گھر بچا۔

راوی کا بیان ہے کہ عمرو بن قرظہؓ نے پامردی اور استقامت کے ساتھ جنگ کی اور تلواروں، نیزوں کی دردناک اذیتوں کو برداشت کیا۔ جب تیر امامؑ کی طرف آتے تو یہ مجاہد انھیں اپنے سینہ پر لیتے اور حسینؑ بن علیؑ تک نہ جانے دیتے یہاں تک کہ زخموں سے نڈھال ہو گئے۔

انھوں نے امامؑ کی خدمت میں عرض کیا: کیا میں نے حق ادا کر دیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں تم نے بھرپور طریقے سے وفا کا مظاہرہ کیا ہے۔ بہشت بریں میں مجھ سے پہلے پہنچنے والے ہو۔

---

① اللھوف: ص ۱۶۲؛ بحار الانوار: ج ۴۵، ص ۲۲

جب وہاں میرے نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں جانا تو میرا سلام کہنا اور آپ کو میرا یہ پیغام دینا کہ میں جلد آپؐ کے حضور پہنچنے والا ہوں۔

عمرو بن قرظہؓ میدانِ جنگ میں جنگ کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ ①

حضرت مسلم بن عوسجہؓ

جناب مسلم بن عوسجہ اسدیؓ ② کی کنیت ابوحجل ③ ہے۔ قبیلہ بنی اسد کے چشم و چراغ ہیں۔ آپ قائم اللیل، صائم النہار، عالم علومِ قرآن اور مردِ میدان تھے۔ صدرِ اسلام میں آذربائیجان کی جنگ میں حضرت مسلمؓ شریک تھے۔ بعض علماء نے اِن کے بارے میں نقل کیا ہے کہ انھیں رسولِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت کا شرف حاصل ہے لیکن اس دعویٰ کی مضبوط اور معتمد دلیل موجود نہیں ہے۔ ④

آیت اللہ مامقانیؒ نے تنقیح المقال میں اِن کے بارے میں نقل کیا ہے:

حضرت مسلم بن عوسجہؓ کی جلالت قدر، عدالت، قوتِ ایمان، بے نظیر ورع و تقویٰ احاطہ تقریر و تحریر سے باہر ہے۔ آپ کا شمار امیرالمومنینؑ کے خاص اصحاب میں ہوتا تھا۔ آپؑ کے دورِ حکومت کی تمام جنگوں میں جناب مسلم بن عوسجہؓ شریک رہے تھے۔ سفیرِ امام حضرت مسلم بن عقیلؑ جب کوفہ تشریف لائے تو آپؓ اُن کے انقلابی اُمور کے معتمد و مصاحب خاص تھے۔ آپ لوگوں سے اُن کے لیے بیعت لیتے، علاوہ ازیں تمام اُموال کے انچارج بھی آپ تھے۔ آپ جمع شدہ مال سے اسلحہ اور ضروری آلاتِ حرب و ضرب خریدتے تھے۔ آپ کا شمار کوفہ کے اعیان و اشراف میں ہوتا تھا۔

---

① مثیر الاحزان: ص ۶۰

② تاریخ طبری: ج ۵، ص ۳۶۲؛ انساب الاشراف: ج ۱۱، ص ۱۸۱؛ جمہرۃ النسب: ص ۱۸۰؛ رجال طوسی: ص ۱۰۵؛ امالی شجری: ج ۱، ص ۱۷۲؛ حدائق الوردیہ: ج ۱، ص ۱۳۱

③ تاریخ العروس: ج ۱۳، ص ۹۹

④ تنقیح المقال: ج ۳، ص ۲۱۳۔ یہ موضوع عسقلانی اور ابن سعد سے نقل کیا گیا ہے لیکن معتبر مصادر میں اس کا ذکر نہیں ہے۔

جناب مسلم بن عوسجہؓ کوفہ کے انقلابی دفتر کے روحِ رواں تھے۔ اس دفتر کی تمام کارروائیاں مخفی صورت میں ہو رہی تھیں۔ نہایت رازداری سے کام چل رہا تھا۔ روز بروز بیعت کرنے والوں میں اضافہ ہو رہا تھا۔ ابنِ زیاد کوفہ میں داخل ہو چکا تھا۔ اُس کے آنے کا مقصد یہی تھا کہ کوفہ میں پیدا ہونے والی انقلابی سرگرمیوں کو طاقت کے ذریعے کچل دیا جائے۔ اُس نے ہر طرف کوفہ میں جاسوس پھیلا دیئے تھے۔ اسی سلسلے کی کڑی اُس کا اپنا غلام معقل تھا۔ وہ اس فن میں مہارتِ تامہ رکھتا تھا۔ اُس نے اپنے کام کے لیے مسجدِ کوفہ کا انتخاب کیا تھا۔ اُس نے وہیں اپنے تجربات کو سیڑھی بنا کر کوفی انقلاب کے آفس کے مرکزی آدمی جناب مسلم بن عوسجہؓ تک رسائی حاصل کی تھی۔ جناب مسلمؓ اُس کی مکاری و عیاری کو نہ سمجھ سکے۔ بہت جلد اس کے فریبی جال میں پھنس گئے۔ جس سے کوفہ کی نہضت اسلامیہ کو شدید نقصان پہنچا تھا۔ (تفصیلات کے لیے تیسری جلد کی طرف رجوع کریں)

جب حضرت ہانیؓ کی گرفتاری ہوئی تو ابنِ زیاد کے قصر کی طرف پیش قدمی کی گئی تو اس مہم کے سالاروں میں سے ایک سالار حضرت مسلم بن عوسجہؓ تھے۔ حضرت مسلمؑ بن عقیلؑ کی شہادت کے بعد جناب مسلم بن عوسجہؓ کربلا پہنچے اور وہیں اپنی شہادت تک امام حسین علیہ السلام کے ساتھ رہ گئے۔ انھیں فرزندِ رسولؐ کی ذات والا صفات سے عشق تھا۔ شبِ عاشور جب امامؑ نے اپنے اصحاب کو واپس جانے کی اجازت دی تھی تو جنابِ مسلمؓ نے جو گفتگو کی تھی اُس سے اُن کے ایمانِ راسخ اور اہلِ بیتؑ سے عمیق محبت کا علم ہوتا ہے۔ کتبِ مقاتل کے مطابق کربلا کے پہلے شہید حضرت مسلم بن عوسجہؓ ہیں۔ آپ کی زندگی کا آخری وقت تھا روح ربّ العالمین کی بارگاہ کی طرف پرواز کے لیے اُڑان بھرنے والی تھی کہ آپ نے اپنے جگری اور ایمانی دوست حضرت حبیبؓ سے وصیت کی تھی۔ اے حبیبؓ! میں تمھیں ان کی نصرت کی وصیت کرتا ہوں۔

آپ نے یہ بات اشاروں کے ساتھ کی تھی۔ اِن کا نام زیارتِ رجبیہ میں مذکورہ ہے اور زیارتِ ناحیہ مقدسہ میں انھیں جو خطاب کیا گیا ہے وہ درج ذیل ہے:

السَّلَامُ عَلَى مُسْلِمِ بْنِ عَوْسَجَةَ الْأَسَدِيِّ . الْقَائِلِ لِلْحُسَيْنِ
وَقَدْ أَذِنَ لَهُ فِي الِانْصِرَافِ - أَنَحْنُ نُخَلِّي عَنْكَ؛ وَبِمَ نَعْتَذِرُ

عِندَاللهِ مِن أَدَاءِ حَقِّكَ، لَا وَاللهِ حَتَّىٰ أَكسِرَ فِي صُدُورِهِم رُمحِي هٰذَا . وَأَضرِبَهُم بِسَيفِي مَا ثَبَتَ قَائِمُهُ فِي يَدِي . وَلَا أُفَارِقُكَ وَلَو لَم يَكُن مَعِي سِلَاحٌ أُقَاتِلُهُم بِهِ لَقَذَفتُهُم بِالحِجَارَةِ. وَلَم أُفَارِقكَ حَتَّىٰ أَمُوتَ مَعَكَ وَكُنتَ أَوَّلَ مَن شَرىٰ نَفسَهُ وَأَوَّلُ شَهِيدٍ مِن شُهَدَاءِ اللهِ قَضىٰ نَحبَهُ .فَفُزتَ .وَرَبِّ الكَعبَةِ .شَكَرَ اللهُ استِقدَامَكَ وَمُوَاسَاتَكَ إِمَامَكَ .إِذ مَشىٰ إِلَيكَ وَأَنتَ صَرِيعٌ . فَقَالَ: يَرحَمُكَ اللهُ يَامُسلِمَ بنَ عَوسَجَةَ .وَقَرَأَ: فَمِنهُم مَن قَضىٰ نَحبَهُ وَمِنهُم مَن يَنتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبدِيلًا . لَعَنَ اللهُ المُشتَرِكِينَ فِي قَتلِكَ : عَبدَاللهِ الضَّبَابِيَّ .وَعَبدَاللهِ بنَ خُشكَارَةَ البَجَلِيَّ

"مسلم بن عوسجہؓ پر سلام، جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے فرمایا تھا کہ وہ واپس چلے جائیں اور اپنی جانیں بچا لیں تو اُس وقت اس مجاہد نے کہا تھا: کیا ہم آپؑ کو چھوڑ کر چلے جائیں اور آپؑ دشمن کے حصار میں اکیلے رہ جائیں۔ ہم بارگاہِ خداوندی میں آپؑ کے حق کے بارے میں کیا عذر پیش کریں گے کہ ہم نے کس لیے آپؑ سے انحراف و اعراض کیا تھا؟ نہیں، واللہ! ایسا نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ میں اپنا یہ نیزہ ان دشمنوں کے سینوں میں توڑوں گا اور جب تک تلوار میرے ہاتھ میں رہے گی میں اِن سے جنگ کرتا رہوں گا۔ میں کسی صورت میں آپؑ سے جدا نہیں ہوں گا مگر دورانِ جنگ میرے پاس اسلحہ نہ رہے تو پھر بھی میں اِن لوگوں سے جنگ کرتا رہوں گا۔ انھیں پتھر مار مار کر موت کے گھاٹ اُتاروں گا۔ یہاں تک کہ آپؑ کے قدموں میں اپنی جان دے دوں گا۔ اے مجاہد و مبارز میدانِ کربلا میں سب سے پہلے جامِ شہادت تم نے نوش کیا تھا۔ تمام شہداء میں پہلے شہید ہو کہ تم نے اپنے وعدہ پورا کیا۔ ربِّ کعبہ

کی قسم! کامیابی و کامرانی نے تمھارے قدم چومے۔ خداوند تعالیٰ تمھاری آمد اور فرزند رسولؐ کی ہمدردی پر تمھاری قدردانی کرے۔ جب آپؓ میدان میں زخمی ہو کر گرے تھے تو امام آپؓ کے پاس آئے تھے اور فرمایا تھا: اے مسلم بن عوسجہؓ کچھ وہ ہیں جنھوں نے اپنا فریضہ پورا کر دیا اور کچھ وہ ہیں جو انتظار کر رہے ہیں اور ان میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔ خداوند متعال عبداللہ ضبابی، عبداللہ بن خشکارہ بجلی اور مسلم بن عبداللہ ضبابی پر لعنت کرے جنھوں نے آپ کے قتل میں شرکت کی تھی"۔

تاریخ طبری میں زُبیدی سے روایت ہے کہ عمرو بن حجاج نے ابنِ سعد کی فوج کے میمنہ سے فرات کے کنارے حسینی لشکر پر حملہ کیا۔ کچھ لمحات کے لیے جنگ جاری رہی۔ انصارِ حسینؑ میں مسلم بن عوسجہؓ سب سے پہلے زخمی ہو کر گرے۔ جب عمرو بن حجاج حملہ کر کے واپس اپنی فوج کی طرف پلٹا اور جنگ کا غبار چھٹا تو دیکھا کہ مسلم بن عوسجہؓ زمین پر پڑے ہیں۔ امام فوراً اُن کے پاس آئے۔ ابھی اِن میں رمقِ جان باقی تھی۔ آپؑ نے کہا: مسلم بن عوسجہؓ! خدا تم پر رحم کرے۔ (مجاہدین میں سے کسی نے اپنی جان فدا کر دی کوئی انتظار کر رہا ہے اور اُن میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی)۔

حبیب بن مظاہرؓ اُن کے قریب ہوئے اور اُن سے کہا: اے ابنِ عوسجہؓ! تمھارے قتل ہونے کا مجھے بڑا قلق ہے۔ تمھیں بہشت مبارک ہو۔

مسلمؓ نے بہت آہستہ سے جواب دیا: خدا تمھیں بھی خیر و خوبی مبارک کرے۔

حبیبؓ نے کہا: میں جانتا ہوں کہ میں تمھارے پیچھے پیچھے آ رہا ہوں، ورنہ تم سے یہ وصیت کرنے کی بات ضرور کرتا، کیونکہ ایک ہی خاندان ہے دوسرا ایمانی رشتہ ہے اس لیے مجھ پر واجب تھا کہ آپ کی وصیت کو انجام دوں۔

مسلمؓ نے امامؑ کی طرف ہاتھ اُٹھا کر کہا: بس اِن کے باب میں مَیں تم سے وصیت کرتا ہوں کہ اِن پر اپنی جان فدا کر دینا۔

حبیبؓ نے کہا: واللہ! میں ایسا ہی کروں گا۔

جوں ہی مسلم بن عوسجہؓ کی روح نے مفارقت کی تو اُن کی کنیز اُن کا نام لے کر بین کرنے لگی۔ اِدھر عمرو بن حجاج کے لشکر میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور وہ شور مچانے لگے کہ اُنھوں نے مسلم بن عوسجہؓ کو قتل کر دیا ہے۔ شبث بن ربعی جہاں کھڑا تھا اپنے قریب کھڑے لوگوں سے کہا: ارے تمھیں موت آجائے اپنے عزیزوں کو اپنے ہاتھوں سے قتل کرتے ہو، اغیار کے سامنے خود کو ذلیل و رُسوا کرتے ہو۔ مسلم بن عوسجہؓ جیسے شخص کو قتل کر کے فتح کا جشن مناتے ہو۔ واللہ! میں نے اسلام کے بڑے بڑے معرکوں میں اُنھیں بڑی شان سے دیکھا ہے۔ آذر بائیجان کی جنگ میں مَیں نے اُنھیں دیکھا کہ ابھی اسلامی فوج کی صف بندی بھی نہیں ہوئی تھی کہ اُنھوں نے چھے کافروں کو قتل کر دیا تھا۔ بھلا ایسا شخص تم سے قتل ہو جائے اور تم خوشی مناؤ، افسوس ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ حضرت مسلم بن عوسجہؓ کو مسلم بن عبداللہ ذبابی اور عبدالرحمٰن بن ابی خشکارہ بجلی نے شہید کیا تھا۔[1]

الملھوف میں روایت ہے کہ مسلم بن عوسجہؓ میدانِ قتال کی طرف بڑھے اور یزیدی فوج سے شدید جنگ کی۔ دورانِ جنگ اُنھیں بہت زیادہ زخم آئے۔ زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے زمین پر گرے۔ ابھی اُن میں رمقِ جان باقی تھی کہ خود امام حسین علیہ السلام اُن کے پاس پہنچے۔ امامؑ کے ساتھ اُس وقت حبیب بن مظاہرؓ بھی تھے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے مسلمؓ! اللہ آپ پر رحمت نازل فرمائے (پس اُن میں سے کچھ وہ ہیں کہ جنھوں نے اپنا وعدہ پورا کر دیا ہے اور کچھ انتظار میں ہیں۔ انھوں نے اپنے ارادوں کو نہیں بدلا)۔ حبیبؓ اُن کے قریب ہوئے اور کہا: واللہ! اے مسلمؓ! تمھارے قتل ہونے کا مجھے بڑا دُکھ ہے، تمھیں جنت مبارک ہو"۔

مسلمؓ نے بہت آہستہ سے جواب دیا: خدا تمھیں بھی خیر و خوبی کی جزا عطا کرے۔

حبیبؓ نے اُنھیں کہا: میں جانتا ہوں کہ میں تمھارے پیچھے پیچھے آنے والا ہوں ورنہ تم

---

[1] تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۳۵؛ الکامل فی التاریخ: ج ۲، ص ۵۶۵؛ مقتل الحسینؑ خوارزمی: ج ۲، ص ۱۵؛ ارشاد: ج ۲، ص ۱۰۳؛ امالی شجری: ج ۱، ص ۱۷۲؛ بحار الانوار: ج ۴۵، ص ۱۹؛ انساب الاشراف: ج ۳، ص ۴۰۶

سے وصیت کے بارے میں سوال کرتا کہ وصیت کروں تا کہ میں اُسے انجام دوں۔

مسلمؓ نے انھیں امامؑ کی طرف اشارہ کیا اور کہا: میں تمھیں اِن کے بارے میں وصیت کرتا ہوں کہ ان پر اپنی جان قربان کرنا۔

حبیبؓ نے کہا: واللہ! میں ایسا ہی کروں گا۔ اِس کے بعد وہ جنت الفردوس میں پہنچ گئے۔ ①

المناقب لابن شهر آشوب: بَرَزَ مُسلِمُ بنُ عَوسَجَةَ مُرتَجِزًا:

إن تَسأَلُوا عَنِّي فَإِنِّي ذُو لِبَدٍ ... مِن فَرعِ قَومٍ في ذُرى بَني أَسَدٍ

فَمَن بَغانا حائِدٌ عَنِ الرَّشَدِ ... وَكافِرٌ بِدِينِ جَبّارٍ صَمَدٍ

فَقاتَلَ حَتّى قَتَلَهُ مُسلِمٌ الضَّبابِيُّ وَعَبدُ الرَّحمنِ البَجَلِيُّ

المناقب ابنِ شہرآشوب میں روایت ہے کہ مسلم بن عوسجہؓ رجز پڑھتے ہوئے میدان کی طرف بڑھے:

"اگر تم کسی سے میرے بارے میں پوچھو تو میں شیر بیشۂ شجاعت ہوں، صاحبِ شجاعت و بسالت ہوں، بنی اسد کی شاخ ہوں، جو ہم سے بغاوت کرے گا وہ ہدایت سے دُور رہے گا اور وہ دینِ خدا کا منکر و انکاری ہے"۔

آپ نے کافی دیر تک جنگ کی۔ آخر مسلم ضبابی اور عبدالرحمٰن بجلی کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ ②

جواہر المطالب میں روایت ہے کہ ابنِ سعد اور اُس کی فوج نے لشکرِ حسینؑ پر ہر طرف سے حملہ کر دیا۔ اصحابِ حسینؑ میں سب سے پہلے جو فرد شہید ہوئے تھے وہ مسلم بن عوسجہؓ تھے۔ شمر نے امام علیہ السلام پر حملہ کیا۔ اس کے ساتھ جو لوگ تھے اُنھوں نے بھی امامؑ اور آپؑ کے اصحاب پر حملہ کر دیا۔

حسینیؑ اصحاب نے دشمن کا ڈٹ کر مقابلہ کیا، اُن سے شدید جنگ کی، جدھر سے وہ حملہ

---

① الملہوف: ص ۱۳۱؛ مثیر الاحزان: ص ۶۳؛ البدایۃ والنہایۃ: ج ۸، ص ۱۸۲

② مناقب ابن شہرآشوب: ج ۴، ص ۱۰۲؛ الفتوح: ج ۵، ص ۱۰۵؛ مقتل الحسین خوارزمی: ج ۲، ص ۱۳

آور ہوتے یزیدی فوج بھاگ جاتی تھی۔ یزیدی فوج نے جب اپنی یہ حالت دیکھی تو حسینی لشکر پر تیر بارانی شروع کر دی۔ اس طرح دشمن نے انصارِ حسینؑ کے تمام گھوڑے قتل کر ڈالے تو یہ سب پیادے ہو کر رہ گئے۔ دشمنوں نے اُن کے خیام کا رُخ کیا اور اُنھیں جلا ڈالا۔ (۱)

فاضل بسطامی نے "تحفۂ حسینیہ" میں عجیب روایت نقل کی ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام کے کربلا میں ورُود کی خبر اہلِ کوفہ تک پہنچی کہ ابنِ زیاد کا لشکر آپؑ سے جنگ کرنے کے لیے روانہ ہے حضرت حبیب بن مظاہرؓ بازارِ کوفہ میں تھے کہ وہاں اُن کی ملاقات حضرت مسلم بن عوسجہؓ سے ہوئی جو عطار کی دکان سے مہندی خریدنے کے لیے آئے تھے۔

حضرت حبیبؓ نے اُن سے کہا کہ آپ کو علم نہیں ہے کہ کربلا میں فرزندِ رسول آچکے ہیں؟ جلدی کیجیے تاکہ کربلا کی طرف چلیں۔ (۲)

یہ مقامِ غور ہے حضرت مسلم بن عقیلؑ کو ۹ ذی الحجہ ۶۰ھ کو کوفہ میں شہید کر دیا گیا تھا۔ اُن کے بعد انقلابِ کوفہ کے انقلابیوں کی گرفتاری کا اعلان کر دیا تھا۔ جنابِ ہانیؓ، جناب عبدالاعلیٰ کلبیؓ، جناب عمارہ بن صلخب جیسے انقلابی گرفتار ہو گئے تھے جو بعد میں قتل کر دیے گئے۔ باقی اس تحریک کے سرکردہ افراد روپوش ہو گئے تھے۔ اِدھر جناب قیس بن مسہر صیداویؓ گرفتار ہو کر کوفہ آجاتے ہیں۔ اُنھوں نے اپنی شہادت سے پہلے مسجدِ کوفہ میں اعلان کر دیا تھا کہ امام علیہ السلام منزلِ حاجر سے کوفہ کی طرف رواں دواں ہیں۔ امام علیہ السلام دو محرم ۶۱ ہجری کو کربلا میں وارد ہو جاتے ہیں۔ ابنِ زیاد نے کوفہ کو اپنی سخت ترین گرفت میں لے لیا تھا۔ سیاسی حالات جب اس قدر خونچکاں تھے اور گورنمنٹ کو جو مطلوب لوگ تھے کیا وہ اس طرح بازار میں آمد و رفت رکھتے ہیں جس طرح حضرت حبیبؓ اور حضرت مسلم بن عوسجہؓ آزادانہ گھوم پھر رہے تھے؟ انھیں اپنے امامؑ کے حالات کا علم نہیں تھا کہ آپؑ کن حالات سے گزر رہے تھے۔ اس لیے مذکورہ روایت سند کے اعتبار سے صحیح نہیں ہے۔ (اضافۃ من المترجم)

---

(۱) جواہر المطالب: ج ۲، ص ۲۸۶؛ اخبار الاول و آثار الاول: ج ۱، ص ۳۲۲

(۲) فرسان الہیجاء: ج ۲، ص ۱۱۹؛ وقائع الایام خیابانی: ص ۲۶۲

حضرت نافع بن ہلالؓ

جناب نافع بن ہلالؓ ① کے نام میں تو کوئی اختلاف نہیں ہے البتہ آپ کے لقب میں اختلاف ہے جیسے: الجملی، البجلی، المرادی، البجلی المرادی۔

آپ کا شمار حضرت امام علی علیہ السلام کے مشہور و معروف اصحاب میں ہوتا ہے۔ ② معرکۂ کربلا میں آپ کا ایک مثالی کردار ہے جو تا قیامِ قیامت یاد رکھا جائے گا۔ ③

یہاں ایک وضاحت کرنا ضروری ہے کہ میدانِ کربلا میں ہلال بن نافع نامی شخص عمر بن سعد کے لشکر میں موجود تھا۔ وہ معرکہ کربلا کا راوی ہے۔ ④ بعض اوقات اشتباہ ہو جاتا ہے کہ راوی نافع بن ہلال ہے یا ہلال بن نافع ہے۔ نافع بن ہلالؓ اور ہیں اور ہلال بن نافع اور ہے۔ ⑤ ہلال بن نافع عمر بن سعد کی فوج کا ایک سپاہی تھا۔

منزلِ عذیب الہجانات میں جو چار آدمی امام علیہ السلام کے لشکر سے ملحق ہوئے تھے اُن میں سے ایک نافع بن ہلالؓ تھے۔ فرزندِ رسول کا وہ معروف و مشہور خطبہ جس میں آپؑ نے اپنے اصحاب سے خطاب کیا تھا جس کے آخری الفاظ یہ ہیں:

فَإِنِّي لَا أَرَى الْمَوْتَ إِلَّا شَهَادَةً . وَلَا الْحَيَاةَ مَعَ الظَّالِمِينَ إِلَّا بَرَمًا

---

① انساب الاشراف: ج ۳، ص ۲۰۳؛ اخبار الطوال: ص ۲۵۵؛ ارشاد: ج ۲، ص ۱۰۳؛ زیارتِ رجبیہ کی طرف رجوع کریں۔

② امالی شجری: ج ۱، ص ۱۷۲؛ حدائق الوردیہ: ج ۱، ص ۱۲۲

③ رجال طوسی: ص ۱۰۶

④ الملہوف: ص ۱۷۷

⑤ قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ الفتوح اور اُس کے تابعین نے اُس کا نام "ہلال" بتایا ہے۔ انھوں نے کہا: ہلال بن رافع بجلی۔ الفتوح: ج ۵، ص ۱۰۹؛ مقتل الحسینؑ خوارزمی: ج ۱، ص ۲۳۶؛ مثیر الاحزان: ص ۴۳؛ ان دونوں میں ہلال بن نافع البجلی ہے۔ الملہوف: ص ۱۳۸، اس میں ہلال بن نافع بجلی ہے۔ امالی صدوق: ص ۲۲۵؛ روضۃ الواعظین: ص ۲۰۷؛ بحار الانوار: ج ۴۴، ص ۳۲۱؛ ان آخری تین مصادر میں ہلال بن حجاج ہے۔ بحار کی ج ۴۵، ص ۷، ۲ اور ج ۴۴، ص ۳۸۱، ان میں ہلال بن نافع بجلی ہے۔

"میں جانبازی اور شجاعت کی موت کو ایک سعادت سمجھتا ہوں اور ان ظالموں کے ساتھ زندگی بسر کرنا میرے نزدیک ذلت اور حقارت ہے"۔

حضرت زُہیر بن قین کے بعد حضرت نافع بن ہلال کھڑے ہوئے اور عرض کیا:

وَاللہِ مَا كَرِهْنَا لِقَاءَ رَبِّنَا. وَ اِنَّا عَلٰى نِيَّاتِنَا وَبَصَائِرِنَا. نوالی مَن وَالَاكَ والعادِي مَن عَادَاكَ

"بخدا ہم قضا و قدر سے ڈرنے والے نہیں ہیں اور نہ موت سے جی چراتے ہیں، اپنے ارادہ و عقیدہ اور بصائر و نیات سے آپ کے ساتھ ہیں، جو آپ سے محبت کرے گا ہم بھی اُس سے محبت کریں گے اور جو آپ سے جنگ کرے گا ہماری تلواریں بھی اُس کا سر اُڑانے کو بے نیام ہو جائیں گی"۔

عاشورا محرم میں جب حضرت امام حسین علیہ السلام اور آپ کے اہل بیت اور اصحاب پر پانی بند ہوا تو حضرت نافع بن ہلال اپنے اصحاب کے ہمراہ دشمن سے جنگ کر کے متعدد مرتبہ خیام میں پانی لائے تھے۔

جب عمرو بن قرظہ شہید ہوئے تو اُس کا بھائی علی بن قرظہ اُن کا انتقام لینے کے لیے فرزند رسول کی طرف بڑھا تھا وہ امام پر حملہ کرنے ہی والا تھا کہ جناب نافع نے اُسے نیزہ مار کر گھوڑے سے گرا دیا تھا۔ وہ شدید زخمی ہوا۔ اُس کے ساتھی فوراً آئے اور اُٹھا کر لے گئے۔

حضرت نافع ایک ماہر تیر انداز تھے۔ اس فن میں آپ کو مہارتِ تامہ حاصل تھی۔ یوم عاشورا آپ نے بارہ یزیدیوں کو اپنے تیروں سے موت سے دوچار کیا تھا اور دوسرے بہت سے لوگوں کو زخمی کیا تھا۔ جب آپ کا تیروں کا خزانہ ختم ہوا تو تلوار کھینچ کر دشمن کی صفوں پر حملہ کر دیا اور اُس وقت یہ رجز پڑھا:

اَنَا الْغُلَامُ الْيَمَنِيُّ الْجَمَلِيُّ
دِيْنِيْ عَلٰى دِيْنِ حُسَيْنٍ وَعَلِيٍّ

"میں یمنی اور جملی نوجوان ہوں۔ سن لو! میرے ایمان و ایقان کے مرکز و محور حسین اور علی ہیں"۔

اس مردِ مجاہد نے شجاعت و شہامت کے خوب جوہر دکھائے لیکن اس دوران آپ کے دونوں بازو ٹوٹ گئے جس کی وجہ سے مزید جنگ نہ کر سکے۔ دشمن نے آپ کو گرفتار کر لیا اور اُنھیں عمر بن سعد کے پاس لے گئے۔ اُس وقت آپ کی داڑھی پر خون جاری تھا۔ پھر بھی کمالِ جرأت کے ساتھ اپنے دشمن سے خطاب کیا:

وَاللهِ لَقَدْ قَتَلْتُ مِنْكُمْ اِثْنَي عَشَرَ سِوَى مَنْ جَرَحْتُ، وَمَا اَلُوْمُ نَفْسِي عَلَى الْجُهْدِ وَلَوْ بَقِيَتْ لِيْ عَضُدٌ وَسَاعِدٌ مَا اَسَرْتُمُوْنِيْ

"واللہ! میں نے تمھارے بارہ آدمیوں کو قتل کیا ہے جنھیں زخمی کیا ہے وہ ان کے علاوہ ہیں۔ میں اپنے اس عمل و جہد پر ذرا برابر پشیمان نہیں ہوں۔ اگر میرے دست و بازو سلامت رہتے تو تم مجھے اسیر نہ کر سکتے"۔

عمر بن سعد نے شمر کو حکم دیا کہ انھیں قتل کرے۔ حضرت نافعؓ نے اپنی زندگی کے آخری لمحات میں شمر سے کہا:

اَمَا وَاللهِ اَنْ لَوْ كُنْتَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ لَعَظُمَ عَلَيْكَ اَنْ تَلْقَى اللهَ بِدِمَائِنَا. فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ جَعَلَ مَنَايَانَا عَلٰى يَدَيْ شِرَارِ خَلْقِهٖ

"واللہ! اگر تو مسلمان ہوتا تو ہم لوگوں کا خون گردن پر لے کر خدا کے سامنے جانا تجھے شاق ہوتا۔ اللہ ربّ العزت کا شکر ہے کہ جو لوگ بدترین خلائق ہیں اُن کے ہاتھوں ہماری موت اُس نے مقدر کی"۔

زیارتِ ناحیہ مقدسہ اور زیارتِ رجبیہ میں انھیں خوبصورت الفاظ کے ساتھ خراجِ تحسین پیش کیا گیا ہے:

اَلسَّلَامُ عَلٰى نَافِعِ بْنِ هِلَالِ بْنِ نَافِعِ الْبَجَلِيِّ الْمُرَادِيِّ

"نافع بن ہلال بن نافع بجلی مرادیؓ پر سلام"۔

تاریخ الطبری عن یحییٰ بن ھانی بن عروہ: اِنَّ نَافِعَ بْنَ هِلَالٍ كَانَ يُقَاتِلُ يَوْمَئِذٍ وَهُوَ يَقُوْلُ:

أَنَا الْجَمَلِيُّ أَنَا عَلَى دِيْنِ عَلِيٍّ

قَالَ: فَخَرَجَ إِلَيْهِ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ مُزَاحِمُ بْنُ حُرَيْثٍ، فَقَالَ: أَنَا عَلَى دِيْنِ عُثْمَانَ فَقَالَ لَهُ: أَنْتَ عَلَى دِيْنِ شَيْطَانٍ، ثُمَّ حَمَلَ عَلَيْهِ فَقَتَلَهُ

تاریخ طبری میں یحییٰ بن ہانی بن عروہ سے روایت ہے کہ یوم عاشوراء نافع بن ہلال جنگ کر رہے تھے اور رجز پڑھ رہے تھے: ''میں جملی ہوں اور امام علی بن ابی طالبؑ کی سیرت کا سالک ہوں''۔

راوی کہتا ہے کہ اُن کی طرف مزاحم بن حریث بڑھا۔ اُس نے کہا: اگر تم علیؑ کی سیرت کے پیرو ہو تو سنو میں اُن کا مخالف ہوں۔

آپ نے کہا: ہاں تو شیطان کا پیروکار ہے۔ آپ اُس پر برقِ خاطف بن کر گرے اور اُسے قتل کر دیا۔ ①

مقتل الحسینؑ خوارزمی میں روایت ہے کہ مسلم بن عوسجہؓ کے بعد نافع بن ہلالؓ جملی میدانِ جنگ کی طرف بڑھے اُس وقت اُن کی زبان پر یہ رجز تھا:

أَنَا عَلَى دِيْنِ عَلِيٍّ اِبْنُ هِلَالِ الْجَمَلِيُّ

أَضْرِبُكُمْ بِمُنْصَلِيْ تَحْتَ عَجَاجِ الْقَسْطَلِ

''دُنیا سن لے میں علی بن ابی طالبؑ کا غلام اور آپ کے فرمودات کے مطابق زندگی بسر کرنے والا ہوں۔ میں ہلال جملی کا سپوت ہوں۔ ہنگامہ خیز گرد و غبار میں تم پر اپنی تیز و تند تلوار کے ساتھ تابڑ توڑ حملے کروں گا''۔

نافعؓ کی طرف بنی قطیعہ کا ایک فرد بڑھا، اُس نے کہا: میں فلاں کے دین پر ہوں۔ آپ نے کہا: نہیں تم اُس کے دین پر نہیں ہو بلکہ شیطان کے دین پر ہو۔

نافع نے عقابی حملہ کیا اور اُسے چشم زدن میں ڈھیر کر دیا۔ پھر نافعؓ اور مسلمؓ بن عوسجہ

① تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۳۵؛ الکامل فی التاریخ: ج ۲، ص ۵۶۵؛ ارشاد: ج ۲، ص ۱۰۳؛ اعلام الوریٰ: ج ۱، ص ۴۶۳؛ مثیر الاحزان: ص ۶۰؛ بحار الانوار: ج ۴۵، ص ۱۳

عمر بن سعد کے میمنہ پر حملہ آور ہوئے۔ (۱)

انساب الاشراف میں روایت ہے کہ نافع بن ہلالؓ نے اپنے تیروں کے سوفاروں پر اپنا نام لکھ کر اُن سے اپنے دشمنوں کو نشانہ بنایا اور اُس وقت رجز پڑھا جس کا ترجمہ یہ ہے:

"میں اِن تیروں سے تمھیں نشانہ بنا رہا ہوں جن پر میرا نام لکھا ہوا ہے۔
جب یہ جسم میں پیوست ہوتے ہیں تو پھر اُس جسم کی خیر نہیں ہوتی۔ اس سے
گھبرانے کا کوئی فائدہ نہیں ہے"۔

آپ نے عمر بن سعد کے بارہ آدمیوں کو قتل کیا۔ اُس کے بعد اُن کے کندھوں کو توڑ دیا گیا اور گرفتار کرلیا۔ شمر نے آپ کو شہید کر دیا۔ (۲)

تاریخ طبری میں محمد بن قیس سے روایت ہے کہ نافع بن ہلالؓ نے تیروں کے سوفاروں پر اپنا نام لکھا، وہ زہر میں بجھے ہوئے تیر لگاتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے: مَیں جملی ہوں اور میرے رہبر و قائد علیؑ بن ابی طالبؑ ہیں۔ انھوں نے ابنِ سعد کی فوج کے بارہ لوگوں کو قتل کیا اور کچھ کو زخمی بھی کیا۔ دشمن کی فوج نے انھیں گھیر لیا۔ اُن کے پے دَر پے حملوں کی وجہ سے ان کے دونوں بازو ٹوٹ گئے۔ ابنِ سعد کی فوج نے انھیں زندہ گرفتار کرلیا۔ شمر اور اُس کے ساتھی اُنھیں دھکیلتے ہوئے ابنِ سعد کے پاس لے گئے۔ ابنِ سعد نے اِن سے کہا: اے نافع! تم نے اپنی جان کے ساتھ ایسی بُرائی کیوں کی؟

نافعؓ نے کہا: میرے ارادے کا حال میرا خدا خوب جانتا ہے۔ اُس وقت اُن کی داڑھی پر خون جاری تھا اور کہہ رہے تھے: میں نے زخموں کے علاوہ تمھارے بارہ افراد کو قتل کیا ہے۔ اس کاوش پر مَیں پشیمان و پریشان نہیں ہوں۔ اگر میرے دست و بازو نہ ٹوٹتے تو تم مجھے گرفتار نہ کرسکتے۔

شمر نے ابنِ سعد سے کہا: خدا تمھارا بھلا کرے اسے قتل کردو۔

---

(۱) مقتل الحسین خوارزمی: ج ۲، ص ۱۳

(۲) انساب الاشراف: ج ۳، ص ۲۰۳؛ امالی صدوق: ص ۲۲۵؛ روضۃ الواعظین: ص ۲۰۷؛ بحارالانوار: ج ۴۴، ص ۳۲۱

ابنِ سعد نے کہا: تو ہی اسے میرے پاس لایا ہے قتل کرنا چاہتا ہے تو تو ہی اسے قتل کر۔ شمر نے تلوار کھینچی تو نافع نے کہا: واللہ! اگر تو مسلمان ہوتا تو ہم لوگوں کا خون اپنی گردن پر لے کر خدا کے سامنے جانا تجھے شاق ہوتا۔ شکر ہے خدا کا کہ اس نے جو بدترین خلائق ہیں اُن کے ہاتھوں ہماری موت مقدر کی۔ اس کے بعد شمر نے انھیں قتل کر دیا۔ ①

مقتل الحسین للخوارزمی: خَرَجَ..... نَافِعُ بنُ هِلَالٍ الجَمَلِيُّ وَقِيلَ هِلَالُ بن نَافِعٍ. وَجَعَلَ يَرمِيهِم بِالسِّهَامِ فَلَا يُخطِئُ. وَكَانَ خَاضِبًا يَدَهُ وَكَانَ يَرمِي وَيَقُولُ:

أرمِي بِهَا مُعَلَّمَةً أفوَاقُهَا ۔۔۔ وَالنَّفسُ لَا يَنفَعُهَا إشفَاقُهَا
مَسمُومَةً تَجرِي بِهَا أخفَاقُهَا ۔۔۔ لَتَملَأَنَّ أرضَهَا رِشَاقُهَا

فَلَم يَزَل يَرمِيهِم حَتَّى سِهَامُهُ. ثُمَّ ضَرَبَ إلَى قَائِمِ سَيفِهِ فَاستَلَّهُ. وَحَمَلَ وَهُوَ يَقُولُ:

أَنَا الغُلَامُ اليَمَنِيُّ الجَمَلِي ۔۔۔ دِينِي عَلَى دِينِ حُسَينٍ وَعَلِي
إن أُقتَلِ اليَومَ فَهٰذَا أَمَلِي ۔۔۔ وَذَاكَ رَأيِي وَالاقِي عَمَلِي

فَقَتَلَ ثَلَاثَةَ عَشَرَ رَجُلًا حَتَّى كَسَرَ القَومُ وَأخَذُوهُ أسِيرًا. فَقَامَ شِمرُ بنُ ذِي الجَوشَنِ فَضَرَبَ عُنُقَهُ

مقتل الحسین خوارزمی میں روایت ہے کہ نافع بن ہلال جملی میدانِ کارزار کی طرف بڑھے۔ ایک قول ہے کہ ہلال بن نافع میدان میں آئے۔ اُنھوں نے لشکر ابنِ سعد پر تیر برسانے شروع کر دیے۔ اُن کا ہر تیر نشانے پر لگتا تھا، خطا نہیں ہوتا تھا۔ وہ تیر باری کر رہے تھے اور رجز بھی پڑھ رہے تھے:

"میں ایسے تیر چلاتا ہوں کہ جن کے سوفار نشان زدہ اور زہر آلود ہوتے ہیں۔ گھبرانے اور خوف زدہ ہونے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ میری تیر باری زمین کو ضرور بھر دے گی"۔

① تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۴۱؛ الکامل فی التاریخ: ج ۲، ص ۵۶۸؛ البدایہ والنہایہ: ج ۸، ص ۱۹۳

نافعؓ مسلسل تیر باری کرتے رہے۔ آخرکار اُن کے تیر ختم ہوئے تو تلوار کھینچ کر دشمن کے لشکر میں گھس کر اُن سے جنگ شروع کر دی۔ اس وقت اُن کی زبان پر رجز تھا جس کا ترجمہ یہ ہے:

''میں یمنی جوان ہوں۔ میرا دین و مسلک وہی ہے جو حسینؑ اور علیؑ ولی کا ہے۔ اگر میں آج کے دن قتل ہو جاؤں تو یہ میری دیرینہ آرزو ہے۔ میں یہاں آیا بھی اس لیے ہوں کہ شہادت کے مقام پر پہنچوں۔ اس شہادت کے ذریعے میں اپنے اعمال سے ملاقات کروں گا''۔

جنابِ نافعؓ نے ابنِ سعد کی فوج کے تیرہ آدمیوں کو قتل کیا۔ پھر آپ پر چاروں طرف سے لشکر ٹوٹ پڑا اور ہر طرف سے آپ پر تیر اور تلواریں برسنے لگیں۔ دورانِ جنگ جنابِ نافعؓ کے بازو ٹوٹ گئے۔ اُنھیں گرفتار کر لیا گیا اور شمر نے اُنھیں شہید کر دیا۔ ①

المناقب لابن شهر آشوب: بَرَزَ نَافِعُ بنُ هِلَالٍ البَجَلِيُّ قَائِلًا

أَنَا الغُلَامُ اليَمَنِيُّ البَجَلِي دِينِي عَلَى دِينِ حُسَيْنِ بْنِ عَلِي
أَضْرِبُكُمْ ضَرْبَ غُلَامٍ بَطَلِ وَيَخْتِمُ اللهُ بِخَيْرٍ عَمَلِي

فَقَتَلَ اثْنَى عَشَرَ رَجُلًا، وَرُوِيَ سَبعِينَ رَجُلًا

مناقب ابنِ شہر آشوب میں روایت ہے کہ نافعؓ بن ہلال بجلی یہ رجز پڑھتے ہوئے میدان کی طرف بڑھے:

''میں یمنی اور بجلی نوجوان ہوں۔ میں حسینؑ اور علی مرتضیٰؑ کا وفادار اور پیروکار ہوں۔ میں ایک بہادر و شجاع جوان کی طرح تم سے لڑوں گا اور خدا بہترین عمل پر میرا خاتمہ کرے گا''۔

جنابِ نافعؓ نے بارہ سپاہیوں کو قتل کیا۔ ایک روایت ہے کہ اُنھوں نے ستر آدمیوں کو قتل کیا تھا۔ ②

---

① مقتل الحسین خوارزمی: ج ۲، ص ۲۰؛ الفتوح: ج ۵، ص ۱۰۹

② مناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۱۰۴

حضرت وھب بن وھبؓ

جو کچھ درج ذیل متن میں موجود ہے ان کے بارے میں اطمینان بخش معلومات موجود نہیں ہیں۔ اب ہم جو گفتگو کرنے والے ہیں وہ خالی از فائدہ نہیں ہے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کے مشہور اور بہادر اصحاب میں سے ایک صحابی تھے۔ جو اپنی زوجہ کے ساتھ کربلا میں آئے تھے جن کا نام حضرت عبداللہ بن عمیر الکلبیؓ ہے اور اُن کی مجاہدہ ومحبہ اہلبیت زوجہ کا نام اُمِ وھب ہے۔ یہ دونوں بزرگوار کربلا کے شہید ہیں۔ ان دونوں کے حالات گذشتہ صفحات میں موجود ہیں۔ وہ روایات جو وھب سے متعلق ہیں۔ وہ عبداللہ بن عُمیر کے متون سے مخلوط ہو گئے جس سے بعض احباب نے وھب بن وھب کا متن پیدا کر لیا۔ محققین نے اپنی تحقیق سے ثابت کیا ہے کہ وھب بن وھب کا خارج میں وجود ہی نہیں ہے۔ حقیقت میں وھب بن وھب عبداللہ بن عُمیر ہی ہیں۔

مندرجہ بالا بحث کے مطابق اگر بعض محققین کی تحقیق صحیح ہے۔ پھر اطمینان حاصل نہیں ہوتا، یہ بھی بعید نہیں ہے کہ یہ دو شخص ہوں۔ جو کچھ بعض مصادر میں آیا ہے اُنھیں ایک جگہ پر جمع نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اُنھوں نے بیان کیا ہے کہ وھب نصرانی تھے اور جناب عبداللہ بن عمیرؓ مسلمان تھے اور امامؑ کے معروف اصحاب میں سے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمیرؓ بنی کلب سے تھے اور وھب کے بارے میں بھی یہی مذکور ہے کہ وہ بھی بنی کلب سے تھے۔ چند مصادر میں صرف اُن کی جنگ کا ذکر ہے۔ اس کے علاوہ حالات سے تاریخ خاموش ہے۔

امالی صدوق میں عبداللہ بن منصور سے روایت ہے کہ اُس نے کہا کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا، اُنھوں نے اپنے آباء سے سنا کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا کہ وھب بن وھب نصرانی تھے۔ وہ اور اس کی والدہ نے امام حسین علیہ السلام کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا تھا۔ وہ کربلا آئے۔ وہ یومِ عاشور گھوڑے پر سوار ہوئے۔ اُنھوں نے ہاتھ میں خیمہ کا عمود پکڑا اور لشکر اعداء سے بھرپور جنگ کی۔ اُس نے سات یا آٹھ سپاہیوں کو قتل کیا اور گرفتار ہو گئے۔ وھبؓ کو عمر بن سعد کے پاس لایا گیا تو اُس نے حکم دیا کہ اسے قتل کر دیا جائے۔ انھیں شہید کر دیا گیا اور ان کا سر اُن کے تن سے جدا کر کے امام حسین علیہ السلام کے لشکر کی

طرف پھینک دیا گیا۔ اُن کی والدہ نے تلوار اُٹھائی اور میدان کی طرف بڑھی۔

امام علیہ السلام نے اُسے فرمایا: اے اُمِ وہب! تم خیام میں بیٹھی رہو۔ اللہ رب العزت نے عورتوں سے جہاد ساقط کر دیا ہے۔ تم اور تمھارا یہ فرزند جنت میں میرے نانا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہوں گے۔ ①

اللہوف میں روایت ہے کہ وہب بن حباب کلبیؓ میدانِ جنگ کی طرف بڑھے۔ اُنھوں نے پامردی اور استقامت کے ساتھ جنگ کی۔ آپ نے اس طرح جہاد کیا کہ جس طرح ایک مجاہد و مبارز جہاد کرتا ہے۔ ان کے ہمراہ اِن کی والدہ اور زوجہ بھی تھیں۔ جنگ کرنے کے بعد اُن کی طرف واپس آئے اور اپنی ماں سے کہا: اے مادرِ گرامی! آپ اَب تو راضی ہیں؟

ان کی والدہ نے کہا: میں راضی نہیں ہوں۔ میں اُس وقت راضی ہوں گی جب تم امام حسین علیہ السلام کے سامنے قتل کر دیے جاؤ گے۔

اُن کی زوجہ نے کہا: نہیں، اللہ کا واسطہ اپنا خیال رکھو۔ تمھارے قتل ہو جانے سے میں دُکھ درد میں مبتلا ہو جاؤں گی۔

اُن کی والدہ نے کہا: اے پیارے بیٹے! اس کی بات کی پرواہ نہ کرو۔ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دُختر کے فرزند کے سامنے جنگ کرتے ہوئے منزلِ شہادت پر پہنچو اور قیامت کے دن آپؑ کے جد بزرگوار کی شفاعت حاصل کرو۔

یہ نوجوان واپس گیا اور برقِ عاطف بن کر دشمن پر گرا اور دشمن کے بہت سے فوجی قتل کیے۔ دشمن کی فوج نے اُنھیں ہر طرف سے گھیر لیا اور نیزوں اور تلواروں کی ضربات سے اُنھیں شدید زخمی کر دیا۔ اس مجاہد کے دونوں ہاتھ قلم ہو گئے۔ اِن کی زوجہ عمود اُٹھا کر اُس کی طرف بڑھی اور کہا: میرے ماں باپ تم پر فدا ہو جائیں رسولؐ اللہ کے حرم کی حفاظت میں بڑھ بڑھ کر جنگ کرو۔

اُنھوں نے جب اپنی زوجہ کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا تو اُس کی طرف متوجہ

---

① امالی صدوق: ص ۲۲۵؛ روضۃ الواعظین: ص ۲۰۷؛ اس کتاب میں اہلِ بیتؑ کی طرف اس روایت کی اسناد نہیں ہے۔ اس میں صرف وہب ہے۔ وہب بن وہب نہیں ہے۔ بحار الانوار: ج ۴۴، ص ۳۲۰

ہوئے تاکہ اُسے واپس عورتوں کی طرف لے جائے۔ اُس خاتون نے اس کی عبا کا دامن پکڑ کر کہا: میں قطعاً واپس نہیں جاؤں گی جب تک تمھارے ساتھ قتل نہ ہو جاؤں۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: خداوند تعالیٰ تمھیں اہلِ بیتؑ کی طرف سے بہترین جزا عطا کرے عورتوں کی طرف واپس چلی جاؤ۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ تم پر رحمت نازل کرے۔

پھر وہ واپس چلی گئی۔ کلبیؓ جوان آخری دم تک جنگ کرتا رہا اور آخر کار راہی بہشت ہوا۔ ①

المناقب لابن شهر آشوب: بَرَزَ وَهبُ بنُ عَبدِاللهِ الكَلبِيُّ وَهُوَ يَرتَجِزُ:

إِن تُنكِرونِي فَأَنَا ابنُ الكَلبِ   سَوفَ تَرَونِي وَتَرَونَ ضَربِي

وَحَملَتِي وَصَولَتِي فِي الحَربِ   أُدرِكُ ثَأرِي بَعدَ ثَارِ صَحبِي

وَأَدفَعُ الكَربَ أَمَامَ الكَربِ   لَيسَ جِهَادِي فِي الوَغىٰ بِاللَّعِبِ

فَلَم يَزَل يُقَاتِلُ حَتّىٰ قَتَلَ مِنهُم جَمَاعَةً. ثُمَّ قَالَ لِأُمِّهِ: يَا أُمَّاهُ أَرَضِيتِ أَم لَا؟

فَقَالَت: مَا أَرضىٰ أَو تُقتَلَ بَينَ يَدَيِ الحُسَينِ علیہ السلام

فَرَجَعَ قَائِلًا:

إِنِّي زَعِيمٌ لَكِ أُمَّ وَهبِ   بِالطَّعنِ فِيهِم تَارَةً وَالضَّربِ

ضَربِ غُلَامٍ مُوقِنٍ بِالرَّبِّ   حَتّىٰ يَذُوقَ القَومُ مُرَّ الحَربِ

إِنِّي امرُؤٌ ذُو مِرَّةٍ وَغَضَبِ   حَسبِي إِلٰهِي مِن عَلِيمٍ حَسبِي

فَلَم يَزَل يُقَاتِلُ حَتّىٰ قَتَلَ تِسعَةَ عَشَرَ فَارِسًا وَاثنَي عَشَرَ رَاجِلًا. ثُمَّ قُطِعَت يَمِينُهُ وَأُخِذَ أَسِيرًا

المناقب ابنِ شہر آشوب میں روایت ہے کہ وھب بن عبداللہ کلبیؓ رجز یہ کلام پڑھتے ہوئے میدانِ جنگ کی طرف بڑھے:

① الملہوف: ص ۱۶۱؛ مثیر الاحزان: ص ۶۳

"اگر تم نہیں جانتے تو جان لو میں بنی کلب کا بہادر جوان ہوں۔ بہت جلد تم میری کاری ضرب کو دیکھو گے۔ میدانِ جنگ میں میرے حملے اور میری ہیبت کو دیکھو گے۔ میدانِ جنگ میں میری جدوجہد کھیل کود نہیں ہے"۔

اس کے بعد جناب وھب دشمن کی فوجوں پر اس طرح جھپٹے جس طرح شیر اپنے شکار پر جھپٹتا ہے۔ دشمن کی صفیں اُلٹ کر رکھ دیں۔ بہت سوں کو واصلِ جہنم کیا۔ پھر پلٹ کر اپنے خیمہ کی طرف آئے اور کہا: اے مادرِ مہربان! کیا آپ اب میری اس جنگ سے راضی ہیں؟

پیکر ایمان و یقین ماں نے کہا: میں اُس وقت تک ہرگز راضی نہ ہوں گی جب تک تم اپنے امامؑ کے سامنے جامِ شہادت نوش نہ کرلو۔

پھر یہ مجاہد واپس میدانِ جنگ کی طرف آئے اور رجزیہ اشعار پڑھتے ہوئے دشمن پر حملہ آور ہوئے اور یہ رجز پڑھا جس کا مفہوم یہ ہے:

"اے مادرِ وھب! میں تیرا وہ بہادر فرزند ہوں کہ کبھی دشمن کو نیزہ ماروں گا اور کبھی تلوار۔ خدا کی طرف سے نصرت یافتہ جوان کی طرح تلوار ماروں گا تاکہ یہ قوم لڑائی کا تلخ ذائقہ چکھ لے۔ میں بے پناہ طاقت وقوت کا مالک ہوں۔ غیض وغضب میں کسی سے کم نہیں ہوں۔ میری حفاظت کے لیے وہ خدا کافی ہے جو میرا حسب جانتا ہے"۔

اس مرد بہادر نے انیس سوار اور بارہ پیادے قتل کیے۔ جنگ کے دوران ان کا داہنا ہاتھ قطع ہوگیا اور انھیں گرفتار کرلیا گیا۔ ①

مقتل الحسینؑ خوارزمی میں روایت ہے کہ وھب بن عبداللہ بن خباب کلبیؓ میدانِ جنگ کی طرف آئے۔ روایت میں ہے کہ ان کی والدہ اُن کے ہمراہ تھیں۔ اُس نے اِن سے کہا: اے پیارے فرزند! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے کی نصرت کرو۔ اس نوجوان عزیز نے کہا: ہاں مادرِ گرامی! میں ضرور نصرت کے لیے جنگ لڑوں گا اور کوئی کوتاہی نہیں کروں گا۔ اس کے بعد وہ رجزیہ ابیات پڑھتے ہوئے میدانِ جنگ میں آئے (ابیات کا ترجمہ گذشتہ روایت میں

---

① مناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۱۰۱؛ بحار الانوار: ج ۴۵، ص ۱۶

موجود ہے)۔

بعد ازیں اس مجاہد نے لشکر ابنِ سعد پر بڑھ بڑھ کر حملے کیے۔ بہت سے فوجیوں کو قتل کیا۔ اس کے بعد واپس اپنی والدہ اور زوجہ کی طرف آئے اور اپنی ماں سے کہا: اے مادرِ محترم! کیا اب راضی ہو؟

مجسم ایمان ماں نے کہا: نہیں، میں اُس وقت تک راضی نہیں ہوں گی جب تک رسولؐ اللہ کی دُختر کے بیٹے کے سامنے جنگ کرتے ہوئے جامِ شہادت نوش نہ کرلو گے۔

اُن کی زوجہ نے کہا: میں تمھیں خدا کا واسطہ دیتی ہوں کہ اپنی موت سے مجھے غم زدہ نہ کرو۔

وھبؓ کی والدہ نے اُن سے کہا: اپنی بیوی کی بات پر کان نہ دھرو، جاؤ اور اپنے امامؑ کی نصرت میں جنگ کرو تا کہ کل روزِ قیامت آپؑ بارگاہِ خداوندی میں تمھاری شفاعت کریں۔

پس وہ میدانِ قتال کی طرف بڑھے اور یہ رجز پڑھا (رجز اور اس کا ترجمہ گذشتہ صفحات میں درج ہے)۔

اس مجاہد نے شدید جنگ کی۔ اس دوران ان کا دایاں ہاتھ قلم ہو گیا لیکن انھوں نے پھر بھی جنگ جاری رکھی۔ پھر بایاں ہاتھ بھی قطع ہو گیا۔ پھر وہ زمین پر گر گئے۔ وھب کی ماں اُن کے پاس آئی اور اُن کے چہرے سے خون صاف کرنے لگی۔ جب شمر نے اس خاتون کو جو اپنے بیٹے کے لاشے کے پاس بیٹھا دیکھا تو اپنے غلام سے کہا کہ وہ اس عورت کو قتل کر دے۔ شمر کے غلام نے وھب کی ماں کے سر پر عمود مارا جس سے وہ خاتون اس دنیا سے رحلت کر گئی۔ یہ وہ پہلی خاتون تھیں جو میدانِ کربلا میں شہید ہوئی۔

مجد الائمہ السرخسکی نے ابوعبداللہ حداد سے روایت کی ہے کہ وھب بن عبداللہ نصرانی تھے وہ اور اُس کی ماں حضرت امام حسین علیہ السلام کے ہاتھ پر اسلام لائے تھے۔ اس مجاہد نے ابنِ سعد کی فوج کے چوبیس پیادے اور بارہ شہسوار قتل کیے۔ آخر میں گرفتار ہو کر عمر بن سعد کے پاس لائے گئے۔ عمر بن سعد نے ان سے کہا: تیرے حملے کس قدر شدید تھے؟ آخر انھیں قتل کر دیا گیا۔ اِن کا سر قطع کر کے امام حسین علیہ السلام کے خیام کی طرف پھینکا گیا۔ اُن کی والدہ نے اُن کا سر اُٹھایا اور اُسے بوسے دیے۔ پھر خیمہ کا عمود اُٹھایا اور دشمن کے دو سپاہیوں کو قتل کر دیا۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے اُن سے فرمایا: اُم وھب واپس آجاؤ۔ عورتوں پر جہاد فرض نہیں ہے۔ وہ واپس آئی اور کہا: خدایا! میری اُمید منقطع نہ کر۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے اُم وھب! اللہ تمھاری اُمیدوں کو قطع نہیں کرے گا۔ تم اور تمھارا فرزند جنت میں اللہ کے رسولؐ اور آپؐ کی ذُریت کے ہمراہ ہوں گے۔ ①

حضرت یزید بن زیاد المھاصرؓ

حضرت یزید بن زیاد بن المہاصر ابوالشعثاء الکندیؓ ② کا نام مصادر حدیثیہ اور تاریخیہ میں مختلف شکلوں کے ساتھ مذکور ہے: یزید بن زیاد المہاصر بن نعمان کندی یزید بن زیاد ابوالشعثاء، یزید بن زیاد بن مظاہر کندی، یزید بن زیاد مہاجر کندی، یزید بن زید بن المہاصر، یزید بن مہاصر ابوالشعثاء کندی، یزید المہاجر، یزید بن المہاجر الجعفی، زائدہ بن مہاجر، زیاد بن مہاصر الکندی، ابوالشعثاء الکندی۔ ③

بعض مصادر میں منقول ہے کہ جناب یزید بن زیاد سفر کربلا میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے ہمراہ تھے۔ جب ابنِ زیاد کا قاصد حُر بن یزید ریاحی کے پاس آیا کہ وہ حسینؑ ابنِ علیؑ سے سختی کے ساتھ پیش آئے تو اُس وقت انھوں نے اُس قاصد کو ڈانٹ کر کہا تھا:

> عَصَيْتَ رَبَّكَ، وَأَطَعْتَ إِمَامَكَ فِي هَلَاكِ نَفْسِكَ مَا كَسَبْتَ الْعَارَ وَالنَّارَ قَالَ اللهُ تَعَالَى: وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ۝ (سورۂ قصص: آیت ۴۱)
>
> ”تو نے اپنے ربّ کی معصیت کی ہے اور اپنے امیر کی اطاعت کرکے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالا ہے۔ تو نے ننگ و عار اور دوزخ کی آگ کو

---

① مقتل الحسین خوارزمی: ج ۲، ص ۱۲؛ الفتوح: ج ۵، ص ۱۰۳

② تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۰۸

③ تاریخ الکبیر: ج ۸، ص ۳۶۳؛ نسب معد: ج ۱، ص ۱۵۹؛ الکامل فی التاریخ: ج ۲، ص ۵۶۹؛ الفتوح: ج ۵، ص ۷۷؛ مقتل الحسینؑ خوارزمی: ج ۱، ص ۱۹؛ ارشاد: ج ۲، ص ۸۳؛ المناقب ابن شہرآشوب: ج ۴، ص ۱۰۳؛ روضۃ الواعظین: ص ۲۰۶؛ امالی شجری: ج ۱، ص ۱۷۲؛ حدائق الوردیہ: ج ۱، ص ۱۲۴

اپنا مقدر بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ان لوگوں نے اپنے لیے امام بنائے ہیں جو انھیں جہنم کی طرف بلاتے ہیں قیامت کے دن ان کی نصرت نہیں کی جائے گی۔ وہی تیرا امام ہے"۔

جناب یزید بن زیادؓ بہت بڑے جنگجو، بہادر، ماہر تیر انداز تھے۔ انھوں نے یوم عاشوراء اپنے تیروں کے ذریعے ابنِ سعد کے بہت سے لوگوں کو واصلِ جہنم کیا۔ امام علیہ السلام نے اُن کے لیے دُعا فرمائی:

اَللّٰهُمَّ سَدِّدْ رَمْيَتَهٗ وَاجْعَلْ ثَوَابَهُ الْجَنَّةَ

"خدایا! اس مجاہد کے تیر کو اُس کے نشانے پر لگا اور اِن کے اس تیر مارنے کا ثواب جنت مقرر کر"۔

قابلِ ذکر بات یہ بھی ہے کہ مؤرخ طبری نے ان کے بارے میں لکھا ہے کہ حضرت یزید بن زیادؓ عمر بن سعد کے لشکر میں تھے۔ جنابِ حُرؑ کی طرح بعد میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے لشکر میں شامل ہوئے تھے۔

جی ہاں اگر ایسی بات ہوتی تو جناب یزید بن زیاد المھاصرؓ ابنِ زیاد کے قاصد کو کس طرح زجر و توبیخ کر سکتے تھے۔ اس لحاظ سے مؤرخ طبری کی روایت صحیح نہیں ہے۔

محدثِ عظیم حضرت آیت اللہ الشیخ مفیدؒ نے جناب یزید بن زیادؓ کو حضرت امام حسین علیہ السلام کے مصاحبین میں شمار کیا ہے۔ (ارشاد: ج ۲، ص ۸۳)

حضرت علامہ شوستریؒ نے مؤرخ طبری کی اس روایت کو رد کیا ہے کہ یزید بن زیادؓ عمر بن سعد کے لشکر میں تھے۔ پھر وہاں سے عمر بن سعد کو چھوڑ کر امام علیہ السلام سے ملحق ہوئے۔ انھوں نے نقل کیا یہ روایت کیسے صحیح ہو سکتی ہے۔ جب ابنِ زیاد کا قاصد حُر کے پاس آیا تھا تو یہی یزید بن زیادؓ ہی تھے کہ جنھوں نے اُس قاصد سے احتجاج کیا تھا۔ اگر یہ ابنِ زیاد کے لشکر میں ہوتے تو وہ اپنے امیر کے قاصد کو غلط کیسے کہہ سکتے تھے۔ ہاں ممکن ہے کہ اس امر میں تحریف ہوئی ہو کہ حُر بن یزید کی جگہ عمر بن سعد لکھ دیا گیا ہے۔ یہ دونوں جملے خط کے لحاظ سے ایک دوسرے کے قریب قریب ہیں۔ شاید یہ کتابت کی غلطی ہو۔ اگر یہ بات نہ ہو لیکن کامل جزری

نے اپنی کتاب کی جلد دوم، ص ۵۶۹ پر نقل کیا ہے وہ یہ ہے کہ یزید بن زیادؓ عمر بن سعد کے ساتھ کربلا آیا تھا۔ اس صاحب نے بھی یہ روایت طبری سے لی ہے تو ہم یہ کہیں گے کہ یہ حاشیہ اجتہادیہ تھا جو متن کے ساتھ مخلوط ہو گیا ہے۔ ہاں یہ بھی ممکن ہے کہ یہ واقعہ ایک زمانہ پہلے صادر ہوا ہو۔ اس کا یہ نقل کرنا کہ یزید بن زیادؓ مہاصر نے ابنِ سعد کا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ اُس کا یہ قول ہمارے موقف کی نفی نہیں کرتا۔ اس کے علاوہ حضرت علامہ مجلسیؒ نے بھی اس موضوع کو کچھ زیادہ مخلوط کر دیا ہے۔ اُنھوں نے دو آدمیوں کا ذکر کیا ہے۔ اُنھوں نے پہلے فرد کو محمد بن ابی طالب سے لیا ہے۔ اس روایت میں ہے: یزید بن زیادؓ الشعثاء نے آٹھ لوگوں کو اپنے تیروں کا نشانہ بنایا۔ ان میں سے پانچ تیر اپنے نشانے پر لگے تھے۔ جب وہ تیر پھینکتے تھے تو امام علیہ السلام اُن کے لیے دُعا کرتے: خدایا! ان کا تیر نشانے پر لگا اور ان کا اجر جنت قرار دے۔ ابنِ سعد کی فوج نے انھیں گھیر کر قتل کر دیا۔ ①

اُنھوں نے دوسری روایت ابنِ نما سے یہ نقل کی ہے کہ ابو عمرو نہشلیؓ کی شہادت کے بعد یزید بن مہاجرؓ میدانِ کارزار کی طرف بڑھے۔ انھوں نے اپنے تیروں سے ابنِ سعد کی فوج کے پانچ افراد کو قتل کیا۔ آپ تیر بارانی بھی کر رہے تھے اور رجز بھی پڑھ رہے تھے:

"میں یزید ہوں اور المہاجر میرا باپ ہے۔ میں غضب ناک شیر ہوں اور بیشہ میں دھاڑنے والا ہوں"۔ ②

علامہ مجلسیؒ کے توہم کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے جب پہلے فرد کا ذکر کیا تو اُسے اُس کے باپ کی نسبت سے ذکر کیا اور دوسرے ذکر کے وقت اس کے دادا کی نسبت کو استعمال کیا ہے۔

اب طبری کی روایت کا تجزیہ کرتے ہیں۔ اُس نے صرف شعثاء نقل کیا ہے حالانکہ یزید بن زیادؓ کی کنیت ابوالشعثاء ہے۔ طبری سے تحریف ہوئی ہے۔ اُس نے جہاں تیروں کا ذکر کیا ہے تو ثمانیہ لکھا حالانکہ روایت میں بمأۃ کا ذکر ہے۔ یعنی ایک سو تیروں کی جگہ اُس نے آٹھ تیر نقل کیے۔ دوسری روایت میں "مہاجر" کا لفظ لکھا ہے حالانکہ لفظ "مہاصر" ہے۔

---

① تسلیۃ المجالس: ج ۲، ص ۳۰۰

② مثیر الاحزان: ص ۶۱؛ بحار الانوار: ج ۴۴، ص ۳۰

مناقب ابن شہر آشوب، ج ۴، ص ۱۰۳ میں جو روایت ہے یزید بن المہاصر جعفی حالانکہ یزید بن زیاد کندی تھے نہ کہ جعفی۔

زیارتِ رجبیہ میں ان پر سلام وارد ہے:

اَلسَّلَامُ عَلٰی زَائِدَةَ بْنِ مُهَاجِرٍ......

"زائدہ بن مہاجرؓ پر سلام"۔

زیارتِ ناحیہ مقدسہ میں ان پر سلام کی یہ صورت ہے:

اَلسَّلَامُ عَلٰی يَزِيْدِ بْنِ زِيَادِ بْنِ الْمُهَاجِرِ الْكِنْدِيِّ

"یزید بن زیاد بن مہاجر کندیؓ پر سلام"۔

تاريخ الطبري عن فضيل بن خُدیج الكندي: إنَّ يَزِيدَ بنَ زِيَادٍ وَهُوَ أَبُو الشَّعْثَاءِ الْكِنْدِيّ مِن بَنِي بَهْدَلَةَ، جَثَا عَلَى رُكْبَتَيهِ بَينَ يَدَيِ الحُسَينِ علیہ السلام فَرَمَى بِمِئَةِ سَهمٍ مَا سَقَطَ مِنهَا خَمسَةُ أَسهُمٍ، وَكَانَ رَامِيًا، فَكَانَ كُلَّمَا رَمَى قَالَ:

أَنَا ابنُ بَهدَلَه فُرسَانِ العَرجَلَه

وَيَقُولُ حُسَينٌ علیہ السلام: اَللّٰهُمَّ سَدِّد رَمِيَّتَهُ، وَاجعَل ثَوَابَهُ الجَنَّةَ فَلَمَّا رَمَى بِهَا قَامَ فَقَالَ: مَا سَقَطَ مِنهَا إِلَّا خَمسَةُ أَسهُمٍ وَلَقَد تَبَيَّنَ لِي أَنِّي قَد قَتَلتُ خَمسَةَ نَفَرٍ، وَكَانَ فِي أَوَّلِ مَن قُتِلَ، وَكَانَ رَجَزُهُ يَومَئِذٍ:

أَنَا يَزِيدُ وَأَبِي مُهَاصِر أَشجَعُ مِن لَيثٍ بِغِيلٍ خَادِر
يَا رَبِّ إِنِّي لِلحُسَينِ نَاصِر وَلِابنِ سَعدٍ تَارِكٌ وَهَاجِر

وَكَانَ يَزِيدُ بنُ زِيَادِ بنِ المُهَاصِرِ مِمَّن خَرَجَ مَعَ عُمَرَ بنِ سَعدٍ إِلَى الحُسَينِ علیہ السلام، فَلَمَّا رَدُّوا الشُّرُوطَ عَلَى الحُسَينِ علیہ السلام، مَالَ إِلَيهِ فَقَاتَلَ مَعَهُ حَتّٰى قُتِلَ

تاریخ طبری میں فضیل بن خدیج کندی سے روایت ہے کہ یزید بن زیاد ابو شعثاء کندی

جو بنی بہدلہؓ سے تھے نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے سامنے زانو کے بل بیٹھ کر ۱۰۰ تیر اپنے دشمنوں کی طرف پھینکے۔ اُن میں سے صرف پانچ تیر خطا کیے وہ تیر بارانی کر رہے تھے اور رجز پڑھ رہے تھے:

"اے لوگو! جان لو میں قبیلہ بہدلہ کا فرزند ہوں وہ سب شہسواروں کی طاقتور جماعت ہیں"۔

اُس وقت حسینؑ بن علیؑ اُن کے لیے دُعا فرما رہے تھے: "خدایا! اِس کے تیروں کو نشانے پر لگا، خطا نہ ہونے دے اور اس کی جزا جنت قرار دے"۔

جب تمام تیر لگا چکے تو اُٹھ کھڑے ہوئے اور کہا: پانچ تیروں کے سوا میرا کوئی تیر خطا نہیں ہوا اور مجھے یقین ہے کہ میں نے پانچ افراد کو قتل کیا۔ انصار میں سے جو لوگ پہلے ہی قتل ہو گئے تھے یہ بھی اُن میں سے ہیں۔ اُن کے رجز کا مضمون یہ ہے:

"میرا نام یزید ہے، میرے باپ کا نام مہاجر ہے۔ میں شیر بیشۂ شجاعت ہوں۔ خدایا! میں حسینؑ کا ناصر و معاون ہوں۔ ابنِ سعد کا ساتھ میں نے ترک کر دیا ہے اور اُس سے دُوری اختیار کر لی ہے"۔

پہلے یہ ابنِ سعد کے لشکر میں تھے۔ جب اُنھوں نے دیکھا کہ حسینؑ نے جتنی شرائط پیش کیں وہ سب رد کر دی گئی ہیں تو وہ اُنھیں چھوڑ کر حسینؑ انصار میں شامل ہو گئے اور مشغولِ قتال رہے یہاں تک کہ منزلِ شہادت پر پہنچے۔ ①

انساب الاشراف: أَبُو الشَّعْثَاءِ يَزِيدُ زِيَادِ بنِ الْمُهَاصِرِ بنِ النُّعْمَانِ الْكِنْدِيُّ بَيْنَ يَدَيِ الْحُسَيْنِ علیہ السلام فَرَمٰى ثَمَانِيَةَ أَسْهُمٍ أَصَابَ مِنْهَا بِخَمْسَةٍ فَقَتَلَتْ خَمْسَةَ نَفَرٍ، وَقَالَ:

أَنَا يَزِيدُ وَأَبِي الْمُهَاصِرْ أَشْجَعُ مِنْ لَيْثٍ بِغِيلٍ خَادِرْ
يَارَبِّ إِنِّي لِلْحُسَيْنِ نَاصِرْ وَلِابْنِ سَعْدٍ رَافِضٌ مُهَاجِرْ

① تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۳۵؛ الکامل فی التاریخ: ج ۲، ص ۵۶۹؛ اس کتاب میں یزید بن ابی زیاد ہے۔ اس میں ابیات کا ذکر نہیں ہے۔ البدایہ والنہایہ: ج ۸، ص ۱۸۵؛ مقتل الحسین خوارزمی: ج ۲، ص ۲۵

وَكَانَ أَبُو الشَّعْثَاءِ مَعَ مَنْ خَرَجَ مَعَ عُمَرَ بْنِ سَعْدٍ، ثُمَّ صَارَ إِلَى الْحُسَيْنِ حِينَ رَدُّوا مَا سَأَلَ وَلَمْ يُنْفِذُوهُ، فَقَاتَلَ حَتَّى قُتِلَ

انساب الاشراف میں روایت ہے کہ ابو الشعثاء یزید بن زیاد بن المہاصر بن نعمان کندی نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے سامنے آٹھ تیر دشمن کی طرف پھینکے۔ اُن میں سے پانچ تیر نشانے پر لگے۔ اس نے دشمن کی فوج کے پانچ افراد کو قتل کیا اور اس مضمون کا رجز پڑھا:

"میرا نام یزید ہے اور مہاصر کا فرزند ہوں۔ میں شیر بیشہ شجاعت ہوں۔ خدایا! میں حسین کا ناصر و معاون ہوں اور میں نے ابن سعد کو چھوڑ دیا ہے"۔

ابو الشعثاء ابتدا میں ابنِ سعد کے ساتھ تھے۔ جب اُنھوں نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی شرائط ماننے سے انکار کر دیا تھا تو پھر اُنھوں نے ابنِ سعد کو چھوڑ دیا۔ آخر جنگ کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ [1]

الفتوح: خَرَجَ...... يَزِيدُ بْنُ زِيَادِ بْنِ الْمُهَاصِرِ الْجُعْفِيُّ وَهُوَ يَقُولُ:

أَنَا يَزِيدُ وَأَبِي مُهَاصِرِ لَيْثٌ عَبُوسٌ فِي الْعَرِينِ جَاذِرِ
يَا رَبِّ إِنِّي لِلْحُسَيْنِ نَاصِرِ وَلِابْنِ سَعْدٍ تَارِكٌ وَهَاجِرِ
وَابْنُ زِيَادٍ خَاذِلٌ وَغَادِرِ وَلِلْأَعَادِي مُبْغِضٌ وَنَاكِرِ
وَكُلُّهُمْ إِلَى الْجَحِيمِ صَائِرِ

قَالَ: ثُمَّ حَمَلَ فَقَاتَلَ حَتَّى قُتِلَ رَحِمَهُ اللهُ

الفتوح میں روایت ہے کہ یزید بن زیاد بن مہاصر جعفی میدانِ جنگ کی طرف بڑھے اور رجز پڑھا جس کا مضمون یہ ہے:

"میرا نام یزید ہے اور مہاصر کا بہادر فرزند ہوں۔ شجاعت و شہامت میں شیر سے بڑھ کر ہوں۔ اے ربِّ اکبر! میں فرزندِ رسولؐ امام حسین علیہ السلام کا ناصر ہوں۔ ابنِ زیاد و ابنِ سعد کا مخالف ہوں۔ میں نے اِن لوگوں کو چھوڑ

[1] انساب الاشراف: ج ۳، ص ۴۰۵

دیا ہے۔ جو لوگ میرے آقا کے دشمن ہیں مجھے اُن سے بُغض و عناد اور نفرت ہے۔ یہ سب جہنم کا ایندھن ہیں"۔

راوی کہتا ہے کہ یزید بن زیادؓ نے شدید قتال کیا۔ آخر میں شہادت کا آبِ زُلال نوش کیا۔ ①

امالی صدوق میں عبداللہ بن منصور سے روایت ہے اُس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے اپنے آباء سے سنا کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا کہ زیاد بن مہاصر کندی ابنِ زیاد کے لشکر کی طرف بڑھے اور اُس وقت اُن کی زبان یہ رجز تھا (رجز اور اُس کا ترجمہ سطور بالا میں موجود ہے)۔ آپ نے نو افراد کو قتل کیا آخر میں دشمن کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ ②

مثیر الاحزان میں روایت ہے کہ یزید بن مہاجرؓ میدانِ جنگ کی طرف بڑھے اور ابنِ سعد کے پانچ افراد کو تیروں کے ذریعے قتل کیا۔ اُس وقت اُنھوں نے رجز پڑھا (رجز اور اُس کا ترجمہ سطور بالا میں موجود ہے)۔

اس مجاہد کی کنیت ابوالشعثاء تھی۔ قبیلہ کندہ کی شاخ بنی بہدلہ سے تھے۔ ③

حضرت یزید بن ثبیطؓ اور اُن کے دو فرزند

جناب یزید بن ثبیطؓ ④ تاریخی مصادر میں مختلف اسماء کے ساتھ مذکور ہیں:

۱۔ زید بن ثبیت القیسیؓ، ۲۔ بدر بن رُقیطؓ، ۳۔ زید البصری ⑤

ان تمام روایات میں ان کے دو فرزندوں کے نام مذکور ہیں ان کے اسماء میں کوئی اختلاف

---

① الفتوح: ج ۵، ص ۱۰۸؛ مقتل الحسین خوارزمی: ج ۲، ص ۱۹؛ المناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۱۰۳

② امالی صدوق: ص ۲۲۵؛ روضۃ الواعظین: ص ۲۰۶؛ بحار الانوار: ج ۴۴، ص ۳۲۰

③ مثیر الاحزان: ص ۶۱؛ بحار الانوار: ج ۴۵، ص ۳۰

④ تاریخ طبری: ج ۵، ص ۳۵۴؛ الکامل فی التاریخ: ج ۲، ص ۵۴۴؛ امالی شجری: ج ۱، ص ۱۷۲؛ رجال طوسی: ص ۱۰۶

⑤ المناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۱۱۳؛ بحار الانوار: ج ۴۵، ص ۶۴

نہیں ہے۔ اُن کے نام عبداللہ اور عبید اللہ ہیں۔ [1]

جناب یزید بن ثبیط اہلِ بیت رسولؐ کی مودت و محبت کے جذبات سے سرشار تھے۔ بصرہ کے رہنے والے تھے۔ [2] عبدالقیس سے تعلق رکھتے تھے۔ اپنی قوم و قبیلہ کے اشراف میں سے تھے۔ بصرہ میں ایک ضعیفہ جو بنی عبد قیس میں سے تھیں جن کا نام ماریہ بنت سعد یا مُنقذ تھا وہ محبہ اہلِ بیتؑ تھیں۔ اُن کے گھر میں محبانِ اہلِ بیتؑ کی مشاورتی میٹنگیں ہوا کرتی تھیں۔ جناب یزید بن ثبیطؓ وہاں آمدورفت رکھتے تھے اور وہ سب ایک دوسرے کو سیاسی حالات سے باخبر رکھتے تھے۔ ماہرین سیر و سوانح حیات نے اِن کے بارے میں روایت کی ہے کہ جناب یزید بن ثبیطؓ کے دس فرزند تھے۔ آپ نے اُن سب کو نصرتِ امام حسینؑ کی دعوت دی تو اُن میں سے صرف اُن کے دو بیٹوں نے اپنے والد کی دعوت کو قبول کیا۔ اُن کے نام عبداللہؓ اور عبید اللہؓ مذکور ہیں۔

جناب یزید بن ثبیطؓ اپنے بیٹوں کے ساتھ مکہ معظمہ پہنچے اور امامؑ کے کاروانِ نُور میں شامل ہو گئے۔ ان سب نے نصرتِ امام حسینؑ میں شہادت کا عظیم الشان مقام و مرتبہ حاصل کیا۔

ایک قول ہے ان کے ایک فرزند حملہ اُولیٰ میں شہید ہوئے تھے۔

زیارتِ ناحیہ مقدسہ میں خوبصورت الفاظ کے ساتھ انھیں خراجِ تحسین پیش کیا گیا ہے:

اَلسَّلَامُ عَلٰى زَيْدِ بْنِ ثُبَيْتِ الْقَيْسِي. اَلسَّلَامُ عَلٰى عَبْدِ اللهِ وَعُبَيْدِ اللهِ اِبْنَيْ يَزِيْدَ بْنِ ثُبَيْتِ الْقَيْسِي

"زید بن ثبیت قیسیؓ پر سلام، اور اُن کے دونوں فرزند عبداللہؓ اور عبید اللہؓ پر سلام"۔

زیارتِ رجبیہ میں بھی اِن سب پر سلام وارد ہیں:

اَلسَّلَامُ عَلٰى بَدْرِ بْنِ رَقِيْطٍ وَابْنَيْهِ عَبْدِ اللهِ وَعُبَيْدِ اللهِ

"بدر بن رقیطؓ اور اُن کے دونوں فرزندوں عبداللہ اور عبید اللہ پر سلام"۔

---

[1] رجال طوسی: ص ۱۰۳، اس میں عبداللہ اور عبید اللہ کے نام مذکور ہیں۔

[2] امالی شجری: ج ۱، ص ۱۷۲؛ حدائق الوردیہ: ج ۱، ص ۱۲۲

تاریخ طبری میں ابومخارق راسبی سے روایت ہے، بصرہ شہر کے قبیلہ عبدالقیس کی ایک خاتون کے گھر میں اہلِ بیتؑ رسولؐ کے طرف داروں کا اجتماع ہوتا تھا۔ یہ تمام لوگ اس گھر سے مانوس تھے۔ یہاں آکر مختلف مذہبی و سیاسی حالات بیان کرتے تھے۔ یہی وہ زمانہ تھا کہ ابنِ زیاد کو امام حسین بن علی علیہما السلام کے اِس طرف آنے کی خبر پہنچی۔ اُس نے بصرہ میں اپنے عامل کو لکھ بھیجا تھا کہ وہ نگران مقرر کرے اور لوگوں کو اُن کی طرف نہ جانے دے۔

یزید بن ثبیطؓ بنی عبدالقیس میں سے تھے۔ اُس نے امام حسین بن علی علیہما السلام کے پاس جانے کا عزمِ مصمم کیا۔ اُن کے دس بیٹے تھے۔ اُنھوں نے اپنے بیٹوں سے کہا: تم میں سے کون ہے جو میرے ساتھ چلے۔ اُن کے دو بیٹے عبداللہؓ اور عبیداللہؓ تیار ہو گئے۔ اُسی ضعیفہ کے گھر میں ابنِ ثبیطؓ نے اپنے دوستوں سے کہا: میں نے کل یہاں سے نکل جانے کا مصمم ارادہ کرلیا ہے۔ اُن کے ساتھیوں نے کہا: ہمیں آپ کے بارے میں ابنِ زیاد کے لوگوں کا اندیشہ ہے۔ اُنھوں نے کہا: واللہ! جب میرا ناقہ چل کھڑا ہو تو پھر مجھے کوئی نہیں پا سکتا۔

غرض وہ دوسرے دن اپنے سفر پر چل پڑے اور ناقہ اُنھیں لے اُڑا اور وہ حسینؑ بن علیؑ تک جا پہنچے۔ اُن دنوں امام علیہ السلام مقام ابطح میں فروکش تھے۔ ابنِ ثبیط وہاں جا پہنچے۔ اُدھر امامؑ کو اُن کے آنے کی خبر ہوگئی تھی۔ آپ بنفسِ نفیس اُن سے ملنے کے لیے اُن کی فرودگاہ پر روانہ ہو گئے تھے۔ لوگوں نے اُن سے کہا: حسینؑ تو تمھاری طرف روانہ ہو چکے ہیں۔ یہ سنتے ہی وہ پھر اپنی جگہ کی طرف واپس ہوئے۔ یہاں امامؑ نے جو اُنھیں موجود نہ پایا تو یہیں اُن کے انتظار میں ٹھہرے رہے۔ اتنے میں یہ مردِ بصری بھی وہاں آپہنچے اور آپؑ کو وہاں بیٹھے ہوئے دیکھا تو بلند آواز کے ساتھ کہا: فضلِ خدا اور رحمتِ باری تعالیٰ۔

یہ کہہ کر یزید بن ثبیطؓ نے سلام کیا اور آپؑ کے سامنے بیٹھ گیا۔ جس ارادے سے وہ آئے تھے اُسے بیان کیا۔ آپؑ نے اُن کے لیے دُعائے خیر کی۔ پھر وہ آپؑ کی ہمراہی میں رہے یہاں تک کہ منزلِ مقصود تک جا پہنچے۔ آپؑ کے ساتھ جنگ میں شرکت کی اور اپنے دونوں بیٹوں سمیت شہادت کی سعادت حاصل کی۔ (1)

---

(1) تاریخ طبری: ج ۵، ص ۳۵۳؛ الکامل فی التاریخ: ج ۲، ص ۵۳۳

بقیہ شہدائے کربلا

گذشتہ صفحات میں ہم نے شہدائے کربلا کی حیات پر ایک اجمالی بحث کی ہے۔ اب ہم اس حصے میں بقیہ شہداء کے بارے میں گفتگو کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو مصادر تاریخیہ اور حدیثیہ میں مذکور ہیں۔

۱۔ حضرت ابراہیم بن الحصین الاسدیؓ

ابنِ شہر آشوب نے اِن کا ذکر منفردات میں کیا ہے۔ اُس نے اِن کا رجز بھی نقل کیا ہے۔ علاوہ ازیں اِن کے بارے میں یہ بھی لکھا ہے کہ اس مجاہد نے ابن سعد کے لشکر کے ۸۴ افراد کو قتل کیا تھا۔ [۱] لیکن جب ہم تاریخ کربلا کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں اس عظیم الشان کارنامے والے فرد کا نام کہیں نہیں ملتا۔ ابنِ شہر آشوب کے علاوہ باقی تمام مصادر اِس ذکر سے خالی ہیں۔

۲۔ حضرت حذیفہ بن اُسید غِفاریؓ کے بھتیجے

صاحبِ کتاب بصائر الدرجات نے درج ذیل مضمون کی حدیث نقل کی ہے:

جناب حذیفہ بن اُسید غِفاریؓ نے اُس دیوان میں اپنا اور اپنے بھتیجے کا نام لکھا ہوا تھا جو دیوان حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے پاس تھا۔ اُس دیوان میں آپؑ کے دوستوں کے اسماء درج تھے۔ جناب حذیفہؓ کے بھتیجے حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ کربلا میں شہید ہوئے تھے۔ اس حدیث کو صحیح تسلیم نہیں کیا جاسکتا کیونکہ یہ خبرِ واحد ہے۔ [۲]

مذکورہ کتاب کے علاوہ اس حدیث کا کسی دوسرے مصدر میں ذکر نہیں ہے۔

---

[۱] مناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۱۰۵؛ اس نے مناقب صاحب قاموس الرجال سے نقل کیا ہے۔

[۲] بصائر الدرجات: ص ۱۷۴؛ بحار الانوار: ج ۲۶، ص ۱۲۴

۳-ابوھیاجؓ

ابوھیاج عبداللہ (علی) بن ابی سفیان بن حارث بن عبدالمطلب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی تھے۔ ① حضرت علی علیہ السلام کے دورِ حکومت میں آپ عامل تھے اور بلادِ سواد کے قاضی تھے۔ ②

مروی ہے کہ ابوھیاج قادر الکلام شاعر، توانا خطیب تھے۔ ③ اہلِ سنت کے علماء نے انھیں شہدائے کربلا میں شمار کیا ہے۔ ④

۴-اُدھم بن اُمیہؓ

جناب فُضیل بن زبیر نے اس مجاہد کا نام شہدائے کربلا میں لکھا ہے۔ ⑤ اُنھوں نے ان کے بارے میں لکھا کہ یہ بصرہ کے رہائشی تھے اور قبیلہ بنی عبدالقیس کے فرد تھے۔ ⑥

---

① استیعاب: ج ۳، ص ۵۳؛ اصابہ: ج ۴، ص ۱۰۱، ۱۰۲۔ اس میں ہے کہ ابن مندہ نے کہا: اس کی صحت صحیح ہے اور نہ روایت صحیح ہے۔ (تاریخ دمشق: ج ۲۹، ص ۷۲)

② المحلی ابن حزم: ج ۱، ص ۳۸۵

③ الاصابہ: ج ۴، ص ۱۰۱؛ طبقات الکبریٰ: ج ۱، ۷۷، ۴؛ تاریخ دمشق: ج ۲۹، ص ۷۳؛ الجمل: ص ۱۱۸؛ الفصول المختارہ: ص ۲۶۹؛ بحار الانوار: ج ۳۸، ص ۷۶، ۲؛ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید: ج ۱۳، ص ۲۳۱

④ طبقات الکبریٰ: ج ۱، ص ۷۷، ۴؛ الاصابہ: ج ۴، ص ۱۰۱؛ تاریخ دمشق: ج ۲۹، ص ۷۵؛ ذخائر العقبیٰ: ص ۴۰۳

⑤ الفضیل بن زبیر بن عمر بن درھم الاسدی الکوفی حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے صحابی تھے۔ یہ دوسری صدی ہجری کے بزرگوار ہیں۔ انھوں نے ایک کتاب تالیف کی تھی جس کا عنوان تھا: تسمیہ من قُتِلَ مع الحسین من والدہ واخوتہ واھل بیتہ...... اُنھوں نے اہلِ بیتؑ کے ۱۷ اور غیر اہلِ بیتؑ کے سات افراد کا ذکر کیا ہے۔ شاید یہ کتاب اس موضوع کی قدیم ترین کتاب ہو۔ قابلِ ذکر بات یہ بھی ہے کہ ہماری اس کتاب کے مصادر میں سے دو مصدر وہ ہیں جن سے ہم نے اس عنوان کی وافر روایات لی ہیں۔ وہ امالی شجری اور حدائق الوردیہ ہیں۔ یہ زیدیہ مصادر ہیں۔ اس کتاب میں بعض شہداء کے نام مذکور ہیں لیکن دوسرے مصادر میں مذکور نہیں ہیں۔

⑥ امالی شجری: ج ۱، ص ۱۷۳؛ حدائق الوردیہ: ج ۱، ص ۱۲۱؛ ہم نے تنقیح المقال میں ان کے بارے میں پڑھا ہے۔ ادھم بن اُمیہ ہیں، بصری ہیں۔ یہ یزید بن ثبیط اور اُن کے بیٹوں کے ساتھ مقام ابطح میں امامؑ کے پاس آئے اور کربلا میں حملہ اولیٰ میں شہید ہوئے تھے۔ ان کے والد صحابی رسولؐ تھے۔ (تنقیح المقال: ج ۱، ص ۱۰۶)

۵-انیس بن معقل الاصبحیؓ

مصادر تاریخیہ اور کتب مقاتل میں ان کی شخصیت کے بارے میں معلومات موجود نہیں ہیں۔ جی ہاں کچھ رجزیہ ابیات ہیں جو اُن سے منسوب کیے گئے ہیں کہ اُنھوں نے میدانِ جنگ میں بیان کیے تھے۔ مناقب ابنِ شہر آشوب میں روایت ہے کہ اِس مجاہد و مبارز نے دشمن کے بیس سے زیادہ لوگوں کو قتل کیا تھا۔ اس روایت سے احتمال ہوتا ہے کہ یہ مذکورہ شخص زید بن معقلؓ ہیں جن کا ذکر آنے والا ہے۔

انیس بن معقل کے بارے میں نقل ہے کہ وہ میدانِ جنگ کی طرف بڑھے اور یہ رجزیہ اشعار پڑھے:

أَنَا أَنِيسٌ وَأَنَا ابْنُ مَعْقِلِ وَفِي يَمِينِي نَصلُ سَيفٍ فَيصَلِ
أَعلو بِهِ الهَامَاتِ بَينَ القَسطَلِ حَتَّى أُزِيلَ خَطبَهُ فَينجَلِي
عَنِ الحُسَينِ الفَاضِلِ المُفَضَّلِ اِبنِ رَسُولِ اللهِ خَيرِ مُرسَلِ
ثُمَّ حمل وَلَم يَزَل يُقَاتِلُ حَتّٰى قُتِل

"میرا نام انیس ہے اور میں معقل کا فرزند ہوں۔ میرے دائیں ہاتھ میں فیصلہ کن چمک دار تیز دھند تلوار ہے۔ جب میدانِ جنگ میں گرد وغبار کے بادل چھا جائیں گے تو اُسی میں مَیں دشمنوں کی کھوپڑیاں اُڑاؤں گا اور صاحب مجد وفضل حسینؑ سے دشمنوں کو ہٹاؤں گا جو خیر المرسلین رسولؐ اللہ کے فرزند دل بند ہیں"۔

آپ نے کمال کی جنگ کی اور دورانِ جنگ دشمن کے ہاتھوں شہید ہو کر دار البقاء کا سفر کیا۔ دوسری روایت میں ہے کہ انیس بن معقل نے میدانِ جنگ میں درج ذیل رجز پڑھا تھا:

أَنَا أَنِيسٌ وَأَنَا ابْنُ مَعقِلِ وَفِي يَمِينِي نَصلُ سَيفٍ مُصقَلِ
أَضرِبُ بِهِ فِي الحَربِ حَتَّى يَنجَلِي أَعلو بِهِ الهَامَاتِ وَسطَ القَسطَلِ
عَنِ الحُسَينِ المَاجِدِ المُفَضَّلِ اِبنِ رَسُولِ اللهِ خَيرِ مُرسَلِ

"میں انیس ہوں اور معقل کا چشم و چراغ ہوں۔ میرے دائیں ہاتھ میں آنکھوں کو خیرہ کرنے والی فیصلہ کن تیز و تند تلوار ہے۔ میں اُس وقت جنگ کرتا رہوں گا جب تک فیصلہ نہ ہو جائے۔ جب قتال و جدال کی آندھیوں نے میدان کو اپنے غبار سے تاریک بنا رکھا ہوگا میں اُس وقت تک اپنے دشمن کے سر فضا میں اُڑاؤں گا۔ میں فاضل، مفضل، افضل، ماجد، مجید، امجد، حسینؑ ابنِ علی کا دفاع کروں گا جو سیّدالانبیاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند ہیں"۔

آپؒ نے جنگ کرتے ہوئے شہادت کی اَبدی سعادت حاصل کی۔ ①

۶- جابر بن حجاجؒ

جناب فضیل بن زبیرؒ نے اِن کا ذکر اپنے منفردات میں کیا ہے۔ ②

۷- جبلۃ بن علی الشیبانیؒ

اس مجاہد کا ذکر حملہ اولیٰ کے شہداء میں کیا گیا ہے۔ ③

زیارتِ ناحیہ مقدسہ اور زیارتِ رجبیہ میں اِن پر سلام وارد ہیں:

اَلسَّلَامُ عَلٰی جَبَلَةَ بنِ عَلِي الشَّيْبَانِي

"جبلہ بن علی شیبانی پر سلام"۔

۸- جندب بن حُجیر

حضرت امام حسین علیہ السلام کے صحابی تھے۔ اِن کا نام زیارتِ رجبیہ میں مذکور ہے۔ جب ہم زیارتِ ناحیہ مقدسہ پڑھتے ہیں تو کہتے ہیں:

---

① الفتوح: ج ۵، ص ۱۰۸؛ المناقب ابن شہر آشوب: ج ۳، ص ۱۰۳۔ اس میں ہے کہ آپ نے بیس سے زیادہ لوگوں کو قتل کیا۔

② امالی شجری: ج ۱، ص ۱۷۲؛ حدائق الوردیہ: ج ۱، ص ۱۲۲؛ بحارالانوار: ج ۴۵، ص ۷۲ و ج ۱۰۱، ص ۲۷۳

③ موسوعہ امام حسینؑ، ج ۴، ص ۱۳۵

اَلسَّلَامُ عَلٰی جُندبِ بنِ حُجیرٍ الخَولَانِی

''جندب بن حجیر خولانیؓ پر سلام''۔ ①

۹- جوین بن مالکؓ ②

انھیں بھی امامؑ کے اصحاب میں شمار کیا گیا ہے۔ ③ احتمال ہے کہ یہی بزرگوار حضرت ابوذر غفاریؓ کے غلام جون ہیں۔ ④

ان کا نام زیارتِ رجبیہ میں وارد ہے: ہم زیارتِ ناحیہ مقدسہ میں ان پر اس طرح سلام پڑھتے ہیں:

اَلسَّلَامُ عَلٰی حُوَیِّ بنِ مَالِكٍ الضَّبعِی

''حوی بن مالکؓ پر سلام''۔ ⑤

۱۰- الحارث بن امرئ القیسؓ

جناب فُضیل بن زبیر نے اپنے ہاں اِن کا ذکر کیا ہے۔ ⑥

۱۱- حارث بن نبہان (حضرت حمزہ بن عبدالمطلبؓ کے آزاد کردہ غلام)

جناب فُضیل بن زبیر نے اپنے ہاں اِن کا ذکر کیا ہے۔ ⑦

---

① موسوعہ امام حسینؑ، ج ۸، ص ۲۳۸

② امالی شجری: ج ۱، ص ۱۷۲؛ حدائق الوردیہ: ج ۱، ص ۱۲۱۔ اس میں ہے (حوی بن مالک ان کا نسب بنی قیس بن ثعلبہ سے جاملتا ہے)۔ ابصار العین: ص ۱۹۳؛ مولف کتاب نے ابن شہر آشوب سے نقل کیا ہے کہ حملہ اولی کے شہید ہیں۔ مناقب میں سیف بن مالک النمیری مذکور ہے۔

③ رجال طوسی: ص ۹۹

④ ابن شہر آشوب نے جون کے حالات میں لکھا ہے کہ وہ جوین بن مالک ہیں۔ حضرت ابوذر غفاریؓ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ ان کا رجز بھی مذکور ہے۔ (مناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۱۰۳)

⑤ زیارتِ رجبیہ میں جوین اور جویر بھی مرقوم ہے۔

⑥ امالی شجری: ج ۱، ص ۱۷۲؛ الحدائق الوردیہ: ج ۱، ص ۱۲۲

⑦ امالی شجری: ج ۱، ص ۱۷۲؛ الحدائق الوردیہ: ج ۱، ص ۱۲۱

۱۲- الحجاج بن زید (یزید)

ان کی شخصیت کے بارے میں خاطر خواہ معلومات میسر نہیں ہیں صرف زیارتِ رجبیہ اور زیارتِ ناحیہ مقدسہ میں ان کا نام موجود ہے۔ (۱)

اَلسَّلَامُ عَلَى الْحَجَّاجِ بْنِ يَزِيدَ السَّعْدِيِّ

"حجاج بن یزید سعدیؓ پر سلام"۔ (۲)

۱۳ و ۱۴- خلاس (۳) بن عمروؓ اور نعمان بن عمروؓ

یہ دونوں بھائی تھے۔ دونوں امام علیہ السلام کے صحابی تھے۔ (۴) یہ دونوں حملہ اولیٰ کے شہید ہیں۔ (۵)

مقاتل مشہورہ اور زیارتِ ناحیہ میں ان کے اسماء مذکور نہیں ہیں۔ البتہ زیارتِ رجبیہ میں ان کے اسماء درج ہیں:

اَلسَّلَامُ عَلَى نُعْمَانَ بْنِ عَمْرٍو، اَلسَّلَامُ عَلَى خُلَّاسِ بْنِ عَمْرٍو

"نعمان بن عمروؓ پر سلام، خلاس بن عمروؓ پر سلام"۔ (۶)

۱۵- اہلِ شندہ کے آزاد کردہ غلام رافعؓ

فضیل بن زبیر نے ان کا ذکر کیا ہے۔ (۷)

---

(۱) امالی شجری: ج ۱، ص ۱۷۲؛ الحدائق الوردیہ: ج ۱، ص ۱۲۱۔ ان دونوں کتابوں میں ہے کہ بنی سعد بن بکر سے حجاج بن بدر قتل ہوئے۔

(۲) مصباح الزائر اور المزار الکبیر

(۳) رجال طوسی: ص ۱۰۵، ۱۰۶؛ امالی شجری: ج ۱، ص ۱۷۲؛ حدائق الوردیہ: ج ۱، ص ۱۲۲۔ ان دونوں میں "خلاس" کا لفظ ہے۔ راسبی کا اضافہ بھی ہے۔

(۴) رجال طوسی: ص ۱۰۳، ۱۰۵

(۵) موسوعہ امام حسینؑ: ج ۳، ص ۱۲۵

(۶) روایت مزار شہید اوّل

(۷) امالی شجری: ج ۱، ص ۱۷۳؛ حدائق الوردیہ: ج ۱، ص ۱۲۲۔ اس میں "شندہ" کی بجائے "شنوۃ" ہے۔

۱۶- رُمیث بن عمروؓ

یہ بزرگوار حضرت امام حسین علیہ السلام کے صحابی تھے۔ ① کربلا میں شہید ہوئے۔

زیارتِ رجبیہ میں ان کا نام موجود ہے۔

اَلسَّلَامُ عَلٰی رُمَیثِ بنِ عَمروٍ

"رُمیث بن عمرو پر سلام"۔ ②

۱۷- عمرو بن الحمقؓ کے مصاحب زاہرؓ ③

جناب زاہرؓ صحابیِ رسولؐ جناب عمرو بن حمق کے مصاحب تھے۔ جناب عمرو بن حُمقؓ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے دورِ حکومت کی تمام جنگوں میں شریک رہے۔ ④ جناب زاہرؓ ان کے ساتھی تھے۔ جیسے امیر شام نے جناب عمرو بن حُمق اور اُن کے ساتھیوں کو گرفتار کر کے شہید کرا دیا تھا۔ تو زاہرؓ اُس کی گرفت سے نکل گئے تھے۔ جب واقعۂ کربلا ہوا تو یہ کربلا آئے اور نصرتِ امامؑ میں شہید ہوئے۔ ⑤ یہ امام علیہ السلام کے صحابی تھے۔ ⑥ ان کی شہادت حملہ اولیٰ میں ہوئی تھی۔ ⑦

زیارتِ ناحیہ اور رجبیہ میں اِن کا نام مذکور ہے۔ ⑧

---

① رجال طوسی: ص ۱۰۰؛ المناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۷۸؛ بحار الانوار: ج ۴۴، ص ۱۹۹

② مصباح الزائر کی روایت میں "عمروؓ" کی جگہ "عمر" ہے۔

③ رجال طوسی: ص ۱۰۱؛ المناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۱۱۳؛ اس میں "مصاحب" کی جگہ "مولیٰ" ہے۔

④ موسوعہ امام علیؑ: ج ۷، ص ۴۳۰

⑤ تاریخ دمشق: ج ۳۵، ص ۵۰۲؛ شرح الاخبار: ج ۲، ص ۳۱؛ امالی شجری: ج ۱، ص ۱۷۲؛ الحدائق الوردیہ: ج ۱، ص ۱۲۲؛ تاریخ طبری: ج ۵، ص ۲۶۵؛ تاریخ یعقوبی: ج ۲، ص ۲۳۱۔ ان دونوں نے حضرت عمرو بن حمقؓ اور اس مذکورہ بزرگوار کے احوال لکھے ہیں لیکن ان کتابوں میں زاہر کی بجائے رفاعہ بن شداد کا ذکر ہے۔ جب عمرو بن حمقؓ گرفتار ہوئے تھے تو اُس وقت رفاعہ اُن کے ساتھ تھے۔

⑥ رجال طوسی: ص ۱۰۱

⑦ موسوعہ امام حسینؑ: ج ۴، ص ۱۲۵

⑧ موسوعہ امام حسینؑ: ج ۸، ص ۱۶۸

اَلسَّلَامُ عَلٰی زَاهِرٍ مَوْلٰی عَمْرِو بْنِ الْحَمِقِ الْخُزَاعِیِّ

"عمرو بن حمق خزاعیؓ کے آزاد کردہ غلام زاہرؓ پر سلام"۔ ①

۱۸- زُہیر بن بشر الخثعمیؓ

انھیں حملہ اولیٰ کے شہداء میں شمار کیا گیا ہے۔ ② ان کا اسم زیارتِ ناحیہ مقدسہ ③ اور زیارت رجبیہ ④ دونوں میں مذکور ہے۔ فُضیل بن زبیر نے ان کا ذکر کیا ہے۔ انھوں نے ان کا نام عبداللہ بن بشر الخثعمی نقل کیا ہے۔ ⑤ ممکن ہے وہ یہی شخص ہو۔ ⑥

۱۹- زہیر بن سُلیم الازدیؓ ⑦

انھیں شہدائے کربلا میں شمار کیا گیا ہے۔ ⑧ یہ بھی حملہ اولیٰ کے شہید ہیں۔ ان کا نام زیارتِ ناحیہ ⑨ اور رجبیہ میں آیا ہے۔ ⑩

---

① موسوعہ امام حسینؑ: ج ۸، ص ۲۳۸

② موسوعہ امام حسینؑ: ج ۸، ص ۱۲۵

③ موسوعہ امام حسینؑ: ج ۸، ص ۲۳۰

④ زیارتِ رجبیہ میں "بشر" کی جگہ "بشیر" آیا ہے۔

⑤ امالی شجری: ج ۱، ص ۱۷۲؛ حدائق الوردیہ: ج ۱، ص ۱۲۲؛ اس میں "بشر" کی جگہ "بشر" آیا ہے۔

⑥ تنقیح المقال: ج ۲، ص ۱۷۰ میں عبداللہ بن بشر خثعمی مذکور ہے۔ یہ ابن سعد کے لشکر کے ساتھ آئے تھے۔ پھر وہ امام حسین علیہ السلام کے پاس چلے گئے تھے۔ ان کا نام زیارتِ ناحیہ مقدسہ میں موجود ہے لیکن ہم اسے صحیح نہیں جانتے۔

⑦ بعض مورخین نے انھیں مخنف بن سُلیم ازدی کا بھائی شمار کیا ہے (اخبار الطوال: ص ۱۳۳)۔ فتوح البلدان: ص ۳۶۶۔ فتح المدائن میں ہے کہ "زہیر ایران کی فتح میں شریک تھے۔ انھوں نے ایک ایرانی مبارز مختار جان یا خیر جان کو قتل کیا تھا۔ جب عمر بن سعد کے لشکر پر نگاہ جاتی ہے تو وہاں عبداللہ بن زُہیر بن سُلیم ازدی کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ (تاریخ طبری: ج ۵، ص ۳۲۲ یا عبداللہ بن زہیر بن سُلیم بن مخنف عامری کا نام آیا ہے)۔ (مثیر الاحزان: ص ۵۳)۔ احتمال ہے کہ یہی ابن زہیر ہوں۔

⑧ امالی شجری: ج ۱، ص ۱۷۳؛ حدائق الوردیہ: ج ۱، ص ۱۲۲

⑨ موسوعہ امام حسینؑ: ج ۳، ص ۱۲۵

⑩ زیارتِ رجبیہ

اَلسَّلَامُ عَلٰی زُهَيْرِ بْنِ سُلَيْمِ الْاَزْدِي

"زُہیر بن سُلیم اَزدی پر سلام"۔ ①

۲۰-زید بن معقل

تاریخ میں یہ بزرگوار مختلف اسماء کے ساتھ مذکور ہیں:

۱-زید بن معقل ②

۲-زید بن معقل الجعفی ③

۳-بدر بن معقل الجعفی ④

جناب زید بن معقل حضرت امام حسین علیہ السلام کے اصحاب میں سے تھے۔ ⑤ ان کے بارے میں بعض مصادر نے لکھا ہے کہ یومِ عاشوراء انھوں نے رجز یہ اشعار کے ساتھ دشمن کی فوج پر حملہ کیا تھا۔

اَنَا ابْنُ جُعْفِي وَاَبِي الْكِلَاعُ　　وَفِي يَمِينِي مُرْهَفٌ قَرَعُ

"میں قبیلہ جعفی کا بہادر سپوت ہوں۔ میرے ہاتھ میں تلوارِ شرر بار ہے۔
جو میرے سامنے آیا میں اُسے موت کے گھاٹ اُتار دوں گا"۔

ابنِ حجر نے اصابہ میں مرزبانی کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ یزید بن معقل کوفی کربلا میں شہید ہوئے تھے۔ انھوں نے میدانِ جنگ میں یہ رجز پڑھا تھا:

اِنْ تُنْكِرُوْنِي فَاَنَا اِبْنُ الْمُغَفَّلِ　　شَاكٍ لَدَى الْهَيْجَاءِ غَيْرُ اَعْزَلِ
وَفِي يَمِيْنِي نِصْفُ سَيْفٍ مُعْصِلِ　　اَعْلُوْا بِهِ الْفَارِسَ وَسْطَ الْقَسْطَلِ

"اگر تم مجھے نہ پہچان سکو تو جان لو میں مغفل کا فرزند ہوں۔ جب میدان

---

① موسوعہ امام حسین: ج ۸، ص ۲۳۰

② رجال طوسی: ص ۱۰۱

③ المناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۸۷؛ بحار الانوار: ج ۴۴، ص ۱۹۹ و ج ۴۵، ص ۲۷ و ج ۸، ص ۲۳۰

④ زیارتِ ناحیہ میں مزار کبیر اور مصباح زائر کی روایت کے مطابق ان کا نام بدر بن معقل جعفی ہے۔

⑤ رجال طوسی: ص ۱۰۱؛ المناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۸۷؛ بحار الانوار: ج ۴۵، ص ۱۹۹: ان مصادر نے شہادت کی بات نہیں کی۔

کارزار میں کوئی مقابلہ کی دعوت دے تو میں اعراض و انکار نہیں کرتا۔
میرے دائیں ہاتھ میں تیز و تند تلوار ہے۔ میں اس کے ذریعے گھمسان کی
جنگ میں شہسواروں کی کھوپڑیاں فضا میں اڑاتا ہوں"۔

ابنِ شہر آشوب نے یہی رجز انیس بن معقل اصبحی سے منسوب کیا ہے۔ ①
ممکن ہے کہ زید بن معقل، انیس بن معقلؓ ہوں کہ جس کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں۔ ②

۲۱-سالم مولیٰ ابنِ المدینۃ الکلبیؓ

ایک قول ہے کہ ان کا اسم اسلم ہے۔ یہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے صحابی تھے۔ ③
فُضیل بن زبیر نے ان کا ذکر اپنے ہاں کیا ہے۔ ④ زیارتِ ناحیہ کے مطابق یہ کربلا کے شہید
ہیں۔ ⑤

۲۲ و ۲۳-سعد بن الحارثؓ اور اُن کے برادر الحتوف

فُضیل بن زبیر نے اپنے منفردات میں ان کا ذکر کچھ اس طرح کیا ہے: "یہ دونوں
بھائی عمر بن سعد کی فوج میں تھے۔ جب انھوں نے آلِ رسولؐ کی خواتین اور بچوں کی رونے کی
دردناک آوازیں سنیں تو تلواریں سونت کر حضرت امام حسین علیہ السلام کی نصرت کے لیے یزیدی
فوج سے جنگ کرنے لگے۔ انھوں نے عمر بن سعد کی فوج کے تین افراد کو قتل کیا۔ پھر دونوں
اکٹھے شہید ہوئے۔ ⑥

---

① المناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۱۰۳
② موسوعہ امام حسینؑ: ج ۴، ص ۲۶۳ (انیس بن معقل اصبحی)
③ رجال طوسی: ص ۹۹
④ امالی شجری: ج ۱، ص ۱۷۲؛ الحدائق الوردیہ: ج ۱، ص ۱۲۲؛ ان دونوں کتابوں میں ہے کہ یہ بنی کلب سے تھے۔ ان کا نام یہ ہے: عبداللہ بن عمرو بن عیاش بن عبد قیس اسمر و اسلم جو ان کے آزاد کردہ غلام تھے۔
⑤ موسوعہ امام حسینؑ: ج ۸، ص ۲۳۰
⑥ امالی شجری: ج ۱، ص ۱۷۲؛ الحدائق الوردیہ: ج ۱، ص ۱۲۲۔ اس میں ہے سعد کی جگہ سعید ہے۔

۲۴-سعد بن حنظلہ التمیمیؓ ①

بعض مؤرخین نے اِن کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ میدان جنگ میں حنظلہ بن سعد الشبامی کے ہمراہ تھے۔ ② ابنِ اعثم اور الخوارزمی نے اِن کے بارے میں نقل کیا ہے کہ اس مجاہد نے میدانِ جنگ میں شجاعت وشہامت کی تاریخ رقم کی تھی۔ آخرکار شہادت کا آبِ زُلال نوش کیا۔ ③

۲۵-حضرت سعید بن کردمؓ

صاحبِ تاریخ دمشق نے اِن کے بارے میں لکھا ہے کہ یہی بزرگوار زید بن کردم کے اسم کے ساتھ معروف ہیں۔ شہدائے کربلا میں سے ہیں۔ اُس نے اِن کے والد "کردم" کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ حضرت علی علیہ السلام کے صحابی تھے۔ جنگِ صفین میں شہید ہوگئے تھے۔ ④

لیکن ہماری تحقیق کے مطابق جنگِ صفین کے شہداء میں سے اس نام کا کوئی فرد نہیں ہے۔

۲۶-حضرت سلیمان بن ربیعہؓ

یہ منفردات فضیل بن زبیر میں مذکور ہیں۔ مؤرخین نے انھیں قبیلہ بنی اسد بن ثعلبہ میں شمار کیا ہے۔ ⑤

۲۷-حضرت سلیمانؓ ⑥

یہ مجاہد حضرت امام حسین علیہ السلام کے آزادکردہ غلام تھے اور آپؑ کے صحابی ہیں۔ ⑦

---

① مقتل الحسین خوارزمی: ج ۲، ص ۱۳؛ الفتوح: ج ۵، ص ۱۰۵۔ اس میں سعد کی جگہ شعبہ ہے۔ المناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۱۰۱؛ بحارالانوار: ج ۴۵، ص ۱۸

② قاموس الرجال: ج ۵، ص ۳۱

③ الفتوح: ج ۵، ص ۱۰۵؛ مقتل الحسین خوارزمی: ج ۲، ص ۱۴

④ تاریخ دمشق: ج ۳۴، ص ۲۰۶

⑤ امالی شجری: ج ۱، ص ۱۷۶؛ الحدائق الوردیہ: ج ۱، ص ۱۳۱

⑥ تاریخ طبری: ج ۵، ص ۳۵۷، ۳۶۹؛ طبقات الکبریٰ: ج ۱، ص ۴۷۷؛ المعجم الکبیر: ج ۳، ص ۱۰۳؛ اخبار الطوال: ص ۲۳۱؛ البدایہ والنہایہ: ج ۸، ص ۱۵۷۔ ان دونوں کتابوں میں "سلمان" مذکور ہے: الثقات ابن حبان: ج ۲، ص ۳۱۰؛ رجال طوسی: ص ۱۰۱؛ الاختصاص: ص ۸۳؛ الملہوف: ص ۱۱۰؛ مثیر الاحزان: ص ۲۷۔ ان دونوں کتابوں میں ہے: ابورزین سلیمانی۔ بحارالانوار: ج ۴۵، ص ۶۹ و ج ۱۰۱، ص ۲۷۱

⑦ رجال طوسی: ص ۱۰۱۔ ایک نسخہ میں "مسلم" ہے۔

نہضت حسینیہ کے یہ پہلے شہید ہیں۔ یہی وہ سلیمانؓ ہیں جنھیں امام علیہ السلام نے اپنا قاصد بنا کر اہلِ بصرہ کی طرف بھیجا تھا۔ یہ فرزند رسولؐ کا خط لے کر بصرہ کے عیون و اشراف کے پاس گئے تھے۔ اُن لوگوں تک خط پہنچانے میں کامیاب ہو گئے تھے لیکن بعد میں اُنھیں گرفتار کر لیا گیا تھا اور ابنِ زیاد کے حکم پر اُنھیں شہید کر دیا گیا تھا۔ (1)

۲۸۔ حضرت سوار بن أبي حمیرؓ (2)

یہ مجاہد اسلام عاشوراء کے دن میدانِ جنگ میں زخمی ہوئے تو گرفتار کر لیے گئے۔ (3) اُن کا علاج معالجہ ہوتا رہا لیکن زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے چھے ماہ بعد شہید ہو گئے۔ (4) لیکن بعض مورخین نے نقل کیا ہے جناب سوار بن ابی حمیر حملہ اولیٰ میں شہید ہوئے تھے۔ (5)

بارھویں امامؑ نے زیارتِ ناحیہ مقدسہ میں ان پر سلام بھیجے ہیں:

اَلسَّلَامُ عَلَى الْجَرِيْحِ الْمَاسُوْرِ سَوَّارِ بْنِ اَبِيْ حِمْيَرِ الْفَهْمِيِّ الْهَمْدَانِيِّ

"میرا سلام ہو سوار بن ابی حمیر فہمی ہمدانی پر جو میدانِ کربلا میں زخمی ہوئے اور پھر گرفتار کر لیے گئے"۔ (6)

---

(1) موسوعہ امام حسینؑ: ج ۳، ص ۳۹: ایک احتمال ہے کہ سلیمان کربلا میں شہید ہوئے ہوں۔ یہ وہ سلیمان نہیں جو بصرہ خط لے کر گئے تھے۔ رجال طوسی: ص ۱۰۱: امالی شجری: ج ۱، ص ۱۷۲: حدائق الوردیہ: ج ۱، ص ۲۱: طبقات الکبریٰ: ج ۱، ص ۷۷ ۴: تاریخ طبری: ج ۵، ص ۳۶۹: ثقات ابن حبان: ج ۲، ص ۳۱۰: زیارتِ ناحیہ میں ان پر سلام وارد ہے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کے آزاد کردہ غلام سلیمان پر سلام اور اُن کے قاتل سلیمان بن عوف حضرمی پر اللہ کی لعنت ہو"۔

(2) نسب معد: ج ۲، ص ۵۱۱۔ اس میں ہے: من بنی فہم۔ انساب الاشراف: ج ۳، ص ۴۰۵ ۱ اس میں ہے سوار بن ابی خمیر۔ رجال طوسی: ص ۱۰۱ اس میں ہے: سوار بن منعم بن حابس

(3) انساب الاشراف: ج ۳، ص ۴۰۵

(4) امالی شجری: ج ۱، ۱۷۳: الحدائق الوردیہ: ج ۱، ص ۱۲۲: ان دونوں کتابوں میں ہے سوار بن حمیر الجابری

(5) شہداء حملہ اولیٰ۔ موسوعہ امام حسینؑ: ج ۲، ص ۱۳۵

(6) موسوعہ امام حسینؑ: ج ۸، ص ۲۳۷

۲۹۔ حضرت سیف بن مالک بصریؓ

جناب سیف بن مالکؓ حضرت امام حسین علیہ السلام کے صحابی تھے۔ (۱) ایک قول ہے کہ آپ حملہ اولیٰ میں شہید ہو گئے تھے۔ (۲) بصرہ کے رہنے والے تھے اور قبیلہ عبدالقیس کے فرد تھے۔ (۳) ان کا اسم زیارتِ ناحیہ (۴) اور زیارتِ رجبیہ (۵) دونوں میں ہے:

اَلسَّلَامُ عَلٰی سَیْفِ بْنِ مَالِكٍ

"سیف بن مالک پر سلام"۔

۳۰۔ حضرت خباب بن عامرؓ

فُضیل بن زبیر نے ان کا ذکر کیا ہے۔ (۶)

۳۱۔ حضرت ضرغامہ بن مالکؓ

آپ حضرت امام حسین علیہ السلام کے صحابی تھے۔ (۷) قبیلہ بنی تغلب سے تعلق رکھتے تھے۔ انھیں حملہ اولیٰ کے شہداء میں شمار کیا گیا ہے۔ (۸) ابنِ شہر آشوب نے انھیں مالک بن دُودان کے نام سے نقل کیا ہے۔ یہ کربلا کی جنگ میں شہید ہوئے تھے۔ ایک روایت ہے کہ مالک بن دُودان میدان کی طرف بڑھے تو اُس وقت اُنھوں نے یہ رجز پڑھا تھا:

اِلَیْکُمْ مِنْ مَالِكِ الضِّرْغَامِ ۔۔۔ ضَرْبُ فَتًی یَحْمِیْ عَنِ الْکِرَامِ

---

(۱) رجال طوسی: ص ۱۰۱؛ مناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۷۸؛ بحار الانوار: ج ۴۴، ص ۱۹۹

(۲) موسوعہ امام حسینؑ: ج ۴، ص ۱۲۵

(۳) امالی شجری: ج ۱، ص ۱۷۲؛ حدائق الوردیہ: ج ۱، ص ۱۲۱

(۴) زیارتِ رجبیہ میں ہے: سفیان بن مالک

(۵) موسوعہ امام حسینؑ: ج ۸، ص ۲۳۰

(۶) امالی شجری: ج ۱، ص ۱۷۲؛ الحدائق الوردیہ: ج ۱، ص ۱۲۲؛ ان دونوں کتابوں میں ہے: من بنی الحارث بن کعب

(۷) امالی شجری: ج ۱، ص ۱۷۲؛ الحدائق الوردیہ: ج ۱، ص ۱۲۱

(۸) موسوعہ امام حسینؑ: ج ۴، ص ۱۲۵

يَرْجُوْ ثَوَابَ اللّٰهِ ذِي الْاَنْعَامِ ①

''تم شیر دل مالک کی یہ آہنی ضربات دین اسلام کے رہبروں اور راہنماؤں کی حمایت میں دیکھ رہے ہو۔ میری نگاہیں ذوالانعام بادشاہ پر ہیں۔ میرے اس جہاد کا صلہ اُس ذات کے ذمہ ہے''۔

اس امر کا احتمال بھی ہے کہ یہی مالک بن ذُودان ضرغامہ بن مالک ② ہی ہیں۔

ان پر زیارتِ رجبیہ اور زیارتِ رجبیہ میں سلام وارد ہیں۔

اَلسَّلَامُ عَلٰى ضِرْغَامَةَ بْنِ مَالِكٍ

''ضرغامہ بن مالک پر سلام''۔

۳۲ و ۳۳۔ حضرت عامر بن مسلمؓ اور اُن کے آزاد کردہ غلام سالم (مسلم) ③

ان دونوں کو حضرت امام حسین علیہ السلام کے اصحاب میں شمار کیا گیا ہے۔ ④ یہ دونوں مجاہد کربلا میں شہید ہوئے تھے۔ ⑤ جناب عامر کے بارے میں ہے کہ وہ حملہ اولیٰ میں شہید ہوئے تھے۔ ⑥

ان دونوں بزرگواروں کو زیارتِ ناحیہ مقدسہ اور زیارتِ رجبیہ ⑦ میں یاد کیا گیا ہے:

اَلسَّلَامُ عَلٰى عَامِرِ بْنِ مُسْلِمٍ - اَلسَّلَامُ عَلٰى سَالِمٍ مَوْلٰى عَامِرٍ

---

① المناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۱۰۳

② قاموس الرجال: ج ۸، ص ۶۵۲

③ امالی شجری: ج ۱، ص ۱۷۲؛ حدائق الوردیہ: ج ۱، ص ۱۲۱؛ ان دونوں کتابوں میں ہے کہ بصرہ کے ایک قبیلہ عبدالقیس سے تھے۔

④ رجال طوسی: ص ۱۰۳، ۱۰۵؛ اس میں ''مسلم'' ہے۔

⑤ جمہرۃ انساب العرب: ص ۲۹۳؛ نسب معد: ج ۱، ص ۱۱۳۔ اس کتاب میں وضاحت ہے کہ عامر امام علیہ السلام کے ساتھ شہید ہوئے تھے۔ جمہرۃ النسب: ص ۵۹۵؛ اس میں ہے کہ وہ خود اور اُن کے ایک فرزند میدان کربلا میں فرزند رسولؐ کے ساتھ شہید ہوئے تھے۔

⑥ موسوعہ امام حسینؑ: ج ۴، ص ۱۲۵

⑦ اس میں ہے: عامر بن مسلم اور اُن کے غلام مسلم پر سلام۔

بن مُسلِم (۱)

''عامر بن مسلم پر سلام، عامر بن مسلم کے آزاد کردہ غلام سالم پر سلام''۔

۳۴-حضرت عباد بن ابی مہاجرؒ

فضیل بن زبیر نے ان کا نام اپنی کتاب میں درج کیا ہے۔ (۲) رجال طوسی میں ان کا ذکر عیاض بن ابی المہاجر کے اسم کے ساتھ آیا ہے۔

انھیں حضرت امام حسین علیہ السلام کے اصحاب میں شمار کیا گیا ہے۔ لیکن مولف رجال طوسی نے ان کی شہادت کا ذکر نہیں کیا ہے۔ (۳) احتمال ہے کہ یہی عیاض عبادہی ہوں۔

۳۵-عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن الکدن اَرحبیؒ (۴)

حضرت امام حسین علیہ السلام کے صحابی تھے۔ (۵) یہ کوفہ سے مکہ آئے تھے۔ یہ ان لوگوں کے ہمراہ تھے جو اہلِ کوفہ کے خطوط مکہ میں امامؑ کے پاس لائے تھے۔ (۶)

جس وقت فرزند رسولؐ نے حضرت مسلم بن عقیلؑ کو کوفہ کی طرف روانہ کیا تو اس پُر خطر سفر میں عبدالرحمٰن ارحبیؒ کو اُن کے ساتھ بھیجا۔ (۷) انھیں حملہ اولیٰ کے شہداء میں شمار کیا گیا ہے۔ (۸) ان کی طرف درج ذیل رجز منسوب ہے:

اِنِّي لِمَنْ يُنْكِرُنِي اِبْنُ الْكَدِنْ   اِنِّي عَلٰى دِيْنِ حُسَيْنٍ وَحَسَنْ

---

(۱) موسوعہ امام حسینؑ: ج ۸، ص ۲۳۰

(۲) امالی شجری: ج ۱، ص ۱۷۲؛ حدائق الوردیہ: ج ۱، ص ۱۲۲

(۳) رجال طوسی: ص ۱۰۳

(۴) تاریخ طبری: ج ۵؛ ارشاد: ج ۲، ص ۳۷؛ حدائق الوردیہ: ص ۱۲۳؛ امالی شجری: ج ۱، ص ۱۷۳؛ ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۹۰ و ۱۳۳؛ بحار الانوار: ج ۴۴، ص ۳۳۲

(۵) رجال طوسی: ص ۱۰۳

(۶) موسوعہ امام حسینؑ: ج ۳، ص ۲۷

(۷) رجال طوسی: ص ۱۰۳

(۸) موسوعہ امام حسینؑ: ج ۳، ص ۲۷

"جو مجھے نہیں جانتا تو وہ جان لے کہ میں کدن کا فرزند ہوں۔ میں حسن مجتبیٰ اور حسین سیدا شباب جنت کے دین پر ہوں"۔

اس کے بعد اس مجاہد نے شدید قتال کیا اور اپنے دشمنوں کے ہاتھوں قتل ہو کر بہشت بریں میں اپنا نشیمن بنایا۔ (۱)

ابن اعثم نے الفتوح میں ان کے بارے میں نقل کیا ہے کہ عبدالرحمٰن بن عبداللہ یزنی (۲) میدانِ جنگ کی طرف بڑھے اور یہ رجز پڑھا: (۳)

أَنَا ابْنُ عَبْدُاللهِ مِنْ آلِ يَزَنْ دِيْنِيْ عَلَى دِيْنِ حُسَيْنٍ وَحَسَنْ
أَضْرِبُكُمْ ضَرْبَ فَتًى مِنَ الْيَمَنْ أَرْجُوْ بِذَاكَ الْفَوْزَ عِنْدَ الْمُؤْتَمَنْ

"میں عبداللہ ہوں۔ میرے قبیلہ آل یزن ہے۔ میں حسین اور حسن کے دین پر ہوں۔ میں ایک یمنی جوان کی ضربات سے تمھیں ماروں گا۔ اس جدوجہد و جہاد کا اجر اپنے اللہ سے مانگوں گا"۔

زیارتِ ناحیہ مقدسہ میں انھیں خراجِ تحسین پیش کیا گیا ہے:

اَلسَّلَامُ عَلٰى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْكَدِرِ الْاَرْحَبِيِّ (۴)

"عبدالرحمٰن بن عبداللہ الکدر ارحبی پر سلام"۔

زیارتِ رجبیہ میں ان کے نام بھی تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ وارد ہے:

اَلسَّلَامُ عَلٰى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْاَزْدِيِّ (۵)

---

(۱) موسوعہ امام حسین: ج ۳، ص ۳۳

(۲) عبدالرحمٰن ارحبی اور عبدالرحمٰن یزنی کے دو رجز نقل کیے گئے ہیں۔ ان دونوں کی شہادت کی کیفیت بھی مختلف صورت میں بیان کی گئی ہے لیکن یہ مطالب طبری، ارشاد اور فضیل بن زبیر کے ہاں موجود نہیں ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ شخص ایک ہے نام دو ہیں۔

(۳) الفتوح: ج ۵، ص ۱۰۶؛ مقتل الحسین خوارزمی: ج ۲، ص ۱۷؛ المناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۱۰۲؛ بحار الانوار: ج ۴۵، ص ۲۲

(۴) مصباح الزائر کی روایت میں "الکدر" کی جگہ "الکدن" ہے۔

(۵) موسوعہ امام حسین: ج ۸، ص ۲۲۰

"عبدالرحمٰن بن عبداللہ ازدیؓ پر سلام"۔

ظاہر ہے کہ یہ تمام نقول ایک شخص کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔

۳۶-حضرت عقبہ بن صلتؓ

فضیل بن زبیر نے ان کا تذکرہ کیا ہے۔ (۱)

۳۷-عمار بن أبي سلامہ الدالانیؓ (۲)

یہ بزرگوار حضرت امام حسین علیہ السلام کے اصحاب میں سے تھے۔ (۳)

علامہ ابنِ اثیر نے اِن کے بارے میں لکھا ہے: عمار بن ابی سلامہ بن الہمدانی دالانی انھیں رسولِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے کا ادراک حاصل تھا۔ یہ حضرت علی علیہ السلام کے ہمراہ جنگوں میں حاضر رہے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ شہید ہوئے۔ (۴)

جناب عمار دالانی ابھی فرزند رسولؐ کے کاروانِ نور میں وارد نہیں ہوئے تھے کہ انھوں نے ابنِ زیاد کے قتل کا منصوبہ بنایا تھا۔ اِس بارے میں بلاذری نے نقل کیا ہے: عمار بن ابی سلامہ دالانی نے جب عبیداللہ ابن زیاد کو مقامِ نخیلہ میں اپنے لشکر کے ساتھ دیکھا تو انھوں نے ارادہ کیا کہ اسے دھوکے کے ساتھ قتل کرے۔ کوشش بسیار کے باوجود وہ کامیاب نہ ہوسکے۔ اللہ ربّ العزت نے اِن پر اپنا لطف و کرم کیا کہ فرزند رسولؐ کی معیت میں شہادت کی پُرنور سعادت حاصل کی۔ (۵)

انھیں حملہ اولیٰ کا شہید شمار کیا گیا ہے۔ (۶)

---

(۱) امالی شجری: ج۱، ص ۱۷۲؛ حدائق الوردیہ: ج۱، ص ۱۲۲

(۲) مناقب ابن شہرآشوب: ج ۴، ص ۱۱۳؛ امالی شجری: ج۱، ص ۱۷۳؛ حدائق الوردیہ: ج۱، ص ۱۲۲۔ ان دونوں میں ہے وہ ہمدان سے تھے۔

(۳) رجال طوسی: ص ۱۰۳

(۴) الاصابہ: ج ۵، ص ۱۰۷؛ نسب معد: ج ۲، ص ۵۱۹۔ اس میں ادراک کا ذکر نہیں ہے۔

(۵) انساب الاشراف: ج ۳، ص ۳۸۸

(۶) موسوعہ امام حسینؑ: ج ۴، ص ۱۲۵

زیارتِ ناحیہ مقدسہ میں ان پر سلام وارد ہیں:

اَلسَّلَامُ عَلٰی عَمَّارِ بْنِ اَبِیْ سَلَامَةَ الْهَمْدَانِیْ (۱)

"عمار بن ابی سلامہ ہمدانی پر میرا سلام"۔

۳۸- حضرت عمار بن حسان الطائیؓ (۲)

اِن کا شمار حضرت امام حسین علیہ السلام کے اصحاب میں ہوتا ہے۔ (۳) اِن کے والد بزرگوار حضرت کعب انصاریؓ نے جنگِ صفین میں شہادت پائی تھی۔ (۴) حضرت عمارؓ کی شہادت بھی حملہ اولیٰ میں ہوئی تھی۔ (۵)

ان کا اسم زیارتِ ناحیہ (۶) اور زیارتِ رجبیہ (۷) میں موجود ہے۔

اَلسَّلَامُ عَلٰی عَمَّارِ ابْنِ حَسَّانَ بْنِ شُرَیْحِ الطَّائِیْ

"عمار بن حسان بن شُریح طائیؓ پر سلام"۔

۳۹- حضرت عمران بن کعب الانصاریؓ

احتمال ہے کہ یہی عمران (۸) جو حملہ اولیٰ میں شہید ہوئے۔ (۹) زیارتِ ناحیہ (۱۰) اور

---

(۱) موسوعہ امام حسینؑ: ج ۸، ص ۲۳۰

(۲) الحدائق الوردیہ: ج ۱، ص ۱۲۲؛ امالی شجری: ج ۱، ص ۱۷۲۔ اس میں عامر بن حسان مذکور ہے۔ نسب معد: ج ۱، ص ۲۲۶

(۳) رجال طوسی: ص ۱۰۳

(۴) رجال نجاشی: ج ۲، ص ۳۵ و ج ۱، ص ۲۵۰؛ رجال ابن داؤد: ص ۱۱۹؛ اس میں بھی عامر بن حسان مذکور ہے۔

(۵) موسوعہ امام حسینؑ: ج ۳، ص ۱۲۵

(۶) مزار کبیر کی روایت میں ہے حسان کی جگہ حیان ہے۔

(۷) موسوعہ امام حسینؑ: ج ۸، ص ۱۵۹

(۸) رجال طوسی: ص ۱۰۳؛ امالی شجری: ج ۱، ص ۱۷۲؛ حدائق الوردیہ: ج ۱، ص ۱۲۲

(۹) اِن کا نام عمران بن کعب بن حارث اشجعی بھی مذکور ہے۔

(۱۰) یہ اسم دونوں طریقوں سے بھی آیا ہے: عمر بن ابی کعب انصاریؓ اور عمران بن کعب انصاریؓ

زیارتِ رجبیہ ① میں ان پر سلام وارد ہیں۔ عمرو بن قرظہؓ ہوں کیونکہ صاحب کتاب انصار الحسینؑ نے ان دونوں کو ایک شخص قرار دیا ہے۔ نام دو ہیں شخصیت ایک ہے۔ ②

۴۰۔حضرت عمر بن الاحدوث الحضرمی

ان کے احوال کا کوئی علم نہیں ہے۔ البتہ زیارتِ ناحیہ میں امام علیہ السلام نے ان پر سلام بھیجا ہے۔ ③

۴۱ و ۴۲۔حضرت عمرو بن خالد الازدیؓ اور اُن کے فرزند حضرت خالدؓ

ان دو مجاہدوں کے احوال کا علم نہیں ہے۔ ہاں انھوں نے یومِ عاشورا میدانِ جنگ میں رجزیہ اشعار کے ساتھ ورود کیا تھا۔ بہت سے لوگوں کو قتل کرنے کے بعد شہادت پائی تھی۔ معروف مورخین نے ان کے اسماء نقل نہیں کیے۔ اس بات کا احتمال ہے کہ عمرو بن خالد ازدی عمر بن خالد الصیداویؓ ہوں جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ ④

کتاب الفتوح میں اِن کے بارے میں منقول ہے۔ عمرو بن خالد ازدیؓ نے مبارزہ طلبی کی اور اُس وقت یہ رجز پڑھا:

اَلْيَوْمَ يَا نَفْسُ اِلَى الرَّحْمَانِ   تَمْضِيْنَ بِالرَّوْحِ وَ بِالرَّيْحَانِ
اَلْيَوْمَ تُجْزَيْنَ عَلَى الْاِحْسَانِ
قَدْ كَانَ مِنْكِ غَابِرَ الزَّمَانِ   مَا خُطَّ فِي اللَّوْحِ لَدَى الدَّيَّانِ
لَا تَجْزَعِي فَكُلُّ حَيٍّ فَانِ
وَالصَّبْرُ أَحْظَى لَكِ بِالْاَمَانِ   يَامَعْشَرَ الْاَزْدِيِّ قَحْطَانِ
كُوْنُوا لَدَى الْحَرْبِ كَاُسْدٍ حِقَانِ

---

① ان کا نام عمر بن ابی کعب اور عمران بن کعب انصاری مذکور ہے۔ موسوعہ امام حسینؑ: ج ۸، ص ۱۵۹

② انصار الحسینؑ: ص ۱۰۳

③ الاقبال کی روایت کے مطابق ان کا اسم "عمر بن جندب حضرمی" ہے ایک اور نسخہ میں ان کا نام عمر بن احدث ہے۔ مصباح الزائر کی روایت کے مطابق عمر کی جگہ پر عمرو ہے۔

④ موسوعہ امام حسینؑ: ج ۴، ص ۲۳۳ (عمر بن خالد صیداوی اور اُن کے ساتھی)

"اے نفس! آج کا دن خوشی و مسرت کا دن ہے کیونکہ تو رحمٰن خدا کی طرف چین و راحت کے ساتھ جانے والا ہے۔ اس کے پاس ابدی عیش و سکون ہے۔ تو جو نیکی کر رہا ہے اس کا صلہ تجھے آج ہی ملنے والا ہے۔ زمانہ ماضی میں تجھ سے خطائیں سرزد ہوئی ہیں۔ آج اُن کا خوبصورت انجام دیکھ لے۔ بے تاب نہ ہو، حیران و پریشان نہ ہو۔ ہر زندہ شخص نے موت کا تلخ ذائقہ چکھنا ہے۔ صبر کا نتیجہ اس فانی آسائش و آرام سے زیادہ بہتر ہے۔ اے بنی اُزد و اولادِ قحطان! جب جنگ کا بازار گرم ہو تو اُس وقت شیر بن کر دشمن پر حملہ کرو"۔

عمرو بن خالدؓ نے یہ اشعار پڑھے اور ابنِ زیاد کے لشکر سے جنگ کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔ اُن کے بعد ان کے فرزند خالد بن عمروؓ میدانِ جنگ کی طرف بڑھے اور یہ رجز پڑھا:

صَبراً عَلَی المَوتِ بَنِی قَحطَانِ　　کَیمَا تَکُونُوا فِی رِضَا الرَّحمَانِ
ذِی المَجدِ وَالعِزَّةِ وَالبُرهَانِ　　وَ ذِی العُلٰی وَالطَّولِ وَالإحسَانِ
بِأَنَّنَا قَد صِرنَ فِی الجِنَانِ　　وَفِی قُصُورٍ حَسَنِ البُنیَانِ

"اے فرزندانِ قحطان! موت کی سختیوں کو برداشت کرو تا کہ تمھیں عزیز مہربان خدا کی خوشنودی حاصل ہو سکے جس کے احسانات و نعمات کا سلسلہ جاری و ساری ہے۔ ہم نے بہت جلد بہشت بریں میں جانا ہے جس کے محلات خوب صورت اور آراستہ و پیراستہ ہیں۔ اس کے بعد یہ مجاہد دشمن کی صفوں پر ٹوٹ پڑے۔ نصرت کا حق ادا کرتے ہوئے اپنے شہید والد کے ہمراہ راہی بہشت ہوئے"۔ (الفتوح: ج ۵، ص ۱۰۵)

علامہ خوارزمی نے اپنے مقتل میں لکھا ہے کہ عمرو بن خالد ازدیؒ نے وقتِ مبارزت یہ اشعار پڑھے تھے:

الیَومَ یَانَفسُ إلَی الرَّحمَانِ　　تَمضِینَ بِالرَّوحِ وَبِالرَّیحَانِ
الیَومَ تُجزَینَ عَلَی الإحسَانِ　　قَد کَانَ مِنکِ غَابِرَ الزَّمَانِ

مَا خُطَّ فِي اللَّوْحِ لَدَى الدَّيَّانِ ۔ فَالْيَوْمَ زَالَ ذَاكَ بِالْغُفْرَانِ
لَا تَجْزَعِي فَكُلُّ حَيٍّ فَانِ ۔ وَالصَّبْرُ أَحْظَى لَكِ بِالْأَمَانِ

"اے نفس! آج کے دن تم نے ربِ رحمٰن کی بارگاہ میں جانا ہے اور مطمئن روح کے ساتھ جانا ہے۔ زمانہ ماضی میں تجھ سے جو خطائیں ہوئی تھیں اُن سے پاک و صاف ہو کر اپنے خالق کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے۔ فرزند رسولؐ کی نصرت کرنے کی جزا تجھے آج ہی ملنے والی ہے۔ ہوتا وہی کچھ ہے جو لوح میں محفوظ لکھا ہوتا ہے۔ آج کے دن تمام گناہوں سے معافی ملنے والی ہے۔ موت سے خوفزدہ نہ ہو۔ ہر زندہ نے فنا کے گھاٹ اُترنا ہے۔ اس دُنیا کے آرام و سکون سے ان مصائب پر صبر کرنا بہتر و برتر ہے۔ اس بہادر نے میدانِ جنگ میں پامردی و استقامت کا ثبوت دیا اور اپنی دیرینہ آرزو شہادت کو حاصل کیا"۔

اِن کے بعد اِن کے فرزند بڑھے اور رجز پڑھا۔ (رجز اور اُس کا ترجمہ سطور بالا میں موجود ہے)۔ اس کے بعد دشمن کی فوج پر حملہ آور ہوئے اور شہادت کا آبِ زُلال نوش کیا۔ ①

۴۳۔ حضرت عمرو بن ضُبیعہؓ

اِن کا تعلق قبیلہ بنی قیس بن ثعلبہ سے تھا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کے صحابی تھے۔ ②
حضرت ابنِ شہرآشوب نے اپنے ہاں نقل کیا ہے کہ عمرو بن ضبیعہ حملہ اولیٰ میں شہید ہوئے تھے۔ اس سے ظاہر ہے کہ یہ عمرو بن ضُبیعہ کا دوسرا نام ہے۔ ③

ان کا اسم زیارتِ ناحیہ اور رجبیہ میں موجود ہے۔ ④

---

① مقتل الحسین خوارزمی: ج ۲، ص ۱۳؛ المناقب ابن شہرآشوب: ج ۳، ص ۱۰۱؛ بحارالانوار: ج ۴۵، ص ۱۸

② رجال طوسی: ص ۱۰۳؛ مناقب ابن شہرآشوب: ج ۴، ص ۷۸؛ امالی شجری: ج ۱، ص ۱۷۲؛ حدائق الوردیہ: ج ۱، ص ۱۲۱؛ ان دونوں کتابوں میں ہے: عمرو بن صبیعہ۔

③ قاموس الرجال: ج ۸، ص ۱۳۹

④ زیارتِ رجبیہ

اَلسَّلَامُ عَلٰی عُمَرَ بْنِ ضُبَیعَةِ الضَّبِیعِی [1]

''عمر بن ضبیعہ ضُبعی پر سلام''۔

۴۴-حضرت عمرو بن عبداللہ الجندعی

ان کے بارے میں کہا گیا ہے کہ آپ دورانِ جنگ زخمی ہو گئے تھے۔ ایک سال بعد عالمِ بالا میں پہنچے۔ [2] ابنِ شہرآشوب نے انھیں حملہ اولیٰ کا شہید شمار کیا ہے۔ [3] ان کا اسم زیارتِ ناحیہ میں ان الفاظ کے ساتھ درج ہے:

اَلسَّلَامُ عَلَی الْمُرْتَثِّ مَعَهُ (سوار) عمرو بن عَبْدِاللهِ الْجُنْدَعِی [4]

''عمرو بن عبداللہ الجندعی پر سلام''۔

۴۵-حضرت عُمیر (عمرو) بن عبداللہ المذحجی

ابنِ اعثم، خوارزمی اور ابنِ شہرآشوب نے یومِ عاشورا کا رجز نقل کیا ہے۔ خوارزمی نے ان کے قاتل کا نام بھی لکھا ہے۔ ان کے بارے میں مذکور ہے:

عُمیر بن عبداللہ مذحجی میدان کی طرف بڑھے تو یہ رجزیہ ابیات پڑھے:

قَدْ عَلِمَتْ سَعْدٌ وَحَیُّ مَذْحِجِ   اَنِّیْ لَیْثُ الْغَابِ لَمْ أَهْجَهِجِ
أعلو بِسَیفِی هَامَةَ الْمُدَجَّجِ   وَأَتْرُكَ الْقِرْنَ لَدَی التَّعَرُّجِ
فَرِیسَةَ الضَّبعِ الأَزَلِّ الأَعْرَجِ   فَمَنْ تَرَاهُ وَاقِفًا بِمَنْهَجِی

''قبیلہ سعد اور بنی مذحج کو اچھی طرح سے معلوم ہے میں شیر بیشۂ شجاعت ہوں کسی کے روکنے سے رُکتا نہیں ہوں، نبرد آزمائی اور میدانِ کارزار میں زیادہ سخت گیر ہوں۔ میں صرف اتنا کچھ کرتا ہوں کہ اپنی تلوار سے کاسہ سر کو اُڑا دیتا ہوں۔ میں اپنے حریف کو لنگڑے بجو کی خوراک بنا دیتا ہوں۔

---

[1] مصباح زائر و مزار کبیر بروایت موسوعہ امام حسینؑ: ج ۸، ص ۲۳۰

[2] امالی شجری: ج ۱، ص ۱۷۳؛ حدائق الوردیہ: ج ۱، ص ۱۲۲

[3] موسوعہ امام حسینؑ: ج ۴، ص ۱۲۵

[4] موسوعہ امام حسینؑ: ج ۸، ص ۲۳۰

جی ہاں میرا طریقہ یہی ہے جو آئے مجھے آزمائے"۔

پھر انھوں نے اپنی تلوار بے نیام کی اور شدید حملہ کیا۔ بہت سے لوگوں کو موت کی وادی میں دھکیلا۔ مسلم، ضبابی اور عبداللہ بجلی نے مل کر انھیں شہید کیا۔ (۱)

۳۶۔ غلام ترکی

ترکی غلام بہت بڑے عالم تھے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کی رکاب میں شہید ہوئے۔

خوارزمی نے ان کے بارے میں لکھا ہے:

غلام ترکی نے مبارزہ طلبی کی۔ آپ قاریٔ قرآن تھے۔ عربی زبان پر مہارتِ تامہ رکھتے تھے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کے محب و موالی تھے۔ جب یہ مجاہد میدانِ جنگ کی طرف بڑھے تو اُس وقت یہ رجز پڑھا:

اَلْبَحرُ مِن طَعْنِي وَضَرْبِي يَصطَلِي وَالجَوُّ مِن سَهمِي وَنَبلِي يَمتَلِي

اِذَا حُسَامِي فِي يَمِينِي يَنجَلِي يَنشَقُّ قَلبُ الحَاسِدِ المُبَجَّلِ

"میری تیر بارانی اور تلوار کی ضربات سے سمندر میں آگ لگ جاتی ہے۔ جب میں ترکش اور کمان ہاتھ میں لیتا ہوں اور اپنے دشمن کو اپنے تیروں کا نشانہ بناتا ہوں تو فضا میرے تیروں سے بھر جاتی ہے اور اُفق و آفاق میں میرے تیروں کی چوٹ سے ہیجان پیدا ہوجاتا ہے۔ جب سے میرے دائیں ہاتھ میں تلوار چمکتی ہے تو حاسد بدذات کا قلب پاش پاش ہوجاتا ہے"۔

اس مجاہد و مبارز اور جیسور و غیور مرد نے دشمن کے بہت سے افراد کو قتل کیا۔

ابنِ سعد کی بزدل فوج نے انھیں ہر طرف سے گھیر لیا اور تلواروں اور نیزوں کے وار سے انھیں شدید طور پر زخمی کر دیا تھا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام ان کے پاس پہنچے تو آپؑ نے گریہ کیا اور ان کے رخسار پر اپنا رخسار رکھ دیا۔ غلام ترکی نے آنکھیں کھولیں تو اُن کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس کے بعد اُن کی روح بارگاہِ ربّ العالمین میں پہنچ گئی۔ (۲)

---

(۱) مقتل الحسین خوارزمی: ج ۲، ص ۱۳؛ الفتوح: ج ۵، ص ۱۰۵۔ اس میں ہے: عمرو بن عبداللہ مذحجی۔ مناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۱۰۱

(۲) مقتل الحسین خوارزمی: ج ۲، ص ۲۴

ابنِ شہر آشوب نے کہا ہے کہ یہ مجاہد حضرت حُرؓ کے غلام تھے۔ ①

علامہ خوارزمی نے جہاں اپنی کتاب میں حضرت حُرؓ کے حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ الحاق کا قصہ بیان کیا ہے وہاں اُس نے اُن کے غلام تُرکی کا ذکر بھی کیا ہے۔ ②

۴۷-حضرت قاربؓ

حضرت قاربؓ حضرت امام حسین علیہ السلام کے آزاد کردہ غلام تھے۔ اِن کا نام زیارتِ ناحیہ میں مذکور ہے۔ فُضیل بن زبیر نے اپنی کتاب میں ان کے بارے میں لکھا ہے: قارب الدُّولی حضرت امام حسین علیہ السلام کے آزاد کردہ غلام تھے۔ ③

ان کے بارے میں ہمیں اس سے زیادہ معلومات حاصل نہیں ہوئیں۔ زیارتِ ناحیہ میں ہم ان پر یوں سلام پڑھتے ہیں:

اَلسَّلَامُ عَلٰی قَارِبٍ مَوْلَی الْحُسَیْنِ بْنِ عَلِیٍّ

''حضرت امام حسین علیہ السلام کے آزاد کردہ غلام قارب پر سلام''۔ ④

۴۸، ۴۹-حضرت قاسط بن حارثؓ و حضرت کردوس بن حارثؓ

یہ دونوں بھائی تھے اور اِن کا قبیلہ بنی تغلب ہے۔ ⑤ دونوں حضرت امام حسین علیہ السلام کے صحابی تھے۔ ⑥ حضرت شیخ طوسیؒ نے کردوس تغلبیؓ کو حضرت علی علیہ السلام کے اصحاب میں بھی

---

① المناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۱۰۳

② مقتل الحسینؑ خوارزمی: ج ۲، ص ۱۰؛ المناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۱۰۳؛ تنقیح المقال: ج ۱، ص ۱۲۵۔ اس میں ہے: اسلم بن عمرو۔ انصار الحسینؑ: ص ۷۳ اور اس میں ہے: اسلم تُرکی۔ ابصار العین: ص ۹۵، اس میں واضح الترکی مولی الحارث۔ اس میں ایک نوجوان اور اس کی ماں کا قصہ انھی سے منسوب ہے۔ اسلم بن عمرو جو حضرت امام حسین علیہ السلام کے آزاد کردہ غلام تھے۔ ان کے والد تُرکی تھے اور کاتب تھے۔ فُضیل بن زبیر نے ان کا نام علامہ بن واضح رومی نقل کیا ہے۔ (امالی شجری: ج ۱، ص ۱۷۲؛ الحدائق الوردیہ: ج ۱، ص ۱۲۲)

③ حدائق الوردیہ: ج ۱، ص ۱۳۱؛ امالی شجری: ج ۱، ص ۱۷۲ اس میں ہے دُولی کی جگہ دیلمی ہے۔

④ موسوعہ امام حسینؑ: ج ۸، ص ۲۳۰

⑤ امالی شجری: ج ۱، ص ۱۷۲؛ الحدائق الوردیہ: ج ۱، ص ۱۳۱

⑥ شیخ طوسیؒ نے لکھا ہے کہ قاسط اور مقسط دونوں عبداللہ کے فرزند تھے۔ یہ دونوں امام حسین علیہ السلام کے صحابی تھے۔ آپؒ نے ان دونوں کی شہادت کی تصریح نہیں کی۔ (رجال طوسی: ص ۱۰۳، ۱۰۵)

شمار کیا ہے۔ ① بیان کیا گیا ہے کہ جناب قاسطؓ حملۂ اولیٰ میں شہید ہوئے تھے لیکن ان کی شہادت کی کیفیت معلوم نہیں ہے۔ ②

ان دونوں بزرگواروں کو بارہویں امامؑ نے اپنے سلام میں یاد کیا ہے:

اَلسَّلَامُ عَلٰی قَاسِطٍ وَ كَرْشٍ ظَهِيرِ التَّغْلِبِيَّيْنِ ③

''قاسط تغلبی اور کرش تغلبی پر سلام''۔

زیارتِ رجبیہ میں بھی انھی الفاظ کے ساتھ انھیں یاد کیا گیا ہے۔

۵۰- حضرت قاسم بن حبیب الازدیؓ ④

یہ فرزند رسولؐ کے صحابیؓ تھے۔ ⑤ ان کا اسمِ گرامی زیارتِ ناحیہ و رجبیہ میں مرقوم ہے:

اَلسَّلَامُ عَلٰی قَاسِمِ بْنِ حَبِيبِ الْاَزْدِيِّ ⑥

''قاسم بن حبیب ازدیؓ پر سلام''۔

۵۱- حضرت قعنب بن عمرو النمریؓ

امام زمانؑ نے انھیں زیارتِ ناحیہ میں خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔ ⑦

۵۲- حضرت کنانہ بن عتیقؓ

سبط رسولؐ حضرت امام حسین علیہ السلام کے صحابی تھے۔ ⑧ بنی تغلب سے تعلق رکھتے تھے۔

---

① رجال طوسی: ص ۸۰

② زیارتِ رجبیہ میں ان کے نام یہ ہیں: قاسط و کرابن زہیر

③ ''کرش'' کا نام دو طریقوں سے نقل ہے: کردوس، و کرسی۔ موسوعہ امام حسینؑ: ج ۸، ص ۲۳۰

④ فضیل بن زبیر نے نقل کیا ہے کہ یہ ازدی تھے۔ ان کا نام قاسم بن بشر تھا۔ امالی شجری: ج ۱، ص ۱۷۳؛ حدائق الوردیہ: ج ۱، ص ۱۲۲۔ اس میں ہے قسم بن بشر۔ اور یہی قاسم بن حبیب تھا۔

⑤ رجال طوسی: ص ۱۰۳

⑥ موسوعہ امام حسینؑ: ج ۸، ص ۱۵۹

⑦ نفس المصدر

⑧ رجال طوسی: ص ۱۰۳

یہ حملہ اولیٰ کے شہید ہیں۔ (۱) ان کا اسم زیارتِ ناحیہ اور زیارتِ رجبیہ میں مذکور ہے:

اَلسَّلَامُ عَلٰی کِنَانَةَ بْنِ عَتِیْقٍ

"کنانہ بن عتیق پر سلام"۔

۵۳- حضرت مجمع بن زیادؓ

جناب فُضیل بن زبیر نے اِن کا اسم اپنے ہاں لکھا ہے۔ (۲)

۵۴- حضرت مجمع بن عبداللہ العائذی

یہ بزرگوار فرزند رسولؐ کے صحابی تھے۔ (۳) یہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ منزل عذیب الہجانات میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے کاروان کے ساتھ ملحق ہوئے تھے۔ ان کے ہمراہ اُس وقت حضرت نافع بن ہلالؓ، حضرت عمر بن خالدؓ تھے۔ حضرت طرماح بن عدیؓ نے انھیں امامؑ کی نصرت کی طرف متوجہ کیا تھا۔ جب حُر نے امام علیہ السلام کو کوفہ کی طرف جانے سے روک دیا تھا تو یہ تمام افراد امام حسین علیہ السلام کے اصحاب کے ساتھ ملحق ہو گئے تھے۔ ان لوگوں نے فرزند علیؑ و بتولؑ کو کوفہ کے جدید ترین سیاسی حالات سے آگاہ کیا تھا۔ (۴)

حضرت مجمعؓ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ میدانِ جنگ کی طرف اُس وقت بڑھے تھے جب جنگ کا آغاز ہوا تھا۔ یہ چار مجاہد تھے جو دشمن کی صفوں سے ٹکرائے تھے۔ یہ لڑتے لڑتے دُور نکل گئے تھے۔ ابنِ سعد کی فوج نے انھیں گھیر لیا تھا۔ (۵)

حضرت عباس علیہ السلام نے فوج کے گھیرے کو توڑا اور انھیں وہاں سے نکالا۔ جب فوج ان کے قریب آئی تو پھر انھوں نے اُن سے جنگ شروع کر دی۔ ان سب کی شہادت ایک جگہ پر

---

(۱) امالی شجری: ج ۱، ص ۱۷۲؛ الحدائق الوردیہ: ج ۱، ص ۱۲۱

(۲) امالی شجری: ج ۱، ص ۱۷۲؛ الحدائق الوردیہ: ج ۱، ص ۱۲۲۔ ان دونوں کتاب میں ہے کہ یہ خراسانی جہینہ میں سے تھے۔

(۳) رجال طوسی: ص ۱۰۵

(۴) موسوعہ امام حسینؑ: ج ۳، ص ۳۸۰

(۵) موسوعہ امام حسینؑ: ج ۴، ص ۲۳۳

ہوئی تھی۔ ابنِ شہر آشوب نے انھیں حملہ اولیٰ کے شہداء میں شمار کیا ہے۔

فضیل بن زُبیر نے اپنے ہاں لکھا ہے کہ اِن کا ایک فرزند تھا کہ جس کا نام عابد بن مجمع تھا۔ اُس نے بھی میدانِ کربلا میں شہادت پائی تھی۔ ① لیکن دوسرے کسی مصدر نے اُس کا ذکر نہیں کیا۔ ②

زیارتِ ناحیہ میں انھیں درج ذیل الفاظ کے ساتھ یاد کیا گیا ہے:

اَلسَّلَامُ عَلٰی مُجمع بْنِ عَبْدِاللّٰهِ العَائِذِیّ

"مجمع بن عائذی پر سلام"۔

۵۵و۵۶-حضرت مسعود بن حجاج رضی اللہ عنہ ③، حضرت عبدالرحمٰن بن مسعود رضی اللہ عنہ

یہ دونوں باپ بیٹا حضرت امام حسین علیہ السلام کے اصحاب میں سے تھے۔ ④ انھیں حملہ اولیٰ کے شہداء میں شمار کیا گیا ہے۔ مسعود بن حجاج رضی اللہ عنہ کا نام زیارتِ رجبیہ میں موجود ہے اور زیارتِ ناحیہ میں باپ بیٹے دونوں کے اسم مذکور ہیں:

اَلسَّلَامُ عَلٰی مَسْعُودِ بْنِ الْحَجَّاجِ وَابْنِهٖ ⑤

"مسعود بن حجاج رضی اللہ عنہ اور اُن کے بیٹے پر میرا سلام"۔

۵۷-حضرت مسلم بن کثیر رضی اللہ عنہ ⑥

شیخ طوسیؒ نے انھیں حضرت امام حسین علیہ السلام کے اصحاب میں شمار کیا ہے۔ ⑦ ابنِ شہر آشوب نے نقل کیا ہے کہ یہ بزرگوار حملۂ اولیٰ میں شہید ہوئے تھے۔ زیارتِ ناحیہ اور زیارتِ

---

① امالی شجری: ج۱، ص ۱۷۳؛ الحدائق الوردیہ: ج۱، ص ۱۲۲۔ اس میں عابد بن مجمع نقل ہے۔

② ابن الکلبی نے کہا ہے کہ عبداللہ بن مجمع مختار ثقفیؓ کے ساتھ شہید ہوئے تھے۔ (نسب معد: ج۱، ص ۳۲۰)

③ امالی شجری: ج۱، ص ۱۷۲؛ الحدائق الوردیہ: ج۱، ص ۱۲۲

④ رجال طوسی: ص ۱۰۵

⑤ مصباح الزائر کی روایت میں "ابیہ" ابنہ کی جگہ پر ہے۔ (موسوعہ امام حسینؑ: ج۸، ص ۲۳۰)

⑥ امالی شجری: ج۱، ص ۱۷۳؛ الحدائق الوردیہ: ج۱، ص ۱۲۲؛ ان دونوں میں "ازد" کے الفاظ ہیں۔

⑦ رجال طوسی: ص ۱۰۵

رجبیہ میں انھیں درج ذیل الفاظ کے ساتھ یاد کیا گیا ہے:

اَلسَّلَامُ عَلٰی اَسْلَمَ بْنِ کَثِیْرٍ الْاَزْدِیِّ الْاَعْرَجِ

''اسلم بن کثیر ازدی اعرج پر سلام''۔

۵۸-حضرت منجحؓ

آپؓ حضرت امام حسین علیہ السلام کے آزاد کردہ غلام تھے اور آپؑ کے اصحاب میں سے تھے۔ ① کربلا میں یومِ عاشورا شہید ہوئے تھے۔ ②

ان کے قاتل نام حسان بن بکر الحنظلی مذکور ہے۔ ③

زیارتِ ناحیہ اور رجبیہ میں ان پر سلام کہے گئے ہیں:

اَلسَّلَامُ عَلٰی مُنْجِحٍ مَوْلَی الْحُسَیْنِ بْنِ عَلِیٍّ

''حضرت امام حسین علیہ السلام کے آزاد کردہ غلام منجح پر سلام''۔

۵۹-حضرت نعیم بن عجلانؓ

حضرت نعیم فرزند رسولؐ کے صحابی تھے۔ ④ انھیں حملہ اولی کے شہداء میں شمار کیا گیا ہے۔ اِن کا اسم زیارتِ ناحیہ اور رجبیہ میں موجود ہے۔

اَلسَّلَامُ عَلٰی نَعِیْمِ بْنِ الْعُجْلَانِ الْاَنْصَارِیِّ ⑤

''نعیم بن عجلان انصاری پر سلام''۔

۶۰-حضرت الضحاف بن المہند الراسیؓ

جناب فضیل بن زبیر نے اِن کا کچھ اس طرح ذکر کیا ہے۔ جب ضحاف بن مہند راسی

---

① رجال طوسی: ص ۱۰۵

② تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۶۹؛ طبقات الکبریٰ: ج ۱، ص ۴۷۸؛ الثقات ابن حبان: ج ۲، ص ۳۱۰؛ الکامل فی التاریخ: ج ۲، ص ۵۸۲؛ رجال طوسی: ص ۱۰۵؛ الاختصاص: ص ۸۲

③ امالی شجری: ج ۱، ص ۱۷۲؛ حدائق الوردیہ: ج ۱، ص ۱۲۱

④ امالی شجری: ج ۱، ص ۱۷۲؛ حدائق الوردیہ: ج ۱، ص ۱۲۲؛ ان دونوں میں انصاری کا اضافہ ہے۔

⑤ رجال طوسی: ص ۱۰۶

نے اپنے شہر بصرہ میں سنا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام مکہ معظمہ سے کوفہ کی طرف روانہ ہیں تو وہ بصرہ سے چلے اور کربلا میں اُس وقت پہنچے جب حضرت امام حسین علیہ السلام شہید کر دیے گئے تھے۔ یہ عمر بن سعد کے لشکر کے قریب گئے اور تلوار بے نیام کر کے حملہ آور ہوئے اور اُس وقت رجز پڑھا:

یَا اَیُّهَا الْجُنْدُ الْمُجَنَّدْ اَنَا الْهَفْهَافُ بن الْمُهَنَّدْ

اَبْغِی عِیَالَ مُحَمَّدٍ

"اے لشکر کثیر! اِدھر دیکھو میں ہفہاف ہوں اور مہند کا بیٹا ہوں۔ میں تم پر بڑھ بڑھ کر حملے کروں گا کیونکہ میں اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہلِ بیت کی حفاظت کرنا چاہتا ہوں"۔

پھر وہ لشکر میں گھس گئے اور اُن سے شدید قتال کیا۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے مروی ہے کہ رسولِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے نقطۂ آغاز سے، بعد از حضرت علی علیہ السلام، کائنات نے ہفہاف سے بڑھ کر شجاع و بہادر انسان نہیں دیکھا۔ یہ مجاہد و مبارز دشمن کے لشکر پر اس طرح جا پڑے تھے کہ جس طرح شیر اپنے شکار پر جا پڑتا ہے۔ ان کے سامنے جو آیا وہ کٹتا گیا اور زمین پر ڈھیر ہوتا گیا۔ ہر طرف شور بلند ہوا۔ ابنِ سعد کی فوج نے اِن کا گھیرا تنگ کرنا شروع کر دیا۔ پانچ سپاہی ان کی طرف بڑھے اور ہر طرف سے ان پر تلواریں اور نیزے برسنے لگے۔ انھیں شدید زخم لگے جن کی وجہ سے جامِ شہادت نوش کیا۔ [1]

۶۱۔ حضرت ہمام بن سلمہ القانصیؓ

جناب فُضیل بن زبیر نے منفردات میں اِن کا ذکر کیا ہے۔ [2]

۶۲۔ حضرت یحییٰ بن سلیمان المازنیؓ

مقتل خوارزمی، مناقب ابنِ شہر آشوب اور کتاب الفتوح میں اِن کا اسم، رجز اور بیان

---

(1) امالی شجری: ج ۱، ص ۱۷۳؛ الحدائق الوردیہ: ج ۱، ص ۱۲۲

(2) امالی شجری: ج ۱، ص ۱۷۳؛ الحدائق الوردیہ: ج ۱، ص ۱۲۲۔ اس میں "القانصی" کی جگہ "القابضی" ہے۔ ان دونوں کتاب میں مرقوم ہے کہ یہ ہمدان سے تعلق رکھتے تھے۔

شہادت مذکور ہے لیکن دوسرے مصادر میں ان کا ذکر نہیں ہے۔ ان کے بارے میں مروی ہے کہ وہ میدانِ جنگ کی طرف بڑھے تو اُس وقت رجز پڑھا:

"میں اِس قوم سے فیصلہ کُن جنگ کروں گا۔ صبح صبح تازہ دم ایسی ضرب ماروں گا جو شدید ترین ہوگی جو آناً فاناً تمھیں زمین پر ڈھیر کر دے گی۔ میں قتال و جدال کرنے میں عاجز ہوں اور نہ کمزور ہوں۔ مجھے موت سے کوئی خوف نہیں ہے۔ میں بڑھ بڑھ کر اور چڑھ چڑھ کر حملے کروں گا کیونکہ میں اُس طاقت ور اور توانا شیر کی طرح حملہ آور ہوں گا کہ جس کے بچے خطرے میں ہوں وہ ہر قسم کا خطرہ مول لے کر اپنے بچوں کا دفاع کرتا ہے"۔

آپ نے دشمن سے شدید جنگ کی اور اُن کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ ①

① الفتوح: ج ۵، ص ۱۰۶؛ مقتل الحسین خوارزمی: ج ۲، ص ۱۷؛ المناقب ابن شہرآشوب: ج ۴، ص ۱۰۲؛ بحارالانوار: ج ۴۵، ص ۲۳

چوتھی فصل

سبطِ اصغرؑ کی اولاد کی قربانیاں

حضرت علی اکبر علیہ السلام

حضرت علی اکبر علیہ السلام فرزندِ رسولؐ حضرت امام حسین علیہ السلام کے بڑے بیٹے تھے۔ خُلق و اخلاق، گفتار و رفتار، شکل و شمائل، حُسن و جمال، سیادت و کمال، فصاحت و بلاغت، جود و سخاوت اور شجاعت و بسالت میں آپ حضرت خاتم الانبیاءؐ کی کامل و اکمل شبیہ تھے۔ جب کبھی کسی کو رسول اللہؐ کی یاد ستاتی تھی تو وہ اِس شہزادے کا دیدار کر کے اپنے شوق و اشتیاق کا درمان کرتا تھا۔ جس طرح کہ آپؑ کے والد بزرگوار نے آپؑ کی اس خصوصیت کا اظہار اُس وقت کیا جس وقت آپؑ میدانِ جنگ کی طرف پیش قدمی کرنے والے تھے۔

اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ عَلٰى هٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ. فَقَدْ بَرَزَ اِلَيْهِمْ غُلَامٌ اَشْبَهُ النَّاسِ خَلْقًا وَخُلُقًا وَمَنْطِقًا بِرَسُوْلِكَ مُحَمَّدٍ. كُنَّا اِذَا اشْتَقْنَا اِلٰى وَجْهِ رَسُوْلِكَ نَظَرْنَا اِلٰى وَجْهِهٖ

"خدایا! اس ظالم و ستم پیشہ قوم پر گواہ رہنا اِن کی طرف اب وہ جوان جنگ کرنے کے لیے جا رہا ہے جو خد و خال، قال و مقال، شکل و شمائل، سیرت و صورت، رفتار و گفتار میں تیرے پیغمبرؐ سے سب سے زیادہ مشابہ ہے۔ ہمیں جب تیرے نبیؐ کی یاد ستاتی تھی اور آپؐ کی زیارت کا شوق و اشتیاق ہوتا تھا تو اس جوان کا دیدار کر کے شوقِ زیارت پورا کرتے تھے"۔

شہزادہ علی اکبر علیہ السلام کے حُسن و جمال و زیبائی کا کیسے اندازہ ہو سکتا ہے کہ آپ کس قدر خوب صورت تھے؟ اس حقیقت کو پانے کے لیے شمائل نبویؐ کا مطالعہ ضروری ہے۔ شمائل نبویؐ کی بارگاہ میں جانے کے لیے کتبِ احادیث و سیرت کی ورق گردانی کرنا ہوگی۔ ترمذی، صحیح مسلم،

صحیح بخاری، مسند دارمی، مشکوٰۃ، زاد المعاد، سیرت ابنِ ہشام وغیرہ میں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حلیہ مبارک اور آپؐ کے جسم پیکر مبارک کا سارا نقشہ موجود ہے۔

حضرت امام علی علیہ السلام، ہند بن ابی ہالہؓ، حضرت اُم معبد خزاعیہؓ، حضرت انس بن مالکؓ، حضرت جابر بن سمرہؓ، حضرت ابو الطفیلؓ، حضرت ابو جحیفہؓ، حضرت برا ابن عازبؓ، حضرت کعب بن مالکؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ربیعہ بنت معوذؓ اور حضرت عائشہؓ ان سب نے اپنے اپنے زاویہ نظر سے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لفظی تصویر کھینچی ہے۔ مندرجہ بالا کتابوں کی طرف رجوع کریں۔ یہاں ان تفصیلات کی گنجائش نہیں ہے۔ جب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حسن و جمال سامنے آجائے گا تو شہزادۂ علی اکبرؓ جو آپؐ کی شبیہ ہیں اُن کا حسن و جمال آنکھوں کے سامنے جلوہ گر ہو جائے گا۔

یہاں موقع مناسبت کو سامنے رکھتے ہوئے جمالِ پیغمبرؐ کے بارے میں تھوڑا سا اشارہ کرنے کی جسارت کرتے ہیں۔ جب شاعر نبی حضرت حسان بن ثابتؓ کی نگاہ رسول اللہؐ پر پڑی تھی تو اُن کی زبان پر بے ساختہ یہ اشعار جاری ہو گئے تھے:

أَحْسَنُ مِنْكَ لَمْ تَرَقَطُّ عَيْنِيْ   وَأَجْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ
خُلِقْتَ مُبَرَّاءً مِنْ كُلِّ عَيْبٍ   كَأَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ

”میں نے اس کائنات کو کھنگالا ہے۔ مشرق و مغرب میں گھوما پھرا ہوں، زمانے میں بڑے بڑے حسین دیکھے ہیں لیکن اے آمنہؑ کے لال! اے عبداللہ کے لختِ جگر! آپؐ جیسا حسین نہیں دیکھا ہے۔ آج تک جنابِ آمنہؑ کے بغیر کوئی ماں تخلیق کے قالب سے گزری ہی نہیں ہے جو آپؐ جیسا پیکرِ حسن و جمال پیدا کرے“۔

لاریب کتاب والے نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کامل و اکمل اور بے عیب پیدا کیا ہے۔ اس کائنات میں ہر مولود اس کی چاہت کے مطابق پیدا ہوتا ہے لیکن ربِ اکبر نے جب آپؐ کی تصویر کشی کی تو آپؐ کی چاہت کے مطابق کی۔

شاعر ہند اسد اللہ غالب سے جب کہا گیا کہ اللہ کے حبیبؐ کی مدح و ثنا کرو تو اس عاشق

رسولؐ نے کہا تھا:

غالب ثنائے خواجہ بہ یزدان گزاشتیم
کان ذات پاکؐ مرتبہ دان محمدؐ است

ایک اور شاعر نے پیغمبر آخر و اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص و جمالیات کچھ اس طرح بیان کیے ہیں:

حسن یوسفؑ دم عیسیٰؑ ید بیضا داری
آن کہ خوبان ہمہ دارند تو تنہا داری

ہم کہہ سکتے ہیں جو تعریف اصل کی ہوتی ہے وہی تعریف اس کی شبیہ کی ہوتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اصل ہیں اور شہزادہ علی اکبرؑ آپؐ کی شبیہ ہیں۔ اللہ رب العزت جو حسن و جمال جناب آمنہؑ کے عظیم الشان فرزند کو عطا کیا تھا وہی حسن و جمال فرزند رسولؐ کے شہزادے حضرت علی اکبرؑ میں متجلی تھا۔

خاندانِ اہلِ بیتِ رسولؐ کے نعوتِ عالیہ و متکاثرہ، اوصافِ جلیلہ، فضائلِ کثیرہ اور محامد جمیلہ اس شہزادہؑ کی ذات والاصفات میں مندرج و منطوی تھے جہاں اللہ رب العزت نے آپؑ کو شبیہِ رسولؐ بنایا تھا وہاں خصائصِ رسولؐ بھی عطا کیے تھے۔ (اضافہ من المترجم)

حضرت علی اکبر علیہ السلام حسینی جیش کے ایک رکن تھے۔ آپؑ کے خصائص میں سے یہ ہے کہ آپؑ اپنے آپ کو حق پر سمجھتے تھے اور اپنے آپ کو حق کا پاسبان اور نگہبان جانتے تھے۔ جب آپؑ کے والد بزرگوار نے کربلا کے اس سفر کے دوران اپنی سواری پر خواب میں اپنی شہادت کی خبر سنی تھی اور اس خبر سے اپنے کاروان کے شرکاء کو آگاہ کیا تھا تو اس وقت اس شہزادے نے اپنے والد بزرگوارؑ کی خدمت میں عرض کیا تھا: بابا جانؑ! جب ہم حق پر ہیں تو پھر ہمیں موت سے کوئی خوف و خطرہ نہیں ہے۔

حضرت علی اکبر علیہ السلام ایک شانِ امتیازی رکھتے تھے۔ آپؑ کے امتیازات میں وہ اذان و اقامت ہے جو آپؑ نے اُس وقت ادا کی جب لشکر حر نے امامؑ کے راستے میں رکاوٹ پیدا کی تھی اور وہاں نماز ظہر اور عصر پڑھی گئی تھی تو ان دونوں نمازوں کی اذان اور اقامت شہزادہ علی

اکبرؑ کے حصے میں آئی تھی۔

شب عاشورا جب خیام حسینیؑ میں پانی کا ذخیرہ ختم ہو گیا تھا تو آپؑ کی قیادت میں اصحاب حسینیؑ دریا پر گئے تھے اور وہاں سے خیام میں پانی لے آئے تھے۔ بنی ہاشم کے جوانوں میں سے سب سے پہلے آپؑ میدان حرب وضرب کی طرف بڑھے تھے۔ پہلی قربانی آپؑ ہی کی ہے۔ ①

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَوَّلَ قَتِيلٍ مِنْ نَسْلِ خَيْرِ سَلِيلٍ مِنْ سُلَالَةِ إِبْرَاهِيمَ الْخَلِيلِ، صَلَّى اللهُ عَلَيْكَ وَعَلَى أَبِيكَ ،إِذْ قَالَ فِيكَ، قَتَلَ اللهُ قَوْمًا قَتَلُوكَ. يَابُنَيَّ مَا أَجْرَأَهُمْ عَلَى الرَّحْمٰنِ وَعَلَى انْتِهَاكِ حُرْمَةِ الرَّسُولِ ! عَلَى الدُّنْيَا بَعْدَكَ الْعَفَا . كَأَنِّي بِكَ بَيْنَ يَدَيْهِ مَاثِلًا وَلِلْكَافِرِينَ قَائِلًا:

أَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ نَحْنُ وَبَيْتِ اللهِ أَوْلَى بِالنَّبِيِّ
أَطْعَنُكُمْ بِالرُّمْحِ حَتَّى يَنْثَنِي أَضْرِبُكُمْ بِالسَّيْفِ أَحْمِي عَنْ أَبِي
ضَرْبَ غُلَامٍ هَاشِمِيٍّ عَرَبِيٍّ وَاللهِ لَا يَحْكُمُ فِينَا ابْنُ الدَّعِيِّ

حَتَّى قَضَيْتَ نَحْبَكَ وَلَقِيتَ رَبَّكَ . أَشْهَدُ أَنَّكَ أَوْلَى بِاللهِ وَبِرَسُولِهِ. وَأَنَّكَ ابْنُ رَسُولِهِ وَحُجَّتُهُ وَأَمِينُهُ .وَابْنُ حُجَّتِهِ وَأَمِينِهِ. حَكَمَ اللهُ عَلَى قَاتِلِكَ مُرَّةَ بْنِ مُنْقِذِ بْنِ النُّعْمَانِ الْعَبْدِيِّ . لَعَنَهُ اللهُ وَأَخْزَاهُ، وَمَنْ شَرِكَهُ فِي قَتْلِكَ ، وَكَانُوا عَلَيْكَ ظَهِيرًا . أَصْلَاهُمُ اللهُ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا . وَجَعَلَنَا اللهُ مِنْ مُلَاقِيكَ وَمُرَافِقِيكَ . وَمُرَافِقِي جَدِّكَ وَأَبِيكَ وَعَمِّكَ وَأَخِيكَ وَأُمِّكَ الْمَظْلُومَةِ . وَأَبْرَأُ إِلَى اللهِ مِنْ أَعْدَائِكَ أُولِي الْجُحُودِ. وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ

① مشہور روایت ہے کہ بنی ہاشم میں پہلے شہید حضرت علی اکبرؑ ہیں۔ عبداللہ بن مسلم بن عقیلؑ کے بارے میں جو روایت ہے کہ وہ شہید ہیں وہ غیر مشہور ہے۔ مؤرخ طبری نے بھی اپنے ہاں حضرت علی اکبرؑ کو بنی ہاشم کا پہلا شہید نقل کیا ہے۔

"نسلِ خلیلؑ کے اوّل قتیل و شہید آپؑ پر درود وسلام ہو، آپؑ پر اور آپؑ کے بزرگوار پر اللہ ربّ العزت کی طرف سے درود نازل ہو۔ آپؑ کے والد گرامی نے آپؑ کے متعلق کہا تھا: "خداوند تعالیٰ اُس قوم کو قتل سے دوچار کرے جس قوم نے آپؑ کو قتل کیا ہے۔ یہ لوگ احکامِ خداوندی اور حرمتِ رسولؐ کے پامال کرنے پر کس قدر جری ہیں۔ آپؑ کی شہادت کے بعد دُنیا پر خاک ہے"۔

وہ منظر گویا میری نظروں کے سامنے ہے جب آپؑ اپنے پدرِ بزرگوارؑ کے سامنے کفّار سے جنگ کر رہے تھے اور یہ رجز پڑھ رہے تھے جس کا مضمون یہ ہے:

"میں حسینؑ بن علیؑ کا فرزند علیؑ ہوں۔ بیت اللہ کی قسم! ہم ہی سید الانبیاءؐ کے وارث ہیں۔ تمھیں اپنے تندوتیز نیزے سے اُس وقت تک مارتا رہوں گا جب تک وہ ٹیڑھا نہ ہوجائے۔ پھر میں تم پر تلوار سے حملہ کروں گا اور اپنی زندگی کی آخری سانس تک اپنے والد کا دفاع کروں گا۔

میں تم پر ہاشمی عربی نوجوان کی طرح سے حملہ کروں گا۔ خدا کی قسم! بے پدر ① کا بیٹا ہمارے متعلق فیصلہ کرنے کا کوئی حق نہیں رکھتا۔

آپؑ نے شدید قتال کیا اور اپنی الٰہی مسئولیت کا حق اس طرح ادا کیا جس طرح ادا کرنے کا حق ہے۔ پھر اللہ ربّ العزت کی بارگاہ کی طرف چلے گئے۔ مَیں گواہی دیتا ہوں کہ آپؑ خدا اور اُس کے رسولؐ کے نظام کے وارث ہیں اور یہ کہ آپؑ رسولؐ اللہ کے فرزند اور حجتِ خدا اور دینِ خداوندی کے محافظ و مدافع ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ آپؑ کے قاتل مرہ بن منقذ بن نعمان عبدی کے متعلق فیصلہ کرے۔ اللہ اُس پر لعنت کرے اور اُسے ذلیل ورُسوا کرے اور اُن لوگوں پر بھی لعنت اور رُسوائی مسلط کرے

---

① عربی عبارت میں الدَّعِیُّ کا لفظ ہے۔ یہ لفظ اُس فرد کے لیے استعمال ہوتا ہے جو اپنے باپ کے غیر کی طرف منسوب ہو۔

جو آپؑ کے قتل میں شریک تھے اور آپؑ کے دشمنوں کے معاون تھے۔ خدا انھیں دوزخ کا ایندھن بنائے جو کہ وہ بدترین جگہ ہے۔ اور ہمیں اُن لوگوں میں سے قرار دے جو آپؑ سے ملاقات کرنے والے ہیں۔ آپؑ کے اور آپؑ کے دادا، والد، چچا، بھائی اور آپؑ کی مظلومہ ماں کے رفیق ہیں۔ میں اللہ ربّ العزت کے حضور آپؑ کے قاتلوں سے برأت کا اظہار کرتا ہوں۔ میں خدا سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ جنت میں ہمیں آپؑ کی رفاقت اور ہم نشینی عطا کرے۔ میں آپؑ کے دشمنوں سے اپنی بیزاری کا اعلان کرتا ہوں جو کہ حق کے منکر تھے۔ آپؑ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت اور اُس کی برکات کا آپؑ پر نزول ہو"۔

قابلِ توجہ باتیں

حضرت علی اکبر علیہ السلام کے مصائب کے حوالے سے مصادر متاخرہ نے کچھ وہ روایات ذکر کی ہیں جو مصادر معتبرہ میں نہیں ہیں جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے جس طرح صاحب معالی السبطین نے لکھا ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے نوجوان فرزند حضرت علی اکبرؑ کو میدانِ جنگ کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا تو آپؑ پر غشی طاری ہو گئی تھی۔

قابلِ غور امر یہ ہے کہ جب رہبر اور قائد اور امیر الجیش کا یہ حال ہو تو پھر اُس کی فوج کا کیا حال ہوگا؟ ہمیشہ فوج اپنے لیڈر کے بلند حوصلوں اور ولولوں سے حوصلہ اور ولولہ لیتی ہے۔ جب امیر کے حوصلے پست ہو جائیں تو یقیناً فوج کے حوصلے پست ہو جایا کرتے ہیں۔ فرزند رسولؐ حضرت امام حسین علیہ السلام غیر معمولی شجاعت و بسالت کے مالک تھے۔ میدانِ کربلا میں آپؑ کے حماسہ کو دیکھ کر میدانِ کربلا چیخ اُٹھا تھا۔ ابنِ سعد کی فوج کے سپاہی کاغذی سپاہی تھوڑے تھے وہ بھی عرب کے ماہرین حرب و ضرب، قتال و جدال میں جنونی صفات رکھتے تھے۔ جب میدانِ کربلا میں فرزند علیؑ و بتولؑ نے اپنی تلوار بے نیام کی تھی اور اِن پر حملہ آور ہوئے تھے تو دشمن اس طرح بھاگ رہے تھے کہ جس طرح شیر کے آگے بھیڑ بکریوں کے ریوڑ بھاگتے ہیں۔

دوسری بات یہ ہے شہزادہ علی اکبرؑ پہلی دفعہ تھوڑی میدانِ جنگ کی طرف جا رہے تھے۔ آپ یوم عاشورا سے پہلے عاشورا کی رات پانی لینے کے لیے اپنے اصحاب کے ساتھ دریا پر گئے اور وہاں شدید جنگ کے بعد خیام میں پانی لائے تھے۔

تیسری بات یہ ہے کہ سبطِ رسولؐ امامِ وقت تھے۔ امام صرف عادل نہیں ہوتا بلکہ عدالت اُس کا طواف کرتی ہے۔ اِس حقیقت سے انکار نہیں ہے کہ شہزادہ علی اکبرؑ ایک بہت بڑی منزلت و مقام کے مالک تھے۔ شبیہ رسالت مآبؐ تھے۔ خاندانِ بنی ہاشم کے چشم و چراغ تھے۔ اپنے والد بزرگوارؑ کی محبتوں کے مرکز و محور تھے لیکن میدانِ کربلا میں آپؑ کے تمام انصار اور جانثار آپؑ کے نزدیک علی اکبرؑ تھے۔ آپ سب کے ساتھ برابر برابر محبت رکھتے تھے۔ آپؑ کے اصحاب نے آپ کو پیش کش کی تھی کہ پہلے وہ اپنی جانیں قربان کریں گے جب تک وہ زندہ ہیں، ہر مصیبت وہ اپنے سر پر لیں گے۔ اُن کی زندگی میں آپؑ اور آپؑ کے اہلِ بیتؑ حفاظت اور امان میں رہیں۔ ظاہراً یہ ناممکن بات ہے کہ امامؑ اپنی اولاد سے محبت زیادہ کریں اور باقی جانثاروں سے کم محبت کریں۔

اولاد جگر کا ٹکڑا ہوتا ہے۔ عام لوگ قلبی کیفیات کو کنٹرول کرنے میں ناکام ہو جاتے ہیں لیکن معصومؑ کو اپنی قلبی کیفیات پر بھی کنٹرول حاصل ہوتا ہے۔ جب اصحاب نے اپنی قربانیاں دے دیں تو بنی ہاشم میں سب سے پہلے حضرت علی اکبر علیہ السلام نے جنگ کرنے کی درخواست کی۔ آپؑ میدانِ جنگ میں گئے اور شہادت حاصل کی۔ (اضافہ من المترجم)

معالی السبطین اور دوسرے غیر معتبر مصادر میں یہ روایت بھی ہے [1] کہ جب حضرت علی اکبرؑ نے میدانِ جنگ کی طرف جانا چاہا تھا تو آپؑ کی پھوپھیاں اور بہنیں آپؑ کے پاس آگئیں اور اُنھوں نے آپؑ کو میدانِ جنگ سے روکنے کی کوشش کی۔ جہاں امام زمانؑ کی جان خطرے میں ہو تو وہاں صاحبانِ ایمان و ایقان کا کیا کردار ہوتا ہے۔ وہ تو اپنا محبوب ترین سرمایہ قربان کر دیتے ہیں تاکہ امام زمانؑ کی زندگی بچ جائے۔ جب والد کی جان خطرے میں ہو تو

---

[1] معالی السبطین: ج ۱، ص ۲۵۴۔ مولف نے یہ روایت علامہ الشیخ جعفر شوشتریؒ سے لی ہے لیکن جب ہم نے علامہ الشیخ جعفر شوشتریؒ کی تالیفات کا مطالعہ کیا تو ہمیں یہ روایت کہیں نہیں ملی۔

بیٹے اپنے والد پر قربان ہونے کو فخر جانتے ہیں۔ جی ہاں! جہاں یہ خاندان غیر معمولی ہے وہاں اس کے خاندان کے تمام افراد چاہے وہ مرد ہوں یا خواتین سب غیر معمولی ہیں۔

انھی غیر معتبر مصادر میں روایت ہے کہ جب حضرت علی اکبرؑ اپنی سواری سے زمین پر آئے تو آپؑ کے لاشے پر حضرت امام حسین علیہ السلام سے پہلے حضرت زینب علیہا السلام آئیں اور اپنے آپ کو اُن کے لاشے پر گرا دیا۔ حضرت زینب عالیہؑ اس لیے اپنے بھتیجے کے لاشے پر آئی تھیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپؑ کے برادر اپنے فرزند کے لاشہ پر آئیں اور اُنھیں شہید دیکھیں تو اس صدمے سے آپؑ کی روح پرواز کر جائے۔ ①

جی ہاں! اس طرح کی اور ضعیف روایات اسرار الشہادت ②، عنوان الکلام ③ اور نور العین ④ میں مذکور ہیں۔ یہاں ان کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

وہ روایات جو قابلِ اعتماد ہیں وہ درج ذیل ہیں:

روایاتِ معتبرہ

- الامالی للصدوق عن عبدالله بن منصور عن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین عن أبیه عن جدّہ [زین العابدین] علیہم السلام: إنَّ الحُسَینَ علیہ السلام قَدْ نَزَلَ الرُّهَیمَةَ. فَأسرىٰ [ابنُ زِیادٍ] إلَیهِ الحُرَّ بنَ یَزِیدَ فِي ألفِ فَارِسٍ......

---

① معالی السبطین: ج ۱، ص ۲۵۳؛ قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ یہ روایت مصادر معتبرہ میں ہے لیکن اس روایت کی ایک وجہ بتائی گئی ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ وہ سبب یہ ہے کہ حضرت زینب عالیہؑ اس لیے اپنے بھائی سے پہلے شہزادہ علی اکبرؑ کے لاشہ پر گئیں تھی کہ کہیں والد اپنے بیٹے کی اس حالت سے اس قدر محزون و مغموم نہ ہو جائیں کہ آپؑ اس دنیا سے گزر جائیں۔ معصوم امامؑ کے بارے میں آپؑ کی بہادر و شجاع ہمشیرہ اس طرح نہیں سوچ سکتی تھیں۔

② اسرار الشہادت: ج ۲، ص ۵۱۳

③ عنوان الکلام: ص ۲۸۲

④ نور العین: ص ۳۳

فَرَهِقَهُ عِندَ صَلَاةِ الظُّهرِ. فَأَمَرَ الحُسَينُ علیہ السلام ابنَهُ فَأَذَّنَ وَأَقَامَ وَقَامَ الحُسَينُ علیہ السلام فَصَلَّى بِالفَرِيقَينِ جَمِيعًا

امالی صدوق میں عبداللہ بن منصور سے اُس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا آپؑ نے اپنے آباء سے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا: جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے رہیمہ ① میں منزل کی تو اُس وقت ابن زیاد نے حُر بن یزید ریاحی کو ایک ہزار شہسواروں کے ساتھ امام علیہ السلام کی طرف بھیج دیا تھا۔ حُر اور اُس کا لشکر اس مقام پر ظہر کے وقت پہنچا تھا۔ امام علیہ السلام نے اپنے فرزند حضرت علی اکبرؑ کو حکم دیا کہ اذان اور اقامت کہیں۔ حضرت علی اکبرؑ نے اذان اور اقامت کہی۔ اس کے بعد امام علیہ السلام نے فریقین کو اکٹھے نماز پڑھائی۔ ②

الطبقات الكبرىٰ (الطبقة الخامسة من الصحابة) : دَعَا رَجُلٌ مِن أَهلِ الشَّامِ عَلِيَّ بنَ الحُسَينِ الأَكبَرَ - وَأُمُّهُ آمِنَةُ بِنتُ أَبِي مُرَّةَ بنِ عُروَةَ بنِ مَسعُودٍ الثَّقَفِيِّ وَأُمُّهَا بِنتُ أَبِي سُفيَانَ بنِ حَربٍ - فَقَالَ : إِنَّ لَكَ بِأَمِيرِ المُؤمِنِينَ قَرَابَةً وَرَحِمًا. فَإِن شِئتَ آمَنَّاكَ وَامضِ حَيثُمَا أَحبَبتَ!

فَقَالَ: أَمَا وَاللهِ لَقَرَابَةُ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم كَانَت أَولَى أَن تُرعَى مِن قَرَابَةِ أَبِي سُفيَانَ. ثُمَّ كَرَّ عَلَيهِ وَهُوَ يَقُولُ:

أَنَا عَلِيُّ بنُ حُسَينِ بنِ عَلِيّ ... نَحنُ وَبَيتِ اللهِ أَولَى بِالنَّبِيّ

مِن شِمرٍ وَعُمَرٍ وَابنِ الدَّعِي

قَالَ : وَأَقبَلَ عَلَيهِ رَجُلٌ مِن عَبدِ القَيسِ، يُقَالُ لَهُ: مُرَّةُ بنُ مُنقِذِ بنِ النُّعمَانِ فَطَعَنَهُ، فَحُمِلَ فَوُضِعَ قَرِيبًا مِن أَبِيهِ

فَقَالَ لَهُ: قَتَلُوكَ يَا بُنَيَّ، عَلَى الدُّنيَا بَعدَكَ العَفَاءُ. وَضَمَّهُ أَبُوهُ إِلَيهِ حَتَّى مَاتَ . فَجَعَلَ الحُسَينُ علیہ السلام يَقُولُ: اَللّٰهُمَّ دَعَونَا

---

① موسوعہ امام حسینؑ: ج ۴ کے نقشہ میں منزل رہیمہ کو ملاحظہ کریں۔

② امالی صدوق: ص ۲۲۶؛ روضۃ الواعظین: ص ۲۰۷؛ بحار الانوار: ج ۴۴، ص ۳۲۱

لِيَنصُرُونَا فَخَذَلُونَا وَقَتَلُونَا . اللّٰهُمَّ فَاحبِس عَنهُم قَطرَ السَّمَاءِ وَامنَعهُم بَرَكَاتِ الأَرْضِ . فَإِنْ مَتَّعتَهُم إِلَى حِينٍ فَفَرِّقهُم شِيَعًا . وَاجعَلهُم طَرَائِقَ قِدَدًا . وَلَا تُرضِ الوُلَاةَ عَنهُم أَبَدًا

طبقات الکبریٰ میں روایت ہے کہ اہلِ شام کے ایک فرد نے حضرت علی اکبرؑ کو آواز دی۔ حضرت علی اکبرؑ کی والدہ ماجدہ کا اسم آمنہ ہے۔ یہ ابومرہ بن عروہ بن مسعود الثقفی کی دختر ہیں۔ ان کی والدہ ابوسفیان بن حرب کی دختر ہیں۔ (اس لحاظ سے امیر شام کا خاندان حضرت علی اکبرؑ کا ننھیال تھا)۔ اے علی اکبرؑ! تم امیر المومنین کے رشتہ دار ہو تمھاری اِن کے ساتھ قرابت ہے۔ تم چاہو تو تمھیں امان دی جاتی ہے۔ جہاں چاہو چلے جاؤ۔

شہزادۂ علی اکبرؑ نے جواب دیا: واللہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرابت کے مقابلے میں خاندانِ ابوسفیان کی قرابت کی کیا حیثیت ہے؟ رسولِ اسلام کا خاندان تو کائنات پر اُولویت رکھتا ہے۔ اس کے بعد آپؑ میدانِ جنگ کی طرف بڑھے اور رجز پڑھتے ہوئے دشمن کی صفوں پر حملہ کر دیا۔ رجز کا مضمون یہ ہے:

"میں حسینؑ بن علیؑ کا فرزند علیؑ ہوں۔ ربِ کعبہ کی قسم! ہم ہی سیّد الانبیاءؐ کے وارث ہیں۔ شمر، عمر بن سعد اور بے پدر باپ کے بیٹے کی کیا حیثیت ہے؟ ان لوگوں کا رسولِ اسلام سے کیا واسطہ اور رابطہ؟"

راوی کہتا ہے کہ شہزادے کی طرف عبدالقیس قبیلے کا ایک فرد جس کا نام مرہ بن منقذ بن نعمان تھا آگے بڑھا اور اُس نے آپؑ کو نیزہ مارا۔ نیزے کا لگنا تھا کہ آپؑ زمین پر آ گئے۔

جوانانِ بنی ہاشم نے آپؑ کو اُٹھایا اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے پاس زمین پر لٹا دیا۔

امام علیہ السلام نے آپؑ سے فرمایا: ظالموں نے آپؑ کو شہید کر دیا ہے۔ اب آپؑ کے بعد دُنیا میں کچھ باقی نہیں بچا۔ اس دُنیا پر خاک۔

امام علیہ السلام نے اپنے جوان فرزند کو سینے سے لگایا۔ اس کے بعد آپؑ کی ملکوتی روح اعلیٰ علیین میں پرواز کر گئی۔ اس وقت امام علیہ السلام بارگاہِ خداوندی میں یوں عرض گزار ہوئے:

"خدایا! ان لوگوں نے ہمیں اپنے پاس بلایا تا کہ وہ ہماری نصرت کریں لیکن جب ہم ان کے پاس آئے تو ان لوگوں نے ہمیں تن تنہا چھوڑ دیا اور ہمارے قتل کرنے پر تیار ہو گئے ہیں۔

بارِ الٰہا! ان پر بارانِ رحمت نازل نہ فرما۔ ان سے زمین کی تمام برکات روک دے۔ اگر یہ اس وقت ہمارے خلاف جمع ہیں تو انھیں منتشر کر دے، انھیں مختلف گروہوں میں تقسیم کر دے۔ انھیں اس طرح ایک دوسرے سے بیزار کر کہ پھر آپس میں جمع نہ ہوں۔ ان کے سارے منصوبوں کو جڑ سے اُکھاڑ دے۔ ان کے امراء کو ان سے بیزار کر دے۔ ان کی یہ آپس کی بیزاری دائمی بنا دے"۔ [1]

الامالی للصدوق عن عبداللہ بن منصور عن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین عن ابیہ عن جدہ [زین العابدین] علیہ السلام: لَمَّا بَرَزَ [عَلِيُّ بنُ الحُسَينِ] إلَيهِم دَمَعَت عَينُ الحُسَينِ علیہ السلام. فَقالَ: اللّٰهُمَّ كُن أنتَ الشَّهيدُ عَلَيهِم. فَقَد بَرَزَ إلَيهِمُ ابنُ رَسولِكَ، وَأشبَهُ النّاسِ وَجهًا وَسَمتًا بِهِ. فَجَعَلَ يَرتَجِزُ وَهُوَ يَقولُ:

أنَا عَلِيُّ بنُ الحُسَينِ بنِ عَلِي ... نَحنُ وَبَيتِ اللهِ أولى بِالنَّبِي

أمَا تَرَونَ كَيفَ أحمي عَن أبِي

فَقَتَلَ مِنهُم عَشَرَةً ثُمَّ رَجَعَ إلى أبيهِ. فَقالَ: يا أبَه العَطَشُ، فَقالَ الحُسَينُ علیہ السلام: صَبرًا يا بُنَيَّ يَسقيكَ جَدُّكَ بِالكَأسِ الأَوفى فَرَجَعَ حَتّى قَتَلَ مِنهُم أربَعَةً وَأربَعينَ رَجُلًا. ثُمَّ قُتِلَ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ

امالی صدوق میں عبداللہ بن منصور سے، اُس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا

---

[1] طبقات الکبریٰ: ج ۱، ص ۴۷۰؛ نسب قریش: ص ۵۷؛ انساب الاشراف: ج ۳، ص ۳۶۱؛ المجموع المبارک: ص ۴۲؛ والرد علی المتعصب العنید: ص ۳۹؛ تذکرۃ الخواص: ص ۲۵۵؛ امالی شجری: ج ۱، ص ۱۷۱

کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا: جب حضرت علی بن الحسین علیہ السلام میدانِ قتال کی طرف بڑھے تو میرے والد بزرگوار کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ آپؑ نے فرمایا: خدایا! تو ان لوگوں پر گواہ ہے کہ ان کی طرف تیرے رسولؐ کا بیٹا جا رہا ہے جو شکل و شمائل، حسن و جمال میں سب سے زیادہ تیرے رسولؐ کے مشابہ ہے۔

اس دوران شہزادہ علی اکبرؑ نے رجز پڑھا جس کا مضمون یہ ہے:

"میں حسینؑ کا فرزند علیؑ ہوں۔ ربِ کعبہ کی قسم! سید الانبیاءؐ کے وارث ہم ہیں۔ اب میں میدان میں اُتر چکا ہوں۔ تم دیکھو گے کہ میں اپنے والد بزرگوار کا دفاع کس طرح کرتا ہوں"۔

آپؑ نے اشارہ فوجیوں کو فی النار کیا اور واپس اپنے والد گرامی کے پاس آئے اور عرض کیا: بابا جانؑ! پیاس کی شدت نے مجھے بے حال کر رکھا ہے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: اے میرے پیارے فرزند! تھوڑا سا مزید صبر کرو۔ عنقریب آپؑ کے جدِ نامدارؐ آپ کو جامِ کوثر سے سیراب کریں گے۔

شہزادہ علی اکبرؑ دوبارہ میدان کی طرف بڑھے اور چالیس یزیدیوں کو واصلِ جہنم کیا۔ اس کے بعد آپؑ کو شہید کر دیا گیا۔ اللہ ربّ العزت آپؑ پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔ ①

تاریخ الطبری عن أبي مخنف عن زهير بن عبد الرحمن بن زهير الخثعمي: كَانَ آخِرَ مَن بَقِيَ مَعَ الحُسَينِ علیہ السلام مِن أَصحابِهِ سُوَيدُ بنُ عَمرِو بنِ أَبِي المُطاعِ الخَثعَمِيُّ، قَالَ: وَكَانَ أَوَّلَ قَتيلٍ مِن بَنِي أَبِي طَالِبٍ يَومَئِذٍ عَلِيٌّ الأَكبَرُ بنُ الحُسَينِ بنِ عَلِيٍّ علیہ السلام، وَأُمُّهُ لَيلَى ابنَةُ أَبِي مُرَّةَ بنِ عُروَةَ بنِ مَسعودٍ الثَّقَفِيِّ، وَذٰلِكَ أَنَّهُ أَخَذَ يَشُدُّ عَلَى النَّاسِ وَهُوَ يَقُولُ:

أَنَا عَلِيُّ بنُ حُسَينِ بنِ عَلِيّ　　نَحنُ وَبَيتِ اللهِ أَولَى بِالنَّبِيّ

تَاللهِ لَا يَحكُمُ فِينَا ابنُ الدَّعِيّ

---

① امالی صدوق: ص ۲۲۶؛ روضۃ الواعظین: ص ۲۰۷؛ بحار الانوار: ج ۴۴، ص ۳۲۱

قَالَ: فَفَعَلَ ذٰلِكَ مِرارًا. فَبَصُرَ بِهٖ مُرَّةُ بْنُ مُنقِذِ بنِ النُّعْمَانِ العَبدِيُّ ثُمَّ اللَّيثِيُّ. فَقَالَ: عَلَيَّ آثَامُ العَرَبِ إِنْ مَرَّ بِي يَفعَلُ مِثلَ مَا كَانَ يَفعَلُ إِنْ لَمْ أُثكِلْهُ أَبَاهُ فَمَرَّ يَشُدُّ عَلَى النَّاسِ بِسَيفِهٖ فَاعتَرَضَهُ مُرَّةُ بنُ مُنقِذٍ فَطَعَنَهُ فَصُرِعَ. وَاحتَوَلَهُ النَّاسُ فَقَطَّعُوهُ بِأَسيَافِهِمْ

قَالَ أَبُو مِخْنَفٍ: حَدَّثَنِي سُلَيمَانُ بنُ أَبِي رَاشِدٍ عَنْ حُمَيدِ بنِ مُسلِمٍ الأَزدِيِّ. قَالَ: سَمَاعُ أُذُنِي يَومَئِذٍ مِنَ الحُسَينِ عليه السلام يَقُولُ: قَتَلَ اللّٰهُ قَوْمًا قَتَلُوكَ يَا بُنَيَّ! مَا أَجرَأَهُمْ عَلَى الرَّحْمٰنِ، وَعَلَى انتِهَاكِ حُرمَةِ الرَّسُولِ! عَلَى الدُّنيَا بَعدَكَ العَفَاءُ

قَالَ: وَكَأَنِّي أَنظُرُ إِلَى امرَأَةٍ خَرَجَت مُسرِعَةً كَأَنَّهَا الشَّمْسُ الطَّالِعَةُ تُنَادِي: يَا أُخَيَّاهُ! وَيَابنَ أُخَيَّاهُ! قَالَ: فَسَأَلتُ عَلَيهَا. فَقِيلَ: هٰذِهٖ زَينَبُ ابنَةُ فَاطِمَةَ ابنَةِ رَسُولِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم. فَجَاءَت حَتّٰى أَكَبَّت عَلَيهِ. فَجَاءَهَا الحُسَينُ عليه السلام فَأَخَذَ بِيَدِهَا فَرَدَّهَا إِلَى الفُسطَاطِ

وَأَقبَلَ الحُسَينُ عليه السلام إِلَى ابنِهٖ. وَأَقبَلَ فِتيَانُهُ إِلَيهِ فَقَالَ: احمِلُوا أَخَاكُم. فَحَمَلُوهُ مِن مَصرَعِهٖ حَتّٰى وَضَعُوهُ بَينَ يَدَيِ الفُسطَاطِ الَّذِي كَانُوا يُقَاتِلُونَ أَمَامَهُ

تاریخ طبری میں ابومخنف سے، اُس نے زہیر بن عبدالرحمٰن بن زہیر الخثعمی سے سنا، اُس نے کہا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے تمام اصحاب شہید ہو گئے تھے۔ اُن میں سے صرف سوید بن عمرو بن ابی المطاع خثعمیؒ باقی تھے۔ اِدھر بنی ہاشم میں سے جو پہلا جوان میدانِ جنگ کی طرف آیا اور شہید ہوا وہ حضرت علی اکبرؑ تھے۔ آپؑ کی والدہ ماجدہ لیلیٰ بنت ابومرہ بن عروہ بن مسعود الثقفی تھیں۔ یہ نوجوان جب میدان کی طرف بڑھے تو اُس وقت رجز پڑھا جس کا مفہوم یہ ہے:

"میں حسینؑ کا فرزند علیؑ ہوں بیت اللہ کی قسم! رسولِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے
وارث ہم ہی ہیں۔ اللہ کی قسم! وہ شخص ہمارے اُوپر کیسے حکومت کرسکتا ہے
کہ جس کے باپ کے باپ کا کوئی علم ہی نہیں ہے"۔

راوی کہتا ہے: اس نوجوان نے میدان کے کئی چکر لگائے۔ جدھر وہ جاتے کشتوں کے پشتے لگا دیتے۔ کسی میں جرأت نہ ہوتی کہ اُن کے سامنے ٹھہر سکے۔ مرہ بن منقذ بن نعمان عبدی لیثی نے اس نوجوان کو جنگ کرتے ہوئے دیکھا تو کہا: اگر یہ جوان میری طرف سے اس طرح لڑتا ہوا اور یہی کلمہ کہتا ہوا گزرے اور میں اُس کے ہاتم میں اُس کے باپ کو نہ رُلاؤں تو سارے عرب کی پھٹکار مجھ پر ہو۔ کچھ دیر بعد علی اکبرؑ شمشیر زنی کرتے ہوئے اُس کی طرف گزرے۔ مرہ نے سامنے آکر اُنھیں نیزہ مارا تو وہ زمین پر آرہے۔ ہر طرف سے دشمن جمع ہوگئے۔ تلواریں مار مار کر اُنھیں ٹکڑے ٹکڑے کردیا۔

ابومخنف نے کہا: مجھے سلیمان بن ابی راشد نے بتایا، اُس نے حمید بن مسلم ازدی سے سنا، اُس نے کہا کہ میں نے اپنے کانوں سے سنا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کہہ رہے ہیں:

"خدا اِن لوگوں کو قتل کرے اے فرزند جنھوں نے تجھے قتل کیا۔ خدا پر اور
اُس کے رسولؐ کے معاملے میں کس قدر اِن کی جرأت بڑھی ہوئی ہے۔
پس آپؑ کے بعد دُنیا پر خاک ہے"۔

میں نے دیکھا کہ ایک بی بیؑ جلدی سے اپنے خیمہ سے باہر آئیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آفتاب نے طلوع کیا ہے۔ وہ پکار پکار کر کہہ رہی تھیں:

اے بھیا! اے میرے بھتیجے!

میں نے لوگوں سے اس خاتون کے بارے میں پوچھا تو معلوم ہوا کہ وہ زینبؑ بنت فاطمہؑ بنت رسول اللہؐ ہیں۔ وہ آئیں اور علی اکبرؑ کے لاشے پر گر پڑیں۔

یہ دیکھ کر امامؑ اُن کے پاس آئے اور اُن کا ہاتھ تھامے ہوئے خیمے میں لے گئے۔ آپؑ اپنے فرزند کی لاش پر آئے اور آپؑ کے نوجوان آپؑ کے پاس آئے۔ آپؑ نے حکم دیا کہ بھائی کی لاش کو اُٹھاؤ۔ نوجوان علی اکبرؑ کی لاش کو مقتل سے اُٹھا کر لے گئے۔ جس خیمہ کے

سامنے میدانِ کارزار تھا وہیں لاشہ کو رکھ دیا گیا۔[1]

الارشاد: وَلَمْ يَزَلْ يَتَقَدَّمُ رَجُلٌ رَجُلٌ مِن أَصحَابِهِ فَيُقتَلُ، حَتَّى لَمْ يَبقَ مَعَ الحُسَينِ عليه السلام إِلَّا أَهلُ بَيتِهِ خَاصَّةً. فَتَقَدَّمَ ابنُهُ عَلِيُّ بنُ الحُسَينِ عليه السلام - وَأُمُّهُ لَيلَى بِنتُ أَبِي مُرَّةَ بنِ عُروَةَ بنِ مَسعُودٍ الثَّقَفِيِّ - وَكَانَ مِن أَصبَحِ النَّاسِ وَجهًا، وَلَهُ يَومَئِذٍ بِضعَ عَشرَةَ سَنَةً. فَشَدَّ عَلَى النَّاسِ، وَهُوَ يَقُولُ:

أَنَا عَلِيُّ بنُ الحُسَينِ بنِ عَلِيّ ... نَحنُ وَبَيتِ اللهِ أَولَى بِالنَّبِيِّ
تَاللهِ لَا يَحكُمُ فِينَا ابنُ الدَّعِيّ ... أَضرِبُ بِالسَّيفِ أُحَامِي عَن أَبِي
ضَربَ غُلَامٍ هَاشِمِيٍّ قُرَشِيّ

فَفَعَلَ ذٰلِكَ مِراراً وَأَهلُ الكُوفَةِ يَتَّقُونَ قَتلَهُ. فَبَصُرَ بِهِ مُرَّةُ بنُ مُنقِذٍ العَبدِيُّ، فَقَالَ: عَلَيَّ آثَامُ العَرَبِ. إِن مَرَّ بِي يَفعَلُ مِثلَ ذٰلِكَ إِن لَم أُثكِلهُ أَبَاهُ. فَمَرَّ يَشتَدُّ عَلَى النَّاسِ كَمَا مَرَّ فِي الأَوَّلِ. فَاعتَرَضَهُ مُرَّةُ بنُ مُنقِذٍ. فَطَعَنَهُ فَصُرِعَ، وَاحتَوَاهُ القَومُ فَقَطَّعُوهُ بِأَسيَافِهِم

فَجَاءَ الحُسَينُ عليه السلام حَتَّى وَقَفَ عَلَيهِ. فَقَالَ: قَتَلَ اللهُ قَومًا قَتَلُوكَ يَا بُنَيَّ. مَا أَجرَأَهُم عَلَى الرَّحمٰنِ وَعَلَى انتِهَاكِ حُرمَةِ الرَّسُولِ! وَانهَمَلَت عَينَاهُ بِالدُّمُوعِ. ثُمَّ قَالَ: عَلَى الدُّنيَا بَعدَكَ العَفَاءُ

وَخَرَجَت زَينَبُ أُختُ الحُسَينِ مُسرِعَةً تُنَادِي: يَا أُخَيَّاه، وَجَاءَت حَتَّى أَكَبَّت عَلَيهِ. فَأَخَذَ الحُسَينُ عليه السلام بِرَأسِهَا فَرَدَّهَا إِلَى الفُسطَاطِ. وَأَمَرَ فِتيَانَهُ فَقَالَ: إِحمِلُوا أَخَاكُم. فَحَمَلُوهُ

---

[1] تاریخ طبری: ج۵، ص ۴۴۶؛ الکامل فی التاریخ: ج۲، ص ۵۶۹؛ تاریخ دمشق: ج۶۹، ص ۱۶۹؛ المعجم: ج۵، ص ۳۴۰

حَتّٰی وَضَعُوْهُ بَیْنَ یَدَیِ الْفُسْطَاطِ الَّذِی کَانُوْا یُقَاتِلُوْنَ أَمَامَهُ

الارشاد میں روایت ہے کہ یوم عاشورا اصحاب حسینؑ میں سے ایک ایک فرد مقتل کی طرف جاتا رہا اور شہید ہوتا رہا۔ آخرکار امام حسین علیہ السلام کے پاس سوائے اہل بیتؑ کے کوئی اور باقی نہ رہا۔ آپؑ کے فرزند علیؑ بن الحسینؑ جن کی والدہ ماجدہ لیلیٰ بنت ابی مرہ بن عروہ بن مسعود ثقفی تھیں، آپؑ میدان جنگ کی طرف بڑھے۔ آپؑ سب سے زیادہ حسین وجمیل تھے۔ اس وقت ان کی عمر شریف انیس سال تھی۔ انھوں نے دشمن پر حملہ کیا اور رجز پڑھا جس کا معنی ومفہوم یہ ہے:

"میں حسینؑ بن علیؑ کا بیٹا علیؑ ہوں۔ خانہ خدا کی قسم! ہم نبی رحمتؐ کی میراث کے زیادہ حق دار ہیں۔ خدا کی قسم! ہم پر مجہول النسب حکومت نہیں کرسکتا۔ میں اپنے باپ کی حمایت کرتے ہوئے تمھیں تلوار کی وہ ضربات لگاؤں گا جن سے تمھارا دم خم غائب ہوجائے گا۔ یہ ضربات اُس نوجوان کی طرف سے ہیں جو ہاشمی اور قریشی ہے"۔

شہزادہ علی اکبرؑ نے کئی دفعہ حملے کیے لیکن اہل کوفہ آپؑ کے سامنے آنے سے ڈرتے تھے۔ جب آپؑ پر مرہ بن منقذ عبدی کی نگاہ پڑی تو اس نے کہا: اگر یہ جوان میری طرف سے اس طرح لڑتا ہوا گزرے اور میں اس کے ماتم میں اس کے باپ کو نہ رُلاؤں تو مجھ پر سارے عرب کی پھٹکار ہو۔ علی بن الحسینؑ شدت سے جنگ کرتے ہوئے وہاں سے گزرے جس طرف مرہ بن منقذ کھڑا تھا۔ یہ سامنے آیا اور حضرت علی اکبرؑ پر نیزے کا وار کیا جس سے آپؑ اپنے آپؑ کو سنبھال نہ سکے اور زمین کی طرف آئے۔ دشمنوں نے آپؑ کو گھیر لیا اور تلواروں کے وار سے ٹکڑے ٹکڑے کردیا۔

امام علیہ السلام وہاں آئے اور آپؑ کے قریب کھڑے ہو کر فرمایا:

"اللہ رب العزت اُس قوم کو قتل کرے اے پیارے بیٹے جنھوں نے آپؑ کو قتل کیا۔ ان لوگوں کو خدائے رحمٰن اور ہتک حرمت رسولؐ پر کتنی جرأت پیدا ہوگئی ہے"۔

امام علیہ السلام کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور فرمایا: "اے بیٹے! تیرے بعد اس دنیا پر خاک"۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کی بہن حضرت زینب عالیہ علیہا السلام بڑی جلدی کے ساتھ مقتل کی طرف آئیں اور آپؑ بلند آواز سے کہہ رہی تھیں: اے پیارے بھائی! اے میرے بھتیجے!

جب قریب آئیں تو اپنے آپ کو علی اکبرؑ پر گرا دیا۔ امام علیہ السلام نے اُن کا ہاتھ تھاما اور اُنھیں واپس خیام میں لے آئے اور اپنے نوجوانوں سے کہا کہ وہ اپنے بھائی کو اُٹھائیں۔ نوجوانوں نے شہزادہؑ کو اُٹھایا اور اُس خیمہ میں آ کر لٹا دیا جس کے سامنے جنگ ہو رہی تھی۔ (1)

اللھوف میں روایت ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے تمام اصحاب ایک ایک کر کے شہید ہو گئے تو فرزندِ رسولؐ کے پاس سوائے اہلِ بیتؑ کے کوئی اور باقی نہ رہا۔ اُس وقت حضرت علی بن حسین علیہ السلام میدان کی طرف بڑھے۔ آپ حُسن و جمال میں یکتائے زمانہ تھے۔ شکل و شمائل میں اپنی مثال آپؑ تھے۔ آپؑ نے اپنے والد بزرگوار سے جنگ کی اجازت لی۔ امامؑ نے اجازت دی لیکن آپؑ کی طرف حسرت بھری نظر سے دیکھا۔ شدتِ غم کی وجہ سے امامؑ کی آنکھوں میں بے ساختہ آنسو ٹپک پڑے اور روتی آنکھوں اور زخمی جگر کے ساتھ فرمایا:

"خدایا! گواہ رہنا اب میں ایسا جوان اس ظالم اور سرکش قوم کی طرف بھیج رہا ہوں جو صورت و سیرت، رفتار و گفتار میں تیرے رسولؐ سے سب سے زیادہ مشابہ ہے۔ ہم جب بھی تیرے رسولؐ کی زیارت کے مشتاق ہوتے ہیں تو انھیں دیکھ لیتے ہیں"۔

جب شہزادہؑ علی اکبرؑ میدانِ جنگ میں نبرد آزمائی کے لیے روانہ ہوئے تو فرزندِ رسولؐ نے عمر بن سعد کو خطاب کر کے کہا: اے پسرِ سعد! اللہ سبحانہ وتعالیٰ تیری نسل کو قطع کرے جس طرح تُو نے میری نسل کو ختم کیا ہے۔

حضرت علی اکبرؑ میدانِ کارزار کی طرف بڑھے اور ہاشمی شجاعت کے جوہر دکھانے شروع کیے۔ کبھی میمنہ لشکر پر، کبھی میسرہ پر، کبھی قلبِ لشکر پر اس طرح حملہ آور ہوئے کہ ایک بہت

---

(1) ارشاد: ج ۲، ص ۱۰۶؛ مثیر الاحزان: ص ۸۸؛ اعلام الوریٰ: ج ۱، ص ۴۶۳

بڑی جماعت کو تہ تیغ کیا۔ جنگ لڑتے لڑتے آپؑ پر پیاس کا غلبہ ہوا تو واپس اپنے والد بزرگوارؑ کی طرف لوٹے اور اپنے باباؑ کی خدمت میں عرض کیا: ”بابا جانؑ! پیاس نے مجھے حال سے بے حال کر دیا ہے۔ اسلحہ کے بوجھ نے مجھے تھکا دیا ہے۔ (1) کیا تھوڑا سا پانی مل سکتا ہے جو میری پیاس بجھا دے“۔

فرزند رسولؐ کو جوان بیٹے کی پیاس نے محزون و مغموم کر دیا۔ آپؑ نے رو کر فرمایا: اے میرے پیارے فرزند! میں پانی کہاں سے لاؤں؟ تم اِن دشمنوں سے جنگ کرو کیونکہ وہ وقت قریب آپہنچا ہے کہ تم اپنے جد بزرگوار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کرو گے تو آپؐ اپنے دستِ مبارک سے تمھیں جامِ کوثر پلائیں گے کہ جس کے بعد تمھیں پیاس نہیں لگے گی۔

یہ ہاشمی جوان اپنی پامردی و استقامت کا مظاہرہ کرتے ہوئے دوبارہ میدانِ کارزار میں اُترے اور تلوار بے نیام کر کے حملہ آور ہوئے تو دشمن کی صفوں کو اُلٹ پلٹ کر رکھ دیا۔ جدھر اپنے مرکب کا رُخ کرتے اُدھر یزیدی فوج بھاگتی ہوئی نظر آتی۔ رزمِ حق و باطل میں اپنے بازوؤں کی توانائی کا وہ مظاہرہ کیا کہ ابنِ سعد کی فوج کے قدم اُکھڑ گئے۔ جو بہادر بھی آپؑ کے سامنے آیا وہ آپؑ کی تلوار کی برق رفتاری سے موت کی تاریک وادی میں جا اُترا۔ آپؑ کے زوردار حملوں سے گویا ابنِ زیاد کی فوج میں بھونچال آ گیا تھا۔ رَن کانپ رہا تھا، بہادروں کے پتے پانی ہو رہے تھے کہ اچانک منقذ بن مرہ عبدی نے اپنے ترکشِ ستم سے تیر چلایا۔ اس تند و تیز تیر کے حملے سے آپؑ سنبھل نہ سکے۔ گھوڑے کی زین سے زمین پر آئے۔ بلند آواز سے کہا: ”بابا جانؑ! بیٹے کا سلام قبول کریں۔ یہ میرے جدِّ امجدؐ ہیں جو آپؑ کو سلام کہہ رہے ہیں اور آپؑ سے فرما رہے ہیں کہ ہمارے پاس جلدی آجاؤ“۔

اس کے بعد شہزادہ علی اکبرؑ نے بلند آہ کھینچی اور آپؑ کی روح بارگاہِ ربوبیت میں پہنچ گئی۔

سوگوار باپ اپنے جوان فرزند کی لاش پر آئے اور سرہانے بیٹھ گئے۔ اپنا رخسار حضرت علی اکبرؑ کے رخسار پر رکھ کر فرمایا:

---

(1) اس امر کا احتمال ہے کہ حضرت علی اکبرؑ نے فرمایا تھا: اگر اسلحہ کے بوجھ نے مجھے تھکا دیا ہے۔ اس سے آپؑ کی مراد مخالف لشکر کی کثرت ہو۔ (نفس المہموم: ص ۵۸۹)

"اے میرے شہزادے! خداوند تعالیٰ اس قوم کو تباہ و برباد اور ہلاک کرے کہ جس نے تجھے قتل کیا۔ ان ظالموں نے کس قدر خدا اور اُس کے رسولؐ کی گستاخی کی ہے اور حرمتِ رسولؐ کو پامال کیا ہے۔ اے میرے لختِ جگر! تمھارے بعد اس دنیا پر خاک"۔ ①

مقاتل الطالبيين: قَالَ الْمَدَائِنِيُّ، عَنِ الْعَبَّاسِ بنِ مُحَمَّدِ بْنِ رَزِينٍ، عَنْ عَلِيِّ بنِ طَلْحَةَ وَعَنْ أَبِي مِخْنَفٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بنِ يَزِيدَ بنِ جَابِرٍ ، عَنْ حُمَيْدِ بنِ مُسْلِمٍ، وَقَالَ عُمَرُ بْنُ سَعْدٍ الْبَصْرِيُّ ، عَنْ أَبِي مِخْنَفٍ عَنْ زُهَيْرِ بنِ عَبْدِ اللهِ الْخَثْعَمِيِّ ، وَحَدَّثَنِيهِ أَحْمَدُ بنُ سَعِيدٍ، عَنْ يَحْيَى بنِ الْحَسَنِ الْعَلَوِيِّ ، عَنْ بَكْرِ بنِ عَبْدِ الْوَهَّابِ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بنِ أَبِي إِدْرِيسَ، عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَعْفَرِ بنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ ، دَخَلَ حَدِيثُ بَعْضِهِمْ فِي حَدِيثِ الْآخَرِينَ: إِنَّ أَوَّلَ قَتِيلٍ قُتِلَ مِنْ وُلْدِ أَبِي طَالِبٍ مَعَ الْحُسَيْنِ ابْنُهُ عَلِيٌّ، قَالَ: فَأَخَذَ يَشُدُّ عَلَى النَّاسِ وَهُوَ يَقُولُ:

أَنَا عَلِيُّ بنُ الْحُسَيْنِ بنِ عَلِيٍّ ... نَحْنُ وَبَيْتِ اللهِ أَوْلَى بِالنَّبِيِّ
مِنْ شَبَثٍ ذَاكَ وَمِنْ شِمْرِ الدَّنِيِّ ... أَضْرِبُكُمْ بِالسَّيْفِ حَتَّى يَلْتَوِي
ضَرْبَ غُلَامٍ هَاشِمِيٍّ عَلَوِيٍّ ... وَلَا أَزَالُ الْيَوْمَ أَحْمِي عَنْ أَبِي
وَاللهِ لَا يَحْكُمُ فِينَا ابْنُ الدَّعِي

فَفَعَلَ ذٰلِكَ مِرَاراً ، فَنَظَرَ إِلَيْهِ مُرَّةُ بنُ مُنْقِذٍ الْعَبْدِيُّ ، فَقَالَ: عَلَيَّ آثَامُ الْعَرَبِ، إِنْ هُوَ فَعَلَ مِثْلَ مَا أَرَاهُ يَفْعَلُ ، وَمَرَّ بِي أَنْ أُثْكِلَهُ أُمَّهُ ، فَمَرَّ يَشُدُّ عَلَى النَّاسِ وَيَقُولُ كَمَا كَانَ كَمَا كَانَ يَقُولُ، فَاعْتَرَضَهُ مُرَّةُ وَطَعَنَهُ بِالرُّمْحِ فَصَرَعَهُ وَاعْتَوَرَهُ النَّاسُ فَقَطَّعُوهُ بِأَسْيَافِهِمْ

① الملہوف: ص ۱۶۶

وَقَالَ أَبُو مِخْنَفٍ: عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ أَبِي رَاشِدٍ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ مُسْلِمٍ، قَالَ: سَمَاعُ أُذُنِي يَوْمَئِذٍ الْحُسَيْنَ علیہ السلام وَهُوَ يَقُولُ: قَتَلَ اللهُ قَوْمًا قَتَلُوكَ يَا بُنَيَّ، مَا أَجْرَأَهُمْ عَلَى اللهِ! وَعَلَى انْتِهَاكِ حُرْمَةِ الرَّسُولِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ثُمَّ قَالَ: عَلَى الدُّنْيَا بَعْدَكَ الْعَفَاءُ

قَالَ حُمَيْدٌ: وَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى امْرَأَةٍ خَرَجَتْ مُسْرِعَةً كَأَنَّهَا الشَّمْسُ الطَّالِعَةُ، تُنَادِي يَاحَبِيبَاهُ! يَابْنَ أَخَاهُ! فَسَأَلْتُ عَنْهَا فَقَالُوا: هٰذِهِ زَيْنَبُ بِنْتُ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ علیہ السلام، ثُمَّ جَاءَتْ حَتّٰى انْكَبَّتْ عَلَيْهِ، فَجَاءَهَا الْحُسَيْنُ علیہ السلام فَأَخَذَ بِيَدِهَا إِلَى الْفُسْطَاطِ، وَأَقْبَلَ إِلَى ابْنِهِ، وَأَقْبَلَ فِتْيَانُهُ إِلَيْهِ فَقَالَ: احْمِلُوا أَخَاكُمْ، فَحَمَلُوهُ مِنْ مَصْرَعِهِ ذٰلِكَ، ثُمَّ جَاءَ بِهِ حَتّٰى وَضَعَهُ بَيْنَ يَدَيْ فُسْطَاطِهِ

مقاتل الطالبیین میں روایت ہے المدائنی نے کہا کہ میں نے عباس بن محمد بن رزین سے، اُس نے علی بن طلحہ سے، اور اُس نے ابومخنف سے سنا اور اُس نے عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر سے سنا اور اُس نے حمید بن مسلم سے سنا، عمر بن سعد بصری نے کہا کہ یہ روایت ابومخنف کے حوالے سے ملی ہے۔ ابومخنف نے زہیر بن عبداللہ خثعمی سے سنا، اُس نے کہا کہ ہم نے احمد بن سعید سے، اُس نے یحییٰ بن سعید بن الحسن علوی سے اور اُس نے بکر بن عبدالوہاب سے، اُس نے اسماعیل بن ادریس سے، اُس نے اپنے باپ سے اور اُس نے جعفر بن محمد سے اور اُس نے اپنے باپ سے سنا، یہ حدیث مختلف سلسلوں سے صادر ہے۔ بعض لوگوں کی حدیث بعض دوسروں میں داخل ہوئی تو سب لوگوں نے یہ روایت کی: حضرت ابوطالبؑ کی اولاد میں سے جو جوان حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ شہید ہوئے تھے وہ آپؑ کے فرزند علی اکبرؑ تھے۔

جب وہ میدانِ جنگ کی طرف بڑھے تو یہ رجز پڑھا جس کا مضمون یہ ہے:

''میں حسینؑ بن علی کا فرزند علیؑ ہوں۔ ربِ کعبہ کی قسم! ہم ہی نبی رحمتؐ کے وارث ہیں۔ یہ شبث بن ربعی کون ہے؟ یہ شمر پست ودنی کون ہے؟

ان کا رسول اللہ ﷺ سے کیا تعلق و علاقہ ہے؟ میں تم سے تلوار کے
ساتھ اُس وقت تک جنگ کرتا رہوں گا جب تک تمہارا صفایا نہ ہوجائے
گا۔ تم پر جو ضربات پڑ رہی ہیں جس کی وجہ سے زمین تمہارے خون سے
رنگین ہورہی ہے۔ یہ ضربات ہاشمی اور علوی جوان کی ہیں۔ جب تک
میرے جسم میں روح ہے میں اپنے والد کے دفاع میں تم سے جنگ کرتا
رہوں گا۔ اللہ کی قسم! مجہول النسب لوگوں کو ہمارے اُوپر حکومت کرنے کا
کوئی حق نہیں ہے"۔

شہزادہ علی اکبرؑ نے کئی دفعہ یہ اشعار پڑھے اور دشمن کی فوجوں پر برقِ خاطف بن کر گرے کہ مُرہ بن منقذ عبدی نے اُن کی طرف دیکھ کر کہا: "اگر اس طرح دوبارہ میری طرف سے یہ جوان جنگ کرتے ہوئے گزرا اور میں نے اس کی ماں کو اس کے ماتم میں نہ رُلایا تو تمام عرب کی خطائیں میرے سر پر ہوں"۔

حسینیؑ جانباز پوری شدت کے ساتھ قتال کرتا ہوا اُس طرف آیا جس طرف مُرہ بن منقذ کھڑا تھا۔ وہ موقع کی تلاش میں تھا۔ شہزادےؑ کی نگاہیں سامنے تھیں۔ اس ظالم نے پشت کی طرف سے آپؑ پر نیزے سے حملہ کردیا۔ نیزے کا لگنا تھا کہ آپؑ زین سے زمین کی طرف آئے۔ پھر آپؑ پر ہر طرف سے تلواریں چلنے لگیں اور آپؑ کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا گیا۔

ابومخنف نے کہا کہ میں نے سلیمان بن ابی راشد سے سنا، اُس نے حمید بن مسلم سے سنا، اُس نے کہا کہ میں اُس وقت علی اکبرؑ کے قریب تھا۔ جب اُن کے والد اُن کے قریب آئے تو میں نے اپنے کانوں سے سنا کہ وہ کہہ رہے تھے:

"اے پیارے فرزند! خدا انھیں قتل کرے جن لوگوں نے تمھیں قتل کیا
ہے۔ یہ لوگ اللہ اور اُس کے رسولؐ کی ہتکِ حرمت کے معاملے میں کس
قدر جری ہوگئے ہیں"۔

اس کے بعد فرمایا: "اے میرے شہزادےؑ! تمہارے بعد اب اس دُنیا پر خاک"۔

حمید بن مسلم کا بیان ہے: میں نے دیکھا کہ ایک بی بیؑ جلدی سے خیمہ سے باہر آئیں۔

ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آفتاب نے طلوع کیا ہے۔ وہ پکار پکار کر کہہ رہی تھیں: اے میرے حبیب! اے میرے بھیا کے لختِ جگر!

میں نے اُن کے بارے میں پوچھا کہ یہ خاتون کون ہیں؟

لوگوں نے کہا: یہ زینبؑ بنت علیؑ بن ابی طالبؑ ہیں۔

جب وہ اپنے بھتیجے کے قریب آئیں تو اپنے آپ کو اُن پر گرا دیا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام فوراً اُن کے پاس آئے اور اُنھیں واپس خیمہ میں لے گئے۔ پھر واپس اپنے فرزندؑ کے پاس آئے اور ہاشمی جوان بھی آپؑ کے ساتھ تھے۔ آپؑ نے اُن سے فرمایا: اپنے بھائی کو اُٹھاؤ اور خیام کی طرف لے چلو۔ ہاشمی جوانوں نے علی اکبرؑ کو اُٹھایا اور اُنھیں اس خیمہ میں لے آئے جس کے سامنے مقتل تھا وہاں آ کر لٹا دیا۔

مجھے احمد بن سعید نے یہ حدیث سنائی۔ اُس نے کہا کہ مجھے یحییٰ بن حسن علوی نے، اُس نے کہا کہ ہم نے کئی ایک لوگوں سے سنا اور اُن لوگوں نے یہ حدیث محمد بن عمیر سے سنی تھی اور اُس نے احمد بن عبدالرحمٰن بصری سے، اُس نے عبدالرحمٰن مہدی سے اور اُس نے حماد بن سلمہ سے اور اُس نے سعید بن ثابت سے سنا، اُس نے کہا کہ علیؑ بن الحسینؑ نے جب میدانِ جنگ کی طرف جانا چاہا تو فرزندِ رسولؐ نے جوان بیٹے پر حسرت بھری نگاہ دوڑائی اور شدتِ غم کی وجہ سے آپؑ کی آنکھیں آنسو سے بھیگ گئیں۔ روتی آنکھوں اور مجروح قلب و کلیجہ کے ساتھ فرمایا:

"بارِ الہا! گواہ رہنا اس ستم پیشہ قوم کی طرف وہ جوان جا رہا ہے جو خَلق و خُلق اور سیرت و صورت سب سے زیادہ تیرے رسولؐ کے مشابہ ہے"۔

جب شہزادۂ علی اکبرؑ نے اپنے مرکب کو ابنِ سعد کی فوج پر ڈالا اور تلوار شرربار کو ہاتھ میں لے کر یزیدی فوج سے نبرد آزمائی شروع کر دی جو بھی یزیدی سامنے آیا چشم زدن میں اپنے خون میں لوٹنے لگا۔ یزیدی فوج کے بہت سے جنگ بجو تیغ ہو گئے تو اُنھوں نے یکبارگی حملہ کیا لیکن شہسواروں کا جو گروہ آپؑ کے سامنے آیا آپؑ نے برق رفتاری سے اُن کا کام تمام کر دیا۔ جو دشمن آپؑ کے نزدیک آیا اُسے تلوار کی ضرب سے، جو دُور تھا اُس کی طرف بڑھ کر اُسے نیزے کی چوٹ سے موت کی تاریک وادی میں اُتارا۔ شہزادۂ علی اکبرؑ کی تلوار نے دشمن

پر قیامت برپا کر دی تھی۔ آپؑ کی تلوار سے موت ٹپک رہی تھی۔ دشمن پر موت کا خوف کچھ اس قدر سوار ہوا کہ سب میدان چھوڑ کر بھاگ گئے۔ ہاشمی جوان نے فرصت کو غنیمت خیال کرتے ہوئے اپنے مرکب کا رُخ خیام کی طرف کیا تاکہ شہادت سے پہلے ایک دفعہ امامِ زمان کی زیارت ہو جائے۔ گھوڑا دوڑا کر اپنے والد بزرگوارؑ کی خدمت میں پہنچے اور عرض کیا: ''بابا جانؑ! پیاس کی شدت نے جسم و جان کو نڈھال کر دیا ہے۔ اگر تھوڑا سا پانی مل جائے''۔

سبطِ رسولؐ نے فرمایا: اے میرے حبیب! اے میرے نُورِ نظر! اے میوۂ دل! تھوڑا سا مزید صبر کرو۔ دینِ خداوندی کی ترویج کے لیے مزید جہاد کرو۔ ابھی اللہ کے رسولؐ تمہیں کوثر و سلسبیل کے ٹھنڈے اور میٹھے مشروب کے جام پلانے والے ہیں۔

ہاشمی جوان دوبارہ نئے جذبوں اور ولولوں کے ساتھ میدانِ جنگ کی طرف بڑھا اور اتنی شدید جنگ کی کہ دشمن کی لاشوں سے میدان اَٹ گیا۔ اس دوران ایک ظالم نے آپؑ کو اپنے تیر کا نشانہ بنایا جو آپؑ کے حلق میں پیوست ہو گیا۔ حسینؑ کے خوبصورت شہزادے اور رسولؐ اللہ کے حُسن و جمال نے گھوڑے کی زین چھوڑی اور زمین کا رُخ کیا۔ جب زمین پر آئے تو اپنے بابا کو آواز دی:

> ''بابا جانؑ! میرا اسلام۔ دیکھیں یہ میرے نانا رسولؐ اللہ میرے پاس موجود ہیں۔ آپؑ کو سلام دے رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں: اے حسینؑ! جلد میرے پاس آجاؤ''۔

اس کے بعد شہزادۂ علی اکبرؑ نے لمبی سانس لی اور آپؑ کی روح بہشت بریں میں پہنچ گئی۔ (1)

> المناقب لابن شهر آشوب: تَقَدَّمَ عَلِيُّ بنُ الحُسَينِ الأَكبَرُ عليه السلام وَهُوَ ابنُ ثَمانَ عَشرَةَ سَنَةً وَيُقالُ: اِبنُ خَمسٍ وَعِشرينَ، وَكانَ يُشبِهُهُ بِرَسولِ اللهِ صلى الله عليه وآله خَلقًا وَخُلُقًا، وَنُطقًا، وَجَعَلَ يَرتَجِزُ

(1) مقاتل الطالبیین: ص ۱۱۵؛ بحار الانوار: ج ۴۵، ص ۴۳؛ مروج الذہب: ج ۳، ص ۷۱؛ سیر اعلام النبلاء: ج ۳، ص ۳۰۲

وَيَقُوْلُ:

أَنَا عَلِيُّ بنُ الحُسَيْنِ بنِ عَلِيّ　　مِنْ عُصبَةٍ جَدُّ أَبِيهِمُ النَّبِيّ

نَحنُ وَبَيتِ اللهِ أَولَى بِالوَصِيّ　　وَاللهِ لَا يَحكُمُ فِينَا ابنُ الدَّعِيّ

أَضرِبُكُمْ بِالسَّيفِ أَحمِي عَن أَبِي　　أَطعَنُكُمْ بِالرُّمحِ حَتَّى يَنثَنِي

طَعنَ غُلَامٍ هَاشِمِيٍّ عَلَوِي

فَقَتَلَ سَبعِينَ مُبَارِزًا. ثُمَّ رَجَعَ إِلَى أَبِيهِ وَقَد أَصَابَتهُ جِرَاحَاتٌ. فَقَالَ: يَا أَبَهِ العَطَشُ فَقَالَ الحُسَينُ علیہ السلام: يَسقِيكَ جَدُّكَ. فَكَرَّ أَيضًا عَلَيهِم وَهُوَ يَقُوْلُ:

الحَربُ قَد بَانَت لَهَا حَقَائِقُ　　وَظَهَرَت مِن بَعدِهَا مَصَادِقُ

وَاللهِ رَبِّ العَرشِ لَا نُفَارِقُ　　جُمُوعَكُمْ أَوْ تُغمَدُ البَوَارِقُ

فَطَعَنَهُ مُرَّةُ بنُ مُنقِذٍ العَبدِيُّ عَلَى ظَهرِهِ غَدرًا. فَضَرَبُوهُ بِالسَّيفِ

فَقَالَ الحُسَينُ علیہ السلام: عَلَى الدُّنيَا بَعدَكَ العَفَا وَضَمَّهُ إِلَى صَدرِهِ وَأَتَى بِهِ إِلَى بَابِ الفُسطَاطِ فَصَارَت أُمُّهُ شَهرَ بَانُوَيهِ وَلَهِي. تَنظُرُ إِلَيهِ وَلَا تَتَكَلَّمُ فَبَقِيَ الحُسَينُ علیہ السلام وَحِيدًا

المناقب ابن شہر آشوب میں روایت ہے کہ علی بن الحسین الاکبرؑ میدانِ جنگ کی طرف بڑھے اُس وقت آپؑ کی عمر مبارک اٹھارہ برس تھی۔ ایک اور روایت کے مطابق پچیس برس تھی۔ حضرت علی اکبرؑ سیرت و صورت، خلق و اخلاق، رفتار و گفتار، نطق و منطق، شکل و شمائل، خدوخال اور صفات اور خصائل میں سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ تھے۔ آپؑ نے رجز پڑھا جس کا مفہوم یہ ہے:

"میں حسینؑ ابن علیؑ کا فرزند علیؑ ہوں۔ میں اُس خاندان کا چشم و چراغ ہوں جس کے سیّد و سردار اور جدِّ نامدار اللہ کے نبیؐ ہیں۔ ربِ کعبہ کی قسم! اللہ کے رسولؐ کے وصی کے ہم ہی وارث ہیں۔ واللہ! مجہول النسب کی

اولاد ہم پر کیسے حکومت کر سکتی ہے؟ میں تلواروں کے وار سے اپنے والد گرامیؑ کی حفاظت کروں گا۔ جب میری تلوار ٹوٹ جائے گی تو میں نیزے سے تم سے اس وقت تک جنگ کروں گا جب تک وہ ٹیڑھا نہ ہو جائے۔ میرے نیزے کے حملوں کو معمولی نہ سمجھنا۔ یہ نیزہ ایک علوی اور ہاشمی جوان کے ہاتھ میں ہے۔ ہاشمی جوان کی جنگ غیر معمولی ہوتی ہے"۔

روایت میں ہے کہ آپؑ نے ستر مبارزین کو قتل کیا پھر واپس اپنے والد کے پاس آئے۔ اس وقت آپ کو بہت زیادہ زخم لگ چکے تھے۔ عرض کیا: بابا جانؑ! بہت زیادہ پیاس لگی ہے؟

حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: اے لختِ جگر! بہت جلد آپؑ کے جدِّ بزرگوارؐ آپ کو سیراب کردیں گے۔

حضرت علی اکبرؑ دوبارہ میدانِ قتال کی طرف روانہ ہوئے اور اس وقت رجز پڑھا جس کا مضمون یہ ہے:

"میدانِ کربلا کی اس جنگ نے تمام حقائق سے حجابات اٹھا دیے ہیں۔ اب دنیا معلوم کر سکتی ہے کہ حق کس طرف ہے اور باطل پر کون ہے۔ اس جنگ کے خاتمے پر تمام مصادیق ظاہر و باہر ہو جائیں گے کہ ایمان کس طرف ہے اور کفر پر کون ہے۔ واللہ! ہم اس وقت تک تمھارا پیچھا نہیں چھوڑیں گے جب تک ہماری شرر بار تلواروں کی بجلیاں تمھیں بھسم نہ کردیں"۔

حضرت علی اکبرؑ جس طرف رُخ کرتے دشمن کی فوج کی صفوں کو اُلٹ کر رکھ دیتے تھے۔ آپ بڑھ بڑھ کر حملے کر رہے تھے کہ پیچھے سے مرہ بن منقذ عبدی نے آپ پر نیزے سے حملہ کیا۔ حملہ کچھ اس قدر شدید تھا کہ آپ گھوڑے کی زین پر سنبھل نہ سکے۔ زین سے زمین کی طرف آئے۔ دشمن ہر طرف سے چڑھ دوڑے اور آپؑ کے جسم مبارک کو تلواروں کی ضربات سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

فرزندِ علیؑ و بتولؑ فوراً اپنے جوان بیٹے کے پاس آئے اور دیکھ کر فرمایا: اب تمھارے بعد

اس دُنیا پر خاک۔ آپؑ کو اپنے سینے سے لگایا۔ جوانوں نے حضرت علی اکبرؑ کو اُٹھایا اور خیام کی طرف لے آئے۔ آپؑ کی والدہ حضرت شہربانو [1] آپؑ کے لاشے پر آئیں اور بیٹے کی لاش کو دیکھ کر سکتے میں آگئیں۔ فرطِ غم سے ہوش بجا نہ رہے۔ حضرت علی اکبرؑ کی شہادت کے بعد فرزندِ رسولؐ حضرت امام حسین علیہ السلام تنہا رہ گئے۔ [2]

مقتل الحسینؑ خوارزمی میں ہے کہ حضرت علی بن حسینؑ نے میدانِ جنگ کی طرف پیش قدمی کی۔ آپؑ حضرت لیلیٰؑ بنت اَبی مرہ بن عُروہ بن مسعود ثقفی کے بطنِ مبارک سے تھے۔ آپؑ کی عمر مبارک اٹھارہ برس تھی۔ جب سبطِ رسولؐ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے فرزند کو میدانِ جنگ کی طرف جاتے ہوئے دیکھا تو اپنا رُخ مبارک آسمان کی طرف بلند کیا اور بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا:

> "خدایا! اس قوم پر گواہ رہنا ان لوگوں کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے وہ جوان جارہا ہے جو خَلق وخُلق، خدوخال، صورت وسیرت، شکل وشمائل، گفتار ورفتار اور نطق ومنطق میں سب سے زیادہ تیرے رسولؐ کے مشابہ ہے۔ جب کبھی ہمیں تیرے رسولؐ کی زیارت کرنے کا شوق ہوتا تھا تو ہم اس نوجوان کے چہرے کی زیارت کرتے تھے۔
>
> خدایا! ان سے زمین کی برکات روک دے۔ انھیں منتشر فرما۔ اِن کے درمیان افتراق وانتشار پیدا کردے۔ اِن کے تمام منصوبوں کو جڑ سے اُکھاڑ دے۔ ان کے حکمرانوں کو ان پر راضی نہ رکھ۔ ان کے درمیان دُوریاں پیدا کردے۔ اِن لوگوں نے ہمیں اپنے پاس بلایا تاکہ ہماری نصرت ومعاونت کریں لیکن یہ اپنی تلواریں سونت کر ہم پر چڑھ دوڑے"۔

---

① حضرت علی اکبرؑ کی والدہ ماجدہ کا اسم مبارک لیلیٰ ہے نہ کہ شہربانو۔ علاوہ ازیں حضرت علی اکبرؑ بنوہاشم میں سے پہلے شہید ہیں۔ حضرت عباس علمدارؑ اور آپؑ کے برادران حضرت علی اکبرؑ کی شہادت کے وقت حیات تھے۔ روایت کا یہ حصّہ ضعیف ہے۔

② المناقب ابن شہرآشوب: ج ۴، ص ۱۰۹

اِس کے بعد حضرت حسین بن علی علیہما السلام نے عمر بن سعد کو آواز دی: اے عمر بن سعد! میں نے تیرا کیا بگاڑا ہے۔ خدا تیرے رحم کو قطع کرے۔ خدا تیرے اُمور سے اپنی برکات اُٹھالے۔ تجھ پر ایک ایسے شخص کو مسلط کرے جو بستر پر اس طرح قتل کرے جس طرح تُو نے میرے رحم کو قطع کیا ہے۔ تُو نے میری رسول اللہ سے قرابت کا خیال ہی نہیں رکھا۔

پھر آپؑ نے بلند آواز کے ساتھ قرآن مجید کی آیت پڑھی:

"بے شک اللہ نے آدمؑ، نوحؑ، آلِ ابراہیمؑ اور آلِ عمرانؑ کو تمام عالمین پر برگزیدہ کیا۔ وہ اولاد جو ایک دوسرے کی نسل سے ہیں اور اللہ خوب سننے اور جاننے والا ہے"۔

علی اکبرؑ نے میدانِ قتال کی طرف پیش قدمی کی اور رجز پڑھا (رجز کا ترجمہ سطور بالا میں موجود ہے)۔ آپؑ کوفی لشکر پر اس طرح جھپٹے جس طرح شیر اپنے شکار پر جھپٹتا ہے۔ آپ کے حملوں سے دشمن کی فوج میں کچھ اس طرح کھلبلی مچی کہ اس کی صف بندی ٹوٹ گئی۔ نہ میمنہ والی فوج میمنہ میں رہی اور نہ میسرہ والا لشکر میسرہ میں رہا۔ آپؑ جب لشکر کے دائیں طرف جاتے تو وہ بائیں طرف جا کر پناہ لیتا اور جب آپؑ بائیں طرف جاتے تو وہ دائیں طرف دوڑ کر اپنی جان بچاتا۔ جب علی اکبرؑ قلبِ لشکر پر اپنے مرکب کا رُخ کرتے تو فوج اس طرح آپؑ کے سامنے بھاگتی جس طرح شیر کے سامنے بھیڑیں بھاگتی ہیں۔ اگر کوئی سورما جرأت کر کے علی اکبرؑ کے سامنے آتا تو وہ تھوڑی دیر بعد آپؑ کے ہاتھوں جہنم پہنچ جاتا تھا۔ جب اس ہاشمی جوان کے ہاتھوں کوفی وشامی لشکر کے بہت سے لوگ مارے گئے تو میدان چھوڑ کر ایک طرف ہو گئے۔

راوی کا بیان ہے شہزادہ علی اکبرؑ نے باوجود پیاس کے دشمن کے ایک سو بیس سورماؤں کو خاک وخون میں ملایا تھا۔ جب مدمقابل بھاگ گئے تو یہ ہاشمی جوان واپس اپنے والد بزرگوار کے پاس آئے۔ اُس وقت اسد اللہ کے یہ اسد شدید زخمی تھے۔ زخموں کی کثرت سے جسم مبارک خون سے رنگین ہو گیا تھا۔ آتے ہی بارگاہ امامت میں عرض کیا:

بابا جان! مَیں شدتِ پیاس سے بے حال اور نڈھال ہو چکا ہوں۔ لشکر کثیر سے جنگ کرتے کرتے بہت تھک چکا ہوں۔ کہیں سے تھوڑا سا پانی مل سکتا ہے تا کہ تازہ دَم ہو کر دوبارہ

اللہ کے دشمنوں سے جنگ کرنے کے قابل ہو سکوں؟

جب امام معصومؑ نے اپنے جوان فرزند کی حالت دیکھی اور پیاس کی شدت ملاحظہ کی کہ جوان بیٹا مجھ سے صرف پانی کا سوال کر رہا ہے اور میری اِبتلا و آزمائش اس قدر ہے کہ میں اپنے مجاہد و مبارز فرزند کو پانی ہی نہیں پلا سکتا تو بے اختیار آپؑ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

فرمایا: اے میرے لختِ جگر! سید الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام اور تمھارے باپ پر یہ امر کتنا بھاری ہے کہ تم پانی کا سوال کرو اور وہ سب تمھارا یہ مطالبہ پورا نہ کر سکیں۔ تم اُن سے مدد طلب کرو اور وہ تمھاری مدد نہ کر سکیں۔

اے میرے پیارے فرزند! اپنی زبان میرے منہ میں رکھو۔ جب علی اکبرؑ نے اپنی زبان اپنے والد بزرگوارؑ کے دہن مبارک میں رکھی تو آپؑ نے اُن کی زبان کو چوسا اور بعد ازیں امام علیہ السلام نے اپنے بیٹے علی اکبرؑ سے کہا کہ یہ انگوٹھی لو اور اسے اپنے منہ میں رکھو اور واپس میدان میں جاؤ اور اپنے دشمنوں سے جنگ کرو۔ مجھے اُمید ہے کہ بہت جلد تمھارے نانا رسول اللہؐ تمھیں جامِ کوثر سے سیراب کریں گے کہ پھر کبھی تم پیاسے نہ رہو گے۔

حضرت علی اکبرؑ نے دوبارہ میدانِ جنگ کی طرف پیش قدمی کی اور دشمن پر حملہ آور ہوئے اور رجز پڑھا جس کا مفہوم یہ ہے:

"کربلا کی جنگ سے ساری حقیقتیں سامنے آ گئیں۔ تمام مصادیق واضح ہو گئے۔ اللہ کی قسم! ہم تم سے اس وقت تک جدا نہیں ہوں گے جب تک ہماری تلواروں کی بجلیاں تمھیں جلا کر راکھ نہ کر دیں"۔

آپؑ رجز بھی پڑھ رہے تھے اور اپنے دادا حیدرِ کرار کی طرح جنگ بھی کر رہے تھے۔ میدانِ جنگ کی فضا گرد و غبار سے تیرہ و تاریک ہو چکی تھی۔ کسی کو کچھ نہ دکھائی دیتا تھا کہ اس گرد و غبار کے دبیز بادلوں کے اندر کیا ہو رہا ہے البتہ لَا فَتٰی اِلَّا عَلِیّ کے وارث کی شمشیر آبدار اس طرح میدانِ قتال میں چمکتی تھی کہ جس طرح آسمان پر بادلوں میں بجلی چمکتی ہے۔ آپ کی شمشیر شرربار صاعقۂ آسمانی بن کر دشمن پر گر رہی تھی جب دو سو ناری فی النار ہوئے تو مُرہ بن منقذ عبدی نے آپؑ کے سر پر تلوار کا ایسا وار کیا کہ آپؑ اپنے گھوڑے کی زین پر نہ سنبھل سکے۔

آپؑ نے فوراً اپنے بازو گھوڑے کی گردن میں ڈال دیے۔ گھوڑا دوڑتا ہوا دشمن کے لشکر کی طرف آیا تو حضرت علی اکبرؑ پر ہر طرف سے تلواریں چلنے لگیں۔ آپؑ کی ملکوتی روح نے عالمِ بالا کی طرف پرواز کرنا چاہی تو آپؑ نے بلند آواز کے ساتھ کہا: بابا جانؑ! یہ میرے نانا رسولؐ اللہ ہیں کہ آپؐ نے مجھے جامِ کوثر سے سیراب کر دیا ہے۔ اب مجھے کبھی پیاس نہیں ستائے گی؟ وہ آپؑ کے منتظر ہیں اور فرما رہے ہیں کہ جلدی آئیں وہ آپؑ کے لیے اپنے ہاتھوں میں جامِ کوثر لیے ہوئے ہیں۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے بلند آواز سے کہا: اے میرے پیارے فرزند! اللہ اِن لوگوں کو قتل کرے کہ جن لوگوں نے آپؑ کو قتل کیا ہے۔ اے میرے شہزادے! آپؑ کے بعد میری کائنات لٹ گئی ہے۔ اس دنیا پر خاک یہ لوگ کس قدر بے باکی کے ساتھ اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہتکِ حرمت کر رہے ہیں۔

حمید بن مسلم کہتا ہے کہ اب بھی یہ منظر میری آنکھوں کے سامنے ہے کہ ایک بی بیؑ خیام سے بڑی تیزی کے ساتھ نکلیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے آفتاب نے طلوع کیا ہو۔ وہ آہ و فغاں بلند کر رہی تھیں اور کہہ رہی تھیں: اے میرے حبیب! اے میرے دل کے چین! اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک!

میں نے لوگوں سے پوچھا: یہ بی بیؑ کون ہے؟

لوگوں نے بتایا: یہ زینبؑ بنت علیؑ ہیں۔

آخر وہ جوان کے لاشے پر آئیں تو اپنے آپ کو اُن پر گرا دیا۔ حسینؑ بن علیؑ فوراً اُن کے پاس آئے اور اُنھیں واپس خیام کی طرف لائے۔ امام علیہ السلام ہاشمی جوانوں کے ساتھ علی اکبرؑ کے لاشے پر آئے اور اُنھیں اُٹھا کر اس خیام کے پاس لائے جس کے سامنے جنگ ہو رہی تھی۔ ①

تاریخ طبری میں ہشام سے روایت ہے کہ علی بن الحسین الاکبرؑ میدانِ کربلا میں جنگ کرتے ہوئے شہید ہوئے تھے۔ آپؑ کی والدہ کا اسمِ گرامی لیلیٰ بنت ابومُرہ بن عُروہ بن مسعود

---

① مقتل الحسین خوارزمی: ج ۲، ص ۳۰؛ الفتوح: ج ۵، ص ۱۱۴؛ بحار الانوار: ج ۴۵، ص ۴۴

بن معتب ثقفی ہے۔ جنابِ لیلیٰ کی والدہ ابوسفیان بن حرب کی بیٹی میمونہ کی بیٹی تھیں۔ آپ کو مرہ بن منقذ عبدی نے شہید کیا تھا۔ ①

حضرت شہزادہ علی اصغرؑ

انسائیکلوپیڈیا امام حسین علیہ السلام کی پہلی جلد میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی اولاد پر مفصل روشنی ڈالی گئی ہے۔ بعض روایات کے مطابق آپؑ کے چار بیٹے تھے۔ اُن میں سے دو کے نام یہ ہیں: حضرت عبداللہؑ، حضرت علی اصغرؑ۔ ②

علامہ ابنِ طلحہ ③ نے کہا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے یہ دونوں فرزند عاشورا کے دن شہید ہوئے تھے۔ ان فرزندوں میں سے ایک شیر خوار تھے۔ آپؑ کے دوسرے فرزند کی عمر مبارک چند ایک سال تھی۔

البتہ وہ روایات جن میں شیر خوار بچے کا ذکر ہے ④ یا اس بات کی تصریح ہے یوم عاشورا امام علیہ السلام کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا اور وہ امامؑ کے ہاتھوں پر تھا کہ دشمن کی فوج کی طرف سے تیر آیا جس سے بچہ شہید ہو گیا۔ ⑤ اِن روایات سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے کہ امام کا صرف ایک بیٹا اس کیفیت کے ساتھ شہید ہوا تھا۔ وہ روایت جو اکثر اہلِ منبر سے سننے میں آتی ہے کہ فرزند

---

① تاریخ طبری: ج ۵، ص ۳۶۸؛ تاریخ خلیفہ بن خیاط: ص ۱۳۹۔ اس نے یہ روایت ابوعبیدہ اور ابوالحسن سے لی اور اس میں یہ الفاظ ہیں: حضرت علی اکبرؑ کی والدہ لیلیٰ یا لیثی تھیں جو ابومرہ بن عروہ بن مسعود بن عامر بن معتب ثقفی کی دختر ہیں۔ الکامل فی التاریخ: ج ۲، ص ۵۸۱۔ اس میں یہ الفاظ ہیں: آپؑ کی والدہ کا اسم گرامی لیلیٰ ہے جو ابومرہ بن عروہ ثقفی کی دختر ہیں۔ تذکرہ الخواص: ص ۲۵۴۔ اس نے یہ روایت ہشام بن محمد سے لی۔ اس میں ہے: میدانِ کربلا میں علی بن الحسین الاکبرؑ شہید ہوئے۔ آپؑ کی والدہ جناب لیلیٰ بنت مرہ ثقفیہ ہیں۔ آپؑ کو مرہ بن منقذ عبدی نے شہید کیا تھا۔ الاختصاص: ص ۸۲؛ تاریخ طبری: ج ۶، ص ۶۴؛ انساب الاشراف: ج ۳، ص ۴۰۶؛ اخبار الطوال: ص ۲۵۶

② موسوعہ امام حسینؑ: ج ۱، ص ۲۲۳، ۲۳۲

③ موسوعہ امام حسینؑ: ج ۴، ص ۳۱۱

④ موسوعہ امام حسینؑ: ج ۴، ص ۳۰۸

⑤ الحدائق الوردیہ: ج ۱، ص ۱۲۰؛ امالی شجری: ج ۱، ۱۷۱؛ ج ۴، ص ۳۱۰

رسولؐ حضرت امام حسین علیہ السلام کے چھے ماہ کے ایک فرزند تھے جو یومِ عاشورا شہید ہوئے تھے یہ روایت غیر معتبر ہے۔ (1)

وہ روایات کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے ایک فرزند تھے کہ جن کی عمر مبارک تین سال تھی کچھ دوسری روایات بھی ہیں جو اس روایت کے مشابہ ہیں (2) یہ سب آپؑ کے ایک اور فرزند کی شہادت سے تعلق رکھتی ہیں۔ (3)

یہ تو ایک صورت ہے جو آپ نے ملاحظہ کی۔ اس صورت کے مطابق بالمقابل ایک صورت ہے۔ اس مذکورہ بچے کی شہادت، اُن کے اور اُن کی والدہ اور اُن کے قاتل کے اسم میں مختلف روایات ہیں جو ایک دوسرے سے موافقت نہیں رکھتیں۔ کسی روایت میں کچھ ہے اور کسی میں کچھ ہے۔

یوم عاشورا حضرت امام حسین علیہ السلام کے دو بچوں کی شہادت سے اکثر نصوص خالی ہیں۔ صرف احتمال کی حد تک کہا جاسکتا ہے کہ اس سے زیادہ کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ (4)

آیئے زیارتِ ناحیہ مقدسہ کا مطالعہ کرتے ہیں:

"میرا سلام ہو حضرت امام حسین علیہ السلام کے شیر خوار فرزند حضرت عبداللہؑ پر جنھیں تیر ستم سے شہید کیا گیا جو اپنے خون میں غلطاں ہو گئے تھے۔ پھر

---

(1) اس کلام کا مصدر روضۃ الشہداء وہ مقتل ہے جو ابی مخنف کے نام سے منسوب ہے جو نہایت ضعیف السند ہے۔ اس کتاب پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔ اسی کتاب میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے ایک فرزند کی عمر مبارک چھے ماہ بتائی گئی ہے جو کسی دوسرے معتبر مصدر میں نہیں ہے۔ مذکورہ کتاب کا جو نسخہ مخطوطہ ہے وہ دارالحدیث کے مکتبہ میں موجود ہے۔ اس میں بھی یہ روایت نہیں ہے۔ تاریخ بلعمی: ج ۳، ص ۱۰۷ میں جو روایت ہے اُس میں ہے کہ امام علیہ السلام کے ایک فرزند تھے کہ جن کی عمر مبارک ایک سال تھی اور وہ شہید ہوئے تھے۔

(2) موسوعہ امام حسینؑ: ج ۳، ص ۳۱۰

(3) حدائق الوردیہ: ج ۱، ص ۱۲۰؛ امالی شجری: ج ۱، ص ۱۷۱؛ ہذا الموسوعہ: ج ۳، ص ۳۱۰، ۳۱۱

(4) اغلب مصادر میں ہے کہ اس بچے کی والدہ ماجدہ حضرت ربابؑ ہیں (الاختصاص: ص ۸۳؛ مجموعہ نفیسہ: ص ۱۱۰؛ تاج الموالید، المناقب ابن شہر آشوب: ج ۳، ص ۷۷؛ الحدائق الوردیہ: ج ۱، ص ۱۲۰؛ نسب قریش: ص ۵۹؛ مقاتل الطالبیین: ص ۹۳؛ راجع ہذا الموسوعہ: ج ۳، ص ۳۰۸، ص ۳۱۲ وج ۱، ص ۲۵۸).

آپ کا خون آسمان کی طرف بھیجا گیا۔ آپ اپنے والد بزرگوار کی آغوش میں تھے کہ وہیں تیر سے آپ کو شہید کر دیا گیا"۔ ①

اللہ رب العزت آپ کو تیر مارنے والے حرملہ بن کاہل اسدی اور اُس کے ساتھیوں پر لعنت کرے۔ ②

زیارتِ ناحیہ میں دوسری دفعہ بھی آپ پر سلام وارد ہیں:

اَلسَّلَامُ عَلٰى عَلِيِّ الْكَبِيْرِ. اَلسَّلَامُ عَلَى الرَّضِيْعِ الصَّغِيْرِ ③

"میرا سلام ہو علی اکبر پر اور میرا سلام ہو شیر خوار علی اصغر پر"۔

قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ مصادر متاخرہ میں حضرت علی اصغر کے مصائب کے عنوان سے روایت پائی جاتی ہے لیکن وہ مصادر معتبرہ میں منقول نہیں ہے جس طرح کہ حضرت علی اصغر کی والدہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ آپ کا دودھ خشک ہو گیا تھا۔ روضۃ الشہداء کی روایت کے آخری الفاظ یہ ہیں:

يٰقَوْمِ! اِنْ كُنْتُ قَدِ ارْتَكَبْتُ ذَنْبًا كَمَا تَزْعُمُوْنَ. فَمَا ذَنْبُ هٰذَا الطِّفْلِ؛ اُسْقُوْهُ جُرْعَةَ مَاءٍ. فَلَمْ يَبْقَ لَبَنٌ فِيْ ثَدْيِ اُمِّهٖ لِشِدَّةِ الْعَطَشِ

حضرت امام حسین علیہ السلام نے شہزادہ علی اصغر کو اپنے ہاتھوں پر بلند کیا اور بلند آواز سے خطاب کیا:

"اے لوگو! اگر میں نے تمھارا کوئی جرم کیا ہے جس طرح کہ تمھارا گمان ہے لیکن یہ بتاؤ اس طفل شیر خوار نے تمھارا کیا جرم کیا ہے؟ اسے تھوڑا سا پانی پلا دو۔ ④ اس کی والدہ کا دودھ شدتِ عطش کی وجہ سے خشک ہو گیا

---

① المزار الکبیر میں الری الصریع سے اِلی جمر آبیہ کے الفاظ نہیں ہیں۔

② راجع موسوعہ ہذا، ج ۸، ص ۲۳۰، زیارت رجبیہ میں مزار شہید اوّل کی روایت موجود ہے، ص ۴۹۰

③ راجع ہذا موسوعہ، ج ۸، ص ۲۱۵، ص ۲۳۵

④ یہ الفتوح کی روایت کے مطابق ہے، ص ۹۰۲

ہے"۔ ①

کتاب "معرج الحسین" میں ہے کہ عمر بن سعد کے لشکر میں بچے کے پانی پلانے میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ کچھ نے کہا: شیر خوار ہے اسے پانی پلا دو۔ کسی نے مخالفت کی۔ جب عمر بن سعد نے یہ حالت دیکھی تو حرملہ سے کہا: جلدی اس نزاع کو ختم کر۔ ②

یا پھر کتاب "سوگ نامہ آلِ محمدؐ" (فارسی) میں ایک واقعہ مذکور ہے:

ان لم یکن بدّ من قتلی، فدعنی أخبرك بما فعلته كی أحرق قلبك. أيّها الأمير! لقد كان لی ثلاثة سهام مُثلثة، و كنت قد غمستها فی السمّ، ولقد ذبحت بأحدها نحر علی الأصغر وهو فی حضن الحسین، وغرزت الثانی فی قلب الحسین......
وضربت بالثالث نحر عبد الله بن الحسن

جب حرملہ گرفتار ہو کر جناب مختار ثقفیؒ کے دربار میں آیا اور اس نے جناب مختارؒ سے کہا: اگر تو نے میرے قتل کا ارادہ کر ہی لیا ہے تو پھر مجھے ایک بات کرنے دے تاکہ اس کے سننے سے تیرا دل جل اُٹھے۔ حرملہ نے کہا: اے امیر! میدانِ کربلا میں میرے پاس سہ شعبہ تین تیر تھے۔ جنھیں میں نے زہر میں بجھایا ہوا تھا۔ ان تیروں میں سے ایک تیر سے میں نے علی اصغرؑ کو ذبح کیا۔ اس وقت وہ حسینؑ کی آغوش میں تھے۔ دوسرا تیر حسینؑ کے قلب میں پیوست کیا، تیسرے تیر سے عبداللہ بن حسنؑ کو قتل کیا۔ ③

یا پھر جس طرح محرق القلوب میں ہے:

نَظَرَ عَلِیُّ الْأَصْغَرُ إِلٰی وَجْهِ أَبِیهِ بَعْدَ أَصَابَتْهُ بِالسَّهْمِ، ثُمَّ تَبَسَّمَ وَاسْتَشْهَدَ ④

---

① روضۃ الشہداء: ص ۳۳۲
② معرج الحسین: ص ۱۸۱
③ سوگ نامہ آلِ محمدؐ: ص ۵۳۵۔ مؤلف نے اسے منہاج الدموع سے نقل کیا ہے۔ ص ۹۰۲
④ معرج الحسین: ص ۱۸۱

"جب تیر ستم علی اصغرؑ کے گلے میں پیوست ہو گیا تو علی اصغرؑ نے اپنے والد کی طرف دیکھ کر تبسم کیا۔ اس کے بعد اُن کی روح پرواز کر گئی"۔

یا اس قسم کی بات کتاب "عنوان الکلام" میں ہے جس کا تعلق گیارہ محرم کی رات سے ہے۔ گیارہ محرم کی رات پانی کی بندش ختم ہوئی۔ بچوں اور مستورات کو پانی سے سیراب کیا گیا تو حضرت رباب کی چھاتی میں دودھ اُتر آیا تو آپؑ نے کہا: اے علی اصغرؑ! کہاں ہو تم؟ اے میرے نورِ نظر! اب تو میری چھاتی میں دودھ بھر آیا ہے آؤ دودھ پیو۔ (1)

یا پھر یہ مصائب کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے شہزادہ علی اصغرؑ کو اُن کی شہادت کے بعد دفن کر دیا تھا۔ جب جنگ کربلا ختم ہوئی تو حضرت علی اصغرؑ کے لاشے کو مٹی سے نکالا گیا تو اُس وقت شہزادہ قماط میں تھا۔ پھر اُن کے سر کو نیزے پر سوار کر دیا گیا۔ (2)

روایاتِ معتبرہ

وہ روایات جو مصادر معتبرہ میں ہیں وہ درج ذیل ہیں:

الملهوف: لَمَّا رَأَى الحُسَيْنُ عليه السلام مَصَارِعَ فِتيَانِهِ وَأَحِبَّتِهِ، عَزَمَ عَلَى لِقَاءِ القَومِ بِمُهجَتِهِ، وَنَادَى: هَل مِن ذَابٍّ يَذُبُّ عَن حَرَمِ رَسُولِ اللهِ؟ هَل مِن مُوَحِّدٍ يَخَافُ اللهَ فِينَا؟ هَل مِن مُغِيثٍ يَرجُو اللهَ بِإِغَاثَتِنَا؟ هَل مِن مُعِينٍ يَرجُو مَا عِندَ اللهِ فِي إِعَانَتِنَا؟

فَارتَفَعَت أَصوَاتُ النِّسَاءِ بِالعَوِيلِ، فَتَقَدَّمَ إِلَى بَابِ الخَيمَةِ، وَقَالَ لِزَينَبَ: نَاوِلِينِي وَلَدِيَ الصَّغِيرَ حَتَّى أُوَدِّعَهُ، فَأَخَذَهُ، وَأَومَأَ إِلَيهِ لِيُقَبِّلَهُ فَرَمَاهُ حَرمَلَةُ بنُ الكَاهِلِ بِسَهمٍ فَوَقَعَ فِي نَحرِهِ فَذَبَحَهُ، فَقَالَ لِزَينَبَ: خُذِيهِ، ثُمَّ تَلَقَّى الدَّمَ بِكَفَّيهِ

---

(1) محرق القلوب: ص ۱۰۶

(2) عنوان الکلام: ص ۱۲۳ و ص ۲۶۸

حَتّٰی امتَلَأَتَا، وَرَمٰی بِالدَّمِ نَحوَ السَّمَاءِ وَقَالَ: هَوَّنَ عَلَیَّ مَا نَزَلَ بِی أَنَّهُ بِعَینِ اللهِ

قَالَ البَاقِرُ علیہ السلام: فَلَم یَسقُط مِن ذٰلِكَ الدَّمِ قَطرَةٌ إِلَی الأَرضِ

اللہوف میں روایت ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے تمام یار وانصار، احباب واصحاب اور اعزّہ واقارب کو دیکھا کہ سب راہِ خدا میں شہید ہو چکے ہیں تو آپؑ جہاد کے لیے آمادہ ہوئے۔ آپؑ نے میدان میں آ کر سپاہِ ابنِ زیاد سے مخاطب ہو کر فرمایا:

”کوئی ہے جو حرمِ رسولؐ اللہ کی حمایت و دفاع کرے؟ کیا تمھارے درمیان ایسا موحد ہے جو ہمارے اُوپر ہونے والے ظلم کے بارے میں خدا کا خوف کرے؟ کیا کوئی ہے جو ہماری فریاد رسی کر کے خدا سے لو لگائے؟ کیا کوئی ہے جو ہماری مدد کر کے خدا سے اُجر وثواب کی اُمید رکھے“۔

جب فرزندِ رسولؐ کا درد بھرا استغاثہ خیام میں خواتین نے سنا تو وہ امام علیہ السلام کی غربت، بے کسی اور بے بسی پر بلند آواز میں گریہ کناں ہوئیں۔ امام علیہ السلام بیبیوں کے نالہ وفریاد کو سن کر خیموں میں آئے اور اپنی ہمشیرہ حضرت زینب عالیہؑ سے فرمایا: بہن زینبؑ! میرے شیر خوار فرزند کو میرے حوالے کرو تا کہ میں اُنھیں خدا حافظ کہوں۔

امام علیہ السلام نے اپنے فرزند کو اپنے ہاتھوں پر لیا اور اُنھیں بوسہ دینے کا ارادہ کیا کہ اچانک یزیدی سپاہی حرملہ کاہل اسدی نے اُنھیں تیر کا نشانہ بنایا۔ وہ تیر شیر خوار بچے کے حلق میں پیوست ہو گیا جس سے بچہ شہید ہو گیا۔

فرزندِ علیؑ وبتولؑ نے اپنی بہن حضرت زینبؑ سے فرمایا:

بہن زینبؑ! میرے اس نونہال شہید کو اپنے ہاتھوں پر اُٹھاؤ۔ جب حضرت زینبؑ نے شہزادے کو اپنے ہاتھوں پر اُٹھایا تو امامؑ اپنے دونوں ہاتھوں کو بچے کے گلے کے نیچے لے جاتے تھے اور جب آپؑ کی ہتھیلیاں خون سے بھر جاتیں تو آپؑ وہ خون آسمان کی طرف اُچھال دیتے اور فرماتے: ”یہ مصائب وآلام جھیلنے میرے لیے آسان ہیں کیونکہ یہ راہِ خدا میں ہیں اور یہ سب کچھ اللہ ربّ العزت کے سامنے ہو رہا ہے“۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ بچے کا وہ خون جو امام علیہ السلام نے آسمان کی طرف اُچھالا تھا اُس کا ایک قطرہ بھی واپس نہ آیا۔①

تاریخ طبری میں ابومخنف سے روایت ہے، اُس نے کہا کہ میں نے سلیمان بن ابی راشد سے، اُس نے حمید بن مسلم سے سنا: حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے خیمہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپؑ کے پاس ایک بچہ لایا گیا۔ آپؑ نے اُسے اپنی آغوش میں بٹھالیا۔ لوگوں کا گمان ہے کہ اس بچے کا نام عبداللہ بن حسینؑ تھا۔

ابومخنف کا بیان ہے کہ عقبہ بن بشیر اَسدی نے کہا کہ ایک دن مجھے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: اے بنی اسد کے لوگو! ہم نے تم سے قصاص لینا ہے۔

میں نے عرض کیا: اے ابوجعفرؑ! اللہ آپؑ پر رحم کرے میرا کوئی جرم تو بتاؤ؟

انھوں نے فرمایا: امام حسین بن علی علیہما السلام کے پاس ایک بچہ لایا گیا تو آپؑ نے انھیں اپنی گود میں بٹھایا۔ تمھارے قبیلے کے ایک فرد نے اس بچے کو تیر مار کر شہید کر دیا تھا۔ حسینؑ نے بچے کا خون اپنے ہاتھوں پر لیا اور اُسے زمین پر ڈال دیا۔ اس کے بعد امامؑ نے فرمایا:

"پروردگار! اگر تو نے اِس دنیا میں ہماری نصرت روک دی ہے تو ہمیں وہ عطا کر جو اِس سے بہتر ہے اور ان ظالموں سے ہمارا انتقام لے"۔②

اخبارالطوال میں روایت ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام کے اصحاب و انصار اور جوان شہید ہو گئے تو آپ اکیلے رہ گئے تھے۔ جب دشمن کی فوج نے مظلوم کو اکیلا پایا تو اُنھوں نے آپؑ کے قتل کی تیاریاں شروع کر دیں۔ مالک بن بشر الکندی نے آپؑ پر تلوار سے حملہ کیا۔ اُس کی تلوار آپؑ کے سرِ اقدس پر لگی۔ اُس وقت آپؑ کے سرِ اقدس پر خز کی ٹوپی تھی جو تلوار کے وار سے پھٹ گئی اور امام علیہ السلام کا فرقِ اطہر زخمی ہو گیا۔ آپؑ نے ایک اور ٹوپی طلب کی اور اُسے اپنے سر پر رکھا۔ پھر اُس کے اُوپر عمامہ باندھا اور وہیں بیٹھ گئے۔ آپؑ نے فرمایا: میرے طفلِ صغیر کو میرے پاس لے آؤ۔ جب بچے کو لایا گیا تو آپؑ نے اُسے اپنی گود میں بٹھایا۔

① الملہوف: ص ۱۶۸؛ بحارالانوار: ج ۴۵ ص ۴۶۔
② تاریخ طبری: ج ۵ ص ۴۴۸۔

ایک اسدی سپاہی نے بچے کو تیر مارا۔ بچہ اپنے والد کی آغوش میں ہی شہید ہو گیا۔ ①

تاریخ طبری میں عمار دُھنی سے روایت ہے، اُس نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے فرمایا: طفلِ صغیر حضرت امام حسین علیہ السلام کی آغوش میں بیٹھا ہوا تھا کہ تیر آیا جس سے بچہ شہید ہو گیا۔ آپؑ اپنے طفلِ صغیر کا خون صاف کر رہے تھے اور اللہ ربّ العزت کی بارگاہ میں دُعا بھی مانگ رہے تھے: "بارِ الٰہا! اس قوم اور ہمارے درمیان فیصلہ فرما۔ انھوں نے ہمیں اپنے پاس بلایا کہ وہ ہماری نصرت کریں گے لیکن انھوں نے ہمارا کشت و خون کیا۔ ②

الارشاد میں روایت ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام خیمہ کے آگے بیٹھے تو اس وقت آپؑ کے فرزند عبداللہ بن حسینؑ آپؑ کے پاس لائے گئے وہ طفلِ صغیر تھے۔ آپؑ نے اُنھیں اپنی آغوش میں بٹھایا کہ بنی اسد کے ایک ظالم نے بچے کو تیر کا نشانہ بنایا۔ بچہ شہید ہو گیا۔ آپؑ نے اپنے بچے کا خون اپنے ہاتھوں پر لیا اور اُسے زمین پر ڈال دیا اور فرمایا:

> "پروردگار! اگر تُو نے آسمان سے ہماری نصرت روک دی ہے میں اس پر راضی ہوں اب ہمیں وہ عطا فرما جو اِس سے بہتر ہو اور ان ظالموں سے انتقام لے۔ آپؑ نے بچے کو اُٹھایا اور اُنھیں شہداء کے پاس لٹا دیا"۔ ③

مثیر الاحزان میں حمید بن مسلم سے روایت ہے کہ جب امام حسین بن علی علیہما السلام نے دیکھا کہ اُن کے تمام اصحاب اور خاندان کے جوان شہید ہو گئے ہیں اب اُن کا کوئی ناصر اور معین باقی نہیں رہا تو آپؑ نے استغاثہ بلند کیا: کوئی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حرم کی حفاظت کرے؟ کیا ہے کوئی توحید پرست ہے جو اللہ کے لیے ہماری معاونت کرے؟ کیا کوئی معاون و معین ہے جو ہماری اعانت و معاونت کرے؟

---

① اخبار الطوال: ص ۲۸۵؛ بغیۃ الطلب فی تاریخ حلب: ج ۶، ص ۲۶۲۹؛ تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۴۸۔ علامہ طبری نے ابومخنف سے روایت لی ہے۔ اس میں مالک بن نسیر کے لفظ ہیں۔

② تاریخ طبری: ج ۵، ص ۳۸۹؛ تہذیب الکمال: ج ۶، ص ۴۲۸؛ سیر اعلام النبلاء: ج ۳، ص ۳۰۹؛ المنتظم: ج ۵، ص ۳۴۰؛ مروج الذہب: ج ۳، ص ۷۰؛ انساب الاشراف: ج ۳، ص ۴۰۷

③ ارشاد: ج ۲، ص ۱۰۸؛ اعلام الوریٰ: ج ۱، ص ۴۶۶؛ روضۃ الواعظین: ص ۲۰۸؛ الکامل فی التاریخ: ج ۲، ص ۵۷۰

جب اس جان سوز و دردناک استغاثہ کی آواز عورتوں اور بچوں نے سنی تو اُنھوں نے رونا شروع کیا۔ آپؑ اپنے خیمہ کے دروازے پر آئے اور فرمایا کہ میرے طفل صغیر عبداللہؑ کو میرے پاس لے آؤ تاکہ میں اُن سے وداع کرلوں۔ جب طفل صغیر آپؑ کے پاس آیا تو آپؑ نے اُنھیں اپنی گود میں بٹھایا۔ بنی اسد کے آدمی نے بچے کو اپنے تیر کا نشانہ بنایا۔ تیر اُن کے گلے میں پیوست ہوگیا جس سے بچہ ذبح ہوگیا۔ امام علیہ السلام نے بچّے کا خون اپنے ہاتھوں پر لیا۔ جب خون سے آپؑ کی ہتھیلیاں بھر گئیں تو آپؑ نے وہ خون آسمان کی طرف اُچھالا اور بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا:

''خدایا! اگر تُو نے اس وقت ہماری نصرت روک دی ہے تو ہم راضی ہیں۔ اب ہمیں وہ چیز عطا فرما جو اس سے بہتر و برتر ہو اور اس ظالم قوم سے ہمارا انتقام لے''۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا فرمان ہے کہ ایک قطرۂ خون زمین کی طرف نہ آیا۔ امامؑ نے بچّے کو اُٹھایا اور اُنھیں شہداء کے ساتھ سُلا دیا۔ [1]

مقاتل الطالبيين عن مُورع بن سُويد بن قيس: حَدَّثَنَا مَن شَهِدَ الحُسَينَ علیہ السلام، قَالَ: كَانَ مَعَهُ ابنُهُ الصَّغِيرُ، فَجَاءَ سَهمٌ فَوَقَعَ فِي نَحرِهِ

قَالَ فَجَعَلَ الحُسَينُ يَأخُذُ الدَّمَ مِن نَحرِهِ وَلَبَّتِهِ فَيَرمِي بِهِ إِلَى السَّمَاءِ، فَمَا يَرجِعُ مِنهُ شَيءٌ، وَيَقُولُ: اللَّهُمَّ لَا يَكُونُ أَهوَنَ عَلَيكَ مِن فَصِيلٍ

مقاتل الطالبیین میں مُورع بن سُوید بن قیس سے روایت ہے، اس نے کہا کہ ہمیں اُس آدمی نے بتایا جو میدانِ کربلا میں موجود تھا۔ امام حسین بن علی علیہما السلام کے پاس ایک طفل صغیر تھا۔ تیر آیا اور وہ بچے کے گلے میں پیوست ہوگیا اور بچہ شہید ہوگیا۔ امام علیہ السلام نے بچّے کا خون اپنے ہاتھوں میں لیا اور اُس خون کو آسمان کی طرف اُچھال دیا لیکن کوئی قطرۂ خون واپس

[1] مثیر الاحزان: ص ۷۰

زمین کی طرف نہ آیا۔ آپؑ نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا: خدایا! اس طفلِ صغیر کی عزت و عظمت تیرے نزدیک ناقہ صالحؑ کے بچے سے کم نہیں ہے۔ (۱)

البدایہ والنہایہ میں ابومخنف سے روایت ہے: عاشورا کا دن تھا۔ اُس دن امام حسین بن علی علیہما السلام بہت زیادہ تھک چکے تھے۔ آپؑ آئے اور اپنے خیمہ کے دروازہ پر بیٹھ گئے۔ آپؑ کے پاس ایک طفلِ صغیر لایا گیا کہ جن کا نام عبداللہؑ تھا۔ آپؑ نے اُنھیں اپنی آغوش میں بٹھایا اور اُنھیں بوسے دینے لگے۔ اُن کی خوشبو سونگھنے لگے۔ امام علیہ السلام اپنے اہلِ بیتؑ سے وداع کر رہے تھے اور اُنھیں وصیت کر رہے تھے کہ بنی اسد کے ایک سپاہی نے بچے کو تیر مارا جس سے بچہ ذبح ہو گیا۔ اس شخص کا نام ابنِ موقد النار مذکور ہے۔

امام علیہ السلام نے بچے کا خون اپنے ہاتھوں پر لیا اور اُسے آسمان کی طرف اُچھالا اور عرض کیا: اے پروردگار! اگر تُو نے ہماری نصرت روک دی ہے تو پھر ہمیں وہ عطا فرما جو اس سے بہتر ہو اور ان ظالموں سے تو خود انتقام لے۔ (۲)

تذكرة الخواص عن هشام بن محمد: لَمَّا رَآهُمُ الْحُسَيْنُ عليه السلام مُصِرِّينَ عَلَى قَتْلِهِ، أَخَذَ الْمُصحَفَ وَنَشَرَهُ، وَجَعَلَهُ عَلَى رَأْسِهِ وَنَادَى: بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ كِتَابُ اللهِ، وَجَدِّي مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ يَقُومِ بِمَ تَسْتَحِلُّونَ دَمِي؟!

فَالْتَفَتَ الْحُسَيْنُ عليه السلام فَإِذَا بِطِفْلٍ لَهُ يَبْكِي عَطَشًا فَأَخَذَهُ عَلَى يَدِهِ، وَقَالَ: يَقُومِ، إِنْ لَمْ تَرْحَمُونِي فَارْحَمُوا هٰذَا الطِّفْلَ فَرَمَاهُ رَجُلٌ مِنْهُمْ بِسَهْمٍ فَذَبَحَهُ. فَجَعَلَ الْحُسَيْنُ عليه السلام يَبْكِي وَيَقُولُ: اَللّٰهُمَّ احكُم بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمٍ دَعَونَا لِيَنْصُرُونَا فَقَتَلُونَا فَنُودِيَ مِنَ الهَوا: دَعْهُ يَا حُسَيْنُ، فَإِنَّ لَهُ مُرضِعًا فِي الْجَنَّةِ

تذکرۃ الخواص میں ہشام بن محمد سے روایت ہے کہ جب امام حسین بن علی علیہما السلام نے

---

(۱) مقاتل الطالبیین: ص ۹۵؛ المناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۱۰۹؛ بحار الانوار: ج ۴۵، ص ۴۷

(۲) البدایہ والنہایہ: ج ۸، ص ۱۸۶

دیکھا کہ ابنِ زیاد کا لشکر اُن کے قتل کرنے پر مصر ہے تو آپؑ نے قرآنِ کریم اُٹھایا اور کھول کر اُسے اپنے سر پر رکھا اور بلند آواز کے ساتھ کہا: میرے اور تمھارے درمیان اللہ کی کتاب ہے۔ میرے نانا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسولؐ ہیں۔

اے لوگو! تم نے میرا خون اپنے اُوپر کیوں حلال سمجھ رکھا ہے؟

امام علیہ السلام نے اپنے طفلِ صغیر کے رونے کی آواز سنی جو شدتِ پیاس کی وجہ سے رو رہا تھا۔ آپؑ نے اُسے اپنے ہاتھوں پر بلند کیا اور کہا: اے قوم! اگر تمھیں مجھ پر رحم نہیں آتا تو کوئی پروا نہیں ہے۔ اس طفلِ صغیر پر رحم کر۔ اس دوران ایک ظالم نے بچّے کو اپنے تیر کا نشانہ بنایا۔ بچہ باپ کے ہاتھوں پر ذبح ہو گیا۔ امام علیہ السلام رونے لگے اور کہنے لگے: خدایا! ہمارے اور ان لوگوں کے درمیان فیصلہ کر۔ ان لوگوں نے ہمیں اپنے پاس بلایا کہ وہ ہماری نصرت کریں گے۔ جب ہم ان کے پاس آئے تو اِن لوگوں نے ہم پر تلواریں سونت لیں اور ہمارے جوانوں کو قتل کر دیا۔

اُس وقت آسمان سے ندا بلند ہوئی: اے حسینؑ! رہنے دو اِن کے لیے جنّت میں دودھ پلانے والی دایہ موجود ہے، وہ اُنھیں دودھ پلائے گی۔ ①

المجدی میں روایت ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے طفلِ صغیر حضرت عبداللہ کو اپنے ہاتھوں پر بلند کیا اور لوگوں سے کہا: یہ طفلِ صغیر پیاسا ہے۔ انھیں پانی پلا دو۔ ایک آدمی نے بچّے کو تیر مارا جس سے بچہ ذبح ہو گیا۔ اُس وقت وہ طفل اپنے والد کے ہاتھوں پر تھا۔ ②

سر السلسلۃ العلویہ میں روایت ہے کہ عبداللہ بن الحسین بن علیؑ اپنے والد کی آغوش میں شہید ہوئے۔ ابھی یہ شیر خوار طفل تھے۔ بنی اسد کے ایک سپاہی نے انھیں تیر مار کر شہید کر دیا تھا۔ ③

---

① تذکرۃ الخواص: ص ۲۵۲

② المجدی: ص ۹۱

③ سر السلسلۃ العلویہ: ص ۳۰؛ الشجرۃ المبارکہ: ص ۷۳؛ تاریخ قم: ص ۱۹۷؛ معارج الوصول الی معرفت فضل آلِ رسولؐ: ص ۷۷؛ تذکرۃ فی الانساب المطہرہ: ص ۲۶۶؛ الاصیلی: ص ۱۴۳

الامالی للشجری عن زید بن علی بن الحسین ویحیٰی بن ام طویل وعبدالله بن شریك العامری وغیرهم - فی ذكرِ تَسمِيَةِ المَقتُولِينَ : وَعَبدُ اللهِ بنُ الحُسَينِ علیہ السلام ، وَأُمُّهُ الرَّبَابُ بِنتُ امرِئِ القَيسِ بنِ عَدِيِّ بنِ أَوسِ بنِ جَابِرِ بنِ كَعبِ بنِ حَكِيمٍ الكَلبِيِّ قَتَلَهُ حَرمَلَةُ بنُ الكَاهِلِ الأَسَدِيُّ الوَالِبِيُّ.
وَكَانَ وُلِدَ لِلحُسَينِ علیہ السلام بنِ عَلِيٍّ علیہ السلام فِي الحَربِ. فَأُتِيَ بِهِ وَهُوَ قَاعِدٌ ،وَأَخَذَهُ فِي حِجرِهِ وَلَبَّاهُ بِرِيقِهِ وَسَمَّاهُ عَبدَ اللهِ. فَبَينَمَا هُوَ كَذٰلِكَ ،إِذ رَمَاهُ حَرمَلَةُ بنُ الكَاهِلِ بِسَهمٍ ،فَنَحَرَهُ. فَأَخَذَ الحُسَينُ علیہ السلام دَمَهُ ،فَجَمَعَهُ وَرَمٰى بِهِ نَحوَ السَّمَاءِ فَمَا وَقَعَت مِنهُ قَطرَةٌ إِلَى الأَرضِ
قَالَ فُضَيلٌ: وَحَدَّثَنِي أَبُو الوَردِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا جَعفَرٍ علیہ السلام يَقُولُ: لَو وَقَعَت مِنهُ إِلَى الأَرضِ قَطرَةٌ لَنَزَلَ العَذَابُ، وَهُوَ الَّذِي يَقُولُ الشَّاعِرُ فِيهِ:

وَعِندَ غَنِيٍّ قَطرَةٌ مِن دِمَائِنَا وَفِي أَسَدٍ أُخرىٰ تُعَدُّ وَتُذكَرُ

امالی شجری میں زید بن علی بن الحسینؑ، یحیٰی بن اُم طویل اور عبداللہ بن شریک عامری وغیرہ سے روایت ہے: حضرت امام حسین علیہ السلام کے ایک بیٹے تھے کہ جن کا نام عبداللہ بن الحسینؑ تھا۔ ان کی والدہ رُباب بنت امرؤ القیس بن عدی بن اَوس بن جابر بن کعب بن حکیم کلبی تھیں۔ اس بچے کو حرملہ بن کاہل اسدی نے شہید کیا تھا۔ یہ بچہ عاشورا کے دن پیدا ہوا۔ امام علیہ السلام خیمہ کے دروازے پر آئے اور وہیں بیٹھ گئے۔ آپ نے فرمایا کہ طفلِ صغیر کو میرے پاس لایا جائے۔ جب بچے کو لایا گیا تو اُنھیں آپؑ نے اپنی آغوش میں لیا۔ اس بچے کا نام عبداللہؑ تھا۔ حرملہ بن کاہل اسدی نے اُنھیں تیر مار کر شہید کر دیا۔ امام علیہ السلام نے اپنے اس طفلِ صغیر کا خون اپنے ہاتھوں میں لیا اور اُسے آسمان کی طرف بلند کیا۔ اس خون کا ایک قطرہ بھی واپس زمین کی طرف نہ آیا۔

فُضیل نے کہا کہ مجھے ابوالورد نے بتایا، اُس نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے سنا کہ آپؑ نے فرمایا: اگر اس خون سے ایک قطرہ بھی واپس زمین پر آتا تو زمین پر عذاب نازل ہوجاتا۔ ①

اسی بات کی طرف ایک شاعر نے اشارہ کیا ہے، اس کے شعر کا مضمون یہ ہے:

"ہمارے خون کا ایک قطرہ قبیلہ غنی کے ذمہ ہے اور دوسرا بنی اسد کے ذمہ ہے۔ اس بات کا ذکر ہمیشہ جاری وساری رہے گا"۔

الاحتجاج میں روایت ہے کہ یوم عاشورا فرزند رسولؐ پر ایک وہ وقت آیا جب حضرت امام زین العابدین علیہ السلام اور ایک شیر خوار بچے کے علاوہ اصحاب و اقارب میں کوئی باقی نہ رہا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے خیمہ کے دروازے پر آئے اور فرمایا: میرے شیر خوار طفلِ صغیر کو میرے پاس لے آؤ تا کہ میں اُن سے وداع کرلوں۔ جب بچہ آپؑ کے ہاتھوں پر آیا تو آپؑ اسے بوسے دینے لگے اور پیار کرنے لگے اور فرمانے لگے: اے میرے فرزند عزیز! یہ قوم کس قدر ہلاک و برباد ہوچکی ہے کہ جب یہ قیامت کے دن پیش ہوں گے تو آپ کے نانا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اِن کے خلاف مدعی ہوں گے۔

اس دوران ایک تیر آیا جو بچے کے گلے میں لگا جس سے بچہ شہید ہوگیا۔ فرزند رسولؐ گھوڑے سے اُترے اور تلوار کے ساتھ بچے کی قبر بنائی اور بچے کو اس میں دفن کردیا۔ ②

مقتل الحسینؑ خوارزمی میں روایت ہے کہ جب امام حسین بن علی علیہما السلام کے تمام اصحاب اور اہلِ بیتؑ کے سب جوان شہید ہوگئے۔ عورتوں، بچوں اور ایک بیمار فرزندؑ کے علاوہ کوئی باقی نہ رہا تو آپؑ نے استغاثہ بلند کیا:

---

① امالی شجری: ج۱، ص ۱۷۱؛ حدائق الوردیہ: ج۱، ص ۱۲۰

حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے طفل صغیر شیر خوار کا خون آسمان کے حوالے کردیا تھا۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ امامؑ نے یہ عمل کیوں کیا تھا؟ امامؑ کے اس عمل کو حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے فرمان کی روشنی میں سمجھا جاسکتا ہے۔ اگر اس شیر خوار بچے کا خون زمین پر واپس آتا تو زمین تباہ ہوجاتی۔ اس لیے معصومؑ نے بچے کا خون اپنے ہاتھوں پر جمع کرکے آسمان کی طرف اُچھال دیا تا کہ اہلِ زمین اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ جائیں۔ (مترجم)

② احتجاج: ج۲، ص ۱۰۱؛ بحارالانوار: ج ۴۵، ص ۴۹

"کیا کوئی ہے جو اللہ کے رسولؐ کے حرم کی حفاظت کرے؟ کیا کوئی ہے اللہ ربّ العزت سے خوف رکھنے والا؟ جو ہمارے معاملے میں اللہ سے خوف کھائے؟ کیا کوئی حامی و محامی ہے جو اللہ ربّ العزت کی بارگاہ میں اجر کی اُمید رکھتے ہوئے ہماری حمایت و نصرت کرے؟ کیا کوئی اُس جزا کا خواہش مند ہے جو اللہ سبحانہ نے ہماری نصرت کے ساتھ خاص کر رکھی ہے جو ہماری نصرت کرے"۔

جب خواتین اور بچوں نے فرزند رسولؐ کی بے بسی اور بے کسی دیکھی تو اُنھوں نے بلند آواز سے رونا شروع کر دیا۔ امام علیہ السلام خیمہ کے دروازے پر آیا اور فرمایا: میرے اصغر کو میرے پاس لاؤ تاکہ میں اُن سے وداع کرلوں۔ جب بچہ آپؑ کے ہاتھوں پر آیا تو آپؑ اُن سے پیار کرنے لگے، اُنھیں بوسے دینے لگے اور فرمانے لگے: "یہ قوم کس قدر ہلاک و برباد ہو چکی ہے کہ قیامت کے دن آپؑ کے نانا بارگاہِ خداوندی میں ان کے خلاف مدعی ہوں گے"۔

یہ طفلِ شیر خوار آپؑ کی آغوش میں تھا کہ حرملہ بن کاہل اسدی نے تیر مارا جس سے بچہ اپنے باپ کی گود میں شہید ہو گیا۔ امام علیہ السلام نے اپنے شہید فرزند کا خون اپنے ہاتھوں میں جمع کیا۔ پھر اُسے آسمان کی طرف بلند کر دیا اور بارگاہِ ربوبیت میں عرض کیا:

"اے میرے پروردگار! اگر تُو نے اس دنیا میں ہماری نصرت روک دی ہے تو ہمیں وہ اجر عطا فرما جو اِس سے بہتر و برتر ہو"۔

اِس کے بعد امام گھوڑے سے اُترے اور اپنی تلوار کے ذریعے قبر بنائی اور اپنے شہید شہزادے کو اُس میں دفن کر دیا۔ اُن پر درود و سلام ہوں۔ (1)

تاریخ یعقوبی میں روایت ہے کہ یومِ عاشورا حضرت امام حسین بن علی علیہما السلام کے اصحاب و اقارب ایک ایک کر کے شہید ہوتے رہے۔ اُن میں کوئی بھی باقی نہ رہا۔ آپ گھوڑے پر سوار تھے کہ یومِ عاشورا آپؑ کے ہاں ایک بچے نے ولادت پائی۔ وہی نومولود آپؑ کے پاس لایا گیا۔ آپؑ نے اُس کے کان میں اذان دی۔ ابھی اُس نومولود کو گھٹی دی جا رہی تھی کہ

---

(1) مقتل الحسین خوارزمی: ج ۲، ص ۳۲؛ الفتوح: ج ۵، ص ۱۱۵؛ بحار الانوار: ج ۴۵، ص ۴۶

ابنِ سعد کی فوج سے تیر آیا جو بچّے کے حلق میں پیوست ہو گیا اور بچہ تیر سے ذبح ہو گیا۔ امامؑ نے بچّے کے حلق سے تیر نکالا تو بچّے کے حلق سے خون جاری ہو گیا۔ امامؑ نے اس نومود شہید سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"اللہ کی قسم! اے میرے لختِ جگر! اللہ ربّ العزت کی بارگاہ میں تمھارا مقام واکرام ناقہ صالح سے بہت زیادہ ہے کیونکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی منزلت اللہ کے نزدیک حضرت صالح سے بہت زیادہ ہے"۔

امام علیہ السلام نے اس شہید کو وہاں لٹا دیا جہاں آپؑ کے بیٹے، بھتیجے اور بھانجوں کے جنازے رکھے ہوئے تھے۔ ①

طبقات الکبریٰ میں روایت ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام بیٹھے تھے اور آپؑ نے خز کا جُبہ پہن رکھا تھا۔ آپؑ پر تیروں کی بارش ہو رہی تھی۔ تیر کبھی دائیں آتے اور کبھی بائیں۔ اسی دوران ایک تین سالہ فرزند آپؑ کے پاس آئے کہ عقبہ بن بشر اسدی نے انھیں تیر مار کر شہید کر دیا۔ اس دوران امام علیہ السلام کا ایک اور بچہ بھاگتا ہوا آپؑ کے پاس آیا اور آپؑ کی گود میں بیٹھ گیا۔ ایک یزیدی سپاہی نے اُسے اپنے تیر کا نشانہ بنایا جو بچّے کے گلے میں لگا جس سے بچہ شہید ہو گیا۔ ②

مطالب السؤول: كَانَ لَهُ [أي لِلْإِمَامِ الْحُسَيْنِ علیہ السلام] وَلَدٌ صَغِيرٌ، فَجَاءَهُ مِنْهُمْ سَهمٌ فَقَتَلَهُ، فَرَمَّلَهُ، وَحَفَرَ بِسَيفِهِ، وَصَلَّى عَلَيهِ وَدَفَنَهُ وَقَالَ هٰذِهِ الأَبيَاتَ:

غَدَرَ القَومُ وَقِدماً رَغِبُوا عَن ثَوَابِ اللهِ رَبِّ الثَّقَلَينِ

وَأَمَّا عَلِيٌّ الأَصغَرُ جَاءَهُ سَهمٌ - وَهُوَ طِفلٌ - فَقَتَلَهُ، وَقَد تَقَدَّمَ ذِكرُهُ عِندَ ذِكرِ الأَبيَاتِ لَمَّا قُتِلَ

وَقِيلَ: إِنَّ عَبدَ اللهِ - أَيضاً - قُتِلَ مَعَ أَبِيهِ شَهِيدًا

---

① تاریخ یعقوبی: ج۲، ص ۲۴۵

② طبقات الکبریٰ: ج۱، ص ۴۷۰؛ سیر اعلام النبلاء: ج۳، ص ۳۰۲؛ الرد علی المتعصب العنید: ص ۳۹

المطالب السؤول میں روایت ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے ہاں ایک شیر خوار فرزند تھے۔ ابنِ سعد کے لشکر کی طرف سے تیر آیا جس سے وہ بچہ شہید ہوگیا۔ آپؑ نے اپنی تلوار کے ساتھ اس کے لیے قبر بنائی، اس پر نماز پڑھی اور اُسے دفن کر دیا اور اُس وقت ایک شعر پڑھا جس کا مضمون یہ ہے:

"قوم نے غداری کی ہماری نصرت نہ کی، ہمیں قتل کیا۔ ربِ دوجہاں کی قسم! ان لوگوں کو اللہ کے اجر وثوا کی ضرورت ہی نہیں ہے کیونکہ یہ دُنیا کے بندے ہیں"۔

جہاں تک حضرت علی اصغرؑ کی شہادت کی روایت ہے آپ طفلِ صغیر تھے۔ آپؑ کی شہادت بیان ہوچکی ہے۔ ایک قول ہے جناب علی اصغرؑ جناب عبداللہ ہی ہیں۔ وہ اپنے والد کے ساتھ شہید ہوئے تھے"۔ ①

اخبار الطوال میں روایت ہے: جب حضرت امام حسین علیہ السلام اکیلے رہ گئے تو آپؑ اپنے خیمہ کے دروازے پر آکر بیٹھ گئے۔ آپؑ نے فرمایا: میرے طفل صغیر کو میرے پاس لاؤ۔ جب بچہ آپؑ کے حوالے کیا گیا تو آپؑ نے اُسے اپنی آغوش میں بٹھایا۔ بنی اسد کے ایک تیرانداز نے تیر مار کر بچے کو باپ کی گود میں شہید کر دیا۔

مقاتل الطالبیین: كَانَ عَبْدُ اللهِ بنُ الحُسَينِ يَوْمَ صَغِيرًا، جَاءَتهُ نُشَّابَةٌ وَهُوَ فِي حِجرِ أَبِيهِ فَذَبَحَتهُ.

حَدَّثَنِي أَحمَدُ بنُ شَبِيبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بنُ الحَرثِ عَنِ المَدَائِنِيِّ، عَن أَبِي مِخْنَفٍ عَن سُلَيمَانَ بنِ أَبِي رَاشِدٍ عَن حُمَيدِ بنِ مُسلِمٍ، قَالَ: دَعَا الحُسَينُ عليه السلام بِغُلَامٍ فَأَقعَدَهُ فِي حِجرِهِ، فَرَمَاهُ عُقبَةُ بنُ بِشرٍ فَذَبَحَهُ

حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بنُ الحُسَينِ الأُشنَانِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبَّادُ بنُ يَعقُوبَ، قَالَ: أَخبَرَنَا مورعُ بنُ سُوَيدِ بنِ قَيسٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا

---

① مطالب السؤول: ص ۷۳؛ کشف الغمہ: ج ۲، ص ۲۳۸؛ بحار الانوار: ج ۴۵، ص ۳۳۱

مَن شَهِدَ الحُسَينَ علیہ السلام، قَالَ: كَانَ مَعَهُ ابنُهُ الصَّغِيرُ، فَجَاءَ سَهمٌ فَوَقَعَ فِي نَحرِهِ

قَالَ: فَجَعَلَ الحُسَينُ علیہ السلام يَأخُذُ الدَّمَ مِن نَحرِهِ وَلَبَّتِهِ، فَيَرمِي بِهِ إِلَى السَّمَاءِ فَمَا يَرجِعُ مِنهُ شَيءٌ، وَيَقُولُ: اللّٰهُمَّ لَا يَكُونُ أَهوَنَ عَلَيكَ مِن فَصِيلٍ

مقاتل الطالبیین میں روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن حسینؑ طفلِ صغیر تھے۔ یہ اپنے والد بزرگوار کی آغوش میں تھے کہ ابنِ سعد کے لشکر کی طرف سے تیر آیا جس سے یہ صغیر شہید ہو گئے۔

راوی کہتا ہے کہ مجھے احمد بن شعیب نے بتایا۔ اُس نے کہا کہ مجھے احمد بن حرث المدائنی نے بتایا، اُس نے کہا کہ میں نے ابومخنف سے سنا، اُس نے کہا کہ میں نے سلیمان بن راشد سے، اُس نے کہا کہ میں نے حمید بن مسلم سے سنا اُس نے کہا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے چھوٹے فرزند کو طلب کیا اور اُنھیں اپنی آغوش میں بٹھایا۔ عقبہ بن بشر نے تیر مار کر طفلِ صغیر کو شہید کر دیا۔

راوی کہتا ہے کہ مجھے محمد بن حسن الشانی نے بتایا۔ اُس نے کہا کہ مجھے عباد بن یعقوب نے بتایا۔ اُس نے کہا کہ مجھے مورع بن سوید بن قیس نے، اُس نے کہا کہ مجھے اُس آدمی نے بتایا جو جنگِ کربلا میں موجود تھا۔ اُس نے کہا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی گود میں ایک طفل صغیر شیر خوار تھا۔ ابنِ زیاد کے لشکر سے تیر آیا جو بچے کے گلے میں پیوست ہو گیا جس سے بچہ شہید ہو گیا۔

امام علیہ السلام نے بچے کا خون اپنے ہاتھوں میں لیا اور اُسے آسمان کی طرف اُچھال دیا۔ اُس خون کا کوئی قطرہ واپس زمین کی طرف نہ آیا۔ اس وقت آپؑ نے عرض کیا: "خدایا! تیری بارگاہ میں اس طفلِ صغیر کی عظمت ناقۂ صالحؑ کے بچے سے کم نہیں ہے"۔ ①

---

① مقاتل الطالبیین: ص ۹۴؛ ارشاد: ج ۲، ص ۱۳۵؛ اعلام الوریٰ: ج ۱، ص ۴۷۸؛ مجموعہ نفیسہ: ص ۳۵؛ بحار الانوار: ج ۴۵، ص ۴۷

تاریخ طبری میں ہشام سے روایت ہے، روزِ عاشورا حضرت امام حسین بن علی علیہما السلام کے طفلِ صغیر عبداللہؑ بھی شہید ہوئے تھے جو رُباب بنت امرؤ القیس بن عدی بن اوس بن جابر بن کعب بن علیم کلبی کے بطن سے تھے۔ ہانی بن ثبیت حضرمی نے اُنھیں شہید کیا تھا۔ ①

---

① تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۶۸؛ الکامل فی التاریخ: ج ۲، ص ۵۸۱؛ مقاتل الطالبیین: ص ۹۳؛ ثقات ابن حبان: ج ۲، ص ۳۱۱۔ اس کتاب میں نسب نامہ ہے: رُباب بنت قاسم بن اوس بن عدی بن اوس بن جابر بن کعب۔ (تذکرۃ الخواص: ص ۲۵۴؛ طبقات الکبریٰ: ج ۱، ص ۴۷۶؛ اختصاص: ص ۸۳؛ شرح الاخبار: ج ۳، ص ۱۷۷)

﴿پانچویں فصل﴾

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی اولاد کی قربانیاں

حضرت ابوبکر بن علیؑ

حضرت امام علی علیہ السلام کے ایک فرزند تھے کہ جن کی کنیت ابوبکر تھی ان کی والدہ ماجدہ کا نام لیلیٰ ① منقول ہے۔ متعدد روایات میں آیا ہے کہ حضرت ابوبکر بن علیؑ میدانِ کربلا میں جنگ کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ ② حضرت الشیخ المفیدؒ نے روایت کی ہے کہ اِن کا اسمِ گرامی محمد اصغرؓ تھا۔آپ اپنے بھائی حضرت عبیداللہؓ کے ساتھ شہید ہوئے تھے۔ ③ لیکن بعض مصادر میں مذکور ہے کہ محمد اصغر اور ابوبکر ایک فرد نہیں، بلکہ امیر المومنینؑ کے فرزندوں میں سے ایک کا نام ابوبکرؓ ہے اور دوسرے کا نام محمد اصغرؓ ہے۔ ④

---

① طبقات الکبریٰ: ج ۳،ص ۱۹؛ المعجم الکبیر: ج ۳،ص ۱۰۳؛ الثقات ابن حبان: ج ۲،ص ۳۱۱؛ رجال طوسی: ص ۱۰۶؛ اختصاص: ص ۸۲؛ امالی شجری: ج ۱،ص ۱۷۰؛ حدائق الوردیہ: ج ۱،ص ۱۲۵؛ راجع ہذا الموسوعۃ: ج ۴،ص ۳۱۳-۳۱۵

② تاریخ طبری: ج ۵، ص ۲۵۳؛ المعجم الکبیر: ج ۳،ص ۱۰۳؛ الثقات ابن حبان: ج ۲،ص ۳۱۱؛ امامت والسیاست: ج ۲،ص ۱۲؛ رجال طوسی: ص ۱۰۶؛ راجع ہذا الموسوعۃ: ج ۴،ص ۳۱۳-۳۱۵

③ اغلب مصادر کے مطابق: یہ مختار ثقفیؒ کے لشکر میں تھے اور "مذار" کے علاقہ میں قتل ہوگئے تھے۔ (تاریخ طبری: ج ۵،ص ۱۵۴ و ج ۶،ص ۱۱۵؛ جمہرۃ انساب العرب: ص ۳۸؛ طبقات الکبریٰ: ج ۵،ص ۱۱۷ و ج ۳،ص ۱۹؛ معارف ابن قتیبہ: ص ۲۱۷؛ انساب الاشراف: ج ۲،ص ۳۱۲؛ مقاتل الطالبیین: ص ۹۲؛ نسب قریش: ص ۴۳؛ جمہرۃ النسب: ص ۳۱؛ اس میں جو الفاظ ہیں وہ یہ ہیں: (عبداللہ اور ابوبکر دونوں آپس میں بھائی تھے۔ان کی والدہ کا نام لیلیٰ ہے۔ المجدی: ص ۱۷؛

④ ارشاد: ج ۲،ص ۱۲۵؛ مجموعہ نفیسہ: ص ۱۹۵؛ العمدہ: ص ۳۰؛ الکامل فی التاریخ: ج ۲،ص ۴۳۰؛ البدایۃ والنہایۃ: ج ۷،ص ۳۴۴؛ الاختصاص: ص ۸۲؛ رجال طوسی: ص ۱۰۵۔ ان دونوں کتابوں میں ان کا نام محمد بن علیؑ مذکور ہے۔ ان کی والدہ اُم ولد تھیں۔

قابلِ ذکر بات یہ بھی ہے کہ مقتل الحسینؑ خوارزمی اور الجدی ی میں "ابوبکر" کا اسم عبداللہ مذکور ہے۔ ①

ان کا اسم زیارتِ ناحیہ میں نہیں ہے البتہ زیارتِ رجبیہ میں ان پر سلام وارد ہے:

اَلسَّلَامُ عَلٰی اَبِیْ بَکْرٍ اِبْنِ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ ②

"امیر المومنینؑ کے فرزند ابوبکرؓ پر سلام"۔

مقتل الحسین للخوارزمی: ثُمَّ تَقَدَّمَ اِخْوَةُ الْحُسَیْنِ علیہ السلام عَازِمِیْنَ عَلٰی اَنْ یُقْتَلُوا مِنْ دُوْنِهٖ فَاَوَّلُ مَنْ تَقَدَّمَ مِنْهُمْ اَبُوْبَکْرِ بْنُ عَلِیٍّ -وَاسْمُهٗ عَبْدُاللّٰهِ. وَاُمُّهٗ لَیْلٰی بِنْتُ مَسْعُوْدِ بْنِ خَالِدِ بْنِ رِبْعِیِّ بْنِ مُسْلِمِ بْنِ جَنْدَلِ بْنِ نَهْشَلِ بْنِ دَارِمِ التَّمِیْمِیَّةُ -فَبَرَزَ اَبُوْبَکْرٍ وَهُوَ یَقُوْلُ:

شَیْخِیْ عَلِیٌّ ذُو الْفَخَارِ الْاَطْوَلِ مِنْ هَاشِمِ الصِّدْقِ الْکَرِیْمِ الْمُفْضَلِ
هٰذَا الْحُسَیْنُ ابْنُ النَّبِیِّ الْمُرْسَلِ نَذُوْدُ عَنْهُ بِالْحُسَامِ الْفَیْصَلِ
تَفْدِیْهِ نَفْسِیْ مِنْ اَخٍ مُبَجَّلِ یَارَبِّ فَامْنَحْنِیْ ثَوَابَ الْمُجْزَلِ

فَحَمَلَ عَلَیْهِ زَحْرُ بْنُ قَیْسٍ النَّخَعِیُّ فَقَتَلَهٗ. وَقِیْلَ: بَلْ رَمَاهُ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عُقْبَةَ الْغَنَوِیُّ فَقَتَلَهٗ

مقتل الحسینؑ خوارزمی میں روایت ہے کہ آخر وہ وقت آیا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے برادران نے میدانِ جنگ کی طرف پیش قدمی کا آغاز کیا۔ ان بزرگواروں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر بن علیؑ میدانِ جنگ کی طرف بڑھے۔ ان کا اسم گرامی عبداللہ منقول ہے ان کی والدہ ماجدہ کا اسم مبارک لیلیٰ ہے جو مسعود بن خالد بن ربعی بن مسلم بن جندل بن نہشل بن دارم تمیمی کی دختر تھیں۔

جب آپؑ نے مبارزہ کیا تو رجز پڑھا جس کا مفہوم یہ ہے:

---

① الجدی: ص ۱۷۰؛ راجع ہذا الموسوعۃ: ج ۴، ص ۳۱۳

② المزار شہید اوّل کی روایت میں ذکر موجود ہے۔ ص ۱۳۹؛ ابوبکر محمد بن امیر المومنینؑ

"میرے پدرِ بزرگوار حضرت امام علی بن ابی طالب علیہ السلام عظیم افتخارات کے مالک ہیں جو حضرت ہاشمؑ کے شجاع و بہادر فرزند ہیں۔ کرامات و فضائل جن کا طواف کرتے ہیں یہ حسین فرزندِ رسولؐ ہیں۔ میں چمکدار تلوار سے ان کی حفاظت کروں گا اور اپنے برادرِ عزیز پر اپنی جان قربان کروں گا"۔

زُجر بن قیس نخعی ان پر حملہ آور ہوا اور شہزادہ اُس کے ہاتھوں شہید ہو کر بہشتِ بریں پہنچا۔ ایک دوسرا قول ہے کہ عبداللہ بن عُقبہ غنوی نے انھیں تیر سے نشانہ بنایا جس کی وجہ سے ان کی شہادت ہوئی۔ ①

تاریخ طبری میں ہشام سے روایت ہے کہ کربلا میں حضرت امام علی علیہ السلام کے فرزند حضرت ابوبکر بن علی بن ابی طالب علیہما السلام جنگ کرتے ہوئے شہید ہوئے تھے۔ ان کی والدہ حضرت لیلیٰ بنت مسعود بن خالد بن مالک بن ربعی بن سُلمی بن جندل بن نہشل بن وارم تھیں۔ بعض کا بیان ہے کہ اس شہزادے کی شہادت میدانِ کربلا میں نہیں ہوئی تھی۔ ②

مقاتل الطالبیین میں روایت ہے کہ حضرت ابوبکر بن علی بن ابی طالب علیہ السلام کا اسمِ مبارک معلوم نہیں ہے۔ "ابوبکر" آپؑ کی کنیت ہے۔ ان کی والدہ کا اسمِ گرامی حضرت لیلیٰ ہے جو مسعود بن خالد بن مالک بن ربعی بن سلیم بن جندل بن نہشل بن وارم بن مالک بن حنظلہ بن زید مناۃ بن تمیم کی دُختر تھیں۔

---

① مقتل الحسینؑ خوارزمی: ج ۲، ص ۲۸؛ الفتوح: ج ۵، ص ۱۱۳؛ مناقب ابن شہرآشوب: ج ۳، ص ۱۰۷؛ بحارالانوار: ج ۴۵، ص ۳۶

② تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۶۸؛ الکامل فی التاریخ: ج ۲، ۵۸۱؛ التنبیہ والاشراف: ص ۲۶۳؛ اس میں جو الفاظ ہیں وہ یہ ہیں: یہ اپنے والد کے چھے بیٹوں کے ساتھ شہید ہوئے۔ الثقات ابن حبان: ج ۲، ص ۳۱۱؛ اس کے اندر یہ الفاظ ہیں: وہ اس دن شہید ہوئے۔ طبقات الکبریٰ: ج ۳، ص ۱۹؛ تذکرۃ الخواص: ص ۲۵۴۔ یہاں جو روایت ہے وہ ہشام بن محمد سے ہے۔ الفصول المہمہ: ص ۱۹۵؛ ذخائر العقبیٰ: ص ۲۰۳؛ الاختصاص: ص ۸۲؛ امالی شجری: ج ۱، ص ۱۷۰؛ اس کتاب میں اس روایت کا ذکر کچھ اس طرح ہے: زید بن علی بن الحسینؑ اور یحییٰ بن اُم طویل اور عبداللہ بن شریک عامری وغیرہ سے سنا ہے۔ مناقب کوفی: ج ۲، ص ۴۸؛ المناقب ابن شہرآشوب: ج ۳، ص ۱۱۲؛ تاریخ طبری: ج ۵، ص ۱۵۳

حضرت لیلیٰ کا شجرۂ نسب یہ ہے: اُمِ لیلیٰ بنت مسعود عُمیرہ بنت قیس بن عاصم بن سنان بن خالد بن منقر (یہ اپنے قبیلہ کے سردار تھے) بن عُبید بن حارث۔ اسی حارث کو مقاعس بھی کہا جاتا تھا۔ ①

ارشاد میں روایت ہے کہ حضرت محمد الاصغرؒ، جن کی کنیت ابوبکر اور حضرت عبیداللہ دونوں بھائی اپنے برادر بزرگوار حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ میدانِ کربلا میں شہید ہوئے تھے ان دونوں شہزادوں کی والدہ گرامی کا اسمِ مبارک حضرت لیلیٰ بنت مسعود دارمیہ ہے۔ ②

حضرت جعفر بن علی علیہ السلام

حضرت جعفر بن علی علیہ السلام ③ حضرت عباس علیہ السلام کے بھائی تھے۔ یہ کربلا میں شہید ہوئے تھے۔ آپؑ کی عمر کے بارے میں اختلاف ہے۔ اکثر مصادر کے مطابق وقت شہادت ان کی عمر شریف ۱۹ سال تھی۔ ④ بعض مصادر میں سترہ سال مذکور ہے۔ ⑤ بعض نقول میں ۲۹ سال کا ذکر بھی ہے۔ ⑥ لیکن جب حضرت امام علی علیہ السلام کی تاریخ شہادت ۴۰ ہجری کے مطابق حساب کیا جائے تو اس شہزادے کی عمر شریف کم از کم بیس سال ہونی چاہیے۔ لیکن مقبول روایت ۱۹ سال والی ہے۔

حضرت جعفرؑ نے جب میدان کی طرف پیش قدمی کی تو اُس وقت یہ رجز پڑھا:

---

① مقاتل الطالبیین: ص ۹۱؛ طبقات الکبریٰ: ج ۱، ص ۱۷۳؛ بحار الانوار: ج ۴۵، ص ۳۷

② ارشاد: ج ۱، ص ۳۵۴؛ کشف الغمہ: ج ۲، ص ۲۶؛ اعلام الوریٰ: ج ۱، ص ۳۹۶؛ کفایۃ الطالب: ص ۴۳۶؛ العدد القویہ: ص ۲۴۳؛ کشف الغمہ: ج ۲، ص ۱۷؛ مروج الذہب: ج ۳، ص ۷۳؛ مطالب السؤول: ص ۶۳

③ رجال طوسی: ص ۹۹؛ اختصاص: ص ۸۲؛ المجدی: ۱۵۔ اس میں ہے کہ آپؑ کی کنیت ابوعبداللہ تھی۔ امالی شجری: ج ۱، ص ۱۷۰؛ حدائق الوردیہ: ج ۱، ص ۱۲۰؛ طبقات الکبریٰ: ج ۱، ص ۴۷۵؛ طبقات الکبریٰ: ج ۳، ص ۲۵؛ انساب الاشراف: ج ۲، ص ۴۱۳؛ ان دونوں میں ہے: ''جعفر الاکبر''۔ معجم الکبیر: ج ۳، ص ۱۰۳؛ ثقات ابن حبان: ج ۲، ص ۳۰۹؛ مقتل الحسین خوارزمی: ج ۲، ص ۲۹

④ لباب الانساب: ج ۱، ص ۳۹۸

⑤ شرح الاخبار: ج ۳، ص ۱۹۴

⑥ المجدی: ص ۱۵

إِنِّي - أَنَا جَعفَرٌ ذُو المَعَالِي   نَجلُ عَلِيِّ الخَيرِ ذُوالنَّوَالِ
أَحمِي حُسَينًا بِالقَنَا العَسَّالِ   وَبِالحُسَامِ الوَاضِحِ الصَّقَالِ

"میں علیؑ ولی کا فرزند جعفر ہوں۔ میں بہادر، صاحب جود تقی انسان کا فرزند ہوں۔ میں اپنے سید و سردار حسین بن علیؑ کا دفاع نیزے اور چمکدار قاطع تلوار سے کروں گا"۔ ①

ایک قول ہے کہ آپؑ کے قاتل کا نام ہانی بن ثبیت ہے۔ ② دوسرا قول ہے کہ انھیں خولی بن یزید اَصبحی نے شہید کیا تھا۔ ③ زیارتِ رجبیہ اور زیارتِ ناحیہ میں انھیں سلام پیش کیا گیا ہے۔ ④

اَلسَّلَامُ عَلَى جَعفَرِ بنِ أَمِيرِ المُؤمِنِينَ ، الصَّابِرِ بِنَفسِهِ مُحتَسِبًا، وَالنَّائِي عَنِ الأَوطَانِ مُغتَرِبًا، المُستَسلِمِ لِلقِتَالِ، المُستَقدِمِ لِلنِّزَالِ، المَكثُورِ بِالرِّجَالِ، لَعَنَ اللهُ قَاتِلَهُ هَانِئَ بنَ ثُبَيتٍ الحَضرَمِيَّ

"میرا سلام ہو امیر المومنین امام علی علیہ السلام کے فرزند حضرت جعفرؑ پر جو نہایت ہی صابر اور بردبار تھے۔ اپنے وطن سے بہت دور تھے۔ آپؑ میدان جنگ کی طرف بڑھے وہاں دشمنوں سے جنگ کی۔ دشمنوں نے آپؑ پر ہجوم کیا اور شہید کر دیا۔ اللہ ربّ العزت آپؑ کے قاتل ہانی بن ثبیت الحضرمی پر لعنت کرے"۔

المناقب لابن شہر آشوب: ثُمَّ بَرَزَ أَخُوهُ جَعفَرٌ مُنشِئًا:

إِنِّي أَنَا جَعفَرٌ ذُو المَعَالِي   اِبنُ عَلِيِّ الخَيرِ ذُو النَّوَالِ
ذَاكَ الوَصِيُّ ذُو السَّنَا وَالوَالِي   حَسبِي بِعَمِّي جَعفَرٍ وَالخَالِ

---

① راجع ہذا الموسوعہ: ج ۳، ص ۳۱۷

② تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۴۹؛ اخبار الطوال: ص ۲۵۷۔ اس کتاب میں ثبیت کی جگہ ثویب ہے۔

③ راجع ہذا الموسوعہ: ج ۳، ص ۳۱۸؛ لباب الانساب: ج ۱، ص ۳۹۸؛ اس میں شمر بن ذی الجوشن کا نام ہے۔

④ موسوعہ امام حسین: ج ۸، ص ۲۳۰

أَحْمِي حُسَيْنًا ذَا النَّدَى الْمِفْضَالِ

رَمَاهُ خَوْلِيُّ الْأَصْبَحِيُّ، فَأَصَابَ شَقِيقَتَهُ أَوْ عَيْنَهُ

المناقب بن شہر آشوب میں روایت ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کے بعد آپؑ کے بھائی حضرت جعفرؑ نے رجز پڑھتے ہوئے پیش قدمی کی۔ آپؑ نے کہا:

''میں صاحبِ عزّ و شرف جعفر بن علیؑ ہوں۔ میں نیک انسان کا بیٹا ہوں جو صاحبِ جود و سخاوت تھے۔ میرے بابا نبی مصطفیٰؐ کے وصی ہیں جو صاحبِ عزت اور بزرگی میں میرے فخر کے لیے میرے چچا حضرت جعفر طیارؑ اور میرے ماموں کافی ہیں کیونکہ وہ صاحبِ عزّ و شرف ہیں۔ میں صاحبِ فضل و کرم حسینؑ کی حمایت و معاونت کروں گا''۔

خولی اُصبحی نے انھیں تیر کا نشانہ بنایا۔ اُس کا تیر آپؑ کے سر یا آنکھ میں لگا جس سے آپؑ کی شہادت واقع ہوئی اور آپ کی روح اعلیٰ علیین میں پہنچی۔ [1]

مقتل الحسینؑ خوارزمی میں روایت ہے کہ حضرت عثمان بن علیؑ کے بعد اُن کے بھائی حضرت جعفر بن علیؑ نے میدانِ جنگ کی طرف پیش قدمی کی۔ آپؑ کی والدہ ماجدہ حضرت اُم البنین علیہا السلام تھیں۔ جب آپ حملہ آور ہوئے تو یہ رجز پڑھا:

(رجز اور اس کا ترجمہ مذکورہ روایت میں موجود ہے، اُدھر رجوع کریں)

آپؑ نے شدید قتال کیا۔ آخر کار عمر بن سعد کی فوج کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ [2]

طبقات الکبریٰ میں شہدائے کربلا کے اسماء میں حضرت جعفر بن ابی طالبؑ کا اسم مبارک بھی ہے۔ آپؑ کو بھی ہانی بن ثبیت حضرمی نے شہید کیا تھا۔ [3]

مقاتل الطالبیین میں عبیداللہ بن حسن اور عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ جب

---

[1] المناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۱۰۷؛ بحار الانوار: ج ۴۵، ص ۳۸

[2] مقتل الحسین خوارزمی: ج ۲، ص ۲۹؛ الفتوح: ج ۵، ص ۱۱۳

[3] طبقات الکبریٰ: ج ۱، ص ۴۷۵؛ التنبیہ والاشراف: ص ۲۶۳؛ امالی شجری: ج ۱، ص ۱۷۰؛ تاریخ خلیفہ بن خیاط: ص ۱۷۸

حضرت جعفر بن علی بن ابی طالبؑ شہید ہوئے تو اُس وقت اِن کی عمر شریف ۱۹ سال تھی۔

ابو مخنف نے ضحاک مشرقی کی حدیث کے بارے میں کہا ہے کہ حضرت عباسؑ بن علی بن ابی طالبؑ نے اپنے بھائی جعفرؑ کو میدانِ جنگ کی طرف بھیجا۔ اِن کی شہادت ہانی بن ثبیت کے ہاتھوں ہوئی تھی (ضحاک نے یہی بات کی تھی)۔ نصر بن مزاحم نے کہا کہ مجھے عمرو بن شمر نے بتایا اُس نے جابر سے سنا اُس نے ابو جعفر محمد بن علی سے سنا کہ حضرت جعفر بن علیؑ کو خولی بن یزید اصبحی نے شہید کیا تھا۔ (۱)

حضرت عبداللہ بن علی علیہ السلام (۲)

حضرت امام علی علیہ السلام کی زوجہ محترمہ حضرت اُم البنین علیہا السلام سے آپؑ کے چار فرزند تھے۔ اُن کے اسماء یہ ہیں:

(۱) حضرت عباس علمدارؑ (۲) حضرت عبداللہؑ

(۳) حضرت عثمانؑ (۴) حضرت جعفرؑ

یہ چاروں برادران کربلا میں شہید ہوئے تھے۔

حضرت عبداللہ کی کنیت ابو محمد الاکبرؑ تھی۔ (۳) اِن کا لقب عبداللہ الاصغر تھا۔ (۴) جب اِن کی شہادت ہوئی تھی تو اُس وقت اِن کی عمر شریف ۲۵ سال تھی۔ (۵)

حضرت عباس علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو باری باری میدانِ جنگ کی طرف بھیجا تاکہ وہ آپؑ کی زندگی میں فرزند رسولؐ کی نصرت کرتے ہوئے راہی بہشت ہوں اور آپ اپنے بھائیوں کے مصائب پر صبر کر کے زیادہ سے زیادہ اجر و ثواب حاصل کریں اس لیے آپؑ نے اپنے برادر حضرت عبداللہؑ سے کہا: اے میرے پیارے بھائی! میری خواہش ہے کہ تم میرے

---

(۱) مقاتل الطالبیین: ص ۸۸؛ الفصول المہمہ: ص ۱۹۵؛ اعلام الوریٰ: ج ۱، ص ۳۹۵؛ بحار الانوار: جلد ۴۵، ص ۳۸

(۲) التنبیہ والاشراف: ص ۲۶۳

(۳) المجدی: ص ۱۵

(۴) المناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۱۱۲

(۵) المجدی: ص ۱۵

سامنے اللہ کے دشمنوں سے جنگ کرو اور شہادت کی سعادت حاصل کرو۔

حضرت عبداللہؑ نے میدانِ جنگ کی طرف پیش قدمی کرتے ہوئے رجز پڑھا۔ رجز بھی پڑھ رہے تھے اور جنگ بھی کر رہے تھے۔ آپؑ نے شدید جنگ کی۔

أَنَا ابنُ ذِي النَّجدَةِ وَالافضَالِ . ذَاكَ عَلِيُّ الخَيرِ ذُو الفَعَالِ

سَيفُ رَسُولِ اللهِ ذُو النَّكَالِ فِي كُلِّ يَومٍ ظَاهِرِ الأَهوالِ

"میں اُس ہستی کا فرزند ہوں جو عالی و متعالی ہے اور مجد و فضائل میں کائنات پر بھاری ہے۔ اُس ہستی کا اسم شریف علی ولیؑ ہے جو سب سے بہتر و برتر ہیں اور آپؑ کی مجاہدانہ زندگی مثالی ہے۔ میرے والد بزرگوار سیف اللہ تھے۔ آپؑ کی تلوار دشمن کے لیے موت تھی۔ جب بھی دشمن نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہجوم کیا تو میرے والد نے ہی اِس ہجوم کو منتشر کیا۔ ہر جنگ میں آپؑ غالب ہی رہتے تھے اور آپؑ کی تلوار رسولؐ کے دشمنوں کے لیے عذاب ہوتی تھی"۔

اس شہزادہ کا اسم شریف زیارتِ رجبیہ اور زیارتِ ناحیہ مقدسہ میں مذکور ہے:

"امیر المومنین حضرت امام علی علیہ السلام کے فرزند حضرت عبداللہؑ پر سلام ہو جو کہ آزمائشوں میں مبتلا ہوئے اور جنھوں نے ولایت کی آواز بلند کی جن پر ہر آنے اور جانے والے نے حملہ کیا۔ میدانِ جنگ میں شدید زخمی ہوئے۔ آپؑ کے قاتل ہانی بن ثبیت حضرمی پر خدا کی لعنت ہو"۔

طبقات الکبریٰ میں روایت ہے کہ حضرت امام علی علیہ السلام کے فرزند حضرت عبداللہؑ کو بھی ہانی بن ثبیت حضرمی نے شہید کیا تھا۔ [1] آپؑ سے پہلے وہ آپؑ کے بھائی حضرت جعفرؑ کو شہید کر چکا تھا۔

امالی شجری میں زین بن علی بن حسین اور یحییٰ بن اُم طویل اور عبداللہ بن شریک عامری

---

[1] طبقات الکبریٰ: ج ۱،ص ۴۷۵؛ انساب الاشراف: ج ۳،ص ۳۰۷؛ التنبیہ والاشراف: ص ۲۶۳؛ مناقب ابن شہر آشوب: ج ۴،ص ۱۰۷؛ بحار الانوار: ج ۴۵،ص ۳۸

وغیرہ سے روایت ہے۔ حضرت امام علی علیہ السلام کے فرزند حضرت عبداللہ جو حضرت اُم البنین علیہا السلام کے بطن سے تھے۔ آپؑ کو خولی بن یزید اصبحی نے تیر مار کر شہید کیا تھا۔ خولی کو اس شہزادے کے خلاف بنی تمیم بن ابان بن دارم کے فرد نے اُبھارا تھا کہ وہ انھیں قتل کرے۔ اسی تمیمی کے کہنے پر خولی نے حضرت عبداللہؑ کو شہید کیا تھا۔ (۱)

مقاتل الطالبیین میں علی بن ابراہیم سے روایت ہے کہ مجھے عبیداللہ بن حسن اور عبداللہ بن عباس نے بتایا: اِن دونوں نے کہا کہ جب امام علی بن ابی طالب علیہ السلام کے فرزند حضرت عبداللہ کی شہادت ہوئی تو اُس وقت اِن کی عمر شریف پچیس سال تھی اِن کی اولاد نہ تھی۔

راوی کہتا ہے کہ مجھے احمد بن عیسیٰ نے بتایا، اُس نے کہا کہ مجھے حسین بن نصر نے بتایا، اُس نے کہا کہ ہمیں اپنے والد نے بتایا، اس نے عمر بن سعد سے، اُس نے ابی مخنف سے، اُس نے عبداللہ بن عاصم سے اور اُس نے ضحاک مشرقی سے سنا اور اُس نے کہا کہ حضرت عباس بن علیؑ نے اپنے بھائی حضرت عبداللہؑ سے کہا: میرے سامنے میدانِ جنگ کی طرف بڑھو اور ان ظالموں سے جہاد کرو تاکہ میں تمھاری شہادت پر صبر کر کے اجرِ عظیم کا حق دار بن سکوں۔ حضرت عبداللہ میدانِ جنگ کی طرف بڑھے اور شدید قتال کیا۔ آپؑ کو ہانی بن ثبیت حضرمی نے شہید کیا۔ (۲)

الفتوح میں روایت ہے کہ حضرت جعفر بن علی علیہ السلام کے بعد اِن کے بھائی حضرت عبداللہ بن علیؑ میدانِ کارزار کی طرف بڑھے اور رجز پڑھا۔ (رجز اور اُس کا ترجمہ سطور بالا میں موجود ہے)۔ آپؑ دشمن پر حملہ آور ہوئے اور اُن کے بہت سے افراد کو قتل کیا۔ آخر میں شہادت کی ابدی سعادت حاصل کی۔ (۳)

---

(۱) امالی شجری: ج۱، ص ۱۷۰

(۲) مقاتل الطالبیین: ص ۸۸؛ شرح اخبار: ج۳، ص ۱۹۳؛ اعلام الوریٰ: ج۱، ص ۳۹۵؛ بحارالانوار: ج ۴۵، ص ۳۸

(۳) الفتوح: ج۵، ص ۱۱۳؛ مقتل الحسینؑ خوارزمی: ج۲، ص ۲۹؛ المناقب ابن شہرآشوب: ج۳، ص ۱۰۷؛ بحارالانوار: ج ۴۵، ص ۳۸

حضرت عثمان بن علی علیہ السلام (۱)

حضرت امام علی علیہ السلام نے اپنی زوجہ محترمہ حضرت اُم البنین کے صدف طیب سے پیدا ہونے والے اپنے ایک فرزند کا نام اپنے پیارے دوست صحابی رسولؐ حضرت عثمان بن مظعونؓ کے نام پر رکھا تھا۔ آپؑ نے فرمایا تھا: میں نے اپنے اس فرزند کا نام اپنے برادر حضرت عثمان بن مظعونؓ کے نام پر رکھا ہے۔ (۲)

اس شہزادے کی کنیت ابوعمرو تھی۔ (۳) ان کی وقتِ شہادت عمر شریف ۲۱ سال تھی۔ (۴) جب آپؑ میدانِ کارزار میں داخل ہوئے تو اُس وقت یہ رجز پڑھے:

إِنِّيْ أَنَا عُثْمَانُ ذُو الْمَفَاخِرِ   شَيْخِيْ عَلِيٌّ ذُو الْفَعَالِ الطَّاهِرِ
وَابْنُ عَمٍّ لِلنَّبِيِّ الطَّاهِرِ   أَخُو حُسَيْنٍ خَيْرَةُ الْأَخَايِرِ
وَسَيِّدُ الْكِبَارِ وَالْأَصَاغِرِ   بَعْدَ الرَّسُوْلِ وَالْوَصِيِّ النَّاصِرِ

"میں صاحبِ فخر و مباہات عثمان بن علیؑ ہوں۔ میرے والد بزرگوار پاک و پاکیزہ ہستی ہیں کہ جن کے کارنامے ظاہر و باہر ہیں۔ آپؑ رسول اللہؐ کے چچازاد بھائی ہیں۔ میرے برادر حضرت امام حسین علیہ السلام کائنات کے سید الابرار ہیں۔ علاوہ ازیں آپؑ رسولؐ اور وصی رسولؐ جو اللہ کے نبیؐ کے ناصر تھے، کے بعد پوری کائنات کے آقا و مولاؑ ہیں"۔ (۵)

خولی بن یزید اَصبحی نے آپؑ کو تیر مارا جس کی وجہ سے گھوڑے پر سنبھل نہ سکے۔ زمین کی طرف آئے، بنی ابان کا ایک فرد آپؑ کی طرف بڑھا اور اُس نے آپؑ کا سر آپؑ کے بدن سے جدا کیا۔ آپؑ کا اسمِ مبارک زیارتِ رجبیہ اور زیارتِ ناحیہ دونوں میں مذکور ہے۔

---

(۱) المعجم الکبیر: ج ۳، ص ۱۰۳؛ مقتل الحسین خوارزمی: ج ۲، ص ۲۹؛ امالی شجری: ج ۱، ص ۱۷۱؛ الحدائق الوردیہ: ج ۱، ص ۱۲۰

(۲) زیارتِ ناحیہ

(۳) المجدی: ص ۱۵

(۴) المجدی: ص ۱۵؛ لباب الانساب: ج ۱، ص ۳۹۸؛ شرح اخبار: ج ۳، ص ۱۹۳

(۵) تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۴۹؛ لباب الانساب: ج ۱، ص ۳۹۸

میرا سلام ہو عثمان بن امیر المومنینؑ پر کہ جن کا اسم حضرت عثمان بن مظعونؓ کے نام پر رکھا گیا۔ آپؑ کے قاتل خولی بن یزید اُصبحی ایادی داری پر اللہ ربّ العزت لعنت بھیجے جس نے آپؑ کو تیر مار کر شہید کیا تھا۔ (۱)

المناقب ابنِ شہر آشوب میں روایت ہے کہ حضرت عباس علمدار علیہ السلام کے برادر حضرت عثمانؓ میدانِ جنگ کی طرف بڑھے اور رجز پڑھا۔ (رجز اور اُس کا ترجمہ گذشتہ روایت میں موجود ہے)۔

خولی بن یزید اُصبحی نے آپ کے پہلو میں تیر مارا جس کی وجہ سے آپؑ گھوڑے کی زین سے زمین کی طرف آئے۔ آپؑ کا سر آپؑ کے بدنِ اقدس سے بنی ابان بن حازم کے ایک ظالم نے قطع کیا۔ (۲)

الفتوح میں روایت ہے کہ حضرت عثمان بن علیؑ کہ جن کی والدہ حضرت اُم البنین بنت حزام بن خالد بن ربیعہ بن وحید بن کلاب عامریہ تھیں۔ میدانِ کارزار کی طرف بڑھے اور رجز پڑھا: (رجز اور اُس کا ترجمہ گذشتہ صفحات میں موجود ہے)۔

میدانِ جنگ میں پامردی اور استقامت کی مثال قائم کی۔ آخر میں دشمن کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ (۳)

اخبار الطوال میں روایت ہے کہ یزید اُصبحی نے حضرت عثمان بن علیؑ کو تیر مارا جس سے آپؑ شہید ہوئے۔ ابنِ سعد کے لشکر سے ایک ظالم نکلا اُس نے اس شہزادہ کا سر مبارک اُن کے بدن سے جدا کیا اور سر لے کر عمر بن سعد کے پاس آیا اور کہا: مجھے انعام دو۔

عمر بن سعد نے کہا: تیرا امیر تجھے انعام دے گا۔ یعنی ابنِ زیاد، تو اُس کے پاس جا، انعام کا مطالبہ کر وہ تجھے انعام دے گا۔ (۴)

---

(۱) موسوعہ امام حسینؑ: ج ۸، ص ۲۳۲

(۲) مناقب ابن شہر آشوب: ج ۳، ص ۱۰۷

(۳) الفتوح: ج ۵، ص ۱۱۳؛ مقتل الحسین خوارزمی: ج ۲، ص ۲۹؛ بحار الانوار: ج ۴۵، ص ۳۷

(۴) اخبار الطوال: بغیۃ الطلب فی تاریخ حلب: ج ۶، ص ۲۶۲۹

مقاتل الطالبیین میں روایت ہے کہ حضرت عثمان بن علیؑ کی والدہ کا اسمِ گرامی حضرت اُم البنین علیہا السلام ہے۔ یحییٰ بن حسن نے کہا کہ میں نے علی بن ابراہیم سے، اُس نے عبیداللہ بن حسن اور عبداللہ بن عباس سے سنا، اُن دونوں نے کہا: جب حضرت عثمان بن علیؑ شہید ہوئے تو اُس وقت اُن کی عمر شریف ۲۱ سال تھی۔

ضحاک مشرقی کی روایت ہے جس کا ذکر سطور بالا میں بھی ہے کہ خولی بن یزید نے حضرت عثمان بن علیؑ کو تیر مارا جس سے حضرت عثمانؑ بہت زیادہ زخمی ہوئے اور زین سے زمین پر آئے۔ بنی اَبان بن دارم کے ایک شخص نے انھیں قتل کیا اور آپؑ کا سر آپؑ کے جسم مبارک سے جدا کیا اور اپنے ساتھ لے گیا۔

حضرت امام علی علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: میں نے اپنے اس بیٹے کا نام عثمان اپنے برادرِ ایمانی حضرت عثمان بن مظعونؓ کے نام پر رکھا ہے۔ (۱)

ارشاد میں روایت ہے کہ خولی بن یزید اَصبحی نے حضرت عثمان بن علیؑ کے قتل کا ارادہ کیا۔ جناب عثمانؑ اپنے بھائیوں کی جگہ پر کھڑے تھے کہ اس نے آپؑ کو تیر مارا تو آپؑ اپنے گھوڑے سے زمین کی طرف آئے۔ بنی دارم کا ایک فرد دوڑ کر آپؑ کی طرف آیا۔ اُس نے آپ کا سر مبارک آپؑ کے بدن سے جدا کیا۔ (۲)

حضرت عباس علمدار علیہ السلام

حضرت عباس علمدار علیہ السلام ایثار وفداکاری کے مظہر، رُجولت وصفا و وقار کی مثال تھے، آپؑ شجاعت وشہامت وکرامت کی علامت تھے۔ کربلا کے ابطال اور تاریخ شہدا میں آپؑ کو وہ عالی ومتعالی منزلت وعزت حاصل ہے جو کسی دوسرے کو حاصل نہیں ہے۔ حضرت سید سجاد علیہ السلام نے آپؑ کی شان میں فرمایا تھا:

---

(۱) مقاتل الطالبیین: ص ۸۹؛ التنبیہ والاشراف: ص ۲۶۳؛ بحارالانوار: ج ۴۵، ص ۳۷

(۲) ارشاد: ج ۲، ص ۱۰۹؛ اعلام الوریٰ: ج ۱، ص ۳۶۶؛ طبقات الکبریٰ: ج ۱، ص ۷۶ ۴؛ انساب الاشراف: ج ۳، ص ۴۰۷؛ تاریخ خلیفہ ابن خیاط: ص ۱۷۸

إِنَّ لِلْعَبَّاسِ عِنْدَ اللهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى مَنْزِلَةٌ يَغْبِطُهُ بِهَا جَمِيعُ الشُّهَدَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (1)

''بارگاہِ خداوندی میں حضرت ابوالفضل العباسؑ کو وہ خاص مقام و منزلت حاصل ہے جسے عقلِ انسانی درک نہیں کر سکتی۔ جب یوم حشر برپا ہوگا اور کائنات کے شہداء آپؑ کا مقام و مرتبہ دیکھیں گے تو رشک کریں گے''۔

طعان الضراب، ہازم الاحزاب، رُغم الفجار، قمر الاقمار، لیث الغابہ، ضرغام المصدر، القمر الباہر، صاحب رائیت کربلا حضرت ابوالفضل العباس علیہ السلام کی والدہ ماجدہ قبیلہ بنی کلاب کی ایک مثالی اور غیر معمولی صفات کی مالکہ خاتون تھیں۔ اس پُرعظمت خاتون نے چار بیٹوں کو جنم دیا تھا۔ چاروں جوان میدانِ شجاعت کے صنادید تھے اور شجاعت و شہامت میں یکتائے زمان تھے۔ حضرت اُم البنین علیہا السلام نے ان چاروں شہزادوں کی اس انداز میں تربیت کی تھی کہ یہ سب جذبۂ ایثار و فداکاری کی علامت تھے۔ اِن سب نے اپنے برادران بزرگوار حضرت امام حسن علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ اس طرح زندگی بسر کی کہ زمانہ اُس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

حضرت عباس علیہ السلام کی کنیت ابوالفضل (2) ابوالقرب تھی۔ (3)

آپؑ کو دو القاب کے ساتھ یاد کیا جاتا ہے: ''السقاء'' (4) اور ''قمر بنی ہاشم''۔ (5)

آپؑ خوب صورت قد و قامت کے مالک تھے۔ صدر سینہ فراخ اور کشادہ تھا۔ آپؑ کے شانے بہت زیادہ مضبوط اور توانا تھے۔ چہرہ بدرِ کامل کی طرح ضوفشاں تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپؑ قمر بنی ہاشم کے لقب کے ساتھ ملقب تھے۔

---

(1) موسوعہ امام حسین: ج ۴، ص ۳۲۹

(2) تہذیب الکمال: ج ۲، ص ۴۷۹؛ المجدی: ص ۳۹

(3) مقاتل الطالبین: ص ۸۹

(4) مقاتل الطالبین: ص ۱۸۹؛ المجدی: ص ۱۵

(5) ہذا الموسوعہ: ج ۳، ص ۳۳۳، ۳۳۵

کربلا کے اسلامی انقلاب میں آپؑ ابتداء سے انتہا تک حضرت امام حسین علیہ السلام کے ہمراہ رہے۔ لشکرِ حسینیؑ کا علَم آپؑ کے مضبوط ہاتھوں میں میدانِ کربلا میں لہراتا رہا۔ ①

کربلا میں جب اہلِ بیتؑ و اصحابِ حسینیؑ پر پانی بند ہوا اور دشمن نے محاصرہ تنگ کر رکھا تھا تو اُس وقت آپؑ نے دشمن سے جنگ کر کے دریا سے فوجوں کو بھگا کر اہلِ بیتِ رسولؐ اور اصحابِ حسینیؑ کے لیے پانی کا بندوبست کیا تھا۔

شبِ عاشورا جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے اصحاب اور جوانوں سے کہا تھا کہ وہ سب یہاں سے چلے جائیں تاکہ اُن کی جانیں موت سے بچ جائیں تو سب سے پہلے آپؑ کی ہستی نے اپنی فداکاری و جاں نثاری کا خوب صورت الفاظ میں اظہار کر کے تمام حاضرین کے حوصلوں کو بلند کر دیا تھا۔

شمر بن ذی الجوشن نے ابنِ زیاد سے آپؑ اور آپؑ کے برادران کے لیے امان نامہ لکھوایا تھا۔ وہ یہ امان نامہ لے کر خیامِ حسینیؑ کے قریب آیا اور بلند آواز سے کہا کہ میرے بھانجوں کے لیے امان ہے۔ وہ جہاں جانا چاہیں جا سکتے ہیں۔

حضرت ابوالفضل العباسؑ نے اُس کی سفاحت کا درج ذیل الفاظ میں جواب دیا تھا:

"اللہ ربّ العزت تجھ پر اور تیری امان پر لعنت کرے تو ہمارے لیے امان نامہ تو لے آیا ہے لیکن فرزندِ رسولؐ کے لیے امان نامہ نہیں ہے"۔

پیکرانِ عصمت و طہارت ائمہؑ نے حضرت ابوالفضل العباس علیہ السلام کے ایثار و فداکاری، ثبات و استقامت، شجاعت و شہامت، بلندیٔ ایمان اور جذبہ جہاد بصیرت کی بہت زیادہ تعریف و توصیف کی ہے۔ آپ کی معنویت و روحانیت اور اُخروی درجات کے بارے میں فرمایا کہ "قیامت کے دن آدمؑ سے لے کر تا یومِ قیامت تمام شہداء آپؑ کو رشک کی نظروں سے دیکھیں گے"۔

عاشورا محرم کا قیامت خیز دن تھا۔ ہر طرف تلواریں اور نیزے بلند تھے۔ تیروں کی بارش ہو رہی تھی۔ خیامِ حسینیؑ میں ہر فرد تشنہ تھا بلکہ سخت پیاس کی وجہ سے جان بلب تھا۔ بچوں

---

① اخبار الطوال: ص ۲۵۶؛ ارشاد: ج ۲، ص ۹۵؛ الجدی: ص ۵؛ شرح الاخبار: ج ۳، ص ۱۸۲

کے العطش العطش کے جان سوز اور دردناک آوازے بلند تھے جس نے ارضِ کربلا کو مزید کربناک بنا رکھا تھا۔ علی ولیؑ کے اِس بطلِ مُہیب، عضد ضامد، صاحبِ شجاعت وشہامت فرزند نے پیاسوں کی پیاس بجھانے کے لیے مشک اور ظالموں سے جہاد کرنے کے لیے تلوار اُٹھائی۔

یہ وہ قیامت کی گھڑی تھی کہ فرزندِ رسولؐ یکا وتنہا تھے سوائے اِس سرکار حضرت عباسؑ کے کوئی اور نہ تھا تمام جوان شہید ہو گئے تھے۔ آپؑ نے دریا کا رُخ کیا۔ ہزاروں لوگوں نے تلواروں اور نیزوں کے ساتھ آپؑ پر ہجوم کیا۔ آپؑ نے شدید قتال کیا۔ آخرکار آپؑ دشمن کے ہاتھوں زخمی ہو کر اعلیٰ علیین میں پہنچے۔ آپؑ کی شہادت پر حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے احساسات وجذبات اور غم وحزن کا اِن الفاظ سے اظہار کیا کہ وہ الفاظ کائنات کو تڑپا دینے کے لیے کافی ہیں۔

آپؑ نے فرمایا:

اَلآنَ اِنْكَسَرَ ظَهْرِيْ وَقَلَّتْ حِيْلَتِيْ

''بس اب میری کمر ٹوٹ گئی ہے اور تمام تدابیر منقطع ہو گئیں''۔

حضرت عباس علمدار علیہ السلام کی وقتِ شہادت عمر شریف ۳۴ سال تھی۔ [1] آپؑ تقریباً ۲۶ ہجری کو پیدا ہوئے تھے۔

حضرت امام زمان علیہ السلام نے آپؑ کو جو خراجِ تحسین پیش کیا ہے وہ درج ذیل ہے:

السَّلَامُ عَلَى أَبِي الْفَضْلِ الْعَبَّاسِ بنِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِيْنَ الْمُوَاسِي أَخَاهُ بِنَفْسِهِ ، الآخِذِ لِغَدِهِ مِن أَمسِهِ الفَادِي لَهُ الواقِي ، السَّاعِي اِلَيْهِ بِمَائِهِ ، المَقطوعَةِ يَدَاهُ ، لَعَنَ اللهُ قَاتِلَيْهِ يَزِيدَ بنَ الرُّقَادِ الحِيتِي ، وَحَكِيمَ بنَ الطُّفيلِ الطَّائِيَّ

''میرا سلام ہو حضرت ابوالفضل العباسؑ ابنِ امیرالمومنینؑ پر کہ آپؑ نے اپنے بھائی پر اپنی جان قربان کر دی۔ اور اُن سے ہمدردی ومواسات کی، جنھوں نے مستقبل کا زادِ راہ اپنے ماضی سے جمع کیا اور وہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے فداکار تھے اور وفادار تھے، جو اُن کے لیے پانی لانے کے

[1] المجدی: ص ۱۵؛ شرح اخبار: ج ۳، ص ۱۹۳

لیے کوشاں رہا اور جن کے ہاتھ قطع ہو گئے۔ اللہ اُن کے قاتل یزید بن رقاد اور حکیم بن طفیل طائی پر لعنت کرے"۔ ①

ضعیف روایات

مصادر متاخرہ میں حضرت ابوالفضل العباس علیہ السلام کے بارے میں کچھ وہ روایات ہیں کہ جنھیں ہم نے اِن معتبر مصادر میں نہیں دیکھا ہے۔ جس طرح کہ معالی السبطین کے مؤلف نے اپنی کتاب میں لکھا ہے:

"۲۱ رمضان المبارک کی رات تھی حضرت امام علی علیہ السلام کا وقتِ رحلت قریب تھا۔ آپؑ نے اپنے فرزند حضرت عباس علمدار کا ہاتھ پکڑا اور اُنھیں اپنے سینہ سے لگایا اور فرمایا: "اے میرے پیارے فرزند! قیامت کے دن تمھاری وجہ سے میری آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی۔ اے میرے فرزند! جب تمھاری زندگی میں محرم کا یومِ عاشورا آئے اور تم دریا کے گھاٹ میں داخل ہو جاؤ۔ مجھے معلوم ہے اُس وقت تم پیاس سے بے حال ہو گے لیکن پانی نہ پینا کیونکہ اُس وقت تمھارے بھائی حسینؑ پیاسے ہوں گے"۔ ②

کتاب شعشعۃ الحسینؑ کی روایت

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے خلوت میں حضرات حسنین شریفینؑ، حضرت زینبؑ اور حضرت اُمِ کلثومؑ کو اپنے پاس بلایا۔ جب یہ ہستیاں آپؑ کے پاس آگئیں تو آپؑ نے روتے ہوئے اِن سب کے سروں اور چہروں پر اپنا دستِ مبارک پھیرنا شروع کیا۔ جب اِن سب نے اپنے مہربان بابا کو روتے دیکھا تو انھوں نے بھی رونا شروع کیا۔ جب آپؑ کی باقی اولاد نے رونے کی آوازیں سنیں تو وہ سب آپؑ کے پاس اندر آگئے۔ اُنھوں نے بھی رونا شروع کر دیا۔ امیر المومنین علی علیہ السلام نے حضرت امام حسن علیہ السلام کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور اپنی اولاد اُن کے

---

① الحو ار الکبیر: ص ۳۸۹؛ مصباح الزائر: ص ۲۷۹؛ موسوعہ ہذا: ج ۸، ص ۲۷۷

② معالی السبطین: ج ۱، ص ۲۷۷

سپرد کی۔ اِس دوران آپؑ نے حضرت عباس علیہ السلام کی طرف دیکھا تو اُنھوں نے زور زور سے رونا شروع کر دیا۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے اُنھیں اپنے پاس بلایا۔ جب حضرت عباسؑ قریب آئے تو آپؑ نے بلند آواز کے ساتھ روتے ہوئے فرمایا:

اے میرے فرزند عباسؑ! اے میرے لختِ جگر! تم پریشان کیوں ہوتے ہو؟ میں حسینؑ تمہارے حوالے کر رہا ہوں۔ حسینؑ، اللہ، اُس کے رسولؐ، حضرت فاطمہؑ اور میری امانت ہیں۔ اِن کی حفاظت تم نے کرنی ہے۔ تم ان کے بازو اور محافظ بن جاؤ۔ جب ان پر وقت آئے تو اپنے آپ کو اِن پر قربان کر دینا۔

اس کے بعد امیر المومنین نے بلند آواز کے ساتھ گریہ کیا۔ اس دوران آپ غشی میں چلے گئے۔ [1]

کتاب أسرار الشہادت کی روایت

إِنَّه قيل: أتى زُهيرٌ عبدالله بن جعفر بن عقيل قبل أن يقتل، فقال له: يَا أَخِي! نَاوِلْنِي الرَّايَة. فَقَالَ لَهُ عَبْدُالله: أَوَفِيَّ قصورٌ عن حملها؟ قَالَ: لَا وَلكن لِي بِهَا حَاجَة: قَالَ: فدفعها إِلَيْهِ وَأَخذهَا زهيرٌ وَأَتَى بِهَا فَجَأَةً للعبَّاس بن عَلِي علیہ السلام وَقَالَ: يابن أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ علیہ السلام! أريد أن أحدِّثك بحدِيثٍ وَعيته. فَقَالَ: حدِّث. فقد حلا وقت الحديث! حدِّث ولا حرج عليك. فَإِنَّك تروى لَنَا خبرًا يقينيًّا. فَقَالَ لَه: إعلم يَا أَبَا الفضل - وَكَانَ عَارِفًا بأنسَابِ العرب - فَقَالَ علیہ السلام: يَا أَخِي! أريدِ مِنكَ أَنْ تخطب لِي امرأةً مِن ذوى البيوت والحسب والنسب والشجاعة: لكي أصيبَ مِنهَا وَلَدًا يَكُون شُجَاعًا وَعضدًا ينصر ولدى هٰذَا - وَأَشار إِلَى الْحُسَيْنِ علیہ السلام - ليواسيه فِي طف كَرْبَلَاء

---

[1] مخزن حسینی: ج ۲، ص ۶۰

حضرت زُہیر بن قین، حضرت عبداللہ بن جعفر بن عقیلؓ کے پاس آئے اور اُن سے کہا: اے برادر! یہ علم میرے حوالے کرو۔ حضرت عبداللہؓ نے کہا: کیا اس علم کے اُٹھانے کے معاملے میں مجھ سے کوئی کوتاہی ہوئی ہے؟ حضرت زُہیر نے کہا: نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میرا ایک ضروری کام ہے اس لیے میں نے تم سے یہ بات کی ہے۔ حضرت عبداللہؓ نے علم حضرت زُہیرؓ کے حوالے کیا۔ حضرت زُہیرؓ علم اُٹھا کر حضرت عباسؑ کے پاس آئے اور عرض کیا: اے امیرالمومنینؑ کے فرزند! میں آپؑ کو ایک حدیث سنانا چاہتا ہوں۔ اگر آپؑ پسند کریں تو سناؤں؟

حضرت ابوالفضل العباسؑ نے فرمایا: جی ہاں فرمائیں۔ حدیث بیان کرنے میں کیا حرج ہے۔ مجھے یقین ہے جو کچھ آپ بیان کریں گے اُس میں ہمارے لیے بھلائی کا سامان ہوگا۔

حضرت زُہیرؓ نے کہا: اے ابوالفضل! آپؑ کے والد بزرگوار امیرالمومنین علیہ السلام نے اپنے بھائی حضرت عقیلؓ جو انسابِ عرب کے عارف تھے، سے فرمایا تھا کہ مَیں چاہتا ہوں کہ میں عرب کے اُس خاندان کی خاتون سے عقد ازدواج کروں جو خاندان حسب ونسب اور شجاعت میں مثالی ہو، تاکہ اُن کے بطن سے میرے ہاں ایک بہادر وشجاع فرزند پیدا ہو جو میرے اس فرزند کا بازو بنے اور اُن کی نصرت کرے۔ حضرت زُہیرؓ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا تھا۔ میدانِ کربلا میں اُن کی حمایت کرے۔

اے ابوالفضل العباسؑ! آپؑ کے والد نے آپؑ کو اس دن کے لیے ذخیرہ کیا تھا۔ اب اس معاملے میں آپؑ کو بڑھ چڑھ کر آگے رہنا ہوگا۔

راوی کا بیان ہے کہ جب حضرت عباس علیہ السلام نے حضرت زُہیرؓ کی یہ حدیث سنی تو آپؑ نے اپنے مرکب پر انگڑائی لی کہ رکابیں ٹوٹ گئیں اور فرمایا: اے زُہیرؓ! آج تم مجھے شجاعت و شہامت پر اُبھارنے کی کوشش کر رہے ہو؟ واللہ! آج میں وہ جنگ کروں گا جو تم نے کبھی دیکھی نہ ہوگی۔ ①

① اسرار الشہادت: ج ۲، ص ۳۹۵

نہایت افسوس کی بات ہے کہ مذکورہ مؤلفین نے یہ روایات کہاں سے حاصل کی ہیں۔ ہم نے تمام معتبر مصادر کا مطالعہ کیا ہے ہمیں یہ مذکورہ روایات کہیں نہیں ملیں۔ حضرت علی علیہ السلام کی یہ گفتگو کس معتبر مصدر میں ہے؟ یا پھر یہ دوسری روایت کہ جس میں حضرت امیر علیہ السلام اور جناب عقیلؑ کے درمیان گفتگو ہے۔ معتبر مصادر میں مذکورہ روایات کا وجود نہیں ہے۔

کتاب تذکرۃ الشہداء کی روایت

مؤلف نے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے کہ بعض لوگوں نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عباسؑ زخمی حالت میں زمین پر تھے اور اس وقت آپؑ کی روح پرواز کرنے کو تھی کہ آپؑ نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے کہا: میرا دل چاہتا ہے کہ میں دوبارہ ایک دفعہ آپؑ کی زیارت کرلوں لیکن میری آنکھ میں تیر پیوست ہے جو حرملہ نے مجھے مارا ہے۔ (۱)

اس قسم کی دوسری روایات مختلف کتابوں میں ہیں جیسے معالی السبطین (۲) ششہ حسینی (۳) اسرار الشہادت (۴) ناسخ التواریخ (۵) عنوان الکلام (۶) تذکرۃ الشہداء (۷) سوگنامہ (۸) المنتخب الطریحی (۹) وغیرہ وغیرہ۔

مذکورہ یہ ضعیف روایات معتبر مصادر میں موجود نہیں ہیں۔

---

(۱) تذکرۃ الشہداء: (فارسی) ص ۲۷۲۔ ملا حبیب کاشانی نے اس روایت کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ روایت نہایت ہی ضعیف ہے۔ مشہور کتب میں اس کا وجود نہیں ہے۔

(۲) معالی السبطین: ج ۱، ص ۲۷۰-۲۷۱ و ۲۷۵

(۳) ششہ حسینی (فارسی): ج ۲، ص ۱۸۳

(۴) اسرار الشہادت: ج ۲، ص ۳۰۲، ۳۱۲

(۵) ناسخ التواریخ: (تاریخ امام حسینؑ): ص ۳۳۸، ۳۳۱

(۶) عنوان الکلام: ص ۱۹۲، ۱۹۳، ۲۸۰

(۷) تذکرۃ الشہداء: ص ۲۳۲، ۲۷۰

(۸) سوگنامہ آل محمدؐ (فارسی): ص ۳۰۰

(۹) المنتخب الطریحی: ص ۳۰۵

معتبر مصادر کی روایات

الامالی للصدوق عن ثابت بن أبي صفية: نَظَرَ سَيِّدُ العَابِدِينَ عَلِيُّ بنُ الحُسَينِ علیہ السلام إلى عُبَيدِ اللهِ بنِ العَبَّاسِ بنِ عَلِيِّ بنِ أَبِي طَالِبٍ ، فَاستَعبَرَ ثُمَّ قَالَ: مَا مِن يَومٍ أَشَدَّ عَلى رَسُولِ اللهِ مِن يَومِ أُحُدٍ، قُتِلَ فِيهِ عَمُّهُ حَمزَةُ بنُ عَبدِ المُطَّلِبِ أَسدُ اللهِ وَأَسَدُ رَسُولِهِ ، وَبَعدَهُ يَومَ مُؤتَةَ ، قُتِلَ فِيهِ ابنُ عَمِّهِ جَعفَرُ بنُ أَبِي طَالِبٍ. ثُمَّ قَالَ: وَلَا يَومَ كَيَومِ الحُسَينِ علیہ السلام ، إِذ دَلَفَ إِلَيهِ ثَلَاثُونَ أَلفَ رَجُلٍ يَزعُمُونَ أَنَّهُم مِن هٰذِهِ الأُمَّةِ ، كُلٌّ يَتَقَرَّبُ إِلَى اللهِ بِدَمِهِ ، وَهُوَ بِاللهِ يُذَكِّرُهُم فَلَا يَتَّعِظُونَ ، حَتّٰى قَتَلُوهُ بَغيًا وَظُلمًا وَعُدوَانًا. ثُمَّ قَالَ علیہ السلام : رَحِمَ اللهُ العَبَّاسَ! فَلَقَد آثَرَ وَأَبلٰى وَفَدٰى ، أَخَاهُ بِنَفسِهِ حَتّٰى قُطِعَت يَدَاهُ ، فَأَبدَلَهُ اللهُ بِهِمَا جَنَاحَينِ يَطِيرُ بِهِمَا مَعَ المَلَائِكَةِ فِي الجَنَّةِ ، كَمَا جَعَلَ لِجَعفَرِ بنِ أَبِي طَالِبٍ ، وَإِنَّ لِلعَبَّاسِ عِندَ اللهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى مَنزِلَةً يَغبِطُهُ بِهَا جَمِيعُ الشُّهَدَاءِ يَومَ القِيَامَةِ

امالی صدوق میں ثابت بن ابی صَفیہ سے روایت ہے کہ جب حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی نگاہ حضرت عباس علیہ السلام کے فرزند حضرت عبید اللہ پر پڑی تو آپؑ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور آپؑ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یوم اُحد سے زیادہ پُر مصائب دن نہیں آیا کہ جس دن آپؐ کے چچا اسد اللہ و اسد رسولؐ حضرت حمزہ بن عبد المطلبؓ شہید ہوئے تھے۔ اِس کے بعد موتہ کا دن کہ جس میں آپؐ کے چچازاد بھائی حضرت جعفر بن ابی طالبؓ شہید ہوئے تھے۔

آپؑ نے روتے ہوئے فرمایا: میرے بابا حسینؑ کے دن جیسا دن تو اس کائنات میں کبھی آیا ہی نہیں۔ جب تیس ہزار کے مسلح لشکر نے آپؑ کو اپنے محاصرے میں لے لیا تھا۔ وہ لوگ اپنے آپ کو اس اُمت مسلمہ میں سے خیال کرتے تھے۔ اِن کا ہر فرد یہ سمجھتا تھا کہ وہ

اہلِ بیت رسولؐ کو قتل کر کے اللہ کے مقرب بندوں میں شامل ہوگا۔ (۱) اُس دن میرے بابا اللہ ربّ العزت کا ذکر کر کے وعظ و نصیحت کرتے تھے لیکن وہ آپؑ کی نصیحت کو قبول نہیں کرتے تھے۔ اِن ظالموں نے آپؑ کو ظلم و عدوان سے شہید کر ڈالا۔

اِس کے بعد حضرت سیّد سجاد علیہ السلام نے فرمایا: اللہ ربّ العزت میرے چچا، حضرت عباسؑ پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔ اُس دن اُنھوں نے ایثار اور فداکاری کی تاریخ رقم کی تھی۔ اپنے بھائی پر اپنی جان قربان کر دی۔ جنگ کرتے ہوئے اُن کے دونوں ہاتھ قطع ہو گئے تھے۔ اللہ سبحانہ نے اُنھیں اِن ہاتھوں کے بدلے اُس طرح دو پَر عطا کیے جس طرح حضرت جعفرؑ کو عطا کیا تھے۔ جن کے ذریعے میرے چچا جنّت میں فرشتوں کے ساتھ پرواز کرتے ہیں۔ حضرت عباس علیہ السلام کو بارگاہِ خداوندی میں وہ ملکوتی منزلت حاصل ہے قیامت کے دن جسے دیکھ کر شہداء رشک کریں گے۔ (۲)

سرّ السلسلة العلوية عن المفضل بن عمر: قَالَ الصَّادِقُ علیہ السلام:
كَانَ عَمُّنَا العَبَّاسُ نَافِذَ البَصِيرَةِ، صلبَ الإِيمَانِ، جَاهَدَ مَعَ أَبِي عَبدِاللهِ الحُسَينِ علیہ السلام وَأَبلَى بَلَاءً حَسَنًا، وَمَضَى شَهِيدًا، وَوَرِثَ إِخوَتَهُ مِن أُمِّهِ، وَوَرِثَهُ ابنُهُ عُبَيدُ اللهِ بنُ العَبَّاسِ، قَالَ: أُستُشهِدَ وَقَد بَلَغَ سِنُّهُ أَربَعًا وَثَلَاثِينَ سَنَةً

---

(۱) روایت کے اس جملے پر اشکال وارد ہوتا ہے کہ عمر بن سعد کے لشکر کے تمام لوگ حضرت امام حسین علیہ السلام کا خون بہانے کے لیے اس لیے جمع ہوئے تھے کہ وہ اس عمل سے قربِ خداوندی حاصل کریں گے۔ حالانکہ ان لوگوں کو حقیقت کا علم تھا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام حق پر ہیں۔ یہ تمام لوگ مالِ دُنیا کمانے کی غرض سے کربلا آئے تھے۔ اس لشکر کا امیر عمر بن سعد ملک رَے کے لالچ میں قتلِ امامؑ پر راضی ہوا تھا۔

دوسری بات یہ ہے کہ حضرت امام سیّد سجاد علیہ السلام سے ایک اور روایت بھی مروی ہے کہ جو اس مذکورہ روایت سے مشابہ ہے۔ آپؑ نے وہ روایت حضرت امام حسن علیہ السلام کے حوالے سے بیان کی۔ جب دونوں برادران حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین علیہما السلام اکٹھے بیٹھے تھے تو امام حسن علیہ السلام نے اپنے بھائی سے فرمایا تھا کہ ایک دن تیس ہزار کا لشکر آپؑ کے خلاف جمع ہوگا۔ وہ یہ دعویٰ بھی کرتے ہوں گے کہ وہ اُمت محمدیہؐ میں سے ہیں۔ سب آپؑ کے قتل کرنے پر جمع ہوں گے۔ اس روایت میں تقربِ خداوندی کا جملہ نہیں ہے۔

(۲) امالی صدوق: ص ۵۴۷؛ الخصال: ص ۶۸؛ بحارالانوار: ج ۴۴، ص ۲۹۸

سر السلسلۃ العلویہ میں مفضل بن عمر سے روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ہمارے چچا حضرت عباس علیہ السلام پیکر بصیرت اور منارۂ ایمان تھے۔ آپؑ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی نصرت میں جہاد کیا۔ اِبتلا و آزمائش کے شدید ترین مراحل سے گزرتے ہوئے آپؑ نے جامِ شہادت نوش کیا تھا۔ آپؑ اپنے بھائیوں کے اپنی والدہ کی طرف سے وارث ہوئے تھے۔ آپؑ کی میراث آپؑ کے فرزند حضرت عُبید اللہ نے حاصل کی تھی۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: وقتِ شہادت حضرت عباس علیہ السلام کی عمر شریف ۳۴ سال تھی۔ ①

اعلام الوریٰ میں روایت ہے کہ حضرت عباس علیہ السلام کی کنیت ابوقربہ تھی کیونکہ آپؑ اپنے بھائی حضرت امام حسین علیہ السلام کے لیے دریا سے پانی لاتے رہے تھے۔ آپؑ کو "سقاء" کے لقب سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ جب آپؑ شہید ہوئے تھے تو اس وقت آپؑ کی عمر شریف ۳۴ سال تھی۔ آپ بے پناہ محامد و محاسن کے مالک تھے۔ ②

انساب الاشراف میں ہے کہ حضرت عباس الاکبر علیہ السلام کا لقب "السقاء" ہے۔ جب آپؑ اپنے برادر حضرت امام حسین علیہ السلام کے ہمراہ تھے تو خیامِ حسینیؑ میں دریا سے پانی لاتے رہے تھے۔ اس لیے آپ کو سقاء کہا جاتا ہے۔ آپؑ کی کنیت ابوقربہ ہے۔ ③

تاریخ طبری میں ضحاک بن عبداللہ المشرقی سے روایت ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے اصحاب و اہلِ بیتؑ کے جوانوں کو واپس جانے کی اجازت دی تھی تو آپؑ کے خاندان کے جوانوں نے آپؑ کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ اللہ ہمیں وہ دن بھی نہ دکھائے کہ آپؑ اس دُنیا میں نہ ہوں اور ہم موجود ہوں۔ تو اس سلسلے کا آغاز حضرت عباس علیہ السلام نے کیا تھا۔ ④

---

① سر السلسلۃ العلویہ: ص ۸۹

② اعلام الوریٰ: ج ۱، ص ۳۹۵

③ انساب الاشراف: ج ۲، ص ۴۱۳؛ تہذیب الکمال: ج ۲۰، ص ۴۷۹

④ تاریخ طبری: ج ۵، ص ۳۱۹؛ ارشاد: ج ۲، ص ۹۱؛ الملہوف: ص ۱۵۱؛ روضۃ الواعظین: ص ۲۰۲؛ اعلام الوریٰ: ج ۱، ص ۴۵۵؛ بحار الانوار: ج ۴۴، ص ۳۹۳

الثقات ابنِ حبان میں روایت ہے کہ حضرت عباس علیہ السلام کو "السقاء" کے لقب سے یاد کیا گیا ہے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام جنگ کرنے میں مصروف تھے۔ اُس وقت آپؑ سخت پیاسے تھے۔ آپؑ نے پانی طلب کیا۔ حضرت عباس علیہ السلام کے برادران نے پانی کا برتن اُٹھایا اور حضرت امام حسین علیہ السلام کو پیش کیا۔ آپؑ نے پانی پینے کا ارادہ کیا کہ تیر آیا جو آپؑ کے حلق میں پیوست ہو گیا جس کی وجہ سے امامؑ پانی نہ پی سکے۔ اس دوران حضرت عباس علیہ السلام کو دشمن کی فوج نے گھیر لیا اور تلواروں سے حملہ کر دیا جس کی وجہ سے حضرت عباس علیہ السلام شہید ہو گئے۔ یہی وجہ ہے کہ آپؑ کو "سقاء" کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ [1]

شرح الاخبار: وَسُمِّيَ العَبَّاسُ : السَّقَّاءَ لِأَنَّ الحُسَيْنَ علیہ السلام عَطِشَ وَقَدْ مَنَعُوهُ المَاءَ وَأَخَذَ العَبَّاسُ قِرْبَةً وَمَضَى نَحْوَ المَاءِ ، وَاتَّبَعَهُ إِخْوَتُهُ مِن وُلْدِ عَلِيٍّ علیہ السلام: عثمان وَجعفر و عَبْدُاللّٰہ فَكَشَفُوا أَصْحَابَ عُبَيْدِاللهِ عَنِ الْمَاءِ . وَمَلَأَ العَبَّاسُ القِرْبَةَ، وَجَاءَ بِهَا يَحْمِلُهَا عَلَى ظَهْرِهِ إِلَى الحُسَيْنِ علیہ السلام وَحْدَهُ. وَقَدْ قُتِلَ إِخْوَتُهُ: عُثْمَانُ وَعَبْدُ اللهِ فِي المَعْرَكَةِ عَلَى المَاءِ

شرح الاخبار میں روایت ہے، حضرت عباس علیہ السلام "سقاء" کے لقب سے اس لیے مشہور ہیں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام پر پانی بند کر دیا گیا تھا جس کی وجہ سے امام حسین علیہ السلام کے اہلِ بیتؑ اور اصحاب پیاسے تھے۔ حضرت عباس علیہ السلام نے مشک اُٹھائی اور اپنے برادران حضرت عثمانؑ، حضرت جعفرؑ اور حضرت عبداللہؑ کو ساتھ لیا اور دریا پر قابض فوج پر حملہ کیا۔ جب وہ گھاٹ سے بھاگ گئے تو آپؑ نے مشک کو پانی سے بھرا اور اُسے اپنی پشت پر اُٹھا کر اکیلے امام علیہ السلام کے پاس واپس آئے کیونکہ آپؑ کے بھائی اس جنگ میں شہید کر دیے گئے تھے۔ [2]

نسبِ قریش میں روایت ہے کہ حضرت عباس بن علی علیہما السلام "سقاء" کے لقب سے مشہور ہیں۔ آپؑ کی کنیت ابوقربہ ہے۔ آپؑ میدانِ کربلا میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے ہمراہ تھے۔

---

1. الثقات ابن حبان: ج ۲، ص ۳۱۰
2. شرح الاخبار: ج ۳، ص ۱۸۲

جب خیامِ حسینیؑ میں پانی کا ذخیرہ ختم ہوا تو اُس وقت امام علیہ السلام اور اہلِ بیتؑ پیاسے تھے۔ آپؑ نے پانی کی خالی مشک اُٹھائی اور اپنے برادران حضرات عثمانؑ، جعفرؑ اور عبداللہؑ کو اپنے ساتھ لیا اور دشمن سے جنگ کی۔ اس دوران آپؑ کے تینوں بھائی شہید ہو گئے لیکن آپؑ مشک میں پانی بھر کر واپس امام علیہ السلام کے پاس پہنچے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام اور اہلِ بیت علیہم السلام کے افراد نے پانی پیا۔ اس کے بعد حضرت عباس علیہ السلام جنگ کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔ حضرت عباس علیہ السلام اپنے بھائیوں کے وارث بنے تھے کیونکہ آپؑ کے برادران کی اولاد نہیں تھی اور حضرت عباس علیہ السلام کی شہادت کے بعد آپؑ کے فرزند عبیداللہؒ وارث ہوئے تھے۔

یہ اُن دنوں کی بات ہے کہ حضرت محمد بن حنفیہؒ اور حضرت عمر بن علیؑ زندہ تھے۔ حضرت محمد بن حنفیہؒ نے حضرت عبیداللہؒ کے چچاؤں کی جائیداد اُن کے حوالے کی۔ حضرت عمر بن علیؑ نے اعتراض کیا کہ وہ بھی اس جائیداد کے حصہ دار ہیں۔ جب اُنھیں سمجھایا گیا تو وہ راضی ہو گئے۔ ①

اخبار الطوال میں روایت ہے کہ حضرت عباس علیہ السلام کے اپنی والدہ کی طرف سے تین سگے بھائی تھے جن کے اسماء یہ ہیں: حضرات عبداللہؑ، جعفرؑ اور عثمانؑ۔ یہ سب حضرت اُم البنینؑ عامریہ کے بطن سے تھے۔ حضرت عباس علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہا کہ وہ اپنے سیّد و سردار کی نصرت میں جنگ کریں اور جامِ شہادت نوش کریں۔

حضرت عباس علیہ السلام کے بھائی باری باری میدانِ جنگ کی طرف بڑھے، جنگ کی اور شہادت کی ابدی سعادت حاصل کی۔

حضرت عبداللہ بن علیؑ کو ہانی بن ثویب نے شہید کیا۔ جب حضرت جعفر بن علیؑ میدان میں آئے اور جنگ کی تو انھیں بھی اسی ہانی بن ثویب نے شہید کیا تھا۔ حضرت عثمان بن علیؑ کو یزید اَصبحی نے تیر مار کر شہید کیا۔ جب حضرت عثمانؑ شہید ہو گئے تو پھر اُس نے آپؑ کے بدن سے آپؑ کا سر جدا کیا اور عمر بن سعد کے پاس لے آیا اور کہا کہ مجھے انعام دو۔ عمر بن سعد نے کہا: جب عبیداللہ ابنِ زیاد کے پاس جانا تو اُس سے انعام لینا۔

---

① نسب قریش: ص ۴۳؛ مقتل الامام امیر المومنینؑ (ابن ابی الدنیا)، ص ۱۳۰

آخر میں حضرت عباس علمدار علیہ السلام باقی رہ گئے تھے۔ آپؑ نے یزیدی لشکر سے جنگ کی اور اپنے ساتھیوں کے پاس اعلیٰ علیین پہنچے۔ (۱)

ارشاد میں روایت ہے کہ لشکر ابنِ زیاد نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے لشکر پر حملہ کیا تو وہ آپؑ کے لشکر پر غالب آ گئے۔ اُنھوں نے آپؑ پر پانی بند کر دیا۔ جب آپؑ کو پیاس نے ستایا تو آپؑ دریا کے گھاٹ کی طرف بڑھے۔ اُس وقت حضرت عباس علیہ السلام آپؑ کے آگے آگے جنگ کر رہے تھے۔ اس دوران ابنِ سعد کی فوج کے شاہ سوار آپؑ کے اور حضرت عباس علیہ السلام کے درمیان حائل ہو گئے۔ یزیدی فوج میں سے ایک قبیلہ بنی دارم کا فرد تھا۔ اُس نے چیخ چیخ کر کہا: اے فوج تم پر افسوس ہے۔ اِن لوگوں اور دریا فرات کے درمیان رکاوٹ کھڑی کر دو۔ انھیں دریا پر نہ جانے دو اور پانی حاصل نہ کرنے دو۔

اس وقت فرزندِ رسولؐ نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا: خدایا! اس ظالم پر پیاس مسلط کر، یہ ہمیشہ پیاسا رہے۔

امام علیہ السلام کی اس بات پر دارمی غضب ناک ہو گیا۔ اُس نے آپؑ کو تیر مارا جو آپؑ کے گلوئے اَطہر میں پیوست ہو گیا۔ آپؑ نے وہ تیر کھینچا اور اپنے حلق کے نیچے ہاتھ رکھ دیا تو آپؑ کی دونوں ہتھیلیاں خون سے بھر گئیں۔ آپؑ نے وہ خون زمین پر پھینک دیا اور عرض کیا: خدایا! جو کچھ تیرے نبی کی بیٹی کے بیٹے کے ساتھ ہو رہا ہے میں اس کی تیری بارگاہ میں شکایت کرتا ہوں۔

آپؑ اپنی جگہ پر واپس پلٹ آئے۔ اُس وقت آپؑ پر پیاس کا شدید غلبہ تھا۔ یزیدی لشکر نے حضرت عباس علمدارؑ کو گھیر لیا اور اُنھیں حضرت امام حسین علیہ السلام سے جدا کر دیا۔ آپؑ نے دشمن سے شدید جنگ کی۔ اس دوران آپ کا جسمِ مبارک زخموں سے چُور چُور ہو گیا تھا۔ آپؑ زین سے زمین پر آئے۔ آپؑ کے جسم میں حرکت باقی نہ رہی تھی۔ آپ کو زید بن ورقا حنفی اور حکیم بن طفیل سنبسی نے شہید کیا تھا۔ (۲)

---

(۱) اخبار الطوال: ص ۲۵۷؛ تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۴۸؛ الکامل فی التاریخ: ج ۲، ص ۵۷۰؛ بغیۃ الطلب فی تاریخ حلب: ج ۶، ص ۲۶۲۸

(۲) ارشاد: ج ۲، ص ۱۰۹؛ اعلام الوریٰ: ج ۱، ص ۴۶۶؛ بحار الانوار: ج ۴۵، ص ۵۰

اللہوف میں روایت ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام اور آپؑ کے اہلِ بیت علیہم السلام سخت پیاسے تھے۔ آپؑ دریائے فرات کے گھاٹ کی طرف روانہ ہوئے۔ اُس وقت حضرت عباس علیہ السلام آپؑ کے آگے دشمن کی فوج کو دُور کر رہے تھے۔ اس دوران ابنِ سعد کی فوج نے ان پر حملہ کر دیا۔ ایک دارمی نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو تیر کا نشانہ بنایا جو آپؑ کے گلوئے اَطہر میں پیوست ہوگیا۔ آپؑ نے تیر کھینچا اور اپنے دونوں ہاتھ اپنے حلق کے نیچے رکھ لیے تو وہ خون سے پُر ہو گئے۔ آپؑ نے وہ خون پھینک دیا اور بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا:

''بارِ الٰہا! جو کچھ یہ لوگ تیرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دُختر کے فرزند سے کر رہے ہیں، تیری بارگاہ میں مَیں اُس کی شکایت کرتا ہوں''۔

دشمن کی فوج نے حضرت عباس علیہ السلام کو آپؑ سے جدا کرلیا اور اُنھیں ہر طرف سے محصور کرلیا اور تلواروں اور نیزوں سے اُنھیں شہید کر دیا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے بھائی کے جنازے پر آئے تو بہت زیادہ گریہ کیا۔ شاعر نے اس ضمن میں کیا خوب کہا ہے:

أَحَقُّ النَّاسِ أَنْ يُبْكَى عَلَيْهِ ۔۔۔ فَتًى أَبْكَى الْحُسَيْنَ بِكَرْبَلَاءِ
أَخُوهُ وَابْنُ وَالِدِهِ عَلِيٍّ ۔۔۔ أَبُو الْفَضْلِ الْمُضَرَّجُ بِالدِّمَاءِ
وَمَنْ وَاسَاهُ لَا يَثْنِيهِ شَيْءٌ ۔۔۔ وَجَادَلَهُ عَلَى عَطَشٍ بِمَاءِ

''وہ باعزت و باعظمت نوجوان سب سے زیادہ حق دار ہے کہ اُس کا ماتم کیا جائے اور اُس پر آہ و فغاں بلند کیا جائے کہ جس جوان کو کربلا میں بے دردی کے ساتھ شہید کر کے فرزندِ رسولؐ حضرت امام حسین علیہ السلام کو رُلا دیا گیا وہ شجاع و بہادر جوان آپؑ کے بھائی اور آپؑ کے والد کے فرزند تھے۔ اُن پر جس قدر رویا جائے کم ہے۔ ہائے وہ ابوالفضل العباسؑ کہ جنھیں خاک و خون میں غلطاں کر دیا گیا۔ جنھوں نے وفا و ایثار، جاں کاری اور فداکاری کی تاریخ رقم کی اور اپنی ذات کو اپنے بھائی پر قربان کر دیا اور اس دنیا کی محبت پر آخرت کی محبت کو ترجیح دی۔ حضرت امام حسین علیہ السلام اور آپؑ کے اہلِ بیتؑ کے لیے دریا سے پانی لینے کے لیے گئے تھے کہ شہید

کر دیے گئے"۔ ①

ینابیع المودة: لَمَّا اشْتَدَّ الْعَطَشُ قَالَ الْإِمَامُ علیہ السلام لِأَخِيهِ الْعَبَّاسِ..... امضِ إِلَى الْفُرَاتِ وَاتِنَا الْمَاءَ فَقَالَ: سَمْعًا وَطَاعَةً. فَضَمَّ إِلَيْهِ الرِّجَالَ. فَمَنَعَهُمْ جَيْشُ عُمَرَ بْنِ سَعْدٍ، فَحَمَلَ عَلَيْهِمِ الْعَبَّاسُ فَقَتَلَ رِجَالًا مِنَ الْأَعْدَاءِ حَتَّى كَشَفَهُمْ عَنِ الْمَشْرَعَةِ، وَدَفَعَهُمْ عَنْهَا وَنَزَلَ فَمَلَأَ الْقِرْبَةَ، وَأَخَذَ غُرْفَةً مِنَ الْمَاءِ لِيَشْرَبَ فَذَكَرَ عَطَشَ الْحُسَيْنِ وَأَهْلِ بَيْتِهِ. فَنَفَضَ الْمَاءَ مِنْ يَدِهِ، وَقَالَ: وَاللهِ لَا أَذُوقُ الْمَاءَ وَأَطْفَالُهُ عُطَاشٌ وَالْحُسَيْنُ

ینابیع المودة میں روایت ہے کہ جب خیام حسینؑ میں پیاس کا غلبہ ہوا تو حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے بھائی حضرت عباس علیہ السلام سے فرمایا: فرات پر جائیں اور پانی لے آئیں۔

حضرت عباسؑ نے عرض کیا: بندہ تعمیلِ حکم کے لیے حاضر ہے۔

حضرت عباسؑ مشک اُٹھا کر دریا کے گھاٹ کی طرف بڑھے۔ عمر بن سعد کی فوج نے آپؑ کا راستہ روکنے کی کوشش کی۔ حضرت عباسؑ نے اُن پر حملہ کر دیا اور اُن کے بہت سے بہادروں کو خاک و خون میں ملایا اور باقی لوگ بھاگ گئے۔ جب میدان صاف ہو گیا تو آپؑ دریا کی طرف بڑھے۔ گھاٹ پر پہنچے، پانی میں اُترے، مشکیزہ پُر کیا۔ ایک چلّو پانی لیا کہ نوش کریں کہ آپؑ کو اپنے آقا و مولا امام حسین علیہ السلام اور آپؑ اہلِ بیت رسولؐ کی پیاس یاد آ گئی تو آپؑ نے پانی گرا دیا اور کہا:

واللہ! میں پانی نہیں پیوں گا کیونکہ امامؑ اور آپؑ کے بچے پیاسے ہیں۔ ②

تنبیہ: یہ مذکورہ نص صرف مصادر متاخرہ میں موجود ہے۔ مصادرِ قدیمہ میں موجود نہیں ہے۔ شاید یہ کسی مصدر قدیمہ سے حاصل کی گئی ہو۔ اس طرح کے اشعار موجود ہیں جو اس

---

① الملہوف: ص ۱۷۰

② ینابیع المودة: ج ۳، ص ۶۷

مضمون کی تائید کرتے ہیں جس طرح کہ محمد بن فضلؒ کے اشعار ہیں جن کا تعلق تیسری صدی ہجری سے ہے۔ اور یہ بزرگوار حضرت ابوالفضل العباسؑ کی ذریت میں سے ہیں۔ آپ کا ایک شعر ہے:

وَجَاءَ لَهُ عَلَى عَطَشٍ بِمَا
وَيَجِيئُ الحُسَينَ وَلِيَسقِيهِ عَلَى ظَمَاءٍ

"وہ تشنگی کے ساتھ دریا پر آئے تاکہ اپنے آقا و مولا حضرت امام حسین علیہ السلام کا دفاع کریں اور آپؑ کے لیے پانی لائیں کیونکہ خیامِ حسینیؑ میں پانی نہیں تھا"۔ ①

مقتل الحسین للخوارزمی: ثُمَّ خَرَجَ مِن بَعدِهِ [أي بَعدِ عَبدِاللهِ بنِ عَلِيٍّ] العَبَّاسُ بنُ عَلِيٍّ، وَاُمُّهُ اُمُّ البَنِينَ أيضًا، وَهُوَ السِّقَاءُ، فَحَمَلَ وَهُوَ يَقُولُ:

أقسَمتُ بِاللهِ الأعَزِّ الأعظَمِ وَبِالحَجُونِ صَادِقًا وَزَمزَمِ
وَبِالحَطِيمِ وَالفَنَا المُحَرَّمِ لَيُخضَبَنَّ اليَومَ جِسمِي بِدَمِي
دُونَ الحُسَينِ ذِي الفَخَارِ الأقدَمِ إمَامُ أهلِ الفَضلِ وَالتَّكَرُّمِ

فَلَم يَزَل يُقَاتِلُ حَتَّى قَتَلَ جَمَاعَةً مِنَ القَومِ، ثُمَّ قُتِلَ
فَقَالَ الحُسَينُ: الآنَ انكَسَرَ ظَهرِي، وَقَلَّت حِيلَتِي

مقتل الحسین" خوارزمی میں روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن علیؑ کے بعد حضرت ابوالفضل العباس علیہ السلام میدانِ جنگ میں اُترے۔ آپؑ کی والدہ ماجدہ حضرت اُم البنین تھیں۔ آپؑ "سقاء" کے لقب سے مشہور ہیں۔ آپؑ نے دشمن کی فوج پر حملہ کرتے ہوئے رجز پڑھا کہ جس کا مضمون یہ ہے:

"میں خداوندی ذی عزت و عظمت اور حجون و زمزم و حطیم اور کعبہ کے مقدس صحن کی قسم کھا چکا ہوں۔ میں تم پر بڑھ بڑھ کر حملے کروں گا۔ اُس

① راجع موسوعہ امام حسینؑ: ج ۶، ص ۳۱۷ (الفضل بن محمد)

وقت تک تمھارا قتل جاری رکھوں گا جب تک میرے دم میں دم ہے۔ میرا جسم میرے خون سے رنگین ہو جائے گا۔ یہ میرا جسم اہلِ فضل و عزت کے امام، بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ، صاحبِ فخر و شرف حضرت امام حسین علیہ السلام کے لیے خون سے خضاب کیا جائے گا"۔

آپؑ جنگ کرتے ہوئے فرات کے گھاٹ پر پہنچے، گھاٹ پر چار ہزار سپاہی مقرر تھے۔ آپؑ نے اُن سے شدید قتال کیا۔ اس دوران آپؑ نے اسّی سپاہیوں کو دوزخ پہنچایا اور دشمن کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: اب میری کمر ٹوٹ گئی ہے اور ساری تدابیر ختم ہو کر رہ گئی ہیں۔ (۱)

المناقب والمثالب ابوحنیفہ نعمان مغربی میں روایت ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام اور آپؑ کے ساتھیوں پر پانی بند کر دیا گیا تو حضرت عباسؑ پانی لینے دریا کی طرف بڑھے۔ آپؑ نے لوگوں پر حملہ کیا تو دریا پر مقرر لوگ اِدھر اُدھر بھاگ گئے۔ آپؑ فرات پر آئے، مشک میں پانی بھرا اور واپس امام علیہ السلام کے پاس آئے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام اور آپؑ کے اصحاب نے پانی پیا۔ اُس دن سے آپؑ کا لقب "سقاء" مشہور ہوا۔ حضرت عباسؑ دریا اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے مقتل کے درمیان شہید ہوئے تھے۔ آپؑ کی قبر بھی وہاں ہے۔ لوگوں نے آپؑ کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیئے تھے۔ (۲)

المناقب ابنِ شہر آشوب میں روایت ہے، حضرت عباس بن علی علیہما السلام کا لقب "سقاء" اور "قمر بنی ہاشم" ہے۔ آپؑ حضرت امام حسین علیہ السلام کی فوج کے علَم دار تھے۔ آپؑ اپنے بھائیوں میں سے سب سے بڑے تھے۔ آپؑ دریائے فرات سے پانی لینے کے لیے روانہ ہوئے تھے تو آپؑ اور یزیدی فوج کے درمیان جنگ ہوئی تو آپؑ نے اُس وقت یہ رجز پڑھا جس کا مضمون یہ ہے:

"جب موت اپنی تیز و تند داڑھیں نکالے میرے سامنے آجائے تو مَیں

---

(۱) مقتل الحسین خوارزمی: ج ۲، ص ۲۹؛ الفتوح: ج ۵، ص ۱۱۴

(۲) المناقب والمثالب، ابوحنیفہ نعمان مغربی: ص ۳۰۹

موت سے نہیں ڈرتا۔ میں اُس وقت تک تم سے جنگ کرتا رہوں گا جب
تک میری لاش بہادروں کے کشتوں کے پشتوں میں نہ ڈال دی جائے۔ میری
جان رسول اللہ ﷺ کی جان پر فدا اور قربان ہو۔ میں عباسؑ ہوں
پانی ضرور لے جاؤں گا اور بروزِ جنگ موت سے خوفزدہ نہیں ہوں گا"۔

یہ فرما کر آپؑ نے دشمن کی فوج پر حملہ کر دیا اور انھیں پراگندہ کر دیا۔ اچانک زید بن ورقا جہنی اور حکیم بن طفیل سنبسی نے آپؑ کے ہاتھ پر ایسی تلوار لگائی کہ آپؑ کا داہنا ہاتھ جدا ہو گیا۔ اس وقت حضرت عباسؑ نے بائیں ہاتھ میں تلوار لی اور اس مضمون کا رجز پڑھا:

"اے قومِ رُوسیاہ! بخدا اگرچہ تم نے میرا داہنا ہاتھ قطع کر دیا ہے لیکن میں
حمایتِ دین اور نصرتِ امام حُسینؑ سے دست بردار نہیں ہوں گا"۔

پس حضرت عباس علیہ السلام اپنے بائیں ہاتھ میں تلوار لے کر جہادِ اعداء میں سرگرم ہوئے کہ آپؑ پر کمزوری طاری ہونے لگی۔ اچانک حکیم بن طفیل نے درختِ خرما سے پیچھے چھپ کر تلوار کا آپؑ پر ایسا وار کیا کہ بایاں ہاتھ بھی جدا ہو گیا۔ اس وقت حیدرِ کرّار غیر فرار کے فرزند نے رجز پڑھا جس کا مفہوم یہ ہے:

"اے میری جان! کفّار کے اس لشکرِ کثیر سے نہ ڈرنا۔ تمھیں رحمتِ حق کی
بشارت ہو کہ عنقریب تمھیں نبی مختارؐ کی بارگاہ میں پہنچنا ہے۔ اِن لوگوں
نے ظلم و ستم سے میرا داہنا ہاتھ بھی کاٹ ڈالا۔ اے ربِ کریم! تو اِن کو
واصلِ جہنم کر"۔

ناگاہ ایک ملعون نے بڑھ کر آپؑ کو آہنی عمود مار کر شہید کر دیا۔

جب فرزندِ رسولؐ نے فرات کے کنارے پر اپنے قوتِ بازو کو اس حال میں جا کر دیکھا تو ایک آہ سرد دلِ پُردرد سے کھینچی اور اشکِ خونیں سے دیدۂ حق بین برسائے اور یہ مرثیہ پڑھا:

"اے قومِ اَشرار! تم نے ظلم و ستم کی تاریخ رقم کر دی ہے۔ رسول اللہؐ کے
دین کی مخالفت میں انتہا کر دی ہے۔ آیا نبی رحمتؐ نے ہمارے حق میں
تمھیں وصیت نہیں کی تھی؟ کیا ہم عترتِ رسولؐ نہیں ہیں؟ کیا ہماری مادر

گرامی حضرت فاطمہ زہراؑ نہیں ہیں؟ کیا ہم احمد مصطفیٰ کی نیک ترین ذریت نہیں ہیں؟ تم لعنت کیے گئے اور اپنے گناہوں کی وجہ سے ذلیل و رسوا ہوئے۔ پس عنقریب جہنم کے بھڑکتے ہوئے شعلے تمھارا استقبال کریں گے"۔ ①

شرح الاخبار: كَانَ الَّذِي وَلِيَ قَتلَ العَبَّاسِ بنِ عَلِيٍّ علیہ السلام يَومَئِذٍ يَزِيدُ بنُ زِيَادٍ الحَنَفِيُّ وَأَخَذَ سَلَبَهُ حَكِيمُ بنُ طُفَيلٍ الطَّائِيُّ. وَقِيلَ: إِنَّهُ شَرِكَ فِي قَتلِهِ يَزِيد

وَكَانَ بَعدَ أَن قُتِلَ إِخوَتُهُ عَبدُ اللهِ وَعُثمَانُ وَجَعفَرٌ مَعَهُ قَاصِدِينَ المَاءَ. وَيَرجِعُ وَحدَهُ بِالقِربَةِ فَيَحمِلُ عَلَى أَصحَابِ عُبَيدِ اللهِ بنِ زِيَادٍ الحَائِلِينَ دُونَ المَاءِ فَيَقتُلُ مِنهُم، وَيَضرِبُ فِيهِم حَتَّى يَتَفَرَّجُوا عَنِ المَاءِ فَيَأتِي الفُرَاتَ فَيَملَأُ وَيَحمِلُهَا. وَيَأتِي بِهَا الحُسَينَ علیہ السلام وَأَصحَابَهُ. فَيَسقِيهِم حَتَّى تَكَاثَرُوا عَلَيهِ. وَأَوهَنَتهُ الجِرَاحُ مِنَ النَّبلِ. فَقَتَلُوهُ. كَذَلِكَ بَينَ الفُرَاتِ وَالسُّرَادِقِ. وَهُوَ يَحمِلُ المَاءَ وَثَمَّ قَبرُهُ رَحِمَهُ اللهُ وَقَطَعُوا يَدَيهِ وَرِجلَيهِ حَنَقًا عَلَيهِ. وَلَمَّا أَبلَى فِيهِم وَقَتَلَ مِنهُم فَلِذَلِكَ سُمِّيَ السَّقَّاءَ وَفِيهِ يَقُولُ الفَضلُ بنُ مُحَمَّدِ بنِ الحَسَنِ بنِ عُبَيدِ اللهِ العَبَّاسِ بنِ عَلِيٍّ:

أَحَقُّ النَّاسِ أَن يُبكَى عَلَيهِ ... إِذ أَبكَى الحُسَينَ بِكَربَلَاءِ
أَخُوهُ وَابنُ وَالِدِهِ عَلِيٍّ ... أَبُو الفَضلِ المُضَرَّجُ بِالدِّمَاءِ
وَمَن وَاسَاهُ لَا يَثنِيهِ شَيءٌ ... وَجَاءَ لَهُ عَلَى عَطَشٍ بِمَاءِ

شرح الاخبار میں روایت ہے کہ حضرت عباس بن علیؑ کو یزید بن زیاد حنفی نے شہید کیا تھا اور آپؑ کی لاش کو حکیم بن طفیل طائی نے لوٹا تھا۔ ایک قول کے مطابق حکیم بن طفیل کے ساتھ

① المناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۱۰۸؛ بحار الانوار: ج ۴۵، ص ۴۰

ساتھ حضرت عباسؑ کے قتل میں یزید بن زید بھی شریک تھا۔

جب حضرت عباسؑ کے برادران حضرت عبداللہؑ، عثمانؑ اور جعفرؑ سب شہید ہو گئے تو آپؑ مشکیزہ اُٹھا کر اکیلے دریا کی طرف بڑھے۔ جب دریا کے قریب آئے تو وہاں جو فوج مقرر تھی وہ تلواریں سونت کر آپؑ کے سامنے آ گئی۔ آپؑ اُن پر حملہ آور ہوئے اور اُن کے بہت سے افراد کو قتل کیا اور باقی لوگ میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ آپؑ گھاٹ پر آئے اور مشکیزے کو پانی سے پُر کیا اور آپؑ مشکیزہ لے کر خیامِ حسینیؑ کی طرف واپس چلے کہ خیامِ حسینیؑ تک پانی پہنچ جائے اور پیاسے پانی پی لیں لیکن یزیدی فوج نے آپؑ پر ہجوم کر دیا اور تیروں، تلواروں سے حملہ کر دیا جس کی وجہ سے آپؑ شدید طور پر زخمی ہو گئے۔ یزیدی فوج نے آپؑ کو دریائے فرات اور خیامِ حسینیؑ کے درمیان شہید کر دیا۔ حالانکہ اُس وقت آپؑ نے پانی کا مشکیزہ اُٹھا رکھا تھا۔ ان لوگوں نے آپؑ کے ہاتھوں اور پاؤں کو قلم کر دیا تھا۔ حضرت عباس بن علیؑ نے اپنے امامؑ اور اہلِ بیتؑ کے لیے پانی لانے کے لیے اپنے آپ کو آزمائش میں ڈالا تھا۔ دشمن کے بہت سے افراد کو قتل کیا تھا۔ آخر آپؑ اُن کے ہاتھوں شہید ہو کر بہشت بریں پہنچے۔ اسی وجہ سے آپؑ ''سقاء'' کے لقب سے مشہور ہوئے۔

جناب فضل بن محمد بن حسن بن عبید اللہ بن عباس بن علیؑ نے آپؑ کی شان میں یہ اشعار کہے تھے: (ان اشعار کا ترجمہ سطور بالا میں موجود ہے)۔[1]

مقاتل الطالبيين: العَبَّاسُ بنُ عَلِيِّ بنِ أَبِي طَالِبٍ، وَيُكَنَّى أَبَا الفَضْلِ، وَأُمُّهُ أُمُّ البَنِينَ أَيضًا، وَهُوَ أَكبَرُ وَلَدِهَا، وَهُوَ آخِرُ مَن قُتِلَ مِن إِخوَتِهِ لِأُمِّهِ وَأَبِيهِ......

وَفِي العَبَّاسِ بنِ عَلِيٍّ عليه السلام يَقُولُ الشَّاعِرُ:

أَحَقُّ النَّاسِ أَن يُبكَى عَلَيهِ ... إِذ أَبكَى الحُسَينَ بِكَربَلَاءِ
أَخُوهُ وَابنُ وَالِدِهِ عَلِيٍّ ... أَبُو الفَضلِ المُضَرَّجُ بِالدِّمَاءِ
وَمَن وَاسَاهُ لَا يَثنِيهِ شَيءٌ ... وَجَادَ لَهُ عَلَى عَطَشٍ بِمَاءِ

---

[1] شرح الاخبار: ج ۳، ص ۱۹۱

وَفِيهِ يَقُولُ الْكُمَيتُ بنُ زَيدٍ:

وَأَبُو الْفَضْلِ إِنَّ ذِكْرَهُمُ الْحُلْو — وَشِفَاءُ النُّفُوسِ مِنْ أَسْقَامِ
قَتَلَ الْأَدْعِيَاءَ إِذْ قَتَلُوهُ — أَكْرَمَ الشَّارِبِينَ صَوْبَ الْغَمَامِ

وَكَانَ الْعَبَّاسُ علیہ السلام رَجُلًا وَسِيمًا جَمِيلًا، يَرْكَبُ الْفَرَسَ الْمُطَهَّمَ وَرِجلَاهُ تَخُطَّانِ فِي الْأَرْضِ، وَكَانَ يُقَالُ لَهُ: قَمَرُ بَنِي هَاشِمٍ، وَكَانَ لِوَاءُ الْحُسَينِ بنِ عَلِيٍّ علیہ السلام مَعَهُ يَومَ قُتِلَ. حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بنُ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بنُ الْحَسَنِ، قَالَ: حَدَّثَنَا بَكْرُ بنُ عَبدِ الْوَهَّابِ، قَالَ: حَدَّثَنِي ابنُ أَبِي أُوَيسٍ عَن أَبِيهِ عَن جَعفَرِ بنِ مُحَمَّدٍ قَالَ: عَبَّأَ الْحُسَينُ بنُ عَلِيٍّ علیہ السلام أَصْحَابَهُ فَأَعْطَى رَايَتَهُ أَخَاهُ الْعَبَّاسَ بنَ عَلِيٍّ علیہ السلام

حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بنُ عِيسَى، قَالَ: حَدَّثَنِي حُسَينُ بنُ نَصرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي، قَالَ: حَدَّثَنَا عَمرُو بنُ شِمرٍ، عَن جَابِرٍ عَن أَبِي جَعفَرٍ علیہ السلام: أَنَّ زَيدَ بنَ رُقَادٍ الْجَنبِيَّ وَحَكِيمَ بنَ الطُّفَيلِ الطَّائِيَّ قَتَلَا الْعَبَّاسَ بنَ عَلِيٍّ علیہ السلام

مقاتل الطالبیین میں روایت ہے کہ حضرت عباس بن علی بن ابی طالب علیہما السلام کی کنیت ابوالفضل ہے اور آپؑ کی والدہ ماجدہ کا اسمِ گرامی اُم البنینؑ ہے۔ آپؑ اپنے بھائیوں میں سے سب سے بڑے تھے لیکن اپنے بھائیوں کی شہادت کے بعد شہید ہوئے تھے۔ آپؑ کی شان میں ایک شاعر نے کچھ اشعار کہے تھے۔ (اشعار اور اُن کا ترجمہ گذشتہ صفحات میں موجود ہے)۔

جناب شاعر کمیت بن زید نے آپؑ کی شان میں یہ اشعار کہے تھے جن کا مفہوم یہ ہے:

"حضرت ابوالفضل العباسؑ کا ذکر شیریں اور حلو ہے۔ جب کوئی بیمار ان کا ذکر کرے تو ان کا ذکر بیمار کے لیے شفا بن جاتا ہے۔ آپؑ نے کربلا میں اللہ کے ان دشمنوں کو قتل کیا کہ جن لوگوں نے کائنات کے افضل ترین

لوگوں کو شہید کیا تھا"۔

حضرت ابوالفضل العباس حسن و جمال، شکل و شمائل، شوکت و توانائی، شجاعت و قوت، بلندیٔ قامت میں اپنے ہم عصروں میں ممتاز تھے۔ جب آپؑ بلند قامت گھوڑے پر سوار ہوتے تھے تو آپؑ کے پاؤں مبارک زمین پر خط دے رہے ہوتے تھے۔ آپؑ قمر بنی ہاشم کے حسین لقب سے مشہور تھے۔ حسینی فوج کا علَم آپؑ کے ہاتھ میں تھا۔

راوی کا بیان ہے کہ مجھے احمد بن سعید نے، اُس نے کہا کہ مجھے یحییٰ بن حسن نے، اس نے کہا کہ ہمیں بکر بن عبدالوہاب نے، اُس نے کہا کہ مجھے ابنِ ابی اُویس نے اور اُس نے اپنے باپ سے اور اُس کے باپ نے جعفر بن محمد سے سنا: انھوں نے کہا کہ یومِ عاشورا حضرت امام حسین علیہ السلام نے جب اپنے اصحاب کی صفیں درست کیں تو اپنی فوج کا علَم دار اپنے بھائی حضرت عباس بن علیؑ کو بنایا۔

مجھے احمد بن عیسیٰ نے بتایا، اُس نے کہا کہ مجھے حسین بن نصر نے بتایا، اُس نے کہا کہ ہمیں میرے باپ نے بتایا، میرے باپ نے کہا کہ ہمیں عمرو بن شمر نے بتایا اور اُس نے حضرت جابر سے سنا اور حضرت جابر نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے سنا کہ زید بن رُقاد جنبی اور حکیم بن طفیل طائی نے حضرت عباس بن علی علیہما السلام کو شہید کیا تھا۔ (۱)

تاریخ طبری میں ہشام سے روایت ہے، حضرت عباس بن علیؑ کو زید بن رُقاد جنبی اور حکیم بن طفیل سنبسی نے شہید کیا تھا۔ (۲)

انساب الاشراف میں روایت ہے کہ بعض لوگوں نے کہا کہ حرملہ بن کاہل اسدی والبی

---

(۱) مقاتل الطالبیین: ص ۸۹؛ بحارالانوار: ج ۴۵، ص ۳۹

(۲) تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۶۸۔ عجیب بات یہ ہے کہ طبری نے اپنی تاریخ میں حضرت عباسؑ کی شہادت کی کیفیت کا ذکر نہیں کیا۔ اس نے ابن اثیر کی اتباع کی ہے۔ (طبقات الکبریٰ: ج ۱، ص ۴۷۵) اس میں حکیم بن طفیل سنبسی طائی کا ذکر ہے اور روایت ہشام سے لی ہے۔ الفصول المہمہ: ص ۱۹۵۔ ان دونوں کتابوں میں ہے کہ حضرت عباسؑ کو حکیم بن طفیل نے شہید کیا تھا۔ امالی شجری: ج ۱، ص ۱۲۰۔ اس نے یہ روایت اس طرح نقل کی ہے اُس نے زید بن علی بن الحسینؑ اور یحییٰ بن اُم طویل اور عبداللہ بن شریک عامری وغیرہ سے سنا کہ حضرت عباسؑ کو زید بن ورقا جنبی اور حکیم بن طفیل طائی سنبسی نے شہید کیا تھا۔

نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر حضرت عباس بن علی علیہما السلام کو شہید کیا تھا۔ آپؑ کا لباس حکیم بن طفیل طائی نے لوٹا تھا۔ اس ظالم نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو تیر مارا جو آپؑ کی زرہ کے ساتھ معلق ہو گیا تھا۔ حرملہ بن کاہل والبی نے حضرت عبداللہ بن حسنؑ کو تیر مارا جس سے وہ شہید ہو گئے۔ ①

انساب الاشراف میں روایت ہے کہ حرملہ بن کاہل اسدی حضرت عباس بن علی علیہما السلام کے سر کے ساتھ کوفہ آیا کیونکہ اس نے آپؑ کو کربلا میں شہید کیا تھا۔ ②

تاریخ طبری میں موسیٰ بن عامر سے روایت ہے کہ حضرت مختار ثقفیؒ نے عبداللہ بن کامل کو حکیم بن طفیل طائی سنبسی کی گرفتاری کا حکم دیا کہ وہ اُسے ہر صورت گرفتار کر کے لے آئے۔ اس ظالم نے حضرت عباس بن علی علیہما السلام کا لباس لوٹا تھا اور حضرت امام حسین علیہ السلام کو تیر مارا تھا۔ جب یہ گرفتار ہو کر حضرت مختارؒ کے دربار میں آیا تو اس نے کہا: میں نے حسینؑ بن علیؑ کو تیر مارا تھا لیکن وہ آپؑ کے لباس میں اٹک گیا تھا اور جسم کو نقصان نہیں دیا تھا۔ ③

عمدۃ الطالب میں حضرت عباس بن علی علیہما السلام کے بارے میں روایت ہے کہ آپؑ کی کنیت ابوالفضل اور لقب "سقاء" ہے۔ کیونکہ آپؑ نے یومِ عاشورا میدانِ کربلا میں اپنے بھائی حضرت امام حسین علیہ السلام کے لیے دریا سے پانی لانے کی کوشش کی تھی۔ ابنِ زیاد کے لشکر نے آپؑ کو خیامِ حسینیؑ میں پانی پہنچانے میں کامیاب نہ ہونے دیا تھا اور شہید کر دیا تھا۔ آپؑ کی قبر مبارک دریا کے گھاٹ کے قریب ہے کیونکہ اِسی مقام پر آپؑ کو شہید کیا گیا تھا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کی فوج کے علم دار حضرت عباس بن علی علیہما السلام تھے۔

الشیخ ابونصر بخاری نے مفضل بن عمر سے روایت کی کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ہمارے چچا حضرت عباس بن علی علیہما السلام بصیرت کے پیکر تھے اور منارۂ ایمان و ایقان

---

① انساب الاشراف: ج ۳، ص ۲۰۶

② انساب الاشراف: ج ۱۳، ص ۲۵۶

③ تاریخ طبری: ج ۶، ص ۶۲؛ انساب الاشراف: ج ۶، ص ۴۰۷؛ الکامل فی التاریخ: ج ۲، ص ۶۸۳؛ بحار الانوار: ج ۴۵، ص ۳۷۵

تھے۔ آپؑ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی معیت میں جہاد کیا تھا۔ اس راستے میں بے پناہ مصائب جھیلے اور آخر کار شہادت کی لازوال سعادت حاصل کی۔ حضرت عباسؑ کا خون بنی حنیفہ پر ہے۔ وقتِ شہادت آپؑ کی عمر شریف ۳۴ سال تھی۔

آپؑ اور آپؑ کے بھائی حضرات عثمانؑ، عبداللہؑ اور جعفر حضرت اُم البنین علیہا السلام کے بطن مبارک سے تھے۔ حضرت اُم البنین علیہا السلام کا شجرۂ نسب اِس طرح ذکر کیا گیا ہے: اُم البنین فاطمہؑ بنت حزام بن خالد بن ربیعہ بن وحید بن کعب بن عامر بن کلاب بن ربیعہ بن عامر بن معاویہ بن بکر بن ہوازن۔

حضرت اُم البنین فاطمہ علیہا السلام کی والدہ ماجدہ کا شجرۂ نسب کچھ اس طرح ہے: لیلیٰ بنت سہیل بن مالک، یہی مالک ابو برہ عامر کے بیٹے ہیں اور ابو برہ عامر جعفر بن کلاب کے فرزند ہیں۔ ان دونوں کی والدہ کا نام عمرہ ہے جو طفیل بن عامر کی دُختر تھیں۔ عمرہ خاتون کا نسب نامہ درج ذیل ہے: عمرہ بنت کبشہ بنت عُروہ رَحال بن عتبہ بن جعفر بن کلاب اور اِن کی والدہ کا سلسلہ نسب کچھ اس طرح مذکور ہے: فاطمہ بنت عبدشمس بن عبد مناف۔ مروی ہے کہ حضرت امام علی علیہ السلام نے اپنے بھائی حضرت عقیلؑ سے جو عالمِ انسابِ عرب تھے، سے فرمایا کہ ایسا خاندان تلاش کریں جو شجاعت میں اپنی مثال آپ ہو، تاکہ میں اُس خاندان کی دُختر سے عقدِ اُزدواج کروں کہ جس کے بطن سے عرب کا شجاع فرزند پیدا ہو۔

حضرت عقیلؑ نے کہا کہ آپؑ خاندانِ کلاب کی دُختر حضرت اُم البنین علیہا السلام سے عقدِ اُزدواج کریں کیونکہ دُنیائے عرب میں اس خاندان سے بڑھ کر کوئی اور شجاع نہیں ہے۔ حضرت امام علی علیہ السلام نے حضرت اُم البنینؑ سے عقدِ اُزدواج کیا۔ حضرت عباسؑ اُنھی کے بطن سے تھے۔

عاشورا کا دن تھا شمر بن ذی الجوشن کلابی نے حضرت عباسؑ اور آپؑ کے بھائیوں سے کہا تھا: کہاں ہیں میرے بھانجے؟ ان بزرگواروں نے شمر کو کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: اگرچہ وہ فاسق ہے لیکن پھر بھی تمھارا ماموں لگتا ہے۔ اسے جواب دو۔

حضرت عباس علمدارؑ اور آپؑ کے بھائیوں نے کہا: تو کیا چاہتا ہے؟

شمر نے کہا: تم سب میرے پاس آجاؤ تمھیں امان ہے۔ اپنے بھائی کے ساتھ اپنے آپ کو قتل نہ کراؤ۔

ان شہزادوں نے جواب دیا: رُسوائی تیرا اور اُس کا مقدر بنے جس کی طرف سے تو امان لایا ہے۔ کیا ہم اپنے سید و سردار اور برادرِ بزرگوار کو چھوڑ دیں اور تمھاری امان کی طرف آجائیں؟

حضرت عباسؑ اور آپؑ کے تین بھائی میدانِ کربلا میں شہید ہوئے تھے۔ کسی نے اُن کی شان میں کیا خوب کہا ہے:

"جب لوگوں کو میدانِ جنگ میں دشمنوں سے لڑنے کی طرف بلایا جاتا ہے۔ جب شہسوار تیروں، تلواروں اور نیزوں کی زد میں ہوتے ہیں تو وہ اپنے قلوب سے اپنی زرہوں کو ملبوس کر دیتے ہیں اور موت کی طرف لپک کر جاتے ہیں"۔

مؤرخین کے درمیان اختلاف ہے کہ حضرت عباسؑ بڑے تھے یا آپؑ کے بھائی حضرت عمر۔ ابنِ شہاب العکبری، ابوالحسن الاشنانی اور ابنِ خداع نے روایت کی ہے کہ حضرت عمر بن علیؑ حضرت عباسؑ سے بڑے تھے۔ لیکن شیخ شرف عُبیدی، بغدادی علماء اور ابوالغنائم عمری کی روایت کے مطابق حضرت عمر بن علیؑ چھوٹے تھے اور حضرت عباسؑ بن علیؑ بڑے تھے۔ اُنھوں نے حضرت عباسؑ کی اولاد کو اُن کی اولاد پر مقدم کیا ہے۔ حضرت عباسؑ سے پہلے آپؑ کے تمام برادران شہید ہو گئے تھے۔ آپؑ کی شہادت کے بعد آپؑ کے وارث عبیداللہ بن عباسؑ ہوئے۔ ①

کتاب منمق میں روایت ہے کہ اُم البنینؑ وحیدیہ کا بیان ہے کہ اُس کا بیٹا حضرت عباس بن علیؑ کو ان کے بچپن کے زمانے میں لوری دیتا تھا جس کا مفہوم یہ ہے:

"مَیں انھیں اللہ ربّ العزت کی پناہ میں دیتا ہوں کہ یہ ہر حاسد کی نظر سے محفوظ رہیں۔ وہ حاسد جو کھڑا ہے یا بیٹھا ہے، تسلیم کرنے والا ہے یا انکاری ہے، صادر ہونے والا ہے یا وارد ہونے والا ہے، مولود ہے یا والد

---

① عمدۃ الطالب: ص ۳۵۶

ہے۔[1]

کامل الزیارات عن أبی حمزة الثمالی: قَالَ: الصَّادِقُ علیہ السلام: إِذَا أَرَدتَ زِيَارَةَ قَبرِ العَبَّاسِ بنِ عَلِيٍّ علیہ السلام- وَهُوَ عَلَی شَطِّ الفُرَاتِ بِحِذَاءِ الحَائِرِ -فَقِف عَلَی بَابِ السَّقِيفَةِ..... ثُمَّ ادخُل وَانكَبَّ عَلَى القَبرِ، وَقُل:

السَّلَامُ عَلَيكَ أَيُّهَا العَبدُ الصَّالِحُ ، المُطِيعُ لِلّٰهِ وَلِرَسُولِهِ وَلِأَمِيرِ المُؤمِنِينَ وَالحَسَنِ وَالحُسَينِ ، وَالسَّلَامُ عَلَيكَ وَرَحمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ، وَمَغفِرَتُهُ وَرِضوَانُهُ، عَلَى رُوحِكَ وَبَدَنِكَ

أَشهَدُ وَأُشهِدُ اللهَ أَنَّكَ مَضَيتَ عَلَى مَا مَضَى عَلَيهِ البَدرِيُّونَ وَالمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللهِ، المُنَاصِحُونَ لَهُ، فِي جِهَادِ أَعدَائِهِ، المُبَالِغُونَ فِي نُصرَةِ أَولِيَائِهِ ، الذَّابُّونَ عَن أَحِبَّائِهِ، فَجَزَاكَ اللهُ أَفضَلَ الجَزَاءِ وَأَكثَرَ الجَزَاءِ ، وَأَوفَرَ الجَزَاءِ ، وَأَوفَى جَزَاءِ أَحَدٍ مِمَّن وَفَى بِبَيعَتِهِ، وَاستَجَابَ لَهُ دَعوَتَهُ، وَأَطَاعَ وُلَاةَ أَمرِهِ، وَأَشهَدُ أَنَّكَ قَد بَالَغتَ فِي النَّصِيحَةِ، وَأَعطَيتَ غَايَةَ المَجهُودِ، فَبَعَثَكَ اللهُ فِي الشُّهَدَاءِ، وَجَعَلَ رُوحَكَ مَعَ أَروَاحِ السُّعَدَاءِ، وَأَعطَاكَ مِن جِنَانِهِ أَفسَحَهَا مَنزِلًا، وَأَفضَلَهَا غُرَفًا، وَرَفَعَ ذِكرَكَ فِي عِلِّيِّينَ ، وَحَشَرَكَ مَعَ النَّبِيِّينَ، وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ، وَحَسُنَ أُولٰئِكَ رَفِيقًا

أَشهَدُ أَنَّكَ لَم تَهِن وَلَم تَنكُل، وَأَنَّكَ مَضَيتَ عَلَى بَصِيرَةٍ مِن أَمرِكَ، مُقتَدِيًا بِالصَّالِحِينَ ، وَمُتَّبِعًا لِلنَّبِيِّينَ، جَمَعَ اللهُ بَينَنَا وَبَينَكَ ، وَبَينَ رَسُولِهِ وَأَولِيَائِهِ فِي مَنَازِلِ المُحسِنِينَ فَإِنَّهُ أَرحَمُ الرَّاحِمِينَ

---

[1] کتاب ملحق: ص ۳۵۱

کامل الزیارات میں ابوحمزہ ثمالی سے مروی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھے فرمایا کہ جب تم حضرت عباس علیہ السلام کی قبر مبارک کی زیارت کرنا چاہو جو دریائے فرات کے کنارے اور حرم کے سامنے ہے تو بابِ سقیفہ پر وقوف کرو پھر جھک کر روضہ کے اندر جاؤ اور آپ کا سلام اس طرح کرو:

"اے عبد صالح سلام! آپؑ اللہ ربّ العزت، اُس کے رسولؐ، امیر المومنین امام علی علیہ السلام، امام حسن علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام کی اطاعت کرنے والے ہیں۔ آپؑ پر اور آپؑ کی روح پر اللہ ربّ العزت کی طرف سے درود و سلام نازل ہوں۔

میں گواہی دیتا ہوں آپؑ نے جو جدوجہد اسلام کے لیے کی ہے وہ سب کچھ اللہ ربّ العزت کے سامنے ہے۔ آپؑ نے اہلِ بدر اور اُن مجاہدین اسلام کا راستہ اپنایا جو اللہ کے دشمنوں کے ساتھ جہاد کرنے میں خالص اور مخلص تھے اور وہ اپنے اولیاء کی نصرت اور احباء کی حمایت کرنے والے تھے۔ اللہ ربّ العزت آپؑ کو وہ کامل و اکمل اور بھرپور جزا دے جو اُس نے اپنے ان کامل بندوں کو دی کہ جنھوں نے اُس کی دعوت پر لبیک کہا اور اُس کے اولیاء کی اطاعت کی۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ کو اخلاص کی وہ معراج نصیب ہے جو کسی دوسرے کو حاصل نہیں ہے۔ آپؑ نے احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کے لیے سرتوڑ کوشش کی۔ اللہ ربّ العزت نے آپ کو شہادت کی لازوال سعادت عطا کی۔ آپؑ کی روح کو شُعداء کے اَرواح کی ہم نشینی عطا کی۔ ربِ رحمٰن نے آپ کو اپنی جنّت میں جو مقام عطا کیا ہے وہ اس قدر وسیع و عریض ہے کہ جس کی سرحدوں کی حدود حساب و کتاب سے باہر ہیں۔ اُس کے اندر جو قصر و محلات ہیں اُن کے فضائل و خصائص بیان سے باہر ہیں۔ اعلیٰ علیین کی روحانی و معنوی محافل میں آپ کا ذکر جاری و ساری ہے۔

اللہ رب العزت نے آپؑ کو انبیاءؑ، صدیقین، شہداء اور صالحین کی محافل میں جگہ عطا کی ہے۔ اِن ہستیوں کی رفاقت کتنی احسن و اجمل اور ارفع و اعلیٰ ہے۔ آپؑ نے اللہ کے دشمنوں کے ہاتھوں درد و کرب اُٹھائے۔ ظاہری صورت میں مغلوب ہوئے کیونکہ انھوں نے آپ کو شہید کیا تھا لیکن حقیقت میں آپؑ نے اُنھیں مغلوب کیا ہے۔ آپ نے اپنے معاملات کو بصیرت کی ضوفشاں وادی میں طے کیا تھا۔ آپؑ صالحین کے مقتداء ہیں۔ آپؑ انبیاءؑ کی اتباع کرنے والے ہیں۔ اللہ رب العزت ہمیں اور آپ کو اپنے رسول اور اولیاء کے ساتھ محسنین کی منازل میں جگہ عطا کرے۔ بے شک وہ ارحم الراحمین ہے"۔ (۱)

حضرت محمد بن علی علیہ السلام

حضرت محمد بن علی علیہ السلام کو اکثر مصادر نے کربلا کا شہید لکھا ہے۔ (۲) بعض مصادر میں اِن کا لقب اصغر (۳) مذکور ہے۔ کچھ روایات میں ہے کہ آپ حضرت اسماء بنت عمیس خثعمیہؓ کے بطن سے تھے۔ بعض میں ہے کہ آپؑ کی والدہ اُم ولد تھیں۔ (۴) وقتِ شہادت اِن کی عمر شریف ۲۲ سال تھی۔ (۵) آپ کو قبیلہ بنی دارم کے ایک ظالم نے شہید کیا تھا۔ (۶) لیکن ابنِ شہر آشوب

---

(۱) کامل الزیارات: ص ۳۳۰؛ مصباح المتہجد: ص ۷۲۵؛ تہذیب الاحکام: ج ۶، ص ۶۶؛ المزار المفید: ص ۱۲۲؛ المصباح الکفعمی: ص ۶۶۹؛ البلد الامین: ص ۲۹۰؛ بحار الانوار: ج ۱۰۱، ص ۲۷۷

(۲) تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۴۹؛ انساب الاشراف: ج ۳، ص ۳۴۲؛ مروج الذہب: ج ۳، ص ۷۱؛ تذکرۃ الخواص: ص ۲۵۳؛ مقتل الحسین خوارزمی: ج ۲، ص ۴۷؛ اختصاص: ص ۸۲؛ عمدۃ الطالب: ص ۳۱

(۳) راجع: ص ۳۴۲

(۴) مقاتل الطالبیین: ص ۱۹۰؛ رجال طوسی: ص ۱۰۵؛ اختصاص: ص ۸۲؛ امالی شجری: ج ۱، ص ۱۷۰؛ حدائق الوردیہ: ج ۱، ص ۱۲۰؛ راجع ہذا الموسوعۃ: ج ۳، ص ۳۴۲

(۵) لباب الانساب: ج ۱، ص ۵۷

(۶) راجع: ص ۳۴۲

نے نقل کیا ہے کہ حضرت محمد بن علیؑ مریض تھے۔ اس لیے کربلا میں شہید نہیں ہوئے تھے۔ ①

زیارتِ ناحیہ مقدسہ میں آپ کو درج ذیل الفاظ کے ساتھ خراجِ تحسین پیش کیا گیا ہے:

"امیر المومنین حضرت امام علی علیہ السلام کے فرزند حضرت محمد بن علیؑ پر سلام جنھیں ابان بن دارم نے شہید کیا تھا۔ اس پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی لعنت ہو اور وہ اُس پر اپنا عذاب الیم دگنا کرے۔ اے محمدؑ! خداوند متعال آپؑ پر اور آپؑ کے صابر اہلِ بیتؑ پر رحمت نازل کرے"۔ ②

زیارتِ رجبیہ میں ان کا اسم شریف مذکور نہیں ہے۔ ③

تاریخ طبری میں ہشام سے روایت ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کے فرزند حضرت محمد بن علیؑ کربلا میں شہید ہوئے۔ آپؑ کی والدہ اُمِ ولد تھیں۔ ابان بن دارم کے ایک فرد نے آپ کو شہید کیا تھا۔ ④

تاریخ الطبری: وَتَزَوَّجَ [أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ الْإِمَامُ عَلِيٌّ علیہ السلام] أَسْمَاءَ ابْنَةَ عُمَيْسٍ الْخَثْعَمِيَّةَ فَوَلَدَتْ لَهُ...... فِيمَا حُدِّثْتُ عَنْ هِشَامِ بْنِ مُحَمَّدٍ - يَحْيَىٰ وَمُحَمَّداً الْأَصْغَرَ. وَقَالَ: لَا عَقِبَ لَهُمَا... وَيَقُولُ بَعْضُهُمْ: مُحَمَّدٌ الْأَصْغَرُ لِأُمِّ وَلَدٍ. وَكَذٰلِكَ قَالَ الْوَاقِدِيُّ فِي ذٰلِكَ. وَقَالَ: قُتِلَ مُحَمَّدٌ الْأَصْغَرُ مَعَ الْحُسَيْنِ علیہ السلام

---

① راجع: ص ۳۴۲

② موسوعہ امام حسینؑ: ج ۸، ص ۲۳۷

③ زیارتِ رجبیہ میں مزار شہید اول: ص ۱۳۹ کی روایت کے مطابق: ابوبکر بن محمد بن امیر المومنینؑ کا ذکر ہے۔

④ تاریخ طبری: ج ۵، ص ۳۶۸؛ طبقات کبریٰ: ج ۱، ص ۷۶ ۴؛ الکامل فی التاریخ: ج ۲، ص ۵۸۱؛ نسب قریش: ص ۴۳؛ (اس میں محمد اصغر کا ذکر ہے کہ جن کی والدہ اُمِ ولد تھیں) انساب الاشراف: ج ۲، ص ۴۱۲ (اس میں آپ کی والدہ کا نام ورقاء درج ہے جو اُمِ ولد تھیں) طبقات کبریٰ: ج ۳، ص ۲۰؛ ذخائر العقبیٰ: ص ۲۰۳؛ ان آخری تین کتابوں میں ہے کہ محمد الاصغر بن علیؑ حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ شہید ہوئے تھے۔ آپ کی والدہ اُمِ ولد تھیں)۔ مقاتل الطالبیین: ص ۹۰ اس میں "محمد الاصغر" کا ذکر ہے۔ اختصاص: ص ۸۲؛ امالی شجری: ج ۱، ص ۱۷۰؛ مناقب کوفی: ج ۲، ص ۳۹؛ بحار الانوار: ج ۴۵، ص ۳۹

تاریخ طبری میں روایت ہے کہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے اسماء بنت عمیس خثعمیہ سے عقد ازدواج کیا تو اس خاتون کے بطن سے آپؑ کے یہ فرزند پیدا ہوئے تھے۔ ہشام بن محمد سے روایت ہے کہ یحییٰ اور محمد اصغر پیدا ہوئے تھے۔ اس نے یہ بیان کیا کہ ان کی اولاد نہیں تھی۔ بعض مورخین کی تحقیق ہے کہ محمد الاصغر کی والدہ اُمِ ولد تھیں۔ واقدی نے بھی یہی کچھ لکھا ہے۔ اُس نے آپ کو کربلا کے شہداء میں شمار کیا ہے۔ ①

المناقب لابن شهر آشوب: يُقَالُ: لَمْ يُقْتَلْ مُحَمَّدُ الأَصْغَرُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ لِمَرَضِهِ وَيُقَالُ: رَمَاهُ رَجُلٌ مِنْ بَنِي دَارِمٍ فَقَتَلَهُ

المناقب ابنِ شہر آشوب میں روایت ہے کہ کہا گیا ہے کہ حضرت محمد اصغر بن علی بن ابی طالبؑ مریض ہونے کی وجہ سے کربلا میں شہید نہیں ہوئے تھے لیکن ایک روایت ہے کہ بنی دارم کے ایک فرد نے آپؑ کو تیر مار کر شہید کیا تھا۔ ②

تاریخ خلیفہ بن خیاط میں ابوعبید اور ابوالحسن سے روایت ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ حضرت عباس اصغرؑ، حضرت محمد بن علی اصغرؑ، جو دونوں حضرت علی علیہ السلام کے فرزند ہیں شہید ہوئے تھے۔ اِن دونوں کی والدہ کا اسمِ گرامی لبابہؓ ہے جو حضرت عبید ابنِ عباسؓ کی دختر ہیں۔ ابوالحسن کے بقول حضرت محمد بن علیؑ کی والدہ اُمِ ولد تھیں۔ ③

تنبیہ: قابلِ توجہ امر یہ ہے کہ مورخ ابنِ اعثم کوفی نے اپنی تاریخ الفتوح میں لکھا ہے اور اس کی اِتباع چند دوسرے مصادر نے بھی کی ہے کہ حضرت عمر بن علیؑ کربلا میں شہید ہوئے تھے اُن کا رجز بھی مذکور ہے۔ ④ لیکن بعض مصادر نے انھیں کربلا کا شہید نقل نہیں کیا ہے۔ انھوں نے نقل کیا ہے کہ حضرت عمر بن علیؑ مدینہ میں رہ گئے تھے اور کربلا نہیں گئے تھے۔

---

① تاریخ طبری: ج ۵، ص ۱۵۳؛ الکامل فی التاریخ: ج ۲، ص ۴۴۰؛ المناقب ابن شہر آشوب: ج ۳، ص ۳۰۴

② مناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۱۱۳؛ بحار الانوار: ج ۴۵، ص ۶۳

③ تاریخ خلیفہ بن خیاط: ص ۱۷۹؛ التنبیہ والاشراف: ص ۲۶۳

④ الفتوح: ج ۵، ص ۱۱۲؛ مقتل الحسین خوارزمی: ج ۲، ص ۲۸؛ مناقب ابن شہر آشوب: ص ۱۰۷

آپ ۷۵ یا ۷۷ ہجری میں فوت ہوئے تھے۔ ① ایک آدھی روایت یہ بھی ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے کوفہ کی طرف جانے کا عزم کیا تھا تو انھوں نے آپؑ کو کوفہ جانے سے روکا تھا۔ علاوہ ازیں حضرت عمر بن علیؑ سے عبدالملک بن مروان کے زمانے کے حالات کی روایات نقل کی گئی ہیں۔ یہ امر اس بات کی دلیل ہے کہ آپؑ معرکۂ کربلا کے بعد زندہ تھے۔ ② ان تمام اُمور سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؑ کربلا نہیں گئے تھے بلکہ مدینہ میں رہ گئے تھے۔

---

① عمدۃ الطالب: ص ۳۶۲

② ارشاد: ج ۲، ص ۱۵۰؛ کشف الغمہ: ج ۲، ص ۳۰۰؛ الاصیلی: ص ۳۱۹؛ العقد الفرید: ج ۳، ص ۳۸۲؛ سیر اعلام النبلاء: ج ۴، ص ۳۸۵؛ تاریخ اسلام: ج ۶، ص ۳۲۹

چھٹی فصل

حضرت امام حسن علیہ السلام کی اولاد کی قربانیاں

حضرت قاسم بن حسن علیہ السلام

حضرت قاسم علیہ السلام ① حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے فرزند تھے۔ آپؑ کی والدہ اُم ولد تھیں ② جن کا نام نرجسؑ تھا۔ ③ حسن و جمال میں حضرت قاسمؑ چودھویں کا چاند تھے۔ ④ علامہ خوارزمی نے اپنے مقتل میں ان کے بارے میں نقل کیا ہے کہ حضرت قاسمؑ وقتِ شہادت سنِ بلوغ تک نہیں پہنچے تھے۔ ⑤ لیکن لباب الانساب کے مؤلف کی رائے اُن سے جدا ہے۔ اس نے لکھا ہے کہ جب حضرت قاسمؑ کی شہادت ہوئی تو اس وقت آپؑ کی عمر شریف ۱۶ سال تھی۔ ⑥

شہزادہ حضرت قاسمؑ کے کیفیتِ اذن جہاد سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ عرفان و معرفت میں حدِ کمال تک رسائی رکھتے تھے۔ درایت، شہامت اور ایمان و ایقان میں اپنی مثال آپ تھے۔ جب یہ شہزادہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے پاس آیا اور جنگ کی اجازت لی تو امامؑ نے آپؑ کی صغیر سنی کو دیکھ کر آپؑ کو جنگ کرنے کی اجازت نہ دی۔ حضرت قاسمؑ نے دیکھا کہ اُنھیں اجازت نہیں مل رہی تو آپؑ نے اپنے چچا بزرگوار کے پاؤں اور ہاتھوں کو بوسے دینے شروع کر دیئے۔ اس وقت شہزادے کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ آپ کبھی امامؑ کے ہاتھوں کو چومتے اور کہتے: چچا جان! مجھے میدانِ جنگ کی طرف جانے دیجیے۔

---

① المعجم الکبیر: ج ۳، ص ۱۰۳؛ مروج الذہب: ج ۳، ص ۷۱

② راجع: ص ۳۵۲

③ لباب الانساب: ج ۱، ص ۳۴۲

④ راجع: ص ۳۵

⑤ راجع: ص ۳۵؛ اکمال للسمائی: ج ۳، ص ۳۰۳

⑥ لباب الانساب: ج ۵، ص ۴۰۱

امام علیہ السلام رو کر فرماتے ہیں: نہیں، ابھی تمھاری جنگ کرنے کی عمر نہیں ہے۔

پھر شہزادہ اپنے چچا کے پاؤں کو چومنے لگتا اور عرض گزار ہوتا: چچا! مجھے نہ روکیے مجھے میدانِ جنگ کی طرف جانے دیجیے۔

جب شہزادے کا اصرار بڑھا تو امامؑ نے اجازت دی۔ جونہی اجازت ملی تو آپؑ اتنے خوش ہوئے کہ آپؑ کے رخساروں پر خوشی کے آنسو جاری ہو گئے۔ حضرت قاسمؑ جب میدانِ جنگ کی طرف بڑھے تو اُس وقت رجز آپؑ کی زبان پر جاری تھا جس کا مضمون یہ ہے: اگر تم مجھے نہیں جانتے تو جان لو میں حضرت نبی مصطفیٰ احمد مرسلؐ کے نواسے حضرت حسن مجتبیٰؑ کا فرزند ہوں۔ تمھارے سامنے یہ حضرت امام حسین علیہ السلام ہیں جو آج تمھارے درمیان ایک اسیر و قیدی کی طرح محصور ہیں۔ خدا تم لوگوں پر بارانِ رحمت نازل نہ کرے۔

شہزادۂ قاسمؑ نے صغیر سنی کے باوجود بڑے بڑے بہادروں کو خاک و خون میں غلطاں کیا۔ آخر کار شہداء کے کاروانِ نور میں شامل ہوئے۔ آپؑ کو زیارتِ رجبیہ اور زیارتِ ناحیہ میں درج ذیل الفاظ کے ساتھ یاد کیا گیا ہے:

السَّلَامُ عَلَى القَاسِمِ بنِ الحَسَنِ بنِ عَلِيٍّ المَضرُوبِ عَلَى هَامَتِهِ، المَسلُوبِ لَامَتُهُ حِينَ نَادَى الحُسَينَ عَمَّهُ، فَجَلَا عَلَيهِ عَمُّهُ كَالصَّقرِ، وَهُوَ يَفحَصُ بِرِجلَيهِ التُّرَابَ، وَالحُسَينُ يَقُولُ: بُعداً لِقَومٍ قَتَلُوكَ! وَمَن خَصمُهُم يَومَ القِيَامَةِ جَدُّكَ وَأَبُوكَ ثُمَّ قَالَ: عَزَّ وَاللهِ عَلَى عَمِّكَ أَن تَدعُوَهُ فَلَا يُجِيبَكَ، أَو أَن يُجِيبَكَ وَأَنتَ قَتِيلٌ جَدِيلٌ، فَلَا يَنفَعُكَ، هٰذَا وَاللهِ يَومٌ كَثُرَ وَاتِرُهُ وَقَلَّ نَاصِرُهُ جَعَلَنِيَ اللهُ مَعَكُمَا يَومَ جَمعِكُمَا وَبَوَّأَنِي مُبَوَّأَكُمَا، وَلَعَنَ اللهُ قَاتِلَكَ عُمَرَ بنَ سَعدِ بنِ عُروَةَ بنِ نُفَيلٍ الأَزدِيَّ، وَأَصلَاهُ جَحِيماً وَأَعَدَّ لَهُ عَذَاباً أَلِيماً

"حضرت قاسم بن حسن بن علی علیہما السلام پر سلام ہو جن کے مقدس سر پر ضرب لگائی گئی، جن کی زرہ اُتار لی گئی۔ جب اُنھوں نے اپنے چچا حضرت امام

حسین علیہ السلام کو آواز دی تو آپؑ شہباز کی طرح اُن پر جھپٹے، اُس وقت آپؑ زمین پر ایڑیاں رگڑ رہے تھے اور فرزند رسولؐ یہ کہہ رہے تھے: ''خدا اِن لوگوں کو اپنی رحمت سے دُور رکھے جنھوں نے آپؑ کو قتل کیا۔ ان لوگوں کے لیے کس قدر ہلاکت و بربادی ہے کہ قیامت کے دن آپؑ کے نانا اور بابا اِن کے خلاف مدعی ہوں گے''۔

پھر امام علیہ السلام نے فرمایا: خدا کی قسم! تمھارے چچا پر یہ بات کتنی گراں ہے کہ تم مدد کے لیے بلاؤ اور وہ مدد نہ کرسکیں اور اُس وقت تمھارے پاس پہنچیں جب تم خاک وخون میں مل چکے ہو اور اُن کا تمھارے پاس آنا فائدہ نہ دے سکے۔ خدا کی قسم! یہ وہ دن ہے کہ جب تمھارے چچا کے دشمن زیادہ ہیں اور اُن کے معاون و ناصر بہت کم ہیں۔ خدا جس دن تم دونوں کو جمع کرے تو مجھے بھی تمھارے ساتھ محشور کرے اور مجھے وہی ٹھکانہ عطا کرے جو تم دونوں کو عطا کرے۔ تمھارے قاتل عمر بن سعد بن عروہ بن نُفیل ازدی پر خدا کی لعنت ہو اور خدا اُسے دوزخ نصیب کرے اور اُس کے لیے دردناک عذاب مہیا کرے''۔ (راجع: ج۸، ص ۲۳۰)

دو قابلِ غور باتیں

حسین بن حمدان خصیبی ① نے اپنی کتاب ''ہدایت الکبریٰ'' میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے حوالے سے روایت نقل کی ہے کہ جس میں شب عاشوراء کے حالات ہیں۔ اس روایت کا ایک حصہ یہ ہے:

عاشورا کی رات تھی کہ حضرت قاسمؑ نے عرض کیا: چچا جان! کیا میں نے بھی شہید ہونا ہے؟

---

① حسین بن حمدان خصیبی اپنے غالی ہونے میں محتاج تعارف نہیں ہے۔ حضرت نجاشی نے اس کے بارے میں لکھا ہے: حسین خصیبی فاسد المذہب آدمی ہے۔ (رجال نجاشی: ج۱، ص ۱۸۷۔ ابن غضائری نے کہا ہے: خصیبی فاسد المذہب اور کذاب ہے۔ اس کی اکثر باتیں جھوٹی ہیں۔ اس کی طرف رجوع نہ کیا جائے۔ رجال ابن غضائری، ص ۱۵۴)

جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے یتیم بھتیجے کی یہ بات سنی تو آپ مغموم ومحزون ہوکر رہ گئے اور فرمایا: اے پیارے بھتیجے! یہ تو بتاؤ موت ہوتی کیا ہے؟

حضرت قاسمؑ نے عرض کیا: چچا جان! اس دنیا کی شیریں چیز شہد ہے لیکن میرے نزدیک موت شہد سے بھی زیادہ شیریں ہے۔

فرزند رسولؐ نے فرمایا: واقعی! موت شہد سے زیادہ شیریں ہے۔

قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ اس روایت جیسی روایت "مدینۃ المعاجز" میں موجود ہے۔ لیکن ہم نے اس روایت کا ذکر نہیں کیا ہے کیونکہ روایت کا مصدر معتبر نہیں ہے۔ اس طرح کی روایات کتاب روضۃ الشہداء، منتخب طریحی وغیرہ میں موجود ہیں جن میں حضرت قاسمؑ کے مصائب اور شادی کا ذکر ہے۔ کیونکہ یہ مذکورہ کتابیں صحیح اور معتبر روایات پر مشتمل نہیں ہیں اس لیے قابلِ اعتماد نہیں ہیں۔

کیا حضرت قاسم علیہ السلام کا مقدس جسم گھوڑوں کے سموں سے روند دیا گیا تھا؟

جب ہم حضرت قاسم علیہ السلام کے مقتل کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ سامنے آتا ہے کہ شہزادہ زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے زین سے زمین کی طرف آئے تو آپؑ نے اپنے چچا کو آواز دی۔ امام علیہ السلام فوراً اور بڑی تیزی کے ساتھ اُن کے پاس پہنچے۔ اُس وقت حضرت قاسم کا قاتل وہیں کھڑا تھا۔ آپؑ نے اُس پر تلوار کا وار کیا جس سے اُس کا ایک ہاتھ قطع ہوگیا۔ اُس کے ساتھی بھاگ کر آئے اور اُسے بچا کر لے گئے۔

مقاتل قدیمہ اور مشہورہ میں منقول ہے کہ حضرت قاسمؑ کا قاتل اپنی فوج کے ہجوم میں کچھ اس طرح سے پھنس گیا تھا کہ وہ اپنے گھوڑے سے گرا اور گھوڑوں نے اُسے اپنے سموں تلے روند دیا۔ لیکن بعض مصادر متاخرہ میں مذکور ہے اور ان کی اتباع میں زبانوں پر بھی یہ بات جاری ہے کہ حضرت قاسمؑ جب گھوڑے سے زمین کی طرف آئے تھے تو دشمن کی فوج کے گھوڑوں کے سموں کے نیچے آگئے تھے جس کی وجہ سے آپؑ کا جسم بہت زیادہ متاثر ہوگیا تھا۔

جی ہاں! اس غلطی اور خطا کا مصدر کتاب بحارالانوار ہے۔ وہاں سے یہ روایت آگے

دوسرے لوگوں نے نقل کی ہے۔ جیسے ناسخ التواریخ، مخزن البکا، مہیج الاحزان اور اسرار الشہادت، بحار الانوار کی نص کے الفاظ یہ ہیں:

وحملت خیلُ أهل الکوفة لیستنقذوا عمراً من الحسین، فاستقبلته بصدورها وجرحته بحوافرها ووطئته حتّى مات الغلام. فانجلت الغبرة، فاذا بالحسین قائم على رأس الغُلام وَهو یفحص برجله......

"اہلِ کوفہ کے شہسواروں نے حضرت امام حسین علیہ السلام پر حملہ کیا کہ وہ حضرت قاسمؑ کے قاتل عمرو کو اُن کی گرفت سے نجات دلائیں تو اس دوران شہزادہ قاسمؑ کا جسم گھوڑوں کے سُموں سے پامال ہوگیا اور آپؑ کی روح پرواز کر گئی۔ جب جنگ کا غبار چھٹا تو حضرت امام حسین علیہ السلام حضرت قاسمؑ کے بالین سر کھڑے تھے اور وہ اپنی ایڑیاں رگڑ رہے تھے"۔ [1]

اب ہم قارئین کی توجہ محترم محقق بحار الانوار کی اِس تعلیق کی طرف مبذول کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ آپؒ نے اپنی کتاب میں حَتّٰی مَاتَ الْغُلَامُ کے الفاظ درج کیے ہیں۔ اُنھوں نے بغیر سوچے سمجھے لفظ اَلْغُلَامُ درج کیا ہے جو کہ واضح اور ظاہر ہے کہ یہ اُن سے سہو ہوا ہے کیونکہ یہ لفظ نسخہ مقاتل، ارشاد اور مناقب ابنِ شہرآشوب میں موجود نہیں ہے۔ یہی لفظ خود اُن کی اپنی کتاب کی بھی مخالفت میں جاتا ہے۔

حَتّٰی مَاتَ الْغُلَامُ کے بعد لکھتے ہیں: وَھُوَ یَفْحَصُ بِرِجْلِہٖ یعنی حضرت قاسمؑ زمین پر پاؤں رگڑ رہے تھے اور اُن کی روح پرواز کرنے کے قریب تھی۔ ابھی اُن کے جسم میں رمق جاں موجود تھی۔ جب یہ لکھ دیا کہ مَاتَ الْغُلَامُ یعنی حضرت قاسمؑ شہید ہوگئے تو پھر اُس کے بعد پاؤں رگڑنا چہ معنی دارد؟

جب انسان کی روح اُس کے بدن سے نکل جاتی ہے تو اُس کا بدن بے حس و حرکت ہوجاتا ہے۔ اُدھر حضرت قاسمؑ کی رحلت بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام

---

[1] بحار الانوار: ج ۴۵، ص ۳۵؛ تسلیۃ المجالس: ج ۲، ص ۳۰۵

نے اپنے بھتیجے سے اِن الفاظ کے ساتھ خطاب کیا: "واللہ! تمھارے چچا پر یہ بات کس قدر گراں و سنگین ہے......الخ۔ جب جنابِ قاسمؑ کی روح آپؑ کے بدن سے پرواز کر گئی تھی تو پھر امامؑ نے اُن سے اِن الفاظ کے ساتھ کیوں خطاب کیا۔

جی ہاں حقیقت یہ ہے کہ حضرت قاسمؑ کا قاتل عمرو بن سعد بن نفیل اَزدی ہی گھوڑوں کے سُموں کے نیچے پامال ہوا تھا۔ اللہ کا یہ دشمن اس طریقے سے فی النار ہوا تھا۔ لیکن علامہ مجلسیؒ کی کتاب کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ پامال ہونے والے حضرت قاسم بن حسن علیہما السلام تھے لیکن نسخہ القاتل میں ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے عمرو بن اَزدی پر تلوار کا وار کیا۔ اُس نے آپؑ کے وار کو روکنے کے لیے اپنا بازو بلند کیا تو اُس کا بازو کہنی سے کٹ گیا تو وہ چلّایا اور ایک طرف ہٹ گیا۔ اُس کے ساتھی اُسے امام حسین علیہ السلام سے بچانے کے لیے اپنے گھوڑوں کو دوڑا کر وہاں آئے، گھوڑوں کا رُخ اُس کی طرف ہو گیا۔ اُن کے قدم اُٹھ گئے وہ اپنے سواروں کو لیے ہوئے اُسے پامال کرتے ہوئے گزر گئے تو وہ موت سے دوچار ہو گیا اور ذلیل و رُسوا ہو گیا۔ جب جنگ کا غبار چھٹا تو حضرت امام حسین علیہ السلام حضرت قاسمؑ کے بالین سر کھڑے تھے اور وہ اپنے پاؤں زمین پر رگڑ رہے تھے اور امام کہہ رہے تھے......

اصل بات یہ ہے کہ مصنف کے نسخہ میں تصحیف ہوئی ہے۔ عبارت کچھ اس طرح تھی:

وَطِئَتہُ حَتّٰی مَاتَ لَعَ ۔ یہ لَعَ لعنت اللہ کا مخفف ہے کہ حضرت قاسمؑ کے قاتل کو گھوڑوں نے روندا اور وہ ملعون مر گیا۔ اَلْغُلَامُ تصحیف ہے، یعنی گھوڑوں نے حضرت قاسمؑ کے قاتل ملعون کو روند دیا تھا جس سے اُس کی موت واقع ہو گئی۔ (1)

معتبر مصادر کی روایات

تاریخ طبری میں حمید بن مسلم سے روایت ہے، ہماری طرف ایک نوخیز نوجوان بڑھا جن کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح ضوفشاں تھا۔ اُن کے ہاتھ میں تلوار تھی۔ اُنھوں نے کُرتہ اور پاجامہ پہن رکھا تھا۔ مجھے خوب یاد ہے کہ اُن کی نعلین میں سے بائیں پاؤں کے جوتے کا

---

(1) بحارالانوار: ج ۴۵، ص ۳۵

تسمہ ٹوٹا ہوا تھا۔ اُنھیں دیکھ کر عمرو بن سعید بن نُفیل اَزدی مجھ سے کہنے لگا: واللہ! اسے تو میں ہی قتل کروں گا۔ میں نے کہا: سبحان اللہ! اِن کے قتل کرنے سے تجھے کیا ملے گا؟ انصارِ حسینؑ میں سے یہ لوگ جنھیں تم نے گھیر رکھا ہے بس اُن کا قتل ہوجانا تجھے کافی ہے؟ اس نے کہا: واللہ! میں اسے ہر صورت قتل کروں گا۔ یہ کہہ کر اُس نے اِس نوجوان پر تلوار سے حملہ کر دیا۔ جب تلوار طفل کے سر پر پڑی تو وہ منہ کے بل گر پڑا اور چچا چچا کہہ کر پکارا۔

یہ سن کر حسینؑ بن علیؑ اس طرح جھپٹ کر آئے جیسے شاہین آتا ہے اور امامؑ نے غضب ناک شیر کی طرح عمرو پر حملہ کیا۔ جب اُسے تلوار ماری تو اُس نے تلوار کو ہاتھ پر روکا۔ اُس کا بازو کہنی سے جدا ہوگیا وہ چلایا اور وہاں سے ہٹ گیا۔ یزیدی لشکر کے لوگ دوڑے کہ اُسے امام حسین علیہ السلام سے بچا کر لے جائیں۔ گھوڑوں کا رُخ اُس کی طرف ہوگیا۔ اُن کے قدم اُٹھ گئے۔ گھوڑے سواروں کو لیے ہوئے اُسے روندتے ہوئے گزر گئے۔ آخرکار وہ مر گیا۔

غبار چھٹا تو دیکھا کہ امام حسین علیہ السلام اُس طفل کے سرہانے کھڑے ہوئے ہیں اور وہ ایڑیاں رگڑ رہا ہے اور آپؑ یہ کہہ رہے ہیں: ''خدا ہی ان لوگوں سے انتقام لے کہ جنھوں نے تمھیں قتل کیا۔ اِن لوگوں کے مقدر میں ابدی ہلاکت ہے کہ قیامت کے دن تمھارے نانا اِن کے خلاف اس ظلم و ستم کا دعویٰ دائر کرنے والے ہوں گے۔

اِس کے بعد فرمایا: اے میرے لختِ جگر! تمھارے چچا پر یہ امر کس قدر سنگین ہے کہ تم مدد کے لیے پکارو اور میں وقت پر نہ پہنچ سکوں یا جب پہنچوں تو مدد نہ کرسکوں۔ واللہ! تمھارے چچا کے دشمن بہت زیادہ ہیں اور دوست بہت کم ہیں۔

پھر آپؑ نے اُنھیں اُٹھایا۔ میں نے دیکھا کہ حسینؑ اُنھیں سینہ سے لگائے ہوئے تھے۔ اُن کے دونوں پاؤں زمین پر خط دے رہے تھے۔ میں اپنے دل میں سوچ رہا تھا کہ آپؑ نے اس طفل کو یہاں سے کیوں اُٹھایا ہے؟ آخر وہ اُنھیں اُٹھا کر اُس جگہ آئے جہاں آپؑ کے فرزند علی اکبرؑ کا لاشہ پڑا ہوا تھا۔ وہیں اُن کے پہلو میں لٹا دیا۔ آپؑ کے خاندان کے شہداء کے لاشے بھی وہیں پر رکھے ہوئے تھے۔ میں نے لوگوں سے اِس طفل کے بارے میں پوچھا تو

لوگوں نے کہا: یہ قاسمؑ بن حسن بن علیؑ ہیں۔ ①

مقتل الحسینؑ خوارزمی میں روایت ہے کہ حضرت عون بن عبداللہ بن جعفرؓ کے بعد عبداللہ بن حسن بن علی بن ابی طالبؑ میدانِ جنگ کی طرف بڑھے لیکن بعض روایات میں ہے کہ حضرت قاسمؑ بن حسنؑ بڑھے تھے۔ وہ اس وقت نوخیز نوجوان تھے۔ ابھی اُنھوں نے بلوغت کی دہلیز پر قدم نہیں رکھے تھے۔ وہ اپنے چچا کے پاس جنگ کی اجازت لینے کے لیے آئے۔ امام حسین بن علی علیہما السلام نے اُن کی طرف دیکھا اور اپنے گلے سے لگا لیا۔ چچا بھتیجا دونوں رونے لگے اور اتنا روئے کہ دونوں غش کھا گئے۔ جب افاقہ ہوا تو شہزادۂ قاسمؑ نے جنگ کرنے کی اجازت مانگی۔ امام علیہ السلام نے انکار کر دیا۔ اُنھوں نے دوبارہ اجازت مانگی لیکن اجازت نہ ملی۔ شہزادۂ قاسمؑ نے اپنے چچا کے ہاتھوں اور پاؤں کو چومنا شروع کر دیا اور اصرار بھی کیا۔ جب بار بار شہزادے نے اپنا مطالبہ پیش کیا تو امامؑ نے اُنھیں اجازت دے دی۔ جب شہزادہ میدانِ جنگ کی طرف بڑھا تو اس وقت اُن کے آنسو اُن کے رخساروں پر بہہ رہے تھے اور یہ رجز پڑھ رہے تھے:

إِنْ تُنْكِرُوْنِي فَأَنَا فَرْعُ الْحَسَنِ سِبْطُ النَّبِيِّ الْمُصْطَفٰى وَالْمُؤْتَمَنْ
هٰذَا حُسَيْنٌ كَالْأَسِيْرِ الْمُرْتَهَنْ بَيْنَ أُنَاسٍ لَا سُقُوْا صَوْبَ الْمُزَنْ

"اگر تم مجھے نہیں جانتے تو جان لو میں حضرت احمد مرسلؐ کے نواسے حضرت امام حسن علیہ السلام کا فرزند ہوں۔ تمھارے سامنے یہ امام حسین علیہ السلام ہیں جو آج تمھارے درمیان ایک اسیر وقیدی کی طرح محصور ہیں۔ خداوند تعالیٰ تمھیں بارانِ رحمت سے محفوظ رکھے"۔

حضرت قاسم بن حسنؑ دشمن کی فوج پر حملہ آور ہوئے۔ راوی کہتا ہے کہ یہ شہزادہ اس

① تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۴۷؛ الکامل فی التاریخ: ج ۲، ص ۵۷۰؛ طبقات الکبریٰ: ج ۱، ص ۴۷۱؛ مقاتل الطالبین: ص ۹۳؛ مثیر الاحزان: ص ۶۹؛ آخری تین کتابوں میں عمرو بن سعید بن نفیل اُزدی کا ذکر ہے۔ ارشاد: ج ۲، ص ۱۵۷؛ اس کتاب میں عمر بن سعید بن نفیل اُزدی لکھا ہوا ہے۔ الملہوف: ص ۱۶۷۔ یہاں ابن نفیل اُزدی منقول ہے: انساب الاشراف: ج ۳، ص ۴۵۶

قدر حسین وجمیل تھا ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے بدرِ کامل آسمان چھوڑ کر زمین پر اُتر آیا ہے۔ اپنی صغیر سنی کے باوجود اِس طرح حملہ آور ہوئے کہ آناً فاناً ۳۵ یزیدیوں کو فی النار کیا۔

حمید بن مسلم کی روایت ہے کہ میں ابنِ سعد کے لشکر میں تھا۔ میری نگاہیں اس طفل پر تھیں جس نے قمیص اور پاجامہ زیب تن کر رکھا تھا۔ اُس کی نعلین کے بائیں پاؤں کا تسمہ ٹوٹا ہوا تھا۔ عمرو بن سعد ازدی میرے قریب کھڑا تھا، اُس نے کہا کہ واللہ میں اس طفل کو قتل کروں گا۔

میں نے اُس سے کہا: سبحان اللہ! اِس سے تجھے کیا حاصل ہوگا؟

واللہ! اگر یہ طفل مجھ پر تلوار کا وار کرے تو میں اُس کی تلوار کے سامنے اپنے ہاتھ بچھا دوں گا۔ انصارِ حسینؑ میں سے جنھیں تم نے گھیر رکھا ہے بس اُن کا قتل ہو جانا تجھے کافی ہے۔

اس ازدی نے کہا: میں ضرور بالضرور اِس نوجوان کو قتل کروں گا۔

جونہی اسے موقع ملا تو اُس نے جنابِ قاسمؑ کے سر پر تلوار کا وار کیا تو وہ زین سے زمین کی طرف آئے اور بلند آواز کے ساتھ اپنے چچا کو آواز دی: اے چچا!

امام علیہ السلام اُن کے پاس اس طرح آئے جس طرح شاہین آتا ہے۔ یزیدی فوج اِدھر اُدھر ہوگئی۔ آپؑ بپھرے ہوئے شیر کی طرح حملہ آور ہوئے۔ عمرو ازدی کو تلوار ماری اُس نے اپنے آپ کو بچانے کے لیے ہاتھ سامنے کیا۔ تلوار کی ضرب سے اُس کا بازو کہنی سے کٹ گیا۔ وہ چیخا چلایا اور دُور ہٹ گیا۔ اُس کے ساتھی گھوڑے دوڑا کر آئے کہ اُسے بچائیں۔ جونہی گھوڑوں کا رُخ اُس کی طرف ہوا تو گھوڑے اُس پر چڑھ دوڑے اور اُسے اپنے سُموں کے نیچے روند دیا اور وہ مر گیا۔ جب غبار چھٹا تو میں نے دیکھا امام حسینؑ طفل کے بالیں سر کھڑے ہیں اور وہ اُس وقت ایڑیاں رگڑ رہا تھا اور امامؑ اُس سے کہہ رہے تھے: واللہ! تمھارے چچا پر یہ امر کتنا بھاری ہے کہ تم اُسے بلاؤ اور وہ تمھیں جواب نہ دے سکے یا جواب تو دے اور مدد نہ کرسکے یا مدد کرسکے لیکن بہت دیر ہوجانے کی وجہ سے اُس کی مدد تمھیں فائدہ نہ دے سکے۔ ہلاک ہوجائے یہ قوم جس نے تمھیں قتل کیا، تمھارے قاتل کے لیے واہی وتباہی ہے۔

امام علیہ السلام نے اِس نوجوان کو اُٹھایا تو میں نے دیکھا کہ نوجوان کے پاؤں زمین پر خط دے رہے تھے۔ اُس وقت اُنھوں نے نوجوان کے سینے کو اپنے سینے سے لگا رکھا تھا۔ میں نے

دل میں کہا: انھوں نے ایسا کیوں کیا ہے؟ آخر وہ وہاں آئے جہاں اُن کے اہلِ بیتؑ کے جوانوں کے جنازے رکھے تھے۔ وہاں اس طفل کے جنازے کو رکھ دیا۔ اُس وقت امامؑ نے اپنا چہرہ آسمان کی طرف کر کے بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا:

"خدایا! ہمارے قاتلوں کو قتل کر اور ان کی جماعت کو پراگندہ کر اور اِن میں سے کسی کو بھی مت چھوڑ۔ اور کبھی اُن کی مغفرت نہ کر۔ اے میرے خاندان کے جوانو! اے میرے اہلِ بیتؑ! ان مصائب پر صبر کرو۔ آج کے بعد تم کبھی اہانت و مغلوبیت نہ دیکھو گے اور ابدی عزت و سعادت حاصل کرو گے"۔ ①

الحن میں ابومعشر سے روایت ہے، اُس نے اپنے مشائخ سے سنا، اُنھوں نے کہا: کوفی فوج کے ایک فرد نے عبداللہ بن حسن بن علی بن ابی طالبؑ کو دیکھا۔ وہ اُس وقت گھوڑے پر سوار تھا۔ عبداللہ، اللہ کی مخلوق میں ایک حسین ترین جوان تھا۔ اُس کوفی نے کہا: میں اِس نوجوان کو ضرور قتل کروں گا۔ اُس کے قریب جو آدمی کھڑا تھا اُس نے کہا: تجھ پر افسوس اِس نوجوان کو قتل کر کے تجھے کیا حاصل ہوگا؟ تو اس کے قتل سے باز آ، لیکن اُس نے انکار کیا۔ اُس نے بڑھ کر نوجوان کو تلوار ماری۔ نوجوان گھوڑے کی زین سے زمین کی طرف آیا تو اُس نے "چچا، چچا" کے آوازے بلند کیے۔ امام علیہ السلام فوراً اُس کے پاس پہنچے اور کہا: میں حاضر ہوں۔ آہ! ناصر تھوڑے ہیں اور دشمن زیادہ ہیں۔ امامؑ نے اُس کے قاتل پر حملہ کیا۔ آپؑ کی تلوار کی ضرب سے اُس کا بازو قلم ہو گیا۔ پھر اور ضرب لگائی جس سے وہ اپنے خون میں لوٹنے لگا اور مر گیا۔ ②

امالی صدوق میں عبداللہ بن منصور سے اُس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپؑ نے اپنے آباء کے سلسلے سے فرمایا کہ حضرت علی اکبرؑ کے بعد حضرت قاسم بن حسن بن علیؑ بن ابی طالبؑ میدانِ جنگ کی طرف بڑھے اور رجز پڑھا:

---

① مقتل الحسینؑ خوارزمی: ج ۲، ص ۲۷؛ بحارالانوار: ج ۴۵، ص ۳۴؛ الفتوح: ج ۵، ص ۱۱۲؛ المناقب ابن شہرآشوب: ج ۳، ص ۱۰۶-۱۰۷

② الحن: ص ۱۳۷؛ جواہر المطالب: ج ۲، ص ۲۶۹؛ امامت والسیاست: ج ۲، ص ۱۲

لَا تَجْزَعِیْ نَفْسِیْ فَکُلٌّ فَانٍ
اَلْیَوْمَ تَلْقَیْنَ ذُرَی الْجِنَانِ

"اے میری جان! موت سے نہ گھبرا، اس دنیا کی ہر چیز فانی ہے۔ آج وہ دن ہے کہ اللہ کے دشمنوں سے جنگ کر کے تُو نے نشینانِ جنت کا ہم نشین ہونا ہے"۔

حضرت قاسمؑ نے شدید قتال کیا اور دشمن کے تین سپاہیوں کو واصلِ جہنم کیا اور آخر میں آپؑ نے جامِ شہادت نوش کیا۔ ①

اخبار الطوال میں روایت ہے کہ جنگِ کربلا میں حضرت امام حسن علیہ السلام کے فرزند حضرت قاسمؑ شہید ہوئے تھے اُن کے قاتل کا نام عمرو بن سعد بن مُقبل اسدی ہے۔ ②

تاریخ طبری میں ہشام سے روایت ہے کہ قاسم بن حسن بن علی بن ابی طالبؑ نے کربلا میں شہادت پائی تھی۔ سعد بن عمرو بن نفیل ازدی نے اُنھیں شہید کیا تھا۔ ③

حضرت ابوبکر بن حسن علیہ السلام

حضرت امام حسن علیہ السلام کے فرزندوں میں سے ایک فرزند کا اسم حضرت ابوبکرؑ ہے، جو میدانِ کربلا کے شہید ہیں۔ ایک قول کے مطابق وقتِ شہادت ان کی عمر شریف ۳۵ سال تھی۔ ④

اکثر مصادر میں یہ نام عبداللہ اور قاسم ⑤ کے ساتھ آیا ہے۔ اگر یہ امر صحیح ہے تو پھر کربلا

---

① امالی صدوق: ص ۲۲۶؛ روضۃ الواعظین: ص ۲۵۸؛ بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۳۲۱

② اخبار الطوال: ص ۲۵۷؛ بغیۃ الطلب فی تاریخ حلب: ج ۶، ص ۲۶۲۸؛ جمہرۃ الانساب العرب: ص ۳۹

③ تاریخ طبری: ج ۵، ص ۳۶۸؛ المعجم الکبیر: ج ۳، ص ۱۵۳؛ الثقات ابن حبان: ج ۲، ص ۳۱۱؛ الکامل فی التاریخ: ج ۲، ص ۵۸۱؛ الطبقات الکبریٰ: ج ۱، ص ۴۷۶؛ امالی شجری: ج ۱، ص ۱۷۱؛ شرح الاخبار: ج ۳، ص ۱۷۹

④ مروج الذہب: ج ۳، ص ۷۱؛ نسب قریش: ص ۵۰؛ اخبار الطوال: ص ۲۵۷؛ ارشاد: ج ۲، ص ۱۲۵؛ مولف نے اپنی کتاب کے ص ۲۰، ۲۶ پر ابوبکر کی کنیت عمرو کا ذکر کیا ہے۔ احتمال ہے کہ ابوبکر کنیت ہو اور عمرو اسم ہو۔ مثیر الاحزان: ص ۶۸؛ المناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۱۱۲؛ اعلام الوریٰ: ج ۱، ص ۳۱۶؛ امالی شجری: ج ۱، ص ۱۷۱؛ حدائق الوردیہ: ج ۱، ص ۱۲۰

⑤ لباب الانساب: ج ۱، ص ۴۰۰

کی جنگ میں حضرت امام حسن علیہ السلام کے تین فرزندوں کی شہادت ثابت ہوتی ہے۔ بعض مصادر نے عبداللہ کی کنیت ابوبکر نقل کی ہے۔ (۱) اگر بات یہ ہے تو پھر سامنے آتا ہے کہ امام حسن علیہ السلام کے دو بیٹوں کے نام عبداللہ تھے۔ ان میں سے ایک حضرت سکینہ بنت الحسینؑ کے شوہر تھے۔ (۲) یہی عبداللہ کربلا میں شہید ہوئے تھے (۳) اور دوسرے عبداللہ الاصغر تھے وہ طفلِ صغیر تھے جو روزِ عاشورا کی آخری ساعات میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی آغوش میں شہید ہوئے تھے۔ (۴)

کچھ ایسے مصادر بھی ہیں کہ جن میں حضرت ابوبکر بن حسنؑ کی جگہ ابوبکر بن الحسینؑ مذکور ہے جو کہ تصحیف ہے۔ کیونکہ کسی مصدر میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے بیٹے کا نام ابوبکر مذکور نہیں ہے۔ ان کا نام زیارتِ رجبیہ (۵) اور ناحیہ مقدسہ (۶) دونوں میں ہے۔ ملاحظہ کریں:

زکی و ولی حضرت ابوبکر بن حسنؑ پر سلام جنھیں تیر مار کر شہید کیا گیا۔ اللہ ربّ العزت اُس کے قاتل عبداللہ بن عقبہ غنوی پر لعنت کرے"۔

تاریخ الطبری عن ھشام: قُتِلَ أَبُوبَكْرِ بنُ الحَسَنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ۔ وَأُمُّهُ أُمُّ وَلَدٍ۔ قَتَلَهُ عَبْدُ اللهِ بنُ عُقْبَةَ الغَنَوِيُّ

---

(۱) نسب قریش: ص۵۰؛ جمہرۃ الانساب العرب: ص ۳۹؛ اعلام الوریٰ: ج۱، ص ۳۱۶؛ المناقب ابن شہرآشوب: ج۴، ص۲۹

(۲) المجدی: ص۱۹؛ عمدۃ المطالب: ص۶۸

(۳) المجدی: ص ۱۹؛ شرح الاخبار: ج ۳، ص ۱۸۱؛ المحبر میں بھی یہی مذکور ہے، ص ۴۳۸؛ حضرت سکینہؑ بنت الحسینؑ کا عقد اَزدواج عبداللہ بن حسن بن علیؑ سے ہوا تھا۔

(۴) المجدی: ص۱۹

(۵) راجع: ص ۳۵۵

(۶) طبقات الکبریٰ: ج ۱، ص ۴۷۶؛ مقاتل الطالبیین: ص ۹۲؛ تذکرۃ الخواص: ص ۲۵۴؛ شرح اخبار: ج ۳، ص ۱۷۸؛ جن لوگوں نے کہا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کا ایک فرزند ابوبکر تھا۔ انھوں نے حضرت امام حسن علیہ السلام کی اولاد میں ابوبکر نام کا بیٹا شمار نہیں کیا ہے۔ دوسرا نکتہ یہ ہے کہ ان لوگوں نے دونوں فرزندوں کا قاتل عبداللہ بن عقبہ غنوی لکھا ہے۔ پورے اعتماد کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ تصحیف ہوئی ہے۔ (طبقات الکبریٰ: ج ۱، ص ۴۷۰، ۴۷۳؛ تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۶۸؛ ابوبکر بن الحسن اور تاریخ طبری: ص ۴۴۸؛ ابوبکر بن الحسین، تاریخ کامل میں بھی اسی طرح ہے۔ ج ۲، ص ۵۷۰، ۵۸۱؛ تذکرۃ الخواص: ص ۲۵۴-۲۵۵

تاریخ طبری میں ہشام سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر بن حسن علیہ السلام کربلا میں شہید ہوئے تھے۔ ① آپؑ کے قاتل کا نام عبداللہ بن عُقبہ غنوی تھا۔ ② حضرت ابوبکر بن حسنؑ کی والدہ اُمِ ولد تھیں۔

ارشاد میں روایت ہے کہ عبداللہ بن عقبہ غنوی نے حضرت ابوبکر بن حسن علیہ السلام کو تیر مارا جس سے آپؑ شہید ہو گئے۔ ③

مقاتل الطالبيين أبو بكر .. بنُ الحَسَنِ بنِ الحَسَنِ بنِ عَلِيِّ بنِ أَبِي طَالِبٍ - وَأُمُّهُ أُمُّ وَلَدٍ - وَلَا تُعرَفُ أُمُّهُ . ذَكَرَ المَدَائِنِيُّ فِي أَسْنَادِنَا عَنهُ عَن أَبِي مِخْنَفٍ . عَن سُلَيْمَانَ بنِ أَبِي رَاشِدٍ : أَنَّ عَبدَاللهِ بنَ عُقبَةَ الغَنَوِيَّ قَتَلَهُ وَفِي حَدِيثِ عَمرِو بنِ شِمرٍ . عَن جَابِرٍ عَن أَبِي جَعفَرٍ علیہ السلام : أَنَّ عُقبَةَ الغَنَوِيَّ قَتَلَهُ

مقاتل الطالبیین میں روایت ہے کہ حضرت ابوبکر بن حسن علیہ السلام کی والدہ اُمِ ولد تھیں۔ آپؑ کی والدہ کا نام معلوم نہیں ہے۔ مدائنی نے ہمارے اسناد میں ذکر کیا ہے کہ سلیمان بن ابی راشد نے کہا کہ اُنھیں عبداللہ بن عقبہ غنوی نے شہید کیا تھا۔ عمرو بن شمر کی حدیث میں ہے کہ اُس نے حضرت جابرؓ سے اور حضرت جابرؓ نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے سنا کہ حضرت ابوبکر

---

① تاریخ طبری: ج۵،ص ۴۴۸؛ المعجم الکبیر: ج۳،ص ۱۰۳؛ طبقات الکبریٰ: ج۱،ص ۴۷۰؛ الکامل فی التاریخ: ج۲،ص ۵۷۰؛ مقاتل الطالبیین: ص ۹۲؛ تذکرۃ الخواص: ص ۲۵۴؛ شرح الاخبار: ج۳،ص ۱۷۸؛ اس کتاب میں مذکور ہے ابوبکر بن الحسینؑ۔

② تاریخ طبری: ج۵،ص ۴۶۸؛ الکامل فی التاریخ: ج۲،ص ۵۸۱۔ اس میں حرملہ بن کاہل کا نام ہے کہ اس نے آپؑ کو تیر مارا تھا۔ یہاں عبداللہ بن عقبہ غنوی کا نام نہیں ہے۔ مقتل الحسین خوارزمی: ج۲،ص ۴۷، ۴۸؛ امالی شجری: ج۱،ص ۱۷۱؛ جمہرۃ الانساب العرب: ص ۳۹

③ ارشاد: ج۲،ص ۱۰۹؛ مثیر الاحزان: ص ۶۸؛ اعلام الوریٰ: ج۱،ص ۴۶۶؛ اخبار الطوال: ص ۲۵۷؛ بغیۃ الطلب فی تاریخ حلب: ج۶،ص ۲۶۲۸؛ انساب الاشراف: ج۳،ص ۴۰۶؛ اس میں ابن ابی عقب کا شعر نقل ہے جس کا ترجمہ یہ ہے: "قبیلہ غنی اور اسد نے ہمارے خون کا حساب دینا ہے اور یہ بات ہمیشہ یاد رکھی جائے گی"۔

کو عقبہ غنوی نے شہید کیا تھا۔ (۱)

تاریخ الطبری عن ابی مخنف: طَلَبَ الْمُخْتَارُ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُقْبَةَ الْغَنَوِيَّ فَوَجَدَهُ قَدْ هَرَبَ وَلَحِقَ بِالْجَزِيرَةِ. فَهَدَمَ دَارَهُ.

وَكَانَ: ذٰلِكَ الْغَنَوِيُّ قَدْ قَتَلَ مِنْهُمْ غُلَامًا. وَقَتَلَ رَجُلٌ آخَرُ مِنْ بَنِي أَسَدٍ يُقَالُ لَهُ حَرْمَلَةُ بْنُ كَاهِلٍ رَجُلًا مِنْ آلِ الْحُسَيْنِ فَفِيهِمَا يَقُولُ ابْنُ أَبِي عَقِبٍ اللَّيْثِيُّ:

وَعِنْدَ غَنِيٍّ قَطْرَةٌ مِنْ دِمَائِنَا ۔۔۔ وَفِي أَسَدٍ أُخْرَىٰ تُعَدُّ وَتُذْكَرُ

تاریخ طبری میں ابومخنف سے روایت ہے کہ حضرت مختار ثقفیؒ نے عبداللہ بن عقبہ غنوی کی گرفتاری کا حکم دیا۔ جب اسے معلوم ہوا کہ اُس کی گرفتاری کا حکم صادر ہو گیا ہے تو وہ بھاگ کر جزیرہ چلا گیا تو مختار ثقفیؒ نے اس کا گھر منہدم کرا دیا۔

غنوی نے آلِ محمد علیہم السلام کے ایک بچے کو قتل کیا تھا۔ حرملہ بن کاہل اسدی نے آلِ حسینؑ کے ایک نوجوان کو شہید کیا تھا۔ اِن دونوں کے بارے میں ابنِ ابی عقب لیثی نے شعر کہا تھا:

(ترجمہ) "قبیلہ غنی اور اسد کے ذمہ ہمارے خون کا ایک ایک قطرہ ہے
اور اس بات کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے یاد رکھا جائے گا"۔ (۲)

حضرت عبداللہ بن حسن علیہ السلام

حضرت عبداللہ حضرت امام حسن علیہ السلام کے تیسرے فرزند تھے جو میدانِ کربلا میں شہید ہوئے تھے۔ یہ ابھی بچے تھے، بالغ نہیں ہوئے تھے۔ آپ حضرت علی اصغرؑ کے بعد شہید ہوئے تھے۔ یہ کربلا کے سب سے چھوٹے شہید تھے۔ (۳) ان کی شہادت اُس وقت ہوئی تھی کہ جس وقت

---

(۱) مقاتل الطالبیین: ص ۹۲؛ بحار الانوار: ج ۴۵، ص ۳۶

(۲) تاریخ طبری: ج ۶، ص ۶۵؛ الکامل فی التاریخ: ج ۲، ص ۳۸۳؛ بحار الانوار: ج ۴۵، ص ۳۵۷؛ انساب الاشراف: ج ۶، ص ۴۱۰؛ امالی شجری: ج ۱، ص ۱۷۱

(۳) ارشاد: ج ۲، ص ۱۲۵؛ المجدی: ص ۱۹؛ امالی شجری: ج ۱، ص ۱۷۱؛ حدائق الوردیہ: ج ۱، ص ۱۲۰؛ ثقات ابن حبان: ج ۲، ص ۳۰۹؛ الفتوح: ج ۵، ص ۱۱۲

یزیدی لشکر نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو گھیر لیا تھا اور یہ امام علیہ السلام کی زندگی کے آخری لمحات تھے۔ یہ بچہ خیام سے نکل کر امامؑ کی طرف دوڑا۔ فرزند رسولؐ نے حضرت زینب عالیہ علیہا السلام سے فرمایا کہ بچے کو اِدھر نہ آنے دیں اور اپنے پاس رکھیں لیکن بچہ ان کے ہاتھوں سے نکل کر امام علیہ السلام کے پاس آگیا تو وہیں فرزند رسولؐ کے پہلو میں انھیں شہید کر دیا گیا۔ (۱)

کچھ مصادر نے حضرت عبداللہ کی شہادت اس طرح بیان کی ہے جس طرح حضرت قاسمؑ کی شہادت ہے جو غیر صحیح ہے۔ اس شہزادے کا اسم زیارتِ رجبیہ اور ناحیہ مقدسہ میں موجود ہے۔ (۲)

"زکی حضرت عبداللہ بن حسنؑ پر سلام۔ اللہ اُس کے قاتل حرملہ بن کاہل اسدی پر لعنت کرے"۔ (۳)

تاریخ طبری میں ابومخنف سے روایت ہے کہ شمر نے اپنی فوج کے ساتھ امام حسین بن علی علیہما السلام پر حملہ کیا۔ امام علیہ السلام نے جوابی حملہ کر کے اُنھیں بھگا دیا۔ چونکہ یہ تعداد میں بہت زیادہ تھے اور امام علیہ السلام اکیلے تھے۔ انھوں نے آپؑ کو ہر طرف سے گھیر لیا۔ اس دوران خیام سے ایک بچہ امام علیہ السلام کی طرف نکلا۔ حضرت زینب عالیہ علیہا السلام نے اُسے پکڑنے کی کوشش کی۔ امام علیہ السلام نے بھی اُنھیں کہا کہ بچے کو پکڑ کر واپس خیمہ میں لے جائیں لیکن بچہ دوڑ کر امام علیہ السلام کے پہلو میں آ کر کھڑا ہو گیا۔

راوی کا بیان ہے کہ بحر بن کعب بن عبید اللہ نے جو بنی تیم بن ثعلبہ بن عکابہ سے تعلق رکھتا تھا تلوار سونت کر امام علیہ السلام کے قریب آیا تو اس بچے نے کہا: اے خبیث عورت کے بیٹے! کیا تو میرے چچا کو قتل کرنے کے لیے آیا ہے؟ اس ظالم نے بچے پر تلوار کا وار کیا۔ بچے نے

---

(۱) راجع: ص ۳۵۶، ۳۵۷؛ الکامل البہائی: ج۱، ص ۳۰۳؛ ان کی عمر شریف کے بارے میں کتب معتبرہ خاموش ہیں۔ بعض متاخرین مولفین نے لکھا ہے کہ ان کی عمر گیارہ سال تھی۔ انصار الحسینؑ: ص ۱۳۲؛ مقتل الحسین مقرم: ص ۲۸۰

(۲) راجع: ج۸، ص ۱۵۹

(۳) راجع: ج۸، ص ۲۳۰

اپنے آپ کو بچانے کے لیے اُس کی تلوار کے وار کو اپنے ہاتھ پر روکا۔ جب تلوار لگی تو ہاتھ قلم ہو کر لٹک گیا۔ بچہ اماں اماں کہہ کر چلایا تو امام علیہ السلام نے اپنے سینے سے لگا لیا اور فرمایا: اے میرے بھتیجے! اس مصیبت پر صبر کرو۔ اللہ رب العزت تمھیں اپنے صالح آباؤ اجداد کے ساتھ رسول اللہؐ، علی بن ابی طالبؑ، حمزہؓ، جعفرؓ اور حسنؑ بن علیؑ کے ساتھ لاحق کر دے گا۔ ①

ارشاد میں روایت ہے کہ ایک بچہ خیام سے مستورات کی طرف سے نکلا جو ابھی نابالغ تھا۔ وہ دوڑ کر حضرت امام حسین علیہ السلام کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔ حضرت زینب عالیہ علیہا السلام وہاں پہنچیں کہ بچے کو واپس خیام میں لائیں۔ امام علیہ السلام نے بھی کہا کہ بچے کو واپس لے جائیں لیکن بچے نے واپس جانے سے انکار کر دیا۔ جس قدر اصرار بڑھتا گیا، بچے کا انکار بڑھتا گیا۔ آخر میں بچے نے کہا: خدا کی قسم! میں اپنے چچا سے جدا نہیں ہوں گا۔ اس دوران ابحر بن کعب امام علیہ السلام کی طرف تلوار لے کر لپکا تو بچے نے اُس سے کہا: اے زن خبیثہ کے فرزند! کیا تو میرے چچا کو قتل کرے گا؟

پس ابحر نے شہزادے کو تلوار ماری۔ شہزادے نے اپنے دفاع کے لیے اپنا ہاتھ آگے کیا تو تلوار کی ضرب سے بچے کا ہاتھ چمڑے تک کٹ کر معلق ہو کر رہ گیا تو بچے نے پکار کر کہا: "ہائے اماں"۔ امام علیہ السلام نے بچے کو اپنے سینے سے لگا لیا اور فرمایا: اے میرے بھائی کی یادگار! اس مصیبت پر صبر کرو جو تم پر نازل ہوئی ہے۔ اُس کے عوض خدا سے بہتری کی توقع رکھو۔ وہ تمھیں اپنے نیک اور صالح آباؤ اجداد سے ملا دے گا۔ اس کے بعد امام علیہ السلام نے اپنا ہاتھ بلند کیا اور فرمایا:

> "خدایا! اگر کچھ وقت تک تو نے ان لوگوں کو منفعتِ دُنیا سے بہرہ مند رکھا ہے تو اِن کی جمعیت کو پراگندہ کر دے۔ انھیں منتشر کر دے اور اِن سے اِن کے حکمرانوں کی رضامندی ہمیشہ کے لیے چھین لے۔ اِن لوگوں نے ہمیں اپنے پاس بلایا تھا کہ یہ ہماری مدد کریں گے لیکن جب ہم ان کے

---

① تاریخ طبری: ج۵، ص ۴۵۰؛ الکامل فی التاریخ: ج ۲، ص ۵۷۱؛ مقاتل الطالبیین: ص ۱۱۶؛ اس کتاب میں "بحر" کی جگہ "ابحر" ہے۔

پاس آئے تو انھوں نے ہمارے جوانوں کو قتل کر دیا"۔ (1)

اللہوف میں روایت ہے کہ جناب عبداللہ بن حسنؑ ایک نابالغ بچے تھے۔ وہ خواتین کے خیام سے نکل کر بڑی تیزی کے ساتھ حضرت امام حسین علیہ السلام کے پاس آ گئے اور آپؑ کے پہلو میں کھڑے ہو گئے۔ اُن کی پھوپھی حضرت زینب عالیہ علیہا السلام اُن کے پیچھے آئیں تاکہ اُنھیں میدانِ جنگ کی طرف نہ جانے دیں اور واپس خیام کی طرف لے آئیں۔ لیکن اس شہزادے نے شد و مد کے ساتھ کہا کہ وہ واپس نہیں جائے گا۔ وہ اپنے چچا کو قطعاً نہیں چھوڑے گا۔ اس دوران بحر بن کعب تلوار کھینچ کر امام علیہ السلام کی طرف بڑھا۔ ایک قول کے مطابق حرملہ بن کاہل تھا۔ اس شہزادے نے کہا: اے پسر زنِ خبیثہ! تجھ پر افسوس ہے کہ تو میرے چچا کو قتل کرنا چاہتا ہے؟

اس ظالم نے بچے کو تلوار ماری تو بچے نے اپنے دفاع کے لیے اپنا ہاتھ بلند کیا۔ تلوار کے وار سے شہزادے کا ہاتھ چمڑے تک کٹ گیا اور معلق ہو کر رہ گیا۔ بچے نے "چچا، چچا" کی آواز بلند کی۔ امام علیہ السلام نے بچے کو پکڑ کر اپنے سینے سے لگایا اور فرمایا: اے میرے بھائی کی نشانی! اپنی اس مصیبت پر صبر کرو۔ اس کے عوض اپنے خدا سے بہتری کی اُمید رکھو۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ تمھیں اپنے صالح آباء سے ملحق کر دے گا۔

ایک روایت ہے کہ حرملہ نے شہزادے کو تیر مارا تھا۔ اُس وقت بچہ اپنے چچا کی آغوش میں تھا اور وہیں شہید ہو گیا۔ (2)

مقاتل الطالبيين: عَبدُ اللهِ بنُ الحَسنِ بنِ عَلِيِّ بنِ أبي طَالِبٍ، وَأُمُّهُ بِنتُ السَّلِيلِ بنِ عَبدِاللهِ، أخي جَرِيرِ بنِ عَبدِاللهِ البَجَلِيِّ وَقِيلَ: إنَّ أُمَّهُ أُمُّ وَلَدٍ، وَكَانَ أبو جعفرٍ مُحَمَّدُ بنُ عَلِيٍّ - فِيمَا رَوَيناهُ عَنهُ - يَذكُرُ أنَّ حَرمَلَةَ بنَ كَاهِلٍ الأسَدِيَّ قَتَلَهُ. وَذَكَرَ المَدَائِنِيُّ فِي إسنَادِهِ عَن جَنَابِ بنِ مُوسى، عَن حَمزَةَ بنِ

(1) ارشاد: ج ۲، ص ۱۱۰؛ اعلام الوریٰ: ج ۱، ص ۳۶۷؛ بحار الانوار: ج ۴۵، ص ۵۳۔

(2) اللہوف: ص ۱۷۳؛ مثیر الاحزان: ص ۷۳؛ روضۃ الواعظین: ص ۲۰۸

بَيْضٍ، عَنْ هَانِئِ بْنِ ثُبَيْتٍ الْقَابِضِيِّ، أَنَّ رَجُلًا مِنْهُمْ قَتَلَهُ

مقاتل الطالبیین میں روایت ہے کہ جناب عبداللہ بن حسن بن علی بن ابی طالبؑ کی والدہ سلیل بن عبداللہ کی دختر تھیں۔ ایک قول ہے کہ وہ اُمِ ولد تھیں۔ ہمیں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی طرف سے یہ حدیث ملی کہ جناب عبداللہ بن حسنؑ کو حرملہ بن کاہل اسدی نے شہید کیا تھا۔

مدائنی نے اپنی استاد سے ذکر کیا ہے کہ انھوں نے جناب بن موسیٰ سے، اُس نے حمزہ بن بیض سے، اُس نے ہانی بن ثبیت قاضی سے، اُن میں سے ایک فرد نے حضرت عبداللہ بن حسنؑ کو شہید کیا تھا۔ ①

تاریخ طبری میں ہشام سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن حسن علیہ السلام میدانِ کربلا میں شہید ہوئے تھے۔ ان کی والدہ اُمِ ولد تھیں۔ انھیں حرملہ بن کاہل اسدی نے تیر مار کر شہید کیا تھا۔ ②

---

① مقاتل الطالبیین: ص ۹۳؛ بحارالانوار: ج ۴۵، ص ۳۶

② تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۶۸؛ طبقات الکبریٰ: ج ۱، ص ۴۷۶؛ اس میں ہے کہ عبداللہ بن حسنؑ کو حرملہ بن کاہل اسدی نے شہید کیا تھا۔ تذکرۃ الخواص: ص ۲۵۴؛ امالی شجری: ج ۱، ص ۱۷۱؛ جمہرۃ الانساب العرب: ص ۳۹

ساتویں فصل

حضرت عبداللہ بن جعفر علیہ السلام کی اولاد کی قربانیاں [1]

حضرت محمد بن عبداللہ بن جعفر علیہ السلام

حضرت محمد [2] حضرت عبداللہ جعفر طیار کے فرزند تھے جو میدانِ کربلا میں شہید ہوئے تھے۔ مصادرِ معتبرہ کی روایات کے مطابق آپؑ کی والدہ کا اسمِ گرامی خوصا بنت خصفہ بن ثقیف

---

[1] حضرت جعفرؓ بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف۔ ابوعبداللہ حضرت علی علیہ السلام کے بڑے بھائی تھے۔ آپؓ حضرت علی علیہ السلام سے دس سال بڑے تھے۔ حضرت جعفرؓ نے اپنے اسلام کا اظہار حضرت علی علیہ السلام کے بعد کیا تھا۔ آپؓ کی شان میں قرآن مجید میں آیات نازل ہوئیں۔ حدیث نبویؐ میں آیا ہے کہ حضرت جعفرؓ خلق و اخلاق، شکل و شمائل میں رسولؐ سے سب سے زیادہ مشابہ تھے۔ آپؓ کا شمار اوّلین مہاجرین میں سے ہوتا ہے۔ آپؓ نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی۔ فتح خیبر کے دن رسول اللہ کے پاس واپس پہنچے تھے۔ آٹھ ہجری میں جب غزوۂ موتہ واقعہ ہوا تو اُس میں جنگ کرتے ہوئے آپؓ نے شہادت کی سعادت حاصل کی تھی۔ رسولِ اسلام نے حضرت جعفرؓ کے بارے میں فرمایا: اللہ تعالیٰ نے انھیں جنت میں دو سبز رنگ کے پَر عطا کیے ہیں جن کے ذریعے آپ فرشتوں کے ساتھ محوِ پرواز رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کو "جعفر ذوالجناحین" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ آپؓ کی شان میں بہت سی احادیث موجود ہیں جنھیں فریقین نے اپنی کتب میں نقل کیا ہے۔ (الاصابہ: ج۱،ص ۵۹۲؛ الاستیعاب: ج۱،ص ۳۱۲؛ اسد الغابہ: ج۱،ص ۵۳۱؛ الکافی: ج۱،ص ۳۵۰؛ ج۳،ص ۳۶۵ وج۶،ص ۲۷۵؛ رجال طوسی: ص ۳۱؛ الغیبۃ النعمانی: ج۱،ص ۲۲۷

[2] ارشاد: ج۲،ص ۱۲۵؛ اختصاص: ص ۸۳؛ رجال طوسی: ص ۱۰۵؛ امالی شجری: ج۱،ص ۱۷۰؛ حدائق الوردیہ: ج۱،ص ۱۲۰؛ تاریخ طبری: ج۵،ص ۳۶۹؛ انساب الاشراف: ج۳،ص ۲۲۲؛ جمہرۃ انساب العرب: ص ۶۸؛ الثقات ابن حبان: ج۲،ص ۳۰۹؛ مروج الذہب: ج۲،ص ۷۱؛ نسب قریش، ص ۱۸۳؛ اس کتاب میں "محمد الاصغر" مذکور ہے۔ امامت والسیاست: ج۲،ص ۱۲؛ الفتوح: ج۵،ص ۱۱۱؛ مقتل الحسین خوارزمی: ج۲،ص ۲۶

بن ربیعہؓ ہے۔ (۱) کچھ مصادر میں آپؑ کی والدہ کا نام حضرت زینب بنت علیؑ مذکور ہے جو کہ صحیح نہیں ہے۔ (۲)

زیارتِ ناحیہ اور رجبیہ میں آپ پر سلام وارد ہیں۔ (۳)

> "حضرت محمد بن عبداللہ بن جعفرؒ پر سلام، جو اپنے والد بزرگوار کی نیابت میں کربلا آئے تھے اور جو اپنے بھائی کے پیچھے چلنے والے تھے اور اپنے جسم سے اپنے بھائی کی حفاظت کرنے والے تھے۔ اللہ اُن کے قاتل عامر بن نہشل تمیمی پر لعنت کرے"۔ (۴)

مناقب ابنِ شہرآشوب میں روایت ہے کہ حضرت محمد بن عبداللہ بن جعفر علیہ السلام میدانِ جنگ کی طرف بڑھے تو یہ رجز پڑھا جس کا مضمون یہ ہے:

> "میں اللہ ربّ العزت کی بارگاہ میں اس قوم کی عداوت اور اُن کے اُن افعال کی شکایت کرتا ہوں جو فعال جاہلوں میں پھنس کر رہ گئی ہے۔ اِن لوگوں نے قرآنی تعلیمات اور تنزیل وتبیان کے محکمات کا انکار کر دیا ہے۔ سرکشی وطغیان کو اپناتے ہوئے کفر وعصیان کا اظہار کر دیا ہے"۔

حضرت محمد بن عبداللہ نے شدید قتال کیا اور دشمن کے دس افراد کو واصلِ جہنم کیا۔ عامر بن نہشل تمیمی نے آپؑ کو شہید کیا۔ (۵)

تاریخ طبری میں حمید بن مسلم اَزدی سے روایت ہے۔ عامر بن نہشل تمیمی نے حضرت

---

(۱) راجع: ص ۳۶۰، ۳۶۱؛ نسب قریش: ص ۸۳: اس کتاب میں جناب خوصاء خصفہ بن ثقیف کی دختر تھیں۔ (ثقات ابن حبان: ج ۲، ص ۳۱۱: اس میں اُمِ ولد مذکور ہیں۔ حدائق الوردیہ: ج ۱، ص ۱۲۰: اس کتاب میں ان کا نام اس طرح مذکور ہے: خوصا بنت حصفہ بن ثقیف بن ربیعہ

(۲) کامل بہائی: ج ۲، ص ۳۰۳؛ اعیان الشیعہ: ج ۱، ص ۶۰۸

(۳) راجع ہذا الموسوعہ: ج ۸، ص ۱۵۹

(۴) راجع ہذا الموسوعہ: ج ۸، ص ۲۳۰

(۵) مناقب ابن شہرآشوب: ج ۴، ص ۱۰۳؛ بحار الانوار: ج ۴۴، ص ۳۳؛ الفتوح: ج ۵، ص ۱۱۱؛ مقتل الحسینؑ خوارزمی: ج ۲، ص ۲۶

محمد بن عبداللہ بن جعفر طیارؓ پر حملہ کیا اور انھیں شہید کر دیا۔ (۱)

تاریخ الطبری عن هشام: قُتِلَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، وَأُمُّهُ الْخَوْصَاءُ ابْنَةُ خصفةَ بْنِ ثَقِيفِ بْنِ رَبِيعَةَ بْنِ عَائِذِ بْنِ الحارث بْنِ تيمِ اللهِ بْنِ ثَعْلَبَةَ مِنْ بَكْرِ بْنِ وَائِلٍ قَتَلَهُ عَامِرُ بْنُ نَهْشَلٍ التَّيمِيُّ

تاریخ طبری میں ہشام سے روایت ہے کہ محمد بن عبداللہ بن جعفر طیارؓ نے کربلا میں شہادت کی سعادت حاصل کی تھی۔ آپؑ کی والدہ کا اسمِ گرامی اور شجرۂ نسب درج ذیل ہے: خوصاء بنت خصفہ بن ثقیف بن ربیعہ بن عائذ بن حارث بن تیم اللہ بن ثعلبہ بن بکر بن وائل۔

آپؓ کو عامر بن نہشل تیمی نے شہید کیا تھا۔ (۲)

مقاتل الطالبیین میں محمد بن عبداللہ بن جعفر طیارؓ نے میدانِ کربلا میں جنگ کرتے ہوئے شہادت پائی تھی۔ آپؓ خوصاء بنت خصفہ بن ثقیف بن ربیعہ کے بطن سے تھے۔ (۳)

حضرت عون بن عبداللہ بن جعفر طیار علیہ السلام (۴)

حضرت عون علیہ السلام حضرت عبداللہ بن جعفر طیار علیہ السلام کے فرزند تھے جو میدانِ کربلا کے

---

(۱) تاریخ طبری: ج ۳، ص ۳۳۷؛ انساب الاشراف: ج ۳، ص ۴۰۶؛ طبقات الکبریٰ: ج ۱، ص ۴۷۷؛ ارشاد: ج ۲، ص ۱۰۷؛ اعلام الوریٰ: ج ۱، ص ۳۶۵؛ بحار الانوار: ج ۴۵، ص ۳۳؛ جمہرۃ انساب العرب: ص ۶۸

(۲) تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۶۹؛ الکامل فی التاریخ: ج ۲، ص ۵۸۱؛ الفصول المہمہ: ص ۱۹۵؛ اس کتاب میں مذکور ہے: الخرصاء بنت حفصہ بن ثعلبہ کی شاخ تیم اللہ میں سے تھے۔ تاریخ خلیفہ بن خیاط، ص ۱۷۹؛ نسب قریش: ص ۸۳؛ اس میں خصفہ بنت ثقیف بن بکر بن وائل کے الفاظ ہیں۔ تذکرۃ الخواص: ص ۲۵۵، ہشام بن محمد سے روایت ہے: آپؑ کی والدہ کا نام حوط بنت حفصہ تمیمیہ ہے۔ آپؓ کو عامر بن نہشل تیمی نے شہید کیا تھا۔ اختصاص: ص ۸۳؛ امالی شجری: ج ۱، ص ۱۷۱؛ اس کتاب میں آپؑ کی والدہ کا نام خوصاء بنت حفصہ بنت ثقیف بن ربیعہ بن عائذ منقول ہے۔

(۳) مقاتل الطالبیین: ص ۹۵

(۴) ارشاد: ج ۲، ص ۱۲۵؛ رجال طوسی: ص ۱۰۲؛ اختصاص: ص ۸۳؛ المجدی: ص ۲۹۷؛ مناقب ابن شہر آشوب: ج ۳، ص ۱۰۶؛ امالی شجری: ج ۱، ص ۱۷۱؛ حدائق الوردیہ: ج ۱، ص ۱۲۰؛ ثقات ابن حبان: ج ۲، ص ۳۰۹؛ المعجم الکبیر: ج ۳، ص ۱۰۳؛ نسب قریش: ص ۸۳؛ جمہرۃ انساب العرب: ص ۶۸؛ مروج الذہب: ج ۳، ص ۷۱؛ امامت والسیاست: ج ۲، ص ۱۲؛ تذکرۃ الخواص: ص ۱۹۲ و ۲۵۷

شہید ہیں۔ قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ حضرت عبداللہؓ کے عون نامی دو فرزند تھے: ایک فرزند کو عون اکبرؒ اور دوسرے فرزند کو عون اصغرؒ کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ ان میں سے ایک کی والدہ حضرت علی علیہ السلام کی دختر حضرت زینب عالیہ علیہا السلام تھیں۔ ① دوسرے فرزند کی والدہ کا نام جمانہ بنت مسیب تھا۔ ②

مورخین میں اختلاف ہے کہ ان دو شہزادوں میں سے کربلا میں کون شہید ہوا تھا۔ کیا وہ حضرت زینب علیہا السلام کے فرزند عونؒ تھے یا حضرت جمانہؓ کے فرزند تھے۔ ابوالفرج اصفہانی نے نقل کیا ہے کہ عون اکبرؒ عقیلہ قریش حضرت زینب علیہا السلام کے فرزند تھے۔ اس نے لکھا ہے کہ عون اصغرؒ واقعہ حرہ میں شہید ہوئے تھے۔ عون اکبرؒ کربلا میں شہید ہوئے تھے لیکن اکثر مصادر کے مطابق کربلا میں حضرت جمانہؓ کے فرزند شہید ہوئے تھے۔

اَلسَّلَامُ عَلٰی عَوْنِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ جَعْفَرِ الطَّیَّارِ فِی الْجِنَانِ، حَلِیفِ الْإِیمَانِ، وَمُنَازِلِ الْأَقْرَانِ. النَّاصِحِ لِلرَّحْمٰنِ. التَّالِي لِلْمَثَانِي وَالْقُرْآنِ، لَعَنَ اللّٰهُ قَاتِلَهُ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ قُطْبَةَ النَّبْهَانِيَّ

''حضرت عون بن عبداللہ بن جعفرؓ پر سلام ہو۔ آپؓ کے دادا جنت میں ملائکہ کے ساتھ محوِ پرواز رہتے ہیں جو کہ ایمان سے وابستہ تھے۔ مدمقابل سے ٹکرانے والے تھے۔ دینِ خداوندی کے خیرخواہ اور سورۂ مثانی اور قرآن کی تلاوت کرنے والے تھے۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ اُس کے قاتل عبداللہ بن قطبہ نبہانی پر لعنت کرے''۔ ③

مقتل الحسین للخوارزمی: خَرَجَ مِن بَعدِهِ [أی بَعدِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبدِاللّٰهِ بْنِ جَعفَرٍ] عَونُ بنُ عَبدِاللّٰهِ جَعفَرِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ،

---

① انساب الاشراف: ج ۲، ص ۳۲۵؛ مقاتل الطالبیین: ص ۹۵؛ تذکرۃ الخواص: ص ۱۹۲؛ نسب قریش: ص ۸۲

② انساب الاشراف: ج ۲، ص ۳۲۵؛ مقاتل الطالبیین: ص ۱۲۲؛ تذکرۃ الخواص: ص ۱۹۳؛ اس کتاب میں عون اصغرؒ کا ذکر ہے۔

③ موسوعہ ہذا: ج ۸، ص ۱۵۹

فَحَمَلَ وَهُوَ يَقُوْلُ:

إِنْ تُنْكِرُوْنِي فَأَنَا ابْنُ جَعْفَرٍ   شَهِيْدُ صِدْقٍ فِي الْجِنَانِ أَزْهَرِ

يَطِيْرُ فِيْهَا بِجَنَاحٍ أَخْضَرِ   كَفَى بِهٰذَا شَرَفًا فِي مَعْشَرِ

فَقَاتَلَ حَتّٰى قُتِلَ، قِيْلَ: قَتَلَهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ قُطْبَةَ

مقتل الحسینؑ خوارزمی میں روایت ہے کہ حضرت محمد بن عبداللہ بن جعفر علیہ السلام کے بعد حضرت عون بن عبداللہ بن جعفر علیہ السلام میدانِ کارزار کی طرف بڑھے اور رجز پڑھا جس کا مفہوم یہ ہے:

"اگر تم مجھے نہیں جانتے تو دیکھ لو۔ میں حضرت جعفر طیارؓ کا بہادر فرزند ہوں۔
جو شہید صدق وصفا ہیں جن کا چہرہ جنت میں روشن ہے اور جنت میں سبز پَروں کے ساتھ ملائکہ کے ساتھ اُڑتے رہتے ہیں۔ قیامت کے دن میرے لیے یہی شرف کافی ہے کہ میں اُن کا فرزند ہوں"۔

حضرت جعفر طیارؓ کے شہزادے نے خوب جنگ کی۔ آپؑ نے عبداللہ بن قطبہ کے ہاتھوں جامِ شہادت نوش کیا۔ ①

تاریخ طبری میں روایت ہے کہ حضرت عون بن عبداللہ بن جعفر علیہ السلام جن کی والدہ ماجدہ کا اسمِ گرامی جمانہ بنت مسیب بن نجبہ بن ربیعہ بن ریاح بن بنی فزارہ تھا۔ آپؑ کو کربلا میں عبداللہ بن قطنہ طائی نبہانی نے شہید کیا تھا۔ ②

تاریخ طبری میں حمید بن مسلم سے روایت ہے کہ عبداللہ بن قطبہ طائی نبہانی نے

---

① مقتل الحسینؑ خوارزمی: ج ۲، ص ۲۷؛ الفتوح: ج ۵، ص ۱۱۱؛ مناقب ابن شہر آشوب: ج ۳، ص ۱۰۶؛ اس کتاب میں ہے کہ آپ کو عبداللہ بن قطبہ نے شہید کیا تھا۔ اس شہزادے نے تین سوار اور اٹھارہ پیادے قتل کیے تھے۔ (بحار الانوار: ج ۴۵، ص ۳۴)

② تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۶۸؛ الکامل فی التاریخ: ج ۳، ص ۵۸۱؛ الثقات ابن حبان: ج ۲، ص ۳۱۱؛ اس کتاب میں حضرت عون بن عبداللہ کی والدہ جمانہ بنت مسیب بن نجبہ بن ربیعہؓ مذکور ہے۔ الفصول المہمہ: ص ۱۹۵؛ امالی شجری: ج ۱، ص ۱۷۱؛ اس میں ریاح من بنی فزارہ کی جگہ ریاح فزاری مرقوم ہے۔ ان دونوں کتابوں میں قاتل کا نام عبداللہ بن قطنہ طائی مذکور ہے۔ اختصاص: ص ۸۳

حضرت عون بن محمد عبداللہ بن جعفرؓ پر حملہ کیا اور آپؓ کو شہید کیا۔ ①

مقاتل الطالبیین میں روایت ہے کہ حضرت عون الاکبر بن عبداللہ بن جعفر طیار علیہ السلام جو عقیلہ قریش حضرت زینب بنت حضرت علی علیہ السلام کے فرزند تھے کی شہادت کو یاد کر کے شاعر سلیمان بن قتہ نے مرثیہ کہا تھا جس کا مفہوم یہ ہے:

"اے میری آنکھ! اگر تو ندبہ کرنا چاہتی ہے تو پھر عونؓ کے بھائی مظلوم عون بن عبداللہؓ پر آہ و فغاں بلند کر، کیونکہ وہ مصائب کے وقت ساتھ چھوڑنے والے نہیں تھے۔ کیونکہ وہ گریہ و ماتم کے مستحق ہیں اور اُن پر رونا بے محل بات نہیں ہے۔ مجھے اپنی زندگی کی قسم! رسول اللہ کے اہل بیتؑ نے بہت زیادہ مصائب و آلام اُٹھائے ہیں۔ پس اِن پر ہمیشہ طویل زمانے تک رونا چاہیے کیونکہ اُن کے مصائب بہت زیادہ ہیں"۔

حمید بن مسلم سے روایت ہے کہ حضرت عون بن عبداللہ بن جعفر طیار علیہ السلام کو عبداللہ بن قطنہ تیہانی نے شہید کیا تھا۔ ②

تاریخ الطبری عن عبدالرحمن بن عبید أبي الکنود: لَمَّا بَلَغَ عَبدَاللهِ بنَ جَعفَرِ بنِ اَبِي طَالِبٍ مَقتَلُ ابنَيهِ مَعَ الحُسَينِ علیہ السلام دَخَلَ عَلَيهِ بَعضُ مَوَالِيهِ وَالنَّاسُ يُعَزُّونَهُ - قَالَ: وَلَا أَظُنُّ مَولَاهُ ذٰلِكَ إِلَّا أَبَا اللِّسلَاسِ - فَقَالَ: هٰذَا مَا لَقِينَا وَدَخَلَ عَلَينَا مِنَ الحُسَينِ، قَالَ: فَحَذَفَهُ عَبدُاللهِ بنُ جَعفَرٍ بِنَعلِهِ ثُمَّ قَالَ: يَابنَ اللَّخنَاءِ، اَلِلحُسَينِ تَقُولُ هٰذَا، وَاللهِ لَو شَهِدتُهُ لَأَحبَبتُ أَلَّا أُفَارِقَهُ حَتّٰى أُقتَلَ مَعَهُ، وَاللهِ إِنَّهُ لَمِمَّا يُسَخِّي

---

① تاریخ طبری: ج۵،ص ۴۴۷؛ انساب الاشراف: ج۳،ص ۴۰۶؛ الکامل فی التاریخ: ج۲،ص ۵۷۰؛ طبقات الکبریٰ: ج۱،ص ۴۷۷؛ ارشاد: ج۲،ص ۱۵۷؛ مثیر الاحزان: ص ۶۷؛ مثیر الاحزان: ص ۶۷؛ بحار الانوار: ج۴۵،ص ۴۴

② مقاتل الطالبیین: ص ۹۵

بِنَفْسِي عَنْهُمَا وَيُهَوِّنَ عَلَيَّ الْمُصَابَ بِهِمَا، أَنَّهُمَا أُصِيبَا مَعَ أَخِي وَابْنِ عَمِّي مُوَاسِيَيْنِ لَهُ، صَابِرِينِ مَعَهُ. ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى جُلَسَائِهِ فَقَالَ: الْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلَى مَصْرَعِ الْحُسَيْنِ إِلَّا تَكُنْ آسَتْ حُسَيْنًا يَدِي، فَقَدْ آسَاهُ وَلَدِي

تاریخ طبری میں عبدالرحمن بن عُبید اَبی الکنود سے روایت ہے کہ جب مدینہ میں حضرت عبداللہ بن جعفر طیار علیہ السلام کو اپنے بیٹوں کی شہادت کی خبر موصول ہوئی کہ وہ دونوں اپنے ماموں حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ شہید کر دیئے گئے ہیں تو آپؑ کے دوست تعزیت کے لیے آپؑ کے پاس جمع ہوئے۔ راوی کا بیان ہے کہ ابوسلاس حضرت عبداللہؓ کا غلام تھا۔ اُس نے کہا کہ یہ سب کچھ حسینؑ ہی کی وجہ سے ہمارے ساتھ ہوا ہے۔ حضرت عبداللہؓ نے جب اُس کی بات سنی تو اپنے جوتے سے اُسے خوب پیٹا اور فرمایا: اے پسر بدکارہ! تیری یہ مجال کہ تو حسینؑ کے متعلق یہ گستاخی کرے۔ خدا کی قسم! اگر مَیں خود موجود ہوتا تو مَیں حسینؑ سے کبھی جدا نہ ہوتا یہاں تک کہ میں اُن کے ساتھ قتل ہو جاتا اور حسینؑ کے لیے مصائب برداشت کرنا آسان ہوتا۔ ہاں مجھے فخر ہے کہ میرے بیٹے میرے ابنِ عم کے ساتھ رہے اور اُن کے ساتھ شہید ہو گئے۔ انھوں نے امام حسین علیہ السلام کے ساتھ ہمدردی کی اور صبر کا مظاہرہ کیا۔

پھر اُنھوں نے حاضرین کی طرف منہ کر کے کہا: الحمدللہ! اگرچہ میں خود امام حسین علیہ السلام کی مدد نہ کر سکا لیکن میں سرخرو ہوں کہ میرے دو بیٹوں نے حسینؑ کی نصرت کی ہے۔ اس لحاظ سے میں سمجھتا ہوں کہ میں نے اُن کی مدد کی ہے۔[1]

---

[1] تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۶۶؛ الکامل فی التاریخ: ج ۲، ص ۵۷۹؛ جواہر المطالب: ج ۲، ص ۲۹۶؛ ارشاد: ج ۲، ص ۱۲۴؛ کشف الغمہ: ج ۲، ص ۲۸۰؛ حدائق الوردیہ: ج ۱، ص ۱۲۱؛ بحار الانوار: ج ۴۵، ص ۱۲۲

آٹھویں فصل

حضرت عقیلؑ کی اولاد کی قربانیاں

نہضتِ حسینیہؑ میں حضرت عقیل بن ابوطالبؑ کا ایک بہت بڑا کردار ہے۔ اس نہضت کے آغاز میں حضرت مسلم بن عقیلؑ کی شہادت اِس بات کی دلیل ہے کہ حضرت عقیلؑ کی اولاد نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی نصرت و اعانت میں کوئی کمی نہیں چھوڑی تھی۔ حضرت مسلم بن عقیلؑ کے فرزند حضرت عبداللہؑ، آپؑ کے بھائی حضرت جعفرؑ، حضرت عبداللہ اور حضرت عبدالرحمٰنؑ اور بھتیجے حضرت محمدؑ بن ابی سعید میدانِ کربلا میں شہید ہوئے تھے۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام ہمیشہ آلِ عقیلؑ سے اپنی محبت کا اظہار کرتے رہتے تھے۔ ایک دفعہ آپؑ سے کہا گیا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ آپؑ آلِ جعفرؑ کے مقابلے میں اپنے چچازاد بھائیوں (آلِ عقیلؑ) سے زیادہ میلان رکھتے ہیں؟

امام علیہ السلام نے جواب دیا: عاشور کے دن جب مجھے اُن کا ابوعبداللہ الحسین علیہ السلام سے ایثار یاد آتا ہے تو میرے دل میں اُن کے لیے محبت کے جذبات پیدا ہوجاتے ہیں۔ [1]

حضرت عبداللہ بن مسلمؑ بن عقیل علیہ السلام

آپؑ کے والد کا اسمِ گرامی حضرت مسلم بن عقیلؑ بن ابی طالبؑ ہے۔ آپؑ کی والدہ حضرت علی علیہ السلام کی دُختر حضرت رقیہ علیہا السلام تھیں۔ [2] حضرت عبداللہ کی وقتِ شہادت عمر شریف

---

[1] کامل الزیارات: ص ۲۱۳؛ بحارالانوار: ج ۴۶، ص ۱۱۳

[2] رابع، ص ۳۶۷؛ نسب قریش: ص ۲۵، اس میں رقیہ الکبریٰ مذکور ہے۔ تاریخ خلیفہ بن خیاط: ص ۱۷۹، اس میں ہے رقیہ بنت محمد بن سعید بن عقیل۔ رجال طوسی: ص ۱۰۳؛ امالی شجری: ج ۱، ص ۱۷۱؛ حدائق الوردیہ: ج ۱، ص ۱۲۱؛ شرح اخبار: ج ۳، ص ۱۹۵

۲۶ سال تھی۔ ① بعض مورخین نے لکھا ہے کہ اہلِ بیت رسولؐ کے اوّل شہید آپؑ ہیں۔ ②
لیکن چند دوسرے مصادر کے مطابق حضرت عبداللہؑ کی شہادت حضرت علی اکبرؑ کے بعد ہے۔ ③
ان کا اسمِ گرامی زیارتِ ناحیہ اور رجبیہ دونوں میں موجود ہے۔ ④ زیارتِ ناحیہ مقدسہ میں آپؑ کو درج ذیل الفاظ کے ساتھ خراجِ تحسین پیش کیا گیا ہے:

اَلسَّلَامُ عَلَى الْقَتِيْلِ ابْنِ الْقَتِيْلِ ، عَبْدِاللهِ بْنِ مُسلِم بْنِ عَقِيْلٍ ، وَلَعَنَ اللهُ قَاتِلَهُ ، عَامِرَ بْنَ صَعصَعَة وَقِيْلَ اَسَدَ بْنَ مَالِكٍ ⑤

"میرا سلام ہو قتیل ابنِ قتیل عبداللہ بن مسلم بن عقیلؑ پر اور اُن کے قاتل عامر بن صعصعہ اور اسد بن مالک پر اللہ کی لعنت ہو"۔

مقتل الحسین للخوارزمی: لَمَّا قُتِلَ أَصحَابُ الْحُسَيْنِ علیہ السلام وَلَمْ يَبْقَ اِلَّا أَهْلُ بَيْتِهِ ، وَهُمْ وُلْدِ عَلِيٍّ وَوُلْدِ جعفَرٍ وَوُلْدِ عَقِيلٍ وَوُلْدِ الْحَسَنِ ، وَوُلْدِهِ ، اجتَمَعُوا وَوَدَّعَ بَعضُهُمْ بَعضًا وَعَزَمُوا عَلَى الْحَرْبِ ، فَأَوَّلُ مَن خَرَجَ مِن أَهلِ بَيتِهِ عَبْدُاللهِ بنُ مُسلِمِ بنِ عَقِيلٍ ، فَخَرَجَ وَهُوَ يَقُوْلُ:

اَلْيَوْمَ أَلْقَى مُسلِمًا وَهُوَ أَبِي ۔۔۔ وَفِتيَةً بَادُوا عَلَى دِيْنِ النَّبِي
لَيسَ كَقَومٍ عُرِفُوا بِالْكَذِبِ ۔۔۔ لٰكِن خِيَارٌ وَكِرَامُ النَّسَبِ

ثُمَّ حَمَلَ فَقَاتَلَ وَقَتَلَ جَمَاعَةً ، ثُمَّ قُتِلَ

---

① لباب الانساب: ج ۱، ص ۳۹۹؛ تنقیح المقال: ج ۲، ص ۲۱۷، اس میں آپؑ کی عمر ۱۴ سال مذکور ہے۔ یہ بات قابلِ قبول نہیں ہے کہ جب بڑی عمر کے جوان موجود ہوں تو اُن کی موجودگی میں ۱۴ سال کا بچہ میدانِ جنگ کی طرف نکلے۔

② مثیر الاحزان: ص ۶۷

③ اخبار الطوال: ص ۲۵۷؛ ممکن ہے کہ انھوں نے انساب الاشراف سے استفادہ کیا ہو۔ ارشاد: ج ۲، ص ۱۰۷

④ راجع: ج ۸، ص ۱۵۹

⑤ راجع: ج ۸، ص ۲۳۰

مقتل الحسینؑ خوارزمی میں روایت ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام کے تمام اصحابؓ راہِ خدا میں شہید ہو گئے تو اُس وقت حضرت علی علیہ السلام، حضرت جعفر علیہ السلام، حضرت عقیل علیہ السلام، حضرت امام حسن علیہ السلام کی اولاد اور حضرت امام حسین علیہ السلام خود، آپؑ کی اولاد باقی رہ گئے تھے۔ یہ سب آپس میں جمع ہوئے اور ایک دوسرے سے وداع کیا اور عازمِ حرب ہوئے۔ اِن میں سب سے پہلے فرد جو میدانِ جنگ کی طرف بڑھے تو وہ حضرت عبداللہ بن مسلمؑ بن عقیلؑ تھے۔ ① جب آپؑ میدانِ جنگ کی طرف بڑھے تو اُس وقت یہ رجز پڑھا جس کا مفہوم یہ ہے:

''آج میں جنت میں اپنے والد حضرت مسلمؑ اور بنی ہاشم کے شریف اور سچے لوگوں کے ساتھ ملاقات کروں گا جو کہ نبیؐ رحمت کے دین کے لیے شہید ہوئے تھے۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ جو جھوٹ سے دُور بہت دُور ہیں۔ یہ بہترین اور نسب میں کریم و مکرم ہیں''۔

آپؑ نے دشمن کی فوج پر حملہ کیا اور اُن کے بہت سے لوگوں کو واصلِ جہنم کیا۔ آخر اُن کے ہاتھوں شہادت کا آبِ زُلال نوش کیا۔ ②

امالی صدوق میں عبداللہ بن منصور سے روایت ہے، اُس نے کہا کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے کہا کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا: ہلالؓ بن حجاج کے بعد حضرت عبداللہؓ بن مسلمؑ بن عقیلؑ بن ابی طالبؑ میدانِ جنگ کی طرف بڑھے اور یہ رجز پڑھا:

اَقْسَمْتُ لَا اُقْتَلُ حُرًّا　　وَقَدْ وَجَدْتُ الْمَوْتَ شَيْئًا مُرًّا

اَكْرَهُ اَنْ اُدْعٰى جَبَانًا فَرًّا　　اِنَّ الْجَبَانَ مَنْ عَصٰى وَفَرَّا

---

① مشہور قول یہ ہے کہ اہلِ بیت رسولؐ کے اوّل قتیل حضرت علی اکبرؑ ہیں۔ شاید ممکن ہے کہ حضرت علی اکبرؑ کے بعد حضرت عبداللہ بن مسلم اوّل مقتول ہوں۔

② مقتل الحسینؑ خوارزمی: ج ۲ ص ۲۶؛ الفتوح: ج ۵، ص ۱۱۰؛ مناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۱۰۵؛ اس کتاب میں ہے کہ آپؑ نے ۹۸ سپاہیوں کو قتل کیا کیونکہ آپؑ نے دشمن پر تین حملے کیے تھے۔ آپؑ کے قاتل کا نام عمرو بن صبیح صیداوی و اسد بن مالک ہے۔ بحارالانوار: ج ۴۵، ص ۳۲

"میں نے قسم اُٹھا رکھی ہے کہ میں حریت و آزادی پر اپنی جان قربان کروں گا حالانکہ میں نے موت کو ایک کڑوی چیز خیال کیا ہے۔ مجھے یہ بات پسند نہیں ہے کہ جنگ سے فرار کروں اور بزدل کہا جاؤں۔ وہ شخص بزدل ہے جو نافرمانی کرے اور میدان سے فرار کر جائے"۔

حضرت عبداللہؓ نے شدید جنگ کی اور یزیدی فوج کے تین افراد کو قتل کیا اور آپؓ جنگ کرتے ہوئے راہی بہشت ہوئے۔ ①

ارشاد میں روایت ہے کہ عمر بن سعد کی فوج کے ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن مسلم بن عقیلؓ کو تیر مارا۔ اس کا نام عمرو بن صبیح بتایا گیا ہے۔ تیر سے بچنے کے لیے حضرت عبداللہؓ نے اپنا ہاتھ اپنی پیشانی پر رکھا۔ تیر ہتھیلی کو چھیدتا ہوا آپؓ کی پیشانی میں پیوست ہو گیا تھا۔ پھر ہتھیلی پیشانی سے جدا نہ ہو سکی۔ ایک اور ظالم نے آپؓ کے قلب مبارک پر نیزہ مارا جس سے آپؓ کی شہادت واقع ہوئی۔ ②

تاریخ طبری میں حمید بن مسلم سے روایت ہے کہ عمرو بن صبیح صدائی سے، حضرت عبداللہ بن مسلمؓ کو تیر کا نشانہ بنایا گیا۔ جب شہزادے نے تیر کو اپنی پیشانی کی طرف آتے دیکھا تو اپنی پیشانی پر ہاتھ رکھ دیا۔ تیر ہتھیلی کو چیر کر پیشانی میں پیوست ہو گیا۔ آپؓ نے ہاتھ کو پیشانی سے جدا کرنے کی کوشش کی لیکن ہاتھ پیشانی سے جدا نہ ہو سکا۔ ظالم نے ایک اور تیر مارا جو آپؓ کے قلب پر لگا جس سے آپؓ کا قلب پھٹ گیا۔ ③

تاریخ الطبری عن هشام: قُتِلَ عَبدُاللهِ بنُ مُسلِمِ بنِ عَقِيلِ بنِ أَبِي طَالِبٍ - وَاُمُّهُ رُقَيَّةُ ابنَةُ عَلِيِّ بنِ اَبِي طَالِبٍ - وَاُمُّهَا اُمُّ

---

① امالی صدوق: ص ۲۲۵؛ روضۃ الواعظین: ص ۲۰۷؛ بحار الانوار: ج ۴۴، ص ۳۲۱

② ارشاد: ج ۲، ص ۱۰۷؛ اعلام الوریٰ: ج ۱، ص ۳۶۵؛ مثیر الاحزان: ص ۶۷؛ بحار الانوار: ج ۴۴، ص ۳۲۱

③ تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۴۷؛ الکامل فی التاریخ: ج ۲، ص ۵۷۰؛ اخبار الطوال: ص ۲۵۷؛ بغیۃ الطالب فی تاریخ حلب: ج ۶، ص ۲۶۲۸؛ اس میں ہے کہ عمرو بن صبیح صیداوی نے حضرت عبداللہ بن مسلمؓ کو تیر مار کر شہید کر دیا تھا۔

وَلَدٍ، قَتَلَهُ عَمْرُو بْنُ صَبِيحٍ الصُّدَائِيُّ وَقِيلَ: قَتَلَهُ أُسَيْدُ بْنُ مَالِكٍ الْحَضْرَمِيُّ

تاریخ طبری میں ہشام سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسلمؑ کربلا میں شہید کر دیے گئے تھے۔ آپؑ کی والدہ امِ ولد تھیں، انھیں عمرو بن صبیح صدائی نے شہید کیا تھا۔ ایک قول ہے کہ آپؑ کو اُسید بن مالک حضرمی نے شہید کیا تھا۔ ①

تاریخ طبری میں ابومخنف سے روایت ہے کہ حضرت مختار ثقفیؒ نے عبداللہ الشاکری کو بنی جنب کے ایک شخص زید بن رُقاد کی گرفتاری کا آرڈر دیا۔ یہ شخص کہا کرتا تھا کہ میں نے امام حسین علیہ السلام کے خاندان کے ایک ایسے نوجوان کو تیر مارا جس نے پیکان (تیر) سے اپنی پیشانی کو بچانے کے لیے پیشانی پر اپنا ہاتھ رکھ لیا تھا۔ مگر میرے تیر نے اُس کے ہاتھ کو پیشانی کے ساتھ ایسا پیوست کر دیا کہ وہ اُسے پیشانی سے ہٹا ہی نہ سکا۔ ابومخنف کا بیان ہے کہ مجھے عبدالاعلیٰ زبیدی نے بتایا کہ اُس کی اِس جوان سے مراد حضرت عبداللہ بن مسلم بن عقیلؑ تھے۔ جب اُن کا ہاتھ اُن کی پیشانی سے جدا نہ ہو سکا تو انھوں نے یہ دُعا مانگی:

"خدایا! جس طرح اِن لوگوں نے ہمیں ذلیل و حقیر کیا ہے تو بھی اُنھیں ایسا ہی ذلیل کر اور جس طرح اُنھوں نے ہمیں قتل کیا ہے تو انھیں اس طرح قتل کر"۔

اس ظالم نے دوسرا تیر مار کر نوجوان کو شہید کر دیا۔ یہ شخص یہ بھی کہا کرتا تھا کہ میں اپنے مقتول کے پاس آیا جس تیر سے اُن کی شہادت ہوئی تھی تو میں نے آسانی سے اس کے شکم میں سے نکال لیا مگر دوسرے تیر کو جو پیشانی پر لگا تھا نکالنے کی بہت کوشش کی مگر پیکان پیشانی ہی میں پیوست رہا اور اُسے میں نہ نکال سکا۔ ②

---

① تاریخ طبری: ج ۵، ص ۳۶۹؛ الکامل فی التاریخ: ج ۲، ص ۵۸۲؛ اس میں قاتل کا نام عمرو بن صبیح صیداوی مذکور ہے۔ ایک دوسرا قول ہے کہ آپ کو مالک بن اُسید حضرمی نے شہید کیا تھا۔ مقاتل الطالبیین: ص ۹۸؛ الفصول المہمہ: ص ۱۹۵؛ اختصاص: ص ۸۳؛ شرح الاخبار: ج ۳، ص ۱۹۵؛ بحار الانوار: ج ۴۵، ص ۳۲

② تاریخ طبری: ج ۶، ص ۶۴؛ انساب الاشراف: ج ۶، ص ۴۰۷؛ الکامل فی التاریخ: ج ۲، ص ۶۸۳؛ انساب الاشراف: ج ۳، ص ۴۰۶؛ بحار الانوار: ج ۴۵، ص ۳۵۷

حضرت جعفر بن عقیل علیہ السلام ①

بعض مورخین نے حضرت جعفر بن عقیلؑ کی والدہ کی کنیت اُم الثغر ② اور بعض نے اُم البنین ③ نقل کی ہے۔ آپؑ حضرت علی علیہ السلام کے داماد تھے۔ صاحب لباب الانساب نے روایت کی ہے کہ وقتِ شہادت اِن کی عمر شریف ۲۳ سال تھی۔ ④

زیارتِ ناحیہ مقدسہ اور زیارتِ رجبیہ دونوں میں اِن پر سلام بھیجا گیا ہے۔ ⑤

اَلسَّلَامُ عَلٰی جَعْفَرِ بْنِ عَقِیْلٍ، لَعَنَ اللهُ قَاتِلَهٗ وَرَامِیَهٗ بِشْرِ بْنِ خَوطِ الْهَمَدَانِي

"جعفر بن عقیلؑ پر سلام، اللہ اُس کے قاتل پر لعنت کرے اور بشر بن خوط ہمدانی پر کہ جس نے آپؑ کو تیر مارا تھا۔ ⑥

الفتوح: خَرَجَ مِن بَعدِهٖ [أَي بَعدِ عَبدِاللّٰهِ بنِ مُسلِمٍ] جَعفَرُ بنُ عَقِیلِ بنِ أَبِي طَالِبٍ وَهُوَ یَقُولُ:

أَنَا الغُلَامُ الأَبطَحِيُّ الطَّالِبِي ... مِن مَعشَرٍ فِي هَاشِمٍ وَغَالِبِ

وَنَحنُ حَقًّا سَادَةُ الذَّوَائِبِ ... هٰذَا حُسَینٌ سَیِّدُ الأَطَائِبِ

ثُمَّ حَمَلَ فَقَاتَلَ حَتّٰی قُتِلَ رَحِمَهُ اللّٰهُ

الفتوح میں روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسلمؑ کے بعد حضرت جعفر بن عقیلؑ بن ابی

---

① ارشاد: ج ۲، ص ۱۲۵؛ امالی شجری: ج ۱، ص ۱۷۱، ۱۷۵؛ حدائق الوردیہ: ج ۱، ص ۱۲۱؛ المعجم الکبیر: ج ۳، ص ۱۰۳؛ انساب الاشراف: ج ۲، ص ۳۲۸؛ مقتل الحسین خوارزمی: ج ۲، ص ۲۸

② راجع: ص ۳۶۹

③ تذکرۃ الخواص: ص ۲۵۵، اس میں ہے اُم البنین بنت السفر اء۔ امالی شجری: ج ۱، ص ۱۷۱، اس میں ہے اُم البنین بنت الشغر و بن عامر بن مصہان کلابی۔ حدائق الوردیہ: ج ۱، ص ۱۲۱، اس میں ہے اُم البنین بنت الشغر بن عامر بن ہیصان کلابی۔

④ لباب الانساب: ج ۱، ص ۴۰۱

⑤ راجع: ج ۸، ص ۱۵۹

⑥ راجع: ج ۸، ص ۲۳۰

طالبؑ میدانِ جنگ کی طرف بڑھے اور رجز پڑھا جس کا مضمون یہ ہے:

"جو مجھے نہیں جانتا وہ جان لے کہ میں ابطحی اور طالبی بہادر جوان ہوں۔ میرا تعلق حضرت ہاشمؑ اور حضرت ابوطالبؑ کے خاندان سے ہے۔ ہم صرف سردار نہیں ہیں بلکہ سرداروں کے سید وسالار ہیں۔ یہ حسینؑ تمام پاکیزہ افراد میں سے سب سے زیادہ پاکیزہ ہیں اور یہ رسولِ آخر واعظمؐ کی عترت میں سے ہیں"۔

حضرت جعفرؑ بن عقیلؑ نے دشمن کی صفوں میں گھس کر حملہ کیا۔ اُن کے بہت سے لوگوں کو قتل کیا اور آخر میں شہید ہو کر اعلیٰ علیین میں پہنچے۔ (۱)

المناقب ابنِ شہر آشوب میں روایت ہے کہ حضرت جعفر بن عقیلؑ میدانِ کارزار کی طرف رجز کہتے ہوئے بڑھے: (رجز اور اُس کا ترجمہ سطور بالا میں موجود ہے)۔

اِس ہاشمی جوان نے دشمن کے دو سپاہی قتل کیے۔ ایک دوسرے قول کے مطابق پندرہ شہسواروں کو واصلِ جہنم کیا۔ آپؑ کے قاتل کا نام بشر بن سوط ہمدانی ہے۔ (۲)

مقاتل الطالبیین میں روایت ہے کہ حضرت جعفر بن عقیل بن ابی طالبؑ کی والدہ کا نام اُم الثغر ہے جو عامر بن ہصان عامری کی دختر ہیں جو بنی کلاب کی ایک شاخ ہے۔ آپؑ کو عُروہ بن عبداللہ خثعمی نے شہید کیا تھا۔ ایک قول کے مطابق آپؑ کی والدہ کا نام خوصا بنت ثغر یہ ہے۔ (۳)

تاریخ طبری میں ہشام سے روایت ہے کہ کربلا میں حضرت جعفر بن عقیلؑ جنگ کرتے ہوئے شہید ہوئے تھے۔ آپؑ کی والدہ کا اسمِ گرامی اُم البنینؑ ہے جو شقر بن ہضاب کی دُختر ہیں۔ حضرت جعفرؑ کو بشر بن خوط ہمدانی نے شہید کیا تھا۔ (۴)

---

(۱) الفتوح: ج ۵، ص ۱۱۱؛ مقتل الحسین خوارزمی: ج ۲، ص ۲۶

(۲) المناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۱۰۵؛ بحار الانوار: ج ۴۵، ص ۳۲

(۳) مقاتل الطالبیین: ص ۹۷؛ بحار الانوار: ج ۴۵، ص ۳۳

(۴) تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۶۹؛ الکامل فی التاریخ: ج ۲، ص ۵۸۱؛ الفصول المہمہ: ص ۱۹۵؛ تذکرۃ الخواص: ص ۲۵۵؛ امالی شجری: ج ۱، ۱۷۱

تاریخ طبری میں حمید بن مسلم ازدی سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عزرہ خثعمی نے حضرت جعفر بن عقیل کو تیر مار کر شہید کر دیا تھا۔ ①

حضرت عبدالرحمٰن بن عقیل علیہ السلام

حضرت عبدالرحمٰن بن عقیل علیہ السلام حضرت علی علیہ السلام کے داماد تھے۔ ② آپؑ کی زوجہ کا نام خدیجہؑ تھا۔ ③ آپؑ طویل قد وقامت کے مالک تھے۔ لباب الانساب میں ان کے بارے میں منقول ہے کہ انھیں طویل قامت کی وجہ سے ''رمح عقیل'' کہا جاتا تھا۔ ④ وقتِ شہادت آپؑ کی عمر شریف ۳۵ سال تھی۔ ⑤

آپؑ پر زیارتِ ناحیہ اور رجبیہ میں سلام پیش کیے گئے ہیں۔ ①

اَلسَّلَامُ عَلٰی عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَقِيلٍ لَعَنَ اللهُ قَاتِلَهُ وَرَامِيَهُ عُمَرَ بْنَ خَالِدِ بْنِ اَسَدٍ الْجُهَنِيِّ ②

''حضرت عبدالرحمٰن بن عقیلؑ پر سلام۔ اللہ اُن کے قاتل اور تیر مارنے والے عمر بن خالد اسد جہنی پر لعنت کرے۔

المناقب ابن شہر آشوب: ثُمَّ بَرَزَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَقِيلٍ وَهُوَ يَرْتَجِزُ:

---

① تاریخ طبری: ج ۵ ص ۴۴۲؛ الکامل فی التاریخ: ج ۲، ص ۵۷۰؛ انساب الاشراف: ج ۳، ص ۴۰۶؛ طبقات الکبریٰ: ج ۱، ص ۴۷۷

② انساب الاشراف: ج ۲، ص ۳۲۸؛ نسب قریش: ص ۸۴؛ جمہرۃ انساب العرب: ص ۶۹؛ الفتوح: ج ۸، ص ۱۱۱؛ مقتل الحسینؑ خوارزمی: ج ۲، ص ۱۸ و ۲۶؛ ارشاد: ج ۲، ص ص ۱۲۵؛ المجدی: ص ۳۰۷؛ امالی شجری: ج ۱، ص ۱۷۱؛ حدائق الوردیہ: ج ۱، ص ۱۲۱

③ نسب قریش: ص ۴۵؛ انساب الاشراف: ج ۲، ص ۳۲۸، ۳۱۵؛ المعارف ابن قتیبہ: ص ۲۰۵

④ لباب الانساب: ج ۱، ص ۳۶۰

⑤ لباب الانساب: ج ۱، ص ۴۰۱

① راجع: ج ۸، ص ۱۵۹

② راجع: ج ۸، ص ۲۳۰

أَبِي عَقِيلٌ فَاعرِفُوا مَكَانِي   مِن هَاشِمٍ وَهَاشِمٌ إِخوَانِي
كُهولُ صِدقٍ سَادَةُ الأَقرانِ   هٰذا حُسَينٌ شَامِخُ البُنيَانِ
وَسَيِّدُ الشَّيبِ مَعَ الشُّبَّانِ

فَقَتَلَ سَبعةَ عشرَ فَارِسًا. قَتَلَهُ عُثمَانُ بنُ خَالِدٍ الجُهَنِيُّ

المناقب ابنِ شہرآشوب میں روایت ہے کہ عبدالرحمن ابنِ عقیلؑ رجز پڑھتے ہوئے میدانِ کارزار کی طرف بڑھے۔ رجز کا مفہوم یہ ہے:

"میں فرزند حضرت ہاشمؑ ہوں۔ میں حضرت عقیلؑ کا نورِ نظر ہوں۔ میرا مقام پہچانو۔ میرے اسلاف صدق وصفا کے پیکر تھے اور وہ اپنے زمانے کے سیّد وسالار تھے۔ یہ عالی ومتعالی حسینؑ ہر پیر وجوان کے سیّد وسردار ہیں"۔

اس کے بعد آپؑ نے دشمنوں پر حملہ کیا اور ابنِ زیاد کے سترہ سواروں کو دوزخ کی طرف روانہ کیا۔ آپؑ کو عثمان بن خالد جُہنی نے شہید کیا تھا۔ (۱)

تاریخ طبری میں ہشام سے روایت ہے کہ عبدالرحمن بن عقیلؑ میدانِ کربلا میں شہید ہوئے تھے۔ آپؑ کی والدہ اُمِ ولد تھیں۔ آپؑ کو عثمان بن خالد بن اُسیر جُہنی نے شہید کیا تھا۔ (۲)

ارشاد میں روایت ہے کہ عثمان بن خالد ہمدانی نے حضرت عبدالرحمن بن عقیلؑ کو شہید کیا تھا۔ (۳)

تاریخ طبری میں حمید بن مسلم سے روایت ہے کہ عثمان بن خالد بن اُسیر جُہنی اور بشر بن سوط ہمدانی قانصی نے مل کر حضرت عبداللہ بن عقیلؑ کو شہید کیا تھا۔ (۴)

---

(۱) مناقب ابن شہرآشوب: ج ۴، ص ۱۰۵؛ بحارالانوار: ج ۴۵، ص ۳۳؛ الفتوح: ج ۵، ص ۱۱۱؛ مقتل الحسینؑ خوارزمی: ج ۲، ص ۲۶

(۲) تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۶۹؛ الکامل فی التاریخ: ج ۱، ص ۵۸۱؛ فصول المہمہ: ص ۱۹۵؛ شرح اخبار: ج ۳، ص ۱۹۵؛ امالی شجری: ج ۱، ص ۱۷۱؛ جمہرۃ انساب العرب: ص ۶۹

(۳) ارشاد: ج ۲، ص ۱۰۷؛ مثیر الاحزان: ص ۶۷؛ بحارالانوار: ج ۴۵، ص ۳۳

(۴) تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۴۷؛ الکامل فی التاریخ: ج ۲، ص ۵۷۰؛ انساب الاشراف: ج ۳، ص ۳۰۶ و ج ۶، ص ۴۰۹؛ طبقات الکبریٰ: ج ۱، ص ۴۷۷؛ مقاتل الطالبیین: ج ۱، ص ۹۶

اخبار الطوال میں روایت ہے کہ عبدالرحمٰن بن عقیلؓ کو عبداللہ بن عُروہ خثعمی نے تیر مار کر شہید کیا تھا۔ ①

حضرت عبداللہ اکبر بن عقیل علیہ السلام

آپ حضرت عقیلؓ کے فرزند تھے۔ واقعۂ کربلا میں شہید ہوئے۔ ② متعدد مصادر میں آپؓ کا نام عبداللہ اکبر مذکور ہے۔ ③ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ حضرت عقیلؓ کے عبداللہ نام کے دوسرے فرزند تھے۔

بعض مصادر کے مطابق حضرت عقیلؓ کے عبداللہ نام کے دونوں فرزند کربلا میں شہید ہوئے تھے۔ ④ وقتِ شہادت حضرت عبداللہؓ کی عمر شریف ۳۳ برس تھی۔ ⑤ کچھ مصادر میں منقول ہے کہ حضرت عبداللہ اکبر حضرت علی علیہ السلام کے داماد تھے۔ ⑥ آپؓ کا نام زیارتِ ناحیہ میں نہیں ہے لیکن زیارتِ رجبیہ میں ہے۔ ⑦

---

① اخبار الطوال: ص ۲۵۷؛ بغیۃ الطلب فی تاریخ حلب: ج ۲، ص ۲۶۲۸

② تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۶۹؛ طبقات الکبریٰ: ج ۱، ص ۴۷۷؛ جمہرۃ انساب العرب: ص ۶۹؛ ثقات ابن حبان: ج ۲، ص ۳۰۹؛ مروج الذہب: ج ۳، ص ۷۱؛ مقتل الحسینؑ خوارزمی: ج ۲، ص ۴۸؛ تذکرۃ الخواص: ص ۲۵۵؛ ارشاد: ج ۲، ص ۱۲۵؛ شرح الاخبار: ج ۲، ص ۱۹۵

③ نسب قریش: ص ۸۳؛ انساب الاشراف: ج ۲، ص ۳۲۸؛ مقاتل الطالبیین: ص ۹۷؛ المناقب ابن شہر آشوب: ج ۳، ص ۱۰۶؛ اعلام الوریٰ: ج ۱، ص ۳۹۷

④ طبقات الکبریٰ: ج ۱، ص ۴۷۷؛ مؤلف نے ان دونوں کے اسماء کے ذکر کے بعد لکھا ہے کہ ان دونوں کی مائیں اُم ولد تھیں۔ دونوں کا قاتل عمرو بن صبیح صدائی تھا۔ ان دونوں میں سے دوسرے کے ذکر کے بعد ایک قول پیش کیا ہے کہ دوسرے نوجوان کو اُسید بن مالک حضرمی نے شہید کیا تھا۔

⑤ لباب الانساب العرب: ج ۱، ص ۳۹۹

⑥ نسب قریش: ص ۴۵؛ المحبر: ص ۱۵۶؛ انساب الاشراف: ج ۲، ص ۳۲۸؛ المعارف ابن قتیبہ: ص ۲۰۵؛ اعلام الوریٰ: ج ۱، ص ۳۹۷

⑦ زیارتِ رجبیہ بروایت مزار شہید اوّل، ص ۱۳۹

حضرت محمد بن ابوسعید بن عقیل علیہ السلام

حضرت محمد بن ابوسعید (۱) کا بعض نصوص میں نام صرف محمد بن سعید بن عقیلؓ ہے۔ (۲)

یہ واقعۂ کربلا کے آلِ عقیلؓ کے پہلے شہید ہیں۔ بعض مورخین نے نقل کیا ہے کہ حضرت محمد بن ابوسعیدؓ کربلا میں شہید نہیں ہوئے تھے۔ (۳) آپؓ کے بارے میں یہ بھی منقول ہے کہ آپؓ حضرت علی علیہ السلام کے داماد تھے۔ (۴) لیکن بعض مورخین نے اس بات کا انکار کیا ہے۔ (۵)

مؤلف لباب الانساب نے لکھا ہے کہ وقتِ شہادت اِن کی عمر شریف ۲۵ برس تھی۔ (۶)

حضرت محمد بن ابوسعید پر زیارتِ ناحیہ اور رجبیہ میں سلام وارد ہے: (۷)

اَلسَّلَامُ عَلٰی مُحَمَّدِ بْنِ اَبِي سَعِيْدِ بْنِ عَقِيْلٍ ،وَلَعَنَ اللهُ قَاتِلَهُ لَقِيْطِ بْنِ نَاشِرِ الْجُهَنِي

''میرا سلام ہو محمد بن ابی سعید بن عقیلؓ پر، اللہ اُن کے قاتل لقیط بن ناشر جُہنی پر لعنت کرے۔ (۸)

تاریخ الطبری عن ھشام: قُتِلَ مُحَمَّدُ بْنُ اَبِي سَعِيْدِ بْنِ عَقِيْلٍ- وَاُمُّهُ اُمُّ وَلَدٍ- قَتَلَهُ لَقِيْطُ بْنُ يَاسِرِ الْجُهَنِيُّ

---

(۱) تاریخ طبری: ج۵، ص ۴۶۹؛ ثقات ابن حبان: ج ۲، ص ۳۰۹؛ طبقات الکبریٰ: ج۱، ص ۴۷۷؛ المحبر: ص ۴۹۱؛ مقتل الحسین خوارزمی: ج ۲، ص ۴۸؛ ارشاد: ج ۲، ص ۱۲۵؛ اختصاص: ص ۸۳؛ رجال طوسی: ص ۱۰۵؛ امالی شجری: ج۱، ص ۱۰۶؛ حدائق الوردیہ: ج۱، ص ۱۲۱

(۲) کفایۃ الطالب: ص ۴۴۷؛ ارشاد: ج ۲، ص ۱۲۵؛ المناقب ابن شہرآشوب: ج ۴، ص ۱۰۶؛ اس میں آپ کے بارے میں لکھا گیا ہے محمد بن سعید احول بن عقیلؓ۔

(۳) المجدی: ص ۳۰۷، ۳۰۸

(۴) نسب قریش: ص ۳۶؛ المحبر: ص ۵۶؛ طبقات الکبریٰ: ج ۸، ص ۴۶۵

(۵) المجدی: ص ۱۸

(۶) لباب الانساب: ج۱، ص ۴۰۲

(۷) راجع: ج ۸، ص ۱۵۹

(۸) مزار کبیر: ص ۴۹۱

تاریخ طبری میں ہشام سے روایت ہے کہ کربلا میں محمد بن ابی سعید بن عقیلؑ شہید ہوئے تھے۔ آپ کی والدہ اُمِ ولد تھیں۔ لقیط بن یاسر جُہنی نے آپ کو شہید کیا تھا۔ ①

مقاتل الطالبیین: مُحَمَّدُ بْنُ اَبِي سَعِيدِ الْأَحْوَلِ بنِ عَقِيلِ بْنِ اَبِي طَالِبٍ، وَاُمُّهُ اُمُّ وَلَدٍ، قَتَلَهُ لَقِيطُ بْنُ يَاسِرِ الْجُهَنِيُّ، رَمَاهُ بِسَهْمٍ فِيمَا رَوَيْنَاهُ عَنِ الْمَدَائِنِيِّ، عَنْ أَبِي مِخْنَفٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بنِ أَبِي رَاشِدٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ مُسْلِمٍ

مقاتل الطالبیین میں روایت ہے کہ محمد بن ابی سعید اَحول بن عقیلؑ کی والدہ اُمِ ولد تھیں۔ لُقیط بن یاسر جُہنی نے تیر مار کر آپ کو شہید کیا تھا۔ ہم نے یہ مدائنی سے روایت لی ہے۔ اُس نے ابومخنف سے، اُس نے سلیمان بن ابی راشد سے اور اُس نے حمید بن مسلم سے سنا تھا۔ ②

الارشاد: أَسْمَاءُ مَنْ قُتِلَ مَعَ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ علیہ السلام مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ بِطَفِّ كَرْبَلَاءَ، وَهُمْ سَبعَةَ عَشَرَ نَفسًا...... وَمُحَمَّدُ بْنُ أَبِي سَعِيدِ بنِ عَقِيلِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِمْ أَجْمَعِيْنَ

ارشاد میں تمام شہدائے کربلا کے نام مذکور ہیں۔ ان کی تعداد سترہ ہے۔ محمد بن ابی سعید بن عقیل بن ابی طالبؑ اُنھی میں سے ایک ہیں۔ ③

مناقب ابنِ شہرآشوب میں روایت ہے کہ محمد بن ابوسعید اَحول بن عقیلؑ کا قاتل لُقیط بن یاسر جُہنی تھا۔ اس نے پہلو میں تیر مار کر آپؑ کو شہید کیا تھا۔ ④

---

① تاریخ طبری: ج۵،ص ۴۶۹؛ الکامل فی التاریخ: ج۲،ص ۵۸۲؛ طبقات الکبریٰ: ج۱،ص ۴۷۷؛ الفصول المہمہ: ص ۱۹۵؛ امالی شجری: ج۱،ص ۱۷۱

② مقاتل الطالبیین: ص ۹۸؛ بحارالانوار: ج۴۵،ص ۳۳

③ ارشاد: ج۲،ص ۱۲۵؛ اعلام الوریٰ: ج۱،ص ۴۷۶؛ مناقب ابن شہرآشوب: ج۴،ص ۱۱۲؛ اختصاص: ص۸۳؛ ثقات ابن حبان: ج۲،ص ۳۰۹

④ مناقب ابن شہرآشوب: ج۴،ص ۱۰۶

الطبقات الكبرىٰ (الطبقة الخامسة من الصحابة) فَاطِمَةُ بِنتُ عَلِيِّ بنِ اَبِي طَالِبٍ بنِ عَبدِالمُطَّلِبِ بنِ هَاشِمِ بنِ عَبدِ مُنَافٍ-وَاُمُّهَا اُمُّ وَلَدٍ-تَزَوَّجَهَا مُحَمَّدُ بنُ اَبِي سَعِيدِ بنِ عَقِيلِ بنِ اَبِي طَالِبٍ.فَوَلَدَت لَهُ حَمِيدَةَ بِنتَ مُحَمَّدٍ

طبقات الکبریٰ میں روایت ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کی ایک دختر فاطمہؑ تھیں۔ اِن کی والدہ اُمِ ولد تھیں۔ ان سے محمد بن ابوسعید بن عقیل بن ابی طالبؑ نے عقدِ اَزدواج کیا تھا۔ اِن کے ہاں ایک بیٹی پیدا ہوئی جن کا نام حمیدہ بنت محمد تھا۔ (1)

اہل بیتؑ کے غلام کی شہادت

اس شہید عزیز کا نام معلوم نہیں ہے۔ اس کی شہادت میدانِ جنگ میں نہیں ہوئی تھی۔ خیام کے اَطراف میں انھیں شہید کیا گیا تھا۔ ایک درندہ صفت انسان نے انھیں شہید کیا تھا۔

بعض متاخرین مورخین نے ایک اندازے سے کہا ہے کہ یہ محمد بن ابی سعید بن عقیلؑ تھے۔ (2) لیکن اُن کے پاس ایسی دلیل نہیں ہے جس سے اُن کے موقف کو قبول کیا جائے۔ اکثر کتبِ مقاتل میں حضرت محمد بن ابوسعیدؑ کے بارے مذکور ہے کہ آپؑ شادی شدہ تھے اور آپؑ کی اولاد بھی تھی۔ اِن کے قاتل اور کیفیتِ شہادت میں اختلاف ہے۔ (3)

الکامل فی التاریخ میں روایت ہے کہ خیام سے ایک بچہ باہر آیا جس کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی اور وہ پریشان تھا۔ وہ کبھی دائیں دیکھتا اور کبھی بائیں۔ ابنِ سعد کی فوج سے

---

(1) طبقات الکبریٰ: ج ۸، ص ۳۶۵؛ نسب قریش: ص ۳۶؛ تہذیب الکمال: ج ۳۵، ص ۲۶۱؛ تاریخ دمشق: ج ۷۰، ص ۳۶۔ ان دونوں کتابوں میں زبیر بن بکار سے روایت ہے۔ ان دونوں میں مذکور ہے: ابوسعید بن عقیل بن ابوطالبؑ اور ص ۳۷ پر ابن سعد کی روایت درج ہے۔ اعلام الوریٰ: ج ۱، ص ۳۹۷۔ اس میں ہے: ابوسعید بن عقیل بن ابی طالبؑ: المحبر: ص ۵۶

(2) ابصار العین: ص ۹۱؛ تنقیح المقال: ج ۲، ص ۶۰؛ عبرات المصطفین فی مقتل الحسینؑ: ج ۲، ص ۶۱: اس میں جعفر بن حسینؑ کا ذکر ہے۔

(3) راجع: ص ۳۷۳

ایک گھڑسوار نکلا اور اُسے تلوار سے قتل کر دیا۔ ایک قول ہے کہ وہ ہانی بن ثبیت حضرمی تھا۔ ①

مقاتل الطالبیین میں ہانی بن ثبیت قابضی سے روایت ہے کہ میں میدانِ کربلا میں موجود تھا۔ میں اپنے گھوڑے پر سوار تھا کہ آلِ حسینؑ سے ایک چھوٹا سا بچہ باہر نکلا جو حیران و پریشان تھا، کبھی دائیں دیکھتا تھا اور کبھی بائیں۔ ہم میں سے ایک سوار نے اپنے گھوڑے کو بچے کی طرف دوڑایا۔ جونہی وہ اُس کے قریب گیا تھوڑا سا جھکا اور بچے کو تلوار مار کر شہید کر دیا۔ ②

تاریخ الطبری عن هشام: أَبُو الْهُذَيْلِ - رَجُلٌ مِنَ السَّكُونِ - عَنْ هَانِي بنِ ثُبَيْتٍ الْحَضْرَمِيِّ، قَالَ: رَأَيْتُهُ جَالِسًا فِي مَجْلِسِ الْحَضْرَمِيِّينَ فِي زَمَانِ خَالِدِ بنِ عَبدِاللهِ - وَهُوَ شَيْخٌ كَبِيرٌ - قَالَ: فَسَمِعْتُهُ وَهُوَ يَقُولُ: كُنتُ مِمَّن شَهِدَ قَتلَ الْحُسَيْنِ، قَالَ: فَوَاللهِ إِنِّي لَوَاقِفٌ عَاشِرَ عَشَرَةٍ، لَيسَ مِنَّا رَجُلٌ إِلَّا عَلَى فَرَسٍ، وَقَد جَالَتِ الْخَيلُ وَتَصَعصَعَت، إِذ خَرَجَ غُلَامٌ مِن آلِ الْحُسَيْنِ وَهُوَ مُمسِكٌ بِعُودٍ مِن تِلكَ الأَبنِيَةِ، عَلَيهِ إِزَارٌ وَقَمِيصٌ وَهُوَ مَذعُورٌ، يَلتَفِتُ يَمِينًا وَشِمَالًا، فَكَأَنِّي أَنظُرُ إِلَى دُرَّتَينِ فِي أُذُنَيهِ تَذَبذَبَانِ كُلَّمَا التَفَتَ، إِذ أَقبَلَ رَجُلٌ يَركُضُ حَتَّى إِذَا دَنَا مِنهُ مَالَ عَن فَرَسِهِ، ثُمَّ اقتَصَدَ الغُلَامَ فَقَطَعَهُ بِالسَّيفِ.

قَالَ هِشَامٌ: قَالَ السَّكُونِيُّ: هَانِئُ بنُ ثُبَيتٍ هُوَ صَاحِبُ الغُلَامِ، فَلَمَّا عُتِبَ عَلَيهِ كَنَّى عَن نَفسِهِ

تاریخ طبری میں ہشام سے روایت ہے کہ مجھے ابوہذیل سکونی نے بتایا، اُس نے ہانی بن ثبیت حضرمی سے سنا کہ خالد بن عبداللہ کا زمانہ تھا۔ حضرمیوں کی محفل میں ہانی بن ثبیت حضرمی بیٹھا ہوا تھا۔ اُس وقت وہ بہت بوڑھا ہو چکا تھا۔ اُس نے کہا: قتلِ حسینؑ کے روز میں

---

① الکامل فی التاریخ: ج ۲، ص ۱۷۵؛ مقتل الحسین خوارزمی: ج ۲، ص ۳۱؛ بحارالانوار: ج ۴۵، ص ۴۵

② مقاتل الطالبیین: ص ۱۱۸

کربلا میں تھا۔ ہم دس سوار ایک جگہ پر کھڑے تھے۔ گھوڑے چاروں طرف دوڑ رہے تھے۔ میں نے واللہ ایک بچے کو دیکھا کہ خیمہ کی ایک لکڑی اُس کے ہاتھ میں تھی۔ وہ خیمہ سے نکل کر باہر آ گیا جس نے کُرتہ اور پاجامہ زیب تن کر رکھا تھا۔ وہ خوفزدہ تھا، کبھی خوف سے دائیں دیکھتا تھا اور کبھی بائیں دیکھتا تھا۔ اُس کے کانوں میں بالیاں تھیں۔ جب وہ اِدھر اُدھر مڑتا تھا تو اُس کی بالیاں ہلتی تھیں۔ اُن بالیوں کی حرکت کی کیفیت میری آنکھوں میں اِس وقت بھی گھوم رہی ہے۔ ایک شخص نے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور اس بچے کے قریب آ کر تھوڑا سا جھکا اور تلوار مار کر اُسے دو ٹکڑوں میں بدل دیا۔

راوی سکونی کا بیان ہے کہ اصل میں یہ ظلم اس ہانی حضرمی نے کیا تھا۔ اپنا نام چھپاتا تھا کہ کہیں لوگ اُس پر لعنت نہ کریں۔ [1]

---

[1] تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۴۹؛ مقاتل الطالبیین: ص ۱۱۸؛ البدایہ والنہایہ: ج ۸، ص ۱۸۶

{نویں فصل}

مقتلِ سیّد الشہدا علیہ السلام

امام علیہ السلام کا لباس طلب کرنا

الملهوف: قَالَ الحُسَينُ عليه السلام: اِيتُونِي بِثَوبٍ لَا يُرغَبُ فِيهِ: أَجعَلُهُ تَحتَ ثِيَابِي لِئَلَّا اُجَرَّدَ مِنهُ فَأُتِيَ بِتُبَّانٍ. فَقَالَ: لَا. ذَاكَ لِبَاسُ مَن ضُرِبَت عَلَيهِ الذِّلَّةُ. فَأَخَذَ ثَوبًا خَلقًا فَخَرَقَهُ وَجَعَلَهُ تَحتَ ثِيَابِهِ. فَلَمَّا قُتِلَ جَرَّدُوهُ مِنهُ عليه السلام

ثُمَّ استَدعَى عليه السلام بِسَرَاوِيلَ مِن حِبَرَةٍ. فَفَزَرَهَا وَلَبِسَهَا. وَ اِنَّمَا فَزَرَهَا لِئَلَّا يُسلَبَهَا فَلَمَّا قُتِلَ سَلَبَهَا بَحرُ بنُ كَعبٍ لَعَنَهُ اللهُ وَتَرَكَ الحُسَينَ عليه السلام مُجَرَّدًا. فَكَانَت يَدَا بَحرٍ بَعدَ ذٰلِكَ تَيبَسَانِ فِي الصَّيفِ كَأَنَّهُمَا عُودَانِ يَابِسَانِ. وَتَترَطَّبَانِ فِي الشِّتَاءِ فَتَنضَحَانِ قَيحًا وَدَمًا اِلَى أَن أَهلَكَهُ اللهُ تَعَالَى

الملہوف میں روایت ہے کہ فرزند رسولؐ نے فرمایا: ایسا لباس لائیں کہ جسے میں اپنے لباس کے نیچے پہنوں جس میں کسی کے لیے رغبت کا کوئی سامان نہ ہو، تاکہ شہادت کے بعد میرا جسم ملبوس رہے۔ تُبّان[1] لایا گیا تو آپؑ نے فرمایا: یہ لباس نامناسب ہے۔ میری شان کے خلاف ہے۔ آپؑ نے پرانا لباس لیا اور اُسے مختلف جگہوں سے پھاڑ دیا اور اُسے لباس کے نیچے پہنا لیکن آپؑ کی شہادت کے بعد یہ لباس بھی لوٹ لیا گیا۔

اِس کے علاوہ آپؑ نے یمنی کپڑے کی بنی ہوئی شلوار طلب کی۔ اُسے بھی آپؑ نے

---

[1] تُبّان: ایک بالشت برابر شلوار جو موٹے کپڑے سے بنی ہوتی ہے۔ ہمارے اس زمانے میں اُسے انڈرویئر (under wear) یا جانگیہ کہا جاتا ہے۔ (مترجم)

مختلف جگہوں سے پھاڑا تا کہ بعد از شہادت اُتار نہ لی جائے۔ پھر اُسے زیب تن کیا۔ جب حضرت امام حسین علیہ السلام شہید کر دیئے گئے تو بحر بن کعب ملعون نے آپ کا یہ لباس بھی لوٹ لیا تھا۔ اللہ ربّ العزت نے اس ظالم کو دنیا کے عذاب میں معذب کر دیا تھا۔ گرمی کے موسم میں اس کے ہاتھ خشک لکڑی کی مانند ہو جاتے تھے اور سردی کے موسم میں اس کے ہاتھوں سے پیپ اور خون بہتا رہتا تھا۔ اسی بیماری کے ساتھ اللہ نے اُسے واصلِ جہنم کیا۔ [1]

المناقب لابن شهر آشوب: ثُمَّ قَالَ [الامام الحُسين علیہ السلام]: إِيتُونِي بِثَوبٍ لَا يُرغَبُ فِيهِ أَلبَسهُ غَيرَ ثِيَابِي: لَا أُجَرَّدُ. فَإِنِّي مَقتُولٌ مَسلوبٌ. فَأَتَوهُ بِتُبَّانٍ فَأَبَى أَن يَلبَسَهُ وَقَالَ: هٰذَا لِبَاسُ الذِّمَّةِ. ثُمَّ بِشَيءٍ أَوسَعَ مِنهُ -دُونَ السَّرَاوِيلِ وَفَوقَ التُّبَّانِ- فَلَبِسَهُ

المناقب ابنِ شہر آشوب میں روایت ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: میرے پاس ایسا لباس لاؤ جس میں رغبت کا کوئی سامان نہ ہو، تا کہ میں اُسے اپنے اس لباس کے نیچے پہن لوں، اور میرا جسم بعد از شہادت مستور رہے کیونکہ میں مقتول مسلوب ہوں۔

آپؑ کی خدمت میں تبان پیش کیا گیا جس کے پہننے سے آپؑ نے انکار کر دیا۔

فرمایا: یہ ذمیوں کا لباس ہے۔ اس کے بعد ایک اور لباس لایا گیا جو کھلا لباس تھا جو شلوار سے چھوٹا تھا اور تبان سے بڑا تھا۔ جسے آپؑ نے اپنے لباس کے نیچے پہنا۔ [2]

تاریخ الطبری عن ابی مخنف عن سلیمان بن ابی راشد عن حمید بن مسلم: لَمَّا بَقِيَ الحُسَينُ علیہ السلام فِي ثَلَاثَةِ رَهطٍ أَو أَربَعَةٍ، دَعَا

---

[1] الملہوف: ص ۱۷۴؛ بحار الانوار: ج ۴۵، ص ۵۴۔ اس میں ابجر بن کعب کا نام ہے۔ تاریخ طبری: ج ۵، ص ۳۸۹، اس میں عمار دہنی سے روایت ہے، اُس نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے سنا تھا۔ اس کتاب میں ہے کہ آپؑ نے حکم دیا تھا کہ یمنی شلوار لے آؤ۔ جب یمنی شلوار آپؑ کے حوالے کی گئی تو آپؑ نے اُسے مختلف جگہوں سے پھاڑ دیا تھا۔

[2] مناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۱۰۹

بِسَرَاوِيلَ مُحَقَّقَةٍ يُلْمَعُ فِيهَا الْبَصَرُ، يَمَانِيٍّ مُحَقَّقٍ فَفَزَرَهُ وَنَكَثَهُ لِكَيْلَا يُسْلَبَهُ. فَقَالَ لَهُ بَعْضُ أَصْحَابِهِ: لَوْ لَبِسْتَ تَحْتَهُ تُبَّانًا قَالَ: ذٰلِكَ ثَوْبُ مَذَلَّةٍ وَلَا يَنْبَغِي لِي أَنْ أَلْبَسَهُ

قَالَ: فَلَمَّا قُتِلَ، أَقْبَلَ بَحْرُ بْنُ كَعْبٍ فَسَلَبَهُ إِيَّاهُ، فَتَرَكَهُ مُجَرَّدًا

قَالَ: أَبُو مِخْنَفٍ : حَدَّثَنِي عَمْرُو شُعَيْبٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، أَنَّ يَدَيْ بَحْرِ بْنِ كَعْبٍ كَانَتَا فِي السَّمَاءِ تَنْضَحَانِ الْمَاءَ، وَفِي الصَّفِّ تَيْبَسَانِ كَأَنَّهُمَا عُودٌ

تاریخ طبری میں ابومخنف سے روایت ہے، اُس نے سلیمان بن ابی راشد سے سنا، اُس نے حمید بن مسلم سے سنا، اس نے کہا: آپؑ کے انصار میں تین یا چار افراد باقی رہ گئے تھے تو آپؑ نے ایک مضبوط برد یمانی کا پاجامہ منگوایا جس کی بناوٹ میں روئی کے ریزے موجود تھے۔ پھر اُسے آپؑ نے چاک کیا اور پھاڑ ڈالا۔ امام علیہ السلام کو اندیشہ تھا کہ یہ لوگ قتل کرنے کے بعد مجھے بے لباس نہ کردیں۔

آپؑ کے بعض اصحاب نے کہا: اس کے نیچے جانگیہ بھی ہوتی تو اچھا تھا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ لباس نامناسب ہے۔ مجھے نہیں پہننا چاہیے، میری شان کے موافق نہیں ہے۔ لیکن جب آپؑ کو شہید کردیا گیا تو بحر بن کعب نے آپؑ کا لباس لوٹا اور امامؑ کو بے لباس کردیا۔

ابومخنف کا بیان ہے کہ مجھے عمرو بن شعب نے بتایا، اُس نے محمد بن عبدالرحمٰن سے سنا، اُس نے کہا کہ بحر بن کعب کے ہاتھوں سے سردیوں میں پانی جاری ہوجاتا تھا اور گرمیوں میں اُس کے ہاتھ خشک لکڑی کی طرح ہوجاتے تھے۔ [1]

الارشاد: حَمَلَتِ الرِّجَالَةُ يَمِينًا وَشِمَالًا عَلٰى مَنْ كَانَ بَقِيَ مَعَ الْحُسَيْنِ علیہ السلام فَقَتَلُوهُمْ، حَتّٰى لَمْ يَبْقَ مَعَهُ إِلَّا ثَلَاثَةُ نَفَرٍ أَوْ

[1] تاریخ طبری: ج۵،ص ۴۵۱؛ انساب الاشراف: ج۳،ص ۴۰۸؛ الکامل فی التاریخ: ج۲،ص ۷۴؛ تذکرۃ الخواص: ص ۲۵۳

أَرْبَعَةٌ . فَلَمَّا رَأَى ذٰلِكَ الْحُسَيْنُ علیہ السلام دَعَا بِسَرَاوِيلَ يَمَانِيَّةٍ يَلْمَعُ فِيهَا الْبَصَرُ . فَفَزَرَهَا ثُمَّ لَبِسَهَا وَإِنَّمَا فَزَرَهَا لِكَيْ لَا يُسْلَبَهَا بَعْدَ قَتْلِهِ . فَلَمَّا قُتِلَ عَمَدَ أَبْجَرُ بْنُ كَعْبٍ إِلَيْهِ فَسَلَبَهُ السَّرَاوِيلَ وَتَرَكَهُ مُجَرَّدًا . فَكَانَتْ يَدَا أَبْجَرَ بْنِ كَعْبٍ بَعْدَ ذٰلِكَ تَيْبَسَانِ فِي الصَّيْفِ حَتّٰى كَأَنَّهُمَا عُودَانِ . وَتَتَرَطَّبَانِ فِي الشِّتَاءِ فَتَنْضَحَانِ دَمًا وَقَيْحًا إِلٰى أَنْ أَهْلَكَهُ اللّٰهُ

ارشاد میں روایت ہے، یہ اُس وقت کی بات ہے کہ دشمن کی پیدل فوج نے دائیں بائیں حملے کر کے امام حسین علیہ السلام کے بچے ہوئے ساتھیوں میں سے سوائے تین چار افراد کے سب کو شہید کر دیا۔ جب امام حسین علیہ السلام نے یہ کیفیت دیکھی تو آپؑ نے یمنی شلوار منگوائی۔ آپؑ نے اُسے کناروں سے پھاڑا پھر اُسے پہنا۔ فرزند رسولؐ نے اُسے اس لیے پھاڑا تھا، تاکہ آپؑ کی شہادت کے بعد اُسے لوٹا نہ جا سکے۔ جب آپؑ کو شہید کر دیا گیا تو ابجر بن کعب نے آپؑ کا یہ لباس لوٹ لیا تھا اور آپؑ کو بے لباس کر دیا تھا۔ اُسے اُس کے اس فعل کی یہ سزا ملی کہ اُس کے دونوں ہاتھ گرمیوں میں خشک لکڑی کی طرح ہو جاتے تھے اور سردیوں میں اُن سے پیپ اور خون بہنے لگتا تھا۔ اللہ رب العزت نے اِس طرح اُسے ہلاکت سے دوچار کیا تھا۔ (1)

امام علیہ السلام کا خواتین سے وداع

المناقب لابن شهر آشوب: ثُمَّ وَدَّعَ [الْحُسَيْنُ علیہ السلام] النِّسَاءَ ، وَكَانَتْ سُكَيْنَةُ تَصِيحُ . فَضَمَّهَا إِلٰى صَدْرِهِ وَقَالَ:

سَيَطُولُ بَعْدِي يَا سُكَيْنَةُ فَاعْلَمِي ... مِنْكِ الْبُكَاءُ إِذَا الْحِمَامُ دَهَانِي
لَا تُحْرِقِي قَلْبِي بِدَمْعِكِ حَسْرَةً ... مَادَامَ مِنِّي الرُّوحُ فِي جُثْمَانِي
وَإِذَا قُتِلْتُ فَأَنْتِ أَوْلٰى بِالَّذِي ... تَأْتِينَهُ يَا خِيَرَةَ النِّسْوَانِ

المناقب ابنِ شہر آشوب میں روایت ہے کہ فرزند رسولؐ نے خواتین اور اپنے بچوں

---

(1) ارشاد: ج ۲، ص ۱۱۱؛ اعلام الوریٰ: ج ۱، ص ۴۶۸؛ مثیر الاحزان: ص ۷۳، اس کتاب میں بحر بن کعب کا نام ہے۔

سے وداع کیا تو حضرت سکینہؑ نے بلند آواز کے ساتھ رونا شروع کر دیا۔ امام علیہ السلام نے اُنھیں اپنے سینہ سے لگایا اور فرمایا:

سکینہؑ جان! جب مجھے شہید کردیا جائے گا تو اُس کے بعد تم نے زندگی بھر رونا ہے۔ ابھی تو مَیں زندہ ہوں۔ اب نہ روؤ، کیونکہ تمھارا رونا مَیں برداشت نہیں کرسکتا۔ جب تک میں تمھارے پاس ہوں اپنے رونے سے مجھے محزون و مغموم نہ کرو۔ ہاں! جب مجھے شہید کر دیا جائے تو پھر جس قدر گریہ کرو وہ تمھارا حق ہے۔

اے خیر النساء! اب صبر و شکیبائی سے کام لو، بعد میں خوب آنسو بہانا۔ (۱)

فرزندِ رسولؐ کی وصیتیں

اثبات الوصیة: ثُمَّ أَحضَرَ عَلِيَّ بنَ الحُسَينِ علیہ السلام، وَكَانَ عَلِيلًا، فَأَوصَىٰ إِلَيهِ بِالاسمِ الأَعظَمِ وَمَوَارِيثِ الأَنبِيَاءِ علیہم السلام وَعَرَّفَهُ أَنَّهُ قَد دَفَعَ العُلُومَ وَالصُّحُفَ، وَالمَصَاحِفَ وَالسِّلَاحَ إِلَىٰ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنهَا، وَأَمَرَهَا أَن تَدفَعَ جَمِيعَ ذٰلِكَ إِلَيهِ

اثبات الوصیۃ میں روایت ہے کہ فرزندِ رسولؐ نے حضرت علی بن الحسینؑ کو طلب کیا اُس وقت آپ علیل تھے۔ آپؑ نے اسم اعظم اور مواریث انبیاءؑ اُن کے سپرد کیے۔ علاوہ ازیں آپ کو بتایا کہ حضرت اُمِ سلمہؓ کے پاس علوم و صحف و مصاحف اور اسلحہ ہے وہ اُن سے لے لینا کیونکہ جب فرزند رسولؐ نے مذکورہ چیزیں حضرت اُمِ سلمہؓ کے حوالے کی تھیں تو اُن سے فرمایا تھا کہ جب حضرت امام سجاد علیہ السلام واپس مدینہ آئیں تو یہ اُن کے حوالے کردیں۔ (۲)

الکافی میں ابو جارود سے اور اُس نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے سنا کہ آپؑ نے فرمایا: جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے جنگ کا ارادہ کیا تو اُس وقت میرے والد بزرگوارؑ کی طبیعت ناساز تھی۔ آپؑ وصیت سننے کے قابل ہی نہیں تھے۔ فرزند رسولؐ نے اپنی دختر حضرت فاطمہ

---

(۱) المناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۱۰۹

(۲) اثبات الوصیت: ص ۱۷۷

کبریٰؑ کے حوالے ایک صحیفہ اور وصیت نامہ کیا۔ پھر جب میرے بابا صحت یاب ہوئے تو حضرت فاطمہ کبریٰؑ نے وہ صحیفہ اور وصیت نامہ آپؑ کے سپرد کیا۔ واللہ! اب وہ وصیت نامہ اور صحیفہ ہمارے پاس ہے۔

ابو جارود نے کہا کہ میں نے امام علیہ السلام سے پوچھا کہ اس وصیت نامہ میں کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: واللہ! اس میں حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے لے کر قیامت تک جس قدر انسانی ضروریات ہیں وہ بھی اس میں ہیں۔ واللہ! اس میں تمام حدود کا بیان ہے حتیٰ کہ خراش کی دیت کا بیان بھی ہے۔ (۱)

الکافی میں ابوحمزہ ثمالی سے روایت ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: جب میرے والد بزرگوارؑ کا وقتِ شہادت آیا تو آپؑ نے مجھے اپنے سینے سے لگایا۔ آپؑ نے مجھے وہ وصیتیں کیں جو آپؑ کے والد بزرگوارؑ نے آپؑ کو کیں تھیں۔

اس کے بعد فرمایا: اے میرے پیارے بیٹے! ظلم سے بچ کر رہنا۔ مَیں تیرے لیے اللہ رب العزت کی نصرت کے سوا کسی اور نصرت کو نہیں پاتا۔ (۲)

الکافی میں روایت ہے کہ ابوحمزہ ثمالی نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے فرمایا: جب میرے والد بزرگوارؑ کے انتقال کا وقت آیا تو آپؑ نے مجھے اپنے سینے سے لگایا اور فرمایا: اے پیارے فرزند! میں تمھیں وہی وصیت کرتا ہوں جو وصیت میرے والد بزرگوارؑ نے مجھے اپنی شہادت سے پہلے کی تھی: "اے بیٹے! حق کے معاملے میں صبر سے کام لینا اگرچہ وہ تجھے ناگوار ہی کیوں نہ گزرے"۔ (۳)

---

(۱) الکافی: ج۱،ص ۳۰۳؛ امامت والتبصرۃ: ص ۱۹۷؛ بصائر الدرجات: ص ۱۴۸؛ اعلام الوریٰ: ج۱،ص ۴۸۲؛ مناقب ابن شہرآشوب: ج ۴،ص ۱۷۲؛ اثبات الوصیۃ: ص ۱۷۷

(۲) الکافی: ج ۲،ص ۳۳۱؛ الخصال: ص ۱۶؛ امالی صدوق: ص ۲۴۹؛ روضۃ الواعظین: ص ۵۱۰؛ تحف العقول: ص ۲۴۶؛ بحارالانوار: ج ۴۶،ص ۱۵۳

(۳) الکافی: ج ۲،ص ۹۱؛ مشکوۃ الانوار: ص ۵۸؛ کتاب من لایحضرہ الفقیہ: ج ۴، ص ۴۱۰؛ بحارالانوار، ج ۷۰،ص ۱۸۴

الدعوات عن زین العابدین علیہ السلام: ضَمَّنِي وَالِدِي علیہ السلام إِلَىٰ صَدْرِهِ يَوْمَ قُتِلَ وَالدِّمَاءُ تَغْلِي، وَهُوَ يَقُولُ: يَا بُنَيَّ، احفَظ عَنِّي دُعَاءً عَلَّمَتْنِيهِ فَاطِمَةُ علیہا السلام وَعَلَّمَهَا رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَعَلَّمَهُ جِبْرَئِيلُ علیہ السلام فِي الْحَاجَةِ وَالْمُهِمِّ وَالْغَمِّ، وَالنَّازِلَةِ إِذَا نَزَلَت، وَالْأَمْرِ الْعَظِيمِ الْفَادِحِ. قَالَ: ادعُ بِحَقِّ يٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيمِ، وَبِحَقِّ طٰهٰ وَالْقُرْاٰنِ الْعَظِيمِ، يَا مَن يَقدِرُ عَلَىٰ حَوَائِجِ السَّائِلِينَ، يَا مَن يَعلَمُ مَا فِي الضَّمِيرِ، يَا مُنَفِّسُ عَنِ الْمَكرُوبِينَ، يَا مُفَرِّجُ عَنِ الْمَغمُومِينَ، يَا رَاحِمَ الشَّيْخِ الْكَبِيرِ، يَا رَازِقَ الطِّفلِ الصَّغِيرِ، يَا مَن لَا يَحتَاجُ إِلَى التَّفسِيرِ، صَلِّ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ، وَافعَل بِي كَذَا وَكَذَا

الدعوات میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت ہے کہ جس دن میرے والد بزرگوارؑ شہید ہوئے اُس دن آپؑ میرے پاس آئے اور مجھے اپنے سینے سے لگایا۔ آپؑ کے زخموں سے خون بہہ رہا تھا۔ اُس وقت آپؑ نے مجھے فرمایا:

اے میرے فرزند! میں دُعا پڑھتا ہوں تم اسے یاد کرلو۔ یہ دُعا مجھے میری والدہ حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام نے تعلیم کی تھی اور انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور آپؐ کو حضرت جبرئیلؑ نے تعلیم کی تھی۔ جب کوئی حاجت ہو یا مصیبت و پریشانی ہو تو اُس وقت اِس دُعا کو پڑھو خدا تمھاری مدد کرے گا۔

آپؑ نے فرمایا:

''بحق یٰسین والقرآن الحکیم وبحق طٰہٰ۔ اے وہ ذات جو سائلین کے حوائج و ضروریات سے آشنا و آگاہ ہے۔ اے وہ باطن میں پوشیدہ اُمور سے مطلع ہے۔ اے غم و اندوہ میں مبتلا لوگوں کے لیے تسلی کا سامان کرنے والے! اے حیرانیوں اور پریشانیوں سے دوچار لوگوں کو نجات دلانے والے، اے وہ جو عمر رسیدہ اور ضعیف افراد پر رحم کرتا ہے اور چھوٹے بچوں کو اُن کا

رزق دیتا ہے۔ اے وہ جسے کسی تفسیر وتوضیح کی ضرورت نہیں ہے۔ محمدؐ وآلِ محمدؐ پر درود بھیج اور میری مشکل کو میرے لیے (کذا وکذا کی جگہ حاجت بیان کرے) دُور کردے"۔ ①

نصرتِ امامؑ اور ملائکہ کی آمد

کمال الدین وتمام النعمة عن ابان بن تغلب عن أبي عبدالله [الصادق] أَرْبَعَةُ آلَافِ مَلَكٍ الَّذِينَ هَبَطُوا يُرِيدُونَ الْقِتَالَ مَعَ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ علیہ السلام فَلَمْ يُؤْذَنْ لَهُمْ . فَصَعِدُوا فِي الْاِسْتِئْذَانِ، وَهَبَطُوا وَقَدْ قُتِلَ الْحُسَيْنُ علیہ السلام. فَهُمْ شُعْثٌ غُبْرٌ يَبْكُونَ عِنْدَ قَبْرِ الْحُسَيْنِ علیہ السلام إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ

کمال الدین وتمام النعمۃ میں ابان بن تغلب سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے فرمایا: آسمان سے چار ہزار ملائکہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے کہ وہ آپؑ کے دشمنوں سے جنگ کرنا چاہتے ہیں لیکن آپؑ نے انھیں اجازت نہ دی۔ پھر وہ اجازت لینے کے لیے آسمان کی طرف چلے گئے۔ جب وہ اجازت لے کر دوبارہ آئے تو اُس وقت فرزندِ رسولؐ شہید ہو چکے تھے۔ تو اُنھوں نے اپنے سر میں مٹی ڈالی۔ وہ اس طرح قیامت تک امام حسین علیہ السلام کی قبر مبارک پر گریہ وبکا کرتے رہیں گے۔ ②

الغیبۃ النعمانی میں ابان بن تغلب سے روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: حضرت امام حسین علیہ السلام کی نصرت میں چار ہزار مشخص ملائکہ نازل ہوئے۔ اس سے پہلے جنگ بدر کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت میں تین سو تیرہ فرشتے نازل ہوئے تھے۔ یہ آسمان کی طرف گئے تاکہ نصرتِ امامؑ کے لیے اجازت حاصل کریں۔ جب انھیں اجازت ملی تو وہ زمین کی طرف آئے تو اس وقت تک فرزند رسولؐ شہید ہو گئے تھے۔ وہ ملائکہ اپنے سر میں

---

① الدعوات: ص ۵۴؛ بحار الانوار: ج ۹۵، ص ۱۹۶

② کمال الدین وتمام النعمۃ: ص ۶۷۱؛ امالی صدوق: ص ۷۳۷؛ کامل الزیارات: ص ۱۷۱؛ الغیبۃ النعمانی: ص ۳۱۱؛ دلائل الامامۃ: ص ۴۵۸؛ بحار الانوار: ج ۴۵، ص ۲۲۰

مٹی ڈال کر قبر حسینؑ پر بیٹھ گئے۔ وہ وہاں اب تک حضرت امام زمان علیہ السلام کے خروج کا انتظار کر رہے ہیں۔ ①

عیون الاخبار الرضا: عن الرّیّان بن شُبیب عن الرضا علیہ السلام:
لَقَدْ نَزَلَ إِلَى الْأَرْضِ مِنَ الْمَلَائِكَةِ أَرْبَعَةُ آلَافٍ لِنَصْرِهِ، فَلَمْ يُؤْذَنْ لَهُمْ ، فَهُمْ عِنْدَ قَبْرِهِ شُعْثٌ غُبْرٌ إِلَى أَنْ يَقُومَ الْقَائِمُ علیہ السلام فَيَكُونُونَ مِنْ أَنْصَارِهِ، وَشِعَارُهُمْ : يَالَثَارَاتِ الْحُسَيْنِ علیہ السلام

عیون اخبار الرضاؑ میں ریان بن شبیب سے روایت ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: نصرتِ امام حسین علیہ السلام کے لیے آسمان سے چار ہزار ملائکہ نازل ہوئے لیکن آپؑ نے انھیں اجازت نہیں دی تھی۔ وہ فرشتے اپنے سروں میں مٹی ڈال کر قیامت تک آپؑ کی قبر پر رہیں گے۔ وہ آپؑ کے انصار میں سے ہیں اور اُن کا شعار "یالثاراتِ الحسینؑ" ہے۔ ②

امام علیہ السلام کی اتمامِ حجت

الملهوف: لَمَّا رَأَى الْحُسَيْنُ علیہ السلام مَصَارِعَ فِتْيَانِهِ وَأَحِبَّتِهِ، عَزَمَ لِقَاءَ الْقَوْمِ بِمُهْجَتِهِ، وَنَادَى: هَلْ مِنْ ذَابٍّ يَذُبُّ عَنْ حَرَمِ رَسُولِ اللهِ؟ هَلْ مِنْ مُوَحِّدٍ يَخَافُ اللهَ فِينَا؟ هَلْ مِنْ مُغِيثٍ يَرْجُو اللهَ بِإِغَاثَتِنَا؟ هَلْ مِنْ مُعِينٍ يَرْجُو مَا عِنْدَ اللهِ فِي إِعَانَتِنَا؟ فَارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُ النِّسَاءِ بِالْعَوِيلِ

الملهوف میں روایت ہے کہ جب فرزند رسولؐ نے دیکھا کہ آپؑ کے تمام اعزہ و انصار اللہ ربّ العزت کی بارگاہ میں پہنچ گئے ہیں تو آپؑ نے جنگ کرنے کا ارادہ کیا تو اتمامِ حجت کے لیے استغاثہ بلند کیا:

"کیا کوئی ہے جو حرمِ رسولؐ اللہ کا دفاع کرے؟

---

① غیبت نعمانی: ص ۳۱۰

② عیون اخبار الرضاؑ: ج ۱، ص ۲۹۹؛ امالی صدوق: ص ۱۹۲؛ اقبال: ج ۳، ص ۲۹؛ بحار الانوار: ج ۴۴، ص ۲۸۶

کیا کوئی اللہ کو ماننے والا ہے جو ہمارے بارے میں اللہ سے خوف کرتے ہوئے ہم پر ظلم نہ کرے؟

کیا کوئی ہے جو ہماری اعانت کر کے اللہ سے جزا کی اُمید رکھے؟

کیا کوئی ناصر و مُعین ہے جو ہماری معاونت و نصرت کر کے اللہ ربّ العزت سے جزا کا اُمیدوار ہو؟"

امام علیہ السلام کے اس دردناک استغاثے کو سن کر خیام میں عورتوں اور بچوں نے بلند آواز کے ساتھ رونا شروع کیا کہ کہرام بپا ہو گیا۔[۱]

مثیر الاحزان میں حمید بن مسلم سے روایت ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے دیکھا کہ وہ اکیلے رہ گئے ہیں اور آپؑ کے اصحاب و اعزہ میں سے سوائے دو تین کے باقی کوئی نہیں رہا تو امام عالی مقامؑ نے استغاثہ بلند کیا:

"کیا کوئی ہے جو رسولؐ اللہ کے حرم کی حفاظت کرے؟

کیا کوئی توحید پرست ہے جو ہماری نصرت کرے؟

کیا کوئی ہماری نصرت کرنے والا ہے؟

کیا کوئی ہماری اعانت کرنے والا ہے؟"

تو ہر طرف سے رونے کی آوازیں بلند ہوئیں؟[۲]

مقتل الحسین للخوارزمی: ثُمَّ الْتَفَتَ الْحُسَيْنُ علیہ السلام عَنْ يَمِينِهِ وَشِمَالِهِ، فَلَمْ يَرَ أَحَدًا مِنَ الرِّجَالِ، فَخَرَجَ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ علیہ السلام، وَهُوَ زَيْنُ الْعَابِدِينَ علیہ السلام - وَهُوَ أَصْغَرُ مِنْ أَخِيهِ عَلِيِّ الْقَتِيلِ- وَكَانَ مَرِيضًا ، وَهُوَ الَّذِي نَسْلُ آلِ مُحَمَّدٍ ، فَكَانَ لَا يَقْدِرُ عَلَى حَمْلِ سَيْفِهِ وَأُمُّ كُلْثُومٍ تُنَادِي خَلْفَهُ : يَا بُنَيَّ ارجع! فَقَالَ: يَا عَمَّتَاهُ ذَرِينِي أُقَاتِلُ بَيْنَ يَدَيِ ابْنِ رَسُولِ اللهِ . فَقَالَ

۱۔ الملہوف: ص ۱۶۸؛ بحار الانوار: ج ۴۵، ص ۴۶؛ مقتل الحسین خوارزمی: ج ۲، ص ۳۲

۲۔ مثیر الاحزان: ص ۷۰

الْحُسَيْنُ عليه السلام: يَا أُمَّ كُلْثُومٍ، خُذِيهِ وَرُدِّيهِ لِئَلَّا تَبْقَى الْأَرْضُ خَالِيَةً مِنْ نَسْلِ آلِ مُحَمَّدٍ

مقتل الحسینؑ خوارزمی میں روایت ہے کہ فرزند علیؑ و بتولؑ نے دائیں دیکھا پھر بائیں دیکھا تو آپؑ کو کوئی نظر نہ آیا۔ اس دوران امام زین العابدین علیہ السلام اپنے خیمہ سے باہر آئے۔ وہ اپنے بھائی علی اکبرؑ سے چھوٹے تھے۔ آپؑ ان دنوں علیل تھے۔ آپؑ ہی پر نسل آل محمدؐ کا دارومدار تھا۔ بیماری کی وجہ سے تلوار اُٹھانے پر قادر نہ تھے۔ حضرت اُم کلثوم علیہا السلام نے آپؑ کو پیچھے سے آواز دی: اے بیٹے! واپس آ جائیں۔

امام سجاد علیہ السلام نے جواب دیا: پھوپھی اماں! مجھے جانے دیجیے میں فرزند رسولؐ کی مدد کرنا چاہتا ہوں۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے حضرت اُم کلثوم علیہا السلام کو آواز دی: میرے فرزند سید سجادؑ کو واپس لے جائیں کہ کہیں زمین نسل آل محمدؐ سے خالی نہ ہو جائے۔ ①

فرزند رسولؐ کی جنگ

الارشاد: لَمَّا لَمْ يَبْقَ مَعَ الْحُسَيْنِ عليه السلام أَحَدٌ إِلَّا ثَلَاثَةُ رَهْطٍ مِنْ أَهْلِهِ، أَقْبَلَ عَلَى الْقَوْمِ يَدْفَعُهُمْ عَنْ نَفْسِهِ وَالثَّلَاثَةُ يَحْمُونَهُ، حَتَّى قُتِلَ الثَّلَاثَةُ وَبَقِيَ وَحْدَهُ، وَقَدْ أُثْخِنَ بِالْجِرَاحِ فِي رَأْسِهِ وَبَدَنِهِ، فَجَعَلَ يُضَارِبُهُمْ بِسَيْفِهِ، وَهُمْ يَتَفَرَّقُونَ عَنْهُ يَمِينًا وَشِمَالًا فَقَالَ حُمَيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ: فَوَاللهِ مَا رَأَيْتُ مَكْثُورًا قَطُّ قَدْ قُتِلَ وُلْدُهُ، وَأَهْلُ بَيْتِهِ وَأَصْحَابُهُ أَرْبَطَ جَأْشًا وَلَا أَمْضَى جَنَانًا مِنْهُ عليه السلام إِنْ كَانَتِ الرَّجَّالَةُ لَتَشُدُّ عَلَيْهِ فَيَشُدُّ عَلَيْهَا بِسَيْفِهِ، فَتَنْكَشِفُ عَنْ يَمِينِهِ وَشِمَالِهِ انْكِشَافَ الْمِعْزَى إِذَا شَدَّ فِيهَا الذِّئْبُ

---

① مقتل الحسین خوارزمی: ج ۲، ص ۳۲؛ بحار الانوار: ج ۴۵، ص ۳۶

ارشاد میں روایت ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام کے پاس سوائے اپنے خاندان کے تین افراد کے کوئی بھی باقی نہ رہا تو آپؑ دشمن کی طرف بڑھے اور انھیں اپنے آپؑ سے دُور کرنے لگے اور وہ تین افراد آپؑ کی مدد وحمایت کرتے رہے یہاں تک کہ وہ بھی قتل ہو گئے اور آپؑ یکا وتنہا رہ گئے۔ اُس وقت آپ زخموں سے چُور چُور تھے۔ سر اور بدن پر بہت زیادہ زخم آ چکے تھے۔ اس کے باوجود بھی دشمنوں پر پے در پے حملے کر رہے تھے۔ آپ جس طرف رُخ کرتے لوگ بھاگ کھڑے ہوتے۔

حمید بن مسلم کہتا ہے کہ خدا کی قسم! میں نے اتنا شدید زخمی شخص کبھی نہیں دیکھا تھا کہ جس کے بیٹے، اہل بیتؑ اور اصحابؓ مارے گئے ہوں اور اُس کا دل اپنے مقصد کے حصول میں اتنا توانا اور مضبوط ہو، امام حسین علیہ السلام کی حالت یہ تھی کہ جب آپؑ پر پیدل فوج حملہ کرتی تو آپؑ تلوار لے کر اُن پر حملہ آور ہوتے تو وہ یوں دائیں اور بائیں بھاگتے جیسے بھیڑیے کے آگے بکریاں بھاگتی ہیں۔ ①

الملهوف: قَالَ الرَّاوِی: ثُمَّ إِنَّ الْحُسَيْنَ علیہ السلام دَعَا النَّاسَ إِلَى الْبِرَازِ، فَلَمْ يَزَلْ يَقْتُلُ كُلَّ مَنْ بَرَزَ إِلَيْهِ حَتَّى، قَتَلَ مَقْتَلَةً عَظِيمَةً وَهُوَ فِي ذٰلِكَ يَقُولُ:

الْقَتْلُ أَوْلَى مِنْ رُكُوبِ الْعَارِ وَالْعَارُ أَوْلَى مِنْ دُخُولِ النَّارِ

قَالَ بَعْضُ الرُّوَاةِ: وَاللهِ مَا رَأَيْتُ مَكْثُورًا قَطُّ، قَدْ قُتِلَ وُلْدُهُ وَأَهْلُ بَيْتِهِ وَأَصْحَابُهُ أَرْبَطَ جَأْشاً مِنْهُ. وَ إِنَّ الرِّجَالَ لَتَشُدُّ عَلَيْهِ فَيَشُدُّ عَلَيْهَا بِسَيْفِهِ، فَتَنْكَشِفُ عَنْهُ انْكِشَافَ الْمِعْزَى إِذَا شَدَّ فِيهَا الذِّئْبُ. وَلَقَدْ كَانَ يَحْمِلُ فِيهِمْ وَقَدْ تَكَمَّلُوا ثَلَاثِينَ أَلْفًا فَيَهْزِمُونَ بَيْنَ يَدَيْهِ كَأَنَّهُمُ الْجَرَادُ الْمُنْتَشِرُ، ثُمَّ يَرْجِعُ مَرْكَزِهِ، وَهُوَ يَقُولُ: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ

---

① ارشاد: ج ۲، ص ۱۱۱؛ اعلام الوریٰ: ج ۱، ص ۴۶۸؛ روضۃ الواعظین: ص ۲۰۸

اللہوف میں روایت ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے مبارزہ طلبی کی کہ ایک کے مقابلے کے میں ایک آئے۔ آپؑ سے لڑنے کے لیے جو بہادر بھی آیا وہ قتل ہوا۔ اس طرح آپؑ نے دشمن کے بہت سے بہادروں کو خاک و خون میں ملایا۔ اس دوران آپؑ نے فرمایا: "قتل ہونا (عار) ذلت کی زندگی سے بہتر ہے اور عار قبول کرنا دوزخ میں داخل ہونے سے بہتر ہے"۔

ایک راوی نے کہا ہے کہ واللہ میں نے زخموں سے چور چور شخص نہیں دیکھا تھا کہ جس کے جوان بیٹے، بھانجے، بھتیجے، بھائی اور اصحاب مارے جا چکے ہوں پھر بھی اُس کا دل طاقتور، توانا اور مضبوط ہو اور وہ امامؑ سے زیادہ ثابت قدم ہو۔ امامؑ کی حالت یہ تھی کہ جب آپؑ پر پیدل فوج حملہ کرتی تو آپؑ تلوار لے کر اس طرح شدت سے جوابی حملہ کرتے کہ وہ اس طرح بھاگ جاتے جس طرح بھیڑیئے کے حملے کے وقت بکریاں بھاگتی ہیں۔ وہ تیس ہزار کا لشکر تھا۔ آپؑ جب تلوار لے کر اُن کی طرف بڑھتے تو وہ ٹڈی دَل ثابت ہوتے۔ جب میدان خالی ہوجاتا تو آپؑ اپنے مرکز پر واپس آجاتے اور فرماتے: "قوت و توانائی کا مرکز و محور عَلِیُّ العَظِیْم اللہ ہے۔"(1)

تاریخ طبری میں ابومخنف سے روایت ہے، اُس نے حجاج سے، اُس نے عبداللہ بن عمار بن عبد یغوث بارقی سے سنا، اُس نے کہا کہ ایک دفعہ جب عبداللہ بن عمار پر لوگوں نے عتاب کیا کہ تُو بھی قتلِ حسینؑ میں شریک تھا؟

عبداللہ نے کہا: میرا بنی ہاشم پر احسان ہے؟

لوگوں نے پوچھا کہ وہ تیرا کون سا احسان ہے جو تُو نے بنی ہاشم پر کیا ہے؟

اُس نے کہا: کہ میں نے نیزہ تان کر امام حسین علیہ السلام پر حملہ کیا تھا۔ اُن کے قریب پہنچ گیا تھا۔ واللہ میں چاہتا تو انھیں نیزہ مار دیتا لیکن میں اُن سے دُور چلا گیا اور میں نے اپنے دل میں کہا کہ میں انھیں کیوں قتل کروں، کوئی دوسرا قتل کرے تو کرے۔ میں نے دیکھا کہ اُن کے دائیں اور بائیں طرف جو پیادے حملہ آور تھے آپؑ نے جب دائیں طرف رُخ کیا تو وہ بھاگ گئے اور جب بائیں طرف تلوار چلائی تو بھی میدان چھوڑ کر منتشر ہو گئے۔ واللہ! ایسے بے کس

---

(1) اللہوف: ص ۱۷۰؛ مثیر الاحزان: ص ۷۲؛ بحارالانوار: ج ۴۵، ص ۵۰؛ راجع الاخبار: ج ۳، ص ۱۶۳

اور بے بس کو جس کی اولاد، اہلِ بیتؑ اور انصارؓ سب قتل ہو چکے ہوں اِس ثابت قدمی، استقامت، جرأت اور شجاعت سے لڑتے ہوئے میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ واللہ نہ اُن سے پہلے ان کا مثل دیکھنے میں آیا اور نہ اُن کے بعد کہ اُن کے دائیں اور بائیں فوج اس طرح بھاگ رہی تھی کہ جیسے بھیڑیے کے حملہ آور ہونے سے بکریاں بھاگتی ہیں۔

ابومخنف کہتا ہے کہ مجھے مصعب بن زبیر نے بتایا، اُس نے حمید بن مسلم سے سنا کہ امامؑ نے خز کا جبہ پہن رکھا تھا اور آپؑ کے سر پر عمامہ تھا۔ آپؑ وسمہ کا خضاب کیے ہوئے تھے۔ آپؑ پیدل ہو کر اس طرح قتال کر رہے تھے جیسے کوئی شجاع فارس فاصلہ سے خود کو بچاتا جائے۔ کمین گاہوں سے اپنا موقع ڈھونڈتا جائے، سواروں پر حملہ کرتا جائے اور قتل ہونے سے پہلے آپؑ کو یہ کہتے میں نے سنا:

> ''میرے قتل کرنے پر کیا تم آمادہ ہو؟ سن رکھو واللہ میرے بعد کسی ایسے بندہ کو بندگانِ خدا میں سے تم قتل نہ کرو گے جس کے قتل پر میرے قتل سے زیادہ خدا ناراض ہو۔ مجھے اُمید ہے واللہ کہ تمھیں وہ ذلیل کر کے حق تعالیٰ مجھ پر کرم کرے گا۔ پھر میرا انتقام تم سے اس طرح لے گا کہ تم حیران ہو جاؤ گے۔ تم میرا قتل کرو گے اس کے بعد اللہ تم کو آپس میں ٹکرا دے گا۔ تم ایک دوسرے کا کشت و خون کرو گے اور وہ تمھارے خون کی ندیاں بہادے گا اور اسے بھی وہ کافی نہ سمجھے گا یہاں تک کہ عذابِ الیم کو تمھارے لیے چند در چند کر دے گا''۔

الطبقات الكبرىٰ (الطبقة الخامسة من الصحابة): لَمَّا قُتِلَ أَصْحَابُهُ وَأَهلُ بَيتِهِ، بَقِيَ الحُسَينُ علیہ السلام عَامَّةَ النَّهَارِ لَا يَقدِمُ عَلَيهِ أَحَدٌ إِلَّا انصَرَفَ، حَتّٰى أَحَاطَت بِهِ الرَّجَالَةُ. فَمَا رَأَينَا مَكثُورًا قَطُّ أَربَطَ جَأشًا مِنهُ. إِن كَانَ لَيُقَاتِلُهُم قِتَالَ الفَارِسِ الشُّجَاعِ، وَإِن كَانَ لَيَشُدُّ عَلَيهِم فَيَنكَشِفُونَ عَنهُ انكِشَافَ المِعزىٰ شَدَّ فِيهَا الأَسَدُ

الطبقات الکبریٰ میں روایت ہے، جب فرزند رسولؐ کے تمام اعزہ و انصار مارے جاچکے اور آپؑ اکیلے باقی رہ گئے۔ آپؑ پر کسی طرف سے حملہ ہوتا تو آپؑ اس صورت میں جواب دیتے کہ وہ بھاگ کھڑا ہوتا۔ آخرکار پیدل فوج نے امام علیہ السلام کو ہر طرف سے گھیر لیا۔ تیروں، تلواروں اور نیزوں سے حملے شروع کر دیئے۔ آپؑ نے بڑھ بڑھ کر اس طرح قتال شدید کیا کہ فوج کے قدم اُکھڑ گئے اور کوئی آپؑ کے سامنے ٹھہر نہ سکا۔

راوی کہتا ہے: خدا کی قسم! ہم نے آج تک کسی ایسے بہادر و شجاع کو نہیں دیکھا جو زخموں سے چُور چُور ہو اور وہ امامؑ سے زیادہ ثابت قدم، صاحب استقامت اور ثابت القلب ہو اور وہ ہزاروں خونخوار دشمنوں سے تنہا نبرد آزما ہو۔ آپؑ جس طرف رُخ کرتے تھے تو یزیدی فوج اس طرح بھاگ کھڑی ہوتی تھی جس طرح شیر کے آگے بکریاں بھاگتی ہیں۔ (1)

مطالب السؤول میں روایت ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے ابنِ سعد کی فوج کو مبارزہ کی دعوت دی کہ ایک کے مقابلے میں ایک آئے۔ جب میدانِ مبارزہ لگا تو پہلوانوں کی آمد شروع ہوئی۔ نامی گرامی بہادروں نے آنا شروع کیا۔ جو بھی آپؑ کے سامنے آیا تلواریں آپس میں ٹکرائیں۔ تھوڑی دیر بعد یزیدی پہلوان خاک و خون میں لوٹتا ہوا نظر آیا۔ اس طرح عرب کے بڑے بڑے بہادروں کی بڑی جماعت طعمہ (لقمۂ) تلوار بن گئی۔

راوی کا بیان ہے کہ اُس وقت آپؑ ایک بپھرے ہوئے شیر کی مانند حملہ آور تھے۔ جس طرف بڑھتے کشتوں کے پشتے لگا دیتے۔ جو سامنے آیا وہ بچ کر نہ گیا۔ آپؑ کی تلوار جس کسی پر اٹھی موت نے اُسے دبوچ لیا۔ (2)

الفتوح میں روایت ہے کہ فرزند رسولؐ نے ابنِ زیاد کی فوج سے کہا کہ "تم اپنی کثرت، شجاعت، جرأت و بہادری پر نازاں ہو، تمہارے درمیان بڑے بڑے مشہور و معروف پہلوان جنگ بجو موجود ہیں جو فنونِ حرب و ضرب میں اپنی مثال آپ ہیں۔ میں تن تنہا ہوں، ایک ایک کر کے میدان میں آؤ، قتال کرو، فنون حرب و ضرب کا مظاہرہ کرو"۔

---

(1) طبقات الکبریٰ: ج۱، ص ۴۷۳؛ سیر اعلام النبلاء: ج۳، ص ۳۰۲

(2) مطالب السؤول: ص ۷۲؛ کشف الغمہ: ج۲، ص ۲۳۲؛ نزہۃ الناظر: ص ۳۴

جب یزیدی فوج نے امام علیہ السلام کی بات سنی تو یہی فیصلہ کیا کہ ایک کے مقابلے میں ایک جائے۔ اِس طرح امامؑ بہت جلد قتل ہو جائیں گے اور کربلا کی جنگ ختم ہو جائے گی۔ پہلوانوں نے ایک ایک کر کے آنا شروع کیا۔ جوں ہی امامؑ کی تلوار اُس کی تلوار سے ٹکراتی تو تھوڑی دیر بعد وہ موت کے مرگھٹ میں پہنچ جاتا۔ کافی دیر تک یہ سلسلہ جاری رہا سیکڑوں بہادر جہنم رسید ہوئے۔

راوی کا بیان ہے کہ فرزند رسولؐ کی جرأت و شجاعت کو دیکھ کر ابنِ زیاد کی فوج پر سکتہ چھا گیا۔ فرزند حیدرِ کرّار کی ہیبت و جلالت نے فوج میں لرزہ طاری کر دیا تھا۔ اِدھر امامؑ ھل من مبارز کی صدائیں بلند کر رہے تھے اور اُدھر کسی کے قدم نہیں اُٹھتے تھے کیونکہ اُنھوں نے اپنے سامنے بڑے بڑے بہادروں کو امامؑ کی تلوار سے کٹتے دیکھا تھا۔ شمر نے جب اپنی فوج کی ہزیمت دیکھی تو اُنھیں آواز دی کہ سب مل کر امامؑ پر یک بارگی حملہ کرو اور اُنھیں ختم کر دو۔

یہ سن کر سوار، پیادے، تیرانداز سب حرکت میں آ گئے، نیزے کھڑکھڑانے لگے، تلواریں چمکنے لگیں، تیروں کی بارش برسنے لگی۔ فرزند علیؑ و بتولؑ پر چاروں طرف سے حملے شروع ہو گئے۔ اُس وقت فرزند اسد اللہؑ اکیلے تھے۔ ہزاروں دشمنوں کا مقابلہ تھا، آپؑ اُن کی طرف اس طرح بڑھتے تھے جس طرح غضب ناک شیر اپنے شکار کی طرف بڑھتا ہے۔ جس پر تلوار اُٹھاتے وہ زمین پر ایڑیاں رگڑتا ہوا نظر آتا۔ امامؑ کی تلوار شرربار خرمن اعداء پر برقِ خاطف بن کر گر رہی تھی۔ صفوں کی صفیں اُلٹ پلٹ کر کٹ رہی تھیں۔ دشمن کی فوج میں زلزلے برپا تھے۔ ''الامان الحفیظ'' کی چیخیں بلند ہو رہی تھیں۔ امامؑ کا جب حملہ ہوتا تھا تو میمنہ و میسرہ کی ترتیب ختم ہو جاتی تھی۔ جب آپؑ میمنہ کا رُخ کرتے تو وہ قلب لشکر میں گھس جاتے۔ جب آپؑ قلبِ لشکر پر حملہ آور ہوتے تو وہ پشت پھیر کر بھاگ جاتے تھے۔ جب دشمن نے دیکھا کہ امامؑ کو وہ تلوار اور نیزے کے ذریعے زیر نہیں کر سکتے تو اُنھوں نے تیر بارانی شروع کر دی۔ ہر طرف سے کمانیں کڑک رہی تھیں، تیر برس رہے تھے، اِن سب کا ہدف صرف اور صرف امامؑ تھے۔ آپؑ تیروں کو کبھی سینے پر لیتے اور کبھی گردن پر امامؑ تیر بھی کھا رہے تھے اور ساتھ یہ فرما بھی رہے تھے:

"اے بدترین اُمت! تم نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آپؐ کی عترت سے کیا برا سلوک کیا ہے۔ میرے بعد اب تم کسی عبدِ خدا کے قتل سے پروا نہ کرو گے۔ بخدا! میں اپنے پروردگار کے پاس جاتا ہوں اور شہادت کو سعادت جانتا ہوں۔ وائے ہے تم پر کہ خدا دونوں جہاں میں تم سے میرے خون کا انتقام لے گا"۔

اس وقت حُصین بن نمیر سکونی نے کہا: اے پسرِ فاطمہؑ! خدا کس طرح ہم سے انتقام لے گا؟

آپؑ نے فرمایا: اس طرح کہ تم آپس میں ایک دوسرے پر تلوار کھینچو گے اور لڑ کر قتل ہو جاؤ گے۔ جب تم سرائے آخرت میں پہنچو گے تو عذابِ اَبدی تمھارے لیے معین ہوگا اور بدترین عذاب کے ساتھ تم معذب ہو گے۔ [1]

المناقب لابن شهر آشوب: ثُمَّ حَمَلَ عليه السلام عَلَى المَيمَنَةِ. وَقالَ:

اَلمَوتُ خَيرٌ مِن رُكوبِ العارِ   وَالعارُ أَولى مِن دُخولِ النّارِ

ثُمَّ حَمَلَ عَلَى المَيسَرَةِ. وَقالَ:

أَنَا الحُسَينُ بنُ عَلِيّ   أَحمي عِيالاتِ أَبي

آلَيتُ أَن أَنثَني   أَمضي عَلى دِينِ النَّبِيّ

وَجَعَلَ يُقاتِلُ حَتّى قَتَلَ أَلفًا وَتِسعَمِئَةٍ وَخَمسينَ سِوَى المَجروحينَ. فَقالَ عُمَرُ بنُ سَعدٍ لِقَومِهِ: الوَيلُ لَكُم. أَتَدرونَ مَن تُبارِزونَ. هٰذَا ابنُ الأَنزَعِ البَطينِ. هٰذَا ابنُ قَتّالِ العَرَبِ فَاحمِلوا عَلَيهِ مِن كُلِّ جانِبٍ

فَحَمَلوا بِالطَّعنِ مِئَةً وَثَمانينَ. وَأَربَعَةَ آلافٍ بِالسِّهامِ

المناقب ابنِ شہر آشوب میں روایت ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے ابنِ زیاد کی فوج کے میمنہ پر حملہ کیا تو فرمایا:

---

[1] الفتوح: ج ۵، ص ۱۱۷؛ مقتل الحسین خوارزمی: ج ۲، ص ۳۴؛ بحار الانوار: ج ۴۵، ص ۵۲

''عزت کی موت ذلت کی زندگی سے بہتر و برتر ہے اور عار جہنم کے ابدی عذاب سے بہتر ہے''۔

جب آپؑ نے میسرہ پر حملہ کیا تو فرمایا:

''اے اللہ کے دشمنو! میں حسینؑ بن علیؑ ہوں۔ میں تم سے جنگ کر کے نبی رحمتؐ کے اہلِ بیتؑ کا دفاع کروں گا۔ میں سیدھے راستے پر چلنے والا ہوں اِدھر اُدھر جانے والا اور سودے بازی کرنے والا نہیں ہوں۔ میرا وہی راستہ ہے جو نبیؐ کا راستہ ہے''۔

امام علیہ السلام نے شدید قتال کیا۔ میدانِ کارزار میں دشمن کے لشکر کی صفوں کو اُلٹ پلٹ کر رکھ دیا۔ جو بھی آپؑ کے سامنے آیا وہ تلوار کا تر لقمہ بنا اور موت سے ہم کنار ہوا۔ انتہائی دل شکستہ ہونے کے باوجود امام علیہ السلام نے زخمیوں کے علاوہ ایک ہزار نو سو پچاس دشمنوں کو تہ تیغ کیا۔ آپؑ کے آگے لوگ ٹڈی دل کی صورت میں بھاگتے تھے۔

عمر بن سعد نے چیخ چیخ کر کہا: اے میری فوج وائے تباہی تمھارا مقدر بنے تم کس سے مبارزہ طلبی کر رہے ہو؟ کس سے جنگ کر رہے ہو؟ یہ تو انزع البطین کا فرزند ہے۔ یہ تو قتالِ عرب کا بیٹا ہے۔ ہر طرف سے حملے کرو اور فوراً اسے قتل کرو۔

یہ سنتے ہی امام علیہ السلام پر ہر طرف سے حملے شروع ہو گئے۔ چار ہزار تیر اندازوں نے ہر طرف سے تیر برسانے شروع کر دیئے اور ایک سو اسی نیزہ بردار نیزے سنبھال کر آپؑ پر حملہ آور ہوئے۔ (1)

میدانِ جنگ میں فرزندِ رسولؐ کی رجز خوانی

الاحتجاج: ثُمَّ تَقَدَّمَ الْحُسَيْنُ علیہ السلام حَتّٰى وَقَفَ قُبَالَةَ الْقَوْمِ. وَسَيْفُهُ مُصْلَتٌ فِي يَدِهِ. آيِسًا مِنْ نَفْسِهِ عَازِمًا عَلَى الْمَوْتِ وَهُوَ يَقُولُ:

(1) مناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۱۱۰؛ اثبات الوصیۃ: ص ۱۷۸؛ نزہۃ الناظر: ص ۸۸

أَنَا ابنُ عَلِيِّ الطُّهرِ مِن آلِ هَاشِمٍ ۔۔۔ كَفَانِي بِهٰذَا مَفخَرًا حِينَ أَفخَرُ
وَجَدِّي رَسُولُ اللهِ أَكرَمُ مَن مَشٰى ۔۔۔ وَنَحنُ سِرَاجُ اللهِ فِي الخَلقِ نَزهَرُ
وَفَاطِمُ أُمِّي مِن سُلَالَةِ أَحمَدٍ ۔۔۔ وَعَمِّيَ يُدعٰى ذَا الجَنَاحَينِ جَعفَرُ
وَفِينَا كِتَابُ اللهِ أُنزِلَ صَادِقًا ۔۔۔ وَفِينَا الهُدٰى وَالوَحيُ بِالخَيرِ يُذكَرُ
وَنَحنُ أَمَانُ اللهِ لِلنَّاسِ كُلِّهِم ۔۔۔ نَطُولُ بِهٰذَا فِي الأَنَامِ وَنَجهَرُ
وَنَحنُ وُلَاةُ الحَوضِ نَسقِي وُلَاتَنَا ۔۔۔ بِكَأسِ رَسُولِ اللهِ مَا لَيسَ يُنكَرُ
وَشِيعَتُنَا فِي النَّاسِ أَكرَمُ شِيعَةٍ ۔۔۔ وَمُبغِضُنَا يَومَ القِيَامَةِ يَخسَرُ

الاحتجاج میں روایت ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام میدانِ کارزار کی طرف بڑھے اور کوئی لشکر کے سامنے آئے۔ اُس وقت تلوارِ شرربار آپؑ کے ہاتھ میں تھی۔ اُس وقت آپؑ اپنی زندگی پر شہادت کو ترجیح دے رہے تھے۔ دُنیا اور اِس دنیا کی زندگی سے آپؑ کو کوئی دلچسپی نہ رہی تھی۔ اُس وقت یہ رجز آپؑ کی زبان پر تھا جس کا مفہوم یہ ہے:

"میں فرزندِ حیدرِ کرّار ہوں جو اولادِ ہاشم میں سے سب سے بہتر ہیں اور یہ میرے فخر کے لیے کافی ہے۔ میرے جدّ بزرگوار محمدؐ مصطفیٰ عزیز ترین خلقِ خدا ہیں اور ہم روئے زمین پر نورِ الٰہی کا چراغ ہیں، میری مادرِ گرامی حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا سلالہ وخلاصہ نبی احمد مختارؐ ہیں۔ میرے عم بزرگوار حضرت جعفر طیارؓ ہیں، جنھیں حق تعالیٰ نے دو پَر عطا فرمائے ہیں جو باغِ بہشت میں ملائکہ مقربین کے ساتھ پرواز کناں ہیں اور قرآن بہ صدق وراستی ہمارے بارے میں نازل ہوا ہے۔ ہدایت و وحی کا وسیلہ ہم ہی ہیں۔ اللہ ربّ العزت نے ہمیں تمام لوگوں کے لیے امان قرار دیا ہے۔ اللہ سبحانہ کی مخلوق میں صفاتِ خیر کے ساتھ ہمارے تذکرے ہوتے ہیں۔ ہم حوضِ کوثر کے مالک ہیں۔ اپنے دوستوں کو جام بھر بھر کر سیراب کریں گے۔ (امامؑ نے کاسہ رسولؐ کا ذکر کیا ہے)۔

امام علیہ السلام نے اِس امر کی وضاحت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صاحبِ لولاک ہیں،

حوضِ کوثر کے مالک ہیں، اُنھی کی محبت میں اُن کے محب کوثر و سلسبیل سے سیراب ہوں گے۔ ہمارے محب اور ہمارے پیروکار اس کائنات کے کریم اور مکرم لوگ ہیں۔ اُن کے مدمقابل میں کوئی ہے ہی نہیں۔ ہم سے بُغض و عناد رکھنے والا ابدی خسارے میں ہے۔ وہ قیامت کے دن اُس نقصان اور خسارے سے دوچار ہوگا جو دائمی اور سرمدی ہے۔ ①

مناقب ابنِ شہرآشوب میں روایت ہے کہ امام حسین بن علی علیہما السلام میدانِ کارزار کی طرف بڑھے تو یہ رجز پڑھ رہے تھے اور دشمن پر حملے بھی کر رہے تھے:

كَفَرَ الْقَوْمُ وَقِدمًا رَغِبُوا … عَنْ ثَوَابِ اللهِ رَبِّ الثَّقَلَيْنِ
قَتَلُوا قِدمًا عَلِيًّا وَابْنَهُ … الْحَسَنَ الْخَيْرَ الْكَرِيمَ الطَّرَفَيْنِ
حَنَقًا مِنْهُمْ وَقَالُوا أَجْمِعُوا … نَفْتِكُ الْآنَ جَمِيعًا بِالْحُسَيْنِ
بِالْقَوْمِ مِنْ أُنَاسٍ رُذَّلٍ … جَمَعُوا الْجَمْعَ لِأَهْلِ الْحَرَمَيْنِ
ثُمَّ سَارُوا وَتَوَاصَوْا كُلُّهُمْ … بِاجْتِيَاحِي لِرِضَاءِ الْمُلْحِدَيْنِ
لَمْ يَخَافُوا اللهَ فِي سَفْكِ دَمِي … لِعُبَيْدِ اللهِ نَسْلِ الْكَافِرِيْنَ
وَابْنُ سَعْدٍ قَدْ رَمَانِي عَنْوَةً … بِجُنُودٍ كَوُكُوفِ الْهَاطِلَيْنِ
لَا لِشَيْءٍ كَانَ مِنِّي قَبْلَ ذَا … غَيْرَ فَخْرِي بِضِيَاءِ الْفَرْقَدَيْنِ
بِعَلِيِّ الْخَيْرِ مِنْ بَعْدِ النَّبِيِّ … وَالنَّبِيِّ الْقُرَشِيِّ الْوَالِدَيْنِ
خِيَرَةُ اللهِ مِنَ الْخَلْقِ أَبِي … ثُمَّ أُمِّي فَأَنَا ابْنُ الْخِيَرَتَيْنِ
فِضَّةٌ قَدْ خَلَصَتْ مِنْ ذَهَبٍ … فَأَنَا الْفِضَّةُ وَابْنُ الذَّهَبَيْنِ
فَاطِمُ الزَّهْرَاءُ أُمِّي وَأَبِي … وَارِثُ الرُّسُلِ وَمَوْلَى الثَّقَلَيْنِ
طَحَنَ الْأَبْطَالَ لَمَّا بَرَزُوا … يَوْمَ بَدْرٍ وَبِأُحُدٍ وَحُنَيْنِ
وَلَهُ فِي يَوْمِ أُحُدٍ وَقْعَةٌ … شَفَتِ الْغِلَّ بِفَضِّ الْعَسْكَرَيْنِ
ثُمَّ بِالْأَحْزَابِ وَالْفَتْحِ مَعًا … كَانَ فِيهَا حَتْفُ أَهْلِ الْفَيْلَقَيْنِ

① احتجاج: ج ۲، ص ۱۰۳؛ المناقب ابن شہرآشوب: ج ۴، ص ۸۰؛ کشف الغمہ: ج ۲، ص ۲۳۱؛ بحارالانوار: ج ۴۵، ص ۴۸؛ الفتوح: ج ۵، ص ۱۱۶؛ مقتل الحسین خوارزمی: ج ۲، ص ۳۲؛ مطالب السؤول: ص ۷۲

وَأَخُو خَيبَرَ إِذ بَارَزَهُم ... بِحُسَامٍ صَارِمٍ ذِي شُفرَتَينِ
وَالَّذِي أَردَىٰ جُيوشًا أَقبَلُوا ... يَطلُبُونَ الوِترَ فِي يَومِ حُنَينِ
فِي سَبِيلِ اللهِ مَاذَا صَنَعَت ... أُمَّةُ السُّوءِ مَعًا بِالعِترَتَينِ
عِترَةُ البَرِّ التَّقِيِّ المُصطَفَىٰ ... وَعَلِيِّ القَرمِ يَومَ الجَحفَلَينِ
مَن لَهُ عَمٌّ كَعَمِّي جَعفَرٍ ... وَهَبَ اللهُ لَهُ أَجنِحَتَينِ
مَن لَهُ جَدٌّ كَجَدِّي فِي الوَرَىٰ ... وَكَشَيخِي فَأَنَا ابنُ العَلَمَينِ
وَالِدِي شَمسٌ وَأُمِّي قَمَرٌ ... فَأَنَا الكَوكَبُ وَابنُ القَمَرَينِ
جَدِّيَ المُرسَلُ مِصبَاحُ الهُدَىٰ ... وَأَبِي المُوفِي لَهُ بِالبَيعَتَينِ
بَطَلٌ قَرمٌ هِزَبرٌ ضَيغَمٌ ... مَاجِدٌ سَمحٌ قَوِيُّ السَّاعِدَينِ
عُروَةُ الدِّينِ عَلِيٌّ ذَاكُمُ ... صَاحِبُ الحَوضِ مُصَلِّي القِبلَتَينِ
مَعَ رَسُولِ اللهِ سَبعًا كَامِلًا ... مَا عَلَى الأَرضِ مُصَلٍّ غَيرُ ذَينِ
تَرَكَ الأَوثَانَ لَم يَسجُد لَهَا ... مَعَ قُرَيشٍ مُذ نَشَا طَرفَةَ عَينٍ
عَبَدَ اللهَ غُلَامًا يَافِعًا ... وَقُرَيشٌ يَعبُدُونَ الوَثَنَينِ
يَعبُدُونَ اللَّاتَ وَالعُزَّىٰ مَعًا ... وَعَلِيٌّ كَانَ صَلَّى القِبلَتَينِ

① یہ قوم بے دین ہو چکی ہے اور اس نے جن و انس کے پروردگار کے نظامِ بندگی اور عقیدہ ثواب و عذاب سے منہ موڑ لیا ہے۔

② و ③ اس گروہ نے امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام اور آپؑ کے کریم الطرفین، نجیب الطرفین فرزند حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کو شہید کیا۔ انھیں خاندانِ علیؑ سے عداوت ہے۔ ان لوگوں نے ہر طرف اعلان کیا کہ جمع ہو جاؤ اور لوگوں کو اکٹھا کرو کیونکہ حسینؑ بن علیؑ سے جنگ کرنی ہے۔

④ فریاد اس قوم سے جو ذلت و رسوائی کی دلدل میں پھنسی ہوئی ہے۔ انھوں نے اہلِ حرمین کے خلاف لشکر پہ لشکر جمع کیے۔

⑤ پھر یہ لوگ لشکر بنا کر چل پڑے علان سب نے ایک دوسرے کو میرے قتل کی وصیت

کی کیونکہ یہ سب دو بے دین افراد "یزید اور ابنِ زیاد" کی رضا حاصل کر کے اپنی دُنیا آباد کرنا چاہتے ہیں۔

۶ یہ لوگ دو کافروں کی نسل عبید اللہ ابنِ زیاد کی خوشنودی کے لیے میرا خون بہانے سے خدا سے نہ ڈرے۔

۷ ابنِ سعد نے مجھ پر مظالم ڈھانے کے لیے لشکر کشی کی۔ اُس نے اپنی فوج کو تیر بارانی کا حکم دیا مجھ پر تیروں کی اس طرح بارش ہوئی کہ جس طرح ساون کے موسم میں بادل برستے ہیں۔

۸ میں نے جرم کیا ہے اور نہ کوئی خطا کہ جس کی وجہ سے یہ لوگ میرے دشمن ہو گئے ہیں اور ان کے قلوب کینے کی آگ سے شعلہ وَر ہو گئے ہیں۔ پس میرا جرم یہ ہے کہ میں دو روشن و منور ستاروں پر فخر کرتا ہوں۔

۹ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فخر کرتا ہوں کہ جن کے پدر و مادر فخر قریش ہیں۔ آپؐ کے بعد میں علی المرتضیٰؑ پر فخر کرتا ہوں جو بعد از رسولؐ سب سے افضل و اعلیٰ ہیں۔

۱۰ صاحبِ لولاکؐ کے بعد عالمین میں میرے والد پسندیدۂ خدا ہیں۔ اُن کے بعد میری والدہ جو سیدہ نساء العالمین ہیں۔ میں دو افضل ترین ہستیوں کا فرزند ہوں۔

۱۱ جی ہاں! میں وہ خالص و اخلص چاندی ہوں جسے سونے سے حاصل کیا گیا ہے۔ میں چاندی ہوں اور دو طلاؤں کا فرزند ہوں۔

۱۲ حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا میری والدہ ہیں اور میرے والد بزرگوار انبیاءؑ کے وارث ہیں اور جن و انس کے آقا و مولا ہیں۔

۱۳ میرے والد نے بدر و اُحد اور حنین میں بڑے بڑے سورماؤں کو جب وہ آپؑ کے مقابلے میں آئے تھے تو آپؑ نے انھیں پیس کر رکھ دیا تھا۔

۱۴ میرے والد نے جنگِ اُحد میں اپنی ملکوتی قیادت سے لشکرِ کفار کو ہزیمت سے دوچار کیا تھا، اور اہلِ ایمان کے قلوب کو شفا بخشی تھی۔

۱۵ اِس کے بعد جنگِ احزاب میں وہ کارنامہ سرانجام دیا جو رہتی دُنیا تک یاد رکھا جائے

گا۔ وہ دن اہلِ اسلام پر بھاری تھا لیکن آپؑ کی جرأت وشجاعت سے اَحزاب والوں کو ہزیمت اُٹھانا پڑی تھی۔

۱۶ وہ دن بھلانے کے قابل نہیں جب خیبر کا رَن پڑا تھا۔ میرے والد ہاتھ میں تلوار شرربار لے کر میدان میں اُترے تھے اور قلعہ خیبر کو فتح کیا تھا۔

۱۷ جو لشکر جنگِ حنین میں کفار کے خون کے انتقام کے لیے آیا تھا اُسے میرے والد بزرگوارؑ نے تہس نہس کیا تھا۔

۱۸ آپؑ نے یہ تمام کارنامے اللہ کی رضامندی کے لیے انجام دیئے تھے۔ لیکن اِس بدکار اُمت نے اولادِ رسولؐ و اولادِ علیؑ و بتولؑ سے کس قدر بُرا سلوک کیا۔

۱۹ وہ نبی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طیب و طاہر عترت اور سیدالاصفیاءؑ کی بزرگوار نیکوکار عترت اِن کے ساتھ اُمت نے کیا سلوک کیا؟

۲۰ میرے چچا جعفر طیارؑ کی مانند کون ہوسکتا ہے جنھیں خدا نے دو پَر عطا کیے ہیں۔

۲۱ اس کائنات میں میرے نانا کی طرح کسی اور کا نانا ہے؟ اور میرے والد بزرگوارؑ کی مانند کسی اور کا والد ہے؟ میں دو سرداروں کا فرزند ہوں۔

۲۲ میرے والد بزرگوارؑ فلکِ امامت و ولایت کے آفتاب ہیں اور میری والدہؑ آسمانِ عفت وطہارت کا چاند ہیں اور ان دو چاندوں کا فرزند ستارۂ ہدایت میں ہوں۔

۲۳ میرے نانا فرستادۂ خدا ہیں اور وہ ہدایت کا چراغ ہیں۔ میرے والد وہ ہیں جنھوں نے دونوں بیعتوں (بیعتِ اسلام و رضوان) کے تقاضوں کو پورا کیا تھا۔

۲۴ میرے والد پیکر جرأت وشجاعت، دلاور وسردار، شیر خشم ناک، صاحبِ جود وسخا اور قوی بازو والے ہیں۔

۲۵ میرے والد دینِ خداوندی کی مضبوط ومحکم رسّی، صاحبِ حوض وکوثر اور دو قبلوں کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھنے والے تھے۔

۲۶ آپؑ نے رسولِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اُس زمانے میں سات سال مل کر نماز پڑھی جبکہ روئے زمین پر اِن دونوں بزرگواروں کے علاوہ اور کوئی نمازی نہیں تھا۔

۲۷ میرے والد بزرگوارؑ نے پلک جھپکنے کی دیر تک کبھی قریش کے ساتھ بت پرستی نہیں کی تھی۔

(۲۸) میرے والد بزرگوارؑ نے بچپن اور جوانی میں اللہ سبحانہ تعالیٰ کی عبادت کی تھی جب کہ قریش دو بتوں کی پوجا کرتے تھے۔

(۲۹) وہ بیک وقت لات اور عزیٰ کی عبادت کرتے تھے جبکہ علیؑ نے دونوں قبلوں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی تھی۔ (۱)

مقاتل الطالبيين - في ذِكرِ أَبياتٍ قَالَهَا ضِرَارُ بنُ الخَطابِ الفِهرِيُّ يَومَ عَبرَ الخَندَقَ عَلَى رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم وَتَمَثَّلَ بِهَا الحُسَينُ عليه السلام يَومَ الطَّفِّ:

مَهلًا بَنِي عَمِّنَا ظُلَامَتَنَا ... إِنَّ بِنَا سَورَةً مِنَ الغَلَقِ
لِمِثلِكُم تُحمَلُ السُّيُوفُ وَلَا ... تُغمَزُ أَحسَابُنَا مِنَ الرَّقَقِ
إِنِّي لَأَنمِي إِذَا انتَمَيتُ إِلَى ... عِزٍّ عَزِيزٍ وَمَعشَرٍ صُدُقِ
بِيضٍ سِبَاطٍ كَأَنَّ أَعيُنَهُم ... تُكحَلُ يَومَ الهِيَاجِ بِالعَلَقِ

مقاتل الطالبیین میں روایت ہے کہ فرزند رسولؐ نے میدانِ جنگ میں بطورِ رجز وہ اشعار بھی پڑھے جو اشعار ضرار بن خطاب فہری نے جنگِ خندق کے دن خندق کو عبور کر کے پڑھے تھے:

"اے ہمارے چچا کی اولاد! ظلم وزیادتی کرنے میں اتنا جلدی نہ کرو۔ ٹھہرو! جو کچھ تم کرنے پر قادر ہو ہم بھی وہی کچھ کر سکتے ہیں۔ جب تم ہمارے خلاف اپنی تلواروں کو بے نیام کرو گے تو ہم بھی اپنے پہلو میں تمہارے لیے محبت وعاطفت کا سامان نہیں رکھیں گے۔ تلوار کا جواب تلواروں سے دیں گے"۔ (۲)

---

(۱) المناقب ابن شہر آشوب: ج ۳، ص ۷۹؛ احتجاج: ج ۲، ص ۱۰۱؛ کشف الغمہ: ج ۲، ص ۲۳۸؛ بحار الانوار: ج ۴۵، ص ۷۳؛ الفتوح: ج ۵، ص ۱۱۵؛ مقتل الحسین خوارزمی: ج ۲، ص ۳۳؛ مطالب السؤول: ص ۷۳

(۲) مقاتل الطالبیین: ص ۳۲۰؛ اغانی: ج ۱۹، ص ۲۰۳؛ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید: ج ۳، ص ۳۰۹

امام علیہ السلام کا پانی طلب کرنا

الاخبار الطوال: عَطِشَ الْحُسَيْنُ عليه السلام فَدَعَا بِقَدَحٍ مِنْ مَاءٍ، فَلَمَّا وَضَعَهُ فِي فِيهِ رَمَاهُ الْحُصَيْنُ بْنُ نُمَيْرٍ بِسَهْمٍ، فَدَخَلَ فَمَهُ وَحَالَ بَيْنَهُ شُرْبِ الْمَاءِ، فَوَضَعَ الْقَدَحَ مِنْ يَدِهِ وَلَمَّا رَأَى الْقَوْمَ قَدْ أَحْجَمُوا عَنْهُ، قَامَ يَتَمَشَّى عَلَى الْمُسَنَّاةِ نَحْوَ الْفُرَاتِ فَحَالُوا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْمَاءِ، فَانْصَرَفَ إِلَى مَوْضِعِهِ الَّذِي كَانَ فِيهِ

اخبار الطوال میں روایت ہے کہ امام حسین بن علی علیہما السلام نے پانی طلب کیا جب آپ کو پانی کا پیالہ دیا گیا اور آپؑ نے اُسے منہ پر رکھا تو حصین بن نمیر نے تیر مارا جو آپؑ کے دہن اقدس میں جالگا جس کی وجہ سے آپؑ پانی نہ پی سکے اور آپؑ نے وہ پیالہ رکھ دیا۔

امام علیہ السلام نے جب فوج کو دیکھا کہ اُس نے آپ کو ہر طرف سے گھیر لیا ہے تو آپؑ نے دریا کے گھاٹ کا رُخ کیا۔ ابنِ زیاد کی فوج دریا اور آپؑ کے درمیان حائل ہوگئی تو آپ اپنی جگہ پر واپس آگئے۔ ①

اخبار الاول و آثار الاول میں روایت ہے کہ دسویں کا دن تھا حسینؑ میدانِ جنگ میں تھے اس وقت آپ بہت زیادہ پیاسے تھے۔ کوئی فوج نے آپؑ پر پانی بند کر رکھا تھا۔ جب آپؑ نے پانی حاصل کرکے پینے کا ارادہ کیا تو حصین بن تمیم نے تیر مارا جو آپؑ کے گلوئے نازنین پر لگا تو پانی خون میں بدل گیا۔ ②

مثیر الاحزان: ثُمَّ قَصَدُوهُ [أَيِ الْحُسَيْنَ عليه السلام] بِالْحَرْبِ، وَجَعَلُوهُ شِلْواً مِنْ كَثْرَةِ الطَّعْنِ وَالضَّرْبِ وَهُوَ يَسْتَقِي شَرْبَةً مِنْ مَاءٍ، فَلَا يَجِدُ، وَقَدْ أَصَابَتْهُ اثْنَتَانِ وَسَبْعُونَ جِرَاحَةً

مثیر الاحزان میں روایت ہے کہ ابنِ سعد کی فوج نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے جنگ کرنے کا ارادہ کیا۔ جب جنگ شروع ہوئی تو ان لوگوں نے اس قدر نیزوں اور تلواروں سے

---

① اخبار الطوال: ص ۲۵۸؛ بغیۃ الطلب فی تاریخ حلب: ج ۶، ص ۲۶۲۹

② اخبار الاول و آثار الاول: ج ۱، ص ۳۲۲

آپؑ پر حملے کیے کہ آپؑ کے جسم کا کوئی حصّہ زخموں سے خالی نہ تھا۔ اس وقت آپؑ نے پانی مانگا لیکن کسی نے نہ دیا۔ آپؑ کے جسمِ اقدس پر تلواروں اور نیزوں کے ۷۲ زخم تھے۔ ①

بستان الواعظین : اِنَّ الْحُسَیْنَ علیہ السلام اسْتَسْقٰی مَآءً حِیْنَ قُتِلَ فَمُنِعَ مِنْهُ ، وَقُتِلَ وَهُوَ عَطْشَانُ وَأَتَى اللهَ حَتّٰى سَقَاهُ مِنْ شَرَابِ الْجَنَّةِ

بستان الواعظین میں روایت ہے کہ جس وقت حضرت امام حسین بن علی علیہما السلام کو شہید کیا جارہا تھا تو اس وقت آپؑ نے پانی طلب کیا۔ لیکن کسی نے پانی نہ دیا۔ سخت پیاس کی حالت میں آپؑ شہید ہوئے۔ شہادت کے بعد بارگاہِ خداوندی میں پہنچے تو آپؑ کو جنت کے مشروبات سے سیراب کیا گیا۔ ②

الملهوف: وَقَصَدُوْهُ بِالْحَرْبِ ، فَجَعَلَ يَحْمِلُ عَلَيْهِمْ وَيَحْمِلُوْنَ عَلَيْهِ ، وَهُوَ مَعَ ذٰلِكَ يَطْلُبُ شَرْبَةً مِنْ مَاءٍ فَلَا يَجِدُ

الملہوف میں روایت ہے کہ ابنِ سعد کے لشکر نے امام علیہ السلام سے جنگ کی۔ امامؑ نے بڑھ چڑھ کر دشمن سے قتال کیا۔ کوفی لشکر نے آپؑ کو ہر طرف سے گھیر لیا اور تلواروں، نیزوں سے آپؑ کے جسم کو زخمی کر دیا۔ آپؑ نے اس وقت پانی مانگا تھا لیکن آپؑ کو پانی نہ مل سکا تھا۔ ③

الفتوح: فَحَمَلَ عَلَيْهِ الْقَوْمُ بِالْحَرْبِ ، فَلَمْ يَزَلْ يَحْمِلُ عَلَيْهِمْ وَيَحْمِلُوْنَ عَلَيْهِ وَهُوَ فِيْ ذٰلِكَ يَطْلُبُ الْمَاءَ لِيَشْرَبَ مِنْهُ شَرْبَةً ، فَكُلَّمَا حَمَلَ بِنَفْسِهِ عَلَى الْفُرَاتِ ، حَمَلُوْا عَلَيْهِ حَتّٰى أَحَالُوْهُ عَنِ الْمَاءِ

الفتوح میں روایت ہے کہ قوم نے امام علیہ السلام کے خلاف جنگ شروع کی۔ فریقین کے درمیان شدید جنگ رہی۔ اس وقت فرزندِ رسولؐ پانی مانگتے تھے۔ اس دوران آپؑ دریائے

---

① مثیر الاحزان: ص ۷۳

② بستان الواعظین: ص ۲۶۳

③ الملہوف: ص ۱۷۱

فرات کی طرف آئے لیکن دشمن کی فوج نے آپ کو دریا پر جانے نہ دیا۔ ①

تیر بارانی

الارشاد: فَلَمَّا رَأَىٰ ذٰلِكَ [أَي شَجَاعَةَ الْحُسَيْنِ عليه السلام] شِمرُ بنُ ذِي الْجَوْشَنِ، اسْتَدْعَى الْفُرْسَانَ فَصَارُوا فِي ظُهُورِ الرَّجَّالَةِ، وَأَمَرَ أَنْ يَرْمُوهُ. فَرَشَقُوهُ بِالسِّهَامِ حَتّٰى صَارَ كَالْقُنْفُذِ، فَأَحْجَمَ عَنْهُمْ فَوَقَفُوا بِإِزَائِهِ

ارشاد میں روایت ہے کہ جب شمر بن ذی الجوشن نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی شجاعت دیکھی تو اُس نے سواروں کو بلایا کہ وہ پیادہ فوج کی پشت پر آجائیں۔ جب وہ جمع ہو گئے تو اِس نے حکم دیا کہ اب امامؑ پر تیروں کی بارش برسا دو۔ اِن لوگوں نے اس قدر آپؑ پر تیر بارانی کی کہ آپ کا جسم مقدس تیروں میں اس طرح پوشیدہ ہو گیا کہ کچھ دکھائی ہی نہ دیتا تھا۔ پھر آپؑ کچھ دیر رُکے تو قومِ اشقیاء آپؑ کے بالمقابل کھڑے ہو گئے۔ ②

مثیر الاحزان میں روایت ہے کہ امام حسین بن علی علیہما السلام پر آخر وہ وقت بھی آیا کہ آپؑ زخموں سے چُور چُور تھے۔ جسم سے خون کثرت کے ساتھ بہہ چکا تھا اور آپؑ میں حرکت باقی نہ رہی تھی۔ شمر نے حکم دیا کہ اب اسے تیروں کا نشانہ بناؤ۔ ③

الفتوح میں روایت ہے کہ امام حسین بن علی علیہما السلام پر ہر طرف سے تیر بارانی ہو رہی تھی اور آپؑ ان تیروں کو اپنے سینے، بازو اور گلوئے نازنین پر لے رہے تھے اور تیروں سے بچنے کے لیے دشمن کو پشت نہیں کر رہے تھے اور ساتھ ہی یہ فرما رہے تھے:

"اے بدترین اُمت! تم نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آپؐ کی عترت سے کس قدر بدترین سلوک کیا ہے۔ میرے قتل کے بعد اب تم کسی عبدِ خدا کے قتل کرنے کے سلسلے میں ندامت نہ کرو گے۔ تم میں خون ریزی کی

---

① الفتوح: ج ۵، ص ۱۱۷؛ مقتل الحسینؑ خوارزمی: ج ۲، ص ۳۳؛ بحار الانوار: ج ۴۵، ص ۵۱

② ارشاد: ج ۲، ص ۱۱۱؛ روضۃ الواعظین: ص ۲۰۸؛ اعلام الوریٰ: ج ۱، ص ۴۶۸

③ مثیر الاحزان: ص ۷۳

جرأت پیدا ہوجائے گی۔ واللہ! میں اپنے پروردگار کی بارگاہ کی طرف جاتا ہوں اور شہادت کو سعادت جانتا ہوں۔ تم سے میرا اللہ ایسا انتقام لے گا کہ جس کا تم شعور نہیں رکھتے''۔ ①

تاریخ طبری میں سعد بن عُبیدہ سے روایت ہے، حضرت امام حسین علیہ السلام ابنِ زیاد کے لشکر سے کلام کررہے تھے۔ اُس وقت آپؑ نے یمنی جُبہ پہن رکھا تھا۔ کلام کرنے کے بعد آپؑ واپس ہوئے تو ایک شخص جس کا نام عمر طُھوی بیان کیا گیا ہے، نے امام علیہ السلام کو تیر مارا۔ وہ تیر آپؑ کے دونوں کندھوں کے درمیان لگا جو آپؑ کے جُبہ میں معلق ہوگیا۔ ②

المناقب لابن شهر آشوب: كَانَتِ السِّهَامُ فِي دِرْعِهِ كَالشَّوْكِ فِي جِلْدِ الْقُنفُذِ وَرُوِيَ أَنَّهَا كَانَتْ كُلُّهَا فِي مُقَدَّمِهِ.قَالَ الْعَونِيُّ:

يَاسِهَامًا بِدَمِ ابنِ الْمُصطَفَى مُنقَسِمَاتِ

وَرِمَاحًا فِي ضُلُوعِ ابنِ النَّبِيِّ مُتَّصِلَاتِ

المناقب ابن شہر آشوب میں روایت ہے کہ امام علیہ السلام کی زرہ میں تیر اس طرح پیوست تھے جس طرح خارِ پشت کے جسم پر کانٹے ہوتے ہیں۔ راوی نے کہا ہے کہ یہ تمام تیر آپؑ کے جسم کے اگلے حصے پر لگے ہوئے تھے۔ العونی نے کیا خوب کہا ہے: ''اے تیرو! تم فرزندِ رسولؐ کے خون میں کس قدر منقسم تھے اور اے نیزو! تم ابنِ نبیؐ کے پہلو میں کس طرح پیوست تھے''۔ ③

پیشانی مقدس میں تیر کا پیوست ہونا

الفتوح: كُلَّمَا حَمَلَ [الْحُسَيْنُ علیہ السلام] بِنَفْسِهِ عَلَى الْفُرَاتِ حَمَلُوا عَلَيْهِ حَتَّى أَحَالُوهُ عَنِ الْمَاءِ ثُمَّ رَمَى رَجُلٌ مِنْهُمْ بِسَهْمٍ -

---

① الفتوح: ج۵، ص ۳۹۲؛ مقتل الحسین خوارزمی: ج۲، ص ۳۳؛ بحارالانوار: ج۴۵، ص ۵۲

② تاریخ طبری: ج۵، ص ۳۹۲؛ تاریخ دمشق: ج۱۴، ص ۲۲۱؛ سیر اعلام النبلاء: ج۳، ص ۳۱۱؛ بغیۃ الطلب فی تاریخ حلب: ج۶، ص ۲۶۱۷؛ البدایۃ والنہایۃ: ج۸، ص ۱۷۰

③ المناقب ابن شہر آشوب: ج۴، ص ۱۱۱؛ بحارالانوار: ج۴۵، ص ۵۲

يُكْنَى أَبَا الْحُتُوفِ الْجُعْفِيَّ - فَوَقَعَ السَّهْمُ فِي جَبْهَتِهِ، فَنَزَعَ الْحُسَيْنُ عليه السلام السَّهْمَ فَرَمَى بِهِ، فَسَالَتِ الدِّمَاءُ عَلَى وَجْهِهِ وَلِحْيَتِهِ. فَقَالَ الْحُسَيْنُ عليه السلام: اللّٰهُمَّ إِنَّكَ تَرَى مَا أَنَا فِيهِ مِن عِبَادِكَ هٰؤُلَاءِ الْعُصَاةِ الطُّغَاةِ. اللّٰهُمَّ فَأَحْصِهِمْ عَدَدًا، وَاقْتُلْهُمْ بَدَداً، وَلَا تَذَرْ عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ مِنْهُمْ أَحَدًا، وَلَا تَغْفِرْ لَهُمْ أَبَدًا

الفتوح میں روایت ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام دریائے فرات کی طرف بڑھے۔ جب گھاٹ کے قریب پہنچے تو عمر بن سعد کی فوج نے آپؑ کو دریا کے گھاٹ پر جانے سے روک دیا۔ اس دوران ایک آدمی نے آپؑ کو تیر مارا جو آپؑ کی پیشانی پر لگا۔ اس ظالم کی کنیت ابوالحتوف جعفی تھی۔ امام علیہ السلام نے اپنی پیشانی سے تیر کھینچا تو خون کا فوارہ پھوٹا جو آپؑ کے چہرہ اور ریش مقدس پر بہنے لگا۔ اس وقت امام علیہ السلام نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا:

"بار الہا! تیرے یہ عاصی اور طاغی بندے جس طرح مجھ پر مظالم ڈھا رہے ہیں وہ سب کچھ تیرے سامنے ہے۔ خدایا! ان سے گن گن کر بدلہ لے، انھیں چن چن کر قتل کر۔ ان میں سے کسی کو روئے زمین پر نہ چھوڑ۔ ان کی مغفرت کبھی نہ کرنا"۔ ①

تاریخ دمشق عن مسلم بن رباح مولیٰ علی بن ابی طالب علیہ السلام:

كُنْتُ مَعَ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ عليه السلام يَوْمَ قُتِلَ، فَرُمِيَ فِي وَجْهِهِ بِنُشَّابَةٍ، فَقَالَ لِي: يَا مُسْلِمُ، أَدْنِ يَدَيْكَ مِنَ الدَّمِ، فَأَدْنَيْتُهُمَا، فَلَمَّا امْتَلَأَتَا قَالَ: أَسْكُبْهُ فِي يَدِي، فَسَكَبْتُهُ فِي يَدِهِ، فَنَفَحَ بِهِمَا إِلَى السَّمَاءِ، وَقَالَ: اللّٰهُمَّ اطْلُبْ بِدَمِ ابْنِ بِنْتِ نَبِيِّكَ. قَالَ مُسْلِمٌ: فَمَا وَقَعَ مِنْهُ إِلَى الْأَرْضِ قَطْرَةٌ

① الفتوح: ج۵، ص۱۱۷؛ مقتل الحسین خوارزمی: ج۲، ص۳۴؛ بحارالانوار: ج۴۵، ص۵۲

تاریخ دمشق میں حضرت امام علی بن ابی طالب علیہ السلام کے آزاد کردہ غلام مسلم بن رباح سے روایت ہے، جس دن حضرت امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے اس دن میں آپؑ کے ہمراہ تھا۔ دشمن کی فوج کی طرف سے ایک تیر آیا جو آپؑ کے چہرۂ اقدس میں پیوست ہو گیا۔ آپؑ نے مجھ سے کہا: اپنے دونوں ہاتھ میرے چہرے کے قریب کر۔ میں اپنے دونوں ہاتھ آپؑ کے چہرے کے قریب لے گیا۔ جب میری دونوں ہتھیلیاں خون سے بھر گئیں تو آپؑ نے فرمایا: اس خون کو میرے ہاتھوں میں ڈال دو۔ جب میں نے وہ خون آپؑ کی ہتھیلیوں میں ڈالا تو آپؑ نے یہ خون آسمان کی طرف اُچھالا اور عرض کیا: "خدایا! تو ان لوگوں سے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دختر کے بیٹے کا انتقام لے"۔

مسلم کا بیان ہے کہ ایک قطرۂ خون زمین پر واپس نہ آیا۔ (1)

المناقب لابن شهرآشوب: فَحَمَلُوا عَلَيهِ مِن كُلِّ جانِبٍ ،

فَرَماهُ أَبُو الحَنوقِ الجُعفِيُّ فِي جَبينِهِ

مناقب ابنِ شہرآشوب میں روایت ہے کہ ابنِ سعد کی فوج نے امام حسین علیہ السلام پر ہر طرف سے حملہ شروع کر دیا۔ ابوالحنوق جعفی نے آپؑ کو تیر مارا جو آپؑ کی پیشانی میں لگا۔ (2)

قلبِ مبارک پر تیر

مقتل الحسين للخوارزمي: فَوَقَفَ [الحُسَينُ علیہ السلام] يَستَريحُ، وَقَد ضَعُفَ عَنِ القِتالِ، فَبَينَما هُوَ واقِفٌ إذ أتاهُ حَجَرٌ فَوَقَعَ عَلى جَبهَتِهِ، فَسالَتِ الدِّماءُ مِن جَبهَتِهِ فَأَخَذَ الثَّوبَ لِيَمسَحَ عَن جَبهَتِهِ، فَأَتاهُ سَهمٌ مُحَدَّدٌ مَسمومٌ، لَهُ ثَلاثُ شُعَبٍ، فَوَقَعَ في قَلبِهِ.

فَقالَ الحُسَينُ علیہ السلام: بِسمِ اللهِ وَبِاللهِ، وَعَلى مِلَّةِ رَسولِ اللهِ،

---

(1) تاریخ دمشق: ج ۱۴، ص ۲۲۳؛ کفایۃ الطالب: ص ۴۳۱

(2) المناقب ابن شہرآشوب: ج ۴، ص ۱۱۱

وَرَفَعَ رَأْسَهُ إِلَى السَّمَاءِ ، وَقَالَ : إِلٰهِي ! إِنَّكَ تَعلَمُ أَنَّهُمْ يَقْتُلُونَ رَجُلًا لَيْسَ عَلٰى وَجهِ الْأَرْضِ ابنُ نَبِيٍّ غَيْرُهُ. ثُمَّ أَخَذَ السَّهمَ وَأَخرَجَهُ مِن وَرَاءِ ظَهرِهِ. فَانبَعَثَ الدَّمُ كَالمِيزَابِ. فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَى الْجُرحِ. فَلَمَّا امتَلَأَت دَمًا رَمٰى بِهَا إِلَى السَّمَاءِ فَمَا رَجَعَ مِن ذٰلِكَ قَطرَةٌ...... ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ عَلَى الْجُرحِ ثَانِيًا ، فَلَمَّا امتَلَأَت لَطَخَ بِهَا رَأْسَهُ وَلِحيَتَهُ ، وَقَالَ: هٰكَذَا وَاللهِ أَكُونُ حَتّٰى أَلقٰى جَدِّي مُحَمَّدًا وَأَنَا مَخضُوبٌ بِدَمِي وَأَقُولُ: يَارَسُولَ اللهِ قَتَلَنِي فُلَانٌ وَفُلَانٌ

مقتل الحسین" خوارزمی میں روایت ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام جب جنگ کرتے کرتے بہت تھک گئے تو امام علیہ السلام تھوڑی دیر کے لیے سانس لینے کے لیے ایک طرف اپنے گھوڑے کو روک کر کھڑے ہو گئے تو اس اثناء میں ایک پتھر آیا جو آپؑ کی پیشانی اقدس پر لگا جس سے خون بہنے لگا۔ آپؑ نے کپڑا لیا تاکہ پیشانی سے خون صاف کریں۔ جونہی آپؑ نے اپنا ہاتھ پیشانی کی طرف بلند کیا ادھر ایک لوہے کا سہ شعبہ تیر فرانٹے بھرتا ہوا آیا اور قلب مبارک[1] میں پیوست ہو گیا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: بِسْمِ اللهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُولِ اللهِ ، پھر سر آسمان کی طرف بلند کیا اور بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا: ”خدایا! تو خوب جانتا ہے کہ یہ لوگ اُس سے قتال کر رہے ہیں جس کے سوا اس زمین پر تیرے نبی کا کوئی اور فرزند نہیں ہے“۔

پھر آپؑ نے وہ تیر پشت کی طرف سے کھینچا تو خون مثل پرنالے کے جاری ہوا۔ آپؑ نے زخم کی جگہ پر ہاتھ رکھا۔ جب وہ خون سے بھر گیا تو اُس خون کو آسمان کی طرف اُچھالا لیکن

---

[1] اگر ہم فرض کریں کہ یہ روایت صحیح ہے تو اس سے یہ نتیجہ نکالنا پڑتا ہے کہ تیر آپؑ کے قلبِ مبارک میں پیوست نہیں ہوا تھا بلکہ قلب کے آس پاس لگا تھا۔ جس طرح مناقب کی روایت ہے کہ تیر امامؑ کے سینے میں لگا تھا۔ اگر دل میں تیر لگتا تو امام فوراً شہید ہو جاتے۔ تو اس واقعہ کے بعد جو آپؑ کی زندگی سے متعلق دوسرے واقعات ہیں وہ مقتل کی کتابوں میں موجود نہ ہوتے۔

ایک بھی قطرۂ خون واپس زمین کی طرف نہ آیا۔ پھر دوسری دفعہ ہاتھ زخم پر رکھا جب وہ بھی خون سے بھر گیا تو آپؑ نے اُس خون سے اپنے چہرے اور ریشِ مقدس کو رنگین کیا اور فرمایا:

"میں اس صورت میں اپنے نانا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں پیش ہوں گا کہ میں اپنے خون سے مخضوب ہوں گا اور عرض کروں گا: یارسولؐ اللہ! دیکھیں مجھے فلاں اور فلاں نے قتل کیا ہے"۔ ①

مثیر الاحزان میں روایت ہے کہ فرزند رسولؐ زخموں کی کثرت سے نڈھال ہو چکے تھے۔ اب آپؑ میں مزید جنگ کرنے کی طاقت نہ رہی تھی۔ آپؑ ایک طرف رُکے تو آپؑ کی طرف ایک پتھر آیا جو پیشانی پر لگا جس نے آپؑ کی پیشانی کو بہت زیادہ زخمی کر دیا۔ پھر ایک سہ شعبہ تیر آیا جو آپؑ کے دل پر لگا تو آپؑ نے فرمایا: بِسْمِ اللهِ وَبِاللهِ عَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللهِ اور آسمان کی طرف سر بلند کیا اور بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا: "بارِ الٰہا! تو خوب جانتا ہے کہ یہ لوگ تیرے نبیؐ کی دُختر کے بیٹے کو قتل کر رہے ہیں"۔

امام علیہ السلام نے وہ تیر پشت کی طرف سے کھینچا تو بہت زیادہ خون بہا جس کی وجہ سے آپؑ میں کمزوری اور نقاہت پیدا ہوگئی تو آپؑ زین سے زمین پر آ رہے۔

المناقب لابن شهر آشوب: كَانَ رَمَاهُ سِنَانُ بنُ أَنَسٍ النَّخَعِيُّ فِي صَدرِهِ، فَوَقَعَ عَلَى الأَرْضِ، وَأَخَذَ دَمَهُ بِكَفَّيهِ وَصَبَّهُ عَلَى رَأسِهِ مِرَارًا

مناقب ابنِ شہر آشوب میں روایت ہے کہ سنان بن انس نخعی نے آپؑ کو تیر مارا جس کی وجہ سے آپؑ گھوڑے کی زین سے زمین پر آ رہے۔ امام علیہ السلام نے وہ تیر کھینچا تو خون جاری ہو گیا۔ آپؑ نے وہ خون اپنی ہتھیلیوں پر لے کر اپنے سر پر متعدد مرتبہ لگایا۔ ②

گلوئے نازنین میں تیر کا پیوست ہونا

الامالی للصدوق عن عبدالله بن منصور عن جعفر بن محمد

---

① مقتل الحسین خوارزمی: ج ۲، ص ۳۴؛ اللہوف: ص ۱۷۲؛ بحار الانوار: ج ۴۵ ص ۵۳

② مناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۱۱۱

بن علی بن الحسین عن أبیه عن جده [زین العابدین علیہ السلام]: نَظَرَ الْحُسَيْنُ علیہ السلام يَمِيْنًا وَشِمَالًا وَلَا يَرَى أَحَدًا. فَرَفَعَ رَأْسَهُ إِلَى السَّمَاءِ. فَقَالَ: اللّٰهُمَّ إِنَّكَ تَرَى مَا يُصْنَعُ بِوَلَدِ نَبِيِّكَ وَحَالَ بَنُو كِلَابٍ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْمَاءِ. وَرُمِيَ بِسَهْمٍ فَوَقَعَ فِي نَحْرِهِ. وَخَرَّ عَنْ فَرَسِهِ. فَأَخَذَ السَّهْمَ فَرَمَى بِهِ. وَجَعَلَ يَتَلَقَّى الدَّمَ بِكَفِّهِ. فَلَمَّا امْتَلَأَتْ لَطَخَ بِهَا رَأْسَهُ وَلِحْيَتَهُ وَهُوَ يَقُوْلُ: أَلْقَى اللهَ وَأَنَا مَظْلُوْمٌ مُتَلَطِّخٌ بِدَمِي

امالی صدوق میں عبداللہ بن منصور سے روایت ہے، اُس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے اپنے آباء سے سنا کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا: یوم عاشورا میرے والد بزرگوارؑ پر وہ وقت بھی آیا کہ جب آپؑ یکہ وتنہا رہ گئے تھے۔ آپؑ نے دائیں اور بائیں دیکھا اور ہر طرف دشمن نظر آئے تو آسمان کی طرف اپنا سرِ اقدس بلند کیا اور بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا: "خدایا! تو دیکھ رہا ہے کہ یہ لوگ تیرے نبیؐ کے فرزند کے ساتھ کیا سلوک کر رہے ہیں؟"

پھر میرے باباؑ نے دریائے فرات کا رُخ کیا تو قبیلہ بنی کلاب کے لوگ آپؑ کے سامنے آگئے اور آپؑ کو دریا کے گھاٹ تک نہ جانے دیا۔ اُس وقت تیر مارا گیا جو آپؑ کے گلوئے نازنین میں لگا تو آپؑ گھوڑے کی زین سے زمین پر آرہے۔ فرزندِ رسولؐ نے وہ تیر اپنے گلے سے کھینچا اور اُسے دُور پھینکا تو اُس سے خون جاری ہوگیا تو وہ خون امامؑ نے اپنی ہتھیلی پر لیا۔ جب خون سے ہتھیلی بھر گئی تو آپؑ نے اُس سے اپنے سر اور ریش کو رنگین کیا اور فرمایا: "میں اس مظلومیت اور اپنے خون میں غلطان صورت کے ساتھ اللہ سے ملاقات کروں گا"۔ ①

تاریخ یعقوبی میں روایت ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے دشمن سے شدید قتال کیا، اُن کے بہت سے لوگوں کو تہ تیغ کیا۔ اچانک ایک تیر آیا جو آپؑ کے گلوئے نازنین پر لگا۔ آپؑ نے اُسے پسِ گردن سے کھینچا تو آپؑ گھوڑے کی زین سے زمین پر آرہے۔ جب امامؑ زمین پر

---

① امالی صدوق: ص ۲۲۶؛ بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۳۲۱

آرہے تو فوج نے آگے بڑھ کر آپؑ کا سر آپؑ کے بدنِ اقدس سے جدا کرلیا اور ابنِ زیاد کے پاس بھیج دیا۔ ①

الملہوف میں روایت ہے کہ سنان بن انس نے آپؑ کو تیر مارا جو آپؑ کے گلوئے نازنین پر لگا جس کی وجہ سے آپؑ زمین پر آرہے اور اُٹھ کر زمین پر بیٹھ گئے۔ تیر نکلنے سے کھینچا تو خون جاری ہوگیا۔ فرزندِ رسولؐ نے خون کو اپنی ہتھیلیوں پر لیا۔ جب آپؑ کی ہتھیلیاں خون سے بھر گئیں تو اس خون سے اپنے سر اور ریش مبارک کو رنگین کرلیا اور فرمایا: "میں اپنے خون میں غلطاں صورت میں اور اپنے حقوق کی مغصوبیت کے ساتھ اللہ ربّ العزت کی بارگاہ میں حاضر ہوں گا"۔ ②

الدرّ النظيم: قَدْ أَصَابَ الْحُسَيْنَ عليه السلام: جُرْحٌ فِي حَلْقِهِ، وَهُوَ يَضَعُ يَدَهُ عَلَيْهِ فَإِذَا امْتَلَأَتِ الدَّمُ قَالَ: اللّٰهُمَّ إِنَّكَ تَرىٰ. ثُمَّ يُعِيدُهَا. فَإِذَا امْتَلَأَتْ قَالَ: اللّٰهُمَّ إِنَّ هٰذَا فِيكَ قَلِيلٌ

الدرّ النظیم میں روایت ہے کہ جب فرزندِ علیؑ و بتولؑ کا حلق زخمی ہوگیا تو آپؑ نے اس پر اپنے دونوں ہاتھ رکھے۔ جب وہ خون سے لبریز ہوگئے تو بارگاہِ پروردگار میں عرض کیا: "خدایا! تو دیکھ رہا ہے کہ میرے ساتھ لوگ کیا سلوک کر رہے ہیں"۔

پھر اپنے ہاتھوں کو زخم پر رکھا۔ جب ہتھیلیاں خون سے بھر گئیں تو عرض کیا: "خدایا! تیرے عشق میں یہ مصائب و آلام کچھ بھی نہیں ہیں۔ میں مزید امتحان و آزمائش کے لیے تیار ہوں"۔ ③

الارشاد: رَكِبَ [الْحُسَيْنُ عليه السلام] الْمُسَنَّاةَ يُرِيدُ الْفُرَاتَ وَبَيْنَ يَدَيْهِ الْعَبَّاسُ أَخُوهُ، فَاعْتَرَضَتْهُ خَيْلُ ابْنِ سَعْدٍ، وَفِيهِمْ رَجُلٌ مِنْ بَنِي دَارِمٍ، فَقَالَ لَهُمْ: وَيْلَكُمْ! حولوا بَيْنَهُ وَبَيْنَ

---

① تاریخ یعقوبی: ج ۲، ص ۲۴۵

② الملہوف: ص ۱۷۵؛ بحار الانوار: ج ۴۵، ص ۵۵

③ الدرّ النظیم: ص ۵۵۱

الفُرَاتِ وَلَا تُمَكِّنُوهُ مِنَ الْمَاءِ

فَقَالَ الْحُسَيْنُ عليه السلام : اللّٰهُمَّ أَظْمِئْهُ! فَغَضِبَ الدَّارِمِيُّ وَرَمَاهُ بِسَهْمٍ فَأَثْبَتَهُ فِي حَنَكِهِ. فَانْتَزَعَ الْحُسَيْنُ عليه السلام السَّهْمَ، وَبَسَطَ يَدَهُ تَحْتَ حَنَكِهِ فَامْتَلَأَتْ رَاحَتَاهُ بِالدَّمِ، فَرَمٰى بِهِ ثُمَّ قَالَ: اللّٰهُمَّ إِنِّي أَشْكُو إِلَيْكَ مَا يُفْعَلُ بِابْنِ بِنْتِ نَبِيِّكَ. ثُمَّ رَجَعَ إِلٰى مَكَانِهِ وَقَدِ اشْتَدَّ بِهِ الْعَطَشُ

ارشاد میں روایت ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام دریائے فرات کے گھاٹ کی طرف بڑھے۔ آپؑ کے بھائی عباسؑ آگے تھے۔ ابن سعد کی سوار فوج سامنے آگئی اور اُنھوں نے رکاوٹ کھڑی کر دی۔ اس فوج میں بنی دارم کا ایک آدمی تھا جس نے اپنی فوج سے کہا: تم کیا دیکھ رہے ہو، انھیں کسی صورت میں دریا کی طرف نہ جانے دو اور وہاں سے پانی نہ بھرنے دو۔

امام علیہ السلام نے بارگاہِ ایزدی میں عرض کیا: خدایا! اس پر پیاس کو مسلط کر۔

امام علیہ السلام کی دُعا سن کر دارمی کو غصہ آگیا۔ اُس نے آپؑ کو تیر مارا جو آپؑ کے گلوئے نازنین میں لگا۔ امام علیہ السلام نے تیر کھینچا تو خون جاری ہوگیا۔ آپؑ نے اپنے ہاتھ اپنے گلے کے نیچے پھیلائے۔ جب وہ خون سے پُر ہوگئے تو اُس خون کو زمین کی طرف پھینک دیا اور کہا: خدایا! یہ لوگ جو کچھ تیرے نبیؐ کی دُختر کے بیٹے کے ساتھ کر رہے ہیں، تیری بارگاہ میں مَیں اُس کی شکایت کرتا ہوں۔ پھر آپؑ اپنی جگہ پر واپس آگئے۔ اُس وقت پیاس کی شدت نے آپؑ کو حال سے بے حال کر رکھا تھا۔ [1]

الفتوح: وَرَمَاهُ [أَيِ الْإِمَامَ الْحُسَيْنَ عليه السلام] سِنَانُ بْنُ أَنَسٍ النَّخَعِيُّ بِسَهْمٍ، فَوَقَعَ السَّهْمُ فِي نَحْرِهِ وَطَعَنَهُ صَالِحُ بْنُ وَهْبٍ الْيَزَنِيُّ طَعْنَةً فِي خَاصِرَتِهِ. فَسَقَطَ الْحُسَيْنُ عليه السلام عَنْ فَرَسِهِ إِلَى الْأَرْضِ، وَاسْتَوٰى قَاعِدًا وَنَزَعَ السَّهْمَ مِنْ نَحْرِهِ وَأَقْرَنَ كَفَّيْهِ فَكُلَّمَا امْتَلَأَتَا مِنْ دَمِهِ خَضَّبَ بِهِ رَأْسَهُ وَلِحْيَتَهُ، وَهُوَ

---

[1] ارشاد: ج ۲، ص ۱۰۹؛ الملہوف: ص ۱۷؛ روضۃ الواعظین: ص ۲۰۸؛ بحارالانوار: ج ۴۵، ص ۵۰

يَقُولُ: هٰكَذَا حَتّٰى أَلْقٰى رَبِّي بِدَمِي، مَغصُوبًا عَلَى حَقِّي

الفتوح میں روایت ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کو سنان بن انس نخعی نے تیر مارا جو آپؑ کے گلوئے مقدس میں لگا۔ صالح بن وھب یزنی نے امام علیہ السلام کے پہلو میں نیزہ مارا۔ آپ گھوڑے کی زین سے زمین کی طرف آئے۔ پھر اُٹھ کر بیٹھ گئے۔ تیر اپنے گلے سے کھینچا اور اپنی ہتھیلیوں کو خون سے لبریز کیا۔ جب وہ بھر گئیں تو وہی خون اپنے سر اور ریش مبارک پر لگایا اور فرمایا: میں اِسی حال میں اپنے ربّ کی بارگاہ میں جاؤں گا کہ میرا جسم خون سے رنگین ہوگا اور میرے حقوق غصب شدہ ہوں گے۔ ①

المناقب ابن شہرآشوب میں روایت ہے کہ ابوایوب غنوی نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو زہر آلود تیر مارا جو آپؑ کے حلق میں لگا تو آپؑ نے فرمایا: بِسْمِ اللّٰهِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ اللہ ربّ العزت کے عشق میں اپنا قتل ہونا قبول ہے کیونکہ میں مقتول رضائے الٰہی ہوں۔ ②

دہنِ اقدس پر تیر کا لگنا

الكامل فی التاريخ: اِشْتَدَّ عَطَشُ الْحُسَيْنِ علیہ السلام فَدَنَا مِنَ الْفُرَاتِ لِيَشْرَبَ. فَرَمَاهُ حُصَيْنُ بْنُ نُمَيْرٍ بِسَهْمٍ فَوَقَعَ فِي فَمِهِ. فَجَعَلَ يَتَلَقَّى الدَّمَ بِيَدِهِ وَرَمٰى بِهِ إِلَى السَّمَاءِ. ثُمَّ حَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ. ثُمَّ قَالَ: اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَشْكُوا إِلَيْكَ مَا يُصْنَعُ بِابْنِ بِنْتِ نَبِيِّكَ. اَللّٰهُمَّ أَحْصِهِمْ عَدَدًا. وَاقْتُلْهُمْ بَدَدًا. وَلَا تُبْقِ مِنْهُمْ أَحَدًا. وَقِيلَ: الَّذِي رَمَاهُ رَجُلٌ مِن بَنِي أَبَانِ بنِ دَارِمٍ

الکامل فی التاریخ میں روایت ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام کو پیاس نے بہت زیادہ مجبور کیا تو آپؑ دریائے فرات پر گئے تاکہ پانی پییں۔ حصین بن نمیر نے تیر مارا جو آپؑ کے دہنِ اقدس پر لگا۔ آپؑ نے وہ خون اپنے ہاتھوں میں جمع کر کے آسمان کی طرف اُچھالا اور

---

① الفتوح: ج ۵، ص ۱۱۸

② المناقب ابن شہرآشوب: ج ۴، ص ۱۱۱؛ بحار الانوار: ج ۴۵، ص ۵۵

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی۔ پھر عرض کیا:

''خدایا! میں اِس سلوک اور ظلم وستم کی تیری بارگاہ میں شکایت کرتا ہوں جو یہ لوگ تیرے نبیؐ کی دختر کے بیٹے سے کر رہے ہیں۔ خدایا! ان لوگوں سے گن گن کر حساب لے۔ ان میں سے ہر ایک کو قتل کر۔ کسی کو باقی نہ رکھ''۔

ایک قول ہے کہ آپؑ کو بنی ابان بن دارم کے ایک آدمی نے تیر مارا تھا۔ ①

الطبقات الکبریٰ (الطبقة الخامسة من الصحابة): عَطِشَ الْحُسَيْنُ علیہ السلام فَاسْتَسْقَى. وَلَيْسَ مَعَهُم مَاءٌ فَجَاءَهُ رَجُلٌ بِمَاءٍ، فَتَنَاوَلَهُ لِيَشْرَبَ. فَرَمَاهُ حُصَيْنُ بْنُ تَمِيمٍ بِسَهْمٍ. فَوَقَعَ فِي فِيهِ فَجَعَلَ يَتَلَقَّى الدَّمَ بِيَدِهِ وَيَحْمَدُ اللهَ

② طبقات الکبریٰ میں روایت ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام کو پیاس لگی تو آپؑ نے پانی طلب کیا کیونکہ آپؑ پر پانی بند کر دیا گیا تھا۔ کسی آدمی نے اُنھیں پانی پیش کیا۔ جب آپؑ نے پانی پینا چاہا تو حصین بن تمیم نے تیر مارا جو آپؑ کے منہ پر لگا۔ آپؑ کے منہ سے خون جاری ہوا تو آپؑ اُس خون کو اپنے ہاتھوں میں جمع بھی کر رہے تھے اور اللہ ربّ العزت کی حمد وثناء بھی بیان کر رہے تھے۔ ②

تذکرة الخواص عن هشام بن محمد: رَمَاهُ [أَيِ الْحُسَيْنَ علیہ السلام] حُصَيْنُ بْنُ تَمِيمٍ بِسَهْمٍ فَوَقَعَ فِي شَفَتَيْهِ. فَجَعَلَ الدَّمُ يَسِيلُ مِن شَفَتَيْهِ. وَهُوَ يَبْكِي وَيَقُولُ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَشْكُوا إِلَيْكَ مَا يُفْعَلُ بِي وَبِإِخْوَتِي وَوُلْدِي وَأَهْلِي. ثُمَّ اشْتَدَّ بِهِ الْعَطَشُ

---

① الکامل فی التاریخ: ج ۲، ص ۵۷۱؛ تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۴۹؛ انساب الاشراف: ج ۳، ص ۴۰۷؛ الرد علی المتعصب العنید: ص ۳۹

② طبقات الکبریٰ: ج ۱، ص ۴۷۲؛ سیر اعلام النبلاء: ج ۳، ص ۳۵۲؛ ''اس کتاب میں آپؑ نے پانی طلب کیا اور آپؑ کے پاس پانی نہیں تھا'' کے الفاظ نہیں ہیں۔ المناقب ابن شہرآشوب: ج ۴، ص ۱۱۱؛ بحارالانوار: ج ۴۵، ص ۵۵

تذکرۃ الخواص میں ہشام بن محمد سے روایت ہے کہ حصین بن تمیم نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو تیر مارا جو آپؑ کے ہونٹوں پر لگا کہ خون جاری ہو گیا۔ امام علیہ السلام رو بھی رہے تھے اور عرض بھی کر رہے تھے: بارِالٰہا! اِن لوگوں نے مجھ پر اور میرے بھائیوں، اولاد اور اہلِ بیتؑ پر جو مظالم ڈھائے ہیں میں تیری بارگاہ میں اُس کی شکایت کرتا ہوں۔ اِس کے بعد پیاس نے آپؑ کو شدّت کے ساتھ ستایا۔ پیاس کی شدّت سے آپؑ بے حال تھے۔

ذخائر العقبی عن رجل من کلب: صَاحَ الحُسَینُ بنُ عَلِیٍّ علیہ السلام: إسقونا مَاءً! فَرَمٰی رَجُلٌ بِسَهمٍ فَشَقَّ شِدقَهُ. فَقَالَ: لَا أَروَاكَ اللهُ! فَعَطِشَ الرَّجُلُ إلىٰ أن رَمٰی نَفسَهُ فِي الفُرَاتِ، فَشَرِبَ حَتّٰی مَاتَ

ذخائر العقبیٰ میں بنی کلب کے ایک آدمی سے روایت ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے بلند آواز کے ساتھ کہا: مجھے پانی پلاؤ، میں سخت پیاسا ہوں تو ایک آدمی نے آپؑ کو تیر مارا جو آپؑ کے دہن مبارک کے قریب لگا۔

آپؑ نے فرمایا: اللہ تجھ پر پیاس کو مسلط کرے، کبھی پانی سے سیراب نہ کرے۔ تو اُس آدمی پر پیاس کا اتنا غلبہ ہوا کہ اُس نے اپنے آپؑ کو دریائے فرات میں ڈالا تا کہ پیاس ختم ہو لیکن اُس کی پیاس ختم نہ ہوئی اور اس طرح وہ ابدی ہلاکت سے دو چار ہوا۔ [1]

المناقب ابنِ شہر آشوب میں ابن عُیینہ سے روایت ہے کہ شہادتِ امام حسین علیہ السلام کے دن میدانِ کربلا میں، مَیں نے دو آدمیوں کو دیکھا کہ اُن میں سے ایک نے امام علیہ السلام کو اُس وقت تیر مارا جب آپؑ دریا کے گھاٹ پر پانی پینا چاہتے تھے۔ جب یہ تیر امام علیہ السلام کو لگا تو آپؑ نے فرمایا: اللہ تجھے اس دنیا میں سیراب کرے اور نہ آخرت میں تو ہمیشہ پیاسا رہے۔ [2]

---

① ذخائر العقبیٰ: ص ۲۳۶؛ المعجم الکبیر: ج ۳، ص ۱۱۳؛ مقتل الحسین خوارزمی: ج ۲، ص ۹۳؛ کفایت الطالب: ص ۴۳۵؛ مناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۵۶؛ بحار الانوار: ج ۴۵، ص ۳۰۰

② مناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۵۶؛ بحار الانوار: ج ۴۵، ص ۳۰۰؛ بغیۃ الطلب فی تاریخ حلب: ج ۱، ص ۲۶۲۱

تاریخ الطبری عن القاسم بن الأصبغ بن نباته : حَدَّثَنِی مَن شَهِدَ الحُسَینَ علیہ السلام فِي عَسکَرِهِ رَکِبَ المُسَنَّاةَ یُرِیدُ الفُرَاتَ.
قَالَ: فَقَالَ رَجُلٌ مِن بَنِی أَبَانِ بنِ دَارِمٍ: وَیلَکُم ! حُولُوا بَینَهُ وَبَینَ المَاءِ لَا تَتَامَّ إِلَیهِ شیعَتُهُ
قَالَ: وَضَرَبَ فَرَسَهُ ، وَأتبَعَهُ النَّاسُ حَتّٰی حَالوا بَینَهُ وَبَینَ الفُرَاتِ . فَقَالَ الحُسَینُ علیہ السلام : اللّٰهُمَّ أَظمِهِ! قَالَ: وَیَنتَزِعُ الأَبَانِیُّ بِسَهمٍ فَأَثبَتَهُ فِي حَنَكِ الحُسَینِ علیہ السلام.
قَالَ: فَانتَزَعَ الحُسَینُ علیہ السلام السَّهمَ ، ثُمَّ بَسَطَ كَفَّیهِ فَامتَلأَت دَمًا ، ثُمَّ قَالَ الحُسَینُ علیہ السلام: اللّٰهُمَّ إِنِّي أَشكُو إِلَیكَ مَا یُفعَلُ بِابنِ بِنتِ نَبِیِّكَ . قَالَ: فَوَاللهِ إِن مَكَثَ الرَّجُلُ إِلَّا یَسِیرًا حَتّٰی صَبَّ اللهُ عَلَیهِ الظَّمأَ ، فَجَعَلَ لَا یروی. قَالَ القَاسِمُ بنُ الأَصبَغ : لَقَد رَأَیتُنِی فِیمَن یُرَوِّحُ عَنهُ وَالمَاءُ یُبَرَّدُ لَهُ ، فِیهِ السُّكَّرُ وَعِسَاسٌ ، فِیهَا اللَّبَنُ ، وَقِلَالٌ فِیهَا المَاءُ ، وَإِنَّهُ لَیَقُولُ: وَیلَكُم! إِسقُونِي قَتَلَنِيَ الظَّمأُ! فَیُعطَی القُلَّةَ أَوِ العُسَّ كَانَ مُروِیًا أَهلَ البَیتِ فَیَشرَبُهُ ، فَإِذَا نَزَعَهُ مِن فِیهِ اضطَجَعَ الهُنَیهَةَ ، ثُمَّ یَقُولُ: وَیلَكُم اسقُونِي قَتَلَنِيَ الظَّمأُ! قَالَ: فَوَاللهِ مَا لَبِثَ إِلَّا یَسِیرًا ، حَتّٰی انقَدَّ بَطنُهُ انقِدَادَ بَطنِ البَعِیرِ

تاریخ طبری میں قاسم بن اصبغ بن نباتہ سے روایت ہے کہ مجھے اُس آدمی نے یہ بات بتائی ہے جو جنگِ کربلا میں موجود تھا کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام کے تمام اعزہ و اصحاب شہید ہو گئے تو آپؑ نے دریا کے گھاٹ کا رُخ کیا۔ بنی ابان میں سے ایک شخص نے چیخ چیخ کر کہا: ارے نہر اور ان کے درمیان حائل ہو جاؤ، کہیں ان کے پیروکار ان کی مدد کے لیے نہ آجائیں۔
آپؑ نے اپنے گھوڑے کو مہمیز کیا تو لوگ پیچھے دوڑے اور آپؑ کے اور فرات کے

درمیان حائل ہو گئے۔ آپؑ نے اس ابانی کے حق میں بددعا کی: "خداوندا! اسے تشنگی میں جلا کر"۔

ابانی نے تیر مارا جو آپؑ کی ٹھوڑی کے نیچے پیوست ہو گیا۔ اس تیر کو آپؑ نے کھینچ کر پھینکا اور اپنے خون سے دونوں ہتھیلیوں کو پُر کیا اور کہا: خداوندا! تیرے پیغمبرؐ کے نواسے کے ساتھ جو سلوک کیا جا رہا ہے میں اُس کی فریاد تیری بارگاہ میں کرتا ہوں۔

بہت کم زمانہ گزرا تھا کہ خدا نے اس ابانی کو پیاس میں جلا کیا۔ اُس کی پیاس کسی صورت میں بجھتی ہی نہ تھی۔ پانی ٹھنڈا کیا جاتا اُس میں شکر ڈالی جاتی تھی۔ اُس کے پاس دودھ کے بڑے بڑے برتن اور پانی کے مٹکے رکھے جاتے تھے۔ وہ پی جاتا تھا پھر کہتا: ارے پانی پلاؤ، پیاس مجھے مارے ڈالتی ہے۔ میرا جگر کباب ہو کر رہ گیا ہے۔ ٹھنڈا پانی پلاؤ۔ ایک بڑا مٹکا یا بڑا پیالہ جو سارے گھر والوں کے لوگوں پر کافی ہوتا ہے اُسے دیا جاتا تھا۔ وہ اپنے منہ میں انڈیل دیتا تھا۔ جب برتن سے پانی ختم ہوتا تو وہ ذرا لیٹتا پھر چیخ چیخ کر کہتا: پانی پلاؤ، پیاس نے میرا ابرا حال کر دیا ہے۔

یہی راوی قاسم بن اصبغ نے اس ظالم کا حشر اپنی آنکھوں سے دیکھتا تھا۔ وہ کہتے ہیں: واللہ! تھوڑے ہی دنوں میں اس کا پیٹ اس طرح تڑک گیا جس طرح اُونٹ کا پیٹ ہوتا ہے۔ اس کے بعد وہ واصلِ جہنم ہوا۔ ①

مجابو الدعوة لابن أبي الدنیا عن محمد الکوفي: كَانَ رَجُلٌ مِن بَنِي أَبَانِ بنِ دَارِمٍ يُقَالُ لَهُ زُرعَةُ شَهِدَ قَتلَ الحُسَينِ علیہ السلام فَرَمَى الحُسَينَ علیہ السلام بِسَهمٍ فَأَصَابَ حَنَكَهُ. فَجَعَلَ يَتَلَقَّى الدَّمَ. يَقُولُ: هٰكَذَا -إِلَى السَّمَاءِ فَيَرمِي بِهِ وَذٰلِكَ أَنَّ الحُسَينَ علیہ السلام دَعَا بِمَاءٍ لِيَشرَبَ. فَلَمَّا رَمَاهُ حَالَ بَينَهُ وَبَينَ المَاءِ فَقَالَ: اللّٰهُمَّ ظَمِّئهُ اللّٰهُمَّ ظَمِّئهُ قَالَ: فَحَدَّثَنِي مَن شَهِدَهُ وَهُوَ يَمُوتُ وَهُوَ يَصِيحُ مِنَ الحَرِّ فِي بَطنِهِ وَالبَردِ فِي ظَهرِهِ

① تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۴۹؛ طبقات الکبریٰ: ج ۱، ص ۴۷۲؛ المناقب فی المناقب: ص ۱۳۳؛ انساب الاشراف: ج ۳، ص ۴۰۷؛ سیر اعلام النبلاء: ج ۳، ص ۳۰۲؛ الکامل فی التاریخ: ج ۲، ص ۵۷۱

وَبَيْنَ يَدَيْهِ الْمَرَاوِحُ وَالثَّلْجِ، وَخَلْفَهُ الْكَانُونُ وَهُوَ يَقُولُ:
اِسْقُوْنِي، أَهْلَكَنِيَ الْعَطَشُ، فَيُؤْتَى بِعُسٍّ عَظِيْمٍ فِيْهِ السَّوِيْقُ
أَوِ الْمَاءُ وَاللَّبَنُ لَوْ شَرِبَهُ خَمْسَةٌ لَكَفَاهُمْ
قَالَ: فَيَشْرَبُهُ، ثُمَّ يَعُوْدُ فَيَقُوْلُ: اِسْقُوْنِي أَهْلَكَنِيَ الْعَطَشُ
قَالَ: فَانْقَدَّ بَطْنُهُ كَانْقِدَادِ الْبَعِيْرِ

مجابو الدعوۃ لابن ابی الدنیا میں محمد کوفی سے روایت ہے، کوفہ میں ایک آدمی تھا جو قبیلہ بنی ابان بن دارم سے تعلق رکھتا تھا۔ جس کا نام زُرعہ تھا۔ یہ کربلا میں موجود تھا۔ اس نے امام علیہ السلام کے گلوئے مبارک پر تیر مارا تھا جس کی وجہ سے خون جاری ہوا۔ امام علیہ السلام نے وہ خون اپنے ہاتھوں میں جمع کر کے آسمان کی طرف اُچھال دیا تھا۔ امام علیہ السلام اُس وقت سخت پیاسے تھے۔ آپؑ نے پانی طلب کیا۔ جب آپؑ نے پانی پینے کی کوشش کی تو اس ابانی نے تیر مارا جو آپؑ کے گلے پر لگا تو آپؑ نے اِس کے حق میں بدعا کی: ”خدایا! اِس پر پیاس مسلط کر“۔

راوی کا بیان ہے کہ یہ واقعہ مجھے جو ابانی کے پاس تھا۔ اُس نے کہا کہ اِس ظالم کا یہ حال ہوا کہ وہ کہتا تھا کہ میرے پیٹ میں آگ بھڑک رہی ہے اور میری پیٹھ برف بن چکی ہے۔ اس کے اگلے حصّے کے سامنے برف رکھی جاتی تھی اور پنکھوں سے ہوا دی جاتی تھی اور اُس کی پشت کے نزدیک آگ جلائی جاتی تھی۔ وہ فلک شگاف چیخیں بلند کرتا تھا: ”ہائے تن بدن میں آگ لگی ہوئی ہے اور پیٹھ برف بن چکی ہے، مجھے بچاؤ، پانی پلاؤ، پیاس نے جگر کو جلا رکھا ہے“۔

پانی یا دودھ میں ستّو ملا کر مشروب تیار کیا جاتا تھا۔ اُس کا بڑا پیالہ اُسے دیا جاتا تھا۔ اس طرح کہ پانچ بڑے پیالے وہ پیتا تو اُس کی پیاس بجھتی۔ تھوڑی دیر بعد وہ پھر چلانے لگتا کہ پانی پلاؤ۔ پیاس نے مجھے ہلاک کر دیا ہے۔ راوی کہتا ہے کہ اُس کا پیٹ اس طرح پھول گیا کہ جس طرح اُونٹ کا پیٹ ہوتا ہے۔[1]

---

[1] مجابو الدعوۃ ابن ابی الدنیا: ص ۵۱؛ تاریخ دمشق: ج ۳، ص ۲۲۳؛ کفایۃ الطالب: ص ۲۳۳؛ بغیۃ الطلب فی تاریخ حلب: ج ۶، ص ۲۶۲۰؛ سیر اعلام النبلاء: ج ۳، ص ۳۱۱؛ ذخائر العقبیٰ: ص ۲۳۶؛ المناقب ابن شہر آشوب: ج ۳، ص ۵۶؛ بحار الانوار: ج ۴۵، ص ۳۱۱

مثیر الاحزان میں زُرعہ بن ابان بن دارم نے کہا کہ امامؑ اور پانی کے درمیان فوجیں ڈال دو اور امامؑ کو دریا تک نہ جانے دو۔اس دوران اس نے آپؑ کو تیر مارا جو آپؑ کے گلوئے نازنین میں پیوست ہوگیا۔اُس وقت آپؑ نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا: "خدایا! اسے پیاس کی موت سے دوچار کر، اسے کبھی معاف نہ کرنا"۔

جب آپؑ کے پاس پانی لایا گیا تو آپؑ کے گلوئے مبارک سے خون جاری ہوگیا جس کی وجہ سے آپؑ پانی نہ پی سکے۔

امام علیہ السلام نے خون کو اپنے ہاتھوں پر جمع کیا اور آسمان کی طرف اُچھال دیا۔آپؑ نے اس طرح متعدد بار کیا۔ ①

الثقات ابنِ حبان میں روایت ہے کہ حضرت عباس علیہ السلام اور اُن کے بھائی پانی کا مشکیزہ اُٹھا کر دریا کی طرف بڑھے۔جب پانی لے کر واپس امامؑ کے پاس پہنچے اور امامؑ نے پانی پینے کا ارادہ کیا۔ایک تیر آیا جو آپؑ کے حلق میں پیوست ہوگیا۔اس دوران دشمن کی فوج آئی اور اُنھوں نے آپؑ کو گھیر کر قتل کر دیا۔ ②

عقیلۂ قریش کی عمر بن سعد سے گفتگو

تاریخ الطبری عن عبداللہ بن عمار: خَرَجَتْ زَيْنَبُ ابْنَةُ فَاطِمَةَ أُخْتُهُ [أي أخت الحسين علیہ السلام] ..... وَهِيَ تَقُولُ: لَيْتَ السَّمَاءَ تَطَابَقَت عَلَى الْأَرْضِ ، وَقَدْ دَنَا عُمَرُ بْنُ سَعْدٍ مِن حُسَيْنٍ علیہ السلام فَقَالَت. يَا عُمَرَ بْنَ سَعْدٍ أَيُقْتَلُ أَبُو عَبدِاللهِ وَأَنْتَ تَنظُرُ إِلَيهِ؛ قَالَ: فَكَأَنِّي أَنظُرُ إِلى دُمُوعِ عُمَرَ وَهِيَ تَسِيلُ عَلَى خَدَّيهِ وَلِحيَتِهِ. قَالَ: وَصَرَفَ بِوَجهِهِ عَنهَا

تاریخ الطبری میں عبداللہ بن عمار سے روایت ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی ہمشیرہ زینب بنت فاطمہؑ اپنے خیمہ سے باہر آئیں اور کہا: اے کاش! آسمان زمین پر ٹوٹ کر

① مثیر الاحزان: ص ۷۱

② الثقات ابن حبان: ج ۲،ص ۳۱۰

گر پڑتا۔ ابنِ سعد اُس وقت امام علیہ السلام کے قریب آیا تو وہ کہنے لگیں: اے ابن سعد! حسینؑ قتل ہو رہے ہیں اور تُو دیکھ رہا ہے۔

میں نے دیکھا کہ ابنِ سعد کے آنسو نکل آئے اور داڑھی پر بہنے لگے اور اُس نے زینبؑ بنت علیؑ کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ ①

الارشاد: خَرَجَت أُختُهُ إِلَى بَابِ الفُسطَاطِ .فَنَادَت عُمَرَ بنَ سَعدِ بنِ أَبِي وَقَّاصٍ: وَيحَكَ يَا عُمَرُ! أَيُقتَلُ أَبُو عَبدِ اللهِ وَأَنتَ تَنظُرُ إِلَيهِ ؛ فَلَم يُجِبهَا عُمَرُ بِشَيءٍ .فَنَادَت: وَيحَكُم .أَمَا فِيكُم مُسلِمٌ ؟! فَلَم يُجِبهَا أَحَدٌ بِشَيءٍ

ارشاد میں روایت ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی بہن جنابِ زینب سلام اللہ علیہا خیمہ سے باہر آئیں تو آپؑ نے عمر بن سعد کو آواز دی: اے عمر! افسوس کہ ابوعبداللہؑ قتل ہو رہے ہیں، اور تُو دیکھ رہا ہے۔ لیکن عمر بن سعد نے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر بی بیؑ نے آواز دی: تم سب پر افسوس کیا تم میں کوئی مسلمان نہیں ہے؟ لیکن کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ ②

حضرت زینب عالیہ سلام اللہ علیہا کی گفتگو

الملهوف: خَرَجَت زَينَبُ مِن بَابِ الفُسطَاطِ وَهِيَ تُنَادِي: وَاأَخَاهُ! وَاسَيِّدَاهُ! وَاأَهلَ بَيتَاهُ! لَيتَ السَّمَاءَ انطَبَقَت عَلَى الأَرضِ .وَلَيتَ الجِبَالَ تَدَكدَكَت عَلَى السَّهلِ

الملہوف میں روایت ہے، حضرت زینب بنت علی سلام اللہ علیہا خیمہ سے باہر آئیں اور بلند آواز کے ساتھ کہا: ہائے بھیا! واسیّداہ! ہائے اہلِ بیتِ رسولؐ! اے کاش! آسمان زمین پر ٹوٹ کر گر پڑتا اور پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بیابانوں پر گر جاتے"۔ ③

---

① تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۵۲؛ مقتل الحسینؑ خوارزمی: ج ۲، ص ۳۵؛ الکامل فی التاریخ: ج ۲، ص ۵۷۲؛ البدایہ والنہایہ: ج ۸، ص ۱۸۷؛ بحارالانوار: ج ۴۵، ص ۵۵

② ارشاد: ج ۲، ص ۱۱۲؛ انساب الاشراف: ج ۳، ص ۴۰۹

③ الملہوف: ص ۱۷۵؛ بحارالانوار: ج ۴۵، ص ۵۴

تاریخ الطبری عن أبي مخنف: ثُمَّ إِنَّ شِمرَ بنَ ذِي الجَوشَنِ، أَقبَلَ فِي نَفَرٍ، نَحوٍ مِن عَشَرَةٍ مِن رَجَّالَةِ أَهلِ الكُوفَةِ، قِبَلَ مَنزِلِ الحُسَينِ الَّذِي فِيهِ ثَقَلُهُ، وَعِيَالُهُ فَمَشَى نَحوَهُ فَحَالُوا بَينَهُ وَبَينَ رَحلِهِ

فَقَالَ الحُسَينُ علیہ السلام: وَيلَكُم! إِن لَم يَكُن لَكُم دِينٌ، وَكُنتُم لَا تَخَافُونَ يَومَ المَعَادِ فَكُونُوا فِي أَمرِ دُنيَاكُم أَحرَاراً ذَوِي أَحسَابٍ، امنَعُوا رَحلِي وَأَهلِي مِن طَغَامِكُم وَجُهَّالِكُم.

فَقَالَ ابنُ ذِي الجَوشَنِ: ذٰلِكَ لَكَ يَابنَ فَاطِمَةَ

تاریخ طبری میں ابومخنف سے روایت ہے کہ شمر ذی الجوشن کوفیوں میں سے کوئی دس بہادروں کو ساتھ لے کر اُس خیمہ کی طرف چلا جس میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے عیال اور اسبابِ زندگی تھا۔ یہ لوگ بڑھے اور آپؑ کے اور اُس خیمہ کے درمیان حائل ہو گئے۔

امام علیہ السلام نے یہ دیکھ کر کہا: وائے ہو تم پر اگر تم لوگوں کا کوئی دین نہیں ہے، قیامت کا خوف نہیں ہے تو غیرتِ عرب کا خیال تو کرو۔ شرفاء دُنیا کا طریق تو اختیار کرو۔ میرے اہل وعیال کو ذلیل ورُسوا اور جاہل لوگوں سے بچاؤ۔

شمر نے کہا: اے ابنِ فاطمہؑ! ہم واپس جا رہے ہیں۔ [1]

الفصول المہمہ میں روایت ہے کہ شمر بن ذی الجوشن ملعون اپنی پیادہ فوج کے لوگوں کے ساتھ حضرت امام حسین علیہ السلام اور آپؑ کے خیام کے درمیان حائل ہو گیا۔ اس کے ساتھی فرزند رسولؐ کے حریم اور اطفال کو لوٹنے کے لیے دوڑے۔

امام علیہ السلام نے بلند آواز کے ساتھ فرمایا: اے شیطانی گروہ! اپنے اس احمق گروہ کو خواتین اور اطفال کے تعرض ومعارضہ سے روکو۔ انھوں نے تمھارا کیا بگاڑا ہے؟ انھوں نے تم سے جنگ نہیں کی تو پھر اِن سے تمھارا کیا کام ہے؟

---

[1] تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۵۰؛ انساب الاشراف: ج ۳، ص ۴۰۷؛ الکامل فی التاریخ: ج ۲، ص ۵۷۱

شمر نے اپنے ساتھیوں سے کہا: انھیں چھوڑ دو اور حسینؑ کی طرف بڑھو۔ ①

الفتوح: ثُمَّ إِنَّهُ [أَيِ الْحُسَيْنَ عليه السلام] دَعَا إِلَى الْبِرَازِ. فَلَمْ يَزَلْ يَقْتُلُ كُلَّ مَنْ خَرَجَ إِلَيْهِ مِنْ عُيُونِ الرِّجَالِ، حَتَّى قَتَلَ مِنْهُمْ مَقْتَلَةً عَظِيمَةً. قَالَ: وَتَقَدَّمَ الشِّمْرُ بْنُ ذِي الْجَوْشَنِ لَعَنَهُ اللهُ فِي قَبِيلَةٍ عَظِيمَةٍ. فَقَاتَلَهُمُ الْحُسَيْنُ عليه السلام بِأَجْمَعِهِمْ وَقَاتَلُوهُ حَتَّى حَالُوا بَيْنَهُ وَبَيْنَ رَحْلِهِ. قَالَ: فَصَاحَ بِهِمُ الْحُسَيْنُ عليه السلام: وَيْحَكُمْ يَا شِيعَةَ آلِ أَبِي سُفْيَانَ! إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ دِينٌ وَكُنْتُمْ لَا تَخَافُونَ الْمَعَادَ فَكُونُوا أَحْرَارًا فِي دُنْيَاكُمْ هٰذِهِ وَارْجِعُوا إِلَى أَحْسَابِكُمْ إِنْ كُنْتُمْ عُرْبًا كَمَا تَزْعُمُونَ

قَالَ: فَنَادَاهُ الشِّمْرُ بْنُ ذِي الْجَوْشَنِ لَعَنَهُ اللهُ: مَاذَا تَقُولُ يَا حُسَيْنُ؟ قَالَ: أَقُولُ أَنَا الَّذِي أُقَاتِلُكُمْ وَتُقَاتِلُونِّي، وَالنِّسَاءُ لَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ. فَامْنَعُوا عُتَاتَكُمْ وَطُغَاتَكُمْ وَجُهَّالَكُمْ عَنِ التَّعَرُّضِ لِحَرَمِي مَا دُمْتُ حَيًّا. فَقَالَ الشِّمْرُ: لَكَ ذٰلِكَ يَا ابْنَ فَاطِمَةَ. ثُمَّ صَاحَ الشِّمْرُ بِأَصْحَابِهِ: إِلَيْكُمْ عَنْ حَرِيمِ الرَّجُلِ وَاقْصِدُوهُ فِي نَفْسِهِ. فَلَعَمْرِي إِنَّهُ لَكُفْوٌ كَرِيمٌ

الفتوح میں روایت ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے دشمن کو مبارزہ کی دعوت دی۔ جب مبارزہ شروع ہوا تو بہادروں نے باری باری میدان میں آنا شروع کیا۔ جو بھی امام علیہ السلام کے مقابلے میں آیا وہ قتل ہوا۔ اس طرح دشمن کے بہت زیادہ بہادر و شجاع لوگ کام آگئے۔ جب شمر نے دیکھا کہ اس کی فوج کا بہت بڑا نقصان ہوگیا ہے تو آتشِ انتقام میں سلگتا ہوا اپنے فوجی دستے کو لے کر امام علیہ السلام پر حملہ آور ہوا۔ فریقین میں دیر تک جنگ جاری رہی۔ جب اس کے بہت سے فوجی قتل ہوئے تو اس نے خیام کا رُخ کیا۔

---

① الفصول المہمہ: ص ۱۹۰

امام علیہ السلام نے بلند آواز سے کہا: اے سفیانو! اگر تمھارا کوئی دین و مذہب نہیں ہے، قیامت پر ایمان نہیں ہے، دُنیاوی اصول موجود ہیں، دُنیائے عرب کی روایات کا خیال رکھو۔ بچوں اور خواتین نے تمھارا کیا بگاڑا ہے۔ میری طرف آؤ، مجھ سے جنگ کرو۔

راوی کہتا ہے کہ شمر بن ذی الجوشن نے کہا: اے حسینؑ! تم کیا کہہ رہے ہو؟

امام علیہ السلام نے جواب دیا: میں تم سے جنگ کر رہا ہوں تم مجھ سے جنگ کر رہے ہو۔ عورتوں کا کوئی قصور نہیں ہے۔ جب تک میں زندہ ہوں اُس وقت تک تم اپنے ان احمقوں، جاہلوں، باغیوں اور طاغیوں کو میرے حرم کی طرف سے جانے سے روک دو۔

شمر نے کہا: اے پسر فاطمہؑ! ہم واپس آرہے ہیں اور تیرے حرم سے تعرض نہیں کرتے۔

شمر نے اپنے ساتھیوں سے کہا: واپس چلو۔ اس آدمی کے حریم سے دُور ہو جاؤ، اُس کا قصد کرو مجھے اپنی زندگی کی قسم وہ کفو کریم ہے۔ ①

مثیر الاحزان: لَم يَزَلِ [الحُسَينُ علیہ السلام] يُقَاتِلُ حَتّٰى جَاءَ شِمرُ بنُ ذِي الجَوشَنِ فَحَالَ بَينَهُ وَبَينَ رَحلِهِ. فَقَالَ علیہ السلام: رَحلِي لَكُم عَن سَاعَةٍ مُبَاحٌ فَامنَعوهُ جُهَّالَكُم وَطُغَاتَكُم وَكُونُوا فِي الدُّنيَا أَحرارًا إِن لَم يَكُن لَكُم دِينٌ..... فَقَالَ لَهُ شِمرٌ: مَا تَقُولُ يَابنَ فَاطِمَةَ، قَالَ: أَقُولُ: إِنِّي أُقَاتِلُكُم وَتُقَاتِلُونِّي، وَالنِّسَاءُ لَيسَ عَلَيهِنَّ جُنَاحٌ. قَالَ: لَكَ ذٰلِكَ

مثیر الاحزان میں روایت ہے کہ حضرت امام حسین بن علی علیہما السلام عمر بن سعد کی فوج سے مسلسل جنگ کرتے رہے۔ جب شمر نے اپنی فوج کا نقصان دیکھا تو اُس نے خیام حسینؑ کا رُخ کیا اور وہ امامؑ اور آپؑ کے خیام کے درمیان حائل ہو گیا۔

امام علیہ السلام نے آواز دی: خیام میں خواتین اور اطفال ہیں۔ مجھے معلوم ہے کہ تم نے کچھ دیر بعد میرے خیام کو لوٹ لینا ہے۔ ابھی تو میں زندہ ہوں، میرے ساتھ جنگ کرو۔ ان

① الفتوح: ج ۵، ص ۱۱۷؛ مقتل الحسینؑ خوارزمی: ج ۲، ص ۳۳؛ مطالب السؤول: ص ۷۶؛ کشف الغمہ: ج ۲، ص ۲۶۲؛ الملہوف: ص ۱۷۱؛ بحار الانوار: ج ۴۵، ص ۵۱

عورتوں اور بچوں کے ساتھ تمھارا کیا کام۔ اگر تمھارا کوئی دین نہیں ہے جو تمھیں ان مظالم سے روکے۔ دُنیا کے کچھ اصول ہیں اُن پر عمل کرتے ہوئے اپنے ان جہال اور اَشرار کو روکو کہ وہ مستورات اور بچوں کو نقصان نہ پہنچائیں۔

شمر نے کہا: اے پسر فاطمہؑ! تم کیا چاہتے ہو؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: میں تم سے جنگ کرنا چاہتا ہوں۔ تم مجھ سے جنگ کرو۔ عورتوں کا کوئی جرم نہیں ہے۔ شمر نے کہا: ٹھیک ہے جس طرح تم کہتے ہو ہم اُسی طرح کرتے ہیں۔ ①

مقاتل الطالبیین میں ہانی بن ثبیت قابضی سے روایت ہے کہ شمر ملعون اور اُس کی فوج نے حسینی لشکر سے جنگ کی۔ جب امامؑ کے تمام جوان راہِ خدا میں کام آگئے تو اِس نے خیامِ حسینیؑ کا رُخ کیا تاکہ تاراجیِ خیام کرے۔

امام علیہ السلام نے آواز دی: تم لوگوں پر افسوس! اگر تم لوگوں کا دین نہیں ہے جو تمھیں اِن مظالم سے روکے، اس دنیا کے دُنیاوی اصول تو ہیں اُن کی بنا پر عورتوں اور بچوں کے خیمے سے دُور رہو۔ میری رحلت قریب ہے، میری زندگی میں لُوٹ مار تو نہ کرو۔

راوی کہتا ہے کہ شمر بے حیا کو حیا آیا اور وہ واپس چلا گیا۔ ②

فرزندِ بتولؑ کی حیات کے آخری لمحات

الامالی للصدوق عن عبداللہ بن منصور عن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن أبیه عن جدّه [زین العابدین] علیہ السلام: ثُمَّ خَرَّ [الحُسَینُ علیہ السلام] عَلیٰ خَدِّهِ الأَیسَرِ صَرِیعًا، وَأَقبَلَ - عَدُوُّ اللهِ - سِنَانُ بنُ أَنَسٍ الأَیَادِيُّ وَشِمرُ بنُ ذِي الجَوشَنِ العَامِرِيُّ لَعَنَهُمَا اللهُ، فِي رِجَالٍ مِن أَهلِ الشَّامِ حَتّیٰ وَقَفُوا عَلیٰ رَأسِ الحُسَینِ فَقَالَ بَعضُهُم لِبَعضٍ: مَا تَنتَظِرُونَ؟ أَرِیحُوا الرَّجُلَ. فَنَزَلَ

---

① مثیر الاحزان: ص ۷۲؛ طبقات الکبریٰ: ج ۱، ص ۴۷۳

② مقاتل الطالبیین: ص ۱۱۸

سِنَانُ بنُ أَنَسٍ الايَادِيُّ لَعَنَهُ اللهُ وَأَخَذَ بِلِحيَةِ الحُسَينِ علیہ السلام، وَجَعَلَ يَضرِبُ بِالسَّيفِ فِي حَلقِهِ وَهُوَ يَقُولُ: وَاللهِ اِنِّي لَأَحتَزُّ رَأسَكَ. وَأَنَا أَعلَمُ أَنَّكَ ابنُ رَسُولِ اللهِ وَخَيرُ النَّاسِ أَبًا وَأُمًّا!

امالی صدوق میں عبداللہ بن منصور سے روایت ہے، اُس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا، امام علیہ السلام نے اپنے والد بزرگوار امام محمد باقر علیہ السلام سے سنا اور آپؑ نے اپنے والد بزرگوار امام زین العابدین علیہ السلام سے سنا، امام سیّد سجاد علیہ السلام نے فرمایا:

میرے والد بزرگوار امام حسین علیہ السلام دائیں رخسارے کے بل زین سے زمین پر آئے تھے۔ دشمنِ خدا سنان بن انس ایادی اور شمر بن ذی الجوشن عامری ملعون، امام علیہ السلام کی طرف بڑھے اور آپؑ کے سر کے قریب آکر کھڑے ہوئے۔ اِن کے ہمراہ شامی افراد بھی تھے۔ سنان بن انس ایادی گھوڑے سے اُترا اور آپؑ کی ریش مقدس کو پکڑ کر تلوار کی ضربت سے امامِ مظلومؑ کا گلا کاٹنے لگا۔ وہ ضربات بھی لگا رہا تھا اور یہ کہہ بھی رہا تھا: واللہ! میں تمھارا سر تمھارے جسم سے جدا کروں گا حالانکہ مجھے اچھی طرح سے معلوم ہے کہ تم فرزندِ رسولؐ ہو اور اپنے والدؑ اور والدہؑ کے لحاظ سے انسانوں میں سب سے بہتر و برتر ہو۔ (1)

اُصولِ ستہ عشر میں ہمارے بعض اصحاب سے روایت ہے کہ اُنھوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے فرمایا: حضرت ابوعبداللہ حسین بن علی علیہما السلام کی شہادت کے دن میرے والد بزرگوارؑ علیل تھے اور خیمہ میں تھے۔ اُس دن ہمارے انصار اور اعزہ نے شدید قتال کیا۔ اُس وقت یہ منظر میری آنکھوں کے سامنے تھا کہ وہ کس طرح امامؑ کے ساتھ میدانِ جنگ میں جاتے تھے۔ کبھی میمنہ، کبھی میسرہ اور کبھی قلبِ لشکر پر حملہ آور ہوتے تھے۔ آخر ایک وقت وہ بھی آیا جب ہمارے دادا اکیلے رہ گئے۔ ابنِ زیاد کے لشکر نے آپؑ کو اِس طرح قتل کیا کہ جس طرح کسی جانور کو بھی ذبح نہیں کیا جاتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ہے کہ اس طرح عام سے جانور کو بھی ذبح نہ کرو۔ ان

---

(1) امالی صدوق: ص ۲۲۶؛ بحار الانوار: ج ۴۴، ص ۳۲۲

ظالموں نے مظلوم حسینؑ کو تلواروں، نیزوں، پتھروں، لکڑیوں اور عصا کے ساتھ قتل کیا۔ آخر میں آپؑ کے پیکر طاہر کو پامال کر دیا۔ ①

تاریخ طبری میں حمید بن مسلم سے روایت ہے کہ مالک بن نُسیر کندی حضرت امام حسین علیہ السلام کے پاس آیا۔ اُس نے آپؑ کے سرِ اقدس پر تلوار ماری۔ اُس وقت آپؑ کے سر پر ٹوپی تھی۔ تلوار ٹوپی کو کاٹتی ہوئی سر تک پہنچ گئی۔ زخم کے خون سے ٹوپی لبریز ہو گئی۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: خدا تجھے اس ہاتھ سے کھانا پینا نصیب نہ کرے۔ خدا تیرا حشر ظالموں کے ساتھ کرے۔ یہ کہہ کر آپؑ نے ٹوپی کو اُتار ڈالا۔ ایک اور ٹوپی منگوا کر پہن لی اور اُوپر عمامہ باندھ لیا۔ اُس وقت آپؑ خستہ حال اور زمین گیر ہو چکے تھے۔ کندی نے ٹوپی اُٹھائی۔ یہ ٹوپی خز کی تھی۔ جب جنگِ کربلا ختم ہوئی تو یہ اپنی زوجہ اُم عبداللہ بنت حُر کے پاس گیا اور ٹوپی کو دھونے لگا۔ اس کی بیوی نے کہا: ہائے فرزند بنتِ رسولؐ اللہ کی ٹوپی لوٹ کر تو میرے گھر میں آیا ہے۔ لے جا اسے یہاں سے، اور چلا جا۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ اس کے بعد یہ کندی ملعون فقر و افلاس میں مبتلا ہو گیا تھا اور اسی حالت میں مر گیا۔ ②

الارشاد میں روایت ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام دریا کے گھاٹ سے اپنے خیمہ کی طرف روانہ ہوئے تو شمر بن ذی الجوشن نے اپنے سپاہیوں کے ساتھ آپؑ کا محاصرہ کر لیا۔ اِن میں سے ایک آدمی امام علیہ السلام کی طرف جلدی کے ساتھ بڑھا جس کا نام مالک بن نسر کندی تھا۔ اُس نے فرزندِ رسولؐ کی شانِ اقدس میں گستاخی کی اور آپؑ کے سر پر تلوار ماری۔ اُس وقت آپؑ کے سر پر ٹوپی تھی۔ تلوار ٹوپی کو کاٹتی ہوئی سر میں جا اُتری۔ آپؑ کے سر سے خون جاری ہو گیا اور آپؑ کی ٹوپی خون سے بھر گئی۔

امام علیہ السلام نے اُسے کہا: اپنے اس دائیں ہاتھ سے تو کبھی نہ کھا سکے اور نہ پی سکے۔ اللہ

---

① اصول ستۃ عشر: ص ۱۳۲؛ بحارالانوار: ج ۴۵، ص ۹۱

② تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۴۸؛ انساب الاشراف: ج ۳، ص ۲۰۸؛ مقتل الحسینؑ خوارزمی: ج ۲، ص ۳۵؛ مثیر الاحزان: ص ۷۳، ۷۶؛ اعلام الوریٰ: ج ۱ ص ۴۶۸؛ شرح الاخبار: ج ۳، ص ۱۶۳؛ المناقب ابن شہرآشوب: ج ۴، ص ۵۷؛ بحارالانوار: ج ۴۵، ص ۵۳

تجھے ظالموں کے ساتھ محشور کرے۔ آپؑ نے وہ ٹوپی اُتار کر ایک طرف رکھ دی۔ اس کے بعد امامؑ نے ایک کپڑا طلب کیا اور اُسے اپنے سر پر باندھا۔ ساتھ ہی ایک اور ٹوپی منگوائی اور اُسے اپنے سر پر رکھا اور اُس کے اُوپر عمامہ باندھا۔ ①

الارشاد میں روایت ہے کہ شمر بن ذی الجوشن نے اپنی سوار اور پیدل فوج کو آواز دی: تم پر افسوس ہے کیا دیکھ رہے ہو؟ تمھاری مائیں تمھارے ماتم میں بیٹھیں۔ اس شخص کا کام تمام کر دو۔ اس کے بعد پھر مظلوم امامؑ پر ہر طرف سے حملے شروع ہو گئے۔ زرعہ بن شریک نے آپؑ کی دائیں ہتھیلی پر تلوار کا وار کیا جس سے فرزندِ رسولؐ کی ہتھیلی کٹ گئی۔ پھر اس نے آپؑ کے شانے پر تلوار ماری کہ آپؑ منہ کے بل زمین پر آ رہے۔ سنان بن انس نے آپؑ کو نیزہ مار کر پچھاڑ دیا۔ خولی بن یزید اُصبحی تیزی کے ساتھ آپؑ کی طرف بڑھا تاکہ آپؑ کا سر قلم کر سکے۔ جب نزدیک آیا تو کانپنے لگا۔ شمر نے اُس سے کہا: اللہ تیرے بازو قطع کرے کیا ہو گیا ہے کیوں کانپ رہا ہے؟

شمر لعین گھوڑے سے اُترا اور آپؑ کو ذبح کر دیا۔ سر کاٹ کر خولی کے حوالے کیا اور اُس سے کہا کہ وہ اِس سر کو ابنِ سعد کے پاس لے جائے۔ ②

تاریخ طبری میں ابومخنف سے روایت ہے کہ شمر اپنی پیدل فوج کے ایک دستے کے ساتھ امام علیہ السلام کی طرف بڑھا۔ اِن لوگوں میں سے چند افراد کے نام درج ذیل ہیں: ابو الجنوب عبدالرحمٰن جعفی، قشعم بن عمرو بن یزید جعفی، صالح بن وہب یزنی، سنان بن اَنس نخعی اور خولی بن یزید اُصبحی۔

شمر ان لوگوں کو آپؑ کے قتل کرنے پر اُبھارنے لگا۔ وہ ابو الجنوب کی طرف سے گزرا جو سر سے پاؤں تک اسلحہ میں ڈوبا ہوا تھا۔ اُس سے کہا کہ تم حسینؑ کی طرف بڑھو اور انھیں قتل کر دو۔ ابو الجنوب نے کہا: تو خود کیوں نہیں بڑھتا؟

شمر نے کہا: تو کون ہے مجھ سے یہ بات کرنے والا؟

---

① ارشاد: ج ۲، ص ۱۱۰؛ روضۃ الواعظین: ص ۲۰۸؛ اللہوف: ص ۱۷۲

② ارشاد: ج ۲، ص ۱۱۲؛ روضۃ الواعظین: ص ۲۰۸؛ اعلام الوریٰ: ج ۱، ص ۴۶۹؛ مجموعہ نفیسہ: ص ۱۰۷

ابوالجنوب نے کہا: ٹھہر، تیری کیا جرأت کہ میرے ساتھ ایسی بات کرے؟

اُس نے اُسے بہت زیادہ سخت سُست کہا۔ ابوالجنوب ایک شجاع اور دلیر آدمی تھا۔ شمر سے کہنے لگا: مجھ سے دُور ہو ورنہ نیزے کی نوک سے تیری آنکھ کو گھنگول کر رکھ دوں گا۔

شمر یہ سن کر اُس کے پاس سے سرک گیا۔ ساتھ ہی یہ کہتا جا رہا تھا: واللہ جب مجھے موقع ملا تو تجھ سے نمٹ لوں گا۔ ①

تاریخ طبری میں حمید بن مسلم سے روایت ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام بہت دیر تک اسی حالت میں رہے۔ لوگ آپؑ کو قتل کرنا چاہتے تو ممکن تھا وہ قتل کر سکتے تھے لیکن ایک کے پیچھے ایک چھپتا تھا کہ یہ کام وہ نہ کرے کوئی دوسرا کرے۔

آخر شمر نے پکار کر کہا: وائے ہو تم پر اس شخص کے بارے میں کس چیز کا انتظار ہے؟ تمہاری مائیں تمہارے ماتم میں بیٹھیں۔ اس کے بعد فرزند رسولؐ پر ہر طرف سے حملے شروع ہو گئے۔ زُرعہ بن شریک تمیمی نے آپؑ کے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر وار کیا جس سے آپؑ کی ہتھیلی قطع ہو گئی۔ پھر یہ سب حملہ آور ایک طرف ہو گئے۔ اس وقت آپؑ اُٹھتے تھے پھر زمین گیر ہو جاتے تھے۔ اس حالت میں سنان بن اُنس نخعی نے آپؑ کو نیزہ مارا تو آپؑ زمین پر آ رہے۔ اُس نے خولی بن یزید اُصبحی سے کہا کہ ان کا سر بدن سے جدا کر۔

خولی آگے بڑھا تو وہ کانپنے لگا۔ سنان بن اُنس نے اُس سے کہا: خدا تیرے بازوؤں کو توڑے، تیرے ہاتھوں کو قطع کرے تجھے کیا ہو گیا ہے؟ یہ کہہ کر وہ گھوڑے سے اُترا اور آپؑ کی طرف بڑھا اور ذبح کر دیا۔ آپؑ کا سر کاٹ کر خولی کے حوالے کیا۔

جب آپؑ زندہ تھے اور آپؑ کی شہادت نہیں ہوئی تھی، آپؑ کے جسم اقدس کی کوئی جگہ تلواروں کی ضربات سے خالی نہ تھی۔ ②

---

① تاریخ طبری: ج۵،ص ۳۵۰؛ انساب الاشراف: ج۳،ص ۳۰۷؛ الکامل فی التاریخ: ج۲،ص ۵۷۱؛ البدایہ والنہایہ: ج۸،ص ۱۸۷

② تاریخ طبری: ج۵،ص ۳۵۲؛ انساب الاشراف: ج۳،ص ۳۰۹؛ الکامل فی التاریخ: ج۲،ص ۵۷۹؛ المنتظم: ج۵،ص ۳۴۰

فَكَانَ أَوَّلَ مَنِ انْتَهٰى إِلَيْهِ زُرْعَةُ شَرِيْكٍ التَّمِيْمِيُّ. فَضَرَبَ كَتِفَهُ الْيُسْرٰى. وَضَرَبَهُ حُسَيْنٌ علیہ السلام عَلٰى عَاتِقِهٖ فَصَرَعَهُ. وَبَرَزَ لَهُ سِنَانُ أَنَسٍ النَّخَعِيُّ فَطَعَنَهُ فِيْ تَرْقُوَتِهٖ ثُمَّ انْتَزَعَ الرُّمْحَ فَطَعَنَهُ فِيْ بَوَانِيْ صَدْرِهٖ. فَخَرَّ الْحُسَيْنُ علیہ السلام صَرِيْعًا. ثُمَّ نَزَلَ إِلَيْهِ لِيَحْتَزَّ رَأْسَهُ. وَنَزَلَ مَعَهُ خَوَلِيُّ بْنُ يَزِيْدَ الْأَصْبَحِيُّ فَاحْتَزَّ رَأْسَهُ. ثُمَّ أَتٰى بِهٖ عُبَيْدَ اللّٰهِ بْنَ زِيَادٍ فَقَالَ:

أَوْقِرْ رِكَابِيْ فِضَّةً وَذَهَبًا أَنَا قَتَلْتُ الْمَلِكَ الْمُحَجَّبَا

قَتَلْتُ خَيْرَ النَّاسِ أُمًّا وَأَبًا وَخَيْرَهُمْ إِذْ يُنْسَبُوْنَ نَسَبًا

قَالَ: فَلَمْ يُعْطِهٖ عُبَيْدُ اللّٰهِ شَيْئًا

طبقات الکبریٰ میں روایت ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام دن کا ایک حصہ اِسی حالت میں رہے۔ لوگ آپؑ کے پاس آتے رہے اور جاتے رہے۔ آپؑ کے قتل کرنے میں کوئی اپنا ہاتھ نہیں ڈالنا چاہتا تھا۔ آخر شمر ملعون نے اپنی فوج کو آواز دی: تمھاری مائیں تمھارے ماتم میں بیٹھیں کیا دیکھ رہے ہو؟ آگے بڑھو اور اسے قتل کرو"۔

اِن لوگوں میں سب سے پہلے زُرعہ بن شریک تمیمی آگے بڑھا اور اُس نے آپؑ کے بائیں کندھے پر تلوار کا وار کیا پھر آپؑ کے بازو پر تلوار ماری جس کی وجہ سے امامؑ زمین گیر ہو گئے۔ اس کے بعد سنان بن انس نخعی بڑھا۔ اس نے آپؑ کے سینے کے اُوپر نیزے سے وار کیا۔ وہاں سے نیزہ نکال کر آپؑ کے سینے کی ہڈی میں مارا۔ یہ وہ وقت تھا کہ مظلوم امامؑ زمین پر بے حس و حرکت پڑے تھے۔ سنان نے گھوڑے سے چھلانگ لگائی۔ اُس کے ساتھ خولی بن یزید اصبحی بھی گھوڑے سے اُترا۔ سنان نے فرزند رسولؐ کو شہید کیا اور آپ کا سر آپؑ کے بدنِ اقدس سے قلم کیا۔ پھر جب ابنِ زیاد کے پاس آیا تو کہا:

"اپنے خزانوں کے منہ کھول دے، درہم و دینار سے میری تجوریاں بھر دے۔ میں نے ایک بلند مرتبہ بادشاہ کو قتل کیا ہے۔ جو شخص ماں باپ کی طرف سے کائنات کی بہترین مخلوق ہے۔ میں نے اُسے قتل کیا کہ جس

کا نسب بہتر و برتر ہے"۔

راوی کا بیان ہے کہ ابنِ زیاد نے اسے انعام سے محروم رکھا اور اپنے دربار سے نکال دیا۔ (۱)

اخبار الطوال میں روایت ہے کہ یومِ عاشورا فرزندِ رسولؐ پر ایک وقت آیا کہ آپؑ بہت زیادہ زخمی ہو چکے تھے۔ خون کثرت کے ساتھ بدن سے نکل چکا تھا۔ کمزوری اور خستگی طاری ہو چکی تھی۔ ابنِ سعد کی فوج آپؑ کو قتل کرنا چاہتی تو قتل کر سکتی تھی۔ ہر قبیلے کے لوگ دوسرے قبیلے کے انتظار میں تھے کہ وہ قتل کریں گے۔ ہر آدمی آپؑ کے قتل کرنے کے اقدام سے پہلوتہی کر رہا تھا۔ امام سخت پیاسے تھے۔ شدتِ عطش نے آپؑ کو نڈھال کر دیا تھا۔ آپؑ نے پانی طلب کیا۔ جب پانی کا جام آپؑ نے اپنے منہ کے قریب کیا تو حصین بن تمیم نے آپؑ کو تیر مارا جو آپؑ کے دہن اقدس میں پیوست ہو گیا۔ جس کی وجہ سے امامؑ پانی نہ پی سکے۔ مظلوم نے پیالہ ایک طرف رکھ دیا۔ جب امام علیہ السلام نے دیکھا کہ لوگ میدان چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں تو آپؑ نے دریا کے گھاٹ کا رُخ کیا۔ جب دریا کے قریب گئے تو وہاں دشمن کی فوج نے ہر طرف سے آپؑ کو گھیر لیا۔ طرفین کے درمیان شدید قتال ہوا۔ امامؑ کی تلوار کے سامنے کوئی ٹھہر نہ سکا۔ سب بھاگ گئے۔ پھر آپؑ اپنی جگہ پر واپس چلے آئے۔ اس دوران ایک ظالم نے تیر مارا جو آپؑ کے بازو میں لگا۔ ابھی آپؑ نے وہ تیر اپنے بازو سے کھینچا ہی تھا کہ زُرعہ بن شریک نے تلوار کا وار کیا۔ آپؑ نے تلوار کی ضرب کو اپنے ہاتھ سے روکا تو آپؑ کی ہتھیلی کٹ گئی۔ سنان بن اَوس نخعی نے قریب آ کر نیزہ مارا تو آپؑ زین سے زمین پر آ رہے۔ خولی بن یزید اصبحی نے گھوڑے سے چھلانگ لگائی۔ امامؑ کے قریب آیا تا کہ آپؑ کا سر مقدس قلم کرے۔ اس کے جسم میں کپکپی طاری ہو گئی۔ اس کا بھائی شبل بن یزید قریب کھڑا تھا۔ وہ گھوڑے سے اترا اور اُس نے فرزندِ رسولؐ کا سرِ اقدس قلم کیا۔ پھر آپؑ کا سر خولی کے حوالے کیا۔ (۲)

المنتظم میں روایت ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام وحید و فرید باقی رہ گئے اُس وقت

---

(۱) طبقات الکبریٰ: ج ۱، ص ۴۷۳؛ سیر اعلام النبلاء: ج ۳، ص ۲۹۸، ۳۰۲؛ تاریخ اسلام ذہبی: ج ۵، ص ۱۳

(۲) اخبار الطوال: ص ۲۵۸؛ بغیۃ الطلب فی تاریخ حلب: ج ۶، ص ۲۶۲۹

آپؑ زخموں سے چور چور تھے۔ دشمن کی فوج کے کسی فرد میں جرأت نہ تھی کہ آپؑ کے قریب آئے اور آپؑ کو شہید کرے۔ اُس وقت پیاس نے آپؑ کو حال سے بے حال کر رکھا تھا۔ صبح سے عصر تک مسلسل جنگ کے میدان میں تھے۔ اپنی پیاس کا سامان کرنے کے لیے فرزندِ رسولؐ نے دریائے فرات کا رُخ کیا۔ جب دریا پر آئے اور آگے بڑھے کہ پانی نوش جان کریں کہ اس دوران حصین بن تمیم نے آپؑ کو تیر مارا جو آپؑ کے دہن اقدس میں پیوست ہوا۔ امامؑ نے تیر کھینچا تو خون جاری ہو گیا۔ خون ہاتھوں پر لے کر آسمان کی طرف اُچھالا اور عرض کیا: بارِ الٰہا! ان لوگوں سے گن گن کر انتقام لے، انھیں قتل سے دوچار کر دے اور ان میں سے زمین پر کسی کو باقی نہ چھوڑ۔ ①

اللہوف میں روایت ہے کہ فرزندِ رسولؐ کا جسمِ اَطہر تیروں، نیزوں اور تلواروں کے زخموں سے چور چور ہو چکا تھا۔ آپؑ کے پیکرِ طیب و طاہر میں اس قدر تیر پیوست تھے کہ جسم کا کوئی حصّہ تیروں سے خالی نہ تھا گویا کہ آپؑ تیروں میں چھپ گئے تھے۔ اِس دوران صالح بن وہب مزنی ملعون نے آگے بڑھ کر آپؑ کے پہلو میں نیزہ مارا۔ اُس ظالم نے اس شدّت کے ساتھ نیزے سے وار کیا تھا کہ آپؑ زین سے زمین پر آ رہے تھے۔ آپؑ اس طرح زمین پر آئے تھے کہ دایاں رخسار زمین سے مَس ہوا۔ پھر آپؑ فوراً کھڑے ہوئے۔

راوی کا بیان ہے کہ عقیلۂ قریش حضرت زینب علیہا السلام خیمہ کے دروازے پر آگئیں اور بلند آواز سے کہا: ہائے میرا بھائی، ہائے میرے آقا و مولاؑ، ہائے میرے اہلِ بیتؑ، اے کاش! آسمان زمین پر گر پڑتا۔ اے کاش! پہاڑ آپس میں ٹکرا کر ریزہ ریزہ ہو کر زمین پر گر پڑے۔

وقتِ شہادتِ امامؑ

اِس وقت شمر نے چیخ چیخ کر اپنی فوج سے کہا: کس چیز کا انتظار ہے تم حسینؑ کو قتل کیوں نہیں کرتے؟ شمر کا یہ کہنا تھا کہ مظلوم پر ہر طرف سے حملے شروع ہوئے۔ زرعہ بن شریک نے

① المنتظم: ج ۵، ص ۳۴۰؛ مقتل الحسین خوارزمی: ج ۲، ص ۳۵؛ اللہوف: ص ۱۷۲؛ مثیر الاحزان: ص ۷۳؛ بحارالانوار: ج ۴۵، ص ۵۳

آپؑ کے بائیں شانے پر تلوار کا وار کیا۔ امامؑ نے جوابی حملے سے اُسے پچھاڑ دیا۔ ایک دوسرے سپاہی نے بڑھ کر آپؑ کے مقدس بازو پر تلوار سے حملہ کیا تو آپؑ منہ کے بل زمین گیر ہو گئے۔ امامؑ کے جسم مقدس میں کمزوری اس قدر پیدا ہو گئی تھی کہ آپؑ اُٹھتے تھے، پھر زمین پر گر جاتے تھے۔ آپؑ اِس اُفتاد و خیز کیفیت میں تھے کہ سنان بن اَنس نخعی ملعون نے آگے بڑھ کر آپؑ کی ہنسلی کی ہڈی پر نیزہ مارا۔ پھر اس نیزہ کو کھینچ کر آپؑ کے سینہ کو نشانہ بنایا۔ نیزہ کی نوک سے سینۂ اَطہر پر گہرا زخم لگا۔ اسی ملعون سنان نے فرزند رسولؐ کے گلوئے نازنین کو اپنے تیر کا نشانہ بنایا۔ تیر گلے میں پیوست ہو کر رہ گیا لہٰذا آپؑ پھر زمین پر آ رہے۔ فرزند رسولؐ پر مسلسل ظلم ہونے لگے۔ دشمنوں کے گھیرے میں تھے۔ ظالم ظلم پر ظلم ڈھا رہے تھے۔ ایک دفعہ پھر امامؑ زمین سے اُٹھے اور بیٹھنے کی کوشش کی۔ جب بیٹھ گئے تو آپؑ نے بڑی ہمت سے تیر کو گلے سے نکالا تو خون کا فوارہ پھوٹ پڑا۔ امامؑ نے وہ خون اپنی ہتھیلیوں میں جمع کیا اور اُس خون سے اپنے سر اور ریش اَقدس کو رنگین کر لیا اور فرمایا: ''میں اسی حالت میں خداوند تعالیٰ سے ملاقات کروں گا جب کہ میں اپنے خون میں غلطاں ہوں اور مغصوب الحق ہوں۔

عمر بن سعد نے اپنے دائیں طرف کھڑے ہوئے سپاہی سے کہا: تجھ پر افسوس ہے حسینؑ کی طرف جا اور اِن کو قتل کر۔

خولی بن یزید اَصبحی تیزی کے ساتھ امامؑ کی طرف آگے بڑھا تا کہ آپؑ کے سرِ اَقدس کو بدنِ مقدس سے جدا کرے لیکن وہ کانپنے لگا تو سنان بن اَنس نخعی نے گھوڑے سے فوراً چھلانگ لگائی اور فرزند رسولؐ کے قریب آیا اور اس ملعون نے آپؑ کے گلوئے نازنین پر تلوار چلائی۔ وہ تلوار کی ضربات بھی مار رہا تھا، ساتھ یہ بھی کہہ رہا تھا: خدا کی قسم! میں تمھارے سر کو جدا کروں گا جب کہ میں اچھی طرح سے جانتا ہوں تم فرزند رسولؐ ہو اور اس روئے زمین پر ماں اور باپ کے لحاظ سے بہترین انسان ہو۔ نجیب الطرفین بھی ہو اور شریف النفس بھی ہو۔ اس کے بعد اِس نے امامؑ کے سرِ اَطہر کو بدنِ طاہر سے جدا کر دیا۔

ایک شاعر نے فرزند رسولؐ کو ان خوب صورت لفظوں کے ساتھ خراج تحسین پیش کیا ہے:

''کون سی مصیبت ہے کہ جو امام حسین علیہ السلام کے مصائب سے زیادہ پُردرد

ہو؟ بنی آدمؑ کے مصائب ایک طرف، فرزند رسولؐ کے مصائب ایک طرف۔ وہ دن ناقابلِ فراموش ہے کہ جس دن سنان کے ہاتھوں آپؑ کے سرِ اقدس کو آپؑ کے بدن سے جدا کیا گیا"۔

راوی کا بیان ہے کہ جس وقت زہراؑ کے لعل کو شہید کیا گیا تو اس کائنات نے اپنے رنگ میں آپؑ پر گریہ و بکا کیا۔ اس وقت سرخ رنگ کی تند و تیز آندھی چلی جس سے کربلا کے صحرا میں ہر طرف تاریکی اور اندھیرا چھا گیا۔ آندھی اس قدر شدید تھی کہ کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ قیامتِ صغریٰ کا ماحول پیدا ہو گیا تھا۔ ابنِ زیاد کے لشکر نے خیال کیا کہ اِن پر آسمان سے عذابِ خداوندی نازل ہو رہا ہے۔ اب وہ مصیبت میں گرفتار ہو چکے ہیں۔ کچھ دیر تک یہ کیفیت رہی پھر آندھی رُک گئی۔

ہلال بن نافع کوفی کا بیان ①

ہلال بن نافع کا بیان ہے کہ میں عمر بن سعد کے فوجیوں کے ساتھ کھڑا ہوا تھا کہ اتنے میں ایک شخص نے آکر کہا: امیر! مبارک ہو، شمر حسینؑ کو قتل کر رہا ہے۔ یہ سنا تو میں فوراً لشکر سے باہر آیا اور وہاں پہنچا جہاں امامؑ ذبح ہو رہے تھے۔ خدا کی قسم! میں نے خون میں غلطاں کسی مقتول کو اِن سے زیادہ منور و ضوفشاں شکل و شمائل والا نہیں دیکھا تھا۔ میں آپؑ کی شکل و صورت اور حسن و جمال میں اتنا گم ہو کر رہ گیا تھا کہ میرا خیال آپؑ کے ذبح کی طرف گیا ہی نہیں۔ میں آپؑ کے دیدار میں کھویا رہا۔ اُس وقت امامؑ اپنی زندگی کے آخری لحات میں تھے۔ آپؑ نے پانی طلب کیا۔ میں سن رہا تھا کہ ایک آدمی نے کہا: (نعوذ باللہ) واللہ! تمھیں اس دنیا کے پانی کا ایک گھونٹ بھی نصیب نہیں ہوگا۔ تم نے جہنم جانا ہے اور وہاں کا آبِ حمیم پینا ہے (نقلِ کفر کفر نباشد)

امام علیہ السلام نے فرمایا: نہیں، میں اپنے نانا رسول اللہؐ کی بارگاہ میں وارد ہوں گا۔ آپؐ کا ہم نشین بنوں گا۔ مقامِ صدق و صفا میں رہائش اختیار کروں گا۔ کوثر و سلسبیل کا آبِ زُلال نوش

---

① ہلال بن نافع عمر بن سعد کے لشکر میں تھا۔ جنگِ کربلا کا عینی شاہد ہے۔ حضرت نافع بن ہلالؓ حضرت امام حسین علیہ السلام کے صحابی ہیں جو کربلا میں شہید ہوئے۔ بعض لوگوں کو اشتباہ ہو جاتا ہے کہ ہلال بن نافع، نافع بن ہلال ہیں۔ (مترجم)

کروں گا اور تمھارے مظالم کی شکایت کروں گا۔ وہاں پر کھڑے یزیدیوں کو آپؑ کے جواب پر غصہ آیا۔ یوں لگتا تھا کہ اُن کے دلوں سے رحم سلب ہو چکا ہے۔

ابھی فرزند رسولؐ گفتگو کر رہے تھے کہ آپؑ کو اِن ظالموں نے شہید کر دیا اور آپؑ کا سرِ اطہر بدن سے جدا کر دیا۔ مجھے اِن لوگوں کی سنگ دلی اور بے رحمی پر سخت تعجب ہوا اور میں نے کہا: اب میں کسی کام میں تمھارے ساتھ شرکت نہیں کروں گا۔ ①

مثیر الاحزان: لَمَّا أُثخِنَ [الحُسَینُ علیہ السلام] بِالجِرَاحِ، وَلَم یَبقَ فِیهِ حَرَاكٌ، أَمَرَ شِمرٌ أَن یَرمُوهُ بِالسِّهَامِ، وَنَادَاهُم عُمَرُ بنُ سَعدٍ: مَا تَنتَظِرُونَ بِالرَّجُلِ؛ وَأَمَرَ سِنَانَ بنَ أَنَسٍ أَن یَحتَزَّ رَأسَهُ. فَنَزَلَ یَمشِی إِلَیهِ وَهُوَ یَقُولُ: أَمشِی إِلَیكَ وَأَعلَمُ أَنَّكَ سَیِّدُ القَومِ، وَأَنَّكَ خَیرُ النَّاسِ أَبًا وَأُمًّا! فَاحتَزَّ رَأسَهُ، وَرَفَعَهُ إِلَى عُمَرَ بنِ سَعدٍ فَأَخَذَهُ فَعَلَّقَهُ فِی لَبَبِ فَرَسِهِ.

مثیر الاحزان میں روایت ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام تیروں، تلواروں اور نیزوں کی ضربات سے شدید زخمی تھے۔ آپؑ میں جنگ کرنے کی طاقت باقی نہیں رہی تھی۔ شمر نے حکم دیا کہ ان پر تیر بارانی کرو۔

عمر بن سعد چیخ چیخ کر کہنے لگا: اس مرد کا کام تمام کرو۔ اب کس چیز کا انتظار ہے؟ اُس نے سنان بن انس کو حکم دیا کہ وہ اِن کا سر جسم سے جدا کرے۔ وہ ظالم اپنے گھوڑے سے نیچے آیا اور فرزند رسولؐ کے پاس آیا اور کہنے لگا: میں تمھاری طرف چل کر آیا ہوں کہ تمھیں قتل کروں مجھے تمھارا مکمل تعارف ہے کہ تم قوم کے سیّد و سردار ہو اور ماں باپ کی وجہ سے تمام انسانوں سے بہتر و برتر ہو۔

اِس نے آپؑ کا سرِ اطہر آپؑ کے بدن اقدس سے جدا کیا اور عمر بن سعد کے حوالے کیا۔ اُس نے اس مقدس سر کو اُس سے لیا اور اپنے گھوڑے کے گلے میں لٹکا دیا۔ ②

---

① اللھوف: ص ۱۷۳؛ مثیر الاحزان: ص ۷۵؛ بحار الانوار: ج ۴۵ ص ۵۷؛ مروج الذهب: ج ۳ ص ۷۱

② مثیر الاحزان: ص ۷۴

تذکرۃ الخواص میں ہشام بن محمد سے روایت ہے کہ شمر نے بلند آواز سے اپنی فوج سے کہا: کس چیز کا انتظار ہے، جلدی کرو۔ اس (حسینؑ) پر ہر طرف سے ٹوٹ پڑو اور اُسے ختم کردو۔ حصین بن تمیم نے آپؑ کے سر پر تلوار ماری۔ تلوار کی ضرب اتنی شدید تھی کہ امامؑ زین سے زمین کی طرف آئے۔ زُرعہ بن شریک تمیمی نے فرزند رسولؐ کے بائیں کندھے پر تلوار کا وار کیا جس سے آپؑ کا کندھا کٹ کر رہ گیا۔ امامؑ کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ سنان بن انس نخعی نے بڑھ کر آپؑ کی پسلی کی ہڈی پر نیزہ مارا۔ اُس ملعون نے گھوڑے سے اُتر کر آپؑ کے بدنِ اطہر سے آپؑ کا سر جدا کردیا۔ ①

المناقب لابن شهر آشوب: قَالَ شِمرٌ : مَا وُقوفُكُم؟ وَمَا تَنتَظِرُونَ بِالرَّجُلِ وَقَد أَثخَنَتهُ السِّهامُ؟ اِحمِلُوا عَلَيهِ ثَكِلَتكُم أُمَّهاتُكُم!

فَحَمَلُوا عَلَيهِ مِن كُلِّ جانِبٍ ،فَرَماهُ أَبُو الحَنوقِ الجُعفِيُّ فِي جَبِينِهِ وَالحُصَينُ بنُ نُمَيرٍ فِي فِيهِ ،وَأَبُو أَيُّوبَ الغَنَوِيُّ بِسَهمٍ مَسمُومٍ فِي حَلقِهِ ،فَقَالَ [الحُسَينُ علیہ السلام] : بِسمِ اللهِ ،وَلا حَولَ وَلا قُوَّةَ إِلّا بِاللهِ ،وَهذا قَتِيلٌ فِي رِضَى اللهِ

وَكانَ ضَرَبَهُ زُرعَةُ بنُ شَرِيكٍ التَّمِيمِيُّ عَلى كَتِفِهِ الأَيسَرِ ، وَعَمرُو بنُ الخَلِيفَةِ الجُعفِيُّ عَلى حَبلِ عاتِقِهِ ،وَكانَ طَعَنَهُ صالِحُ بنُ وَهبٍ المُزَنِيُّ عَلى جَنبِهِ وَكانَ رَماهُ سِنانُ بنُ أَنَسٍ النَّخَعِيُّ فِي صَدرِهِ ،فَوَقَعَ عَلَى الأَرضِ ،وَأَخَذَ دَمَهُ بِكَفَّيهِ وَصَبَّهُ عَلى رَأسِهِ مِرارًا

فَدَنا مِنهُ عُمَرُ وَقالَ : جُزُّوا رَأسَهُ! فَقَصَدَ إِلَيهِ نَصرُ بنُ خَرَشَةَ فَجَعَلَ يَضرِبُهُ بِسَيفِهِ فَغَضِبَ عُمَرُ ، وَقالَ لِخَولِيِّ بنِ يَزِيدَ الأَصبَحِيِّ :اِنزِل فَجُزَّ رَأسَهُ فَنَزَلَ وَجَزَّ رَأسَهُ

① تذکرۃ الخواص: ص ۲۵۳؛ شرح الاخبار: ج ۳، ص ۱۶۳

المناقب ابنِ شہر آشوب میں روایت ہے کہ شمر نے اپنے لشکر سے کہا: کیوں کھڑے ہو؟ کس بات کا انتظار کر رہے ہو؟ تیر بارانی نے اِس کا کام تمام کر دیا ہے۔ تمھاری مائیں تمھارے ماتم میں بیٹھیں۔ ہر طرف سے حملے کر کے اسے قتل کر دو۔ ابنِ سعد کا لشکر حرکت میں آیا اور اُس نے فرزندِ علیؑ و بتولؑ کو ہر طرف سے گھیر لیا اور تیروں، تلواروں اور نیزوں سے حملہ کر دیا۔

ابوالحوق جعفی نے آپؑ کی پیشانی اَقدس پر تیر مارا، حصین بن تمیم نے دہنِ اَطہر پر تیر سے وار کیا۔ ابوایوب غنوی نے زہر سے بجھا ہوا تیر آپؑ کے حلق پر مارا۔ اُس وقت صابر و شاکر امامؑ نے فرمایا: بِسْمِ اللهِ وَبِاللهِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ

جی ہاں! یہ مقتولِ رضائے پروردگار ہے۔ زُرعہ بن شریک تمیمی نے آپؑ کے دائیں کندھے پر تلوار کا وار کیا۔ عمرو بن خلیفہ جعفی نے رگِ گردن پر نیزہ مارا۔ صالح بن وہب مزنی نے پیشانی اَقدس پر تلوار ماری۔ سنان بن انس نے سینہ پر بھالا مارا۔ امامؑ زخموں کی تاب نہ لا کر زین سے فرشِ زمین پر آئے۔ آپؑ اپنا خون ہاتھوں سے کئی مرتبہ صاف کر رہے تھے اور اُسے اپنے سرِ اَقدس پر مَل رہے تھے۔

عمر بن سعد نے دیکھا کہ آپؑ زمین پر تڑپ رہے ہیں تو وہ بدبخت امامِ مظلومؑ کے قریب آیا اور کہنے لگا: کیا دیکھ رہے ہو، بڑھ کر سر کاٹ لو۔ یہ سن کر نصر بن خرشہ آگے بڑھا اور اپنی تلوار سے جسمِ اَقدس پر وار کیا لیکن اسے سر کاٹنے کی جرأت نہ ہوئی تو ابنِ سعد نے غضب ناک ہو کر خولی سے کہا: گھوڑے سے اُتر اور اس کا سر کاٹ لے۔ وہ شقی خنجر بکف آیا اور اُس نے سرِ اَقدس کو تن سے جدا کر دیا۔[1]

الفتوح: قَالَ: فَصَاحَ الشِّمرُ بنُ ذِي الجَوشَنِ -لَعَنَهُ اللهُ- بِأَصْحَابِهِ فَقَالَ: مَا وُقُوفُكُمْ؛ وَمَاذَا تَنتَظِرُونَ بِالرَّجُلِ وَقَدْ أَوثَقَتهُ السِّهَامُ؛ إِحمِلُوا عَلَيهِ ثَكِلَتكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ!
قَالَ: فَحَمَلُوا عَلَيهِ مِن كُلِّ جَانِبٍ. قَالَ: وَأَوثَقَتهُ الجِرَاحُ بِالسُّيُوفِ. فَضَرَبَهُ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ زُرعَةُ بنُ شَرِيكٍ التَّمِيمِيُّ -

---

[1] المناقب ابن شہر آشوب: ص ۲۵۳؛ بحار الانوار: ج ۴۵، ص ۵۵؛ کشف الغمہ: ج ۲

لَعَنَهُ اللهُ - ضَرْبَةً عَلَى يَدِهِ الْيُسْرَىٰ وَضَرَبَهُ عَمْرُو بنُ طَلْحَةَ الْجُعْفِيُّ - لَعَنَهُ اللهُ - عَلَى حَبلِ عَاتِقِهِ مِن وَرَائِهِ ضَرْبَةً مُنكَرَةً وَرَمَاهُ سِنَانُ بن أَنَس النَّخعِيُّ لَعَنَهُ اللهُ بِسَهمٍ . فَوَقَعَ السَّهمُ فِي نَحرِهِ . وَطَعَنَهُ صَالِحُ بنُ وَهبٍ اليَزَنِيُّ - لَعَنَهُ اللهُ - طَعنَةً فِي خَاصِرَتِهِ . فَسَقَطَ الحُسَينُ علیہ السلام عَن فَرَسِهِ إِلَى الأَرضِ . وَاستَوىٰ قَاعِدًا . وَنَزَعَ السَّهمَ مِن نَحرِهِ . وَأَقرَنَ كَفَّيهِ فَكُلَّمَا امتَلَأَتَا مِن دَمِهِ خَضَّبَ بِهِ رَأسَهُ وَلِحيَتَهُ وَهُوَ يَقُولُ: هٰكَذَا حَتَّىٰ أَلقَىٰ رَبِّي بِدَمِي . مَغصوبًا عَلَى حَقِّي! قَالَ: وَأَقبَلَ عُمَرُ بنُ سَعدٍ حَتَّىٰ وَقَفَ عَلَيهِ . وَقَالَ لِأَصحَابِهِ: اِنزِلُوا إِلَيهِ فَخُذُوا رَأسَهُ! قَالَ: فَنَزَلَ إِلَيهِ نَصرُ بنُ خَرشَبَةَ الضَّبَابِيُّ - لَعَنَهُ اللهُ - وَكَانَ أَبرَصَ . فَضَرَبَهُ بِرِجلِهِ فَأَلقَاهُ عَلَى قَفَاهُ . ثُمَّ أَخَذَ بِلِحيَتِهِ فَقَالَ لَهُ الحُسَينُ علیہ السلام: أَنتَ الأَبقَعُ الَّذِي رَأَيتُكَ فِي مَنَامِي . قَالَ: أَوَ تُشَبِّهُنِي بِالكِلَابِ يَابنَ فَاطِمَةَ؛ قَالَ: ثُمَّ جَعَلَ يَضرِبُ بِسَيفِهِ - لَعَنَهُ اللهُ - عَلَى مَذبَحِ الحُسَينِ وَهُوَ يَقُولُ:

أَقتُلُكَ اليَومَ وَنَفسِي تَعلَمُ   عِلمًا يَقِينًا لَيسَ فِيهِ مَزعَمُ
وَلَا مَحَالَ لَا وَلَا تَأَثُّمُ   إِنَّ أَبَاكَ خَيرُ مَن يُكَلَّمُ

قَالَ: فَغَضِبَ عُمَرُ بنُ سَعدٍ . ثُمَّ قَالَ لِرَجُلٍ: اِنزِل أَنتَ إِلَى الحُسَينِ فَأَرِحهُ! قَالَ: فَنَزَلَ إِلَيهِ خَولِيُّ بنُ يَزِيدَ الأَصبَحِيُّ - لَعَنَهُ اللهُ - فَاحتَزَّ رَأسَهُ

الفتوح میں روایت ہے کہ شمر بن ذی الجوشن ملعون اپنے ساتھیوں پر چیخا کیا ہے تمھیں؟ کیوں کھڑے ہو؟ کیا دیکھ رہے ہو؟ اس مرد کو تیروں کے زخموں نے نڈھال کر رکھا ہے۔ اب وہ جنگ نہیں کر سکتا۔ اس پر ہر طرف سے چڑھائی کر دو۔ حرکت میں آؤ تمھاری مائیں تمھارے ماتم میں بیٹھیں۔ راوی کہتا ہے کہ امامؑ پر ہر طرف سے حملے شروع ہو گئے۔ تلواروں، تیروں، نیزوں سے

آپؑ پر حملے ہونے لگے۔ زُرعہ بن شریک تمیمی نے آپؑ کے بائیں ہاتھ پر تلوار ماری۔ عمرو بن طلحہ جعفی نے امامؑ کے پس گردن پر تلوار کی شدید ترین ضرب لگائی۔ سنان بن اَنس نے آپؑ کے گلوئے اَطہر پر تیر مارا، صالح بن وہب مزنی نے امامؑ کے پہلو میں نیزہ مارا تو آپؑ زینِ فرس سے فرشِ زمین پر آ گئے۔ پھر امام سنبھل کر زمین پر اُٹھ بیٹھے اور اپنے گلے سے تیر کھینچا، اپنے ہاتھوں سے خون لے کر اپنے سر اور ریش اَقدس پر مَلنے لگے اور فرمایا: میں اسی مخضوب صورت اور مغصوب حق کے ساتھ بارگاہِ خداوندی میں پیش ہوں گا۔

راوی کہتا ہے کہ عمر بن سعد آپؑ کی طرف بڑھا اور آپؑ کے قریب آ کر کھڑا ہو گیا اور اپنے فوجیوں سے کہا: اپنی اپنی سواریوں سے اُترو اور اس شخص کا سر اُس کے تن سے جدا کر دو۔

راوی کا بیان ہے کہ سب سے پہلے نصر بن خرشبہ ضبابی ملعون اُترا۔ یہ مبروص تھا۔ اس نے فرزندِ رسولؐ سے انتہائی توہین آمیز رویہ اپنایا۔ اس ملعون نے آپؑ کے مقدس جسم پر لات ماری اور آپؑ کو پسِ گردن زمین گیر کیا۔ آپؑ کی ریش اَقدس کو ہاتھ میں پکڑا۔ امامؑ نے اس سے فرمایا: تیرے چہرے پر سفید و سیاہ داغ ہیں، تو مبروص ہے، میں نے تجھے خواب میں دیکھا ہے۔

اس ملعون نے کہا: اے پسر فاطمہؑ! تو مجھے کتّے سے تشبیہ دے رہا ہے؟ اس نے تلوار ہاتھ میں لی اور مظلوم امامؑ کو ذبح کرنا شروع کر دیا۔ یہ آپؑ کو ذبح بھی کر رہا تھا اور ساتھ یہ بھی کہہ رہا تھا:

> ''آج میں تمہیں قتل کر رہا ہوں۔ میرا نفس خوب جانتا ہے اس میں کوئی شک و شبہ والی بات نہیں ہے۔ یہ بات بھی واضح اور ظاہر و باہر ہے کہ تمہارے والد اس کائنات کے ہر فرد سے افضل ہیں''۔

راوی نے کہا ہے کہ عمر بن سعد غضب ناک ہوا۔ ایک آدمی سے کہا کہ تو گھوڑے سے نیچے آ اور حسینؑ کو قتل کر۔ خولی بن یزید اَصبحی ملعون گھوڑے سے اُترا۔ اُس نے امامؑ کا سر مقدس آپؑ کے بدنِ طیب و طاہر سے جدا کیا۔ ①

---

① الفتوح: ج ۵، ص ۱۱۸؛ مقتل الحسینؑ خوارزمی: ج ۲، ص ۳۵؛ مطالب السؤول: ص ۷۶؛ کشف الغمہ: ج ۲، ص ۲۶۳؛ بحارالانوار: ج ۴۵، ص ۵۶

مقتل الحسینؑ خوارزمی میں عمرو بن حسن سے روایت ہے، اُس نے اپنے باپ سے سنا عمر بن سعد اپنے فوجیوں پر غضب ناک ہوا جو آدمی اُس کے دائیں طرف کھڑا تھا اُس سے کہا کہ فوراً گھوڑے سے اُتر اور حسینؑ کو قتل کر۔ ایک قول ہے کہ یہ آدمی خولی بن یزید اُسحی تھا۔ اُس نے آنحضرت کا سر آپؑ کے پیکر طاہر سے جدا کیا۔ ایک اور روایت کے لحاظ سے شمر تھا۔

روایت کی گئی ہے کہ فرزند رسولؐ کی طرف شمر بن ذی الجوشن اور سنان بن انس دونوں آئے۔ اُس وقت پیاس کی شدت کی وجہ سے اپنی زبان اپنے ہونٹوں پر پھیر رہے تھے۔ شمر ملعون نے بے ادبی کرتے ہوئے آپؑ سے کہا: اے پسر ابوترابؑ! کیا تمھارا عقیدہ نہیں ہے کہ تمھارے والد حوضِ کوثر پر اپنے پیروکاروں کو سیراب کریں گے۔ صبر کرو، وہ بہت جلد تمھیں اپنے ہاتھ سے جامِ کوثر پلائیں گے۔ اس کے بعد اُس نے سنان بن انس سے کہا: ان کا سر پسِ گردن جدا کر۔ اُس نے کہا: واللہ میں ایسا ہرگز نہیں کروں گا۔ کہیں کل روزِ قیامت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے دشمن نہ ہوں۔

شمر غصے کی آگ میں جلنے لگا۔ وہ آگے بڑھا اور فرزند رسولؐ کے سینے پر بیٹھ گیا۔ آپؑ کی ریش مقدس کو ہاتھ میں لیا اور آپؑ کے قتل کا ارادہ کیا تو آپؑ کے چہرہ پر مسکراہٹ پھیلی اور فرمایا: کیا تو ہی مجھے قتل کرے گا؟ کیا تو جانتا ہے کہ میں کون ہوں؟

شمر نے کہا: ہاں میں جانتا ہوں اور اچھی طرح سے جانتا ہوں۔ فاطمہ زہراؑ تمھاری ماں اور علی مرتضیٰ تمھارے والد ہیں اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمھارے نانا ہیں۔ میں تجھے قتل کروں گا اس کی مجھے کوئی پروا نہیں ہے۔ اِس ملعون نے تلوار کی بارہ ضربوں سے آپؑ کا سرِ اقدس جسمِ اَطہر سے جدا کیا۔ (1)

المزار الکبیر میں روایت ہے کہ زیارتِ ناحیہ مقدسہ میں آپؑ کی شہادت کی جو کیفیت بیان کی گئی ہے وہ یہ ہے: شمر آپؑ کے مقدس سینے پر سوار تھا اور آپؑ کے گلوئے نازنین پر تلوار کی ضربات مار رہا تھا۔ اُس نے آپؑ کی ریش مقدس اپنے ہاتھ میں پکڑ رکھی تھی۔ وہ ہندی تلوار

---

(1) مقتل الحسینؑ خوارزمی: ج ۲، ص ۳۶؛ بحارالانوار: ج ۴۵، ص ۵۶

سے آپؑ کو ذبح کر رہا تھا۔ اُس وقت آپؑ کے حواس ساکت ہو گئے تھے۔ آپؑ کے سانس رُک گئے تھے۔ آپؑ کے سرِ مقدس کو نوکِ نیزہ پر بلند کیا گیا۔ ①

امام علیہ السلام کے جسم پر زخموں کی تعداد

الامالی للصدوق عن بُرید بن معاویہ العجلی عن أبی جعفر الباقر علیہ السلام: أُصیبَ الحُسَینُ بنُ عَلِيٍّ وَوُجِدَ بِهِ ثَلاثُمِئَةٍ وَبِضعَةٌ وَعِشرونَ طَعنَةً بِرُمحٍ أَوْ ضَربَةً بِسَيفٍ، أَو رَميَةً بِسَهمٍ فَرُوِيَ أَنَّهَا كَانَت كُلُّهَا فِي مُقَدَّمِهِ، لِأَنَّهُ علیہ السلام كَانَ لَا يُوَلِّي

امالی صدوق میں برید بن معاویہ عجلی سے روایت ہے، اُس نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے فرمایا: حضرت امام حسین بن علی علیہما السلام کے جسمِ اَقدس پر تین سو چھبیس نیزوں یا تلواروں یا تیروں کے زخم تھے۔ یہ تمام زخم آپؑ کے جسم کے سامنے والے حصے پر تھے۔ پشت پر کوئی زخم نہ تھا، کیونکہ آپؑ نے دورانِ جنگ دشمن کی طرف پشت نہیں کی تھی۔ ②

---

① الدوارالکبیر: ص ۵۰۵؛ مصباح الزائر: ص ۲۲۳؛ بحارالانوار: ج ۱۰۱، ص ۳۲۲

کچھ ضعیف مصادر میں ہے کہ فرزندِ رسولؐ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنی زندگی کے آخری لمحات میں درج ذیل کلمات فرمائے تھے: رِضًا بِرِضَائِكَ وَتَسلِيمًا لِأَمرِكَ، "اے پروردگار! میں تیری رضا پر راضی ہوں اور تیرے حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتا ہوں۔ نصوصِ معتبرہ میں مذکورہ کلمات نہیں ہیں۔ ان کلمات کی اساس وہ نص ہے جو مقتلِ حسینؑ سے لی گئی ہے یہ ابومخنف سے منسوب ہے اور یہ کتاب نہایت ہی ضعیف ہے۔ اس میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام دن کے تین ساعات خاک و خون میں غلطاں زمین گیر رہے اور اُس وقت آپؑ کی زبان پر یہ کلمات جاری تھے: يَا إِلٰهِي صَبرًا عَلَى قَضَائِكَ، لَا مَعبُودَ سِوَاكَ يَا غِيَاثَ المُستَغِيثِينَ، "الٰہی! میں تیرے فیصلے پر صابر ہوں، تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اے استغاثہ کرنے والوں کی مدد کرنے والے"۔ یہ نص معتبر مصادر میں مذکور نہیں ہے اور یہ اشکال سے خالی نہیں ہے یہ کس طرح ممکن ہے کہ امام تین گھنٹے خاک پر رہے ہیں۔ دشمن کو بہت جلدی تھی کہ امام علیہ السلام کو قتل کر کے اپنی منزل کی طرف روانہ ہو۔

② امالی صدوق: ص ۲۲۸؛ روضۃ الواعظین: ص ۲۰۹؛ المناقب ابن شہر آشوب: ص ۱۱۰؛ بحارالانوار: ج ۴۵، ص ۵۲

الامالی للطوسی عن معاذ بن مسلم عن أبی عبداللہ [الصادق] علیہ السلام: وُجِدَ بِالْحُسَيْنِ بنِ عَلِيٍّ نَيِّفٌ وَسَبعُونَ ضَربَةً بِالسَّيْفِ

امالی طوسی میں معاذ بن مسلم سے روایت ہے کہ اُس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے سنا کہ فرزند رسولؐ کے جسم اطہر پر تلوار کے ستر سے زیادہ زخم تھے۔ ①

تاریخ طبری میں ابومخنف سے روایت ہے، اُس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام جب شہید ہوئے تو آپؑ کے جسم پر تینتیس زخم نیزوں اور چونتیس زخم تلواروں کے تھے۔ ②

دلائل الامامة: قَالَ: أَبُو عَبدِاللهِ جَعفَرُ بنُ مُحَمَّدٍ [الصَّادِقُ] علیہ السلام: وُجِدَ بِالْحُسَيْنِ علیہ السلام ثَلَاثٌ وَثَلَاثُونَ طَعنَةً، وَأَربَعٌ وَأَربَعُونَ ضَربَةً، وَوُجِدَ فِي جُبَّةِ خَزٍّ دَكنَاءَ كَانَت عَلَيهِ مِئَةُ خَرقٍ وَبِضعَةَ عَشَرَ خَرقًا، مَا بَينَ طَعنَةٍ وَضَربَةٍ وَرَميَةٍ وَرُدِيَ: مِئَةٌ وَعِشرُونَ

دلائل الامت میں روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: فرزند علیؑ و بتولؑ کے جسم پر وقتِ شہادت تینتیس زخم نیزوں اور چونتیس زخم تلواروں کے تھے۔ اُس وقت آپؑ نے خز کا جبہ پہن رکھا تھا۔ اُس میں تیروں کے ۱۱۵ سوراخ تھے۔ تلواروں، نیزوں اور تیروں کے ایک سو بیس زخم تھے۔ ③

دعائم الاسلام عن علی بن الحسین [زین العابدین] علیہ السلام:

---

① امالی طوسی: ص ۶۷۷؛ الملہوف: ص ۱۷۲؛ مثیر الاحزان: ص ۷۳؛ مقتل الحسین خوارزمی: ج ۲، ص ۴۳

② تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۵۳؛ انساب الاشراف: ج ۳، ص ۴۰۹؛ مروج الذہب: ج ۳، ص ۷۱؛ الکامل فی التاریخ: ج ۲، ص ۵۷۳؛ مقتل الحسین خوارزمی: ج ۲، ص ۳۷؛ الملہوف: ص ۱۷۸؛ مثیر الاحزان: ص ۷۶؛ بحار الانوار: ج ۴۵، ص ۵۲

③ دلائل الامامت: ص ۱۷۸؛ الحدائق الوردیہ: ج ۱، ص ۱۲۳؛ طبقات الکبریٰ: ج ۱، ص ۴۷۳؛ الرد علی المتعصب العنید: ۳۹

أُصِيبَ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ علیہ السلام وَعَلَيْهِ جُبَّةُ خَزٍّ، حَسِبْنَا فِيهَا أَرْبَعِينَ جِرَاحَةً مَا بَيْنَ ضَرْبَةٍ وَطَعْنَةٍ

دعائم الاسلام میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت ہے کہ میرے والد مظلومؑ نے وقتِ شہادت خز کا جبہ پہن رکھا تھا۔ نیزوں اور تلواروں کے چالیس زخم تھے۔ ①

الکافی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ میرے دادا وقتِ شہادت خز کے جبہ میں ملبوس تھے۔ آپؑ کے جسمِ اقدس پر تلواروں، نیزوں اور تیروں کے تینتیس زخم تھے۔ ②

الحدائق الوردیة: رُوِيَ عَنْ بَعْضِهِمْ أَنَّهُ قَالَ: لَمْ يُضْرَبْ أَحَدٌ فِي الْإِسْلَامِ مُنْذُ كَانَ، أَكْثَرَ مِنْ ضَرْبِ الْحُسَيْنِ علیہ السلام: وُجِدَ بِهِ مِئَةٌ وَعِشْرُونَ ضَرْبَةً بِسَيْفٍ وَرَمْيَةٍ، وَحَذْفٍ بِحَجَرٍ

الحدائق الوردیہ میں روایت ہے کہ بعض مورخین نے کہا ہے میدانِ کربلا میں جس قدر حضرت امام حسین علیہ السلام زخمی ہوئے اس قدر زمانہ اسلام کے آغاز سے آج تک کوئی دوسرا شخص زخمی نہیں ہوا۔ تیروں، تلواروں، نیزوں اور پتھروں کے جو زخم آپ کو لگے تھے اُن کی تعداد ایک سو بیس ہے۔ ③

الملهوف: وُجِدَ فِي قَمِيصِهِ مِئَةٌ وَبِضْعَ عَشْرَةَ مَا بَيْنَ رَمْيَةٍ وَضَرْبَةٍ وَطَعْنَةٍ

الملہوف میں روایت ہے کہ جب آپؑ کے پیراہن کو دیکھا گیا تو اس میں تیروں، نیزوں اور تلواروں کے جو سوراخ تھے اُن کی تعداد ایک سو پندرہ تھی۔ ④

---

① دعائم الاسلام: ج ۲، ص ۱۵۳

② الکافی: ج ۶، ص ۴۵۲؛ بحار الانوار: ج ۴۵، ص ۹۳

③ الحدائق الوردیہ: ج ۱، ص ۲۱۳

④ الملہوف: ص ۱۷۸؛ مثیر الاحزان: ص ۷۶؛ شرح الاخبار: ج ۳، ص ۱۶۴؛ الحدائق الوردیہ: ج ۱، ص ۱۲۳؛ مقتل الحسینؑ خوارزمی: ج ۲، ص ۳۷؛ الطبقات الکبریٰ: ج ۱، ص ۴۷۳؛ تذکرۃ الخواص: ص ۲۵۳؛ اس کتاب میں جو ہشام سے روایت ہے اُس میں زخموں کی تعداد ایک سو بیس مذکور ہے۔

قاتلانِ امامؑ کون کون تھے؟

ا-شمر بن ذی الجوشن

کامل الزیارات میں شہاب بن عبدربہ سے روایت ہے، اُس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا کہ آپؑ نے فرمایا: جب حضرت امام حسین علیہ السلام منزلِ زُبالہ سے چل کر بطنِ عقبہ کے مقام پر پہنچے وہاں پر اپنے اصحاب و انصار سے فرمایا: میں نے اپنے آپؑ کو مقتول دیکھا ہے۔

اصحابؓ نے عرض کیا: ابا عبداللہؑ! کیا ماجرا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: میں نے یہ سب کچھ خواب میں دیکھا ہے۔

اُنھوں نے عرض کیا: آپؑ نے خواب میں کیا دیکھا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: میں نے خواب میں کتوں کو دیکھا ہے جو سب مجھ پر حملہ آور ہیں اُن میں سے بدترین کتا ابلق چتکبرا ہے کہ جو مجھے نوچ رہا ہے۔ [1]

تاریخ دمشق عن محمد بن عمرو بن حسن: كُنَّا مَعَ الْحُسَيْنِ علیہ السلام بِنَهَرِ كَرْبَلَاءَ فَنَظَرَ إِلَى شِمْرِ بْنِ ذِي الْجَوْشَنِ، فَقَالَ: صَدَقَ اللهُ وَرَسُولُهُ، قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى كَلْبٍ أَبْقَعَ يَلَغُ فِي دِمَاءِ أَهْلِ بَيْتِي، وَكَانَ شِمْرٌ أَبْرَصَ

تاریخ دمشق میں محمد بن عمرو بن حسن سے روایت ہے کہ ہم کربلا میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے ہمراہ تھے۔ امام علیہ السلام نے شمر کی طرف دیکھا اور فرمایا: اللہ اور اُس کے رسولؐ نے سچ فرمایا ہے: رسولِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ "میں دیکھ رہا ہوں کہ ابلق یعنی چتکبرا کتا

---

[1] کامل الزیارات: ص ۱۵۷؛ بحارالانوار: ج ۴۵ ص ۸۷

ہے جو میرے اہلِ بیتؑ کی خون ریزی میں پیش پیش ہے۔

راوی نے کہا: وہ شمر مبروص تھا۔ ①

مثیر الاحزان میں روایت ہے کہ شمر آیا اور اُس نے کہا: حسینؑ کہاں ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: مَیں حسینؑ ہوں۔

شمر نے کہا: تمھیں دوزخ کی بشارت ہو۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: مجھے بشارت دی گئی ہے کہ میرا رب رحیم ہے، وہ شفیع اور مُطاع ہے۔ تو کون ہے؟ اس نے کہا: میں شمر بن ذی الجوشن ہوں۔

فرزندِ رسولؐ نے فرمایا: اللہ اکبر! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ہے کہ آپؐ نے فرمایا: مَیں نے ایک کتّے کو دیکھا ہے جو مبروص ہے وہ میرے اہلِ بیتؑ کا خون بہا رہا ہے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: میں نے بہت سے کتوں کو دیکھا ہے جو میرے بدن کو نوچ رہے ہیں اُن میں سے مبروص چتکبرا کتا ہے جو سب سے زیادہ حملہ آور ہے۔ اے شمر! وہ تو ہے۔

شمر مبروص تھا۔ اس کے منہ پر سیاہ وسفید داغ تھے۔ میں نے ترمذی سے نقل کیا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ خواب کی تعبیر کتنے عرصہ میں ظاہر ہوتی ہے؟ امام علیہ السلام نے رسولؐ اللہ کے خواب کا ذکر کیا کہ آپؐ کے خواب کی تعبیر ۶۰ سال بعد ظاہر ہوئی۔ ②

تاریخ خلیفہ بن خیاط میں روایت ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کو شمر بن ذی الجوشن نے شہید کیا تھا اور لشکر کی امارت عمر بن سعد کے پاس تھی۔ ③

---

① تاریخ دمشق: ج ۲۳، ص ۱۹۰؛ مقتل الحسینؑ خوارزمی: ج ۲، ص ۳۶؛ کنز العمال: ج ۱۳، ص ۶۷۲؛ بحار الانوار: ج ۴۵، ص ۵۶؛ تذکرۃ الخواص: ص ۲۵۲

② مثیر الاحزان: ص ۹۳؛ بحار الانوار: ج ۴۵، ص ۳۱؛ انساب الاشراف: ج ۳، ص ۲۰۱؛ الفتوح: ج ۵، ص ۹۹؛ مقتل الحسینؑ خوارزمی: ج ۱، ص ۲۵۱

③ تاریخ خلیفہ بن خیاط: ص ۱۷۹؛ تاریخ دمشق: ج ۲۳، ص ۱۹۰

مقتل الحسین خوارزمی میں روایت ہے، شمر آگ بگولا صورت میں آیا اور فرزند رسولؐ کے سینے پر بیٹھ گیا۔ آپؑ کی ریش مقدس اپنے ہاتھ میں پکڑ لی اور آپؑ کو تلوار کی بارہ ضربات سے شہید کیا۔ (۱)

ثقات ابنِ حبان میں روایت ہے کہ شمر بن ذی الجوشن نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو شہید کیا تھا۔ (۲)

۲- سنان بن انس

اسد الغابة: قَتَلَهُ [أي الحُسَينَ علیہ السلام] سِنَانُ بنُ أَنَسٍ النَّخَعِيُّ .وَقِيلَ شِمرُ بنُ ذِي الجَوشَنِ . وَأَجهَزَ عَلَيهِ خَولِيُّ بنُ يَزِيدَ الأَصبَحِيُّ . وَقِيلَ : قَتَلَهُ عُمَرُ بنُ سَعدٍ . وَلَيسَ بِشَيءٍ وَالصَّحِيحُ أَنَّهُ قَتَلَهُ سِنَانُ بنُ أَنَسٍ النَّخَعِيُّ
وَأَمَّا قَولُ مَن قَالَ: قَتَلَهُ شِمرٌ وَعُمَرُ بنُ سَعدٍ، لِأَنَّ شِمرًا هُوَ الَّذِي حَرَّضَ النَّاسَ عَلَى قَتلِهِ ، وَحَمَلَ بِهِم إِلَيهِ . وَكَانَ عُمَرُ أَمِيرَ الجَيشِ فَنُسِبَ القَتلُ إِلَيهِ

اسد الغابہ میں روایت ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کو سنان بن انس نخعی نے شہید کیا تھا۔ ایک روایت ہے کہ شمر بن ذی الجوشن نے امام علیہ السلام کو قتل کیا تھا۔ خولی بن یزید نے آپؑ کے قتل کے مقدمات طے کیے تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ عمر بن سعد نے امام علیہ السلام کو شہید کیا تھا لیکن یہ قول صحیح نہیں ہے۔

صحیح قول یہ ہے کہ امام علیہ السلام کو سنان بن انس نخعی نے شہید کیا تھا۔ جن لوگوں نے شمر اور عمر بن سعد کی بات کی ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ شمر نے لوگوں کو فرزند رسولؐ کے قتل پر اُبھارا تھا۔ وہ کربلا میں لشکر لے کر آیا تھا تا کہ وہ امامؑ سے جنگ کریں۔ عمر بن سعد لشکر کا امیر تھا۔ اسی

---

(۱) مقتل الحسین خوارزمی: ج ۲، ص ۳۶؛ بحار الانوار: ج ۴۵ ص ۵۶

(۲) ثقات ابن حبان: ج ۲، ص ۳۱۱

وجہ سے اُس کی طرف قتل امام کی نسبت دی گئی ہے۔ ①

تاریخ طبری میں ابومخنف سے روایت ہے، اُس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا، سنان بن انس مظلوم کربلا کے قریب کھڑا تھا جو آدمی وہاں آتا تو وہ اُس پر حملہ آور ہو جاتا اور اُسے بھگا دیتا تھا کہ کہیں امامؑ کو شہید کر کے آپؑ کا سر اپنے ساتھ نہ لے جائے۔ آخر کار سنان بن انس نے آپؑ کو ذبح کیا اور سر قلم کر کے خولی کے حوالے کر دیا۔ ②

تاریخ طبری میں ابومخنف سے روایت ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کربلا میں شہید ہوئے تھے۔ آپؑ کی والدہ ماجدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دختر ہیں۔ آپؑ کو سنان بن انس نخعی اَصبحی نے شہید کیا تھا۔ اس نے امامِ مظلوم کا سر قلم کر کے خولی بن یزید کے حوالے کیا۔ ③

تاریخ طبری میں حمید بن مسلم سے روایت ہے: سنان بن انس بن عمرو نخعی فرزند علیؑ و بتولؑ پر نیزے سے حملہ آور ہوا۔ نیزے کا لگنا تھا کہ آپؑ زینِ فرس سے فرشِ زمین پر آ گئے۔ پھر اُس نے خولی بن یزید اَصبحی سے کہا کہ وہ اِن کا سر اُن کے بدن سے جدا کرے۔ جب اُس نے امام علیہ السلام کو شہید کرنے کا ارادہ کیا تو وہ کانپنے لگا۔ سنان بن انس نے اُس سے کہا: اللہ تیرے بازو توڑے اور تیرے ہاتھوں کو قطع کرے تجھے کیا ہو گیا ہے؟

وہ خود اُترا اور اُس نے امام علیہ السلام کو ذبح کیا اور آپؑ کا سر خولی بن یزید کے حوالے کیا حالانکہ اس سے پہلے اِن لوگوں نے سبطِ رسولؐ کو تلواروں کی ضربات سے بہت زیادہ زخمی کر دیا تھا۔ ④

---

① اسد الغابہ: ج ۲، ص ۳۸؛ ذخائر العقبیٰ: ص ۲۵۰؛ الکامل فی التاریخ: ج ۲، ص ۵۸۱؛ ثقات ابن حبان: ج ۲، ص ۳۰۹۔ ان دونوں کتابوں میں ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کو سنان بن انس نے شہید کیا تھا۔

② تاریخ طبری: ج ۵، ص ۳۵۳

③ تاریخ طبری: ج ۵، ص ۳۶۸؛ تاریخ دمشق: ج ۱۳، ص ۲۳۹؛ المحن: ص ۱۵۰؛ ان دونوں نے روایت ابوبکر بن ابی شیبہ سے لی۔ بغیۃ الطلب فی تاریخ حلب: ج ۶، ص ۲۶۶۱۔ اسی میں سنان بن انس کا نام ہے۔ امالی شجری: ج ۱، ص ۱۷۰

④ تاریخ طبری: ج ۵، ص ۳۵۳؛ انساب الاشراف: ج ۳، ص ۳۰۹؛ الکامل فی التاریخ: ج ۲، ص ۵۷۲؛ المنتظم: ج ۵، ص ۳۳۱؛ لباب الانساب: ج ۱، ص ۳۹۶؛ البدایہ والنہایہ: ج ۸، ص ۱۸۸

تاریخ الطبری عن حمید بن مسلم: قَالَ النَّاسُ لِسِنَانِ بنِ أَنَسٍ: قَتَلتَ حُسَینَ بنَ عَلِیٍّ علیہ السلام وَ ابنَ فَاطِمَةَ ابنَةِ رَسُولِ اللهِ قَتَلتَ أَعظَمَ العَرَبِ خَطَراً. جَاءَ إِلیٰ هٰؤُلَاءِ یُرِیدُ أَن یُزِیلَهُم عَن مِلکِهِم. فَأتِ أُمَرَاءَكَ فَاطلُب ثَوَابَكَ مِنهُم. لَو أَعطَوكَ بُیُوتَ أَموَالِهِم فِي قَتلِ الحُسَینِ علیہ السلام كَانَ قَلِیلًا

فَأَقبَلَ عَلَى فَرَسِهِ - وَكَانَ شُجَاعًا شَاعِرًا - وَكَانَت بِهِ لَوثَةٌ. فَأَقبَلَ حَتّىٰ وَقَفَ عَلَى بَابِ فُسطَاطِ عُمَرَ بنِ سَعدٍ. ثُمَّ نَادىٰ بِأَعلَىٰ صَوتِهِ:

أَوقِر رِكَابِي فِضَّةً وَذَهَبَا ... أَنَا قَتَلتُ المَلِكَ المُحَجَّبَا
قَتَلتُ خَیرَ النَّاسِ أُمًّا وَأَبَا ... وَخَیرَهُم إِذ یُنسَبُونَ نَسَبَا

فَقَالَ عُمَرُ بنُ سَعدٍ: أَشهَدُ أَنَّكَ لَمَجنُونٌ مَا صَحَحتَ قَطُّ! أَدخِلُوهُ عَلَيَّ فَلَمَّا أُدخِلَ حَذَفَهُ بِالقَضِیبِ. ثُمَّ قَالَ: یَا مَجنُونُ! أَتَتَكَلَّمُ بِهٰذَا الكَلَامِ؟! أَمَا وَاللهِ لَو سَمِعَكَ ابنُ زِیَادٍ لَضَرَبَ عُنُقَكَ

تاریخ طبری میں حمید بن مسلم سے روایت ہے کہ لوگوں نے سنان بن انس سے کہا تھا کہ تم نے رسولِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے حضرت امام حسین علیہ السلام کو شہید کیا تھا۔ وہ دنیائے عرب کے بلند مرتبہ شخص تھے۔ آپؑ اس ارادے سے آئے تھے کہ اِن لوگوں (آلِ یزید) کی سلطنت کو زائل کردے تُو نے اُنھیں قتل کردیا تھا۔ اب اپنے اُمرا کے پاس جا اور اُن سے انعام مانگ۔ اگر وہ قتلِ حسینؑ کے عوض اپنے خزانے تجھے عطا کر دیں پھر بھی وہ بہت کم ہیں۔

سنان یہ سن کر گھوڑے پر سوار ہوا، تھا بڑا دلیر، ساتھ ہی شاعر بھی تھا لیکن اتنا عقل مند نہ تھا۔ وہ ابنِ سعد کے پردہ کی طرف آیا۔ دروازہ پر کھڑا ہوا اور پکار پکار کر یہ دو شعر پڑھے جن کا مضمون یہ ہے:

"میرے اُونٹوں کو چاندی سونے سے بار کردے کیونکہ میں نے بلند مرتبہ

بادشاہ کو قتل کیا ہے جو ماں باپ کی طرف سے بہترین مخلوق ہے اور نسب میں عالی و متعالی ہے"۔

عمر بن سعد نے کہا: میں اِس بات کا گواہ ہوں کہ تو احمق و دیوانہ ہے تو کبھی ہوش میں آیا ہی نہیں۔ کوئی ہے جو اسے میرے پاس لے آئے۔ جب اسے ابنِ سعد کے پاس لے گئے تو اُس نے ایک لکڑی ماری اور کہا: اُو احمق! تو یہ کلمہ زبان سے نکالتا ہے۔ واللہ اگر ابنِ زیاد سنتا تو وہ تیری گردن ماردیتا۔ (۱)

سنان وخولی کی مشارکت

شرح الأخبار: جُرِحَ الحُسَينُ عليه السلام جِراحاتٍ كَثِيرَةً ،وَثَبَتَ لَهُم وَقَد أوهَنَتهُ الجِرَاحُ فَأَجمَعُوا عَنهُ مَلِيًّا ثُمَّ تَعَاوَرَهُ رَمِيًا بِالنَّبلِ وَحَمَلَ عَلَيهِ سِنَانُ بنُ أَنَسٍ النَّخَعِيُّ فَطَعَنَهُ فَأَثبَتَهُ ،وَأَجهَزَ خَولِيُّ بنُ يَزِيدَ الأَصبَحِيُّ مِن حِميَرَ وَاحتَزَّ رَأسَهُ ،وَأَتَى عُبَيدَ اللهِ بنِ زِيَادٍ

شرح الاخبار میں روایت ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام زخموں سے چُور چُور تھے۔ ابنِ زیاد کا لشکر ایک طرف ہوگیا۔ کچھ دیر بعد واپس آئے اور اُنھوں نے آپؑ پر تیر بارانی شروع کردی۔ اس دوران سنان بن انس نخعی نے امام علیہ السلام پر حملہ کیا، نیزہ مار کر آپؑ کو زمین پر گرادیا۔ خولی بن یزید اُصبحی نے آگے بڑھ کر سبطِ رسول کا سر قلم کیا اور عبید اللہ بن زیاد کے پاس لے گئے۔ (۲)

انساب الاشراف میں عوانہ بن حکم سے روایت ہے کہ امام حسین علیہ السلام کربلا میں شہید کیے گئے تھے۔ آپؑ کو سنان بن انس نے شہید کیا تھا۔ خولی بن یزید نے امام علیہ السلام کا سر قلم کیا تھا۔ وہ آپؑ کا سرِ مقدس ابنِ زیاد کے پاس لایا۔ ابنِ زیاد نے اُسے یزید بن مخفر بن ثعلبہ کے ساتھ

---

(۱) تاریخ طبری: ج۵،ص ۴۵۳؛ الکامل فی التاریخ: ج۲،ص ۵۷۳؛ انساب الاشراف: ج۳،ص ۴۱۰؛ المنتظم: ج۵،ص ۳۴۱؛ تذکرۃ الخواص: ص ۲۵۴

(۲) شرح اخبار: ج۳،ص ۱۵۵

یزید کی طرف بھیج دیا۔ ①

سیر أعلام النبلاء: طَعَنَهُ (أي الحُسَينَ علیہ السلام) سِنَانُ بنُ أَنَسٍ النَّخَعِيُّ فِي تَرقُوَتِهِ. ثُمَّ طَعَنَهُ فِي صَدرِهِ فَخَرَّ. وَاحتَزَّ رَأسَهُ خَولِيٌّ الأَصبَحِيُّ لَا رَضِيَ اللهُ عَنهُمَا

سیر اعلام النبلاء میں روایت ہے کہ سنان بن انس نخعی نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی ہنسلی کی ہڈی میں نیزہ مارا۔ پھر نیزہ کھینچ کر آپؑ کے سینۂ اقدس میں مارا۔ فرزند رسولؐ زین مرکب سے زمین کی طرف آئے۔ ملعون خولی اصبحی نے آپ کا سر مقدس آپؑ کے جسمِ طاہر سے جدا کیا۔ ②

المعجم الکبیر میں زبیر بن بکار سے روایت ہے، سنان بن انس نخعی نے حضرت امام حسین علیہ السلام کا قتل کیا تھا۔ خولی بن یزید اصبحی نے اُسے آپؑ کے قتل پر تیار کیا تھا۔ خولی نے امام علیہ السلام کا سر آپؑ کے جسمِ مقدس سے جدا کیا تھا اور ابنِ زیاد کے دربار میں پیش کیا تھا۔ ③

شمر و سنان کی مشارکت

لباب الأنساب: الحُسَينُ بنُ عَلِيٍّ علیہ السلام. ضَرَبَهُ خَولِيُّ بنُ يَزِيدَ الأَصبَحِيُّ. فَقَطَعَهُ شِمرُ بنُ ذِي الجَوشَنِ، وَجَزَّ رَأسَهُ سِنَانُ بنُ أَنَسٍ النَّخَعِيُّ

لباب الانساب میں روایت ہے کہ خولی بن یزید اصبحی نے حضرت امام حسین بن علی علیہما السلام پر تلوار سے حملہ کیا تھا۔ شمر بن ذی الجوشن نے آپؑ کی گردن پر تلوار کی ضربات لگائی تھیں۔ سنان

---

① انساب الاشراف: ج ۳، ص ۲۱۸؛ الفتوح: ج ۵، ص ۱۱۹؛ مقتل الحسین خوارزمی: ج ۲، ص ۳۶؛ مطالب السؤول: ص ۷۶؛ کشف الغمہ: ج ۲، ص ۲۶۳؛ بحار الانوار: ج ۴۵، ص ۵۶

② سیر اعلام النبلاء: ج ۳، ص ۲۹۹، ۳۰۲؛ طبقات الکبریٰ: ج ۱، ص ۴۷۳؛ تاریخ اسلام ذہبی: ج ۵، ص ۱۳؛ الرد علی المتعصب العنید: ص ۳۹؛ امالی شجری: ج ۱، ص ۱۶۸؛ حدائق الوردیہ: ج ۱، ص ۱۲۳

③ المعجم الکبیر: ج ۳، ص ۱۱۷؛ العقد الفرید: ج ۳، ص ۳۶۶؛ تاریخ دمشق: ج ۱۳، ص ۲۵۲؛ بغیۃ الطلب فی تاریخ حلب: ج ۶، ص ۲۶۶۳؛ جواہر المطالب: ص ۳۰۹؛ الافادہ لابی طالب الزیدی: ص ۶۰

بن انس نے امام علیہ السلام کا سر جسمِ اقدس سے جدا کیا تھا۔ ①

خولی، سنان اور شمر کی مشارکت

مناقب ابنِ شہر آشوب میں روایت ہے کہ حضرت امام حسین بن علی علیہما السلام کو عمر بن سعد بن ابی وقاص، خولی بن یزید اُصبحی نے شہید کیا تھا۔ آپ کا سر اطہر سنان بن انس نخعی اور شمر بن ذی الجوشن نے قلم کیا تھا۔ ②

مرد مذحجی

تاریخ الطبری عن عمار الدھنی عن ابی جعفر [الباقر علیہ السلام]:

فَقَاتَلَ: [الحُسَینُ علیہ السلام] حَتّٰی قُتِلَ صَلَوٰاتُ اللهِ عَلَیهِ. قَتَلَهُ رَجُلٌ مِن مَذحِجَ. وَحَزَّ رَأسَهُ وَانطَلَقَ بِهِ إلٰی عُبَیدِ اللهِ

تاریخ طبری میں عمار دُھنی سے روایت ہے اُس نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے سنا تھا، آپؑ نے فرمایا: حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے دشمنوں سے شدید قتال کیا تھا۔ اِسی جنگ میں آپؑ کو قبیلہ مذحج کے ایک آدمی نے شہید کیا تھا۔ اُس نے آپ کا سر اقدس جسمِ اطہر سے جدا کیا اور عبیداللہ ابنِ زیاد کی طرف روانہ ہو گیا۔ ③

ذوالجناح کی خیام کی طرف واپسی

الامالی للصدوق عن عبداللہ بن منصور عن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین عن أبیه عن جدّه [زین العابدین] علیہم السلام:

أَقبَلَ فَرَسُ الحُسَینِ علیہ السلام حَتّٰی لَطَخَ عُرفَهُ وَنَاصِیَتَهُ بِدَمِ الحُسَینِ علیہ السلام. وَجَعَلَ یَرکُضُ وَیَصهَلُ. فَسَمِعَ بَنَاتُ النَّبِیِّ

---

① لباب الانساب: ج، ص ۳۹۶

② المناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۷۷؛ بحار الانوار: ج ۴۴، ص ۱۹۸

③ تاریخ طبری: ج ۵، ص ۳۹۰؛ تہذیب الکمال: ج ۶، ص ۴۲۸؛ تہذیب التہذیب: ج ۱، ص ۵۹۲؛ بحار الانوار: ج ۴۵، ص ۷۲

صلی اللہ علیہ وآلہ صَهِيلَهُ ،فَخَرَجنَ فَإِذَا الفَرَسُ بِلَا رَاكِبٍ ،فَعَرَفنَ أَنَّ حُسَيناً علیہ السلام قَد قُتِلَ

وَخَرَجَت أُمُّ كُلثُومٍ بِنتُ الحُسَينِ علیہ السلام وَاضِعَةً يَدَهَا عَلَى رَأسِهَا ،تَندُبُ وَتَقُولُ : وَامُحَمَّدَاهُ! هٰذَا الحُسَينُ بِالعَرَاءِ ،قَد سُلِبَ العِمَامَةَ وَالرِّدَاءَ

امالی صدوق میں عبداللہ بن منصور سے روایت ہے، اُس نے حضرت جعفر بن محمد باقر علیہ السلام سے سنا کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا کہ ذوالجناح سید الشہداء کی لاش پر آیا۔ اپنے سر اور چہرے کو آپؑ کے پاکیزہ خون سے خضاب کیا اور خیامِ آلِ محمدؐ کی طرف روانہ ہوا۔ جب خیام کے قریب آیا تو زور زور سے ہنہنایا اور اگلے دونوں پاؤں زور سے زمین پر مارے۔ نبیؐ کی شہزادیوںؑ نے ذوالجناح کی آواز سنی تو فوراً خیموں سے باہر آئیں تو دیکھا سواری آئی ہے لیکن سوار نہیں آیا۔ تو اُنھوں نے سمجھ لیا کہ اُن کے سردار امام حسین علیہ السلام شہید ہو گئے ہیں۔

اس دوران حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہزادی حضرت اُمِ کلثومؑ اپنے سر پر دونوں ہاتھ رکھ کر باہر آئیں۔ وہ اس وقت بین کر رہی تھیں اور یہ کہہ رہی تھیں: اے نانا محمدؐ! اِدھر دیکھو یہ آپؐ کے نواسے مظلوم حسینؑ ہیں کہ آپ کا لاشہ بے لباس ہے۔ اُن کا عمامہ اور ردا لوٹ لیے گئے ہیں۔ ①

مقتل الحسینؑ خوارزمی میں روایت ہے کہ یزیدی فوج نے ذوالجناح کو پکڑنے کی کوشش کی لیکن وہ اُن کے ہاتھ نہ آیا۔ وہ سید الشہداء کے لاشے پر آیا اور اپنی پیشانی کو آپؑ کے خون سے خضاب کیا۔ پھر وہ دوڑتا ہوا خیام کی طرف آیا۔ وہ اُس وقت ہنہنا رہا تھا اور وہ اپنے سر کو زمین پر مار رہا تھا۔

جب ذوالجناح کو امام علیہ السلام کی بہنوں، بیٹیوں اور اہلِ بیت علیہم السلام نے اِس حال میں دیکھا کہ وہ خالی واپس آرہا ہے تو ان کی چیخیں بلند ہوئیں۔ وہ دردناک بین کرتی ہوئی باہر نکلیں۔

---

① امالی صدوق: ص ۳۲۶؛ روضۃ الواعظین: ص ۲۰۹؛ بحارالانوار: ج ۴۴، ص ۳۲۲

حضرت اُمِ کلثومؑ نے اپنے ہاتھ اپنے سر پر رکھے اور سوزناک آواز میں نالہ و فریاد بلند کی اور فرمایا: ہائے محمدؐ، ہائے ناناؐ، اے اللہ کے نبیؐ! اے ابوالقاسمؐ! ہائے بابا علیؑ! ہائے چچا جعفر طیارؓ! ہائے چچا حمزہؓ! ہائے بھائی حسن مجتبیٰؑ! ادھر دیکھو یہ حسینؑ ہیں جنھیں بے دردی کے ساتھ شہید کر دیا گیا ہے۔ آپؑ کے لاشے کو لوٹ لیا گیا ہے۔ اس سردار کا سر پسِ گردن قلم کیا گیا ہے۔ آؤ دیکھو جن کا عمامہ اور ردا لوٹ لیے گئے ہیں۔ اس کے بعد سیدہؑ بے ہوش کر زمین پر گر گئیں۔ (1)

المزار الکبیر میں زیارتِ ناحیہ میں درج ذیل مضمون مذکور ہے:

اُس وقت امام علیہ السلام کا گھوڑا ہنہناتا ہوا تیزی کے ساتھ دوڑتا ہوا اور آنسو بہاتا ہوا آپؑ کے خیام کی طرف آیا۔ جب اہلِ حرم نے آپؑ کے راہوار کو بے سوار دیکھا اور زینِ اُسپ کو نیچے ڈھلکا ہوا دیکھا تو وہ بے چین و بے قرار ہو کر خیموں سے نکل پڑیں۔ بال بکھرائے، منہ پر طمانچے مارتے ہوئے وہ حزن و غم میں اس قدر ڈوبی ہوئی تھیں کہ اُنھیں پردہ کی طرف دھیان نہ رہا تھا۔ نوحہ و بکا کرتی ہوئی اپنے بزرگوں اور وارثوں کو پکارتی ہوئی جب کہ اپنی اس مخصوص عزت و شوکت کے باوجود وہ حقارت کی نظر سے دیکھی جا رہی تھیں۔ وہ سب آپؑ کے مقتل کی طرف تیزی سے جا رہی تھیں۔ آہ! شمر اس وقت آپؑ کے سینہ پر بیٹھا ہوا تھا اور اپنا خنجر آپؑ کی گردن پر چلا رہا تھا۔ ریش مبارک ظالم اپنے ہاتھوں میں لیے ہوئے تھا۔ اپنی ہندی تلوار سے آپؑ کو ذبح کر رہا تھا۔ اُس وقت آپؑ کے دست و پا بے حس و حرکت ہو گئے اور آپؑ کی سانس رُک گئی۔ آخر وہ وقت آیا کہ آپ کا سر مقدس نیزہ پر بلند کیا گیا۔ (2)

کربلا کے شہداء کی تعداد

دقت کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ شہداء کی تعداد کس قدر ہے؟ یہ امر غیر واضح ہے۔ یہاں ہم اُن شہداء کے اسماء کا ذکر کرتے ہیں جنھیں مصادرِ معتبرہ نے بیان کیا ہے۔ شہدائے کربلا کو چار مجموعوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ تفصیل درج ذیل ہے:

---

(1) مقتل الحسینؑ خوارزمی: ج ۲، ص ۳۷؛ الفتوح: ج ۵، ص ۱۱۹؛ بحارالانوار: ج ۱۰۱، ص ۲۴۰۔ بعض نے اس مقام پر یہ الفاظ بھی نقل کیے ہیں۔

(2) المزار الکبیر: ص ۵۰۴؛ راجع ہذا موسوعہ: ج ۸، ص ۲۳۰

۱-اصحابِ رسولؐ

۱ حضرت انس بن الحارثؓ ۲ عبدالرحمن بن عبد ربہ الانصاریؓ (۱)

۲-اصحاب امیرالمومنین امام علیؑ

۱ حضرت ابوثمامہ عمرو بن عبداللہ الصائدیؓ

۲ حضرت حبیب بن مظاہر الاسدیؓ

۳ حضرت زاہر مولیٰ (۲) عمرو بن الحمقؓ

۴ حضرت عمار بن ابی سلامہ الدالانیؓ

۵ حضرت سعد بن الحارث الخزاعیؓ مولیٰ امیرالمومنینؑ

۶ حضرت عبداللہ بن عمیر الکلبیؓ

۷ حضرت کردوس بن زہیرؓ

۸ حضرت نافع بن ہلال جملیؓ

۳-شہدائے اہلِ بیت امام حسینؑ

۱ حضرت علی اکبر بن الحسینؑ
۲ حضرت عبداللہ (علی الاصغرؑ)
۳ حضرت عبداللہ بن علیؑ
۴ حضرت عثمان بن علیؑ
۵ حضرت جعفر بن علیؑ
۶ حضرت عباس بن علیؑ
۷ حضرت ابوبکر بن علیؑ
۸ حضرت محمد بن علیؑ
۹ حضرت ابوبکر بن الحسنؑ
۱۰ حضرت القاسم بن الحسنؑ
۱۱ حضرت جعفر بن عقیلؑ
۱۲ حضرت عبدالرحمن بن عقیلؑ
۱۳ حضرت عبداللہ بن الحسنؑ
۱۴ حضرت عبداللہ بن عقیلؑ

---

(۱) کچھ شہداء کے بارے میں ادعا ہے کہ وہ اصحابِ رسولؐ ہیں جیسے حضرت حبیب بن مظاہرؓ، حضرت مسلم بن عوسجہؓ، حضرت ہانی بن عروہؓ اور حضرت عبداللہ بن یقطرؓ۔ (ابصار العین: ص ۲۲۱)
حضرت انس بن حارثؓ اور حضرت عبدالرحمن بن عبد ربہؓ دونوں رسول اللہؐ کے صحابی ہیں۔ ان کے بارے میں وافر مقدار میں نصوص موجود ہیں۔

(۲) مولیٰ: آزاد کردہ غلام

⑮ حضرت محمد بن ابی سعید بن عقیلؒ ⑯ حضرت عبداللہ بن مسلم بن عقیلؒ

⑰ حضرت محمد بن عبداللہ بن جعفرؒ ⑱ حضرت عون بن عبداللہ بن جعفرؒ

۳- وہ شہدائے اہلِ بیت جن کا بیان شاذ روایات میں آیا ہے

① حضرت ابراہیم بن علی [1]

② حضرت العباس الاصغر بن علیؑ [2]

③ حضرت جعفر بن علی [3]

④ حضرت عبداللہ الاکبر بن علیؑ [4]

⑤ حضرت عبداللہ الاصغر بن علیؑ [5]

⑥ حضرت عبید اللہ بن علیؑ [6]

---

① لباب الانساب: ج ۱، ص ۴۰۰؛ المناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۱۱۲؛ العقد الفرید: ج ۳، ص ۳۷۰؛ الامامت والسیاست: ج ۲، ص ۱۲؛ مقاتل الطالبیین: ص ۹۱؛ مقتل الحسینؑ خوارزمی: ج ۲، ص ۴۷

② تہذیب الکمال: ج ۲۰، ص ۴۷۹؛ تاریخ خلیفہ بن خیاط: ص ۱۷۹

③ الثقات ابن حبان: ج ۲، ص ۳۱۰-۳۱۱۔ اس میں آپؑ کی والدہ کا نام جو مذکور ہے وہ یہ ہے: لیلیٰ بنت ابی مرہ بن عروہ بن مسعود۔

④ ایضاً

⑤ المناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۱۲؛ اس کتاب میں عبداللہ بن ام البنینؑ کا ذکر نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ یہ وہی ہوں۔

⑥ ارشاد: ج ۱، ص ۳۵۵ و ج ۲، ص ۱۲۵؛ اس کتاب میں عبداللہ ہے اور دو نسخوں میں عبیداللہ مذکور ہے۔ مجموعہ نفیسہ: ص ۱۰۸؛ المزار للشہید الاوّل: ص ۱۳۶؛ اعلام الوریٰ: ج ۱، ص ۳۹۶؛ کشف الغمہ: ج ۲، ص ۶۶؛ تاریخ طبری: ج ۵، ص ۱۵۳؛ تہذیب الکمال: ج ۲۰، ص ۴۷۹؛ الفصول المہمہ: ص ۱۳۹۔ اس میں عبداللہ مذکور ہے۔ چند ایک مصادر کے مطابق حضرت عبیداللہ بن علیؑ مذار میں قتل ہوئے تھے۔ تاریخ طبری: ج ۶، ص ۱۱۵ و ج ۵، ص ۱۵۴؛ طبقات الکبریٰ: ج ۳، ص ۱۹ و ج ۵، ص ۱۱۷؛ انساب الاشراف: ج ۲، ص ۴۱۲؛ جمہرۃ انساب العرب: ص ۳۸؛ نسب قریش: ص ۴۳؛ مقاتل الطالبیین: ص ۹۲؛ مقتل الحسینؑ خوارزمی: ج ۲، ص ۱۷۴؛ صلۃ الصفوۃ: ج ۲، ص ۱۳۰؛ المجدی: ص ۱۷؛ السرائر میں بھی ذکر ہے ج ۱، ص ۶۵۶؛ حضرت شیخ مفیدؒ نے ارشاد میں نقل کیا ہے کہ عبیداللہ بن نہشلیہ کربلا میں شہید ہوئے تھے۔ یہ ان کی خطا محض ہے کیونکہ عبیداللہ بن نہشلیہ مصعب بن زبیر کی فوج میں تھے۔ انھیں مختار ثقفیؒ کی فوج نے مذار میں قتل کیا تھا۔

⑦ حضرت عمر بن علیؑ ①

⑧ حضرت عتیق بن علیؑ ②

⑨ حضرت قاسم بن علیؑ ③

⑩ حضرت بشر بن الحسنؑ ④

⑪ حضرت عمر بن الحسنؑ ⑤

⑫ حضرت ابوبکر بن الحسینؑ ⑥

⑬ حضرت ابوبکر بن القاسم بن الحسنؑ ⑦

⑭ حضرت ابراہیم بن الحسینؑ ⑧

⑮ حضرت جعفر بن الحسینؑ ⑨

⑯ حضرت حمزہ بن الحسنؑ ⑩

⑰ حضرت زید بن الحسینؑ ⑪

---

① ہذا موسوعہ (عربی): ص ۳۲۳

② سیر اعلام النبلاء: ج ۳، ص ۳۲۰؛ تاریخ ذہبی: ج ۵، ص ۲۱؛ تہذیب الکمال: ج ۲۰، ص ۴۷۹؛ اس میں ابوبکر عتیق کا ذکر ہے۔ یہ کربلا کے شہید ہیں (قول)۔

③ المناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۱۰۷

④ المناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۱۱۳

⑤ المناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۱۱۲؛ مقتل الحسینؑ خوارزمی: ج ۲، ص ۳۰۔ ان دونوں کتابوں میں ہے کہ یہ طفل صغیر تھے۔

⑥ راجع: ص ۳۵۳

⑦ تاریخ خلیفہ بن خیاط: ص ۱۷۹

⑧ المناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۱۱۳

⑨ طبقات الکبریٰ: ج ۱، ص ۴۷۶؛ مناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۱۱۳

⑩ المناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۱۱۳

⑪ ایضاً

⑱ حضرت قاسم بن الحسینؑ ①

⑲ حضرت محمد بن الحسینؑ ②

⑳ حضرت عمر بن الحسینؑ ③

㉑ حضرت محمد بن عقیلؑ ④

㉒ حضرت محمد بن عبداللہ بن عقیلؑ ⑤

㉓ حضرت حمزہ بن عقیلؑ ⑥

㉔ حضرت علی بن عقیلؑ ⑦

㉕ حضرت عون بن عقیلؑ ⑧

㉖ حضرت جعفر بن محمد بن عقیلؑ ⑨

㉗ حضرت ابوسعید بن عقیلؑ ⑩

㉘ حضرت ابراہیم بن مسلم بن عقیلؑ ⑪

---

① المناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۱۰۱؛ انساب الاشراف میں ذکر نہیں ہے۔ ج ۳، ص ۳۲۲۔ قاسم بن حسن کا ذکر ہے جو کہ تصحیف ہے۔

② المناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۱۱۳؛ تذکرۃ الخواص: ص ۲۷۷

③ المناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۱۱۳

④ انساب الاشراف: ج ۲، ص ۳۲۸ و ۳۱۲؛ اخبار الطوال: ص ۲۵۷؛ مقتل الحسین خوارزمی: ج ۲، ص ۳۸

⑤ نسب قریش: ص ۴۵؛ مقتل امام علیؑ ابن ابی الدنیا: ص ۱۴۳؛ لباب الانساب: ج ۱، ص ۳۳۴

⑥ المجدی: ص ۳۰۸

⑦ مقتل الطالبیین: ص ۹۸؛ لباب الانساب: ج ۱، ص ۴۰۲

⑧ انساب الاشراف: ج ۳، ص ۳۲۲؛ تذکرۃ الخواص: ص ۲۵۵؛ المناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۱۱۳

⑨ مقاتل الطالبیین: ص ۹۸؛ مقتل الحسین خوارزمی: ج ۲، ص ۳۸؛ المناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۱۱۳

⑩ المجدی: ص ۳۰۸

⑪ امالی صدوق: ص ۱۴۳

۲۹ حضرت محمد بن مسلم بن عقیلؑ ①

۳۰ حضرت عبدالرحمن بن مسلم بن عقیلؑ ②

۳۱ حضرت عبیداللہ بن مسلم بن عقیلؑ ③

۳۲ حضرت ابوعبداللہ بن مسلم بن عقیلؑ ④

۳۳ حضرت علی بن مسلم بن عقیلؑ ⑤

۳۴ حضرت ابراہیم بن جعفرؑ ⑥

۳۵ حضرت ابوبکر بن عبداللہ بن جعفرؑ ⑦

۳۶ حضرت عون الاصغر بن عبداللہ بن جعفرؑ ⑧

۳۷ حضرت الحسین بن عبداللہ بن جعفرؑ ⑨

۳۸ حضرت عبیداللہ بن عبداللہ بن جعفرؑ ⑩

---

① مقاتل الطالبیین: ص ۹۷؛ تذکرۃ الخواص: ص ۲۵۵؛ مقتل الحسینؑ خوارزمی: ج ۲، ص ۳۸؛ کفایۃ الطالب: ص ۴۴۷؛ امالی صدوق: ص ۱۴۳؛ لباب الانساب: ج ۱، ص ۳۳۵، ص ۴۰۲؛ المناقب ابن شہرآشوب: ج ۴، ص ۱۰۶، ۱۱۲

② تاریخ خلیفہ بن خیاط: ص ۱۷۹؛ سیر اعلام النبلاء: ج ۳، ص ۳۲۰؛ نسب قریش: ص ۸۴؛ مقتل الحسینؑ خوارزمی: ج ۲، ص ۴۷

③ الاخیال: ج ۳، ص ۷۶؛ بحار الانوار: ج ۴۵، ص ۶۸۔ اس میں ابوعبیداللہ بن مسلم بن عقیلؑ مذکور ہے۔

④ مصباح الزائر: ص ۱۲۸؛ بحار الانوار: ج ۱۰۱، ص ۳۷۱

⑤ لباب الانساب: ج ۱، ص ۳۳۵

⑥ مقتل الحسینؑ خوارزمی: ج ۲، ص ۴۹

⑦ انساب الاشراف: ج ۲، ص ۳۲۵؛ شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید: ج ۱۵، ص ۲۳۷۔ ایک قول ہے کہ یہ بزرگوار واقعہ حرہ میں شہید ہوئے تھے۔ مقاتل الطالبیین: ص ۱۲۳؛ جمہرۃ انساب العرب: ص ۶۸

⑧ نسب قریش: ص ۸۳؛ جمہرۃ انساب العرب: ص ۶۸

⑨ نفس المصدر

⑩ مقاتل الطالبیین: ص ۹۶؛ مقتل الحسینؑ خوارزمی: ج ۲، ص ۴۸؛ کفایۃ الطالب: ص ۴۴۶؛ المناقب ابن شہرآشوب: ج ۴، ص ۱۱۲۔ اس میں عبیداللہ بن عبداللہ بن جعفر کا ذکر ہے۔

(۲۸) حضرت عونؑ بن جعفرؑ بن جعفرؑ [۱]

(۲۹) حضرت محمد بن جعفرؑ [۲]

(۳۰) حضرت محمد بن العباسؑ [۳]

(۳۱) حضرت احمد بن محمد الہاشمیؑ [۴]

۴- اصحابِ امام حسینؑ

(۱) حضرت ابراہیم بن الحصین الاسدیؓ

(۲) حضرت ابن اخِ حذیفہ أسید الغفاریؓ

(۳) حضرت ابوالصیاحؓ

(۴) حضرت ادھم بن أمیہؓ

(۵) حضرت انیس بن معقل أصبحیؓ

(۶) حضرت بُریر بن خُضیرؓ

(۷) حضرت بشیر بن عمرو الحضرمیؓ

(۸) حضرت جابر بن الحجاجؓ

(۹) حضرت جبلہ بن علی الشیبانیؓ

(۱۰) حضرت جنادہ بن الحارثؓ

(۱۱) حضرت جندب بن حُجیرؓ

(۱۲) حضرت جون مولیٰ ابوذرؓ

(۱۳) حضرت جوین بن مالکؓ

(۱۴) حضرت الحارث بن امرء القیسؓ

(۱۵) حضرت الحارث بن نبہان مولیٰؓ

(۱۶) حضرت الحتوف بن الحارثؓ

---

[۱] انساب الاشراف: ج ۲، ص ۲۹۹؛ المجدی: ص ۲۹۶؛ لباب الانساب العرب: ج ۱، ص ۳۶۱؛ عمدۃ الطالب: ص ۳۶۔ ان کے بارے میں ہے کہ وہ شوشتر میں شہید ہوئے تھے۔ انساب الاشراف: ج ۲، ص ۲۹۹؛ ابوالیقظان بصری سے روایت ہے، معارف ابن قتیبہ: ص ۲۰۶؛ الاصابہ: ج ۳، ص ۳۱۹؛ ذخائر العقبیٰ: ص ۳۶۷؛ ان کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ صفین میں قتل ہوئے تھے۔ انساب الاشراف: ج ۲، ص ۲۹۹

[۲] انساب الاشراف: ج ۲، ص ۲۹۹؛ مقتل الحسینؑ خوارزمی: ج ۲، ص ۳۹؛ المجدی: ص ۲۹۶؛ عمدۃ الطالب: ص ۳۶؛ ان دونوں کتابوں میں محمد الاصغر مذکور ہے۔ رجال ابن داؤد: ص ۱۶۷۔ ان کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ شوشتر میں قتل ہوئے تھے۔ انساب الاشراف: ج ۲، ص ۲۹۹؛ المعارف ابن قتیبہ: ص ۲۰۶؛ الاصابہ: ج ۶، ص ۷؛ ذخائر العقبیٰ: ص ۳۶۷۔ ان کے بارے میں ہے کہ یہ صفین میں قتل ہوئے تھے۔
انساب الاشراف: ج ۲، ص ۲۹۹؛ لباب الانساب: ج ۱، ص ۳۶۱

[۳] المناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۱۱۳

[۴] المناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۱۰۵؛ ان سے رجز منقول ہے لیکن آپ کی شہادت کا ذکر نہیں ہے۔

۱۷ حضرت الحجاج بن زیدؓ

۱۸ حضرت الحجاج بن مسروقؓ

۱۹ حضرت الحر بن یزید الریاحیؓ

۲۰ حضرت حلاس بن عمروؓ

۲۱ حضرت نعمان بن عمروؓ

۲۲ حضرت حنظلہ بن اسعدؓ

۲۳ حضرت رافع بن مولیٰ اہل سندہ

۲۴ حضرت الرمیث بن عمروؓ

۲۵ حضرت زہیر بن بشر خثعمیؓ

۲۶ حضرت زُہیر بن سلیم الازدیؓ

۲۷ حضرت زُہیر بن قین بجلیؓ

۲۸ حضرت زید بن معقلؓ

۲۹ حضرت سالم مولیٰ ابن المدنیہؓ

۳۰ حضرت سعد بن حنظلہ تمیمیؓ

۳۱ حضرت سعد بن عبداللہ الحنفیؓ

۳۲ حضرت سعید بن گردمؓ

۳۳ حضرت سلیمان بن موئیٰؓ

۳۴ حضرت سلیمان بن ربیعہؓ

۳۵ حضرت سوار بن ابی حمیرؓ

۳۶ حضرت سوید بن عمرو بن ابی مطاعؓ

۳۷ حضرت سیف بن الحارث الجابریؓ

۳۸ حضرت سیف بن مالکؓ

۳۹ شہید باپ کا جوان بیٹا

۴۰ حضرت شبیب بن عبداللہ النہشلیؓ

۴۱ حضرت شوذب مولیٰ شاکرؓ

۴۲ حضرت الضہاب بن عامرؓ

۴۳ حضرت ضرغامہ بن مالکؓ

۴۴ حضرت عابس بن شبیب الشاکریؓ

۴۵ حضرت عامر بن مسلمؓ

۴۶ حضرت سالم مولیٰ عامر بن مسلمؓ

۴۷ حضرت عباد بن ابی المہاجرؓ

۴۸ حضرت عبدالرحمٰن بن عبداللہ اَرجی یزنیؓ

۴۹ حضرت عبداللہ بن قیس الغفاریؓ

۵۰ حضرت عبدالرحمٰن بن قیس الغفاریؓ

۵۱ حضرت عقبہ بن ابی الصلتؓ

۵۲ حضرت عمار بن حسان الطائیؓ

۵۳ حضرت عمران بن کعبؓ

۵۴ حضرت عمر بن الاحدوث الحضرمیؓ

۵۵ حضرت عمر بن خالد الصیداویؓ

۵۶ حضرت عمرو بن خالد الازدیؓ

۵۷ حضرت سعد مولیٰ عمر بن خالدؓ

۵۸ حضرت خالد بن عمرو بن خالد الازدیؓ

۵۹ حضرت عمرو بن ضبیعہؓ

۶۰ حضرت عمرو بن عبداللہ الجندعیؓ

۶۱ حضرت عمرو بن قرظہ الانصاریؓ

۶۲ حضرت عمیر (عمرو) بن عبداللہ المذحجیؓ

۶۳ حضرت ترکیؓ (جوان)

۶۴ حضرت قارب مولیٰ الحسینؑ

۶۵ حضرت القاسم بن حبیب الازدیؓ

۶۶ حضرت قعنب بن عمرو النمریؓ

۶۷ حضرت کنانہ بن عتیقؓ

۶۸ حضرت مالک بن عبد بن سریع الجابریؓ

۶۹ حضرت مجمع بن زیادؓ

۷۰ حضرت مجمع بن عبداللہ العائذیؓ

۷۱ حضرت ابنِ مجمع بن عبداللہ العائذیؓ

۷۲ حضرت مسعود بن الحجاجؓ

۷۳ حضرت عبدالرحمٰن بن مسعودؓ

۷۴ حضرت مسلم بن عوسجہ الاسدیؓ

۷۵ حضرت مسلم (اسلم) بن کثیرؓ

۷۶ حضرت منجح مولیٰ الحسینؑ

۷۷ حضرت نعیم بن عجلانؓ

۷۸ حضرت الضحاف بن المحمد الراسبیؓ

۷۹ حضرت ہمام بن سلمہ القانصیؓ

۸۰ حضرت وہب بن وہبؓ

۸۱ حضرت یحییٰ بن سُلیم المازنیؓ

۸۲ حضرت یزید بن زیاد بن مہاجر ابوالشعثاءؓ

۸۳ حضرت یزید بن ثبیط العبدیؓ

۸۴ حضرت عبداللہ بن یزید بن ثبیط العبدیؓ

۸۵ حضرت عُبید اللہ بن یزید بن ثبیطؓ

مذکورہ بالا اسمائے شہدا کے علاوہ کچھ دوسرے اسماء بھی ہیں لیکن مصادرِ معتبرہ میں اُن کا ذکر نہیں ہے۔ اس لیے ہم نے اُن کا ذکر نہیں کیا۔

مَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْم

